تحفة المنعم
اردو شرح
صحیح مسلم
تالیف
حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب
استاذ الحدیث جامعة العلوم الاسلامیة علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
جلد رابع
کتاب الصوم تا کتاب الرضاع
مکتبہ ایمان و یقین
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

تحفۃ المنعم

شرح اردو

صحیح مسلم

جلد رابع

کتاب الصوم ۔ کتاب الاعتکاف ۔ کتاب الحج

کتاب النکاح ۔ کتاب الرضاع

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ ایمان و یقین
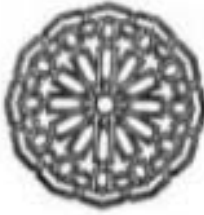
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نام کتاب: تحفۃ المنعم شرح صحیح مسلم جلد ۴

مصنف : مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی

طبع : اوّل

سن طباعت: جولائی 2013

باہتمام : نبیل احمد۔ المیزاب پرنٹرز

ناشر : مکتبہ ایمان و یقین

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

0300-9268449
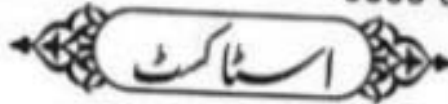
ادارۃ الرشید کراچی

Cell: 0321-2045610 Tel: 021-34928643

E-mail: Idaraturrasheed@gmail.com

E-mail:Idaraturrasheed@yahoo.com

ملنے کے دیگر پتے

☆ مکتبہ شیخ بہادر آباد کراچی

☆ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

☆ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی

☆ علمی کتاب گھر، اردو بازار کراچی

☆ المیزان، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

☆ عزیز کتاب گھر، بیراج روڈ سکھر

☆ مکتبہ الاحمد، باکھری بازار ڈیرہ اسماعیل خان

☆ ادارۃ الحرمین، بالمقابل تحصیل کونسل صادق آباد

☆ بیت القرآن، نزد ڈاکٹر ہارون والی گلی چھوٹی گھٹی، حیدر آباد

☆ بیت القرآن اردو بازار کراچی

☆ ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

☆ سعدی کتب خانہ گلشن اقبال کراچی

☆ مکتبہ بیت العلم اردو بازار کراچی

☆ مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ

☆ مکتبہ الانور، بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

☆ الخلیل پبلشنگ ہاؤس، اقبال روڈ راولپنڈی

☆ وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار پشاور

☆ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار مدینہ کلاتھ مارکیٹ راولپنڈی

☆ دار الاشاعت اردو بازار کراچی

☆ بیت الکتب گلشن اقبال کراچی

☆ مکتبہ معارف القرآن کورنگی کراچی

☆ مکتبہ بیت العلم اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ امدادیہ، ٹی بی روڈ ملتان

☆ مکتبہ یوسفیہ، بلدیہ سینٹر میرپور خاص

☆ کتاب مرکز، فیر روڈ سکھر

☆ ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان

☆ اسلامی کتاب گھر، عظیم مارکیٹ راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمِنْ مَذْهَبِيْ حُبُّ النَّبِيِّ وَكَلَامِهٖ
وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ

روزِ محشر ہر کسے با خویش دارد توشۂ
من نیز حاضر میشوم "تشریح" مسلم در بغل

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ
اظہار الحق

نَضَّرَ اللهُ اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا ۔

(الحدیث طبرانی)

انتساب

میں اس محنت شاقہ کو اپنی مادر علمی اور عالمی مرکزِ علمی جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

جس کے سایہ عاطفت میں

بندہ نے محدث العصر حضرتِ اقدس حضرت مولانا محمد یوسف البنوریؒ اور صدرِ مدرس حضرت اقدس مولانا فضل محمدؒ سواتی سے احادیثِ مقدّسہ کی سند حاصل کی۔

فضل محمد یوسف زئی

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ
اظہار الحق

فہرست مضامین

کتاب الصوم

روزے کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾

و قال اللہ تعالیٰ: ﴿فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ﴾

"الصوم" مصدر ہے، لغت میں مطلقاً رکنے اور امساک کے معنی میں آتا ہے، خواہ کھانے پینے سے رکنا ہو یا کلام سے رکنا ہو۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿انی صمت للرحمن صوماً فلن اکلم الیوم انسیاً﴾ یہ کلام سے امساک تھا، جس پر صوم کا اطلاق کیا گیا ہے۔

ایک عربی شاعر اپنے گھوڑوں کو کھانا پینا نہ ملنے کی وجہ سے اسے روزہ دار قرار دے کر کہتا ہے۔

خیل صیام و خیل غیر صائمۃ تحت العجاج و أخری تعلک اللجما

کچھ گھوڑے روزہ سے ہیں، کچھ روزہ سے نہیں، سب میدان جنگ کے غبار میں ہیں اور کچھ لگاموں کو چبا رہے ہیں۔

لبید شاعر گدھے اور گدھی کو پانی چارہ نہ ملنے کی وجہ سے اسے روزہ دار قرار دیتا ہے۔

حتی اذا سلخا جمادی ستۃ جزءاً و طال صیامہ و صیامھا

یہاں تک کہ جب جمادی الثانی کا مہینہ گزر گیا تو پانی کے بغیر گدھے اور گدھی کا روزہ لمبا ہو گیا۔

صوم کی شرعی تعریف اس طرح ہے: "الصوم ھو الامساک عن الأکل و الشرب و الجماع نھاراً مع النیۃ"

یعنی طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے، جماع اور منافی صوم اشیاء سے نیت کے ساتھ رکنے کا نام "صوم" ہے۔

رمضان کے روزے ۲ھ ماہ شعبان میں فرض ہوئے تھے۔ اس سے پہلے بعض علماء کے خیال میں ایام بیض اور یوم عاشورہ کے روزے فرض تھے۔ رمضان کے روزوں سے وہ منسوخ ہو گئے۔ اب وہ صرف سنت کے درجہ میں ہیں۔ اس پر اتفاق ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رمضان سے پہلے کوئی روزہ فرض نہیں تھا، البتہ خود رمضان کے روزوں پر مختلف ادوار آئے ہیں۔ ابتداء میں روزہ رکھنے یا فدیہ مالی دینے کا اختیار دیا گیا تھا، پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اسی طرح ابتداء میں غروب آفتاب کے بعد آنکھ لگنے کی وجہ سے رات بھر کا روزہ فرض تھا، وہ بھی منسوخ ہو گیا۔ رمضان کے مہینے میں کسی وقت کسی بھی حالت میں جماع کی ممانعت تھی، پھر وہ منسوخ ہو کر رات میں جماع کی اجازت مل گئی، اب رمضان کے روزے فرض ہیں اور یہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے چوتھا رکن ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ رمضان کے روزوں کی فضیلت خود احادیث میں بڑے پیمانے پر بیان کی گئی ہے، وہ کافی شافی ہے۔ البتہ روزہ کے چند فوائد پیش خدمت ہیں۔

روزہ کے فوائد:

رمضان کے روزے فرض ہیں، یہ ہر عاقل بالغ تندرست مسلمان کی ذمہ داری ہے، خواہ اس میں دنیوی کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو، اللہ تعالی کا حکم ہے، اس کا بجالانا ضروری ہے، تاہم چند فوائد کی طرف اشارہ کرنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) روزے سے اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی کو جنت مل جاتی ہے۔

(۲) روزہ رکھنے سے انسانی جذبات واحساسات اور شہوت کنٹرول ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی تمام گناہوں سے بچتا ہے، کیونکہ پیٹ بھرنے سے تمام اعضا گناہ کے خواہشمند ہو جاتے ہیں، اسی لئے عارفین نے کہا ہے۔

اذا جاعت النفس شبعت جميع الاعضاء ؤ اذا شبعت جاعت كلها

(۳) روزہ رکھنے سے فقراء اور غرباء ومساکین کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے، ایک مالدار آدمی کو یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ میں نے جس طرح سال کے ایک مہینہ میں بھوک و پیاس کی مشقت اٹھائی ہے، مساکین وفقراء سال بھر اسی طرح محنت ومشقت میں پڑے رہتے ہیں، لہٰذا وہ ان کا ہمدرد بن جاتا ہے۔

چنانچہ بشر حافیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بغداد میں سخت سرد موسم میں گرم کپڑے اتار کر کھونٹے پر لٹکا دیتے تھے اور ہلکے لباس میں کھلے عام ٹھنڈ میں بیٹھ جاتے تھے، کسی نے وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ بغداد میں بہت فقراء ہیں جو ٹھنڈ کی مشقت برداشت کرتے ہیں، میں ان سب کو گرم کپڑے نہیں دے سکتا تو کم از کم ان کی مشقت میں بطور ہمدردی ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض عارفین پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے بعد اس طرح دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِي بِحَقِّ الْجَائِعِينَ"

(۴) روزہ رکھنے سے آدمی جفاکش بن جاتا ہے، چنانچہ اگر میدان جہاد میں یا کسی اور میدان میں کئی روز تک کھانا نہ ملے تو روزہ کا عادی شخص اس مصیبت کو زیادہ دیر تک برداشت کر لیتا ہے، گویا روزہ دیگر عبادات کیلئے ممد ومعاون ہے اور آدمی کی ذاتی زندگی کیلئے کارآمد ہے۔

(۵) روزہ رکھنے سے آدمی کے مزاج میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے، لہٰذا وہ صبر کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس طرح روزہ دار ازدواجی اور معاشرتی زندگی میں بہتر طریقے سے زندگی گزار سکتا ہے۔

باب فضل شهر رمضان

ماہِ رمضان کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲٤۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - عَنْ أَبِي

سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اسی طرح شیاطین کو بھی قید کر دیا جاتا ہے۔''

تشریح:

''فتحت ابواب السماء'' یہ جملہ یا حقیقت پر محمول ہے کہ واقعی آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اس سے عظمتِ رمضان مقصود ہوتی ہے۔ قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں جو مذکور ہے کہ آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں یا جنت کے کھولے جاتے ہیں، جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو باندھا جاتا ہے، یہ سب حقیقت پر محمول ہے، اس سے رمضان کی تعظیم وعظمت مقصود ہوتی ہے۔ یہی راجح قول ہے۔ بعض علماء نے ان تمام واقعات کو کنایہ اور مجاز پر حمل کیا ہے اور کہا ہے کہ آسمان کے دروازے کھلنا رحمت کے عام ہونے سے کنایہ ہے، جنت کے دروازے کھلنا نیکیاں عام ہونے سے کنایہ ہے، دوزخ کے دروازے بند کیا جانا برے کاموں کے کم ہونے سے کنایہ ہے، کیونکہ روزہ برائیوں سے بچاتا رہتا ہے اور سرکش شیاطین کا باندھ دیا جانا اس سے کنایہ ہے کہ ان کو اغواء انسانی اور تزئین بالشہوات کے میدان میں عاجز کر کے رکھا جاتا ہے۔

''وسلسلت الشياطين'' یعنی شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ کر پکڑا جاتا ہے اور ان کو رمضان میں قید کر دیا جاتا ہے اور ان سے وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے، جس کے ذریعے سے وہ مخلوق خدا کو گمراہ کرتے ہیں یا گناہوں پر آمادہ کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ''صفدت الشياطين'' کا لفظ آیا ہے۔ اس کا بھی یہی معنی ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب تمام شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے تو رمضان میں یہ گناہ کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے کئی جوابات ہیں اور وہی جوابات اس جملہ کے سمجھنے کیلئے کئی مفہوم بھی ہیں۔

(۱) بڑے اور سرکش شیاطین کو باندھا جاتا ہے، اس کے چھوٹے کارکن کام چلاتے ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ''مردة الجن'' کے الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور مشاہدہ گواہ ہے کہ رمضان میں بڑے بڑے معاصی کم ہو جاتے ہیں۔

(۲) شیاطین واقعی سارے باندھے جاتے ہیں، لیکن گیارہ ماہ تک شیاطین نے جو نفس امارہ کو تیار کیا ہے، ایک ماہ تک خود وہ نفس کام چلاتا ہے، جیسے گاڑی بند کرنے کے بعد بھی گاڑی آگے کی طرف کچھ حرکت کرتی ہے۔

(۳) ہو سکتا ہے کہ شیاطین کے باندھنے کے بعد بھی وہ اپنے اپنے مقامات سے انسانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کا سلسلہ جاری

رکھتے ہوں۔

بہر حال زیر بحث حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بے غبار ہے، ہر آدمی رمضان میں شرارتوں کی کمی محسوس کرتا ہے۔

(۴) یہ بھی ممکن ہے کہ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں اور وہ نیک دیندار ہیں، روزہ کے شرائط بھی پوری کرتے ہیں، فقط ایسے لوگوں کے شیاطین باندھے جاتے ہوں اور اشرار و کفار کے کھلے رہتے ہوں۔

خلاصہ یہ کہ رمضان میں خیر کے راستے کھول دیے جاتے ہیں اور شر کے بند کر دیے جاتے ہیں۔

٢٤٩٤- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب رمضان کا مہینہ ہوتا ہے تو رحمت (جنت) کے دروازے کھل جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے"۔

٢٤٩٥- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَالْحُلْوَانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي نَافِعُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ .بِمِثْلِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد مبارک فرمایا کہ جب رمضان المبارک (کا مہینہ) آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ الخ

باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال

رمضان کا روزہ چاند دیکھنے سے فرض ہو جاتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے بیس احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٤٩٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ.

حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ کرتے

ہوئے فرمایا: جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ مت رکھو، (رمضان کا چاند نہ دیکھ لو) اور نہ ہی بغیر چاند دیکھے افطار کرو (عید بھی چاند سے مشروط ہے) پھر اگر آسمان پر ابر چھایا ہوا ہو تو تیس دن پورے کرو۔ (یعنی اگر شعبان کی ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ شعبان کو روزہ رکھنا چاہئے اور اسی طرح ۲۹ رمضان کو بھی چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ روزے پورے کرنے چاہئیں)

تشریح:

"ولا تصوموا" یعنی تیس شعبان کا روزہ نہ رکھو، جس کو تم رمضان کا سمجھ لو۔ "حتی تروا الهلال" یعنی رمضان کا روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھو، جب چاند نظر آ گیا تو پھر روزہ رکھو، تیس شعبان کا روزہ رکھو، یہاں چاند دیکھنے سے متعلق چند ضروری مسائل ملاحظہ ہوں۔

چاند دیکھنے کے مسائل

قال الله تعالیٰ: ﴿و یسئلونک عن الاهلة قل هی مواقیت للناس والحج﴾

ہماری اسلامی شریعت نے چاند کے ثبوت کے لئے اور مہینہ کی ابتداء کا مدار چاند کے دیکھنے پر رکھا ہے یا تیس دن پورے ہونے پر رکھا ہے، اگر ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھا گیا تو اگلا دن اسلامی مہینہ کا پہلا دن شمار ہوگا اور اگر ۲۹ کو چاند نظر نہیں آیا تو تیس دن پورے ہو جانے پر اگلا مہینہ شروع ہو جائے گا۔ اسلامی مہینہ کی ابتداء کا مدار چاند کے افق پر موجود ہونے پر نہیں ہے، بلکہ اس کے دیکھنے پر مدار ہے، لہٰذا اگر مطلع صاف ہے اور چاند کسی صورت میں نظر نہیں آتا تو افق پر چاند کے پیدا ہونے اور موجود رہنے کے باوجود اگلا اسلامی مہینہ شروع نہیں ہوگا۔ یہی فرق ہے اہل شرع علماء اور اہل نجوم ماہرین کے درمیان کہ علماء چاند کے نظر آنے پر مہینہ کی ابتداء کا مدار رکھتے ہیں، لیکن اہل نجوم چاند کے افق پر پیدا ہونے پر مدار رکھتے ہیں، وہ چاند دیکھنے سے پہلے حکم لگاتے ہیں کہ کل مہینہ کا پہلا دن ہے، مسلمان شریعت کے حکم کے پابند ہیں۔ اہل نجوم کے قیاسات وتخیلات اور تجربات کے پابند نہیں ہیں۔

اسلامی شریعت میں چاند کے ثبوت کیلئے چند قواعد

(۱) "الشهادة علی رؤیة الهلال" یعنی دیکھنے والے کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوگا۔

(۲) "الشهادة علی الشهادة" یعنی کسی آدمی نے قاضی کی عدالت میں چاند دیکھنے کی گواہی دی، دوسرے کسی آدمی نے سن لیا اور جا کر کسی اور جگہ میں اس گواہی پر گواہی دیدی تو اس سے چاند کا ثبوت ہو جائے گا۔

(۳) "الشهادة علی القضاء" یعنی محکمہ عدالت میں قاضی نے ثبوت ہلال کا فیصلہ سنا دیا، اس عدالت کے کسی آدمی نے جا کر دوسری جگہ گواہی دیدی، اس سے بھی چاند کا ثبوت ہو جائے گا۔

(۴) "استفاضة الخبر" یعنی مختلف اطراف میں یہ خبر مشہور ہو کر پھیل جائے کہ چاند نظر آ گیا، اس سے بھی چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے۔
بہر حال ائمہ احناف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر مطلع صاف نہ ہو تو ایک عادل شخص کی گواہی چاند دیکھنے کیلئے کافی ہے، لیکن اگر مطلع صاف ہو تو پھر ایک عادل کی گواہی معتبر نہیں، بلکہ جم غفیر یعنی اچھی خاصی بڑی جماعت کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوگا۔
یہ تو رمضان کے روزوں کیلئے گواہی کا مسئلہ ہے، عید کیلئے کیا حکم ہے؟ تو اس کے بارے میں احناف فرماتے ہیں کہ مطلع صاف ہو تو ایک بڑی جماعت کی گواہی درکار ہوگی، لیکن اگر مطلع گرد آلود ہو تو دو آدمیوں کی گواہی کی ضرورت پڑے گی۔ درمختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص کسی بلند مقام پر رہتا ہو، شہر سے باہر ہو، خود عادل ہو، وہ آ کر رمضان کے چاند دیکھنے کی گواہی دے تو مطلع اگرچہ صاف ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور چاند کا ثبوت ہو جائے گا۔ امام طحاویؒ کا رجحان بھی اس کی طرف ہے کہ اس پر فتویٰ دینا زیادہ بہتر ہے۔ عام تار اور خط سے چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ریڈیو کی خبر سے بھی چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا، ہاں اگر قاضی کا خط قاضی کو آ جائے یا ریڈیو پر رؤیت ہلال کمیٹی کا چیئرمین خود اپنی آواز میں اعلان کرے تو اس کا اعتبار ہوگا۔
"فان اغمی علیکم" یعنی جب مطلع غبار آلود ہو اور چاند نظر نہ آتا ہو تو پھر تیس دن کا اندازہ کرلو۔ "فاقدروا" اس میں دال پر پیش بھی ہے اور دال پر کسرہ بھی ہے۔ نصر اور ضرب سے بھی ہے اور باب افعال سے بھی ہے۔ اندازہ کرنے اور حساب لگانے کے معنی میں ہے۔
"لا تصوموا" یعنی جب تک چاند نظر نہیں آتا، تم شعبان میں روزہ رکھنا شروع نہ کرو اور جب تک چاند نظر نہ آئے، تم عید کیلئے روزہ نہ کھولو، تمہارا روزہ رکھنا یا افطار کرنا چاند کے دیکھنے پر موقوف ہے۔
"فان غم" یعنی اگر غیم اور بادل کی وجہ سے تم پر چاند پوشیدہ ہو جائے۔ "فاقدروا" ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس صیغہ میں دال پر ضمہ ہے، اس پر کسرہ پڑھنا غلط ہے۔ مطلب یہ کہ اگر چاند نظر نہیں آیا تو تم رمضان کے تیس دن پورے کرو۔

٢٤٩٧ - **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَقَالَ: الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا- ثُمَّ عَقَدَ إِبْهَامَهُ فِي الثَّالِثَةِ- فَصُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ.

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا (دس انگلیوں کا) اور فرمایا کہ: مہینہ اتنے اور اتنے اور اتنے دن کا ہوتا ہے۔ پھر تیسری بار میں آپ نے انگوٹھے کو بند کر لیا اور فرمایا کہ اس کا (۳۰ تاریخ کا) روزہ چاند دیکھنے سے مشروط ہے۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر افطار کرو، اور اگر ابر کا موسم ہو تو تیس روزے پورے کرو۔

٢٤٩٨ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا ثَلاثِينَ. نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ.

اس سند سے سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر موسم ابر آلود ہو تو تیس روزے پورے کرو) منقول ہے۔

٢٤٩٩ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَقَالَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا .وَقَالَ: فَاقْدِرُوا لَهُ .وَلَمْ يَقُلْ:ثَلاثِينَ.

حضرت عبیداللہ سے اس سند کے ساتھ روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا ذکر کیا تو فرمایا مہینہ انتیس (دن کا بھی) ہوتا ہے (اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے) فرمایا: اس طرح اور اس طرح سے ہو تو تم اس کی تعداد پوری کرلو اور تیس کا لفظ ذکر نہیں فرمایا۔

٢٥٠٠ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ فَلاَ تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ وَلاَ تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ ۲۹ کا بھی ہوتا ہے تو تم روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار (عید) نہ کرو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو روزوں کی تعداد تم پر پوری کرنا لازمی ہے۔

٢٥٠١ - وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ - وَهُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ - عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلاَلَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ.

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ انتیس (دن کا بھی) ہوتا ہے تو جب تم نے چاند دیکھ لیا تو تم روزہ رکھو اور جب تم چاند دیکھ لو تو افطار کرو اگر مطلع ابر آلود ہو تو روزوں کی تعداد پوری (یعنی تیس روزے) کرو۔

٢٥٠٢ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ

عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ۔ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب تم (چاند) دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم (چاند) دیکھو تو افطار (عید) کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تم پر اس کی تعداد پوری کرنا لازم ہے۔

٢٥٠٣- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ۔ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ إِلَّا أَنْ يُغَمَّ عَلَيْكُمْ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ.

حضرت عبید اللہ بن دینارؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سنا کہ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ انتیس رات کا بھی ہوتا ہے تم روزہ نہ رکھو جب تک کہ (چاند) نہ دیکھ لو اور افطار (عید) نہ کرو جب تک کہ تم (چاند) نہ دیکھ لو سوائے اس کے کہ اگر (آسمان) ابر آلود ہو تو تم پر اتنی مقدار میں روزے لازم ہیں۔

٢٥٠٤- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ۔ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا. وَقَبَضَ إِبْهَامَهُ فِي الثَّالِثَةِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ مہینہ ایسا ایسا ایسا ہے اور تیسری مرتبہ میں آپ نے اپنے انگوٹھے کو دبالیا (یعنی ۲۹)

٢٥٠٥- وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا حَسَنٌ الأَشْيَبُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ۔ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے مہینہ ۲۹ تاریخ کا بھی ہوجاتا ہے۔

٢٥٠٦- وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَكَّائِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ

طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا عَشْرًا وَعَشْرًا وَتِسْعًا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مہینہ اس طرح اس طرح اس طرح ہے دس، دس اور نو (یعنی ۲۹ روز کا)۔

۲۵۰۷- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا. وَصَفَّقَ بِيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ بِكُلِّ أَصَابِعِهِمَا وَنَقَصَ فِي الصَّفْقَةِ الثَّالِثَةِ إِبْهَامَ الْيُمْنَى أَوِ الْيُسْرَى.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مہینہ ایسا ایسا ایسا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مارا، اور سب انگلیاں کھلی رکھیں اور تیسری مرتبہ اشارہ کرنے میں دایاں یا بایاں انگوٹھا کم کرلیا۔

۲۵۰۸- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُقْبَةَ- وَهُوَ ابْنُ حُرَيْثٍ- قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ. وَطَبَّقَ شُعْبَةُ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ وَكَسَرَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ. قَالَ عُقْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ: الشَّهْرُ ثَلَاثُونَ وَطَبَّقَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوجاتا ہے اور شعبہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ اشارہ کر کے بتلایا۔ اور تیسری مرتبہ میں انگوٹھے کو موڑ لیا اور عقبہ کہتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا، مہینہ تیس روز کا ہوتا ہے، اور اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ ملایا۔

۲۵۰۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا- وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ- وَالشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا. يَعْنِي تَمَامَ ثَلَاثِينَ.

حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم امی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ ہی حساب کتاب رکھتے ہیں، مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، تیسری بار میں انگوٹھے کو بند

کرلیا اور اس طرح، اس طرح اور اس طرح بھی ہوتا ہے۔ پوری انگلیوں کے ساتھ تین بار اشارہ فرمایا۔ (یعنی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے اور ۳۰ کا بھی ہوتا ہے)

اہل نجوم کے حساب کا اعتبار نہیں

تشریح:

"انا امة امية" یعنی ہم امی امت ہیں، ہم حساب کتاب نہیں جانتے ہیں، مہینہ اس طرح ہے، اس طرح ہے، اس طرح ہے، تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کا انگوٹھا باندھ لیا، یعنی مہینہ کبھی پورے تیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے۔ "انا امة امية" امیہ کی طرف نسبت کرنے کے مطلب میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ "امية" امت عرب کی طرف نسبت ہے۔ "ای نحن امة العرب" یعنی ہم عرب قوم ہیں، کیونکہ عرب کے لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یا یہ نسبت "ام" کی طرف ہے، یعنی ہم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہیں، جس طرح ماں سے پیدا ہیں، اسی طرح ہیں یا یہ نسبت "ام القراء" کی طرف ہے، جو مکہ مکرمہ کا نام ہے "ای نحن امة مكية" اہل مکہ میں بھی خط وکتابت کا رواج نہیں تھا، اس حدیث میں جو "لانكتب و لا نحسب" آیا ہے، یہ اکثر عرب کے اعتبار سے ہے، ورنہ ان میں حساب دان کاتب ہوتے تھے، مگر قلیل تھے۔

"الشهر هكذا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں سے مہینہ کے دن گنائے ہیں، مگر پہلی دو بار گنتی کر کے جو انگلیوں سے اشارہ فرمایا، اس میں آپ نے انگلیوں کو کھلا رکھا اور تیسری بار انگوٹھے کو ہتھیلی کے ساتھ جوڑ دیا، جس سے اشارہ فرمایا کہ کبھی مہینہ ناقص ہو کر ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ علامہ ابن البر فرماتے ہیں کہ تسلسل کے ساتھ چار مہینوں سے زیادہ ۲۹ دن کے نہیں آسکتے ہیں۔ صرف چار ماہ آسکتے ہیں۔ انگوٹھے کو بند کرنے کیلئے عقد اور خنس اور حبس کے الفاظ آئے ہیں۔

حدیث کے آخر میں اجمال کی تفصیل راوی نے بیان کی ہے کہ کبھی مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے، یعنی "تمام الثلاثين" ملا علی قاریؒ مرقات ج ۴ ص ۶۲ میں اہل نجوم پر سخت رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن سریج نے لکھا ہے کہ حدیث میں جو "فاقدروا" کا حکم ہے، اس سے مراد اہل نجوم ہیں، لہٰذا جو لوگ علم نجوم جانتے ہیں، وہ اسی سے حساب کریں اور جو لوگ علم نجوم نہیں جانتے وہ "فاكملوا" پر عمل کریں، یعنی تیس دن پورے کریں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں "وهو مردود" یہ قول مردود ہے۔ ملا علی قاریؒ نے چار وجوہات بیان کی ہیں۔

(۱) کیونکہ "انا امة امية" صریح حدیث ہے جو حکم دیتی ہے کہ مہینہ جاننے کیلئے اہل نجوم کے یہ دقیق حساب وکتاب کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ چاند کے بارے میں نجومیوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر چہ تمام نجومی اس پر متفق ہو جائیں کہ اس طرح چاند دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳) قرآن عظیم کا اعلان ہے: ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ اس میں چاند کا ذکر ہے، نجومیوں کے حساب کا نہیں (گویا

مہینہ چاند کی وجہ سے حاضر ہوتا ہے، نجومیوں کے حساب کتاب سے نہیں)

(۴) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح حدیث ہے "صوموا لرؤیة و افطروا لرؤیة" اور یہ بھی واضح حدیث ہے: "لا تصوموا حتی تروہ" (ان احادیث میں چاند دیکھنے سے مہینے کی ابتداء اور انتہاء کو مربوط کیا گیا ہے، کسی نجومی کے قول سے نہیں)

"بل اقول" ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر کسی نجومی نے چاند دیکھنے سے پہلے چاند کے پیدا ہونے پر روزہ رکھا تو وہ گناہ گار ہوگا اور یہ روزہ رمضان کے روزوں میں شمار نہیں ہوگا اور اگر نجومی نے اپنے باطل حساب کتاب کی بنیاد پر عید الفطر کا فیصلہ کر کے روزہ کھولا تو اس سے وہ فاسق ہو جائے گا اور روزہ کا کفارہ ہوگا (یعنی دو ماہ روزے رکھے گا) اور اگر نجومی نے اپنے حساب کی بنیاد پر روزہ کے افطار کو فرض اور واجب کہہ کر کھولا تو کافر ہو جائے گا۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۴۶۲)

ملا علی قاریؒ چند صفحات بعد مزید لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی اہتمام سے ہاتھوں سے اشارہ کر کے اس مسئلہ کو اس لئے بیان فرمایا ہے تاکہ نجومیوں کے حساب کی طرف رجوع کرنا باطل ہو جائے۔ باقی نجومی لوگ جو ﴿و بالنجم هم يهتدون﴾ سے استدلال کرتے ہیں، وہ غلط ہے، کیونکہ یہ آیت قبلہ کی سمت معلوم کرنے اور سفر کے رخ معلوم کرنے کے لئے ہے، نجومیوں کے حساب کتاب کیلئے نہیں ہے۔ (مرقات ج ۴ ص: ۴۶۲)

۲۵۱۰- **وَحَدَّثَنِيهِ** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ لِلشَّهْرِ الثَّانِي ثَلَاثِينَ.

اس سند کے ساتھ یہ روایت بھی حسب سابق نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں الشہر الثانی ثلاثین کا ذکر نہیں ہے۔

۲۵۱۱- **حَدَّثَنَا** أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلاً يَقُولُ اللَّيْلَةَ لَيْلَةُ النِّصْفِ فَقَالَ لَهُ مَا يُدْرِيكَ أَنَّ اللَّيْلَةَ النِّصْفُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا .وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ الْعَشْرِ مَرَّتَيْنِ: وَهَكَذَا .فِي الثَّالِثَةِ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ كُلِّهَا وَحَبَسَ أَوْ خَنَسَ إِبْهَامَهُ.

حضرت سعد بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو سنا کہہ رہا تھا کہ آج کی رات آدھا مہینہ ہو گیا ابن عمرؓ نے اس سے کہا کہ تمہیں کیسے علم کہ آدھا مہینہ ہو گیا کہنے لگا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہینہ ایسا ایسا ہوتا ہے، آپ نے اپنی انگلیوں سے دو بار دس کا اشارہ فرمایا اور تیسری بار بھی دس کا اشارہ فرمایا اور اپنی تمام انگلیوں سے اشارہ کیا اور انگوٹھے کو بند کر لیا۔

٢٥١٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور چاند دیکھو تو افطار کرو، اگر ابر چھایا ہوا ہو تو تیس روزے پورے کرو''

٢٥١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ - يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ - عَنْ مُحَمَّدٍ - وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعَدَدَ.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (چاند) دیکھ کر روزہ رکھو اور (چاند) دیکھ کر افطار (عید) کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تم (روزوں) کی تعداد پوری کرو۔

٢٥١٤ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمُ الشَّهْرُ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم (چاند) دیکھ کر روزہ رکھو اور (چاند) دیکھ کر افطار (عید) کرو اور اگر تم پر مہینہ پوشیدہ رہے تو تم تیس (روزوں) کی تعداد پوری کرو۔

٢٥١٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهِلَالَ فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ.

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب تم چاند دیکھو تو افطار کرو اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس (روزوں) کی تعداد پوری کرو۔

باب لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين

رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۵۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُبَارَكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ إِلَّا رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رمضان سے قبل ایک دو دن روزہ مت رکھو، سوائے اس کے کہ کوئی شخص مسلسل روزے رکھتا تھا (یا مقررہ دنوں میں روزے رکھتا تھا اور وہ مقررہ مخصوص دن ۲۹ اور ۳۰ تاریخ کو آگئے) تو وہ رکھ سکتا ہے (یہ حکم اس لئے ہے تا کہ رمضان کے روزوں میں کوئی شک وشبہ نہ رہے)

تشریح:

''تقدموا رمضان'' یعنی رمضان کی آمد سے قبل شعبان کے آخر میں ایک دن یا دو دن یا زیادہ روزے نہ رکھو، ہاں جو شخص پہلے سے ہر ماہ کے آخر میں روزہ رکھنے کا عادی ہو یا جمعرات، جمعہ یا پیر وغیرہ کے روزوں کا عادی ہو، وہ رکھ سکتا ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے تا کہ اہل کتاب سے مشابہت نہ آئے، کیونکہ اہل کتاب فرض روزوں کے ساتھ نفل روزوں کو خلط ملط کر کے رکھتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے آدمی سست پڑ جائے گا اور رمضان کے روزوں کیلئے جس چستی کی ضرورت ہے، وہ نہیں رہے گی۔ علامہ مظہر ؒ فرماتے ہیں کہ رمضان سے پہلے اور شعبان کے آخر میں اس طرح روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ کراہت سے مکروہ تنزیہی مراد ہے۔ مولانا اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ یہاں جس روزہ سے ممانعت آئی ہے، یہ ''یوم الشک'' کا روزہ نہیں، بلکہ شعبان کے آخری ایام کے روزے ہیں، ہاں جو شخص ان ایام میں روزہ رکھنے کا عادی ہو، اس کے لئے روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شعبان کے روزے رکھے ہیں، جہاں ممانعت ہے وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو ضعیف ہوں، روزہ رکھنے سے کمزور پڑ جاتے ہوں، جس کی وجہ سے رمضان میں خلل واقع ہو سکتا ہو۔ بہر حال یہ نہی ارشادی ہے، شفقت کے طور پر آپ نے منع فرمایا ہے۔ یہاں اس حدیث میں ''یوم الشك'' کے روزے کی ممانعت تو بیان نہیں کی گئی ہے، لیکن ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اس لئے میں اس کے بارے میں کچھ تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ شعبان کی انتیس تاریخ میں مثلاً مغرب کے وقت مطلع صاف نہ ہو، آسمان پر خوب بادل ہوں تو اس کے بعد تیس شعبان کا جو دن آنے والا ہے، وہ شک کا

دن ہے، اس میں احتمال ہے کہ یہ یکم رمضان ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تیس شعبان ہو۔ اس حدیث میں یہی بتایا گیا ہے کہ "یوم الشک" میں رمضان کا فرض روزہ رکھنا مکروہ ہے، رہ گیا نفل روزہ تو اس میں علماء کے اقوال کی روشنی میں اس طرح تفصیل ہے۔

یوم الشک کے روزے میں علماء کے اقوال:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یوم شک کے روزہ کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا قول یہ ہے کہ شک کے دن روزہ نہ رکھا جائے، اس دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر کوئی رکھنا ہی چاہتا ہے تو وہ نفل کی نیت کرے، پھر اگر یوم شک رمضان کا ثابت ہوگیا تو یہ نفل روزہ رمضان کا فرض بن جائے گا اور احناف کے نزدیک اگر کسی شخص کو اس دن روزہ رکھنے کی پہلے سے عادت ہو، مثلاً جمعرات یا جمعہ کا دن یوم الشک پڑ گیا تو اس کیلئے یہ روزہ رکھنا مستحب ہے، اسی طرح خواص مثلاً مفتی یا عالم یا قوم کے بڑے کیلئے یہ روزہ رکھنا مستحب ہے اور عوام الناس یوم الشک کا روزہ زوال تک رکھیں، اگر چاند کی خبر نہیں آئی تو وہ روزہ توڑ دیں اور اگر چاند کی خبر آئی تو رمضان کا روزہ مکمل کرلیں۔ عوام اور خواص کی یہ اصطلاح نیت کی وجہ سے ہے، جو لوگ اس روزہ کی صحیح نیت کرسکتے ہیں، وہ خواص ہیں اور جو لوگ نیت نہیں کرسکتے وہ عوام ہیں۔

صحیح نیت اس طرح ہے کہ ایک آدمی صرف نفل کی نیت کرے، اس میں یہ خیال اور تردد نہ ہو کہ رمضان کا دن ہوگیا تو یہ روزہ رمضان کا ہوجائے گا اور غلط نیت اس طرح ہے کہ ایک شخص اس طرح نیت کرے کہ اگر کل رمضان کا دن ہوگیا تو میرا روزہ فرض ہوگا اور اگر کل کا دن رمضان کا نہیں ہوا تو میرا روزہ نفل ہوگا، اس طرح تردد میں نہ نیت صحیح ہوگی، نہ عبادت صحیح ہوگی۔

بعض شارحین نے یوم الشک کے روزے میں ائمہ احناف کے کچھ مربوط اور منضبط اقوال نقل کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "صوم یوم الشک" کی احناف کے ہاں چند صورتیں ہیں۔

(۱) خالص رمضان کی نیت سے روزہ رکھے، یہ مکروہ ہے، کیونکہ ایک حدیث میں اس کی صریح ممانعت ہے۔

(۲) رمضان کے علاوہ کسی فرض یا واجب کی قضاء کی نیت کرے، یہ بھی مکروہ ہے، مگر پہلی صورت سے کراہت کچھ کم ہے۔

(۳) نفل کی نیت سے روزہ رکھے، یہ مکروہ نہیں ہے، بلکہ خواص کیلئے افضل ہے۔ "کما قال ابو یوسفؒ"

(۴) اصل نیت میں تردد کرے کہ اگر رمضان ہوگیا تو یہ روزہ اس کا ہوگا اور اگر رمضان نہیں ہوا تو نفل ہوگا، یہ نیت معتبر ہی نہیں، نہ اس سے کوئی عبادت معتبر ہے، بہرحال حدیث شریف کا حکم واضح ہے کہ یوم الشک کا روزہ نہ رکھو، اس میں گناہ ہے۔ (ترمذی وابوداؤد)

۲۵۱۷- **وَحَدَّثَنَاهُ** يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ- يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ

الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے اس سند کے ساتھ بھی سابقہ روایت کا مضمون منقول ہے، معنی ومفہوم میں کوئی فرق نہیں۔

باب الشهر يكون تسعاً و عشرين

مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۵۱۸ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْسَمَ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَى أَزْوَاجِهِ شَهْرًا - قَالَ الزُّهْرِيُّ - فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ - قَالَتْ لَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً أَعُدُّهُنَّ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَتْ بَدَأَ بِي - فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَإِنَّكَ دَخَلْتَ مِنْ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ أَعُدُّهُنَّ فَقَالَ: إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ.

زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس تشریف نہیں لے جائیں گے۔ مجھے (زہری کو) عروہؓ نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ'' جب اس مہینہ کی ۲۹ راتیں گزر گئیں اور میں ایک ایک رات گن کر گزارتی تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے (کسی اور زوجہ کے پاس نہیں گئے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے جب کہ آپ تو ۲۹ کو تشریف لے آئے، میں تو ایک ایک دن شمار کررہی ہوں۔ فرمایا کہ مہینہ ۲۹ کا بھی ہوتا ہے۔

تشریح:

"اقسم ان لا یدخل" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ میں ازواج مطہراتؓ میں سے کسی کے گھر ایک ماہ تک نہیں جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موقعوں پر اس اس طرح قسم کھائی تھی۔ ایک اس وقت جبکہ بعض ازواج مطہراتؓ نے فتح خیبر کے بعد گھر کے خرچ بڑھانے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوگئے اور مسجد نبوی کے بالا خانہ کے ایک کمرہ میں بیٹھ گئے اور قسم کھائی کہ ایک ماہ تک کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوں گا، پھر انتیس دن گزرنے پر آپ حضرت عائشہؓ کے گھر چلے گئے تو

عائشہؓ نے پوچھا کہ آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی ابھی تو تیس دن پورے نہیں ہوئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر قسم کھالی، جبکہ حضرت زینبؓ کے ہاں آپ نے شہد پی لیا اور حضرت عائشہؓ وحفصہؓ نے کہا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو زینب کے ہاں شہد پی لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھی نے مغافیر کا رس چوس لیا ہو اور اس کا اثر شہد میں آگیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغافیر کی بدبو سے سخت نفرت تھی، اس لئے آپؐ نے قسم کھائی کہ میں آئندہ شہد استعمال نہیں کروں گا۔ اس طرح شہد امت کیلئے بھی حرام ہوجاتا، اس لئے اللہ تعالی نے آپؐ پر عتاب کیا اور قسم توڑنے کا حکم دیا۔ آپ نے قسم توڑ دی، مگر اس ایذا رسانی پر آپ نے قسم کھالی کہ میں ایک ماہ تک ازواج مطہراتؓ کے گھر نہیں جاؤں گا، پھر جب انتیس دن گزرنے پر آپ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے ایک ماہ کی قسم کی بات یاد دلائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے۔

"ان الشهر تسع و عشرون" ممکن ہے کہ یہ اسی خاص مہینہ کی طرف اشارہ ہو تو پھر یہ حصر صحیح ہوجائے گا۔ "الشہر" میں الف لام عہد کیلئے ہوسکتا ہے کہ یہی مہینہ تو انتیس دن کا ہے، لہٰذا اس حدیث کا ان احادیث سے تعارض نہیں ہے، جن میں مہینہ کو تیس دن کا بتایا گیا ہے۔

٢٥١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَزَلَ نِسَائَهُ شَهْرًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا فِي تِسْعٍ وَعِشْرِينَ فَقُلْنَا إِنَّمَا الْيَوْمُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ. فَقَالَ: إِنَّمَا الشَّهْرُ. وَصَفَّقَ بِيَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَحَبَسَ إِصْبَعًا وَاحِدَةً فِي الْآخِرَةِ.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک اپنی ازواج سے الگ رہے پھر ۲۹ تاریخ کو ہماری طرف تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ آج تو ۲۹ واں دن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اس طرح ہوتا ہے۔ تین بار دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور آخری بار میں ایک انگلی روک لی۔

تشریح:

"اعتزل نسائه" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہراتؓ سے کنارہ کش ہوگئے اور مسجد کے بالاخانے میں جاکر بیٹھ گئے۔ دو دفعہ اس طرح واقعہ پیش آیا ہے، پہلے میں نے لکھ دیا ہے۔ "وصفق بين يديه" یہ "تصفیق" سے ہے۔ اصل میں تالی بجانے کے معنی میں ہوتا ہے، لیکن اسلام میں تالی بجانا منع ہے، لہٰذا یہاں صرف ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھنے کے معنی میں ہے، جس سے دس کے عدد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو تین دفعہ ہاتھ ملانے سے تیس کے عدد کو بیان کیا گیا ہے، مگر تیسری بار اشارہ کرنے میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگلی کو بند کر دیا، جس سے انتیس کے عدد کا تعین فرمایا۔ "حبس" روکنے اور بند کرنے کے معنی میں ہے۔ ایک روایت میں "خنس" کا لفظ ہے، وہ بھی اسی معنی میں ہے۔ ایک روایت میں "نقص" کا لفظ ہے۔ ایک میں "عقد" کا لفظ ہے۔ دیگر کچھ روایات میں "صفق" کے بجائے "طبق" کا لفظ ہے۔ وہ بھی دونوں ہاتھ ملانے کے معنی میں ہے۔

۲۵۲۰ - **حَدَّثَنِي** هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالاَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ۔ يَقُولُ اعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَائَهُ شَهْرًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا صَبَاحَ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا أَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ. ثُمَّ طَبَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ثَلاَثًا مَرَّتَيْنِ بِأَصَابِعِ يَدَيْهِ كُلِّهَا وَالثَّالِثَةَ بِتِسْعٍ مِنْهَا.

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہراتؓ سے ایک ماہ تک علیحدگی رکھی۔ ۲۹ ویں دن کی صبح کو آپ ہمارے پاس آئے تو بعض لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہماری تو آج ۲۹ ویں صبح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ ۲۹ کا بھی ہوتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے تین بار اشارہ فرمایا، دو بار تو تمام انگلیوں سے اور تیسری بار ۹ انگلیوں سے۔

۲۵۲۱ - **حَدَّثَنِي** هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِيٍّ أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ - أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَفَ أَنْ لاَ يَدْخُلَ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ شَهْرًا فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا غَدَا عَلَيْهِمْ - أَوْ رَاحَ - فَقِيلَ لَهُ حَلَفْتَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَنْ لاَ تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا. قَالَ: إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خبر دیتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھائی کہ اپنی کچھ ازواج مطہرات کے پاس ایک ماہ تک نہ جائیں گے تو جب ۲۹ دن گزر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح یا شام ان کی طرف تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے نبی (ﷺ) آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے یہاں تشریف نہیں لائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔

تشریح:

"ان ام سلمة" اس حدیث کو حضرت ام سلمہؓ نے بیان کیا ہے۔ "على بعض اهله" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے جو قسم کھائی تھی تو یہ بعض ازواج کے گھر نہ جانے کی قسم تھی۔ ساری ازواج کے گھروں سے قسم نہیں تھی، مگر دیگر تمام روایات میں مطلق ازواج کا ذکر ہے۔ "غدا علیهم او راح "یعنی صبح کے وقت گھر آئے یا شام کے وقت گھر تشریف لائے، اس میں راوی کو تعین کرنے میں شک تھا، اس لئے شک کے ساتھ ذکر کیا، لیکن اس سے پہلے حضرت جابر کی روایت میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتیس کی صبح کو حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لائے تھے۔ "بعض القوم" اس میں سوال کرنے والے حضرت عمر بھی ہیں، حضرت عائشہ" بھی ہیں۔ "القوم" کا لفظ بھی ہے اور "فقلنا" کا لفظ بھی ہے اور "قیل" کا لفظ بھی ہے تو کوئی تعارض نہیں ہے۔ سب نے الگ الگ سوال کیا ہے۔

٢٠٢٢ - **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ- يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ- جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ بھی سابقہ روایت کا مضمون نقل ہے۔

٢٠٢٣ - **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ عَلَى الْأُخْرَى فَقَالَ: الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا .ثُمَّ نَقَصَ فِي الثَّالِثَةِ إِصْبَعًا.

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ ایک انگلی کم فرمائی۔

٢٠٢٤ - **وَحَدَّثَنِي** الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا .عَشْرًا وَعَشْرًا وَتِسْعًا مَرَّةً.

حضرت محمد بن سعدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح سے ہوتا ہے دس اور دس اور نو مرتبہ۔

٢٠٢٥ - **وَحَدَّثَنِيهِ** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ وَسَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ- يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا.

ان راویوں کو اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی گزشتہ حدیثوں کی طرح نقل کی گئی ہے۔

باب ان لکل بلد رؤیتھم

ہر شہر کا اپنا اپنا مطلع ہوتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

٢٥٢٦- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ- وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ- عَنْ مُحَمَّدٍ- وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ- عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَىَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْهِلاَلَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ- ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلاَلَ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلاَلَ فَقُلْتُ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ . فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ . فَقَالَ لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلاَ نَزَالُ نَصُومُ حَتَّى نُكْمِلَ ثَلاَثِينَ أَوْ نَرَاهُ . فَقُلْتُ أَوَلاَ تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ فَقَالَ لاَ هَكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت کریبؒ ام الفضل بنت الحارث سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ام الفضل نے حضرت معاویہؓ کے پاس ملک شام بھیجا جب میں شام آیا تو ام الفضل کے جس کام سے آیا تھا وہ پورا کیا، میں شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند مجھ پر طلوع ہوگیا تو میں نے شب جمعہ میں رمضان کا چاند دیکھا۔ پھر میں مدینہ منورہ آگیا مہینہ کے آخر میں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم لوگوں نے چاند کب دیکھا؟ میں نے کہا ہم نے شب جمعہ کو دیکھا۔ پوچھا کہ تم نے خود بھی دیکھا؟ میں نے کہا ہاں! اور لوگوں نے بھی دیکھا اور انہوں نے روزہ بھی رکھا، حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات (جمعہ کا دن گزر کے رات) کو دیکھا۔ ہم یا تو پورے تیس روزے مکمل کریں گے یا اگر ۲۹ کو چاند دیکھ لیا تو افطار کریں گے۔ میں نے کہا کہ کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رؤیت وصیام کو کافی نہیں سمجھتے؟ فرمایا کہ نہیں! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔

تشریح:

"عن کریب" یہ شخص حضرت ابن عباس کا غلام بھی ہے اور شاگرد بھی ہے۔ ام الفضل حضرت ابن عباسؓ کی ماں ہیں۔ **"حاجتها"** یعنی ام الفضل نے کریب کو جس کام کیلئے بھیجا تھا، وہ کام اس نے کر دیا تو اچانک رمضان کا چاند نظر آگیا۔ **"وصام معاویة"** حضرت کریب چاند کے دیکھنے کو مدلل بنانے کیلئے تاکید کے طور پر کہتے ہیں کہ میں نے بھی چاند دیکھ لیا اور باقی لوگوں نے بھی دیکھ لیا اور حضرت

معاویہؓ نے روزہ رکھا اور سارے لوگوں نے روزہ رکھا۔ "او لا تکتفی "یعنی کیا آپ حضرت معاویہؓ کے روزہ رکھنے بلکہ پورے اہل شام کے روزہ رکھنے کو کافی نہیں سمجھتے ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا نہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چاند دیکھنے کا پابند بنایا ہے، اب ہم نے نہیں دیکھا تو ہم روزہ نہیں رکھ سکتے اور اہل شام و معاویہؓ نے دیکھا ہے تو وہ روزہ رکھیں گے۔ اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، شام والوں کا مطلع الگ ہے اور اہل مدینہ کا مطلع الگ ہے۔ ایک دو مسائل لکھنے کے بعد اختلاف مطالع کا مسئلہ بیان کیا جائے گا۔

مسئلہ:

اگر شعبان کی تیس تاریخ کو دن میں چاند نظر آ گیا تو یہ آئندہ شب کا چاند مانا جائے گا، لہٰذا دن کے وقت روزہ کا حکم نہیں ہوگا اور اگر رمضان کی تیس ۳۰ تاریخ کو دن میں چاند نظر آ گیا تو اس دن نہ روزہ کھولا جائے گا اور نہ عید منائی جائے گی، بلکہ یہ چاند آئندہ کل کیلئے ہوگا۔

مسئلہ:

چاند کا دیکھنا "واجب علی الکفایۃ" ہے، جس شخص نے خود چاند دیکھ لیا، لیکن کسی وجہ سے اس کی گواہی رد ہوگئی تو خود اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔

اختلافِ مطالع کا مسئلہ:

اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شہر یا ایک ملک میں چاند نظر آ گیا آیا دوسرے شہر یا دوسرے ملک پر اس چاند دیکھنے کا اثر پڑے گا یا نہیں، جو فقہاء کہتے ہیں کہ اثر پڑے گا، وہ کہتے ہیں کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ہے، پورے اسلامی ممالک کیلئے کسی ایک اسلامی ملک کا چاند دیکھنا کافی ہو جاتا ہے۔ احناف اسی کے قائل ہیں، لیکن شوافع کہتے ہیں کہ ہر ملک کا اپنا اپنا مطلع ہے، لہٰذا ایک ملک کا چاند دوسرے ملک پر حجت و دلیل نہیں ہے۔ شوافع حضراتؒ کا یہی مسلک ہے۔ شوافع نے حضرت کریبؒ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ شام میں روزہ تھا، مدینہ میں نہیں تھا۔ احناف نے "صوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ" سے استدلال کیا ہے۔

علماء احناف میں سے علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مطلع کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا گیا تو بہت پیچیدہ مسائل پیدا ہو جائیں گے، لہٰذا بلاد قریبہ میں اگر اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہو تو نہ سہی، لیکن ممالک بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا پڑے گا، یعنی ان کا چاند الگ اور ہمارا چاند الگ۔

حضرت علامہ شاہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ زیلعیؒ کا یہ قول صحیح ہے، ورنہ اگر پہلے قول کو اختیار کیا گیا اور پوری دنیا کیلئے چاند معتبر مانا گیا تو ۲۷، ۲۸ میں اور یا ۳۱، ۳۲ میں عید کرنی پڑے گی، لہٰذا فتویٰ اس دوسرے قول پر دینا چاہئے۔

اب یہ بات رہ گئی کہ کونسا شہر قریب کہلائے گا اور کونسا بعید شمار ہوگا، اس میں تفصیل ہے۔

(۱): بعض علماء فرماتے ہیں کہ عرف کا اعتبار ہوگا، شوافع نے تین دن مسافت کا اعتبار کیا ہے۔

(۲): بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایک اقلیم میں رہنے والے لوگ قریب شمار ہوں گے، لیکن دو اقلیموں کے لوگ بعید شمار ہوں گے، اقلیم ایک براعظم ہوتا ہے۔

(۳): ابن عابدینؒ نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ ایک ماہ کی مسافت پر واقع شہر بعید میں شمار ہے اور اس سے کم مسافت والا شہر قریب شہر ہوگا، بعض علماء نے پانچ سو میل کی مسافت کو بعید قرار دیا ہے تو پھر پشاور اور کراچی کا چاند الگ الگ ہوگا۔

(۴): آسان اور واضح قول یہ ہے کہ جہاں رات کی تاریخ بدل جاتی ہے، وہ بعید ہے اور جہاں تاریخ نہیں بدلتی، وہ قریب ہے، مثلاً امریکہ و برطانیہ میں دن ہوتا ہے، لیکن پاکستان میں رات ہوتی ہے، تاریخ الگ الگ بدل جاتی ہے۔

(۵): بعض احناف نے کہا ہے کہ اگر پوری دنیا میں مسلمانوں کی ایک خلافت ہے تو پھر مرکز سے چاند کا اعلان سب کیلئے حجت ہوگا۔

باب بيان انه لا اعتبار بكبر الهلال و صغره

چاند کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا اعتبار نہیں ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۵۲۷ - **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ - قَالَ - تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ. وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ قَالَ فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا إِنَّا رَأَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ. فَقَالَ أَيَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ قَالَ فَقُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا. فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ.

ابو البختریؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ عمرہ کے لئے نکلے جب بطن نخلہ (ایک وادی) میں پڑاؤ کیا تو ہم نے چاند دیکھا، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تیسری رات کا چاند ہے بعض نے کہا کہ دوسری رات کا چاند ہے (چاند بڑا تھا اس لئے یہ گفتگو ہوئی) پھر ہم ابن عباسؓ سے ملے اور ان سے کہا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ تین رات کا چاند ہے بعض کہتے ہیں کہ دو رات کا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ تم نے اسے کس رات میں دیکھا؟ ہم نے کہا کہ فلاں فلاں رات میں۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چاند کو دیکھنے کیلئے بڑھا دیا، (یعنی اسے اس کی

رؤیت کی طرف منسوب فرمایا ہے) کہ یہ اسی رات کا چاند ہے جس میں تم نے اسے دیکھا ہے

تشریح:

"بطن نخلة" علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بطن نخلۃ مکہ مکرمہ سے مشرقی جانب میں واقع ایک مشہور گاؤں کا نام ہے، جس کو آج کل "المضیق" کہتے ہیں۔ "تراء ینا الهلال" "ای اجتمعنا لرؤیته" یعنی ہم چاند دیکھنے کیلئے اکٹھے ہوگئے۔ "و قال النووی ای تکلفنا النظر الی جهته لنراه" یعنی ہم نے چاند دیکھنے میں کافی محنت سے کام لیا تاکہ چاند کو دیکھ سکیں۔ "وقیل اری بعضنا بعضا" یعنی ہم میں سے بعض نے بعض کو دکھادیا کہ دیکھو چاند وہ نظر آرہا ہے۔ "ابن ثلاث" یعنی بعض نے کہا کہ یہ چاند تو تیسری رات کی ہے۔ بعض نے کہا کہ دوسری رات کی ہے، اتنا بڑا ہے کہ پہلی رات کا نہیں ہوسکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم جس نے رات کو دیکھا ہے، یہ اسی دن کا ہے، آگے دلیل بیان کی: "ان رسول الله مده" اس روایت میں "تمدید" کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اگلی روایت میں "تمدید" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

۲۰۲۸ - **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ قَالَ أَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَأَرْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَدَّهُ لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ.

حضرت ابو البختری فرماتے ہیں کہ ہم نے ذات عرق میں رمضان کا چاند دیکھا تو ہم نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ چاند کے بارے میں آپ سے دریافت کرے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چاند کو دیکھنے کیلئے بڑھادیا ہے تو اگر مطلع صاف نہ ہو تو گنتی پوری کرو۔

تشریح:

"ان الله مده للرؤیة" "ای اطال مدة رمضان الی رؤیة الهلال او اطال مدة شعبان الی رؤیة هلال رمضان آه" یعنی اللہ تعالیٰ نے رمضان یا شعبان کے اوقات کو چاند دیکھنے تک لمبا کردیا ہے، لہٰذا جب چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور یا عید مناؤ۔ "اغمی" یعنی اگر چاند پوشیدہ ہو جائے، مطلع غبار آلود ہونے کی وجہ سے یا غمام اور بادل آنے کی وجہ سے تو پھر تیس دن کی گنتی پوری کرلو۔ علماء نے لکھا ہے کہ پہلی رات کے چاند کا بڑا ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے کہ قرب قیامت کے وقت چاند کا حجم بڑھ جائے گا۔

"بذات عرق" یہاں دو روایتوں میں کچھ تضاد معلوم ہو رہا ہے، اس کو مربوط کرنے کیلئے آپ یوں سمجھ لیں کہ پہلے لوگ "ذات عرق"

میں جمع ہو کر چاند دیکھنے لگے، پھر دیکھنے کے بعد اختلاف ہوا، بعض نے کہا کہ ایک دن کا ہے، بعض نے کہا کہ دو دن کا ہے۔ اس پر انہوں نے ایک آدمی کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا، پھر یہ سب لوگ "بطن نخلہ" میں اکٹھے ہو گئے۔ وہاں ایک بار پھر حضرت ابن عباسؓ سے بلا واسطہ سوال کیا، آپؓ نے جواب دیا بطن نخلہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اور ذات عرق بھی اسی کے قریب ایک اور مقام کا نام ہے۔

باب معنى قول النبي صلى الله عليه و سلم شهرا عيد لا ينقصان

''عیدین کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے'' کا مطلب

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

٢٠٢٩ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عید کے دو ماہ ناقص نہیں ہوتے۔ ایک رمضان اور دوسرا ذوالحجہ۔

تشریح:

''شهرا عيد لا ينقصان'' یعنی عید کے دو مہینے شوال اور ذوالحجہ ناقص نہیں رہتے ہیں، یہ مہینہ خواہ انتیس دن کا ہو، پھر بھی تیس دن کا مکمل شمار ہوگا، اس جملہ کے سمجھنے سمجھانے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ شارح مسلم کے مصنف منۃ المنعم میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی و مطلب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

پہلا قول: ان اقوال میں سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ عیدین کے یہ دو مہینے ثواب اور فضیلت کے اعتبار سے تیس دن سے کم شمار نہیں ہوتے، یہ اگرچہ عدد میں انتیس دن کے ہوں، مگر ثواب کے اعتبار سے یہ تیس دن کے مہینوں کی طرح ہیں، پورا ثواب ملے گا۔ اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ان لوگوں کے دلوں کے اس شک کو دور کرنا ہے کہ جن کے انتیس دن پورے ہونے پر عید آگئی وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے روزے پورے نہیں ہوئے یا ہم نے عیدالاضحیٰ کے مہینے میں عرفہ کے دن جو وقوف کیا تھا، وہ صحیح نہیں تھا۔

دوسرا قول: دوسرا قول یہ ہے کہ ایک سال میں بطور اغلب ایسا نہیں ہوتا ہے، اگر ایک مہینہ تیس کا ہے تو دوسرا انتیس کا ہوگا۔

تیسرا قول: تیسرا قول یہ ہے کہ احکام میں یہ دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے ہیں۔

چوتھا قول: چوتھا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مہینے جب گرمی میں آتے ہیں یا سردی میں آتے ہیں تو گرمی اور سردی کی وجہ سے ان کا ثواب کم

نہیں ہوتا، بلکہ دونوں میں ثواب پورا ملتا ہے، بہر حال پہلا اور دوسرا قول واضح ہے اور آخری قول بے کار ہے۔

۲۵۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ وَخَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ. فِي حَدِيثِ خَالِدٍ: شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے۔ خالد کی روایت میں ہے کہ عید کے دو مہینے رمضان اور ذی الحجہ کے ہیں۔

باب بيان علامة الفجر وأذان بلال للسحور

سحری کیلئے بلالؓ کی اذان اور فجر کی علامت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سولہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۵۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ قَالَ لَهُ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَجْعَلُ تَحْتَ وِسَادَتِي عِقَالَيْنِ عِقَالاً أَبْيَضَ وَعِقَالاً أَسْوَدَ أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ وِسَادَتَكَ لَعَرِيضٌ إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.

حضرت عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں کہ جب قرآن کریم کی آیت ﴿حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ نازل ہوئی تو عدیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے تکیہ کے نیچے دو دھاگے ایک سفید اور ایک سیاہ رکھتا ہوں تا کہ رات سے دن کا امتیاز ہو جائے (یعنی روشنی ہو جائے تو سفید اور سیاہ امتیاز کر کے صبح صادق کا پتہ لگا لوں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا تکیہ تو بہت چوڑا ہے (بطور مزاح کے فرمایا کہ تمہارا تکیہ اتنا عریض ہے کہ جو صادق و صبح کاذب کو محیط ہے) آیت میں الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ سے مراد) رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

تشریح:

"عن عدی بن حاتم"

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عدیؓ سے جو یہ حدیث منقول ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع فجر کا یہ معاملہ حضرت

عدیؓ پر اس وقت بھی مشتبہ رہا، جبکہ "من الفجر" کا لفظ نازل ہو چکا تھا، لیکن اس کے بعد حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کو یہ اشتباہ اس وقت ہوگیا تھا جبکہ "من الفجر" کا لفظ نازل نہیں ہوا تھا، جب یہ لفظ نازل ہوگیا تو پھر کسی کو اشتباہ نہیں رہا، لہٰذا ان دونوں راویتوں میں تعارض ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں اس کا جواب دیا ہے کہ دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ حضرت عدی کو جو اشتباہ ہوا، وہ "من الفجر" کے لفظ کے نازل ہونے کے بعد بھی باقی رہا، لیکن دیگر صحابہ کرام کو "من الفجر" کے نزول سے پہلے تو اشتباہ تھا، مگر اس لفظ کے نازل ہونے کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہا، بات سمجھنے اور نہ سمجھنے کی ہے، شاید حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے حضرت عدی کو عتاب کے انداز سے فرمایا "ان وسادتک لعریض" یعنی تیرا تکیہ تو بہت چوڑا ہے، کیونکہ سفید سیاہ دھاگے سے مراد آسمان کے کناروں پر رات اور دن کی سفیدی اور سیاہی مراد ہے، اگر یہ دھاگے تیرے تکیہ کے نیچے آگئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیرا تکیہ تو بہت چوڑا ہے، دوسری روایت میں "انک لعریض القفا" کا لفظ آیا ہے، تیری گردن بہت چوڑی ہے کہ اتنے بڑے دھاگے اس کے نیچے آگئے۔ "ای فان وسادتک عریضۃ جداً لان المراد بالخیطین بیاض الصبح و سواد اللیل آہ" "عقالین" اس سے دھاگے اور رسیاں مراد ہیں۔ "ابیض" سفید دھاگے سے مراد صبح کی روشنی ہے اور سیاہ دھاگے سے رات کی سیاہی مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں خود اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے۔ "حتی یستبینھما" یعنی اس وقت کھاتے تھے جب دونوں دھاگے روشنی کی وجہ سے ممتاز ہو کر واضح ہو جاتے، یہ جملہ اگلی حدیث میں ہے، اسی طرح اس کے بعد کی روایت میں "رِئْیُھما" کا لفظ ہے، اس میں را پر زیر ہے، ہمزہ ساکن ہے، اس کے بعد ی پر فتحہ ہے اور ہ پر ضمہ ہے، منظر کو کہتے ہیں "ای منظرھما و رؤیتھما" ﴿احسن اثاثا و رئیا﴾ آیت اسی سے ہے۔

۲۵۳۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ: قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَأْخُذُ خَيْطًا أَبْيَضَ وَخَيْطًا أَسْوَدَ فَيَأْكُلُ حَتَّى يَسْتَبِينَهُمَا حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: مِنَ الْفَجْرِ: فَبَيَّنَ ذَلِكَ.

حضرت سہلؓ بن سعد فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ نازل ہوئی تو اس وقت انسان ایک سفید دھاگہ اور ایک سیاہ دھاگہ رکھ لیتا، پھر کھاتا رہتا یہاں تک کہ امتیاز ہو جاتا (صبح روشن ہو جاتی) پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ کے الفاظ نازل فرمائے تو بات واضح ہوگئی۔

۲۵۳۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا أَبُو

غَسَّانَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: ﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ ﴾ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَرَادَ الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الأَسْوَدَ وَالْخَيْطَ الأَبْيَضَ فَلاَ يَزَالُ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رِئْيُهُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدَ ذَلِكَ: ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوا أَنَّمَا يَعْنِي بِذَلِكَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ ﴾ نازل ہوئی تو اس وقت آدمی جب روزہ کا ارادہ کرتا تو اپنی ٹانگ میں ایک سفید اور ایک سیاہ دھاگہ باندھ لیتا اور کھانا پینا جاری رکھتا اس وقت تک کہ (اتنی روشنی ہو جاتی) کہ دونوں کا فرق نمایاں ہو جاتا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ کے الفاظ کی قید نازل فرمائی تو صحابہ نے جانا کہ (خیط ابیض واسود سے) رات اور دن مراد ہے۔

٢٥٣٤ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالاَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ بِلاَلاً يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتے ہیں، لہٰذا کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان سن لو۔''

تشریح:

''ان بلالا یؤذن بلیل'' یعنی بلال رضی اللہ عنہ رات کے پچھلے حصے میں تہجد کیلئے اور سوئے ہوئے لوگوں کو سحری کرنے کیلئے اذان دیتے ہیں تاکہ یہ لوگ جاگ جائیں، لہٰذا ان کی اذان کے بعد کھاؤ پیو، کھانا بند نہ کرو، ہاں جب عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیدے تو پھر کھانا پینا بند کردو، کیونکہ وہ طلوع فجر کے بعد اذان دیتا ہے۔ حرمین شریفین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس طرح فجر کی اذان کی ترتیب تھی، آج تک وہی ترتیب قائم ہے، تہجد کیلئے ایک گھنٹہ پہلے اذان ہوتی ہے تو لوگ رمضان کے مہینے میں اس کے بعد جاکر سحری کرتے ہیں، پھر دوسری اذان فجر کے وقت ہوتی ہے، اس پر روزہ بند کرتے ہیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ دوسری اذان کے وقت نہ پانی پئیں اور نہ کچھ کھائیں، بعض لوگ اذان کے دوران پانی پیتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ طلوع فجر سے پہلے اذان صحیح نہیں ہے اور طلوع فجر کے بعد جب اذان ہوتی ہے تو کھانا پینا جائز نہیں، روزہ ٹوٹ جائے گا۔ مودودی صاحب نے یہ غلطی کی ہے اور تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ اذان کے وقت کافی وقت ہوتا ہے، لہٰذا جلدی جلدی کھاؤ پیو۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے نماز فجر کی اذان جائز ہے اور اس

حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ عجیب استدلال ہے، کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ فجر کی نماز کیلئے اذان وقت سے پہلے دی گئی ہو۔ اگر حضرت بلالؓ نے اذان دی ہے تو وہ سحری اور تہجد کیلئے تھی، اگر وہ فجر کیلئے صحیح ہوتی تو اس کے بعد حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کی اذان کس چیز کیلئے تھی؟ امت کا اجماع ہے کہ دیگر نمازوں کے لئے وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے تو پھر فجر کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، اگر فجر کے لئے وقت سے پہلے اذان دینا کسی حدیث سے ثابت ہے تو براہ کرم وہ حدیث یہ حضرات لاکر دکھائیں، ورنہ اجماع کے خلاف نہ کریں، کیونکہ زیر بحث احادیث میں بار بار یہ لفظ مذکور ہے کہ بلالؓ رات کیلئے اذان دیتے ہیں، اس سے دھوکہ نہ کھاؤ، ابن ام مکتومؓ کی اذان کا انتظار کرو۔

٢٥٣٥ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ۔ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: حضرت بلال رات کے وقت ہی اذان دے دیتے ہیں لہٰذا تم کھاتے اور پیتے رہو یہاں تک کہ تم حضرت ابن مکتوم کی اذان سنو۔

٢٥٣٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ .قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَنْزِلَ هَذَا وَيَرْقَى هَذَا.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موذن تھے حضرت بلالؓ اور ابن ام مکتومؓ جو نابینا تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلالؓ تو رات میں اذان دیتے ہیں (یعنی تہجد کے وقت تاکہ سونے والے جاگ جائیں اور تہجد کی نماز پڑھ لیں اور جاگنے والے کچھ دیر کیلئے آرام کرلیں) لہٰذا کھاتے پیتے رہو (اور ان کی اذان سن کر کھانا پینا بند مت کرو، کیونکہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی ہوتی) یہاں تک کہ ابن ام مکتومؓ اذان دیں (جو فجر کی اذان دیا کرتے تھے) راوی کہتے ہیں کہ دونوں کی اذان میں کچھ زیادہ وقفہ نہ تھا سوائے اس کے کہ ایک اترتا (اذان کی جگہ سے) اور دوسرا چڑھتا۔

تشریح:

"ینزل هذا و یرقی هذا" یعنی حضرت بلالؓ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ دونوں کی اذانوں کے درمیان اتنا قلیل فرق اور فاصلہ ہوتا تھا کہ حضرت بلالؓ اذان خانہ سے اذان دیکر اتر جاتے تھے تو عبداللہ بن ام مکتومؓ اذان دینے کیلئے اذان خانہ پر چڑھ جاتے تھے۔ حدیث

کے اس جملے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اتنے ہی قلیل فاصلہ سے دونوں اذانیں ہوتی تھیں، بلکہ یہاں دونوں اذانوں کے درمیان فاصلہ کا اندازہ بیان کیا گیا ہے، تحدید وقت اور تعین خاص کو بیان نہیں کیا گیا ہے، ورنہ حدیث میں یہ کیسے فرمایا کہ بلال کی اذان کے بعد تم کھاؤ پیو اور یہ کیسے فرمایا کہ تا کہ لوگ سحری کرنے کیلئے تہجد چھوڑ کر آئیں اور سوئے ہوئے لوگ جاگ جائیں؟ معلوم ہوا کہ یہاں قلیل وقت کا اندازہ بتایا گیا ہے، تعین وتحدید نہیں ہے۔ علامہ نوویؒ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت بلالؓ اذان کے بعد اذان خانہ میں بیٹھ کر ذکر واذکار کرتے تھے، جب طلوع فجر قریب ہو جاتا تو اتر کر ابن ام مکتوم کو بتاتے تو وہ اذان کیلئے جاتے یہ مطلب بہت اچھا ہے۔

۲۵۳۷- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ- عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزشتہ حدیث کی طرح روایت کی ہے۔

۲۵۳۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِالإِسْنَادَيْنِ كِلَيْهِمَا .نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ.

اس سند کے ساتھ بھی ابن نمیر کی سابقہ روایت کا مضمون منقول ہے۔

۲۵۳۹- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ أَذَانُ بِلاَلٍ- أَوْ قَالَ نِدَاءُ بِلاَلٍ- مِنْ سُحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ- أَوْ قَالَ يُنَادِي- بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَيُوقِظَ نَائِمَكُمْ .وَقَالَ: لَيْسَ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا وَهَكَذَا- وَصَوَّبَ يَدَهُ وَرَفَعَهَا- حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا .وَفَرَّجَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ.

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو بلالؓ کی اذان سحری کھانے سے مانع نہ بنے وہ تو اس لئے اذان دیتے ہیں تا کہ تم میں جو لوگ عبادت کے لئے قیام میں مصروف ہیں وہ لوٹ جائیں (اور کچھ آرام کرلیں) اور جو سو رہے ہیں وہ جاگ جائیں (اور کچھ عبادت کرلیں) اور فرمایا کہ صبح صادق وہ نہیں ہے جو ایسی ایسی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے (اوپر اور نیچے کی جانب) اشارہ فرمایا بلکہ آپ نے ہاتھوں کو پھیلا کر بلند کیا اور فرمایا کہ صبح صادق اس طرح اور اس طرح ہوتی ہے۔ انگلیوں کے درمیان کشادگی فرمائی۔ (مقصد یہ ہے کہ یہ مت سمجھو کہ صبح صادق افق پر طولاً نمودار ہوتی ہے بلکہ عرضاً ہوتی ہے)

۲۵۴۰- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ- يَعْنِي الأَحْمَرَ- عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ:

إِنَّ الْفَجْرَ لَيْسَ الَّذِي يَقُولُ هٰكَذَا .وَجَمَعَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ نَكَسَهَا إِلَى الْأَرْضِ: وَلٰكِنِ الَّذِي يَقُولُ هٰكَذَا. وَوَضَعَ الْمُسَبِّحَةَ عَلَى الْمُسَبِّحَةِ وَمَدَّ يَدَيْهِ.

اس سند سے اس فرق کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر وہ نہیں ہے جو اس طرح ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو جمع کر کے انہیں زمین کی طرف جھکایا (یعنی اوپر سے نیچے کی طرف افق پر نمودار نہیں ہوتی) بلکہ وہ ہے جو اس طرح ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت کو دوسرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو پھیلا دیا (یعنی ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہوتی ہے)

تشریح:

"او نداء بلال" راوی کو شک ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "اذان بلال" کا لفظ ادا فرمایا تھا یا "نداء بلال" فرمایا تھا۔ بہر حال ندا سے بھی اذان کی ندا مراد ہے۔ "سحورہ" سین پر زبر بھی ہے اور پیش بھی پڑھ سکتے ہیں، اگر زبر ہے تو سحور ماکول طعام کو کہتے ہیں اور اگر ضمہ ہے تو یہ فعل سحور پر بولا جاتا ہے، جس سے سحری مراد ہے۔ "وقال" یعنی حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اشارہ نہیں کیا کہ ہاتھ کو اوپر کیا اور پھر نیچے کیا کہ صبح صادق اس طرح ہے۔ "وصوب یدہ ورفعھا" صوب تصویب سے ہے۔ ہاتھ کو نیچے لے جانے کے معنی میں ہے۔ "ورفعھا" ہاتھ کو اوپر لے جانے کے معنی میں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اوپر نیچے روشنی کا آنا صبح کاذب کی علامت ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح صادق کو اس طرح نہیں بتایا۔ "حتی یقول ھکذا" بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اشارہ کیا۔ "وفرج بین اصابعه" یعنی حضرت ابن مسعودؓ نے اپنی انگلیوں کو دائیں بائیں پھیلا کر کشادہ کیا، دونوں جملوں کا مقصد صبح صادق اور صبح کاذب میں فرق بتانا ہے۔ وہ فرق اس طرح ہے کہ جو روشنی اوپر سے نیچے آجائے، جس طرح ستون ہوتا ہے تو وہ صبح کاذب ہوتی ہے اور جو روشنی دائیں سے بائیں آسمان کے کناروں میں پھیل جائے تو وہ صبح صادق ہوتی ہے، یعنی صبح کاذب "مستطیل" ہوتی ہے اور صبح صادق "مستطیر" ہوتی ہے۔

٢٥٤١- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَالْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ .وَانْتَهَى حَدِيثُ الْمُعْتَمِرِ عِنْدَ قَوْلِهِ: يُنَبِّهُ نَائِمَكُمْ وَيَرْجِعُ قَائِمَكُمْ .وَقَالَ إِسْحَاقُ قَالَ جَرِيرٌ فِي حَدِيثِهِ: وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ يَقُولُ هٰكَذَا .يَعْنِي الْفَجْرَ هُوَ الْمُعْتَرِضُ وَلَيْسَ بِالْمُسْتَطِيلِ.

اس سند کے ساتھ حضرت سلیمان تیمی سے اسی طرح روایت نقل کی گئی ہے، اس میں ہے کہ حضرت بلالؓ کی اذان اس وجہ

سے ہوتی ہے کہ تم میں سے جو سو رہا ہو، وہ بیدار ہو جائے اور جو نماز پڑھ رہا ہو وہ لوٹ جائے۔ حضرت جریر نے اپنی روایت میں کہا ہے کہ صبح اس طرح نہیں ہے مطلب یہ کہ چوڑائی میں ہے لمبائی میں نہیں ہے۔

٢٠٤٢ - **حَدَّثَنَا** شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيِّ حَدَّثَنِي وَالِدِي أَنَّهُ سَمِعَ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَغُرَّنَّ أَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِنَ السَّحُورِ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَسْتَطِيرَ.

حضرت سمرہؓ بن جندب فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ ''تم میں سے کسی کو بلالؓ کی اذان سحری کے بارے میں دھوکہ میں نہ ڈال دے (کہ تم سمجھو سحری کا وقت ختم ہو گیا ہے) اور نہ ہی یہ سفیدی دھوکہ میں ڈالے (صبح کاذب) یہاں تک کہ (عرضاً) پھیل جائے۔

٢٠٤٣ - **وَحَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَوَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ - لِعَمُودِ الصُّبْحِ - حَتَّى يَسْتَطِيرَ هَكَذَا.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو بلال کی اذان دھوکہ میں نہ ڈالے) منقول ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ یہ سپیدۂ سحر کا ستون تمہیں دھوکہ میں مبتلا نہ کر دے (صبح کاذب چونکہ عموداً افق پر ظاہر ہوتی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون سے تعبیر فرمایا) یہاں تک کہ چوڑی ہو کر پھیل جائے (عرضاً پھیل جائے تو وہ صبح صادق ہے جو منتہائے سحر ہے)

٢٠٤٤ - **وَحَدَّثَنِي** أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الْأُفُقِ الْمُسْتَطِيلُ هَكَذَا حَتَّى يَسْتَطِيرَ هَكَذَا. وَحَكَاهُ حَمَّادٌ بِيَدَيْهِ قَالَ يَعْنِي مُعْتَرِضًا.

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی حضرت بلال کی اذان سے اپنی سحری سے دھوکہ نہ کھائے اور نہ ہی افق کی لمبی سفیدی سے یہاں تک کہ وہ پھیل جائے۔

تشریح:

"لعمود الصبح"، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کاذب کی روشنی کی طرف اشارہ فرمایا جو ستون کی طرح اوپر سے نیچے آتی ہے،

بلکہ صبح صادق وہ ہوتی ہے کہ "حتی یستطیر "یعنی دائیں بائیں جانب میں پھیل جانے والی روشنی صبح صادق کی ہے، بہر حال مستطیل لمبی روشنی کو کہا گیا ہے اور مستطیر چوڑی روشنی کو کہا گیا ہے۔

٢٠٤٥- **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَوَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدَبٍ وَهُوَ يَخْطُبُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَبْدُوَ الْفَجْرُ- أَوْ قَالَ- حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ.

حضرت سمرہ بن جندبؓ خطبہ دیتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! تم میں سے کوئی آدمی (حضرت) بلالؓ کی اذان سے دھوکہ نہ کھائے اور نہ اس سفیدی سے یہاں تک کہ فجر ظاہر ہو جائے۔

٢٠٤٦- **وَحَدَّثَنَاهُ** ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي سَوَادَةُ بْنُ حَنْظَلَةَ الْقُشَيْرِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدَبٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .فَذَكَرَ هَذَا.

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (کوئی شخص بلال کی اذان اور سفیدی سے دھوکہ نہ کھائے یہاں تک کہ فجر ظاہر ہو جائے)

باب فضل السحور و تأخيره و فضل تعجيل الفطر

سحری کی فضیلت اور افطار میں جلدی کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٠٤٧- **حَدَّثَنَا** يحيى بن يحيى قال اخبرنا هشيم عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سحری کھاؤ، کیونکہ سحری کے اندر برکت ہوتی ہے۔"

تشریح:

"فان فی السحور برکة" سحری میں برکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رات کے پچھلے حصے میں اٹھ کر آدمی ذکر کر سکتا ہے، نماز پڑھ سکتا

ہے، یہ روحانی برکت ہے اور مادی برکت یہ ہے کہ آدمی رات کے آخری حصے میں اور دن کے ابتدائی حصے کے قریب خوب کھا پی لے گا تو پورے دن میں آرام سے رہے گا، اسی طرح یہ بھی برکت ہے کہ آدمی یہود ونصاریٰ کے برعکس اپنی عبادت میں امتیاز حاصل کرے گا، کیونکہ یہود ونصاریٰ روزہ رکھنے میں سحری نہیں کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسی روایت کو مسند احمد نے اس تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے کہ سحری کرو، اس میں برکت ہے، اس کو ہرگز نہ چھوڑو، اگرچہ تم میں سے کوئی شخص ایک گھونٹ پانی کیوں نہ پی لے، کیونکہ سحری کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور فرشتے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ سحری کرو، خواہ تم ایک لقمہ ہی کھالو۔ رات کے پچھلے حصے میں کھانا کھانے کو سحری کہتے ہیں۔ "و السحر بفتحتين هو آخر الليل"

اس باب میں افطار میں جلدی کرنے کی فضیلت کو بھی تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کو مستحب قرار دیا گیا ہے، افطار میں جلدی کرنے سے گویا اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور فرشتوں کو بتاتے ہیں کہ دیکھو یہ میرا بندہ میرے خوف سے کھانے پینے کو ہاتھ نہیں لگاتا ہے، لیکن جب افطار کا وقت ہو جاتا ہے تو دیکھو یہ ایک منٹ بھی صبر نہیں کر سکتا ہے، بلکہ کھانے پینے پر ٹوٹ پڑتا ہے، نیز افطار میں جلدی کرنے سے یہود ونصاریٰ اور روافض وشیعہ کی مخالفت ہوتی ہے جو مطلوب ہے۔ شیعہ بہت دیر سے افطار کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب تک یہ امت افطار میں جلدی کرے گی تو یہ خیر وبھلائی پر قائم رہے گی۔

۲۰۴۸ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ.

حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے روزہ میں مابہ الامتیاز چیز سحری کا کھانا ہے (وہ سحری نہیں کھاتے اور مسلمان سحری کھاتے ہیں)

تشریح:

"صیامنا" یعنی ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں یہ فرق ہے کہ وہ سحری نہیں کرتے ہیں اور ہم سحری کرتے ہیں۔ "اُكلة السحر" ہمزہ پر فتحہ ہے، کاف ساکن ہے، لام پر فتحہ ہے۔ یہ ایک مرتبہ کھانے کو کہتے ہیں، جیسے "العشوة" اور "الغدوة" ایک بار کھانے کیلئے استعمال ہوتا ہے، لیکن اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ایک بار لقمہ کھایا اور پھر نہیں کھایا، بلکہ مراد مطلق کھانا ہے۔ قاضی عیاضؒ نے اس لفظ کو ہمزہ کے پیش کے ساتھ قرار دیا ہے جو "لقمة" کے معنی میں ہے "اكلة السحر اى لقمة السحر" یعنی کم ہی کھائے، مگر کھائے۔

۲۰۴۹ - **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ (ح) وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ

أَخبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ كِلاَهُمَا عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

اس سند کے ساتھ حضرت موسیٰ بن علیؒ سے روایت منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔

۲۵۵۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلاَةِ. قُلْتُ كَمْ كَانَ قَدْرُ مَا بَيْنَهُمَا قَالَ خَمْسِينَ آيَةً.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کیلئے کھڑے ہوگئے، پوچھا کہ دونوں کے درمیان کتنی دیر کا وقفہ تھا؟ فرمایا، پچاس آیات کے بقدر (جتنی دیر میں ۵۰ آیات پڑھی جاتی ہیں اتنی دیر سحری کھا کر انتظار کرنا ضروری ہے۔)

۲۵۵۱- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَامِرٍ كِلاَهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

حضرت قتادہؒ سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث کا مضمون منقول ہے۔

۲۵۵۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ ”جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے (بلاضرورت تاخیر نہ کریں گے) خیر پر باقی رہیں گے“

۲۵۵۳- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ كِلاَهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت سہیل بن سعدؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ حدیث مبارکہ کی طرح روایت نقل فرمائی ہے۔

۲۵۵۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالاَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْنَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَجُلاَنِ مِنْ

أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلاَةَ وَالآخَرُ يُؤَخِّرُ الإِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلاَةَ .قَالَتْ أَيُّهُمَا الَّذِي يُعَجِّلُ الإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلاَةَ قَالَ قُلْنَا عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ .قَالَتْ كَذَلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .زَادَ أَبُو كُرَيْبٍ وَالآخَرُ أَبُو مُوسَى.

حضرت ابوعطیہؒ فرماتے ہیں کہ میں اور مسروقؒ (مشہور تابعی) حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے ام المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو افراد ہیں ان میں سے ایک تو جلدی افطار کرتے ہیں اور نماز میں بھی جلدی کرتے ہیں (نہ افطار میں تاخیر کرتے ہیں نہ نماز کو موخر کرتے ہیں) جب کہ دوسرے افطار بھی موخر کرتے ہیں اور نماز بھی موخر کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت فرمایا: دونوں میں افطار اور نماز کیلئے جلدی کرنے والے کون صاحب ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ عبداللہؓ بن مسعود! حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا۔ ابوکریب کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ دوسرے ساتھی حضرت ابوموسیٰؓ ہیں۔

٢٠٥٥ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ- فَقَالَ لَهَا مَسْرُوقٌ رَجُلاَنِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلاَهُمَا لاَ يَأْلُو عَنِ الْخَيْرِ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالإِفْطَارَ وَالآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالإِفْطَارَ . فَقَالَتْ مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالإِفْطَارَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ .فَقَالَتْ هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ.

حضرت ابوعطیہؒ فرماتے ہیں کہ میں اور مسروقؒ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسروقؒ نے عرض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو آدمی ایسے ہیں کہ دونوں ہی خیر کی بات سے پیچھے نہیں رہتے (خیر کے کاموں میں ہمیشہ آگے رہتے ہیں) ان میں سے ایک نماز مغرب اور افطاری میں جلدہ کرتا ہے اور دوسرا نماز مغرب اور افطار میں تاخیر کرتا ہے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا: جلدی کون کرتا ہے؟ مسروقؒ نے عرض کیا عبداللہ! تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

باب وقت الافطار و خروج النهار

دن کے ڈھلنے اور افطار کے وقت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٠٥٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ- وَاتَّفَقُوا فِي اللَّفْظِ- قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَأَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ .لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ نُمَيْرٍ: فَقَدْ.

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب رات آجائے اور دن چلا جائے، سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کرلے'' حضرت ابن نمیر کی روایت میں فقد کا لفظ مذکور نہیں ہے۔

تشریح:

''اذا اقبل اللیل'' یعنی رات کی تاریکی جب آجائے اور اس کی تاریکی مشرق کی جانب سے بلند ہو جائے، یہاں لیل سے اس کی تاریکی مراد ہے۔''ای اقبل ظلامه من جهة المشرق بارتفاع الظلام علی أفقه''

''و أدبر النهار'' یعنی دن کی روشنی مغرب کی طرف چلی جائے۔''و غابت الشمس ''اور سورج غروب ہو جائے اور پورا غائب ہو جائے تو رات متحقق ہو جائے گی۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں رات کے متحقق ہونے کیلئے تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تینوں چیزیں اگر چہ حقیقت میں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں، لیکن کبھی ظاہری اعتبار سے یہ الگ الگ بھی ہو جاتی ہیں، مثلاً کبھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مشرق سے رات آگئی ہے، لیکن وہ حقیقت میں نہیں آئی ہوگی، کیونکہ کسی عارض سے سورج کی روشنی کا پوشیدہ ہونا اور تاریکی نظر آنا ممکن ہے، اسی طرح دن کے چلے جانے کا معاملہ ہے، اسی لئے ''و غربت الشمس '' کے ساتھ ''اقبال و ادبار ''کو مقید کردیا گیا۔ اس سے اشارہ کیا گیا کہ ''ادبار و اقبال'' غروب شمس سے وابستہ ہے، کسی اور چیز سے وابستہ نہیں ہے۔

سوال: یہاں ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات اور اس کی تاریکی مشرق کی جانب سے آتی ہے، حالانکہ مشاہدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رات اور اس کی تاریکی مغرب کی جانب سے شروع ہوتی ہے، کیونکہ سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر ابھی پیلا پیلا نظر آتا ہے، حالانکہ مغربی جانب میں تاریکی پھیل چکی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مغرب کے وقت میں کراچی اور صوبہ سرحد، کوہستان وغیرہ میں آدھے گھنٹے کا فرق ہوتا ہے تو اس اشکال کا کیا جواب ہے؟

جواب: یہ شبہ میرے ذہن میں ہے، سوال کو بھی صحیح طور پر نہیں سمجھ سکا اور جواب میں بھی تردد اور شبہ ہے لیکن جہاں تک سمجھ میں آرہا ہے، وہ یہ ہے کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں بتارہے ہیں کہ رات کی پہل کہاں سے ہورہی ہے، بلکہ آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان تین اسباب سے رات متحقق ہو جاتی ہے۔ ایک سبب یہ ہے کہ مشرق میں تاریکی پھیل جائے۔ دوسرا سبب یہ کہ مغرب میں تاریکی پھیل جائے اور تیسرا سبب یہ ہے کہ سورج غروب ہو جائے۔ اب جو سبب محقق ہو جائے اور نظر آجائے تو سمجھ لو کہ وہاں رات محقق ہوگئی۔ علامہ نوویؒ ایک خفی

اشارہ یوں کرتے ہیں: "کل واحد من هذه الامور الثلاثة يتضمن الآخرين و يلازمهما، و انما جمع بينها لانه قد يكون الرجل في واد و نحوه بحيث لا يشاهد غروب الشمس فيعتمد اقبال الظلام و ادبار الضيآء...... و الله اعلم"

"فقد أفطر الصائم" یعنی جب رات متحقق ہوگئی تو اب روزے کا محل نہیں رہا، کیونکہ روزے کا محل دن ہے، لہٰذا اب یہ شخص افطار کرے یا نہ کرے، اس کا روزہ کھل گیا۔ یہ مطلب بہت عمدہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ "فقد أفطر" یہ خبر بمعنی انشاء ہے، یعنی اب روزہ دار روزے کو کھول دے، کیونکہ اب روزہ کا وقت نہیں رہا۔

٢٥٥٧ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ: يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا .قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا .قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا .قَالَ فَنَزَلَ فَجَدَحَ فَأَتَاهُ بِهِ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ: إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک بار رمضان کے مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے جب سورج چھپ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ اے فلاں اترو اور ہمارے لئے ستو گھولو، اس نے کہا کہ یارسول اللہ! ابھی تو آپ کے اوپر دن نکلا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اترو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔ چنانچہ وہ اترے اور ستو گھولا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جاں فرمایا۔ پھر ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ جب سورج اس جانب (مغرب) سے غائب ہوجائے اور رات اس طرف (مشرق) سے آجائے تو روزہ دار کا روزہ کھل گیا۔

تشریح:

"فاجدح" ستو کو پانی میں بھگونے کو کہتے ہیں تا کہ آسانی سے کھانے کے قابل ہوجائے۔ "جدح يجدح جدحاً" کسی چیز کو دوسری چیز سے ملانے کے معنی میں ہے، یہاں ستو کو پانی کے ساتھ ملانا مراد ہے۔ یہ قصہ ایک سفر میں پیش آیا تھا۔ "لو أمسيت" "اى لو تأخرت حتى يدخل المساء" یعنی یارسول اللہ! اگر آپ شام میں داخل ہوجاتے تو اچھا ہوتا، ابھی تو آپ دن میں موجود ہیں اور دن میں روزہ کھولنا جائز نہیں ہے۔ اس صحابی کا خیال یہ تھا کہ سورج غروب ہونے کے بعد جو سرخی ہے، یہ دن کا حصہ ہے، ابھی رات نہیں آئی ہے تو روزہ کھولنا صحیح نہیں ہے اور ان کا خیال تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرخی کو نہیں دیکھا ہے، اسی لئے دوسری روایت میں ہے کہ "ان عليك نهارا" "یارسول اللہ! ابھی آپ پر دن موجود ہے، اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج غروب ہوجائے تو روزہ کھل جاتا ہے۔

٢٥٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا .فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمْسَيْتَ .قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا .قَالَ إِنَّ عَلَيْنَا نَهَارًا .فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ ثُمَّ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا- وَأَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ- فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پس جب سورج غروب ہوگیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا: اترو اور ہمارے لئے ستو گھول کر تیار کرو اس آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شام ہونے دیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اترو اور ہمارے لئے ستو ملاؤ۔ اس نے عرض کیا ابھی تو دن ہے (یہ عرض کر کے وہ شخص) اترا اور اس نے ستو ملایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات اس طرف آگئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہئے۔

٢٥٥٩- وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ: يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا .مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَعَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ.

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں تھے تو جب سورج غروب ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں! اتر اور ہمارے لئے ستو لے کر آ۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

٢٥٦٠- وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى (ح) وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَعَبَّادٍ وَعَبْدِ الْوَاحِدِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَلَا قَوْلُهُ: وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا. إِلَّا فِي رِوَايَةِ هُشَيْمٍ وَحْدَهُ.

حضرت شیبانیؒ نے ابن ابی اوفیؓ سے وہی روایت بیان کی ہے جیسے ابن مسہر اور عبدالوحد کی روایتیں مذکور ہوئیں۔ امام مسلمؒ

فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک طریق کے علاوہ کسی دوسرے طریق میں رمضان کے مہینہ کا ذکر نہیں ہے اور (اسی طرح) سوائے ہشیم کی روایت کے کسی اور روایت میں (اس طرف سے رات آئی) کا ذکر نہیں۔

باب النهي عن الوصال في الصوم

روزوں میں وصال کی ممانعت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٥٦١ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ .قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ فرمایا: میری حالت تمہاری حالت کی طرح نہیں ہے مجھے کھلا پلا دیا جاتا ہے۔

تشریح:

"نهى عن الوصال" دو دن یا تین دن تک مسلسل کھائے پیے بغیر روزہ رکھنے کا نام وصال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود وصال کے روزے رکھے ہیں، مگر امت کو سختی سے منع فرمایا ہے، کیونکہ وصال کے روزوں کے رکھنے سے دیگر اعمال میں سستی آسکتی ہے، نیز جان کا خطرہ بھی ہے اور مرض لاحق ہونے کا احتمال بھی ہے تو یہ روزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے طاقت دی تھی تو آپ رکھتے تھے، رمضان اور غیر رمضان میں صوم وصال ہوتا ہے۔ اب امت کیلئے صوم وصال کا کیا حکم ہے؟ اس میں فقہائے کرام کا کچھ اختلاف ہے۔

صوم وصال میں فقہاء کا اختلاف

اہل ظواہر کے نزدیک وصال کا روزہ رکھنا حرام ہے، شوافع کا ایک قول بھی کراہت تحریمی کا ہے۔ امام مالکؒ، ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وصال کا روزہ مکروہ تنزیہی ہے، حرام نہیں ہے۔ شوافع کا ایک قول بھی اسی طرح ہے۔ سلف میں سے ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ صوم وصال مطلقاً جائز ہے۔ ایک اور جماعت کا خیال ہے کہ صوم وصال میں جن لوگوں کیلئے سخت مشقت ہو تو ان کے لئے اس کا رکھنا حرام ہے، لیکن جن کیلئے اس میں مشقت شدید نہ ہو تو ان کیلئے مباح ہے۔

دلائل:

جمہور نے عدم حرمت پر اس سے استدلال کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جب صوم وصال کے ترک کرنے سے انکار کیا تو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کے ساتھ وصال کا روزہ رکھا، اگر حرام ہوتا تو آپ کبھی اجازت نہ دیتے، اگرچہ بطور سزا ہو۔ دوسری دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے جو اس باب کے آخر میں آرہی ہے، وہاں صوم وصال کی ممانعت کی علت بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمۃً اور شفقۃً ممانعت کا حکم دیا ہے۔ اہل ظواہر نے اس باب کی ظاہری احادیث سے استدلال کیا ہے اور نہی کو حرمت پر حمل کیا ہے۔

جواب:

جمہور نے ممانعت کی احادیث کو مکروہ تنزیہی پر حمل کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو خصوصیت پیغمبری پر حمل کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو وصال کا روزہ رکھا ہے تو یہ زجر و توبیخ کیلئے تھا، لہٰذا مکروہ تنزیہی کا حکم اپنے مقام پر برقرار ہے۔ علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ صوم وصال کو حرام یا مکروہ کہنا بہت مشکل ہے۔ بہر حال ظاہری احادیث میں سخت ممانعت ہے تو اس کو تنزیہی کراہت سے نیچے گرانا بہت مشکل ہے۔ باقی صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کو رحمت وشفقت پر حمل کیا ہے، اس لئے بار بار منع کرنے پر بھی صوم وصال پر اصرار فرماتے رہے۔ اگر وہ اس نہی کو حرمت پر سمجھتے تو کبھی بھی صوم وصال کے رکھنے کا مطالبہ نہ کرتے۔ "انی لست کھیئتکم" یعنی میں تمہارے جیسے نہیں ہوں، میرا رب مجھے روحانی طور پر کھلاتا پلاتا ہے، یاد رہے کہ "یطعمنی" اور "یسقینی" کے لفظ کو حقیقتاً کھانے پر حمل کرنا درست نہیں ہے، بلکہ یہ وہی روحانی غذا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روحانی طاقت عطا فرمائی تھی، جس سے آپ کو کھانے پینے کا فائدہ حاصل ہو جاتا تھا، گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ومعرفت اور اللہ تعالیٰ کی یاد اس کھانے پینے سے آپ کو بے نیاز بنا دیتی تھی۔ ایک شاعر نے محبوب کے بارے میں کہا ہے:

وذکرک للمشتاق خیر شراب وکل شراب دونہ کسراب

۲۵۶۲- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فِي رَمَضَانَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَنَهَاهُمْ .قِيلَ لَهُ أَنْتَ تُوَاصِلُ قَالَ: إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں صوم وصال فرمایا لہٰذا اصحابہ نے بھی وصال شروع کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمادیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ بھی تو وصال کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں کیونکہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۲۵۶۳- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَقُلْ فِي رَمَضَانَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔لیکن اس روایت میں رمضان کا لفظ نہیں ہے۔

٢٥٦٤ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تُوَاصِلُ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي. فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ: لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ. كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا مسلمانوں میں سے ایک شخص کہنے لگا۔یارسول اللہ! آپ تو وصال فرماتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون مجھ جیسا ہے؟ میں رات اس حال میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے لیکن لوگ باز نہ آئے اور وصال کرتے رہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ان کے ساتھ وصال کیا پھر دوسرے دن پھر تیسرے دن، پھر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہلال میں اور تاخیر ہوتی تو میں مزید وصال کرتا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا بطور ڈانٹ کے فرمایا، جب انہوں نے باز آنے سے انکار کردیا۔

تشریح:

"فلما ابوا" اس پر واضح اشکال ہے کہ صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے بعد بھی منع ہونے سے انکار کیسے کیا؟ تو اس کا جواب پہلے بھی دیا گیا ہے کہ صحابہؓ نے اس ممانعت کو ان پر رحمت ومشقت کے طور پر سمجھ لیا تھا، اس لئے صوم وصال کا مطالبہ کرتے رہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور سزا دو دن تک ان کو روزہ رکھوایا۔"کالمنکل لھم" یہ لفظ باب تفعیل سے ہے۔"تنکیل" زجر و توبیخ اور سزا کو کہتے ہیں۔اگلی حدیث میں "اکلفوا" کا لفظ ہے، یعنی اپنے اوپر اعمال کی اتنی مشقت ڈالو، جس کو تم برداشت کرسکو۔

٢٥٦٥ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ. قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: إِنَّكُمْ لَسْتُمْ فِي ذَلِكَ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي فَاكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم وصال کے روزے رکھنے سے بچو۔صحابہؓ نے

عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بھی تو وصال فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس معاملہ میں میری طرح نہیں ہو کیونکہ میں اس حالت میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے تو تم وہ کام کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔

٢٥٦٦- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَاكْلَفُوا مَا لَكُمْ بِهِ طَاقَةٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل کی ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کام کی تم طاقت رکھو وہی کام کرو۔

٢٥٦٧- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ. بِمِثْلِ حَدِيثِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ بقیہ حدیث کا وہی مضمون ہے جو حضرت عمارہ نے ابوزرعہ سے روایت کیا ہے۔

٢٥٦٨- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَامَ أَيْضًا حَتَّى كُنَّا رَهْطًا فَلَمَّا حَسَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّا خَلْفَهُ جَعَلَ يَتَجَوَّزُ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ دَخَلَ رَحْلَهُ فَصَلَّى صَلَاةً لَا يُصَلِّيهَا عِنْدَنَا. قَالَ قُلْنَا لَهُ حِينَ أَصْبَحْنَا أَفَطِنْتَ لَنَا اللَّيْلَةَ قَالَ فَقَالَ: نَعَمْ ذَاكَ الَّذِي حَمَلَنِي عَلَى الَّذِي صَنَعْتُ. قَالَ فَأَخَذَ يُوَاصِلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَأَخَذَ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ يُوَاصِلُونَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يُوَاصِلُونَ إِنَّكُمْ لَسْتُمْ مِثْلِي أَمَا وَاللَّهِ لَوْ تَمَادَّ لِيَ الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُونَ تَعَمُّقَهُمْ.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار رمضان میں نماز پڑھ رہے تھے میں آیا اور آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں (نیت باندھ کر) کھڑا ہوگیا، ایک شخص آیا وہ بھی کھڑا ہوگیا، (دیکھا دیکھی لوگ اتنے ہوگئے کہ) ایک جماعت بن گئی (جس کی تعداد دس سے کم تھی) جب حضور علیہ السلام کو ہماری موجودگی کا احساس ہوا (کہ ہم بھی نماز میں شریک ہیں) تو مختصر نماز پڑھنے لگے (فراغت کے بعد) آپ گھر تشریف لے گئے اور ایسی (طویل) نماز پڑھی کہ ہمارے ساتھ ایسی نہ پڑھتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے عرض کیا کہ رات کیا آپ کو محسوس ہوگیا تھا (کہ ہم آپ کی اقتداء کررہے ہیں) فرمایا ہاں! اسی

بات نے مجھے آمادہ کیا اس عمل پر جو میں نے کیا (کہ مختصر نماز پڑھائی) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضور علیہ السلام آخر رمضان میں وصال فرمانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بھی کچھ لوگوں نے وصال کرنا شروع کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو وصال کر رہے ہیں تم میری طرح نہیں ہو، ارے اللہ کی قسم! اگر مہینہ لمبا ہو جاتا تو میں ایسا وصال کرتا کہ زیادتی کرنے والے وصال میں وہ زیادتی چھوڑ دیتے۔

تشریح:

"رهطاً" مردوں کی اس جماعت پر "رهط" کا اطلاق ہوتا ہے جو تین سے نو تک کا مجموعہ ہوتا ہے "ای جماعة من الرجال ما دون العشرة" "حسّ" ہمزہ کے بغیر ہے، مگر "احس" کے معنی میں ہے، محسوس کرنے کو کہتے ہیں۔ "جعل" "شرع" کے معنی میں ہے، یعنی آپ شروع ہو گئے۔ "یتجوز" باب تفعل سے ہے، مختصر کرنے کے معنی میں ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مختصر کرنا شروع کر دیا کہ قیام وقرأت اور قعود و سجود کو مختصر کر دیا۔ "رحلہ" اس سے گھر مراد ہے۔ "لا یصلیها عندنا" یعنی آپ نے گھر میں طویل نماز پڑھنا شروع کر دی جو ہمارے ہاں اس طرح نہیں پڑھی تھی۔ "افطنت لنا" ہمزہ استفہام کیلئے ہے اور یہ گفتگو دن میں ہوئی۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ رات کے وقت ہم پر مطلع ہو گئے تھے اور کیا آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہم آپ کے پیچھے نماز میں کھڑے ہیں؟ "صنعت" یعنی ہاں مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم پیچھے ہو، اسی لئے تو میں وہاں سے گھر چلا گیا اور وہاں نماز پڑھنے لگا۔ "لو تماد لی الشهر" یعنی اگر یہ مہینہ ختم نہ ہوتا، بلکہ آخر تک لمبا ہوتا تو میں آخر تک وصال کرتا۔ "المتعمقون" یہ باب تفعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ یہاں "تعمق" کا معنی تشدد کا ہے، یعنی کہ پورا مہینہ روزے میں وصال کرتا تاکہ ان تشدد کرنے والوں کا تشدد ختم ہو جاتا۔

٢٥٦٩ - **حَدَّثَنَا** عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ - يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ - حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ وَاصَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَوَّلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَوَاصَلَ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَبَلَغَهُ ذَلِكَ فَقَالَ: لَوْ مُدَّ لَنَا الشَّهْرُ لَوَاصَلْنَا وِصَالاً يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُونَ تَعَمُّقَهُمْ إِنَّكُمْ لَسْتُمْ مِثْلِي - أَوْ قَالَ - إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر رمضان میں صوم وصال رکھنا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھا دیکھی بعض لوگوں نے بھی مسلمانوں میں سے وصال شروع کر دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو فرمایا: "اگر مہینہ ہمارے واسطے لمبا ہو جاتا تو میں ایسا وصال کرتا کہ زیادتی کرنے والے زیادتی چھوڑ بیٹھتے۔ تم میری طرح نہیں ہو (کہ تمہیں بھی ان غیبی خزانوں سے سیراب کرے جن سے مجھے کرتا ہے) میں تو اس حال میں رہتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

٢٥٧٠- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ عَبْدَةَ- قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ .فَقَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ .قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وصال سے منع فرمایا ان کے حال پر رحم فرماتے ہوئے، انہوں نے کہا کہ آپ تو وصال فرماتے ہیں؟ فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے تو میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

تشریح:

"واصل" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا۔

باب بيان القبلة في الصوم

روزے میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سولہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٥٧١- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ إِحْدَى نِسَائِهِ وَهُوَ صَائِمٌ .ثُمَّ تَضْحَكُ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ سے روزہ کی حالت میں بوس وکنار فرمایا کرتے تھے" پھر حضرت عائشہؓ یہ کہہ کر ہنس پڑتی تھیں (کہ کسی زوجہ سے مراد خود وہ ہوتی تھیں لیکن حیا کی وجہ سے اپنا ذکر نہ فرماتی تھیں لیکن چونکہ مسئلہ حکم شرعی کا تھا اس لئے خاموش بھی نہیں رہ سکتی تھیں بتلانا ضروری تھا)

تشریح:

"يقبل احدى نسائه" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے۔ اس میں فقہاء کے کچھ اقوال ہیں۔

روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا کیسا ہے؟

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور داؤد ظاہریؒ اور صحابہؓ وتابعینؒ کی ایک جماعت کے نزدیک روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا مطلقاً جائز ہے، لیکن امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام محمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، سفیان ثوریؒ، اوزاعی شامؒ اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک جوان کیلئے بوسہ لینا مکروہ ہے، مگر بوڑھے کیلئے مکروہ نہیں ہے۔ بعض

علماء کہتے ہیں کہ اصل مدار اپنے نفس پر قابو رکھنے پر ہے۔ اگر ایک بوڑھا بوس وکنار میں اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتا اور جماع میں واقع ہونے کا خطرہ ہے تو اس کیلئے بوس وکنار مکروہ ہے، لیکن اگر ایک جوان اپنے نفس پر پورا کنٹرول رکھتا ہے تو اس کیلئے مکروہ نہیں ہے۔ یہ قول بہت عمدہ ہے، کیونکہ اگلی حدیث میں "ایکم یملک اربہ" کا جملہ اسی ضابطے کو واضح کرتا ہے کہ کون اپنے نفس پر قابو رکھتا اور کون نہیں رکھتا۔ ائمہ احناف نے مباشرت فاحشہ کو مطلقاً مکروہ لکھا ہے، خواہ بوڑھا ہو یا جوان ہو، نفس پر قابو ہو یا نہ ہو۔

"ثم تضحک" اس ہنسنے سے حضرت عائشہؓ یہ اشارہ کرنا چاہتی ہیں کہ بوس وکنار کا یہ واقعہ انہی کے ساتھ پیش آیا تھا۔ آنے والی ایک حدیث میں "اربہ" کا لفظ آیا ہے۔ یہ ہمزہ کے فتحہ اور راء کے سکون کے اور باء کے فتحہ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ جو حاجت کے معنی میں ہے اور اگر ہمزہ پر کسرہ ہو تو یہ حاجت اور عضو ذکر دونوں پر بولا جاتا ہے، بہر حال حضرت عائشہؓ ایک خطرے کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ تم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کنٹرول کیسے کر سکتے ہو؟

٢٥٧٢ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالاَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ أَسَمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ- أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ نَعَمْ.

سفیانؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمان بن القاسم سے کہا کہ کیا تم نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بوس وکنار فرماتے تھے روزے کی حالت میں؟ وہ (عبدالرحمان) کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا: ہاں!

٢٥٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُنِي وَهُوَ صَائِمٌ وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مجھ سے بوس وکنار فرمایا کرتے تھے اور تم میں سے کون ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنی خواہش نفس پر قابو رکھتا ہو جیسی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش نفس پر قابو رکھتے تھے۔

٢٥٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ (ح) وَ حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَلَكِنَّهُ أَمْلَكُكُمْ لِإِرْبِهِ.

ام المومنین حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں بوسہ بھی لیتے تھے، اور مباشرت (بدن سے بدن ملانا، بغلگیر ہونا) بھی کرتے تھے روزہ کی حالت میں، لیکن وہ تم میں سب سے زیادہ اپنی خواہش پر قابو رکھنے والے تھے (یہ نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کر بیٹھیں)

۲۵۷۵- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں (اپنی کسی بیوی کا) بوسہ لے لیا کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے سب سے زیادہ اپنی خواہش کو قابو میں رکھنے والے تھے۔

۲۵۷٦- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام روزہ کی حالت میں مباشرت (بغلگیر ہونا) فرمایا کرتے تھے۔

۲۵۷۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ إِلَى عَائِشَةَ- فَقُلْنَا لَهَا أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَتْ نَعَمْ وَلَكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ أَوْ مِنْ أَمْلَكِكُمْ لِإِرْبِهِ .شَكَّ أَبُو عَاصِمٍ.

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ میں اور مسروقؒ حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر خدمت ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مباشرت فرمایا کرتے تھے؟ فرمانے لگیں کہ ہاں! لیکن وہ تم میں سب سے زیادہ اپنی خواہش پر قابو کرنے والے تھے۔ یا فرمایا کہ تم میں کون ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنی خواہش کو قابو میں رکھ سکے۔ ابو عاصم راوی کو شک ہے۔

۲۵۷۸- وَحَدَّثَنِيهِ يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَمَسْرُوقٍ أَنَّهُمَا دَخَلَا عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ يَسْأَلَانِهَا .فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

حضرت ابراہیمؒ سے حضرت اسود اور حضرت مسروق کے بارے میں روایت ہے کہ وہ دونوں ام المؤمنینؓ کے پاس تشریف لائے اور آپ سے دریافت کیا۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

٢٥٧٩- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ- أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بتلایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

٢٥٨٠- **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ- يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ- عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں حضرت عائشہؓ کا بوسہ لیا کرتے تھے) منقول ہے۔

٢٥٨١- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلاَقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِي شَهْرِ الصَّوْمِ.

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں تقبیل (بوسہ) فرمایا کرتے تھے۔

٢٥٨٢- **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلاَقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ.

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

٢٥٨٣- **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ.

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی بیوی کا) روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

٢٥٨٤- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ.

حضرت سیدہ حفصہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

٢٥٨٥- وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ كِلاَهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ- عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت حفصہ ؓ سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے) منقول ہے۔

٢٥٨٦- حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو- وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ- عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُقَبِّلُ الصَّائِمُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلْ هَذِهِ. لأُمِّ سَلَمَةَ فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لأَتْقَاكُمْ لِلَّهِ وَأَخْشَاكُمْ لَهُ.

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا روزہ دار تقبیل (بوسہ) کرسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات ام سلمہ (ام المومنین) سے پوچھو، ام سلمہ ؓ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ عمر بن ابو سلمہ نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ کے تو اللہ نے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردیے ہیں (لہٰذا اگر آپ روزہ میں تقبیل فرماتے ہیں تو آپ کیلئے تو مسئلہ نہیں، لیکن ہمارے تو گناہ نہیں بخشے گئے، ہم تو تقبیل نہیں کرسکتے) حضور علیہ السلام نے فرمایا: خبردار میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا اور اس سے ڈرنے والا ہوں (یعنی یہ بات نہیں کہ چونکہ میری خطائیں معاف ہیں اس لئے تقبیل کرتا ہوں، بلکہ میرے اندر جو خوف خدا ہے اس کی بناء پر میں باوجود مغفرت کے اعلان کے گناہ کی جرأت نہیں کرسکتا۔ جہاں تک تقبیل کا تعلق ہے تو یہ چونکہ جائز ہے روزہ کی حالت میں اس لئے میں بھی اس پر عمل کرتا ہوں)

تشریح:

"عمر بن أبي سلمة" اس صحابی کا نام عمر ہے اور یہ ابوسلمہ کا بیٹا ہے اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا بھی بیٹا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیب ہے۔ حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ آیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا۔ علماء لکھتے ہیں کہ اس سوال کرنے کے وقت یہ بالغ ہو چکا تھا۔ "لام سلمة" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کی طرف اشارہ کر کے اس نوجوان سے فرمایا کہ اپنی اس ماں سے پوچھو، اس نے پوچھا تو ام سلمہؓ نے بتادیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لیتے ہیں۔ اس پر عمر بن ابی سلمہ نے کہا: "قد غفر الله لک" یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشوں کو معاف کیا ہے، مسئلہ ہمارا ہے۔ عمر بن ابی سلمہ نے یہ خیال کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، شاید ان کے لئے بوسہ لینا جائز ہو اور یہ آپ کی خصوصیت ہو، ہم تو ایسے نہیں ہیں، اس لئے سوال کیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا ہوں، اگر یہ بوسہ ممنوع ہوتا تو میں ممنوع کام کیسے کر سکتا، لہٰذا یہ جائز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بوسہ لینا جوان اور بوڑھے دونوں کیلئے یکساں جائز ہے، کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ عمرؓ اس وقت جوان تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بوسہ لینا خصوصیت پیغمبری نہیں ہے۔ بہر حال حضرت عائشہؓ نے اس کو خطرناک بتایا ہے۔

اس باب کی احادیث میں "يباشر" کا لفظ آیا ہے۔ اس کا ترجمہ بوس و کنار ہے اور بوس و کنار کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو ہاتھ سے چھو لیا اور رخسار کو رخسار پر رکھ لیا، گلے سے گلا ملا لیا اور جسم کے ساتھ لپٹا دیا تو مباشر کا لفظ قبلہ کے لفظ سے عام ہے۔ قبلہ اس کے ضمن میں ہے، بہر حال یہ لفظ جماع کے ساتھ خاص نہیں ہے، البتہ جماع سے کنایہ ہو سکتا ہے۔ یہاں جماع مراد نہیں ہے اردو میں ترجمہ کرنے والے اس کا ترجمہ مباشرت سے کرتے ہیں۔ یہ بہت غلط ترجمہ ہے، کیونکہ مباشرت اردو میں جماع کو کہتے ہیں۔

باب صحة صوم من طلع عليه الفجر و هو جنب

جنابت کی حالت میں طلوع فجر سے روزہ خراب نہیں ہوتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٥٨٧- **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُصُّ يَقُولُ فِي قَصَصِهِ مَنْ أَدْرَكَهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فَلَا يَصُمْ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ- لِأَبِيهِ- فَأَنْكَرَ ذَلِكَ. فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى

قَالَ - فَكِلْتَاهُمَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُومُ - قَالَ - فَانْطَلَقْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى مَرْوَانَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ .فَقَالَ مَرْوَانُ عَزَمْتُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا ذَهَبْتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَرَدَدْتَ عَلَيْهِ مَا يَقُولُ - قَالَ - فَجِئْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبُو بَكْرٍ حَاضِرُ ذَلِكَ كُلِّهِ - قَالَ - فَذَكَرَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَهُمَا قَالَتَاهُ لَكَ قَالَ نَعَمْ. قَالَ هُمَا أَعْلَمُ .ثُمَّ رَدَّ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا كَانَ يَقُولُ فِي ذَلِكَ إِلَى الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ ذَلِكَ مِنَ الْفَضْلِ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .قَالَ فَرَجَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَمَّا كَانَ يَقُولُ فِي ذَلِكَ .قُلْتُ لِعَبْدِ الْمَلِكِ أَقَالَتَا فِي رَمَضَانَ قَالَ كَذَلِكَ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُومُ.

حضرت ابوبکرؒ بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ اپنی روایات میں یہ کہتے تھے کہ جسے جنابت کی حالت میں فجر ہو جائے تو وہ روزہ نہ رکھے۔ میں نے اس کا تذکرہ اپنے والد حضرت عبدالرحمانؒ سے کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔ پھر وہ اور میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوئے اور عبدالرحمانؒ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو دونوں نے فرمایا: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح کو بیدار ہوتے تھے اور جنابت بھی احتلام سے نہیں ہوتی تھی (بلکہ جماع کی بناء پر ہوتی تھی) پھر آپ روزہ رکھتے تھے'' پھر ہم وہاں سے چلے اور مروان بن حکم (حاکم مدینہ) کے پاس پہنچے، عبدالرحمان نے ان سے یہ بات ذکر کی تو مروان نے کہا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس جاؤ اور ان کی بات کا جواب دے دو۔ پھر ہم ابو ہریرہؓ کے پاس آئے اور ابوبکر (میں) ان سب باتوں میں موجود تھا۔ ان سے عبدالرحمانؒ نے ساری بات ذکر کی تو ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ: کیا ان دونوں ازواج نے یہ فرمایا؟ انہوں نے کہا ہاں! ابو ہریرہؓ نے فرمایا: وہ زیادہ باخبر اور عالم ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے قول کو فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ میں نے یہ بات فضل بن عباس سے سنی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تھی، بہرکیف حضرت ابو ہریرہؓ نے اس مسئلہ میں اپنی بات سے رجوع فرما لیا۔ ابن جریجؒ کہتے ہیں میں نے عبدالملک سے پوچھا کہ کیا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے ''رمضان'' کی بھی قید لگائی تھی؟ کہا کہ انہوں نے تو اس طرح فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں جو احتلام سے نہ ہوتی تھی صبح پھر روزہ رکھ لیتے تھے اسی حالت میں۔

تشریح:

''یقص'' یعنی حضرت ابو ہریرہؓ مسجد نبوی میں منبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ ''قص یقص'' وعظ و بیان کو کہتے ہیں۔ ''فی قصصه'' یعنی''

اپنے بیان میں فرمار ہے تھے۔ یہ حضرت معاویہ ؓ کی خلافت کے دور کی بات ہے۔ مروان بن حکم مدینہ پر گورنر تھا۔ اصل قصہ اور واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ روایت بیان فرمائی کہ جس شخص لے رمضان کے مہینہ میں جنابت کی حالت میں صبح کی تو طلوع فجر کی وجہ سے اس شخص کا روزہ خراب ہوگیا۔ اب وہ روزہ نہ رکھے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کو فضل بن عباسؓ سے اس طرح روایت ملی تھی، اس لئے وہ اس طرح فتویٰ دیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے وعظ کے بیان میں اس مسئلہ کو بیان کیا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اس کو سامعین میں سے ابوبکر نے سنا تو اس نے اس کا تذکرہ عبدالرحمٰن بن حارث کے سامنے کیا۔ انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے، اس کے بعد عبدالرحمٰن اور ابوبکر دونوں حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے عبدالرحمٰن نے یہ مسئلہ پوچھا۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے اور آپ روزے سے ہوتے تھے۔ اس سے روزہ خراب نہیں ہوتا ہے، پھر عبدالرحمٰن نے اس کا تذکرہ مروان کے سامنے کیا تو اس نے کہا کہ تم کو میں قسم کھلا کر کہتا ہوں کہ تم جاؤ اور ابوہریرہؓ کی بات کی تردید کرو۔ عبدالرحمٰن نے جب حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے یہ بات رکھی تو انہوں نے کہا کہ اچھا ان دونوں ازواج مطہراتؓ نے یہ بات کہی ہے؟ عبدالرحمٰن نے ہاں میں جواب دیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ وہ زیادہ معلومات رکھتی ہیں، پھر حضرت ابوہریرہؓ نے اس مسئلہ سے رجوع کیا اور فرمایا کہ مجھے فضل بن عباسؓ نے یہ مسئلہ بیان کیا تھا۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ نے اگر اس طرح روایت بیان کی ہے، جس کو حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا تو اس روایت کا حضرت عائشہ ؓ کی روایت سے تعارض آگیا، اس تعارض کا جواب کیا ہے؟

جواب: علامہ نوویؒ نے اس تعارض کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ فضل بن عباس کی روایت افضل پر محمول ہے کہ جنابت کی حالت میں صبح کرنا افضل نہیں ہے، پہلے غسل کرنا افضل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کیلئے تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت ابوہریرہؓ کی روایت حالت جماع میں صبح کرنے پر محمول ہو کہ صبح کے بعد جماع سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں ایسا ہی تھا کہ جنابت کی حالت میں صبح کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کو نسخ کا علم نہیں تھا، جب علم ہوگیا تو آپ نے اپنے مؤقف سے رجوع کرلیا اور فرمایا کہ میں نے یہ فضل بن عباسؓ سے سنی تھی، میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ **"عزمت علیک "** یعنی مروان نے کہا کہ میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ تم اور کچھ نہ کرو، بلکہ ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ۔ **"الا ما ذھبت"** یہاں "ما" مصدریہ ہے، یعنی **"الا ذھابک الی ابی ھریرۃ"** **"لعبد الرحمن بن الحارث لابیہ"** یعنی ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ کی بات اپنے باپ عبدالرحمٰن کے سامنے بیان کی، یہاں **"لابیہ"** کا جو لفظ ہے، یہ عبدالرحمٰن بن الحارث سے بدل ہے، مطلب یہ ہے کہ ابوبکر نے عبدالرحمٰن یعنی اپنے باپ کے سامنے ابوہریرہؓ کی حدیث کا ذکر کیا تو باپ نے انکار کیا۔

"من غیر حلم" اس باب میں یہ لفظ بار بار آیا ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ جنابت جماع کے نتیجہ میں تھا، احتلام کا نتیجہ نہیں تھا کہ کوئی یہ کہہ دے کہ احتلام کا معاملہ ہلکا ہوتا ہے، لہذا جماع کا حکم ایسا نہیں ہوگا۔

۲۵۸۸ - **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ حُلْمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ.

حضرت عائشہؓ زوجہ مطہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر ہو جاتی تھی رمضان میں جنابت کی حالت میں اور جنابت احتلام سے نہ ہوتی تھی (جماع سے ہوتی تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما کر روزہ رکھ لیتے)

۲۵۸۹ - **حَدَّثَنِي** هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو ـ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ ـ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ الْحِمْيَرِيِّ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ مَرْوَانَ أَرْسَلَهُ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ. يَسْأَلُ عَنِ الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا أَيَصُومُ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ لاَ مِنْ حُلُمٍ ثُمَّ لاَ يُفْطِرُ وَلاَ يَقْضِي.

حضرت عبداللہ بن کعب الحمیریؒ سے مروی ہے کہ ابوبکرؒ بن عبدالرحمن نے ان سے بیان کیا کہ مروان (حاکم مدینہ) نے انہیں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا جنابت کی حالت میں روزہ رکھنے سے متعلق مسئلہ معلوم کرنے کیلئے کہ ایسی حالت میں کیا روزہ رکھے؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں جو جماع کی وجہ سے ہوتی تھی احتلام کی وجہ سے نہیں، صبح کرتے تھے اور پھر نہ تو افطار کرتے تھے اور نہ قضا فرماتے تھے (یعنی نہ تو روزہ توڑتے تھے اور نہ ہی بعد میں اس روزہ کی قضا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ اس حالت میں روزہ صحیح ہے)

۲۵۹۰ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمَا قَالَتَا إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلاَمٍ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ يَصُومُ.

حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جنابت کی حالت میں صبح بیدار ہوتے اور وہ جنابت جماع کی وجہ سے ہوتی تھی نہ کہ احتلام کی وجہ سے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھ لیتے

۲۵۹۱ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ

اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ- وَهُوَ ابْنُ مَعْمَرِ بْنِ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو طُوَالَةَ- أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ- أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيهِ وَهِيَ تَسْمَعُ مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ أَفَأَصُومُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنَا تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَصُومُ .فَقَالَ لَسْتَ مِثْلَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ .فَقَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّقِي.

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتویٰ لینے آیا وہ دروازے کی اوٹ میں سے سن رہی تھیں اس نے کہا کہ یارسول اللہ! مجھے فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور میں جنابت سے ہوتا ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے بھی جنابت کی حالت میں فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے میں تو روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس نے کہا یارسول اللہ! آپ ہماری طرح تو ہیں نہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی قسم! مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ ان چیزوں کا جاننے والا ہوں جن سے بچنا ضروری ہے۔ (سائل کو یہ اندیشہ تھا کہ یہ حکم صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہ ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب نے بتلا دیا کہ یہ حکم سب کیلئے عام ہے)

۲۵۹۲- **حَدَّثَنَا** أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ- عَنِ الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا أَيَصُومُ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُ.

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا کہ ایک شخص کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جائے تو کیا وہ روزہ رکھے؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماع سے جنبی ہوتے اور صبح کو روزہ رکھ لیتے۔

باب تحريم الجماع فى نهار رمضان و وجوب الكفارة

رمضان کے دن میں جماع کرنا حرام ہے اور کفارہ دینا واجب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۵۹۳- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ-

قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ - عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ .قَالَ: وَمَا أَهْلَكَكَ .قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ .قَالَ:هَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً .قَالَ لَا .قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ .قَالَ لَا .قَالَ: فَهَلْ تَجِدُ مَا تُطْعِمُ سِتِّينَ مِسْكِينًا .قَالَ لَا - قَالَ - ثُمَّ جَلَسَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ. فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهَذَا .قَالَ أَفْقَرَ مِنَّا فَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ إِلَيْهِ مِنَّا .فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ! میں تو تباہ و برباد ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے تجھے ہلاک کیا؟ کہنے لگا کہ میں نے رمضان میں بیوی سے جماع کر لیا۔ فرمایا کیا تیرے پاس غلام آزاد کرنے کیلئے ہے؟ کہنے لگا نہیں! فرمایا پھر کیا تو دو ماہ متواتر روزہ رکھنے کی استطاعت رکھتا ہے؟ کہنے لگا نہیں پھر فرمایا: کیا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ کہنے لگا نہیں! پھر وہ بیٹھا رہا کچھ دیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور کا ٹوکرا لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ (ان کھجوروں کو ہی) صدقہ کر دے۔ اس نے عرض کیا کہ مدینہ کے دونوں سنگلاخ کناروں کے درمیان کوئی گھر والے ایسے نہیں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے (کھلکھلا کر) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواجذ (ڈاڑھیں) ظاہر ہو گئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا اسے لے جا اور اپنے گھر والوں کو کھلا۔

تشریح:

"جاء رجل" اس صحابی کا نام سلمہ بن صخر بیاضی انصاریؓ ہے۔ یہ عورتوں کے بارے میں مغلوب الحال تھے، اس حدیث کے علاوہ دوسری روایت میں یہ تفصیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ آپ نے جماع کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنی بیوی کے پازیب کو جب دیکھا تو صبر نہ کر سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گردن آزاد کرو، انہوں نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ خدا کی قسم اپنی گردن کے علاوہ میں کسی گردن کا مالک نہیں ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو ماہ روزے رکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ پہلے جو پھنس پڑا ہوں، وہ تو اسی روزہ کی وجہ سے ہوا، یعنی ایک ماہ کی طاقت وصبر نہیں تو دو ماہ تک کیسے صبر کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غلہ مدینہ کے فقراء پر تقسیم کر آؤ، یہ تیرا کفارہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! مدینہ کے اطراف میں مجھ سے زیادہ کوئی فقیر نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کو کھلا دو۔ اب

یہاں دو بڑے اختلافی مسئلے ہیں۔

پہلا اختلافی مسئلہ:

یہاں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا کفارہ صرف جماع کی وجہ سے لازم آتا ہے یا کھانے پینے کی وجہ سے بھی کفارہ آتا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ کفارہ صرف جماع سے واجب ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک رمضان کے روزے میں جماع کی طرح عمداً کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہوتا ہے۔

دلائل:

شوافع اور حنابلہ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں کفارہ جماع کا ذکر ہے۔

احناف و مالکیہ نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس کو امام نسائیؒ نے سند صحیح کے ساتھ اس طرح نقل کیا ہے:

"عن عائشة رضي الله عنها انه عليه السلام سأله رجل فقال أفطرت في رمضان فأمره بالتصدق بالعروق ولم يسئله بماذا أفطر" (رواه النسائي بسند صحيح)

جواب:

شوافع اور حنابلہ کی دلیل کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جماع کا ذکر ہے، لیکن اکل و شرب کی وجہ سے کفارے کی کوئی نفی نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جماع میں وجوب کفارہ کی وجہ اور سبب و علت جماع نہیں، بلکہ افطار صوم ہے اور افطار اکل و شرب سے بھی ہوتا ہے۔

دوسرا اختلافی مسئلہ:

اس حدیث میں دوسرا بڑا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ آیا تنگدست اور فقیر آدمی سے بوجہ فقر کفارہ ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں تو امام احمد حنبلؒ اور کچھ دیگر علماء کے نزدیک ساقط ہو جاتا ہے، لیکن جمہور کے نزدیک ساقط نہیں ہوتا۔

دلائل:

امام احمدؒ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ یہاں اس فقیر آدمی سے کفارہ ساقط ہو گیا، بلکہ اس نے کفارہ خود کھا لیا۔ جمہور نے ان تمام نصوص سے استدلال کیا ہے، جن میں تنگ دست اور مالدار کا کوئی فرق نہیں ہے، کفارہ ادا کرنے کا حکم ہے۔

جواب:

زیر بحث حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ اس شخص کی خصوصیت تھی، جس طرح کہ یہ بھی اس شخص کی خصوصیت تھی کہ ان سے کفارہ اطعام کا

مطالبہ کیا گیا تھا، حالانکہ اس پر کفارۂ صوم یعنی دو ماہ روزے لازم تھے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ شخص چونکہ غریب تھا، اس وقت اس کے پاس
کفارے کیلئے کچھ نہیں تھا اور خود محتاج تھا تو اس کے ذمے "کفارہ بالدین" کی صورت میں مؤخر کردیا گیا کہ بعد میں ادا کرو۔ تیسرا
جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابتداء اسلام کی حالت پر محمول ہے، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور کفارہ کا تعین ہوگیا۔
"ھلکت" یعنی میں ہلاک ہوگیا، ایک روایت میں ہے کہ "احترقت" میں جل رہا ہوں۔ "وما اھلکک" یعنی کس چیز نے تجھے
ہلاک کیا؟ "رقبۃ" یعنی غلام رکھتے ہو کہ اس کی گردن کو آزاد کردو۔ یہاں "رقبۃ" منصوب ہے، یہ بدل ہے "ما تعتق" میں ما سے، وہ
مفعول بہ ہے۔ "بعرق" یہ بڑے تھیلے کو کہتے ہیں، جس میں پندرہ صاع غلہ آتا ہے۔ مسند احمد میں اسی طرح روایت ہے۔ "افقر منا" یہ
"منصوب بنزع الخافض" ہے۔ "ای علی افقر منا یعنی اتصدق علی رجل افقر منی و عن أهل بیتی؟"
"لابتیھا" مدینہ منورہ کی مشرقی اور مغربی دو جانب میں سیاہ سنگریزے ہیں۔ اس کو "لابتیھا" کہا جاتا ہے۔ "أنیابہ" کنارے کے دانتوں
کو "انیاب" کہتے ہیں۔

٢٥٩٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَ رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَالَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ - وَهُوَ الزِّنْبِيلُ - وَلَمْ يَذْكُرْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ.

حضرت محمد بن مسلم زہریؒ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت منقول ہے۔ راوی نے کہا کہ اس روایت میں اس ٹوکرے کا ذکر نہیں ہے جس میں کھجوریں تھیں یعنی زنبیل اور وہ یہ بھی ذکر نہیں کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

٢٥٩٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالاَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلاً وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَاسْتَفْتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً .قَالَ لاَ .قَالَ: وَهَلْ تَسْتَطِيعُ صِيَامَ شَهْرَيْنِ. قَالَ لاَ .قَالَ: فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا اس بارے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام آزاد کرنے کی وسعت ہے؟ کہا نہیں! فرمایا: دو ماہ کے (متواتر) روزے رکھ سکتا ہے؟ کہا نہیں فرمایا: پھر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا۔

۲۵۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ أَنَّ رَجُلاً أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُكَفِّرَ بِعِتْقِ رَقَبَةٍ .ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

حضرت زہریؒ سے اس سند کے ساتھ روایت ہے کہ ایک آدمی نے رمضان میں روزہ افطار کیا (توڑلیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم فرمایا کہ ایک غلام آزاد کر کے کفارہ ادا کر پھر ابن عیینہ کی حدیث کی طرح حدیث بیان فرمائی۔

۲۵۹۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلاً أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً أَوْ يَصُومَ شَهْرَيْنِ أَوْ يُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے رمضان میں روزہ افطار کرلیا تھا (توڑ دیا تھا) حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کرے، یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔

۲۵۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

اس سند سے بھی امام زہری سے ابن عیینہ کی سابقہ حدیث کی طرح روایت مروی ہے۔

۲۵۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ - أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ احْتَرَقْتُ .قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِمَ .قَالَ وَطِئْتُ امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ نَهَارًا .قَالَ: تَصَدَّقْ تَصَدَّقْ .قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ .فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَجَاءَهُ عَرَقَانِ فِيهِمَا طَعَامٌ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِهِ.

حضرت زہریؒ سے اس سند کے ساتھ حدیث ابن عیینہ کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں تو جل گیا (جہنم کی آگ میں) حضور علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کیوں؟ کہنے لگا کہ میں نے رمضان کے دن میں بیوی سے وطی کرلی۔ آپؐ نے فرمایا کہ صدقہ دو

صدقہ دو۔ کہنے لگا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ کچھ دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو ٹوکرے غلہ اناج کے آئے، آپ نے اسے فرمایا کہ اسے صدقہ کر دو۔

٢٦٠٠- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ- تَقُولُ أَتَى رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَلَيْسَ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ: تَصَدَّقْ تَصَدَّقْ .وَلَا قَوْلُهُ نَهَارًا.

اس سند سے بھی حضرت عائشہؓ سابقہ حدیث (کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے رمضان میں بیوی سے وطی کر لی) منقول ہے۔ البتہ اس روایت میں دن کا ذکر نہیں ہے اور اسی طرح دوبارہ صدقہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

٢٦٠١- حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ أَتَى رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ احْتَرَقْتُ احْتَرَقْتُ .فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَأْنُهُ؟ فَقَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي. قَالَ: تَصَدَّقْ .فَقَالَ وَاللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا لِي شَيْءٌ وَمَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ .قَالَ: اجْلِسْ .فَجَلَسَ فَبَيْنَا هُوَ عَلَى ذَلِكَ أَقْبَلَ رَجُلٌ يَسُوقُ حِمَارًا عَلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ آنِفًا .فَقَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْ بِهَذَا .فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغَيْرَنَا فَوَاللَّهِ إِنَّا لَجِيَاعٌ مَا لَنَا شَيْءٌ .قَالَ: فَكُلُوهُ.

حضرت عائشہؓ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رمضان میں مسجد میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں تو جل گیا (جہنم کی آگ میں) میں تو جل گیا۔ حضور علیہ السلام نے اس سے اس کا معاملہ دریافت فرمایا تو کہنے لگا: میں نے اپنی اہلیہ سے جماع کر لیا۔ فرمایا کہ صدقہ دو۔ اس نے کہا اے اللہ کے نبی! واللہ میرے پاس کچھ نہیں اور نہ میں صدقہ دینے پر قادر ہوں۔ فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ وہ وہیں اسی طرح بیٹھا تھا کہ کچھ دیر میں ایک شخص ایک گدھے کو جس پر کھانا لدا ہوا تھا ہانکتا ہوا لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہاں ہے وہ جلنے والا؟ جو ابھی آیا تھا۔ وہ آدمی کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لے جا کر صدقہ کر دو۔ اس نے

کہا کہ کیا کسی اور کو دے دوں (اپنے آپ کو چھوڑ کر) اللہ کی قسم! ہم بھوک کے مارے ہوئے ہیں ہمارے پاس کچھ نہیں۔

فرمایا کہ اچھا تم ہی کھالو۔ (علماء نے لکھا ہے کہ یہ ان صاحب کی خصوصیت تھی ورنہ عمومی حکم وہی ہے جو ما قبل میں گزر چکا ہے کہ تینوں صورتوں میں علی الترتیب عمل کیا جائے)

الحمدللہ کتاب الصوم کی ابتداء سے لے کر یہاں تک میں نے زامبیا افریقہ کے سفر میں جامعہ اسلامیہ لوساکا کے مہمان خانہ میں بیٹھ کر لکھا ہے۔ میں دبئی سے ہوتے ہوئے ۸ شوال ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۷ اگست ۲۰۱۲ کو یہاں پہنچا تھا اور آج بروز اتوار ۲۱ شوال ۱۴۳۳ھ مطابق ۹ ستمبر ۲۰۱۲ء کو میں پاکستان واپس جارہا ہوں۔

فضل محمد غفرلہ یوسف زئی نزیل زامبیا لوساکا افریقہ

باب جواز الصوم و الفطر للمسافر فی شهر رمضان

رمضان میں مسافر کیلئے روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا جواز

اس باب میں امام مسلمؒ نے اٹھارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲٦۰۲- **حَدَّثَنِي** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالاَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ ثُمَّ أَفْطَرَ وَكَانَ صَحَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُونَ الأَحْدَثَ فَالأَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ.

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال رمضان میں سفر کو نکلے، اور روزہ رکھ لیا۔ جب مقام ''کدید'' میں پہنچے تو افطار کرلیا (روزہ توڑ دیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی سے نئی بات کی اتباع کرتے تھے (یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر عمل ہوتا تھا اس کی اتباع کرتے تھے)

تشریح:

''عام الفتح'' فتح مکہ پر یہ لفظ بولا جاتا ہے، گویا یہ فتح مکہ کے ساتھ خاص ہے۔ ''الکدید'' کاف پر فتحہ ہے اور دال پر کسرہ ہے۔ بعض نے تصغیر کے ساتھ کاف پر ضمہ پڑھا ہے اور دال پر زبر پڑھا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، جو عسفان کے قریب ہے۔ مکہ سے یہ جگہ ۹۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ''الاحدث'' حدث سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ نئے اور جدید کے معنی میں ہے، یعنی صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لے کر اس پر عمل کرتے تھے۔ یہ جملہ حدیث کا حصہ نہیں ہے، بلکہ امام زہریؒ کا

قول ہے۔ "قال" کا فاعل زہریؒ ہے اور یہ امام زہری کی رائے ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے کا جواز بعد میں منسوخ ہو گیا ہے۔ اب سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنا کیسا ہے۔

سفر میں روزہ رکھنے نہ رکھنے میں فقہاء کا اختلاف

اہل ظواہر اور امام زہری کا مسلک یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے رکھا تو روزہ صحیح نہیں ہوگا، بعد میں قضا کرنا لازم ہوگا۔ جمہور امت اور جمہور علماء کے نزدیک سفر میں روزہ رکھنا جائز اور صحیح ہے، البتہ اس میں جمہور کا آپس میں اختلاف ہے کہ آیا روزہ رکھنا افضل ہے یا افطار افضل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ رکھنے میں اگر ضرر اور مشقت نہ ہو اور روزہ رکھنے والا اس کی طاقت رکھتا ہو اور افطار کو جائز مانتا ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے، لیکن امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راھویہؒ، سعید بن المسیبؒ اور امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ سفر میں مطلقاً افطار افضل ہے۔

دلائل:

اہل ظواہر اور امام زہریؒ نے زیر بحث اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں اشارہ ہے کہ آخر میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر افطار کیا، اسی طرح اس باب میں آگے یہ حدیث مذکور ہے: "لیس من البر ان تصوموا فی السفر "قرآن کی آیت میں بھی سفر میں روزہ کے افطار کا بیان ہے، نیز "اولئک العصاۃ اولئک العصاۃ " میں روزہ رکھنے والوں کو گناہ گار کہا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے موافقین نے اس باب اور اس کے بعد کے ابواب میں ان احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں افطار کو صوم سے افضل قرار دیا گیا ہے اور روزہ رکھنے کو گناہ کہا گیا ہے، نیز حمزہ بن عمرو اسلمیؓ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔

جمہور نے اس باب کی عام احادیث سے استدلال کیا ہے اور خاص کر آنے والی عبداللہ بن رواحہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں ہے کہ سفر میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ روزہ سے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے بھی جمہور نے استدلال کیا ہے جو بار بار اس باب میں مذکور ہے۔ نیز رمضان کی فضیلت بھی وجہ ترجیح ہے، نیز ایک فریضہ سے جلد سبکدوش ہونا بھی ترجیح کی وجہ ہے۔

جواب:

اہل ظواہر کو جواب یہ ہے کہ "لیس من البر ان تصوموا فی السفر " کا تعلق اس صورت سے ہے، جہاں جسمانی ضرر پہنچنے کا احتمال ہو اور یا شدید مشقت اٹھانے کی بات ہو، جہاں مشقت وضرر کا احتمال نہ ہو تو پھر مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ باقی امام زہری کا کلام ان کی رائے ہے۔ یہ حدیث نہیں ہے، اگرچہ ضابطہ یہی ہے، لیکن یہاں یہ حکم لگانا مشکل ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی تھا، امام احمدؒ

اوران کے موافقین کو بھی یہی جواب ہے کہ مجموعی احادیث میں دونوں جانب کا ذکر ہے، صوم بھی ہے اور افطار بھی ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ سفر کے معیار کے مطابق عمل کیا جائے کہ آیا اس میں روزہ رکھنا باعث شدید مشقت ہے یا نہیں ہے۔ جمہور کے مسلک کے مطابق تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

٢٦٠٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ .مِثْلَهُ .قَالَ يَحْيَى قَالَ سُفْيَانُ لاَ أَدْرِي مِنْ قَوْلِ مَنْ هُوَ يَعْنِي وَكَانَ يُؤْخَذُ بِالآخِرِ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ حضرت سفیان نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کس کا قول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری قول کو لیا جاتا تھا۔

٢٦٠٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكَانَ الْفِطْرُ آخِرَ الأَمْرَيْنِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالآخِرِ فَالآخِرِ .قَالَ الزُّهْرِيُّ فَصَبَّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ لِثَلاَثَ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے حضرت زہری نے کہا کہ اس روایت میں ہے کہ دونوں باتوں (روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل نہ رکھنے کا تھا (افطار کا تھا) جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو لیا جاتا تھا۔ زہری کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رمضان کی تیرھویں تاریخ کی صبح مکہ میں فرمائی۔

تشریح:

"فصبح رسول الله" "ای اتی صباحاً" یعنی صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ "ثلاث عشرة ليلة" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رمضان کی صبح میں مکہ مکرمہ داخل ہو گئے۔ اس روایت میں تیرہ رمضان ہے۔ دخول مکہ کی تاریخ اور اس کے تعین میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں سولہ رمضان کا ذکر ہے، ایک میں اٹھارہ رمضان کا ذکر ہے۔ سترہ رمضان کا ذکر بھی ہے اور ۱۹ رمضان کا ذکر بھی ہے اور بارہ کا ذکر بھی ہے۔ راجح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سترہ یا اٹھارہ رمضان کو مکہ میں داخل ہو گئے تھے۔ "من قول من هو" یعنی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ "و کان يؤخذ بالآخر من قول رسول الله صلى الله عليه و سلم" کس کا قول ہے۔ اسی طرح "الاحدث فالاحدث" کے جملہ میں بھی تردد ہے، مگر واضح یہ ہے کہ یہ ابن شہاب زہری کا کلام ہے۔

٢٦٠٥ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَ

حَدِيثِ اللَّيْثِ .قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانُوا يَتَّبِعُونَ الْأَحْدَثَ فَالْأَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ وَيَرَوْنَهُ النَّاسِخَ الْمُحْكَمَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث لیث منقول ہے۔ابن شہابؒ زہری کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدید عمل کی اتباع کرتے تھے (عمل قدیم کو منسوخ سمجھتے تھے) روزہ نہ رکھنے کو ناسخ سمجھتے تھے۔

٢٦٠٦- **وَحَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ سَافَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَشَرِبَهُ نَهَارًا لِيَرَاهُ النَّاسُ ثُمَّ أَفْطَرَ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ .قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ فَصَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سفر کیا اور روزہ رکھ لیا۔ جب مقام ''عسفان'' میں پہنچے تو شربت کا برتن منگوایا اور دن میں اسے پی لیا تا کہ لوگ دیکھ لیں پھر افطار کرتے رہے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے تک۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مکہ میں داخل ہونے کے بعد حضور علیہ السلام نے تو روزہ رکھا اور صحابہ میں سے جس نے چاہا روزہ رکھا اور جس نے چاہا افطار کرلیا۔

تشریح:

''حتی بلغ عسفان'' قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ''کدید'' پانی کا ایک گھاٹ ہے، جاری چشمہ ہے، جو مکہ سے بیالیس ۴۲ میل کے فاصلہ پر ہے اور عسفان ایک بڑا شہر ہے، جس میں جمعہ کیلئے منبر رکھا ہوا ہے۔مکہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔عسفان اور کدید کے درمیان ایک اور جگہ ہے، جس کا نام قدید ہے۔ایک حدیث میں عسفان کے بجائے ''کراع الغمیم'' کا لفظ آیا ہے۔غین پر زبر ہے، میم پر زیر ہے۔یہ جگہ عسفان کے قریب آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔غمیم ایک سیاہ پہاڑ کا نام ہے اور کراع اصل میں ناک کی طرح پہاڑ کے نکلے ہوئے حصہ کو کہتے ہیں۔قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ تمام مقامات قریب قریب واقع ہیں، اسی لئے عسفان کے تحت ان جگہوں کا نام آگیا ہے۔گویا عسفان سب کو شامل ہے۔ان جگہوں سے گزر فتح مکہ کے موقع پر ہوا ہے۔یہ اسی ایک سفر سے متعلق بیان ہے۔الگ الگ اسفار کا قصہ نہیں ہے۔علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض کا یہ بیان بالکل درست ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ عسفان مکہ سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر ہے، ۳۶ میل کا فاصلہ کہنا صحیح نہیں ہے۔جیسا کہ قاضی نے بتایا ہے۔بہر حال میل اور کلومیٹر میں فرق ہے۔اہل تصنیف کے کلام میں بھی تفاوت ہے، مگر یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔باقی روزہ کا افطار ممکن ہے کسی نے کدید میں دیکھا، کسی نے عسفان میں دیکھا، کسی نے کراع غمیم میں دیکھا، کسی نے قدید میں دیکھا تو اس مقام کو بیان کیا۔اس میں بھی کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔

۲۶۰۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ قَالَ لَا تَعِبْ عَلَى مَنْ صَامَ وَلَا عَلَى مَنْ أَفْطَرَ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم (سفر میں) روزہ رکھنے والے اور نہ رکھنے والے دونوں کو برا بھلا نہیں کہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار بھی فرمایا اور روزہ بھی رکھا۔

۲۶۰۸- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ- يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَجِيدِ- حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتَّى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيلَ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ: أُولَئِكَ الْعُصَاةُ أُولَئِكَ الْعُصَاةُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال رمضان میں روزہ رکھ کر سفر میں نکلے، جب "کراع الغمیم" کے مقام پر پہنچے، لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا، اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اسے اتنا اوپر اٹھایا کہ لوگوں نے دیکھ لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی پی لیا، اس کے بعد آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگوں نے ابھی تک روزہ رکھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نافرمان لوگ ہیں، وہ نافرمان لوگ ہیں۔

تشریح:

"اولئک العصاة" یعنی یہی لوگ نافرمان گناہ گار ہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اہتمام سے روزہ افطار کیا اور لوگوں کو پیالہ دکھا کر روزہ کھولا، اس کے بعد بھی جس آدمی نے شک کیا اور روزہ نہیں کھولا تو اس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس لئے وہ گناہ گار ہو گیا یا اس وجہ سے گناہ گار ہو گیا کہ سخت مشقت کے باوجود افطار نہیں کر رہا ہے، بیہوشی طاری ہو جاتی ہے، مگر پھر بھی افطار نہیں کرتا ہے، گویا افطار کو ناجائز سمجھتا ہے، اس لئے گناہ گار ہے، جس طرح ساتھ والی حدیث میں ایسے شخص کا قصہ مذکور ہے، نیز ایسا شخص جہاد بھی نہیں کر سکتا ہے تو وہ الگ باعث گناہ ہے۔

۲۶۰۹- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ- يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ- عَنْ جَعْفَرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَزَادَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَإِنَّمَا يَنْظُرُونَ فِيمَا فَعَلْتَ .فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ.

حضرت جعفر سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے اور اس روایت میں یہ بات زائد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ لوگوں پر روزہ بڑا بھاری اور شاق ہو گیا ہے اور وہ آپ کے عمل کے منتظر ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگوایا۔

۲۶۱۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ- عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ- قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَا لَهُ. قَالُوا رَجُلٌ صَائِمٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ أَنْ تَصُومُوا فِي السَّفَرِ.

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اسی پر جمع ہیں اس پر بے ہوشی طاری تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ یہ روزہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سفر میں تمہارا روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

۲۶۱۱- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ- يَقُولُ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِمِثْلِهِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی دی ہوئی رخصت پر جو اس نے تمہیں دی ہے عمل کرو (یہ یحیٰی بن کثیر کا اضافہ ہے) راوی نے کہا کہ جب میں نے ان سے سوال کیا تو ان کو یاد نہیں تھا۔

۲۶۱۲- وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ. نَحْوَهُ وَزَادَ قَالَ شُعْبَةُ وَكَانَ يَبْلُغُنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّهُ كَانَ يَزِيدُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَفِي هَذَا الإِسْنَادِ أَنَّهُ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِرُخْصَةِ اللَّهِ الَّذِي رَخَّصَ لَكُمْ. قَالَ فَلَمَّا سَأَلْتُهُ لَمْ يَحْفَظْهُ.

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا (اس پر بیہوشی طاری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا تمہارے لئے نیکی نہیں ہے۔

٢٦١٣- حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ رمضان تک جہاد کیا۔ ہم میں سے بعض لوگ روزہ رکھتے تھے اور بعض افطار کرتے تھے نہ روزہ دار افطار کرنے والے کو برا کہتے تھے اور نہ افطار کرنے والے روزہ داروں پر عیب زنی کرتے تھے (معلوم ہوا دونوں جائز ہیں)

٢٦١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ التَّيْمِيِّ (ح) وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَامِرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ. نَحْوَ حَدِيثِ هَمَّامٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ التَّيْمِيِّ وَعُمَرَ بْنِ عَامِرٍ وَهِشَامٍ لِثَمَانَ عَشْرَةَ خَلَتْ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ فِي ثِنْتَيْ عَشْرَةَ. وَشُعْبَةَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ أَوْ تِسْعَ عَشْرَةَ.

اس سند کے ساتھ صحابی رسول حضرت قتادہؓ سے ہمام کی حدیث کی طرح حدیث روایت کی گئی ہے۔ لیکن سوائے اس کے کہ تیمی، عمران بن عامر اور ہشام کی روایت میں اٹھارہ تاریخ اور سعید کی حدیث میں بارہ تاریخ اور حضرت شعبہ کی حدیث میں سترہ یا انیس تاریخ ذکر کی گئی ہے۔

٢٦١٥- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ- يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ- عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَمَا يُعَابُ عَلَى الصَّائِمِ صَوْمُهُ وَلَا عَلَى الْمُفْطِرِ إِفْطَارُهُ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں سفر کرتے تھے تو صائم (روزہ دار) کے روزہ پر کوئی عیب لگاتا تھا نہ مفطر (روزہ نہ رکھنے والا) کے افطار پر۔

٢٦١٦- حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ

الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ يَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَإِنَّ ذَلِكَ حَسَنٌ وَيَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَأَفْطَرَ فَإِنَّ ذَلِكَ حَسَنٌ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے ہم میں روزہ دار بھی ہوتے تھے اور افطار کرنے والے بھی۔ نہ صائم، مفطر پر ناراض ہوتا نہ مفطر صائم پر ناراض ہوتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جو قوی اور طاقت ور ہو وہ روزہ رکھے۔ یہ بہتر بات ہے اور جو کمزور ہو وہ افطار کرلے اس کیلئے یہی بہتر ہے۔

تشریح:

"فلا یجد الصائم" وجد یجد موجدۃ غصہ ہونے کے معنی میں ہے، یعنی روزہ دار افطار کرنے والے پر غصہ نہیں ہوتا تھا اور نہ افطار والا روزہ رکھنے والے پر غصہ ہوتا تھا، اسی طرح معنی "فلا یعب" کا ہے، یہ عیب سے بنا ہے، یعنی روزہ دار افطار کرنے والے پر کوئی طعن نہیں کرتا تھا، بلکہ جس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو، اس نے روزہ رکھ لیا تو یہ بھی اچھا ہے اور جس میں ضعف ہو، اس نے مشقت اور ضعف کی وجہ سے روزہ کھولا تو اس نے بھی اچھا کیا۔

٢٦١٧- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَسَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ كُلُّهُمْ عَنْ مَرْوَانَ- قَالَ سَعِيدٌ أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ- عَنْ عَاصِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَا سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَصُومُ الصَّائِمُ وَيُفْطِرُ الْمُفْطِرُ فَلَا يَعِيبُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا۔ روزہ رکھنے والا روزہ رکھتا اور جسے افطار کرنا ہوتا وہ افطار کرتا کوئی دوسرے پر عیب زنی نہیں کرتا تھا۔

٢٦١٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ صَوْمِ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ فَقَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

حمیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے سفر کی حالت میں رمضان کے روزہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا تو صائم روزہ نہ رکھنے والے پر کوئی عیب زنی نہیں کرتا تھا اور نہ ہی مفطر (روزہ نہ رکھنے والا) صائم کو برا کہتا تھا۔

٢٦١٩- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ خَرَجْتُ فَصُمْتُ فَقَالُوا لِي أَعِدْ .قَالَ فَقُلْتُ إِنَّ أَنَسًا أَخْبَرَنِي أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يُسَافِرُونَ فَلاَ يَعِيبُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلاَ الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ .فَلَقِيتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ فَأَخْبَرَنِي عَنْ عَائِشَةَ- بِمِثْلِهِ.

حمید کہتے ہیں کہ میں ایک بار سفر میں نکلا تو میں نے روزہ رکھ لیا، مجھے لوگوں نے کہا کہ اسے لوٹاؤ (قضا کرو) میں نے کہا کہ حضرت انسؓ نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب سفر کرتے تھے تو نہ صائم، مفطر پر عیب زنی کرتا تھا نہ مفطر، صائم کو برا کہتا تھا۔ پھر میری ملاقات ابن ابی ملیکہ سے ہوئی تو انہوں نے بھی حضرت عائشہؓ سے حضرت انسؓ کی حدیث کی طرح حدیث مجھے سنائی۔

تشریح:

"فقالوا لی اعد" یعنی لوگوں نے مجھے کہا کہ تم نے سفر میں روزہ رکھا ہے، یہ روزہ نہیں ہوا، اس لئے تم اس کے بدلے میں اس روزہ کو لوٹا دو اور اس کو قضا کرلو۔ "فقلت" یعنی میں نے لوگوں سے کہا تم صحیح نہیں کہتے ہو، کیونکہ مجھے حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ اصحاب رسولؐ سفر کرتے تھے، پھر اس میں روزہ رکھنے والا اور روزہ کھولنے والا ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہیں کرتے تھے تو تم لوگ کیوں مجھ پر تشنیع کرتے ہو۔

باب اجر المفطر فی السفر اذا تولّی العمل

کام سنبھالنے پر سفر میں روزہ کھولنے والوں کا ثواب

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٦٢٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ- قَالَ- فَنَزَلْنَا مَنْزِلاً فِي يَوْمٍ حَارٍّ أَكْثَرُنَا ظِلاًّ صَاحِبُ الْكِسَاءِ وَمِنَّا مَنْ يَتَّقِي الشَّمْسَ بِيَدِهِ- قَالَ- فَسَقَطَ الصُّوَّامُ وَقَامَ الْمُفْطِرُونَ فَضَرَبُوا الأَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالأَجْرِ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہمارے درمیان روزہ دار بھی تھے اور غیر روزہ دار بھی۔ ایک گرم دن میں ہم نے ایک منزل پر پڑاؤ کیا، (اور حالت یہ تھی کہ) ہم میں سے سب سے زیادہ سائے میں وہ شخص تھا جس کے پاس چادر تھی اور کئی تو ایسے تھے جنہوں نے ہاتھوں سے ہی دھوپ روکنے کی سعی کی تھی۔ جو روزہ دار تھے وہ (گرمی کی شدت سے نڈھال ہوکر) گر پڑے اور غیر روزہ دار کھڑے ہوئے، خیمے

نے فرمایا: آج تو غیر روزہ دار بہت سا ثواب لوٹ گئے"
گاڑے، سواریوں کو پانی پلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تشریح:
"فی السفر" جہاد کا کوئی سفر مراد ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سفر نبوت سے پہلے شام کی طرف ہوا تھا، دوسرا سفر نبوت کے بعد طائف کا ہوا تھا، تیسرا سفر حج کا ہوا تھا اور صلح حدیبیہ اور عمرۃ القضاء کا سفر ہوا تھا، اس کے علاوہ آپ کے بہت سارے اسفار جہاد ہی کیلئے ہوئے تھے۔ "صاحب الکساء" یعنی سب سے زیادہ سایہ پانے والا وہ شخص ہوتا تھا، جس کے پاس چادر ہوتی تھی۔ وہ اس چادر سے سایہ حاصل کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ چادر استعمال کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چادر استعمال فرمائی ہے، آج کل بے ہمت لوگ اس کو عار سمجھتے ہیں، پٹھان چادر استعمال کرتے ہیں۔ اس میں بہت فوائد ہیں۔ "یتقی الشمس" یعنی شدت گرمی سے بچاؤ کیلئے کوئی شخص ہاتھ کو منہ کے سامنے یا سر کے اوپر رکھ کر کچھ سایہ حاصل کرتا تھا۔ "فسقط" یعنی نڈھال ہو کر بعض روزہ دار زمین پر گر پڑے۔ "الصوام" اس کا مفرد صائم ہے۔ روزہ دار کو کہتے ہیں۔ الصوام، حکام کے وزن پر جمع ہے، یعنی شدید گرمی اور زیادہ تھکاوٹ اور ضعف کی وجہ سے روزہ رکھنے والے ایسے لیٹ گئے گویا بے اختیار خود بخود گر پڑے۔ "الابنیة" یہ بناء کی جمع ہے، خیمے لگانا مراد ہے "ای نصبوا الخیام و قاموها علی الارض" "وسقو الرکاب" رکاب میں راپر کسرہ ہے، یہ جمع ہے، اس کا مفرد "راحلة" ہے، اس کے اپنے مادہ سے مفرد نہیں آتا ہے۔ "الرکاب" اونٹوں کو کہتے ہیں۔ "المفطرون" یعنی آج کا روزہ کھولنے والے سارا ثواب لے گئے۔ "فتحزم المفطرون" یعنی روزہ افطار کرنے والوں نے کمر باندھ کر کام شروع کیا۔ یہ زیادہ محنت اور خدمت سے کنایہ ہے۔ بعض نے "فتخدم" نسخہ نقل کیا ہے۔ یہ خدمت سے ہے۔ اگلی حدیث میں یہی لفظ ہے۔

۲۶۲۱- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَصَامَ بَعْضٌ وَأَفْطَرَ بَعْضٌ فَتَحَزَّمَ الْمُفْطِرُونَ وَعَمِلُوا وَضَعُفَ الصُّوَّامُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ - قَالَ - فَقَالَ فِي ذَلِكَ: ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالأَجْرِ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے بعض لوگوں نے روزہ رکھا اور بعض نے افطار کیا۔ جنہوں نے افطار کیا وہ کمر بستہ ہو کر خدمت میں لگ گئے اور خوب کام کیا، جب کہ روزہ دار کمزوری کی وجہ سے کام نہ کر سکے۔ حضور علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا "غیر روزہ دار آج تو بہت اجر لے گئے"

۲۶۲۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَزَعَةُ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَهُوَ مَكْثُورٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ إِنِّي لاَ أَسْأَلُكَ عَمَّا

يَسْأَلُكَ هَؤُلَاءِ عَنْهُ . سَأَلْتُهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ وَنَحْنُ صِيَامٌ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلاً فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ . فَكَانَتْ رُخْصَةً فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ ثُمَّ نَزَلْنَا مَنْزِلاً آخَرَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ مُصَبِّحُو عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا . وَكَانَتْ عَزْمَةً فَأَفْطَرْنَا ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَصُومُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ.

قزعہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید الخدریؓ کے پاس آیا، ان کے پاس لوگوں کا ہجوم لگا ہوا تھا، جب لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے کہا: میں آپ سے اس بارے میں سوال نہیں کروں گا جس بارے میں لوگ پوچھ رہے ہیں۔ میں تو سفر میں روزہ کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیا، ہمارا روزہ تھا ایک منزل پر ہمارا پڑاؤ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دشمن سے بہت قریب ہو چکے ہو (فتح مکہ کے موقع پر) اور اب افطار کرنا تمہارے لئے زیادہ باعث تقویت ہے چنانچہ افطار کی رخصت (اجازت) ہوگئی (جو چاہے افطار کرے جو چاہے روزہ رکھے۔) پھر ہم میں سے بعض تو روزہ سے رہے اور بعض نے افطار کرلیا۔ پھر ہم دوبارہ ایک اگلی منزل پر اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صبح کو اپنے دشمن سے ملنے والے ہو لہذا افطار کرنا تمہارے لئے زیادہ باعث تقویت ہے تو افطار کرلو۔ چنانچہ اب قطعی حکم ہوگیا (افطار کا) لہذا ہم سب نے افطار کرلیا۔ پھر ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ، ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کے بعد بھی سفر میں روزہ رکھا''

تشریح:

"و هو مكثور عليه" یعنی لوگوں نے اس کو گھیر لیا تھا اور بہت لوگ سے اس کے اردگرد جمع تھے۔ "اى عنده كثيرون من الناس" "لا اسألك" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں نے دنیاوی امور کے بارے میں بات کی ہوگی۔ شیخ قزعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں ان لوگوں کی طرح سوال نہیں کروں گا، بلکہ میں دینی مسئلہ کے بارے میں سوال کروں گا۔ چنانچہ میں نے سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کا مسئلہ پوچھا۔ "دنوتم" یعنی تم ابھی دشمن کے قریب ہو گئے ہو تو روزہ کھولنا جنگ کے لئے باعث قوت ہے۔ "فكانت رخصة" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں وجوب نہیں تھا، بلکہ رخصت تھی کہ کوئی روزہ رکھے یا نہ رکھے، ہم نے اسی پر عمل کیا، کسی نے روزہ رکھا، کسی نے نہیں رکھا۔ "مصبحو عدوكم" یعنی تم صبح دشمن پر حملہ کرنے والے ہو، لہذا روزہ نہ رکھو۔ "فكانت عزمة" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اختیاری نہیں تھا، بلکہ اس میں تاکید تھی کہ روزہ کھول دو تو ہم نے روزہ افطار کیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام کدید میں روزہ کھولنے کا حکم اختیاری طور پر دیا تھا، پھر "كراع الغميم" مقام میں بطور

وجوب حکم دیا۔ اس پر جس نے عمل نہیں کیا، اس کو آپ نے گناہ گار فرمایا تو یہ خصوصی احوال کا عارضی مسئلہ تھا، پھر اس کے بعد صحابہؓ نے سفر میں روزہ رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار اب بھی باقی ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے، اگلا باب اسی پر قائم ہے۔

باب التخيير في الصوم في السفر

سفر میں روزہ رکھنے، نہ رکھنے میں اختیار کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۶۲۳- **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ- أَنَّهَا قَالَتْ سَأَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو الاسلمیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں روزہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چاہو تو روزہ رکھ لو چاہو تو افطار کر لو''

۲۶۲٤- **وَحَدَّثَنَا** أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ- وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ- حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ- أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ. أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ قَالَ: صُمْ إِنْ شِئْتَ وَأَفْطِرْ إِنْ شِئْتَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں پے در پے مسلسل روزہ رکھنے والا شخص ہوں تو کیا میں سفر میں بھی روزہ رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو روزہ رکھ لے اور اگر چاہے تو افطار کر لے۔

تشریح:

"سرد الصوم" "سرد یسرد" "نصر" سے تسلسل سے کسی کام کے جاری رکھنے کو کہتے ہیں۔ یہاں تسلسل سے روزہ رکھنا مراد ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ نفل روزوں کی بات ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نفل روزے نہیں، بلکہ رمضان کے روزوں کے بارے میں سوال تھا۔ چنانچہ اگلی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رخصت کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جو رمضان کیلئے بولا جا سکتا ہے۔ ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی کثیر الصیام تھے، حالت قیام میں روزوں کے تسلسل کا پوچھا ہے، جو نفل ہو سکتے ہیں اور حالت سفر میں رمضان کے روزوں کے تسلسل کا سوال کیا ہے جو فرض روزے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ان کو اختیار دیا ہے تو اس میں افضل

یہی ہے کہ اگر مشقت نہ ہو تو سفر میں فرض روزہ رکھنا افضل ہے۔

٢٦٢٥ - **وَحَدَّثَنَاهُ** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ .مِثْلَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ.

حضرت ہشام سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث حماد بن زید کہ میں مسلسل روزہ رکھنے والا آدمی ہوں۔نقل کی گئی ہے۔

٢٦٢٦ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلاَهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ أَنَّ حَمْزَةَ قَالَ إِنِّي رَجُلٌ أَصُومُ أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ.

حضرت ہشام سے اس سند کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ میں ایک روزے دار آدمی ہوں تو کیا میں سفر میں بھی روزہ رکھوں؟

٢٦٢٧ - **وَحَدَّثَنِي** أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ - قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا وَقَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَجِدُ بِي قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللَّهِ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ .قَالَ هَارُونُ فِي حَدِيثِهِ: هِيَ رُخْصَةٌ .وَلَمْ يَذْكُرْ مِنَ اللَّهِ.

حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے (بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) عرض کیا یا رسول اللہ! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں اگر میں روزہ رکھوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو رخصت ہے اللہ عز وجل کی طرف سے۔ اگر کوئی اس پر عمل کرے تو یہ اچھی بات ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرتا ہے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ حضرت ہارون نے اپنی روایت میں رخصة کا لفظ ذکر کیا ہے اور من الله کا ذکر نہیں کیا۔

٢٦٢٨ - **حَدَّثَنَا** دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ حَتَّى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِينَا صَائِمٌ إِلاَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ.

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید گرمی میں رمضان کے مہینے میں سفر کو نکلے اور گرمی کا عالم یہ تھا کہ ہم میں کوئی اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھا (سر میں تپش کی وجہ سے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہؓ بن رواحہ کے علاوہ کوئی اور شخص روزہ سے نہ تھا۔

۲۶۲۹- **حدثنا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَيَّانَ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَقَدْ رَأَيْتُنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ شَدِيدِ الْحَرِّ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا مِنَّا أَحَدٌ صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ.

حضرت ام درداءؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمیوں کے دنوں میں بعض سفروں میں دیکھا کہ لوگ سخت گرمی کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو اپنے سروں پر رکھ لیتے ہیں اور ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ کے علاوہ کوئی بھی روزہ دار نہ تھا۔

باب استحباب الفطر للحاج یوم عرفة

عرفہ کے دن حاجی کیلئے افطار مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۶۳۰- **حدثنا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهُ.

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ افراد نے ان کے پاس جھگڑا کیا اس بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن روزہ رکھا ہے کہ نہیں۔ بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہیں اور بعض نے کہا نہیں۔ ام الفضلؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دودھ کا پیالہ بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر وقوف فرمائے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمالیا۔

تشریح:

"عن عمیر مولی ابن عباس" یہاں عمیر کو حضرت ابن عباسؓ کا غلام بتایا گیا ہے، آئندہ بھی اسی طرح ہے، لیکن ساتھ والی روایت میں

عمیر کو حضرت ام الفضلؓ کا غلام کہا گیا ہے تو حقیقت میں عمیر ام الفضل کا غلام تھا، مگر ادنیٰ ملابست کی وجہ سے اس کو حضرت ابن عباسؓ کا غلام بھی کہہ دیا ہے۔ام الفضلؓ حضرت ابن عباسؓ کی ماں ہیں۔"تمـاروا" شک کرنے اور جھگڑنے کے معنی میں ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو عرفہ میں قیام پذیر ہیں، آیا روزہ سے ہیں یا بغیر روزہ کے ہیں۔چنانچہ ام الفضلؓ کے دودھ بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے سے معلوم ہوا کہ آپ روزہ سے نہیں تھے۔فقہاء کرام نے بھی اسی کو مستحب کہا ہے، کیونکہ روزہ نہ رکھنے سے حاجی دیگر اعمال میں خوب محنت کر سکے گا۔عرفہ کے دن دعا اور ذکر واذکار میں مشغول ہونا سب سے افضل عمل ہے، ہاں جو لوگ عرفہ میں موجود نہیں ہیں، ان کیلئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا بہت بڑا درجہ رکھتا ہے، ان کو رکھنا چاہئے۔"قدح" پیالہ کو قدح کہتے ہیں۔"لبن" دودھ کو قرآن وحدیث میں لبن کہا گیا ہے، آج کل عرب لسی کو لبن کہتے ہیں اور دودھ کو حلیب کہتے ہیں، نوجوان طبقہ لبن کے نام سے دودھ کو نہیں جانتا۔یہ افسوس کا مقام ہے۔آئندہ روایت میں قدح کی جگہ قعب کا لفظ آیا ہے، یہ لکڑی کے کاسے کو کہتے ہیں۔

٢٦٣١- **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ بِهَذَا الإِسْنَادِ .وَلَمْ يَذْكُرْ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ .وَقَالَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ.

حضرت ابی النضر سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن معمولی فرق کے ساتھ کہ اس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر سوار ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

٢٦٣٢- **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَالَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ.

حضرت سالم بن ابی النضر سے اس سند کے ساتھ بھی سابقہ روایت کا مضمون منقول ہے۔لیکن سند میں یہ ہے کہ روایت ہے عمیر سے جو مولیٰ ہیں ام الفضل کے۔

٢٦٣٣- **وَحَدَّثَنِي** هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ عُمَيْرًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ- حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ الْفَضْلِ- تَقُولُ شَكَّ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَنَحْنُ بِهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَعْبٍ فِيهِ لَبَنٌ وَهُوَ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهُ.

حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام عمیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ام الفضلؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض کو شک ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تھیں، ام الفضل کہتی ہیں کہ انہوں نے دودھ کا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، آپ

صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ پی لیا۔

٢٦٣٤ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ۔ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ النَّاسَ شَكُّوا فِي صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ مَيْمُونَةُ بِحِلَابِ اللَّبَنِ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ.

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ نبی فرماتی ہیں کہ لوگوں کو شک ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفہ کے روزہ میں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ کا برتن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم موقف میں وقوف عرفہ فرما رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ تناول فرمایا جب کہ لوگ دیکھ رہے تھے۔

تشریح:

"بحلاب اللبن" حلاب ح کے کسرہ کے ساتھ دودھ دھونے کے برتن کو کہتے ہیں۔ اس کو محلب بھی کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے جو باب باندھا ہے کہ "باب الحلاب و الطیب" تو انہوں نے بھی دودھ دھونے کا برتن مراد لیا ہے۔ اس میں ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے، جس سے وضو بنایا گیا ہے، معلوم ہوا شیٔ طاہر کے اختلاط سے پانی پاک رہتا ہے۔ اس باب میں قدح اور قعب اور حلاب کے الفاظ آئے ہیں، دودھ کے لئے استعمال ہونے والے برتن مراد ہیں۔

باب صوم یوم عاشوراء

یوم عاشورہ کے روزوں کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے ستائیس احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٦٣٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ - قَالَتْ كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصُومُ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا هَاجَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ شَهْرُ رَمَضَانَ قَالَ: مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اس روز روزہ رکھا اور رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو فرمایا: جو چاہے روزہ رکھے عاشورہ کا اور جو چاہے نہ رکھے۔

تشریح:

"عاشوراء" یعنی قریش اور اہل مکہ عاشورہ کے روزہ کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ قریش اس دن کا احترام و اہتمام کیوں کرتے تھے، شاید حضرت ابراہیمؑ کی پیروی میں کرتے تھے۔ "فی الجاهلية" اسلام سے پہلے کفر کے دور کو جاہلیت کا دور کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اسلام کے حکم آنے سے پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا ہے۔ ہجرت کے بعد بھی رکھتے تھے، لیکن رمضان کے روزے جب فرض ہو گئے تو عاشورہ کا روزہ اختیاری ہو کر رہ گیا، پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بہت فضائل بیان کئے ہیں تو عاشورہ کا روزہ اب بھی فضیلت رکھتا ہے مگر فرض یا واجب نہیں ہے۔ عاشورہ کا لفظ اصل میں "الليلة العاشرة" تھا، یعنی دسویں محرم، لیکن بطور مبالغہ اس کو عاشورہ بنایا گیا ہے، اب یہ لفظ دسویں محرم کیلئے بطور علم بن گیا ہے۔

"و امر بصيامه" یعنی بطور وجوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا، بعد میں موقوف ہو گیا اور لوگوں کو رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا تو استحباب اور بڑا ثواب اب بھی باقی ہے۔

۲۶۳۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ. وَقَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ وَتَرَكَ عَاشُورَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ. وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِوَايَةِ جَرِيرٍ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث معمولی تغیرات کے ساتھ منقول ہے کہ حدیث کے شروع میں ذکر نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا (اور فرمایا) جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔ اور اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ٹھہرایا جیسے جریر کی روایت میں تھا۔

۲۶۳۷- حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ- أَنَّ يَوْمَ عَاشُورَاءَ كَانَ يُصَامُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلَامُ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جاہلیت کے دور میں عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر اسلام (دین حنیف بن کر) آگیا تو اب جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

۲۶۳۸- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِصِيَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ فَلَمَّا فُرِضَ

رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل عاشورہ کے روزہ کا حکم فرمایا کرتے تھے، جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب جس کا دل چاہتا روزہ رکھتا عاشورہ کا اور جو چاہتا چھوڑ دیتا۔

٢٦٣٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ- قَالَ ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ- عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ عِرَاكًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْهُ.

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ قریش زمانہ جاہلیت میں یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس روزہ کا حکم فرمایا۔ حتی کہ رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اب جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے عاشورہ کا نہ رکھے (دونوں باتیں جائز ہیں)۔

٢٦٤٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَهُ وَالْمُسْلِمُونَ قَبْلَ أَنْ يُفْتَرَضَ رَمَضَانُ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَاشُورَاءَ يَوْمٌ مِنْ أَيَّامِ اللَّهِ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اہل جاہلیت عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے بھی اس دن روزہ رکھا۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عاشورہ اللہ کے ایام میں سے ایک یوم ہے' جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

تشریح:

''یوم من ایام اللہ'' ''ای یوم عظیم من ایام اللہ'' یعنی وقائع دہر میں مشہور واقعات والا دن ہے۔ فرعون اسی دن میں غرق ہوا اور قیامت دس محرم الحرام میں آئے گی۔ علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں کہ اس دن کو عاشورہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن میں دس انبیاء کی دس

کرامات کا ظہور ہوا۔مثلاً موسیٰ کیلئے دریا کو چیرا،فرعون کو غرق کر دیا،حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر اتر گئی،حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ سے اس دن نجات پائی،حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی،حضرت یوسف علیہ السلام اس دن کنویں سے نکالے گئے،حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن میں پیدا ہوئے اور اسی دن آسمان پر اٹھائے گئے،حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ دس محرم کو قبول ہوئی،حضرت ابراہیمؑ اسی دن پیدا ہوئے،حضرت یعقوبؑ کی بینائی اسی دن لوٹ آئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام لغزشوں کو اسی دن معاف کر کے مغفرت کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا۔علامہ عینیؒ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ادریسؑ اسی دن آسمانوں پر اٹھائے گئے،حضرت ایوب علیہ السلام نے اسی دن شفا پائی اور حضرت سلیمانؑ کو اسی دن حکومت سے نوازا گیا......تو اس کی عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس میں روزہ رکھا جائے،اگر کوئی نہیں رکھتا ہے تو نہ رکھے۔"فلیدعه" کا معنی یہی ہے کہ نہ رکھے اور چھوڑ دے۔"یوافق صیامه" یعنی "یوم الخمیس یوم الاثنین" یا دیگر ایام میں سے کوئی ایسا دن دس محرم میں واقع ہوگیا،جس کے روزے کا حضرت ابن عمرؓ التزام کرتے تھے تو اس طرح دن میں یوم عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے،ورنہ نہیں رکھتے تھے۔یہ جملے ساتھ والی روایت کے ہیں۔اسی کی تشریح ہے۔"تــرك" یعنی وجوب اور تاکید کے ساتھ رکھنا چھوڑ دیا۔

٢٦٤١- **وَحَدَّثَنَاهُ** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ .بِمِثْلِهِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ:

حضرت عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت (عاشورہ اللہ کے ایام میں سے ایک یوم ہے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے) منقول ہے۔

٢٦٤٢- **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَوْمًا يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَرِهَ فَلْيَدَعْهُ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاشورہ کا ذکر کیا گیا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"عاشورہ ایک دن ہے جس دن اہل جاہلیت روزہ رکھتے ہیں۔لہٰذا تم میں سے جسے پسند ہو تو اس روز،روزہ رکھ لے اور جسے ناپسند ہو تو چھوڑ دے۔"

٢٦٤٣- **حَدَّثَنَا** أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ- يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ- حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ- حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ: إِنَّ هَذَا يَوْمٌ كَانَ يَصُومُهُ

أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ . وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صِيَامَهُ.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاشورہ کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا: "اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھتے تھے تو جس کا دل چاہے وہ روزہ رکھ لے اور جو ناپسند کرے تو چھوڑ دے۔" اور حضرت عبداللہؓ عاشورہ کا روزہ نہیں رکھتے تھے الا یہ کہ ان کے معمولات کا روزہ اس کے موافق ہو جائے (یعنی جن ایام میں ہر ماہ روزہ رکھنے کا معمول تھا انہی ایام میں عاشورہ آجائے تو روزہ رکھتے تھے)

٢٦٤٤- **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ- قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ .فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ سَوَاءً.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عاشوراء کے دن روزہ کا ذکر کیا گیا۔ پھر باقی روایت حدیث لیث بن سعد کی طرح بیان کی۔

٢٦٤٥- **وَحَدَّثَنَا** أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ- قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ فَقَالَ:ذَاكَ يَوْمٌ كَانَ يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عاشورہ کے دن ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے کہ جس دن جاہلیت کے لوگ روزہ رکھتے تھے تو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔

٢٦٤٦- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ دَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يَتَغَدَّى فَقَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ادْنُ إِلَى الْغَدَاءِ .فَقَالَ أَوَلَيْسَ الْيَوْمُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ قَالَ وَهَلْ تَدْرِي مَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ إِنَّمَا هُوَ يَوْمٌ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ تُرِكَ .وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ تَرَكَهُ.

حضرت عبدالرحمانؒ بن یزید کہتے ہیں کہ اشعثؓ بن قیس، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے پاس حاضر ہوئے تو وہ ناشتہ میں

مشغول تھے انہوں نے اشعث سے کہا اے ابو محمد! آؤ ناشتہ کرلو۔ اشعثؓ نے کہا کیا آج عاشورہ کا دن نہیں ہے؟ عبداللہؓ نے پوچھا: کیا تمہیں معلوم بھی ہے عاشورہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کیا ہے؟ فرمایا کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل روزہ رکھا کرتے تھے، لیکن جب رمضان کی فرضیت (کے احکام) نازل ہوئے تو اس دن روزہ چھوڑ دیا اور ابو کریب کی روایت میں ہے کہ اس کو چھوڑ دیا۔

٢٦٤٧- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالاَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الأَعْمَشِ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالاَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تَرَكَهُ.

حضرت اعمش سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت منقول ہے اور فرمایا جب رمضان کے روزے نازل ہوئے تو عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا۔

٢٦٤٨- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَكَنٍ أَنَّ الأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ دَخَلَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ادْنُ فَكُلْ .قَالَ إِنِّي صَائِمٌ .قَالَ كُنَّا نَصُومُهُ ثُمَّ تُرِكَ.

قیس بن سکن کہتے ہیں کہ اشعثؓ بن قیس، حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے پاس گئے عاشورہ کے دن۔ وہ کھانا کھا رہے تھے انہوں نے فرمایا: ابو محمد! قریب آؤ اور کھاؤ۔ اشعثؓ نے کہا: میں روزہ سے ہوں۔ عبداللہؓ نے فرمایا: ہم بھی یہ روزہ رکھتے تھے پھر چھوڑ دیا گیا۔

٢٦٤٩- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ دَخَلَ الأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ وَهُوَ يَأْكُلُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ .فَقَالَ قَدْ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَإِنْ كُنْتَ مُفْطِرًا فَاطْعَمْ.

علقمہؒ کہتے ہیں کہ اشعثؓ بن قیس ایک بار حضرت ابن مسعودؓ کے پاس حاضر خدمت ہوئے عاشورہ کے روز تو وہ کھا رہے تھے اشعث نے کہا اے ابو عبدالرحمان آج تو عاشورہ کا دن ہے فرمایا کہ اس دن رمضان کی فرضیت کے نزول سے قبل روزہ رکھا جاتا تھا نزول رمضان کے بعد متروک ہو گیا اگر تمہارا روزہ نہ ہو تو کھاؤ۔

تشریح:

"علی ابن مسعود" یعنی اشعث بن قیس حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آ گئے تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ اس حدیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کا ہے، اس سے پہلے کچھ روایات میں مطلق عبداللہ کا ذکر ہے اور صحابہؓ میں جب مطلق عبداللہ آ جائے تو اس سے حضرت ابن مسعودؓ مراد ہوتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے اس طرح احادیث منقول ہیں، نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی منقول ہیں، یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود کی تصریح ہے، لہٰذا پہلے ایک روایت میں "وکان عبد الله لا یصومه الا ان یوافق صیامه" میں ابن مسعود کو مراد لینا چاہئے، لیکن وہاں حضرت ابن عمرؓ ہی مراد ہیں، ممکن ہے کسی راوی نے مطلق عبداللہ ذکر کیا ہو، جس سے وہم ہو گیا کہ شاید وہ ابن مسعودؓ ہیں، مگر ایسا نہیں ہے۔

۲۶۵۰- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ.

حضرت جابرؓ بن سمرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم فرماتے اور ہمیں اس کی ترغیب دیتے تھے اور جب اس کے قریب ہونے کے دن ہوتے تو ہمیں یاد دلاتے جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو پھر ہمیں نہ حکم دیا نہ منع کیا اور نہ ہی کبھی یاد دلایا۔

تشریح:

"یامرنا" یعنی بطور وجوب ہمیں عاشورہ کے روزے کا حکم دیتے تھے۔ "ویحثنا" یعنی ہمیں برانگیختہ کرتے تھے کہ ہم عاشورہ کا روزہ رکھیں اور پابندی کریں۔ "ویتعاھدنا" یعنی ہماری نگرانی کرتے تھے اور وصیت کرتے تھے کہ عاشورہ کا روزہ رکھیں، مگر رمضان کے فرض ہونے کے بعد یہ روزہ صرف سنت کے درجہ میں رہ گیا۔ **کذا قال العلماء**

۲۶۵۱- **حَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ خَطِيبًا بِالْمَدِينَةِ- يَعْنِي فِي قَدْمَةٍ قَدِمَهَا- خَطَبَهُمْ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِهَذَا الْيَوْمِ: هَذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَأَنَا صَائِمٌ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَصُومَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُفْطِرَ فَلْيُفْطِرْ.

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے ان کی مدینہ آمد میں خطبہ

دیتے ہوئے انہیں سنا۔ انہوں نے عاشورہ کے روز خطاب فرمایا اور کہا۔ ''اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے اس روز کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے اس دن کا روزہ تمہارے اوپر فرض نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے، البتہ میں روزے سے ہوں۔ اب تم میں سے جس کا دل چاہے روزہ رکھ لے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔

٢٦٥٢- **حَدَّثَنِي** أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابن شہابؒ سے اس سند سے سابقہ حدیث کی طرح حدیث منقول ہے۔

٢٦٥٣- **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ: إِنِّي صَائِمٌ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ فَلْيَصُمْ .وَلَمْ يَذْكُرْ بَاقِيَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَيُونُسَ.

حضرت زہریؒ سے اس سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن (عاشورہ) کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ میں روزے سے ہوں تو جو چاہتا ہے کہ روزہ رکھے وہ رکھ لے اور مالک بن انس اور یونس کی حدیث کا بقیہ حصہ ذکر نہیں فرمایا۔

٢٦٥٤- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ فَقَالُوا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى فِرْعَوْنَ فَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ .فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ .فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے (ہجرت کر کے) تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ (کہ وہ اس دن روزہ رکھتے ہیں) ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غالب فرمایا تھا لہٰذا ہم اس دن تعظیماً روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہاری نسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب اور ان کے حقدار ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ کا حکم فرما دیا۔

تشریح:

''نحن اولی بموسیٰ منکم''، یعنی ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع میں تم سے زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ ہمیں قرآن کا حکم ہے

﴿فبھداھم اقتدہ﴾ کہ موسیٰ اور دیگر انبیاء کی آپ اقتداء کریں، لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو آج عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، یہ یہود کی اتباع میں نہیں ہے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰؑ کی اتباع میں رکھے ہیں، ہم اپنی شریعت اور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی اتباع میں رکھتے ہیں۔

٢٦٥٥- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ ذَلِكَ.

حضرت ابی بشرؒ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث کی طرح روایت منقول ہے اور اس روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (یہودیوں) سے اس کی وجہ دریافت کی۔

٢٦٥٦- وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ- أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ. فَقَالُوا هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ أَنْجَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُومُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ. فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس دن کی کیا وجہ ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو اس دن؟ تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہ عظیم دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی فرعون اور اس کی قوم کو غرق فرمایا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانہ کا روزہ رکھا اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم زیادہ حقدار ہیں اور تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اپنے صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

٢٦٥٧- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الإِسْنَادِ إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ عَنِ ابْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ لَمْ يُسَمِّهِ.

حضرت ایوبؓ اس سند کے ساتھ سابقہ روایت نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں ابن سعید ابن جبیر بے نام ذکر نہیں کیا گیا۔

٢٦٥٨- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ

مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَتَتَّخِذُهُ عِيدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صُومُوهُ أَنْتُمْ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عاشورہ کے دن کو یہود نے عید کا دن بنالیا تھا اس کی تعظیم کرتے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (مسلمان) اس (دن) کا روزہ رکھو۔

٢٦٥٩- **وَحَدَّثَنَاهُ** أَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ أَخْبَرَنِي قَيْسٌ فَذَكَرَ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ فَحَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ أَهْلُ خَيْبَرَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ يَتَّخِذُونَهُ عِيدًا وَيُلْبِسُونَ نِسَاءَهُمْ فِيهِ حُلِيَّهُمْ وَشَارَتَهُمْ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَصُومُوهُ أَنْتُمْ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ ابواسامہ نے فرمایا مجھ سے صدقہ بن ابی عمران نے قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب عن ابی موسیٰؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ اہل خیبر عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور اسے عید کا دن بنالیا تھا اس روز اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے اور بناؤ سنگھار کراتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم اس دن روزہ رکھو۔

تشریح:

"اھل خیبر" اس سے یہود خیبر مراد ہیں، کیونکہ خیبر پر وہ قابض تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ مغلوب ہوگئے۔ "حلیھم" ح پر ضمہ ہے اور لام پر کسرہ ہے اوری پر شد ہے، یہ جمع ہے اس کا مفرد "حلی "ح پر زبر ہے اور لام ساکن ہے، یہ "ثُدِیٌّ" اور "ثَدی" کی طرح ہے۔ عورتوں کے زیورات کو کہتے ہیں جیسے کنگن، انگوٹھیاں، پازیب اور ہار ہوتے ہیں۔ "وشارتھم" "الشارۃ اللباس الحسن و الھیئۃ الحسنۃ" زیب وزینت اور رنگارنگی لباس پہننے اور اچھی صورت بنانے کے معنی میں ہے۔

٢٦٦٠- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ- عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ- مَا- وَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ. فَقَالَ مَا عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمًا يَطْلُبُ فَضْلَهُ عَلَى الأَيَّامِ إِلاَّ هَذَا الْيَوْمَ وَلاَ شَهْرًا إِلاَّ هَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي رَمَضَانَ.

حضرت ابن عباسؓ سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میرے علم میں کوئی ایسا دن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کی فضیلت کو دوسرے ایام کے مقابلہ میں حاصل کرنے کیلئے روزہ رکھا ہو سوائے

اس (عاشورہ) کے دن کے اور سوائے اس مہینہ کے یعنی رمضان کے۔

٢٦٦١- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث کے مثل مضمون نقل کیا گیا ہے۔

باب أي يوم يصام عاشوراء

عاشورہ کا روزہ کس دن رکھا جائے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٦٦٢- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الأَعْرَجِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ- وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ فِي زَمْزَمَ فَقُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنْ صَوْمِ عَاشُورَاءَ. فَقَالَ إِذَا رَأَيْتَ هِلاَلَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ وَأَصْبِحْ يَوْمَ التَّاسِعِ صَائِمًا .قُلْتُ هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ قَالَ نَعَمْ.

حضرت حکم ابن اعرج فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس جا پہنچا وہ چادر سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے زمزم کے کنارے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ عاشورہ کے روزہ کے بارے میں مجھے بتلائیے؟ فرمایا: جب تو محرم کا چاند دیکھ لے تو شمار کرتا رہ اور نویں تاریخ کی صبح روزہ کی حالت میں کرنا، میں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اس دن روزہ رکھتے تھے؟ فرمانے لگے ہاں۔

تشریح:

"یوم التاسع صائما" یعنی محرم کی گنتی کرو، جب نو محرم ہو جائے تو عاشورہ کا روزہ رکھو، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نو محرم کے روزہ کو عاشورہ کا روزہ قرار دے رہے ہیں، یہی ان کا مسلک ہے، لیکن جمہور علماء سلف وخلف دس محرم کو یوم عاشورہ کہتے ہیں۔ سعید بن مسیبؒ، حسن بصریؒ، امام مالکؒ واحمد بن حنبلؒ اور دیگر علماء کی یہی رائے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت جمہور علماء کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ صرف دس محرم کا روزہ نہ رکھو۔ اس میں یہود سے مشابہت آتی ہے، لہٰذا نو محرم کا بھی ساتھ رکھا کرو۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ ہی کی روایت اسی باب میں آرہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا روزہ رکھا اور پھر فرمایا کہ اگر میں آئندہ زندہ رہا تو دس کے ساتھ نو یا گیارہ کا روزہ ملاؤں گا تاکہ یہود سے

مشابہت نہ آئے۔ چنانچہ آئندہ محرم آنے سے پہلے آپ کا انتقال ہوگیا، لیکن امت آج تک اس پر قائم ہے کہ نو محرم یا گیارہ محرم کو اس روزہ کے ساتھ ملاتے ہیں تاکہ یہود سے مشابہت نہ ہو، لہٰذا جو لوگ یہ تشویش پیدا کرتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ نو محرم کا ہے، دس میں صحیح نہیں ہے۔ یہ لوگ شک میں پڑ گئے ہیں اور تشویش پیدا کرنے والے لوگ ہیں، ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "**عن ابن عباس قال صوموا التاسع و العاشر و لا تشبهوا باليهود**" (رواه الشافعي، منة المنعم)

٢٦٦٣- **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ- وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ عِنْدَ زَمْزَمَ عَنْ صَوْمِ عَاشُورَاءَ. بِمِثْلِ حَدِيثِ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ.

حکمؒ بن اعرج کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا (وہ اپنی چادر سے ٹیک لگائے زمزم کے کنارے تشریف فرما تھے) عاشورہ کے روزہ سے متعلق آگے سابقہ حدیث حاجب بن عمر کی مانند ذکر کیا۔

٢٦٦٤- **وَحَدَّثَنَا** الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ بْنَ طَرِيفٍ الْمُرِّيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ- يَقُولُ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ- إِنْ شَاءَ اللَّهُ- صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ .قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی فرمایا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس دن کی تعظیم تو یہود و نصاریٰ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اگلا سال آئے گا تو انشاء اللہ ہم نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھیں گے (تاکہ یہود و نصاریٰ سے مشابہت نہ رہے) لیکن وہ اگلا برس نہ آیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔

٢٦٦٥- **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرٍ- لَعَلَّهُ قَالَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ- قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ .وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ يَعْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں آئندہ سال بھی زندہ رہا تو ضرور نویں

تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ ابوبکر کی روایت میں ہے کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عاشورہ تھی (کہ آئندہ برس محرم کی ۹ اور دس تاریخ دونوں کو روزہ رکھوں گا۔

باب من أكل في عاشوراء فليكف بقية يومه

جن نے عاشورہ کے دن افطار کیا وہ بقیہ دن امساک کرے

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو ذکر کیا ہے۔

۲۶۶۶- **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ- يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ- عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي النَّاسِ: مَنْ كَانَ لَمْ يَصُمْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ صِيَامَهُ إِلَى اللَّيْلِ.

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسلم کے ایک شخص کو عاشورہ کے روز بھیجا تاکہ لوگوں میں یہ اعلان کردے کہ: جس نے روزہ نہیں رکھا ہو وہ رکھ لے اور جو کھا پی چکا ہو وہ رات (افطار) تک اپنا روزہ پورا کرلے (یعنی اب افطار تک کچھ نہ کھائے پیئے)

تشریح:

"بعث رجلا" اس شخص کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ تھا۔ یہ سب صحابی ہیں۔ "فلیتم" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کے ذریعہ سے یہ اعلان کروایا کہ جس شخص نے ابھی تک کچھ کھایا نہیں ہے وہ بھی عاشورہ کے روزہ کی نیت کرے اور جس شخص نے صبح سے کچھ کھایا پیا ہے تو وہ بقیہ دن امساک کرے تو دو قسم کے لوگ تھے، ہر ایک کا حکم الگ الگ تھا، جس نے نہیں کھایا وہ تو مکمل روزہ رکھے اور جس نے صبح سے کچھ کھایا ہے، وہ صرف امساک کرے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ عاشورہ کا روزہ فرض کے درجہ میں تھا، کیونکہ اس طرح حکم تو رمضان کے روزوں کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب رمضان فرض ہو گیا تو عاشورہ کے روزہ کا حکم نرم پڑ گیا۔ اب یہ مستحب کے درجہ میں ہیں۔

۲۶۶۷- **وَحَدَّثَنِي** أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ بْنِ لَاحِقٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ الَّتِي حَوْلَ الْمَدِينَةِ: مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ. فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ نَصُومُهُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ

فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الإِفْطَارِ.

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کی صبح کو انصار کی بستیوں میں جو مدینہ کے ارد گرد تھیں یہ پیغام بھیجا کہ: ''جس نے روزہ دار کی طرح صبح کی (صبح سے اٹھ کر کچھ کھایا پیا نہیں) تو اسے چاہئے کہ اپنے روزہ کو پورا کرلے اور جس نے صبح کو کچھ کھا پی لیا (یا مفسد صوم کچھ کام کرلیا) وہ بھی باقی دن (بغیر کچھ کھائے پیئے گزار کر) روزہ پورا کرے۔'' چنانچہ اس کے بعد ہم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی اللہ کی مشیت وتوفیق سے روزہ رکھواتے تھے اور (انہیں لے کر) مسجد جاتے تھے تو بچوں کیلئے روئی کے کھلونے بناتے تھے۔ جب بچوں میں سے کوئی روتا تو وہ کھلونا اسے دے دیتے افطار تک (وہ اس سے دل بہلاتا رہتا اور کھانے سے غافل ہو جاتا)

تشریح:

''نصوم'' یہ باب تفعیل سے ہے، روزہ رکھوانے کے معنی میں ہے۔ ''اللعبة'' کھلونے کو کہتے ہیں۔ ''العهن'' رنگین اون کو کہتے ہیں۔ ''تلهیهم'' یعنی یہ کھلونا اس بچے کو غافل بنا کر مشغول رکھتا تھا تاکہ بچے کا خیال بھوک و پیاس کی طرف نہ جائے اور روزہ مکمل کرلے۔ باب افعال سے ہے۔

٢٦٦٨- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْعَطَّارُ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ قَالَ: سَأَلْتُ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذٍ عَنْ صَوْمِ عَاشُورَاءَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلَهُ فِي قُرَى الأَنْصَارِ. فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ بِشْرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَنَصْنَعُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَنَذْهَبُ بِهِ مَعَنَا فَإِذَا سَأَلُونَا الطَّعَامَ أَعْطَيْنَاهُمُ اللُّعْبَةَ تُلْهِيهِمْ حَتَّى يُتِمُّوا صَوْمَهُمْ.

حضرت خالدؒ بن ذوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع معوذ سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: آگے سابقہ حدیث کی مانند ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم ان بچوں کیلئے روئی کے کھلونے بناتے اور اپنے ساتھ بچوں کو مسجد لے جاتے۔ جب وہ کھانا مانگتے تو انہیں کھلونے دے کر بہلاتے تھے یہاں تک کہ روزہ پورا کر لیتے تھے۔

باب النهى عن صوم يوم الفطر و الاضحىٰ

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں روزہ رکھنا منع ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۶۶۹- **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ أَنَّهُ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ هَذَيْنِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالآخَرُ يَوْمٌ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ.

ابوعبیدؒ مولیٰ ابن ازہر کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا وہ تشریف لائے اور نماز پڑھی، بعد از فراغت نماز لوگوں کی جانب مڑے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''ان دونوں دنوں (عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، ایک تو رمضان کے روزوں کے بعد عیدالفطر کا دن ہے، اور دوسرا دن جس دن کہ تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو (عیدالاضحیٰ)

تشریح:

''ان هذين يومان'' یعنی ان دودنوں میں روزہ رکھنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ان دودنوں میں روزہ رکھنے کی اصلاً ممانعت ہے اور اس کے بعد ایام تشریق میں تبعاً روزہ رکھنے کی ممانعت آتی ہے۔ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر اور ایام تشریق سال میں یہ پانچ ایام منہیہ ہیں، جس میں روزہ رکھنا اتفاقاً حرام ہے، کیونکہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت کے دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ضیافت کو قبول نہ کرنا اور روزہ رکھنا جمہور کے نزدیک جرم ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ متمتع حاجی جس نے تمتع کی نیت کی ہو اور وہ قربانی پر قدرت نہیں رکھتا ہو تو وہ ان دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔ جمہور اور احناف نے ان مطلق احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں مطلقاً روزہ کی ممانعت کا ذکر ہے اور ان دنوں کو اکل وشرب وبعال کے دن قرار دیا گیا ہے اور اس بات کی علت بیان کی گئی ہے کہ روزہ کیوں منع ہے؟ عیدالفطر کیلئے یہ علت ہے کہ رمضان کے روزوں کے بعد کھانا پینا چاہئے اور عیدالاضحیٰ کیلئے یہ علت بیان کی گئی ہے کہ اس میں آدمی اپنی قربانی سے خوب گوشت کھائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

۲۶۷۰- **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ.

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔

٢٦٧١ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ - وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ - عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا فَأَعْجَبَنِي فَقُلْتُ لَهُ آنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ أَسْمَعْ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَا يَصْلُحُ الصِّيَامُ فِي يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ.

قزعہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے ابوسعیدؓ سے کہا: کیا آپؓ نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا تو (تمہارا خیال ہے) میں حضور علیہ السلام سے منسوب ایسی بات کہوں گا جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''دو دن روزہ رکھنا صحیح نہیں عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔''

تشریح:

"فاعجبنی" یعنی مجھے یہ حدیث بہت پسند آئی، جس میں تھا کہ عیدین کے دن روزہ نہ رکھو۔ اسی تعجب اور خوشی کی وجہ سے میں نے ان سے پوچھا: "آنت سمعت هذا" یعنی آپ نے خود یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور واقعی آپ نے سنی بھی ہے؟ "فاقول مالم اسمع" یعنی ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی جھوٹ بولتا ہوں؟ یہ استفہام انکاری ہے۔ "قال" یعنی پھر حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ایسا سنا ہے۔

٢٦٧٢ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر اور یوم النحر (قربانی کے دن) روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

٢٦٧٣ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ. فَقَالَ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَصُومَ يَوْمًا فَوَافَقَ يَوْمَ أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ.

حضرت زیادؒ بن جبیر فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک دن کے روزہ کی نذر مانی تھی

وہ دن عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موافق پڑ گیا (اب کیا حکم ہے؟) ابن عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔

تشریح:

"جاء رجل" اس آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا ہے کہ مثلاً میں نے ایک دن کے روزہ کی نذر مانی، اتفاق سے وہ دن عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا واقع ہو گیا، اب میں روزہ کو جاری رکھوں یا نہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے عجیب احتیاط سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کے دنوں میں روزہ کو منع کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا ہوں، دونوں طرف دلائل ہیں، اس لئے توقف بہتر ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے قضاء کرنے کا اشارہ دیا ہو کہ احتیاط اس میں ہے کہ فی الحال توڑ دو تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جائے اور پھر قضاء کر لو تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہو جائے اور نذر پوری ہو جائے، اب عیدین کے دن نذر ماننے اور پھر توڑنے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا نہیں ہے، نذر کو توڑنا پڑے گا، لیکن بعد میں قضاء لازم ہوگی یا نہیں تو اس میں چاروں ائمہ کے اقوال مختلف ہیں اور دو دو تین تین اقوال بھی ہیں، جس کی وجہ سے مسئلہ میں بڑا اختلاط واقع ہو گیا ہے۔ معتدل و متوسط اور راجح قول یہ ہے کہ فی الحال روزہ توڑ دے اور آئندہ نذر کی قضاء کرلے۔

۲۶۷۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الأَضْحَى.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔"

باب تحريم صوم أيام تشريق

ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۶۷۵- وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ.

حضرت نبیشہ ہذلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ایام تشریق تو کھانے پینے کے دن ہیں۔"

تشریح:

"ایام تشریق" اس کو "ایام منی" بھی کہتے ہیں، کیونکہ ان دنوں میں حجاج کرام رمی جمرات کیلئے منی میں رہتے ہیں۔ایام تشریق تین دن ہیں، یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذوالحجہ کی تاریخوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ شرق تشریق باب تفعیل سے گوشت سکھانے کے معنی میں ہے۔عرب لوگوں کی عادت تھی اور افغانوں کی بھی یہی عادت ہے کہ یہ لوگ قربانی کے گوشت ٹکڑوں میں کاٹ کر رسیوں اور موٹے تاروں پر پھیلاتے ہیں اور دھوپ میں کئی دن تک سکھاتے ہیں۔اسی عمل کو "شروق اللحم" کہتے ہیں۔چونکہ عید کے بعد تین دن تک یہی عمل ہوتا ہے، اس لئے یہ دن ایام تشریق کہلائے گئے۔اب ایام تشریق میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کا کیا حکم ہے تو عیدین کی طرح ان ایام میں بھی روزہ رکھنا حرام ہے۔احناف وشوافع دونوں کا مسلک اس طرح ہے۔امام مالکؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص حاجی متمتع ہے تو اس کیلئے گنجائش ہے کہ روزہ رکھ لے، بشرطیکہ ہدی کا جانور اس حاجی کو میسر نہ ہو تو وہ ایام تشریق میں روزہ رکھ سکتا ہے۔انہوں نے حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے، مگر جمہور نے اس باب کی احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں متمتع اور غیر متمتع کا فرق نہیں ہے۔مطلقاً منع ہے۔ان کو "ایام اکل و شرب و بعال" کہا گیا ہے، جو جماع کے معنی میں ہے۔ایک روایت میں "و ذکر اللہ" کا لفظ بھی ہے۔

۲۶۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ - عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ خَالِدٌ فَلَقِيتُ أَبَا الْمَلِيحِ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي بِهِ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ وَزَادَ فِيهِ: وَذِكْرٍ لِلَّهِ.

اس سند کے ساتھ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں صرف ذکر اللہ کے الفاظ زائد ہیں۔

۲۶۷۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ وَأَوْسَ بْنَ الْحَدَثَانِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ فَنَادَى: أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ .وَأَيَّامُ مِنًى أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ.

حضرت ابن کعبؓ بن مالک اپنے والد کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں (کعب کو) اور اوسؓ بن حدثان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں یہ اعلان کرنے کیلئے بھیجا کہ آواز لگائیں: "جنت میں سوائے مومن کے کوئی نہ داخل ہوگا اور منیٰ (کی حاضری) کے ایام تو کھانے پینے کے ایام ہیں"

٢٦٧٨ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَنَادِيَا.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان دونوں صحابیوں سے) فرمایا کہ تم دونوں جا کر اعلان کردو۔

باب كراهة افراد يوم الجمعة بصوم

جمعہ کے دن کو روزہ کیلئے خاص کرنا مکروہ ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٦٧٩ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ. وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ أَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ نَعَمْ وَرَبِّ هَذَا الْبَيْتِ.

محمدؒ بن عباد بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الجمعہ کے روزہ سے منع فرمایا ہے؟ کہا کہ ہاں! اس بیت اللہ کے رب کی قسم۔

تشریح:

"أنهى رسول الله"، یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اب اس مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے اور علماء کے اقوال کو دیکھنا چاہئے اور پھر فیصلہ دینا چاہئے اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس ممانعت کی حکمت کیا ہے؟

جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں اختلاف

علامہ نوویؒ نے اس حدیث کے تحت جمعہ کے دن کو روزہ کیلئے خاص کرنے کی سختی سے تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ جمہور کے نزدیک تخصیص جمعہ جائز نہیں، بلکہ مکروہ ہے، ہاں ایک دن پہلے بھی روزہ رکھا جائے اور بعد میں بھی رکھا جائے تو پھر جائز ہے یا کسی آدمی کی عادت ہے اور اس دن جمعہ پڑ گیا تو بھی جائز ہے۔ اس کے علاوہ جائز نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، گویا شوافع اور حنابلہ کے نزدیک روزہ کیلئے جمعہ کو خاص کرنا مکروہ ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ البتہ امام مالکؒ نے جمعہ کے دن میں خصوصیت سے روزہ رکھنے کو مستحسن قرار دیا ہے۔ موطا میں امام مالکؒ کی عبارت اس طرح ہے:

"لم اسمع احدا من اهل العلم و الفقه و من به يقتدىٰ نهى عن صيام يوم الجمعة و صيامه حسن اه"

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ معذور ہیں، ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی ہے۔ ائمہ احناف کے نزدیک روزہ رکھنے کیلئے تخصیص جمعہ جائز ہے، زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہوسکتا ہے۔

تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

علامہ شیخ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ شریعت نے جمعہ کے دن کو عبادات اور صوم کیلئے خاص کرنے کی ممانعت دو وجہ سے کی ہے۔ ممانعت کی پہلی وجہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ نصاریٰ نے اتوار کے دن کو بطور تعظیم عبادات اور صوم کیلئے خاص کر رکھا ہے اور یہود نے ہفتہ کے دن کو عبادات اور صوم کیلئے خاص رکھا ہے۔ اسلام نے جمعہ کے دن میں خاص کر روزہ رکھنے سے منع کر دیا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے مشابہت نہ آجائے۔ ممانعت کی دوسری وجہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو چند عبادات کے ساتھ خاص فرما دیا اور ہفتہ کے دیگر ایام کو بھی کچھ نہ کچھ خصوصی اعمال کے ساتھ خاص کر دیا تو بالکل مناسب نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تخصیص کے ساتھ کوئی انسان بھی تخصیص کرنے لگے۔ (یعنی تخصیص عبادات کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔)

ملا علی قاری نے اس کلام کو نقل کیا اور اس کے بعد فرمایا کہ کسی حکم کی حکمت یا مصلحت کا ادراک بندے کا کام نہیں ہے، بندہ کے شایان شان تو یہ اعتراف و اعلان ہے کہ ہمارا کام ہر حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اس باب کی آخری حدیث میں ہے "لا تخصوا ليلة الجمعة" کہ جمعہ کی رات کو کسی عبادت کیلئے خاص نہ کرو۔ یہ حدیث صریح و صحیح بانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ جمعہ کو کسی نیک کام کیلئے خاص نہ کرو، اس ممانعت کے باوجود اہل بدعت جمعہ کی رات کو عبادت کیلئے خاص کرتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ چنانچہ اہل بدعت نے "صلوة الرغائب" کو ایجاد کر کے جمعہ کے تقدس کو پامال کیا ہے۔ صلوۃ الرغائب رجب کے پہلے عشرہ میں پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جاتی ہے، جس کا اہل بدعت اہتمام کرتے ہیں۔ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں: علماء نے صلوٰۃ الرغائب کو بدعت اور مکروہ قرار دینے کیلئے اس حدیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے۔ علماء نے اس نماز کی بدعت و اختراع اور اس کے ایجاد کرنے والوں کی گمراہی پر مستقل کتابیں لکھی ہیں الخ۔ علامہ نوویؒ کے اس کلام سے تبلیغی جماعت والوں کی آنکھیں بھی کھل جانی چاہئیں، جو شب جمعہ اور سہ روزہ چلہ و گشت کے امور میں غلو کی حد تک تخصیص و تعین کرتے ہیں۔

سوال: یہاں پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت ہے، جس کو ترمذی اور ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔ اس میں واضح طور پر جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی تخصیص کا بیان ہے۔ الفاظ اس طرح ہیں: "عن عبد الله بن مسعود قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم من غرة كل ثلاثة ايام و قلما كان يفطر يوم الجمعة" اب ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس سوال کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ یہ سوال تو ان لوگوں پر ہے جو جمعہ کی تخصیص کے قائل نہیں ہیں۔ احناف تو جمعہ کی تخصیص کو مانتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ مرقات میں علامہ ابن ہمام کے حوالہ سے یوں لکھتے ہیں:

"قال ابن الهمام و لا بأس بصوم يوم الجمعة منفردا عند أبي حنيفة و محمد رحمهما الله" (مرقاۃ، ج ۴، ص ۵۴۸)

ملا علی قاریؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہی ہے۔ انہوں نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ممانعت فرمائی ہے، یہ شفقت ورحمت کی بنیاد پر ہے کہ جمعہ میں دیگر عبادات مثلاً غسل ہے، سعی ہے، خطبہ و جمعہ ہے، اب اگر روزہ کو بھی ان عبادات کے ساتھ ملا دیں گے تو مشقت میں پڑ جائیں گے۔ ملا علی قاریؒ نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ممانعت فرمادی کہ کہیں لوگ یوم جمعہ کے روزے کو واجب نہ سمجھیں۔ (ص ۵۵۶ ج ۴)

ملا علی قاری حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے اس میں تاویل کا انکار کر کے لکھتے ہیں کہ:

"بل ظاهره الاطلاق المؤيد لمذهبنا انه لا يكره افراد صومه" (ج ۴ ص ۵۵۶)

احناف کے بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ عبادت کیلئے جمعہ کی تخصیص کی ممانعت اور کراہت اس صورت میں ہے کہ ایک آدمی کسی نیک عمل کو جمعہ کی فضیلت کیلئے مؤخر کرتا ہے، مثلاً صدقہ وخیرات ہے یا کوئی روزہ رکھتا ہے، اس کو دوسرے ایام میں ٹال دیتا ہے اور جمعہ تک پہنچا کر اس نیک عمل کو جمعہ میں تکثیر ثواب کیلئے خاص کرتا ہے۔ یہ اس لئے منع ہے کہ اس میں عقیدہ کی خرابی کا خطرہ ہے۔ بہتر جواب وہی ہے کہ ابتداء اسلام میں اس کی ممانعت تھی، جب عقیدہ کی خرابی کا خطرہ نہیں رہا تو پھر اجازت مل گئی۔

۲۶۸۰- **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ. بِمِثْلِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس سند میں بھی حضرت محمد بن عباد بن جعفر خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے دریافت کیا حضرت جابرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (سابقہ حدیث کی طرح) نقل فرمایا۔

۲۶۸۱- **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ (ح) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى- وَاللَّفْظُ لَهُ- أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَصُمْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی (صرف) جمعہ کو روزہ نہ رکھے۔ الا یہ کہ اس سے قبل یا بعد بھی روزہ رکھے۔

٢٦٨٢- وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ- يَعْنِي الْجُعْفِيَّ- عَنْ زَائِدَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَلَا تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ.

حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جمعہ کی شب کو دوسری راتوں سے الگ مخصوص مت کرو۔ قیام (عبادت گزاری) کے ساتھ اور نہ ہی جمعہ کے دن کو دوسرے ایام کے درمیان روزہ سے خاص کروالا یہ کہ جمعہ ان دنوں میں آجائے جن میں وہ روزہ رکھتا ہی ہو“ (معمول کے مطابق)

باب نسخ قول الله و على الذين يطيقونه فدية

روزہ رکھنے یا فدیہ دینے کا اختیار منسوخ ہو گیا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے۔

٢٦٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ- يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ- عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى سَلَمَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ كَانَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ. حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا.

حضرت سلمہؓ بن الاکوع فرماتے ہیں۔ جب یہ آیت ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ نازل ہوئی تو اس وقت حکم یہ تھا کہ جو شخص بھی روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ فدیہ دے کر روزہ نہ رکھتا، لیکن جب بعد والی آیت نازل ہوگئی تو یہ حکم ختم ہو گیا۔

تشریح:

”یفطر و یفتدی،“ یعنی ابتداء اسلام میں روزہ رکھنے والوں کیلئے اختیار تھا کہ روزہ رکھے یا فدیہ دیکر مسکین کو کھانا کھلا دے، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور صاحب استطاعت کو بھی روزہ رکھنے کا پابند بنا دیا گیا تو جمہور کے ہاں فدیہ ایک مسکین کو ایک مد کھلانے کا نام ہے، مگر احناف کے نزدیک دو مد ادا کرنا فدیہ ہے۔ اب یہ بات رہ گئی کہ قرآن کی یہ آیت اور اس کا حکم منسوخ ہے یا منسوخ نہیں ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین میں سے ایک جماعت کا خیال ہے کہ ابتداء اسلام میں اختیار تھا کہ جو شخص فدیہ دے سکتا تھا تو وہ فدیہ دیدیتا اور روزہ نہیں رکھتا تھا تو ”یطیقون“ کا مطلب مالی استطاعت ہے اور جو شخص مالی استطاعت نہیں رکھتا تھا، وہ صرف روزہ رکھنے کا پابند ہوتا تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ہر شخص کو حکم دیا گیا کہ وہ روزہ رکھے۔ ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ والی آیت نے

اس سابق حکم کو منسوخ کر دیا۔ اس باب کی دونوں حدیثوں میں اسی حکم کو بیان کیا گیا ہے۔

لیکن علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ان مریضوں سے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں، یہ حضرات آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ "یطیقونہ" باب افعال سے سلب ماخذ کیلئے ہے، یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے ہیں، زیادہ بوڑھے ہیں یا شدید بیمار ہیں تو وہ لوگ روزہ رکھنے کے بجائے فدیہ ادا کریں، یہ حکم پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے اور آیت محکم غیر منسوخ ہے۔

٢٦٨٤- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا فِي رَمَضَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ فَافْتَدَى بِطَعَامِ مِسْكِينٍ حَتَّى أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾.

حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم لوگ رمضان میں یہ کرتے تھے کہ جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا افطار کر لیتا (روزہ نہ رکھتا) اور ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دے دیا کرتا تھا، پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ "تم میں سے جو مہینہ (رمضان) دیکھ لے (پالے) اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔"

باب قضاء رمضان فی شعبان

رمضان کے قضاء شدہ روزوں کا شعبان میں رکھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٦٨٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ- تَقُولُ كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَهُ إِلَّا فِي شَعْبَانَ الشُّغْلُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مجھ پر رمضان کے ایک روزہ کی قضا واجب تھی لیکن میں قضا کی استطاعت نہ رکھتی تھی سوائے ماہ شعبان کے جس کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغولیت تھی، (یعنی اگر رمضان میں روزے قضا ہو جاتے تو پھر سارا سال اس کی قضا کرنا ممکن نہ ہوتا میرے لئے

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے باعث روزہ رکھنا میری استطاعت سے باہر تھا البتہ ماہ شعبان میں جب خود حضور علیہ السلام بھی کثرت سے روزے رکھتے تھے تو میں بھی روزہ کی قضا کر لیتی تھی جس سے معلوم ہوا کہ قضا رمضان میں اتنی تاخیر جائز ہے البتہ بلا کسی عذر کے تاخیر مکروہ ہے)

تشریح:

"عائشة تقول" اس باب میں امام مسلم ؒ کی بیان کردہ پانچوں احادیث کا تعلق رمضان کے روزوں کی قضا کرنے سے ہے جو شعبان میں قضاء ہوتے تھے، اسی کو حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے، وہ بیان آگے آرہا ہے، لیکن یہاں روزوں کی قضاء کے لئے چند قواعد ہیں، وہ پہلے لکھے جاتے ہیں، روزہ نہ رکھنے یا توڑ ڈالنے سے متعلق تین حکم ہیں۔

(۱): بھول چوک میں اگر کسی نے نسیاناً روزہ افطار کیا تو اس میں نہ قضاء ہے، نہ کفارہ ہے۔

(۲): قصد و عمد کے ساتھ رمضان کا روزہ افطار کرنے کی صورت میں دو ماہ مسلسل روزے رکھنے کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔

(۳): کسی شرعی عذر کی وجہ سے اگر کوئی روزہ افطار کرے تو اس میں قضاء لازم آتی ہے۔ اس باب میں زیادہ تر احادیث اس مسئلہ کے ساتھ متعلق ہیں، کیونکہ حضرت عائشہؓ کے روزے رمضان میں ماہواری کی وجہ سے قضاء ہو گئے تھے۔

شارحین لکھتے ہیں کہ راجح یہی ہے کہ یہاں قضاء سے رمضان کے روزوں کی قضاء مراد ہے، بلکہ یہاں تو رمضان کی تصریح موجود ہے۔

"قالت کان یکون" علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ "یکون" کا کلمہ زائد ہے۔ ملا علی قاری کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ "کان" شان کے معنی میں مستعمل ہے اور "یکون" اپنی جگہ پر قائم ہے۔ "ای کان الشان یکون علی الصوم" یعنی معاملہ ایسا تھا کہ میرے ذمہ پر قضاء روزے ہوتے تھے، یعنی بوجہ ماہواری رمضان کے روزے قضاء ہو جاتے تھے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی وجہ سے روزوں کی قضاء کیلئے فارغ نہیں ہو سکتی تھی، الا یہ کہ شعبان کا مہینہ جب آتا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزے رکھتے تھے اور میں بھی روزہ رکھنے کیلئے فارغ ہو جاتی تھی۔ "من النبی او بالنبی" یہ راوی کا کلام ہے جو حضرت عائشہؓ کے کلام کی تشریح و تفسیر کرنا چاہتے ہیں، یعنی حضرت عائشہ ؓ کا "لا استطیع" کے کلام سے مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتی تھیں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے ساتھ مشغول تھیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہاں "من" تعلیل کیلئے ہے اور با سبب کیلئے ہے۔ علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ راوی یحییٰ بن سعید نے جو وضاحت کی ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

"الشغل" یہ مبتدا ہے، اس کی خبر محذوف ہے جو مانع ہے یا یہ خبر ہے اس کا مبتدا محذوف ہے: "ای الشغل هو المانع او المانع هو الشغل" یہ الفاظ صحیح مسلم میں یہاں ہیں، لیکن اوپر جو الفاظ "من النبی او بالنبی" کے مذکور ہیں۔ وہ کسی اور جگہ میں امام مسلم نے نقل کئے ہیں۔ معلوم نہیں اس حدیث کو کہاں ذکر کیا ہے۔ ترتیب کا پتہ نہیں چلتا، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ترتیب میں امام مسلم کا کوئی ثانی نہیں

ہے۔ صحیح مسلم میں جو بے ترتیبی ہے، وہ مجھ سے پوچھ لیا جائے کہ اس نے مجھے کتنا پریشان کر رکھا ہے، ہاں مختلف سندوں کو لانا اور متون کا ڈھیر لگانا اس میں امام مسلم کا کوئی ثانی نہیں ہے، یہاں اس مسئلہ کو سمجھ لینا چاہئے کہ رمضان کے قضاء شدہ روزے اگر آئندہ رمضان تک رہ گئے اور قضاء نہیں ہوئے، تو بعض کے نزدیک ان پر فدیہ لازم آئے گا، مگر جمہور کہتے ہیں کہ نہ کفارہ ہے نہ فدیہ ہے البتہ سستی نہیں کرنی چاہئے۔

٢٦٨٦ - **وَحَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَذَلِكَ لِمَكَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت یحیٰی بن سعید سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ میں (حضرت عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مشغول رہتی تھی۔

٢٦٨٧ - **وَحَدَّثَنِيهِ** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ فَظَنَنْتُ أَنَّ ذَلِكَ لِمَكَانِهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .يَحْيَى يَقُولُهُ.

یحیٰی بن سعید سے یہی حدیث منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی تاخیر کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہوگی"

٢٦٨٨ - **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (ح) وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرَا فِي الْحَدِيثِ الشُّغْلُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت یحیٰی بن سعید سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ رسول اللہ کی وجہ سے قضا میں تاخیر ہوتی تھی۔

٢٦٨٩ - **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ - أَنَّهَا قَالَتْ إِنْ كَانَتْ إِحْدَانَا لَتُفْطِرُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَقْدِرُ عَلَى أَنْ تَقْضِيَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَأْتِيَ شَعْبَانُ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر ہم (ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ نہ رکھتی تھی (فطری عذر کی وجہ سے) تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے ہوئے ان روزوں کی قضا نہ کر پاتی تھی یہاں تک کہ شعبان آجاتا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغولیت کی بناء پر تاخیر ہوتی تھی)

باب قضاء الصيام عن الميت

مردے کی طرف سے روزہ کی قضاء کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو ذکر کیا ہے۔

۲۶۹۰- وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ- أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص مرجائے اور اس پر روزے قضاء ہوں تو اس کا ولی وارث اس کی طرف سے روزوں کی قضا کرے۔''

تشریح:

''صام عنہ ولیہ'' یعنی ایک آدمی کے ذمہ فرض یا نذر کے روزے تھے اور وہ مرگیا تو اس کی جانب سے اس کا ولی وارث یا عصبہ روزے رکھے تو اس کا ذمہ ساقط ہو جائے گا، یہ تو اس حدیث کا ظاہری مفہوم ہے جو بالکل واضح ہے، لیکن میت کی طرف سے روزہ رکھنے میں فقہاء کا تھوڑا سا اختلاف ہے کہ آیا فدیہ ادا کیا جائے یا میت کی جانب سے روزہ رکھا جائے۔ علماء احناف اس طرح تفصیل فرماتے ہیں کہ اگر میت نے اپنے روزوں کے فدیہ کی وصیت کی ہو اور میت کے ترکہ میں اتنا مال بھی ہو جس سے فدیہ ادا ہو سکے تو ورثا پر واجب ہے کہ وہ میت کے قضاء روزوں کا فدیہ دیں اور اگر میت نے کوئی مال نہیں چھوڑا ہو تو ورثاء پر لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے فدیہ ادا کریں، ہاں اگر کوئی ادا کرتا ہے تو وہ تبرع واحسان ہے، مقدار فدیہ ایک روزہ کیلئے نصف صاع گندم ہے۔

اب رہ گئی یہ صورت کہ اگر کوئی وارث اپنے مورث کی جانب سے نماز کا فدیہ ادا کرتا ہے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں ائمہ احناف میں سے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میت کی طرف سے قضاء شدہ نمازوں کا فدیہ ادا کرنا چاہتا ہے تو نمازوں کو روزوں پر قیاس کرکے کہا جاسکتا ہے کہ یہ فدیہ بھی جائز ہوگا اور انشاء اللہ اس سے فائدہ بھی ہوگا۔ احناف کے ہاں ہر نفلی عبادت کے ثواب کا ایصال بھی جائز ہے، اب رہ گئی یہ صورت کہ ایک شخص اپنی میت کی طرف سے اس کے روزوں کے بدلے روزے رکھ کر فدیہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف:

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وارث اپنی میت کی طرف سے فدیہ میں روزہ رکھ سکتا ہے، لیکن امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ جمہور

فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے مورث کی طرف سے فدیہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ شوافع کے ہاں دوسرا قول یہ ہے کہ میت کی جانب سے روزہ رکھنا مستحب ہے۔

دلائل:

امام احمد بن حنبلؒ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جو بالکل واضح دلیل ہے۔ جمہور نے موطا مالک کی حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: "لا یصوم احد عن احد الخ" سنن ترمذی کی حضرت ابن عمرؓ کی ایک موقوف روایت سے بھی استدلال کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "من مات و علیہ صیام شهر رمضان فلیطعم عنه مکان کل یوم مسکین" (ترمذی)

جواب:

جمہور کی طرف سے امام احمد بن حنبل کی دلیل کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ "صام عنه ولیه" کا مطلب یہ نہیں کہ وارث اس کی طرف سے روزہ ہی رکھے، بلکہ دیگر احادیث کو دیکھ کر تطبیق کی غرض سے یہی کہا جائے گا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ورثاء اس میت کے قضاء روزوں کی ادائیگی کا کوئی انتظام کریں اور وہ انتظام فدیہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دیگر احادیث کے پیش نظر زیر بحث حدیث منسوخ اور موقوف ہے۔ یہ ساری بحث اپنی جگہ پر صحیح ہے، لیکن اس باب کی واضح احادیث کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: "و کل ذلک خلاف مقتضی الدلیل و لا یدعو الیه داع و من نظر فیما ذکروا من الداعی یعرف صدق هذ المقال فالوجه قول من اخذ بظاهره اه"

علامہ شاہ انور شاہ کاشمیریؒ نے اس باب کی احادیث کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ ان احادیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے، احادیث اپنے ظاہر پر ہیں اور صوم سے حقیقی صوم مراد ہے، لیکن یہ فرضی صوم نہیں ہے، بلکہ ایصال ثواب کی غرض سے نفلی روزہ ہے، کیونکہ سائل نے انتہائی شوق سے روزہ رکھنے کا سوال کیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک روزہ رکھو، حج کرو، کیونکہ اس کا ثواب میت کو ملے گا اور یہی فائدہ کافی ہے۔

۲۶۹۱- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ .فَقَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ .قَالَتْ نَعَمْ. قَالَ: فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ: میری ماں فوت ہوگئی ہے اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس کے اوپر کوئی

قرض دین وغیرہ ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی، وہ کہنے لگی ہاں! فرمایا کہ: ''پھر اللہ تعالیٰ کا دین (قرض) زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔''

تشریح:

"ان امرأة اتت" یہاں عورت کا ذکر ہے، آئندہ روایت میں رجل مرد کا ذکر ہے تو حقیقت یہ ہے کہ مضمون کے اعتبار سے یہ ایک ہی قضیہ اور قصہ ہے، لہٰذا رجل کا ذکر راوی کے وہم پر مبنی ہے، حقیقت میں عورت ہی کا قصہ ہے۔ "و علیها صوم شهر" آئندہ روایت میں "صوم نذر" کا لفظ آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شہر سے نذر کے روزے مراد ہیں۔ "لو كان عليها دين" یہاں انتہائی مدلل اور معلل انداز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے، البتہ روزہ سے بطور تبرع اور بطور ایصال ثواب نفل روزہ رکھنا مراد ہے، فرض کی بات نہیں ہے۔ یہ توجیہ بہت اچھی ہے۔

٢٦٩٢ - **وَحَدَّثَنِي** أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا فَقَالَ: لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ عَنْهَا. قَالَ نَعَمْ. قَالَ: فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى. قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ جَمِيعًا وَنَحْنُ جُلُوسٌ حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَا سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے قضا کرسکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تیری ماں پر کوئی قرضہ ہوتا تو کیا اسے بھی تو ادا کرتا؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔ حضرت سلیمان نے کہا کہ حکم اور سلمہ بن کہیل دونوں نے کہا ہم بیٹھے ہوئے تھے جب مسلم نے یہ حدیث بیان کی تو ان دونوں نے کہا: ہم نے مجاہد کو یہی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے سنا ہے۔

٢٦٩٣ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَالْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

اس سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ حدیث کی طرح روایت بیان کی ہے۔

٢٦٩٤- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ عَدِيٍّ- قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ- قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا قَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِيهِ أَكَانَ يُؤَدِّي ذَلِكِ عَنْهَا .قَالَتْ نَعَمْ .قَالَ: فَصُومِي عَنْ أُمِّكِ.

حضرت سعیدؒ بن جبیر (مشہور تابعی) ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری والدہ انتقال کرگئی ہیں ان کے ذمہ نذر کا روزہ تھا تو کیا میں ان کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟ حضور علیہ السلام نے دریافت کیا: اگر تمہاری والدہ کے ذمہ کوئی قرض ہوتا تو کیا اسے بھی ادا کرتی یا نہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تو پھر اللہ کا دین زیادہ حقدار ہے کہ اس کی قضا کی جائے، لہٰذا اپنی والدہ کی طرف سے روزہ رکھو۔

٢٦٩٥- وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَبُو الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ- قَالَ- فَقَالَ: وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ .قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا قَالَ: صُومِي عَنْهَا . قَالَتْ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ: حُجِّي عَنْهَا.

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے (اب باندی کا کیا حکم ہے؟) فرمایا: تمہارا اجر (صدقہ کا) واجب ہوگیا اور میراث کی وجہ سے باندی پھر تمہارے پاس آجائے گی۔ وہ کہنے لگی یارسول اللہ! میری ماں پر مہینہ بھر روزے فرض تھے کیا میں ان کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟ فرمایا ہاں! روزے رکھوان کی طرف سے۔ وہ کہنے لگی کہ انہوں نے حج بھی نہیں کیا تھا کبھی کیا میں ان کی جانب سے حج کرسکتی ہوں؟ فرمایا ہاں! ان کی طرف سے حج کرلو۔

٢٦٩٦- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ صَوْمُ شَهْرَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا پھر آگے حدیث ابن مسہر کی طرح روایت بیان فرمائی اوراس دوماہ کے روزوں کا ذکر فرمایا۔

٢٦٩٧- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرٍ.

حضرت بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی (اور سابقہ حدیث کی طرح ذکر فرمایا) اوراس روایت میں ایک ماہ کے روزوں کا ذکر فرمایا۔

٢٦٩٨- وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سُفْيَانَ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرَيْنِ.

حضرت سفیانؒ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت مذکور ہے لیکن اس روایت میں دوماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

٢٦٩٩- وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ الْمَكِّيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرٍ.

حضرت سلیمان بن بریدہؓ اپنے والد سے اس روایت کی طرح روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک عورت آئی آگے سابقہ حدیث کی طرح ہے اور ایک ماہ کے روزوں کا کہا۔

تشریح:

"صوم شهر" یہ لفظ چند روایات میں "شہر" مفرد کے ساتھ مذکور ہے اور کچھ روایات میں "شہرین" تثنیہ کے ساتھ مذکور ہے، یہ واضح تضاد ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں، کسی میں ایک مہینہ کا ذکر ہے، اگر قضیہ ایک ہے تو پھر "صوم شهر" کے حکم کو ترجیح دی جائے گی، وہ کثیر بھی ہے اور شہیر بھی ہے۔ اسی طرح مرد کے سوال اور عورت کے سوال کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا کہ الگ الگ واقعے ہیں اور الگ الگ قصے ہیں، ایک میں مرد سائل ہے، دوسرے میں عورت ہے۔

باب حفظ اللسان للصائم

روزہ دار کو اپنی زبان کی حفاظت کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

٢٧٠٠ - **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ رِوَايَةً وَقَالَ عَمْرٌو يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زُهَيْرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ.

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو دعوت طعام دی جائے اور وہ روزہ سے ہو تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔''

تشریح:

''الی طعام'' خواہ دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو اور وہاں شرعی منکرات نہ ہوں، نہ جانی خطرات ہوں۔ ''و ھو صائم'' خواہ نفل روزہ ہو یا نذر ہو یا قضاء روزہ ہو تو بطور عذر دعوت دینے والے سے کہہ دیا کہ میرا روزہ ہے، اگر اس نے عذر قبول کرلیا تو ٹھیک ہے، ورنہ دعوت میں حاضر ہو جائے، مگر روزہ نہ کھولے، صرف تطییب خاطر کیلئے حاضری دیدے، ہاں اگر وہ اصرار کرے اور ماحول کا تقاضا ہو کہ وہ بہت خوش ہو جائیں گے تو پھر روزہ افطار کر کے دعوت کھالے اور روزہ کی قضاء کرلے۔ یہ سب احکامات اخلاقیات اور حسن معاشرت سے متعلق ہیں، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ روزہ نفل ہو، اگر واجب ہو تو اس کا افطار جائز نہیں ہے۔

٢٧٠١ - **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً قَالَ إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ فَإِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: جب تم میں سے کوئی شخص صبح کو روزہ سے ہو تو فحش گوئی اور بے حیائی نہ کرے نہ ہی جہالت کی باتیں کرے اور اگر کوئی اس کو گالی دے یا لڑے تو کہہ دے کہ میں تو روزہ دار ہوں میں روزہ دار ہوں (اس لئے روزہ کی حالت میں لڑائی، گالم گلوچ نہیں کروں گا)

تشریح:

''فلا یرفث'' نصر ینصر سے ہے، اس لفظ کے کئی معانی ہیں۔ ایک معنی جماع اور دواعی جماع ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ رفث فحش کلام کو

کہتے ہیں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب عورتوں کے سامنے جماع سے متعلق باتیں کرتا ہے اور عورتوں کے محاسن کو ذکر کرتا ہے۔ یہاں حدیث میں فحش اور قبیح کلام کرنا مراد ہے، تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ مندرجہ بالا تمام معانی مراد لئے جائیں۔ "ولا یجھل" یہ جہالت سے ہے، خلاف حکمت اور مصلحت اور غلط بات اور غلط حرکات وسکنات پر بولا جاتا ہے، جہل کا لفظ ضد حلم پر بھی بولا جاتا ہے، یعنی بے صبری کرنا، یہ معنی یہاں بہت اچھا ہوگا۔ جہل کا لفظ قتال پر بھی بولا جاتا ہے۔ حدیث کے اگلے جملے اس کی تائید کرتے ہیں۔ بے صبری کے معنی میں شاعر حماسی یوں کہتا ہے:

الا لا یجھلن أحد علینا فنجھل فوق جھل الجاھلینا

و بعض الحلم عند الجھل للذلة اذعان

"انی صائم" یعنی میرا روزہ ہے، میں تمہاری گالی کا جواب نہیں دے سکتا، اسی طرح تم سے نہیں لڑ سکتا، میں اپنی زبان کی حفاظت کروں گا، تاکہ میرا روزہ خراب نہ ہو جائے۔ اس حدیث کا تعلق اور ربط اپنے عنوان کے ساتھ بالکل واضح ہے، مگر اس سے پہلی والی حدیث کا ربط نہیں ہے، اسی لئے شارحین نے اس کے لئے الگ عنوان قائم کیا ہے، مگر میں نے اس عنوان کو نہیں لکھا، صرف اس عنوان کو قائم کیا جو دوسری حدیث سے متعلق ہے۔

باب فضل الصیام

روزوں کی فضیلت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٧٠٢- **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ هُوَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخِلْفَةُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "ہر عمل ابن آدم کا اس کی اپنی ذات کے فائدہ کیلئے ہوتا ہے مگر روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا" اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

تشریح: "فانہ لی" یعنی ہر نیکی کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک "الا الصوم" یعنی پہلے جو ضابطہ مقرر کیا گیا ہے، یہ باقی عبادات کیلئے ہے، روزہ کیلئے نہیں۔ پر دس بلکہ سات سو تک ثواب بڑھ جاتا ہے، مگر روزہ جو نیکی ہے، اس کا قاعدہ اس طرح نہیں، کیونکہ روزہ میرے لئے ہے، اس لئے اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔

سوال: عبادات جتنی بھی ہیں، سب کے سب اللہ کیلئے ہیں، یہاں اس تخصیص کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اس سوال اور اس تخصیص کے کئی جواب ہیں، نمبر کے ساتھ ملاحظہ ہوں۔

(۱): یہ ہے کہ ہر عبادت میں ریاکاری کا خطرہ ہوتا ہے، مگر صوم میں نہیں، کیونکہ جب تک روزہ دار خود نہ بتائے، کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ کون روزے سے ہے اور کون نہیں ہے، اس لئے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے۔

(۲): جاہلیت کے دور میں ہر عبادت غیر اللہ کیلئے کی گئی ہے، مگر روزہ کی عبادت کبھی غیر اللہ کیلئے نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے۔

(۳): بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اشیاء ثلاثہ کا ترک کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ہے، جو آدمی روزہ رکھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات سے ایک گونا مشابہت آتی ہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزہ کی عبادت اپنی طرف منسوب فرمادی۔

(۴): کسی وجہ اور تاویل کی ضرورت نہیں، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزہ کی شان وتکریم وعظمت کے بڑھانے کیلئے فرمایا کہ "وانا اجزی بہ" یعنی روزہ دار کو روزہ کا ثواب میں خود دوں گا۔

سوال: اس تخصیص کا کیا مطلب ہے، حالانکہ ثواب اللہ تبارک وتعالیٰ ہی دیتا ہے؟

پہلا جواب: شارحین نے پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر عبادت کے ثواب دینے پر فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے، لیکن روزہ کا ثواب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دست قدرت سے دے گا، پھر اس کی کیا شان ہوگی سبحان اللہ۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ ہر عمل کی محنت ومشقت کا اندازہ فرشتوں کو ہو جاتا ہے، مگر روزہ دار کی پیاس اور اس کی بھوک اور باطنی سوزش و تکلیف کا اندازہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے، اس لئے ثواب بھی وہی دیتا ہے۔

تیسرا جواب: علامہ قرطبیؒ نے دیا ہے کہ ہر عبادت کا ثواب متعین ہے اور اس کیلئے ایک حد مقرر ہے یا دس گنا ہے یا سات گنا ہے یا ایک لاکھ گنا ہے یا سات لاکھ تک ہے۔ مگر روزہ کے ثواب کی کوئی حد مقرر نہیں، اللہ تباوک وتعالیٰ جتنا زیادہ دینا چاہے گا، عطا کرے گا۔ بعض علماء نے "اجـــزی" کے لفظ کو مجہول کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ روزہ میرے لئے ہے، اس کے

بدلے میں روزہ دار کو ثواب کے بجائے میری ذات ملے گی۔ یہ توجیہہ بہت عمدہ ہے، لیکن کسی معتمد شرح میں مجھے نہیں ملی۔ ایک شاذ روایت میں مجہول کا صیغہ آیا ہے۔

"و لخلوف فم الصائم" لام ابتدائیہ تاکید یہ مفتوح ہے اور خا پر ضمہ ہے، فتحہ پڑھنا بعض کے نزدیک جائز بعض کے نزدیک غلط ہے، بھوک اور پیاس کی وجہ سے پیٹ کے اندر سے جو بخارات اٹھتے ہیں، اسی کو خلوف کہا گیا ہے اور وہی بو اللہ تبارک وتعالیٰ کو محبوب ہے، جو صرف روزہ کی وجہ سے ہوتی ہے، منہ کی گندہ ذہنی کی جو بدبو ہوتی ہے وہ مراد نہیں ہے، البتہ شارحین نے سمجھانے کیلئے لکھا ہے کہ کھانے کے بعد منہ میں جو بدبو رہ جاتی ہے، خلوف سے مراد وہی ہے۔ بہر حال روزہ کی وجہ سے جو اثر پڑتا ہے، اسی کی قدر اور تعریف کی جارہی ہے اور تعریف اسی کی ہونی چاہئے۔ وہ بھوک و پیاس ہے نہ کہ کوئی اور چیز۔ آگے ایک حدیث میں "یوم القیامة" کے الفاظ ہیں، اگر قیامت کی خوشبو مراد ہے تو پھر تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ زیر بحث حدیث میں خلوف کے بجائے "خلفة" کا لفظ آیا ہے۔ یہ بھی خلوف ہی کے معنی میں ہے اور قیامت میں یہ کیفیت ظاہر ہوگی۔

بدعتیوں کے منہ پر طمانچہ:

"الصوم لی" کے جملہ کی توضیح وتشریح سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ نے بھی روزہ غیر اللہ کے لئے نہیں رکھا، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج کل بدعتی اور بریلوی حضرات اولیاء کے نام کے باقاعدہ روزے رکھتے ہیں۔

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجمی است
زندگی اس کی ہے ملت کے لیے پیغام موت
کر رہا ہو جو بجائے کعبہ قبروں کا طواف

۲۷۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ- وَهُوَ الْحِزَامِيُّ- عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصِّيَامُ جُنَّةٌ.

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "روزہ ڈھال ہے (جہنم کی آگ اور عذاب سے)

۲۷۰۴- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ

عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ.

ابو صالح" الزیات کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو سنا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالی شانہ کا فرمان ہے: ابن آدم کا ہر عمل اسی کیلئے ہے سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی بہترین جزا دوں گا اور روزہ ڈھال ہے، پھر جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اس روز نہ تو کوئی بے حیائی وفحاشی کا کام کرے نہ ہی چیخ پکار کرے اگر کوئی اسے گالی دے یا اسے مارے (اس سے لڑے) تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں میں روزہ دار ہوں۔ جس ذات کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اس کی قسم! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک قیامت کے روز مشک سے زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہوگی روزہ دار کو دو خوشیاں فرحتیں نصیب ہوتی ہیں جن سے وہ فرحت حاصل کرتا ہے ایک تو افطار کی فرحت وخوشی اور دوسرے جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو روزہ کی خوشی حاصل ہوگی۔

تشریح:

"قال الله عزوجل" یہ حدیث قدسی ہے، حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی طرف نسبت کریں کہ اللہ تعالی یوں فرماتے ہیں۔ "فلا یرفث" عورتوں کے سامنے عورتوں کے محاسن کا تذکرہ رفث کہلاتا ہے۔ مراد فحش گفتگو ہے۔ نصر اور ضرب سے ہے۔ "ولا یصخب" چیخنے اور چلانے اور شور شرابہ کرنے کو "صخب" کہتے ہیں۔ زیر بحث حدیث میں "لا یسخب" سین کے ساتھ ہے، دونوں جائز ہیں۔ "امرأ صائم" یعنی ہر روزہ دار کو چاہئے کہ وہ روزہ کے دن ہر قسم کے احساسات وجذبات کو قابو میں رکھے، حتی کہ گالی کو بھی ٹال دے کہ بھائی میرا روزہ ہے۔ "الصوم جنة" یعنی روزہ ہر گناہ کیلئے باطنی ڈھال ہے، بشرطیکہ یہ ڈھال صحیح سالم ہو، پھٹ نہ گئی ہو، شیطان بھی باطنی دشمن ہے اور روزہ بھی باطنی ڈھال۔ "فرحتان" دو خوشیاں مراد ہیں۔ ایک تو افطار کے وقت ہوتی ہے اور واقعی یہ بڑی خوشی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ اس خوشی کو دیکھ کر فساق فجار روزہ خور لوگ بھی اس میں شریک ہوتے ہیں۔ دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی، جبکہ اس کو اپنی محنت کا پھل اللہ تعالی کے ہاتھ سے ملے گا۔

٢٧٠٥- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ (ح) وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ

وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ. وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کا ہر عمل بڑھتا رہتا ہے (اجر و ثواب میں) ایک نیکی دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: سوائے صوم کے وہ تو خاص میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا (جو دس سے سات سو تک محدود نہ ہوگی بلکہ بے حد وحساب اجر عطا کروں گا) کہ روزہ دار میری وجہ سے اپنی خواہشات نفسانی کو ترک کرتا ہے اور کھانے کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے'' روزہ دار کو دو فرحتیں ملتی ہیں ایک خوشی افطار کی دوسری رب سے لقاء کے وقت ملے گی۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے۔''

تشریح:

''الی سبع مأة'' یعنی اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ اس امت کی ایک نیکی دس پر ہے، مگر اخلاص کی وجہ سے یہ نیکیاں سات سو تک جا پہنچتی ہیں، مگر صوم کا قاعدہ وضابطہ یہ نہیں ہے، بلکہ اس کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا اور ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود عطا کرے گا تو وہ بادشاہ کی حیثیت سے عطا کرے گا، جس کا حساب لگانا مشکل ہے۔ ''یـــدع'' چھوڑنے کے معنی میں ہے، یعنی روزہ دار اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنی خواہشات اور احساسات وجذبات کو کنٹرول کر کے قابو کر لیتا ہے۔ ''و لخلوف فیه'' یہ لفظ ''فمه'' ہے۔ منہ کے معنی میں ہے۔

٢٧٠٦- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ. قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ إِنَّ الصَّوْمَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ إِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَيْنِ إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ اللَّهَ فَرِحَ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ.

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ بے شک روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں جب افطار کرتا ہے اس وقت فرحت ملتی ہے اور جب اللہ عزوجل سے ملاقات ہوگی اس وقت خوشی ملے گی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ جل شانہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ اور پاکیزہ ہے''

٢٧٠٧- وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِيطٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ- يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ- حَدَّثَنَا ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ- وَهُوَ أَبُو سِنَانٍ- بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ وَقَالَ: إِذَا لَقِيَ اللَّهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے ضرار بن مرہ ابوسنان کہتے ہیں کہ: ''جب اللہ سے ملاقات ہوگی اور وہ جزا دے گا روزہ کی تو خوشی حاصل ہوگی۔''

۲۷۰۸- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ- وَهُوَ الْقَطَوَانِيُّ- عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مَعَهُمْ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَدْخُلُونَ مِنْهُ فَإِذَا دَخَلَ آخِرُهُمْ أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جنت میں ایک دروازہ ہے اسے ''ریان'' کہا جاتا ہے، اس سے قیامت کے روز صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے ان کے ساتھ کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا پکارا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ اس میں سے داخل ہوں گے اور جب آخری دروازہ سے داخل ہو جائے گا تو پھر وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی اس سے داخل نہیں ہوگا''

تشریح:

''الریان'' اس نام سے بھی روزہ دار نفسیاتی طور پر خوش ہوں گے، کیونکہ ریان سیرابی کو کہتے ہیں اور روزہ دار کو سب سے زیادہ چاہت کی چیز ٹھنڈے میٹھے پانی کی وہ نہر ہے، جس میں غوطے بھی کھائے اور پیٹ بھر کر پانی بھی پئے۔ ''اغلق'' یعنی سارے روزہ دار جب اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس دروازہ سے کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔

سوال: ایک صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگوں کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا، جب وہ لوگ باب الریان سے بھی بلائے جائیں گے تو زیر بحث حدیث میں باب الریان کا صرف روزہ داروں کیلئے مختص کرنے کا کیا مطلب ہوا؟ اور رمضان کے روزے تو عام مسلمان رکھتے ہیں تو پھر خاص کرنے کا کیا معنی ہوا؟

جواب: ایک جواب تو یہ ہے کہ روزہ داروں سے مراد وہ لوگ ہیں، جن پر فرائض کے علاوہ نفل روزوں کا غلبہ ہوگا، ہر روزہ رکھنے والا مراد نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دروازے میں داخل ہونے کی توفیق کثرت سے روزہ رکھنے والوں کو دے گا تو وہ داخل ہوں گے، باقی کو توفیق نہیں دے گا تو وہ اس دروازہ سے داخل نہیں ہوں گے۔

اگلی روایت میں ''خریف'' کا لفظ ہے، جو موسم خزاں کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں سال مراد ہے۔

باب فضل الصيام في سبيل الله

جہاد کے راستے میں روزہ رکھنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٧٠٩- **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا بَاعَدَ اللَّهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا.

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو بندہ بھی اللہ کی راہ (جہاد، تبلیغ، تعلیم، تزکیۂ نفس وغیرہ) میں روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو ایک دن کے روزہ کے بدلہ میں جہنم سے ستر برس کی مسافت تک دور کردیتے ہیں۔''

٢٧١٠- **وَحَدَّثَنَاهُ** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ- يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ- عَنْ سُهَيْلٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔

٢٧١١- **وَحَدَّثَنِي** إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَسُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَاعَدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس آدمی نے ایک دن اللہ تعالیٰ کے راستہ میں روزہ رکھا اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ کو اس کے منہ سے ستر سال کی مسافت تک دور کردے گا۔

باب جواز صوم النافلہ بنیة فی النہار

نفل روزے کی نیت دن میں ہوسکتی ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۷۱۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ- قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ: يَا عَائِشَةُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ. قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ. قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ. قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ- أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ- قَالَتْ- فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ- أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ- وَقَدْ خَبَأْتُ لَكَ شَيْئًا. قَالَ: مَا هُوَ. قُلْتُ حَيْسٌ. قَالَ: هَاتِيهِ. فَجِئْتُ بِهِ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ: قَدْ كُنْتُ أَصْبَحْتُ صَائِمًا. قَالَ طَلْحَةُ فَحَدَّثْتُ مُجَاهِدًا بِهَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ ذَاكَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يُخْرِجُ الصَّدَقَةَ مِنْ مَالِهِ فَإِنْ شَاءَ أَمْضَاهَا وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا.

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کہ: اچھا تو پھر میں روزہ سے ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، کچھ ہی دیر میں ہمارے لئے کچھ ہدیہ آیا یا مہمان آ گیا (یعنی یہ ہدیہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے لئے کچھ ہدیہ کیا گیا ہے یا مہمان آ گیا ہے ہمارے پاس۔ اور میں نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے چھپا کر رکھ دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا حیس ہے (کھجور اور پنیر و گھی سے تیار شدہ ملیدہ) فرمایا کہ اسے لے آؤ میں وہ لائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا اور فرمایا میں نے صبح تو روزہ کی حالت میں کی تھی (لیکن اب توڑ دیا کیونکہ نفلی روزہ تھا) طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث مجاہدؒ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: یہ تو اسی طرح ہے کہ کوئی شخص صدقہ نکالے مال میں سے پھر چاہے تو اسے دے دے اور چاہے تو روک لے نہ دے (اگر دے گا تو ثواب ہے نہیں دے گا تو کوئی مواخذہ نہیں اسی طرح نفلی روزہ اگر رکھ لیا تو ثواب اگر نہیں رکھا تو کوئی حرج اور گناہ نہیں)

جب اس

تشریح:

"فانی صائم" یعنی جب کھانے کو کچھ نہیں ملتا، تو پھر میرا روزہ ہے، میں دن کے وقت سے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے وقت سے روزے کی نیت کی ہے، اب اس میں اختلاف ہوگیا ہے کہ آیا روزہ کیلئے رات سے نیت کرنا ضروری ہے یا دن کے وقت سے نیت کرنا بھی کافی ہے، اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف:

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ روزہ کی صحت کیلئے نیت شرط ہے، لیکن اس نیت کا وقت کونسا ہونا چاہئے، اس بارے میں اختلاف ہے، چنانچہ امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے روزہ کیلئے رات سے نیت کرنا شرط ہے خواہ روزہ نفل ہو یا واجب ہو یا فرض ہو۔ رات سے نیت کرنے کو تبییتِ نیت کہتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک نفل روزوں کے علاوہ ہر قسم کے روزوں کیلئے رات سے نیت ضروری ہے، نفل میں ضروری نہیں ہے، بلکہ زوال سے پہلے تک نیت ہوسکتی ہے، ائمہ احناف کے ہاں کچھ تفصیل ہے۔

(ا): قضاء شدہ روزہ، نذر مطلق کا روزہ اور کفارے کا روزہ اگر کوئی رکھتا ہے تو رات سے نیت کرنا شرط ہے، اس کے علاوہ رمضان اور نذر معین اور نفل روزوں میں رات سے نیت ضروری نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

اب اختلاف درحقیقت احناف اور شوافع وحنابلہ کے درمیان بیان کرنا ہے، کیونکہ مالکیہ تو ہر صورت میں تبییت نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کا اختلاف سب کے ساتھ ہے۔

دلائل: امام مالکؒ ترمذی اور ابوداؤد کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: **"عن حفصة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلاصيام له"** (ترمذی) امام مالکؒ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اس کو مطلق مان کر ہر قسم کے روزہ کیلئے تبییت نیت ضروری قرار دیتے ہیں۔ شوافع وحنابلہ یعنی جمہور بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن نفل روزے کو اس حدیث سے خاص کرتے ہیں، کیونکہ ان کے ہاں نفل روزہ متجزی ہوسکتا ہے، یعنی جب سے نیت کی اسی وقت سے روزے کا ثواب شروع ہوجائے گا، لہٰذا رات سے نیت ضروری نہیں۔

ائمہ احناف کی پہلی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے: **﴿كلوا و اشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر﴾** اب یہاں صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت ہے اور جب صبح صادق ہوجائے، نیت اس کے بعد ہوگی تو آیت میں یہ اشارہ ہوگیا کہ رمضان کے روزے کی نیت صبح صادق کے بعد جائز ہے، اس دلیل کا تعلق فرض روزہ کی نیت سے ہے۔

ائمہ احناف کی دوسری دلیل مسلم وبخاری میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی روایت ہے:

"عن سلمة بن اكوع انه قال بعث رسول الله صلى الله عليه و سلم رجلا من اسلم يوم عاشوراء فامره ان يؤذن في الناس من كان لم يصم فليصم و من كان أكل فليتم صيامه الى الليل" (متفق عليه)

طرز استدلال اس طرح ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورہ کا روزہ فرض تھا، یہاں عاشوراء کے فرض روزہ کی نیت دن کے وقت کی گئی ہے، معلوم ہوا فرض روزہ کی نیت دن کے وقت ہو سکتی ہے، جبکہ فرض معین ہو۔

احناف کی تیسری دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "عن عائشة قالت دخل علی رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فقال هل عندكم شيئ فقلنا لا فقال فانى اذاً صائم" (رواه مسلم، مشکوة ص ١٨١)

یہ دلیل نوافل کیلئے ہے۔ احناف کی چوتھی دلیل عقلی ہے، وہ اس طرح ہے کہ جن روزوں کیلئے دن اور وقت متعین ہے، ان کیلئے رات سے نیت کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس وقت کیلئے وہی روزہ مقرر ہے، اس کا کوئی مزاحم نہیں، جیسے رمضان کے روزے ہیں یا نذر معین ہے اور اگر قضاء روزے ہوں یا کفارہ کے روزے ہوں یا نذر مطلق کے روزے ہوں تو اس کیلئے کوئی دن اور وقت مقرر و معین نہیں ہے اور اس کا مزاحم بھی موجود ہے کہ اس دن کوئی دوسرا روزہ بھی ہو سکتا ہے، اس لئے اس کو رات سے متعین کرنا پڑے گا، لہٰذا رات سے نیت ضروری ہے۔

جواب:

امام مالکؒ اور جمہور سب کو احناف کی طرف سے ان کے مستدل حدیث سے ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اضطراب ہے۔ امام ابوداؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ "فلا صيام له" میں نفی کمال صوم کی ہے۔ تبییت نیت کو ہم بھی مستحب مانتے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث حدیث کا تعلق ان روزوں سے ہے، جن میں رات سے نیت سب کے نزدیک ضروری ہے۔ جیسے نذر مطلق، کفارات اور قضائے مافات کے روزے ہوتے ہیں، یہ حدیث اسی پر محمول ہے۔

"فخرج رسول الله" عام شارحین لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا قصہ اور آنے والی حدیث کا قصہ ایک ہے تو یہ جملہ دوسرے دن کے قصہ سے متعلق ہے، دونوں میں ایک جیسا قصہ پیش آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی اور دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور پھر گھر سے نکل گئے اور اتنے میں کچھ مہمان آگئے اور ساتھ ہدیہ لائے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگئے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب ہمارے پاس کچھ کھانا آگیا ہے، آپ کھا لیجئے۔ آنے والی ایک روایت میں تفصیل موجود ہے۔ علامہ عثمانی لکھتے ہیں کہ یہ دونوں واقعے ایک دن پر بھی حمل کئے جا سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل گئے۔ اس کے بعد مہمان آئے اور ہدیہ لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر آگئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اب ہمارے پاس کھانا آگیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا چیز ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "حیس" ہے۔ اس حدیث میں "زور" کا لفظ آیا ہے۔ زا پر زبر ہے، واو ساکن ہے۔ یہ زائر کی جمع ہے۔ مفرد اور جمع دونوں پر بولا جاتا

ہے۔ مہمان کے معنی میں ہے۔ اسی طرح چھوٹی اور بڑی جماعت پر بھی بولا جاتا ہے۔ "حیس" ح پر فتحہ ہے، ی ساکن ہے، یہ ایک حلوہ نما مالیدہ اور مخلوط کا نام ہے، جس کو کھجور، پنیر، گھی، آٹا، زیتون کا تیل اور مکھن ملا کر بنایا جاتا ہے۔ "ای مخلوط بسمن و تمر و اقط و قیل طعام یتخذ من الزبد و التمر و الاقط و قد یبدل الاقط بالدقیق و الزبد بالسمن اہ" (منة المنعم)

٢٧١٣- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ. فَقُلْنَا لَا .قَالَ: فَإِنِّي إِذًا صَائِمٌ .ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ .فَقَالَ: أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ.

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں داخل ہوئے اور فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے (کھانے کو) ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو پھر میں روزہ سے ہوں۔ پھر ایک دوسرے دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے "حیس" ہدیہ آیا ہے فرمایا کہ مجھے دکھاؤ۔ میں صبح روزہ سے تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔

باب أكل الناسي و شربه و جماعه لا يفطر

بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزہ نہیں ٹوٹتا

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے۔

٢٧١٤- وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ الْقُرْدُوسِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس روزہ دار نے بھول کر کھالیا یا پی لیا تو اسے چاہئے کہ اپنا روزہ پورا کرلے کیونکہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

تشریح:

"فلیتم صومه"، یعنی بھول کر کسی شخص نے رمضان کا روزہ کھانے پینے یا جماع سے افطار کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا، اس کو چاہئے کہ روزہ کو مکمل کرلے، کیونکہ روزہ صحیح ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے،

علماء کا اختلاف:

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، داؤد ظاہری اور اکثر علماء کے نزدیک بھول کر کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ شیخ ربیعہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بھول کر کھانے والے اور جماع کرنے والے شخص کا روزہ فاسد ہوگیا، البتہ اس پر قضاء ہے، کفارہ نہیں ہے۔ شیخ عطاءؒ اور اوزاعی شامؒ اور شیخ لیثؒ فرماتے ہیں کہ بھول کر جماع کرنے سے قضاء کرنا ہوگا اور کھانے پینے سے کچھ بھی نہیں آئے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ بھول کر جماع کرنے سے قضاء اور کفارہ آئے گا اور کھانے پینے سے کچھ نہیں آئے گا۔ اس باب کی حدیث احناف و شوافع و جمہور کی دلیل ہے اور یہ اپنے مطلب پر بالکل واضح ہے، جن علماء و فقہاء نے کفارہ یا قضا لازم کیا ہے، ان کے پاس قیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ زیر بحث حدیث میں تو علت بھی مذکور ہے کہ یہ شخص روزہ مکمل کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا پلایا ہے، البتہ اس پر جتنا تعجب کیا جائے وہ کم ہے کہ ایک روزہ دار شخص اس طرح غافل کیسے ہوسکتا ہے کہ جماع کا پورا دورانیہ اس پر گزر جاتا ہے اور وہ بے خبر رہ جاتا ہے۔

باب صيام النبى صلى الله عليه و سلم فى غير رمضان فى كل شهر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان کے علاوہ ہر مہینہ میں روزہ رکھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے بارہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۷۱۵ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا مَعْلُومًا سِوَى رَمَضَانَ قَالَتْ وَاللَّهِ إِنْ صَامَ شَهْرًا مَعْلُومًا سِوَى رَمَضَانَ حَتَّى مَضَى لِوَجْهِهِ وَلَا أَفْطَرَهُ حَتَّى يُصِيبَ مِنْهُ.

عبداللہؒ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ کسی اور مخصوص و متعین مہینہ کے پورے روزے رکھتے تھے؟ فرمایا کہ: اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی دوسرے مخصوص ماہ میں پورا ماہ روزے رکھے سوائے رمضان کے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوگئے اور نہ ہی کوئی مہینہ ایسا گزارا کہ پورے ماہ روزہ نہ رکھا ہو"

تشریح:

"معلوما"، یعنی کوئی متعین اور معلوم مہینہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں اول سے لے کر آخر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے رکھے ہوں، ہاں رمضان میں آپ رمضان کے مکمل روزے رکھتے تھے، باقی مہینوں میں گنے چنے دن رکھتے تھے، کبھی زیادہ کبھی کم، البتہ کوئی مہینہ روزوں سے بالکل خالی نہیں جاتا تھا۔ "ان صام" یہ "ان" نافیہ ہے، جو "ما صام" کے معنی میں ہے "حتی مضی لوجهه" یعنی وفات

تک آپ کا یہی معمول تھا"ای حتی مات" اگلی حدیث "حتی مضی لسبیله" کا بھی یہی معنی ہے "ای حتی مات"

"ولا افطره" یعنی مکمل کسی مہینہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں سے خالی نہیں چھوڑا۔"حتی یصیب منه" "ای حتی یصوم منه" یعنی ہر مہینہ سے کچھ ایام کے روزے آپ ضرور رکھا کرتے تھے۔اگلی روایت میں "قد صام" کے الفاظ ہیں۔تکرار سے دوام کی طرف اشارہ ہے،یعنی ہم کہتے تھے کہ آپ تو روزے ہی روزے رکھتے ہیں اور آپ تو افطار ہی افطار کرتے ہیں۔

۲۷۱۶- **وَحَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ- أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ إِلَّا رَمَضَانَ وَلَا أَفْطَرَهُ كُلَّهُ حَتَّى يَصُومَ مِنْهُ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کے علاوہ) پورا مہینہ روزے رکھے ہیں؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی مہینہ میں پورا مہینہ روزے رکھے ہوں اور نہ ہی کسی مہینہ میں روزے چھوڑے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ کچھ نہ کچھ روزے رکھتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔

۲۷۱۷- **وَحَدَّثَنِي** أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ- قَالَ حَمَّادٌ وَأَظُنُّ أَيُّوبَ قَدْ سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ- قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ- عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ قَدْ صَامَ .وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ قَدْ أَفْطَرَ- قَالَتْ- وَمَا رَأَيْتُهُ صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَمَضَانَ.

حضرت عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (نفلی) روزوں کے بارے میں تو فرمایا:''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو اتنے روزے رکھتے کہ ہم کہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت روزے رکھ لئے بہت روزے رکھ لئے۔اور کبھی مسلسل افطار فرماتے (یعنی روزہ نہ رکھتے) کہ ہم کہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دنوں سے روزہ نہیں رکھا، بہت روز سے روزہ نہیں رکھا۔اور جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے میں نے سوائے رمضان کے کسی اور ماہ میں نہیں دیکھا کہ پورے ماہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے رکھے ہوں''

۲۷۱۸- **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ- بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الإِسْنَادِ هِشَامًا وَلَا مُحَمَّدًا.

حضرت عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا پھر حسب سابق روایت بیان کی۔ لیکن اس سند میں ہشام اور محمد کا ذکر نہیں ہے۔

۲۷۱۹- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ- أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ . وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ . وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِي شَعْبَانَ.

ام المومنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (پے درپے) اتنے روزے رکھتے کہ ہم کہتے کہ شاید اب آپ افطار نہ کریں گے (بلکہ ہمیشہ روزے ہی رکھیں گے) اور کبھی مسلسل افطار کرتے حتی کہ ہم کہہ اٹھتے کہ اب آپ روزہ نہ رکھیں گے۔ (نفلی روزہ نہ رکھیں گے) اور میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی ماہ کے پورے روزے رکھے ہوں۔ اور شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا (سب سے زیادہ شعبان میں روزے رکھتے تھے)

۲۷۲۰- **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ- عَنِ ابْنِ أَبِي لَبِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ- عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ . وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ . وَلَمْ أَرَهُ صَائِمًا مِنْ شَهْرٍ قَطُّ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا.

حضرت ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگیں۔ "کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے روزے رکھتے کہ ہم کہتے بہت روزے ہوگئے اور کبھی اتنا افطار کرتے (روزہ نہ رکھتے) کہ ہم کہتے شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار ہی کرلیا (مستقل) اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے (تقریباً) پورے ماہ روزے رکھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے چند ایام کے علاوہ پورے ماہ روزے رکھتے۔

تشریح:

"حتی نقول قد افطر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل روزوں میں عادت مبارکہ تھی کہ کبھی آپ اس طرح تسلسل کے ساتھ

روزے رکھتے تھے کہ دیکھنے والا خیال کرتا تھا کہ کبھی بھی روزہ نہیں کھولیں گے اور کبھی آپ نفل روزے بند فرماتے تو دیکھنے والا سمجھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نفل روزہ نہیں رکھیں گے، بلکہ افطار ہی کریں گے۔

"کان بصوم شعبان الا قلیلا" اس جملہ سے پہلے جو جملہ ہے، وہ اس طرح ہے، لیکن اس میں "کلہ" کا لفظ ہے اور یہاں وہی جملہ دہرایا گیا ہے، لیکن "الا قلیلا" کا لفظ زائد ہے تو اس کلام میں تناقض بھی ہے اور تکرار بھی ہے۔ شارحین میں سے ملا علی قاریؒ نے اس کلام کی دو توجیہات کی ہیں۔ پہلی توجیہہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور کبھی پورے نہیں رکھتے تھے، یعنی ایک سال مکمل رکھتے تھے اور دوسرے سال کچھ رکھتے تھے۔ دوسری توجیہہ یہ ہے کہ یہاں اگرچہ حرف عطف نہیں ہے، لیکن دوسرا جملہ پہلے جملے پر عطف ہے اور یہ عطف تفسیری ہے، گویا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی وضاحت ہے، یعنی آپ شعبان کے تھوڑے دن کے روزے رکھتے تھے۔ تیسری توجیہہ یہ ہے کہ پہلے جملہ میں جو "کلہ" کا لفظ ہے، اس سے اکثر شعبان مراد ہے "ای غالبہ" اس دوسرے جملہ میں اسی غالب کی تفصیل وتفسیر ہے جو "الا قلیلا" ہے۔

سوال: یہاں پر یہ سوال ہے کہ حدیث میں ہے کہ رمضان کے بعد افضل ترین روزہ محرم کا روزہ ہے، یہاں شعبان میں زیادہ روزوں کا اہتمام کیوں کیا گیا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ شاید محرم کی فضیلت کی بات بعد میں آئی ہے، اس لئے شعبان کا اہتمام پہلے کیا گیا ہے، کیونکہ اس مہینہ کو رجب اور رمضان کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے ایک مقام حاصل ہے۔ رمضان کے ساتھ ہے، بطور تیاری روزوں کی عادت اس میں پڑتی ہے۔ "مل یمل" اکتا جانے اور بور ہونے کے معنی میں ہے **"ای لا یعرض عنکم و لا یقطع الاقبال بالرحمة علیکم"** یعنی اللہ تعالیٰ تم سے اپنی رحمت کی نگاہ نہیں پھیرے گا۔

۲۷۲۱- **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشَّهْرِ مِنَ السَّنَةِ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ وَكَانَ يَقُولُ: خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَمَلَّ حَتَّى تَمَلُّوا .وَكَانَ يَقُولُ: أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ وَإِنْ قَلَّ.

حضرت ابوسلمہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سال کے کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہ رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "اتنے اعمال اختیار کرو جتنی تمہاری طاقت ہے (اس سے زائد نہ کرو کہ کہیں اکتا جاؤ) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اجر دیتے دیتے نہیں اکتائے گا حتی کہ تم اکتا جاؤ گے

(عبادت کرتے کرتے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ "اللہ کے نزدیک وہ عمل زیادہ محبوب ہے، جس پر بندہ پابندی کرے اگر چہ وہ (مقدار میں) تھوڑا ہی کیوں نہ ہو"

٢٧٢٢- حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ قَالَ مَا صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلاً قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ. وَكَانَ يَصُومُ إِذَا صَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللَّهِ لَا يُفْطِرُ. وَيُفْطِرُ إِذَا أَفْطَرَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللَّهِ لَا يَصُومُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پورے کسی ماہ کے روزے نہیں رکھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نفلی) روزے شروع کرتے تو اتنے رکھتے کہ کہنے والا کہہ اٹھتا کہ واللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب افطار کریں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ نہ رکھتے تو اتنے دن تک نہ رکھتے کہ کہنے والا کہہ اٹھتا کہ واللہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔

٢٧٢٣- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ غُنْدَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف آوری کے بعد سے مسلسل ایک پورے ماہ کے روزے نہیں رکھے۔

٢٧٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ (ح) وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ الأَنْصَارِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ صَوْمِ رَجَبٍ- وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ فِي رَجَبٍ- فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ۔ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ. وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ.

حضرت عثمان بن حکیم الانصاری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے رجب کے روزہ کے بارے میں رجب کے مہینہ میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ: "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے روزے رکھتے تھے کہ ہم کہتے تھے اب آپ افطار کریں گے ہی نہیں اور اتنے روز روزہ نہ رکھتے کہ ہم کہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔

٢٧٢٥- وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ (ح) وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ

يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ فِي هَذَا الإِسْنَادِ. بِمِثْلِهِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث متن ہی تقریباً منقول ہے۔

٢٧٢٦- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ- وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ حَتَّى يُقَالَ قَدْ صَامَ قَدْ صَامَ. وَيُفْطِرُ حَتَّى يُقَالَ قَدْ أَفْطَرَ قَدْ أَفْطَرَ.

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ کہا جانے لگتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے ہی رکھتے رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرتے یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار ہی کرتے رہیں گے۔

باب النهی عن صیام الدهر وقصة عبدالله بن عمروؓ

مسلسل روزے رکھنے کی ممانعت اور عبداللہ بن عمروؓ کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے پندرہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٧٢٧- حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ وَهْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح) وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَقُولُ لَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ وَلَأَصُومَنَّ النَّهَارَ مَا عِشْتُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آنْتَ الَّذِي تَقُولُ ذَلِكَ. فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ. قَالَ: قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ. قَالَ: قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا وَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ- عَلَيْهِ السَّلَامُ- وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ. قَالَ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو لَأَنْ

أَكُونَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْأَيَّامَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَمَالِي.

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں ضرور بالضرور رات بھر جاگ کر عبادت کیا کروں گا اور زندگی بھر دن میں روزہ رکھوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے یہ بات کہی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے یہ بات کہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے کبھی روزہ رکھو اور کبھی کسی دن افطار کرو (احادیث میں لفظ افطار جہاں بھی آیا ہے اس سے مراد روزہ نہ رکھنا ہے) اسی طرح رات کو سویا بھی کرو اور قیام بھی کرو، مہینہ بھر میں تین روزے رکھا کرو، کہ ایک نیکی دس کے برابر ہے اس طرح یہ صیام دھر ہی ہو جائے گا (اور تم صائم الدھر بن جاؤ گے) میں نے عرض کیا: میں اس سے زائد کی طاقت رکھتا ہوں فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زائد کرنے کی طاقت رکھتا ہوں یا رسول اللہ! فرمایا کہ پھر یوں کرو کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کیا کرو اور یہ صوم داؤد علیہ السلام ہے۔ اور یہ سب سے بہترین اور متوازن روزہ ہے۔ میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زائد کی طاقت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے زائد نہیں۔ عبداللہ فرماتے ہیں کہ کاش میں تین روزوں والی بات قبول کر لیتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی تھی (کہ ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو) تو یہ میرے نزدیک میرے اہل و عیال اور مال سے زیادہ مجھے پسند تھی (کیونکہ جب ضعف اور بڑھاپا آ گیا تو زیادہ عبادت کی طاقت نہیں رہی، اس وقت جوانی میں خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کر سکتے ہیں)

تشریح:

"اخبر رسول الله" حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی جب شادی ہوئی تو کچھ عرصہ بعد ان کے والد عمرو بن العاصؓ نے اپنی بہو سے پوچھا کہ میرا بیٹا کیسا ہے؟ بہو نے جواب دیا کہ بہت اچھا نیک آدمی ہے، دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر تہجد پڑھتا ہے، اس اشارہ سے حضرت عمرو بن العاصؓ سمجھ گئے کہ حقوق زوجیت میں بیٹا کوتاہی کر رہا ہے۔ آپ نے جا کر اس کی شکایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بیٹے کو سمجھائیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے فرمایا کہ کیا مجھے اس کی اطلاع نہیں ملی کہ تم دن بھر روزے رکھتے ہو اور رات بھر تہجد پڑھتے ہو؟ انہوں نے اقرار کر لیا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اعتدال پر لانے کیلئے فرمایا کہ راہ اعتدال اختیار کرو، کیونکہ تیرے ذمہ بہت سارے حقوق ہیں، ان کی ادائیگی بھی ضروری ہے، لہٰذا عبادت میں نہ اتنی کوتاہی کرنی چاہئے کہ عملی زندگی کو نقصان ہو اور نہ اتنا غلو اور تشدد کرنا چاہئے کہ انسان کے سارے قوئ مفلوج ہو کر رہ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ہر چیز کا نام لے کر اس کی رہنمائی فرمائی۔ سچ ہے:

جہاں تک آپ کی تقلید ہے اسی حد تک سلیقہ بشریت بشر کو ملتا ہے

"آنت الذی تقول" یہ استفہام ہے، یہاں دوالف ہیں۔ ایک ہمزہ استفہامیہ ہے اور دوسرا ہمزہ ضمیر کا ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے: "ا اُنت" پھر دوسرے ہمزہ میں تخفیف کر کے اس کو پہلے کیلئے الف بنادیا گیا تو "آنت" ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے یہ بات کہی ہے؟ "ثلاثة ایام" اس سے ایام بیض تیرہ چودہ اور پندرہ کے تین روزے مراد ہیں، جس طرح تفصیل آرہی ہے۔

"اطیق افضل من ذلک" یعنی اس سے زیادہ فضیلت حاصل کرنے کی طاقت مجھ میں ہے، لہٰذا زیادہ روزے رکھوں گا۔ "لا افضل من ذلک" یعنی صوم داؤدی معتدل روزے ہیں، اس سے زیادہ افضل روزے نہیں ہیں۔ "قال عبد الله" یعنی بڑھاپے کے وقت جب اس پر عمل کرنا دشوار گیا تو افسوس کرنے لگے کہ کاش اگر میں ایام بیض کے تین روزوں پر اکتفاء کرتا تو وہ میرے لئے ہر چیز سے بہتر تھا۔ اب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معاہدہ کیا ہے، نہ اس کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ اس پر عمل کر سکتا ہوں تو پریشان ہوں۔

مسلسل روزوں کے متعلق علماء کے اقوال

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں کہ مسلسل روزے رکھنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اہل ظواہر نے ان ظاہری احادیث کو دیکھ کر فتویٰ دیا ہے کہ مسلسل روزے رکھنا منع ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک ایام منہیہ کے علاوہ سال بھر کے مسلسل روزے رکھنا جائز ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک مسلسل روزے رکھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، بلکہ ایام منہیہ کے علاوہ اگر ضرر اور نقصان پہنچنے کے بغیر رکھ سکتا ہے تو مستحب ہے، ہاں اگر خود جسمانی ضرر کا خطرہ ہو یا کسی کے حق کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو پھر مسلسل روزے رکھنا مکروہ ہے۔ جمہور نے حضرت حمزہ بن عمرو کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"یا رسول الله انی اسرد الصوم افأصوم فی السفر فقال ان شئت فصم"

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے مسلسل روزے رکھنا منقول ہے، اسی طرح ابوطلحہؓ اور حضرت عائشہؓ سے مسلسل روزے منقول اور ثابت ہیں۔ اہل ظواہر کے ظاہری مستدلات کا جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ مسلسل روزے تب مکروہ ہیں کہ ایام عیدین وتشریق میں بھی روزہ رکھے یا ضرر پہنچنے کے وقت منع ہے۔

۲۷۲۸- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الرُّومِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ- وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ حَتَّى نَأْتِيَ أَبَا سَلَمَةَ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِ رَسُولاً فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَإِذَا عِنْدَ بَابِ دَارِهِ مَسْجِدٌ- قَالَ- فَكُنَّا فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا .فَقَالَ إِنْ تَشَاؤُوا أَنْ تَدْخُلُوا وَإِنْ تَشَاؤُوا أَنْ تَقْعُدُوا هَاهُنَا -.قَالَ- فَقُلْنَا لاَ بَلْ نَقْعُدُ هَاهُنَا فَحَدِّثْنَا .قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ- قَالَ

كُنْتُ أَصُومُ الدَّهْرَ وَأَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ- قَالَ- فَإِمَّا ذُكِرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ لِي: أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ .قُلْتُ بَلَى يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَلَمْ أُرِدْ بِذَلِكَ إِلَّا الْخَيْرَ .قَالَ: فَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ .قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: فَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا- قَالَ- فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ .قَالَ: قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ: كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا .قَالَ: وَاقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ .قَالَ: قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عِشْرِينَ .قَالَ: قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عَشْرٍ .قَالَ: قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ .قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ .فَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا .قَالَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ .قَالَ وَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي لَعَلَّكَ يَطُولُ بِكَ عُمُرٌ .قَالَ فَصِرْتُ إِلَى الَّذِي قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یحییٰ کہتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن یزید، حضرت ابوسلمہؓ کے پاس آنے کیلئے چلے، ایک آدمی کو ان کے پاس بھیج دیا (کہ پیغام دے کہ ہم آرہے ہیں) چنانچہ وہ ہمارے استقبال کیلئے باہر نکلے ان کے دروازہ پر ایک مسجد تھی ہم مسجد میں تھے کہ وہ ہمارے پاس آئے اور کہا کہ اگر تم چاہو تو اندر (گھر میں) آجاؤ اور چاہو تو یہیں بیٹھ جاؤ ہم نے کہا کہ نہیں بس یہیں بیٹھ جاتے ہیں پھر انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ دائما روزے رکھتا اور روزانہ ساری رات قرآن پڑھتا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یا تو میرا تذکرہ کیا گیا یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، خیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا: کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ تم دائما روزے رکھتے اور ساری رات قرآن پڑھتے ہو؟ (کیا یہ بات ٹھیک ہے؟) میں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ! اور میں صرف نیکی کا ارادہ رکھتا ہوں (اس عبادت سے میرا مقصد اپنی بزرگی کا اظہار نہیں صرف خیر اور نیکی ہی مقصد ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ ہر ماہ تین دن روزے رکھ لیا کرو، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میں اس سے زائد کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ تمہارے اوپر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے لہذا اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام والا روزہ

رکھا کرو کہ وہ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ فرمایا کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اور ہر ماہ میں ایک بار قرآن کریم مکمل کیا کرو میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں اے اللہ کے نبی! فرمایا کہ اچھا پھر بیس راتوں میں ایک بار مکمل کرلیا کرو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس سے مزید کی قدرت ہے فرمایا کہ پھر دس دن میں ایک ختم کیا کرو، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! مجھے اس سے زائد کی بھی استطاعت ہے، فرمایا کہ اچھا سات دن میں ایک بار ختم کرلیا کرو اور اس سے زائد نہیں کرنا کیونکہ تم پر تمہاری بیوی تمہارے مہمان اور ملاقاتی اور تمہارے جسم کا بھی حق ہے۔ عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت سختی کی تھی (کہ بار بار حضور علیہ السلام سے مزید کی اجازت مانگی) لہٰذا مجھ پر بھی سختی ہوئی اور مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم نہیں جانتے شاید تمہاری عمر طویل ہو جس کی وجہ سے بڑھاپے میں اتنی عبادت اور مجاہدہ کرنا تمہارے لیے باعث مشقت اور بار ہو جائے) اور پھر میرا وہی حال ہوا جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اور مجھے یہی خواہش ہوئی کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ رخصت کو قبول کرلیتا۔

تشریح:

"ان تدخلوا" یعنی اگر تم چاہو تو آؤ میرے گھر کے اندر بیٹھو اور اگر مسجد میں بیٹھنا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔ "اصوم الدهر" "صیام الدہر" اور چیز ہے اور صوم وصال اور چیز ہے۔ وصال تو کھائے پیے بغیر دو تین دن تک روزہ رکھنے کا نام ہے، جو منع ہے اور صیام الدہر مسلسل روزے رکھنے کا نام ہے، سال بھر روزے رکھے، صرف ممنوع ایام میں نہ رکھے۔ اس کے رکھنے میں اختلاف گزر چکا ہے۔ "و اما ارسل الی" یعنی یا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں میرا تذکرہ ہوا یا آپ نے خود میری طرف آدمی بھیجا۔ یہاں بیان کرنے میں راوی سے کچھ خلط ملط اور سہو ہو گیا ہے۔ اصل قصہ وہی ہے جو ابتداء میں لکھا گیا ہے اور میں نے پورا پس منظر ظاہر کر دیا ہے۔ "فشددت" یعنی میں نے اپنے اوپر عبادت کے زیادہ کرنے میں سختی اور تشدد کیا تو میرے اوپر بھی سختی کی گئی، کاش میں رخصت کو قبول کرتا۔

"یطول بک عمر" یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیش گوئی تھی کہ شاید تیری عمر طویل ہو جائے، پھر آخر وقت بڑھاپے میں اس طرح روزے رکھنا اور تلاوت کرنا مشکل ہو جائے گی۔ چنانچہ اسی طرح ہو گیا۔

۲۷۲۹- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَزَادَ فِيهِ بَعْدَ قَوْلِهِ: مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا فَذَلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ. وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قُلْتُ وَمَا صَوْمُ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ قَالَ: نِصْفُ الدَّهْرِ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ شَيْئًا وَلَمْ يَقُلْ: وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا. وَلَكِنْ قَالَ: وَإِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا.

حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث تھوڑے سے فرق کے ساتھ منقول ہے۔ اس روایت میں یہ زائد ہے کہ ہر ماہ تین روزے کے بعد ہے کیونکہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے اور یہ سارے زمانہ کے برابر ہے اور اس حدیث میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے روزے کیا تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدھا زمانہ۔ اور اس حدیث میں قرآن پڑھنے کے بارے میں کچھ ذکر نہیں ہے اور اس میں یہ بھی نہیں کہا کہ تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے اور لیکن اس میں ہے کہ تیرے بیٹے کا بھی تجھ پر حق ہے۔

۲۷۳۰- حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى بَنِي زُهْرَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ- وَأَحْسِبُنِي قَدْ سَمِعْتُهُ أَنَا مِنْ أَبِي سَلَمَةَ- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو۔ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ .قَالَ: قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً. قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِي عِشْرِينَ لَيْلَةً .قَالَ: قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً .قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ.

ابو سلمہؒ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کریم ہر ایک ماہ میں (مکمل) پڑھا کرو۔ میں نے (عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) عرض کیا کہ میں قوت وطاقت رکھتا ہوں (لہذا کچھ اور اضافہ فرمایئے) فرمایا کہ اچھا پھر بیس روز میں مکمل کرلیا کرو میں نے عرض کیا کہ میں مزید کی بھی قوت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اچھا سات یوم میں مکمل کرلو، لیکن اس سے زائد نہیں۔

۲۷۳۱- وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قِرَائَةً قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنِ ابْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ۔ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَكُنْ بِمِثْلِ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ.

حضرت ابو سلمہؒ بن عبدالرحمان عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! فلاں کی طرح مت ہونا وہ پہلے رات کو قیام کرتا تھا، پھر اس نے ترک کردیا۔

۲۷۳۲- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً يَزْعُمُ أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ۔ يَقُولُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَصُومُ أَسْرُدُ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيتُهُ فَقَالَ: أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ وَتُصَلِّي اللَّيْلَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنَّ

لِعَيْنِكَ حَظًّا وَلِنَفْسِكَ حَظًّا وَلِأَهْلِكَ حَظًّا .فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَصَلِّ وَنَمْ وَصُمْ مِنْ كُلِّ عَشَرَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا وَلَكَ أَجْرُ تِسْعَةٍ .قَالَ إِنِّي أَجِدُنِي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ .قَالَ: فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ .قَالَ وَكَيْفَ كَانَ دَاوُدُ يَصُومُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ: كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى .قَالَ مَنْ لِي بِهَذِهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ .فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ میں پے در پے مسلسل روزے رکھتا ہوں اور پھر رات بھر نماز پڑھتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو مجھے بلا بھیجا یا میں از خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ تم بغیر چھوڑے مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو؟ ایسا مت کیا کرو، کیونکہ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے تمہاری ذات کا بھی تم پر حق ہے تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے لہٰذا روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو نماز بھی پڑھو (تہجد کی) اور سویا بھی کرو ہر دس دن میں ایک روزہ رکھو تو تمہیں ۹ مزید روزوں کا اجر ملے گا میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زائد کیلئے بھی اپنے آپ کو طاقتور پاتا ہوں۔ فرمایا کہ اچھا تو داؤدی روزہ رکھو (حضرت داؤد علیہ السلام جس ترتیب سے روزے رکھتے تھے اس ترتیب سے رکھو) میں نے کہا یا نبی اللہ! داؤد علیہ السلام کس طرح روزے رکھتے تھے؟ فرمایا کہ وہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز افطار کرتے اور جب دشمن سے ملاقات ہوتی تو راہ فرار اختیار نہ کرتے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں کہاں اس مرتبہ کو پہنچ سکتا ہوں؟ عطاء (راوی) کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ دائمی روزوں کا ذکر کس طرح آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمیشہ روزے رکھے (بغیر کوئی روزہ چھوڑے) تو دراصل اس نے روزہ رکھا ہی نہیں۔ جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس کا روزہ ہی نہیں، جس نے ہمیشہ رزے رکھے اس کا روزہ ہی نہیں۔

تشریح:

"ولک اجر تسعة" یعنی دس دنوں میں ایک دن روزہ رکھو نو کا ثواب خود بخود مل جائے گا تو ایک روزہ دس کے برابر ہوا، یہی صیام الدہر اور مسلسل روزے ہیں۔ "اذا لاقی" یعنی حضرت داؤد علیہ السلام میدان جنگ میں مقابلہ کے وقت دشمن سے نہیں بھاگتے تھے۔ "لاصام من صام الابد" یعنی اس طرح مسلسل روزوں میں ثواب نہیں ہے، جس میں ایام منہیہ، عیدین و ایام تشریق کے روزے بھی شامل ہوں یا اس طرح روزے رکھے کہ جسم کو نقصان ہو یا حقوق اللہ اور حقوق العباد، جہاد وغیرہ میں کوتاہی ہو۔ اوپر والی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے فرمایا کہ فلاں شخص کی طرح نہ ہو، وہ پہلے تہجد پڑھتا تھا، پھر چھوڑ دیا۔

شاید حضرت عبداللہ بن عمروؓ اسی وجہ سے تیز ہو گئے تھے۔"من لی بهذه "مطلب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام میدان جنگ میں بھاگتے نہیں تھے تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! دشمن کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑا ہونا تو بہت مشکل ہے۔ یارسول اللہ! اس مشکل عمل کو میں کیسے حاصل کروں؟

۲۷۳۳- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ إِنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ .قَالَ مُسْلِمٌ أَبُو الْعَبَّاسِ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ ثِقَةٌ عَدْلٌ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ روایت نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوالعباس سائب بن فروخ مکہ والوں میں سے ہیں اور ثقہ وعادل ہیں۔

۲۷۳٤- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ سَمِعَ أَبَا الْعَبَّاسِ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو. قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ وَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَهِكَتْ لاَ صَامَ مَنْ صَامَ الأَبَدَ صَوْمُ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ صَوْمُ الشَّهْرِ كُلِّهِ .قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ .قَالَ: فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلاَ يَفِرُّ إِذَا لاَقَى.

حبیبؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعباس سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! تم صائم الدھر اور قائم اللیل ہو (کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے ہو) اور اگر تم یونہی کرتے رہو گے تو تمہاری آنکھیں متورم اور کمزور ہو جائیں گی، جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے درحقیقت روزہ رکھا ہی نہیں، ہر ماہ تین روزے ہیں (نفلی) جو پورے ماہ کے روزوں کے برابر ہیں میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زائد کی قدرت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام والا روزہ رکھو کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور دشمن سے مڈبھیڑ ہوتی تو راہ فرار نہ اختیار کرتے تھے۔

تشریح:

"ھجمت له العین" "ای ھجمت لک العین، ھجم من نصر ینصر ھجوماً ای غارت "یعنی تیری آنکھیں آجائیں گی، آنکھیں خراب ہو جائیں گی، آنکھیں گڑھ جائیں گی۔ "ونھکت" "سمع یسمع" سے آنکھوں کا ضعیف ہو جانا، اگلی روایت میں "نفھت النفس" کا لفظ ہے "ای اعیت" یہ کمزور ہونے کے معنی میں ہے، یعنی جسم کمزور ہو جائے گا۔

۲۷۳۵- **وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: وَنَفِهَتِ النَّفْسُ.

اس سند کے ساتھ حضرت حبیب ابن ابی ثابتؒ نے ہمیں بیان فرمایا اور کہا کہ وہ خود کمزور ہو جائیں گے۔

۲۷۳۶- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو۔ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ .قُلْتُ إِنِّي أَفْعَلُ ذَلِكَ .قَالَ: فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ عَيْنَاكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ لِعَيْنِكَ حَقٌّ وَلِنَفْسِكَ حَقٌّ وَلأَهْلِكَ حَقٌّ قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَأَفْطِرْ.

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ تم رات بھر نوافل پڑھتے اور دن میں (مسلسل) روزہ رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! یہی کرتا ہوں فرمایا کہ جب تم یو یہ کرو گے تو تمہاری آنکھیں بھر جائیں گی اور جان نڈھال ہو جائے گی تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے اپنی جان کا بھی حق ہے، گھر والوں کا بھی حق ہے قیام بھی کرو اور نوم (نیند) بھی کرو، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (سب کام اعتدال و توازن سے کرو۔)

۲۷۳۷- **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو۔ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَبَّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَأَحَبَّ الصَّلاَةِ إِلَى اللَّهِ صَلاَةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزہ (ترتیب کے اعتبار سے) داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور بہترین و پسندیدہ نماز (تہجد) داؤد علیہ السلام کی نماز (تہجد) ہے ان کا معمول تھا کہ آدھی رات آرام فرماتے اور ایک تہائی رات قیام اللیل میں مصروف رہتے اور پھر ایک چھٹے حصے میں سو جاتے تھے جب کہ ایک دن روزہ رکھا کرتے اور دوسرے دن افطار کیا کرتے تھے۔

۲۷۳۸- **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ۔ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ

صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ نِصْفَ الدَّهْرِ وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ صَلَاةُ دَاوُدَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - كَانَ يَرْقُدُ شَطْرَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ ثُمَّ يَرْقُدُ آخِرَهُ يَقُومُ ثُلُثَ اللَّيْلِ بَعْدَ شَطْرِهِ . قَالَ: قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَعَمْرُو بْنُ أَوْسٍ كَانَ يَقُولُ يَقُومُ ثُلُثَ اللَّيْلِ بَعْدَ شَطْرِهِ قَالَ نَعَمْ.

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ وہ آدھے زمانہ میں روزہ رکھتے تھے اور بہترین پسندیدہ نماز بھی تمام نمازوں میں (مراد تہجد کی نماز ہے) حضرت داؤد علیہ السلام ہی کی نماز ہے کہ وہ رات کا آدھا حصہ سوتے تھے پھر اٹھ کر (قیام ونماز میں مشغول ہوجاتے) پھر سوجاتے تھے آخری حصہ رات میں۔ اور پہلی مرتبہ اٹھنے کے بعد ایک تہائی رات قیام فرماتے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کہ کیا عمرو بن اوس یہ بات کہتے تھے کہ: حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات سونے کے بعد ایک تہائی رات قیام کرتے تھے؟ کہا ہاں!

۲۷۳۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ لِي: أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ . قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ: خَمْسًا . قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ: سَبْعًا . قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ: تِسْعًا . قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ: أَحَدَ عَشَرَ . قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ شَطْرُ الدَّهْرِ صِيَامُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ.

ابو قلابہؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابو الملیح نے بتلایا کہ میں تمہارے والد کے ساتھ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرے روزوں کا ذکر کیا گیا تو ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چمڑے کا ایک تکیہ جس میں پتے بھرے تھے رکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے اور تکیہ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لئے ہر ماہ میں تین روزے کافی نہیں ہیں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (میرے اندر اس سے زیادہ کی قوت ہے یہاں یہ جملہ محذوف ہے، چونکہ مخاطب کے سامنے واضح ہے اس لئے محذوف کیا) فرمایا کہ اچھا ۵ روزے کافی ہیں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (میں اس سے زائد کی قدرت رکھتا ہوں) فرمایا کہ اچھا سات رکھ لو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرمایا کہ اچھا ۹ روزے رکھ لو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرمایا کہ اچھا گیارہ روزے۔ میں نے

عرض کیا یارسول اللہ! (مزید کی اجازت عطا ہو) فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے روزے سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں۔ وہ روزہ آدھے زمانہ کا ہوتا تھا کہ ایک دن روزہ ہوتا اور دوسرے دن افطار۔

تشریح:

"وسادۃ" تکیہ اور سرہانے کو کہتے ہیں۔ "من ادم" یعنی اوپر کا حصہ اور خول کپڑے کے بجائے کھال کا تھا۔ "حشوھا لیف" یعنی اندر کی بھروتی کھجور کی چھال تھی۔ کھجور کے تنے کے ساتھ براؤن رنگ کے بڑے بڑے جالی دار چھلکے ہوتے ہیں، جو نرم ہوتے ہیں، ان کو تکیہ میں بھردیا کرتے تھے، انہی کو لیف کہا جاتا ہے۔ یہاں اسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ "بینی و بینہ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وسادہ اور تکیہ سامنے رکھا اور اس پر شاید ہاتھ مبارک رکھ کر کلام فرمایا۔ "قلت یا رسول اللہ" یہ انتہائی لطافت ولجاجت وتکرم کے ساتھ درخواست ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یارسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیجئے۔ اگلی روایت میں "حظاً" کا لفظ آیا ہے "حظاً" حصہ کو کہتے ہیں، مراد حق ہے: "حظاً ای حقاً"

۲۷۴۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ فَيَّاضٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو- أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: صُمْ يَوْمًا وَلَكَ أَجْرُ مَا بَقِيَ .قَالَ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ .قَالَ: صُمْ يَوْمَيْنِ وَلَكَ أَجْرُ مَا بَقِيَ .قَالَ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ .قَالَ: صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَكَ أَجْرُ مَا بَقِيَ .قَالَ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ .قَالَ:صُمْ أَرْبَعَةَ أَيَّامٍ وَلَكَ أَجْرُ مَا بَقِيَ .قَالَ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ .قَالَ: صُمْ أَفْضَلَ الصِّيَامِ عِنْدَ اللَّهِ صَوْمَ دَاوُدَ- عَلَيْهِ السَّلَامُ- كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ایک دن روزہ رکھو تمہیں باقی دنوں کے بھی روزے کا اجر ملے گا میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زائد کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ دو روزے رکھو اور باقی دنوں کا اجر تمہیں ملے گا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ میں اس سے بھی زائد کی طاقت رکھتا ہوں فرمایا کہ تین دن روزہ رکھو اور باقی دنوں کا اجر تمہیں ملے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی استطاعت رکھتا ہوں فرمایا کہ: چار دن روزہ رکھو باقی دنوں کا اجر تمہیں ملے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اس سے بھی زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں فرمایا کہ پھر تم سب سے افضل روزہ رکھو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔

۲۷٤۱- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ- قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ- حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو بَلَغَنِي أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَلِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَظًّا صُمْ وَأَفْطِرْ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَذَلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ .قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ بِي قُوَّةً .قَالَ:فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ- عَلَيْهِ السَّلَامُ- صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا .فَكَانَ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي أَخَذْتُ بِالرُّخْصَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم (روزانہ) دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو ایسا مت کیا کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے بس روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو ہر ماہ تین روزے رکھا کرو تو یہ سارے زمانہ کے روزوں کے برابر ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے قوت حاصل ہے فرمایا کہ اچھا پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کیا کرو۔ عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ اے کاش میں حضور علیہ السلام کی دی ہوئی رخصت پر عمل کر لیتا۔ (اس کا احساس اب بڑھاپے میں آکر ہو رہا ہے۔)

باب استحباب صیام ثلاثه ایام من کل شهر

ہر ماہ میں ایام بیض کے روزے رکھنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۷٤۲- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ قَالَ حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ الْعَدَوِيَّةُ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ .فَقُلْتُ لَهَا مِنْ أَيِّ أَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُومُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِي مِنْ أَيِّ أَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُومُ.

حضرت معاذ العدویہ سے روایت ہے کہ انہوں نے زوجہ مطہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! میں نے پھر عرض کیا کہ مہینے کے کون سے ایام میں روزے رکھتے تھے؟ فرمایا کہ ایام کی پروا کیے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے تھے۔ (مہینہ کے کسی بھی دن روزہ رکھ لیتے تھے تعین و تخصیص نہیں فرماتے تھے)

تشریح:

"لم یکن یبالی" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ پروانہیں کرتے تھے کہ مہینہ کی کن کن تاریخوں میں ایام بیض کے روزے رکھیں، بلکہ آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر مہینہ کے تین روزے رکھتے تھے، کبھی ابتداء سے رکھتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ پیر کا روزہ رکھتے تھے، یہ بھی آتا ہے کہ وسط مہینہ سے تین دن روزے رکھتے تھے۔ یہ بھی آتا ہے کہ جمعرات کا روزہ رکھتے تھے تو یہ سب معمول تھا تا کہ امت پر تنگی نہ آجائے۔ اب بھی یہ گنجائش ہے، لیکن احادیث کے مجموعہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام بیض کا تعین کیا گیا ہے، جو ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ کی تاریخیں ہیں۔ ترمذی میں تصریح موجود ہے۔ اس کو ایام بیض بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ میں چاند خوب روشن ہو جاتا ہے۔ سلف صالحین کا اس پر عمل بھی رہا ہے، لہٰذا علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ایام بیض کا تعین ایسا استحبابی امر ہے، جس میں اختلاف نہیں ہے۔ "وهذا متفق على استحبابه"

۲۷۴۳- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ - وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ - حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَوْ قَالَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَسْمَعُ: يَا فُلَانُ أَصُمْتَ مِنْ سُرَّةِ هَذَا الشَّهْرِ. قَالَ لَا. قَالَ: فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ.

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یا کسی آدمی سے فرمایا اور وہ سن رہے تھے کہ: اے فلاں! کیا تم نے اس ماہ کے درمیان میں روزے رکھے؟ اس نے کہا کہ نہیں! فرمایا کہ اچھا پھر جب تم افطار کرو تو دو دن روزہ رکھو۔

تشریح:

"من سرة هذا الشهر" یعنی اس مہینہ کے درمیان میں تم نے روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا افطار کرو تو دو روزے رکھ لو۔ یہ حدیث یہاں بے جا منقول ہے، اس طرح کی کئی روایات آنے والے باب میں مذکور ہیں۔ معنی، مضمون اور الفاظ ایک جیسے ہیں۔ وہاں لفظ "سرر" ہے، یہاں لفظ "سرة" ہے۔ علامہ نوویؒ نے اس کو یہاں ایام بیض پر حمل کیا ہے اور گویا حضرت عائشہؓ کی مطلق روایت کو اس کے ساتھ مقید کیا ہے۔ ایام بیض وسط مہینہ میں تیرہ، چودہ اور پندرہ کی تاریخوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن علامہ نوویؒ کا اس حدیث کو ایام بیض پر حمل کرنا بعید کہا گیا ہے۔ ایک وجہ یہ کہ یہ لفظ "سرر" واقع ہے۔ کسی راوی نے روایت بالمعنی کر کے اس کو "سرة" قرار دیا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس حدیث میں تو دو روزوں کا ذکر ہے، ایام بیض تو تین روزے ہوتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ کہ اس حدیث میں "اذا افطرت" کے الفاظ ہیں، جو رمضان کے ختم ہونے اور عید الفطر کے آنے کی طرف اشارہ ہے۔ اگلے

باب میں تفصیل ہے تو یہاں ایام بیض مراد لینا کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔

٢٧٤٤- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ- قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ- عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَجُلٌ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُومُ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ غَضَبَهُ قَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ .فَجَعَلَ عُمَرُ يُرَدِّدُ هَذَا الْكَلَامَ حَتَّى سَكَنَ غَضَبُهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ قَالَ: لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ- أَوْ قَالَ- لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ .قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ: وَيُطِيقُ ذَلِكَ أَحَدٌ .قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ: ذَاكَ صَوْمُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ: وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذَلِكَ .ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ فَهَذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ.

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ آپ کس طرح روزہ رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید غصہ آ گیا اس کی بات سے (کہ یہ سوال بے تکا تھا اسے چاہئے تھا کہ یوں پوچھتا: میں کس طرح روزہ رکھوں؟) جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غضب کی حالت طاری ہے تو فرمانے لگے: ''ہم اللہ کی ربوبیت پر اور اسلام کے دین برحق ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر راضی ہیں، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے۔'' اور حضرت عمرؓ بار بار یہی کلمات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہو تو کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا (یعنی ثواب کچھ نہیں بس بھوکا رہ گیا) پھر پوچھا کہ اگر کوئی دو دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے تو یہ کیسا ہے؟ فرمایا کہ ایسی بھی طاقت کسی کو ہے؟ پھر پوچھا کہ جو ایک دن روزہ اور دوسرے دن افطار کرے تو کیا ہے؟ فرمایا: کہ وہ تو داؤدی روزہ ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اچھا اگر کوئی دو دن افطار اور ایک دن روزہ رکھے تو؟ فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ مجھے اس کی طاقت ہوتی (تو میں اس طرح روزے رکھتا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ماہ تین روزے اور رمضان کے روزے رکھا کرو، تو یہ دائمی اور

ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور عرفہ کے دن کے روزہ کے بارے میں میرا اللہ تعالیٰ سے گمان یہ ہے کہ وہ سال گزشتہ اور سال آئندہ کے گناہوں کیلئے کفارہ ہوگا اور عاشورہ کے روزہ کے بارے میں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ بنا دیں گے۔"

تشریح:

"کیف تصوم فغضب" یعنی ایک شخص نے آکر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے روزوں کی کیفیت کیا ہے، آپ کیسے روزے رکھتے ہیں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غضب میں آگئے۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اس شخص کو "کیف اصوم" سے سوال کرنا چاہئے تھا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ میں کیسے روزہ رکھوں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حالت کے مطابق جواب ارشاد فرماتے، جب اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی کیفیت کا پوچھا تو اس کیفیت کو کون پورا کرسکتا تھا، اس سے امت پر بوجھ پڑجاتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے آسان اعمال بتائے ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انداز سے عمل کیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ آپ نے وصال کے روزوں سے امت کو منع فرمایا ہے اور خود وصال کے روزے رکھے ہیں۔

"رضینا باللہ ربا" حضرت عمر فاروق ؓ نے اس جملہ کو بار بار دہرایا۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہوجاتا تھا، کیونکہ اس میں اطاعت کا اعتراف ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار ہے۔ اگلی روایت میں یہ لفظ ہے: "وبیعتنا بیعة" یعنی ہم نے جو اسلام پر بیعت کی ہے، ہم اس بیعت پر راضی ہیں۔ "کیف بمن یصوم الدھر" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جب ٹھنڈا ہوا تو حضرت عمرؓ نے وہی سوال کیا جو اس شخص نے کیا تھا، لیکن سوال کے الفاظ میں فرق تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی جواب دیا۔ معلوم ہوا کہ سوال کا سلیقہ سیکھنا بہت ضروری ہے اور الفاظ پر نظر رکھنا انتہائی اہم ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی کو خوشخبری دیتا ہے کہ آپ کے ابا جان سفر سے بخیرت پہنچ گئے۔ وہ آدمی کتنا خوش ہوجائے گا، لیکن اگر خوشخبری دینے والے نے کہا کہ تیری ماں کا شوہر آگیا تو وہ آدمی لڑنے لگ جائے گا، حالانکہ دونوں الفاظ کا مقصد ایک ہی ہے، مگر سلیقہ الگ الگ ہے۔

"و یطیق ذالک أحد" یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے "ای أ و یطیق ذالک احد" یعنی کیا کوئی شخص اس کی طاقت رکھ سکتا ہے، یہ تو بہت مشکل ہے۔ "ثلاث من کل شھر" یہ ایام بیض کے روزوں کا ذکر ہے، معہود ایام ہیں۔ "ان یکفر" عرفہ کا روزہ رکھنے سے سال ماضی اور سال آئندہ دو سالوں کے صغائر گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور دس محرم عاشورہ کا روزہ سال ماضی کیلئے کفارہ بن جاتا ہے، یہ سب کم خرچ بالانشین روزے ہیں۔ امت محمدیہ کو اس کی پابندی کرنی چاہئے۔ آج پندرہ ذوالقعدہ کا دن ہے، جو ایام بیض کا آخری دن ہے اور میں اس حدیث کی تشریح لکھ رہا ہوں۔ **و الحمد للہ علی ذالک**

"و ددت انی طوقت لذلک" یعنی مجھے یہ بات پسند ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس کی توفیق وطاقت دیدے کہ میں ایک دن روزہ رکھوں

اور دو دن افطار کروں۔ اس کلام کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت کو پسند فرمایا اور اس کی تمنا کی، گویا اس کی ترغیب دیدی اور امت کے بارے میں فرمایا کہ امت کے لوگ اگر طاقت رکھیں تو اس صورت کو اختیار کریں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے یہ تمنا فرمائی ہے، ورنہ آپ تو اس سے زیادہ مشکل روزے رکھتے تھے، یعنی صوم وصال رکھتے تھے اور ساتھ والی روایت قاضی عیاض کی توجیہ کی تائید کرتی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: "لیت ان اللہ قوانا لذلک" کاش اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اس پر قوی فرماتے، یعنی آپ کی امت کو قوی فرماتے۔

۲۷٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ - وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى - قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيَّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِهِ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِبَيْعَتِنَا بَيْعَةً . قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ: لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ . أَوْ: مَا صَامَ وَمَا أَفْطَرَ . قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمَيْنِ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ قَالَ: وَمَنْ يُطِيقُ ذَلِكَ . قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمَيْنِ قَالَ: لَيْتَ أَنَّ اللَّهَ قَوَّانَا لِذَلِكَ . قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ قَالَ: ذَاكَ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ . قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ قَالَ: ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ . قَالَ فَقَالَ: صَوْمُ ثَلَاثَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ صَوْمُ الدَّهْرِ . قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ فَقَالَ: يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ . قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَقَالَ: يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ . وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ مِنْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَسَكَتْنَا عَنْ ذِكْرِ الْخَمِيسِ لَمَّا نَرَاهُ وَهْمًا.

حضرت ابوقتادہ الانصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کے روزوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غضب کی حالت طاری ہوگئی، حضرت عمرؓ نے فوراً یہ کلمات کہے: "ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اسلام کے دین حق ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر راضی ہیں اپنی بیعت سے کہ وہی بیعت (حقیقی بیعت ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صوم الدھر کے بارے، میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ: جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے گویا نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا۔ نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دن روزہ اور ایک دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا، کون ہے جو اس کی طاقت رکھے؟ پھر آپ سے ایک دن کے روزہ اور دو دن افطار کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: کاش اللہ تعالیٰ ہمیں اس کیلئے قوت عطا فرمائے۔ (یعنی یہ ترتیب اچھی ہے اگر کوئی طاقت رکھتا ہو تو) پھر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا: یہ تو میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، پھر پیر کے دن کے روزہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: یہ تو وہ دن ہے جس میں میری ولادت (باسعادت) ہوئی اور اسی دن میں مبعوث کیا گیا (نبوت کے ساتھ) یا اسی روز مجھ پر نزول قرآن کریم کا آغاز ہوا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''ہر ماہ میں تین روزے اور رمضان، رمضان کے روزے (ثواب میں) ہمیشہ روزوں کے برابر ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے روزہ سے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا یہ گزرے ہوئے اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ پھر عاشورہ کے روزہ کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا کہ یہ روزہ گزرے سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے شعبہ کے طریق میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر اور جمعرات کے روزہ کے متعلق سوال ہوا، لیکن ہم نے اسے ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہمارے نزدیک اس بارے میں راوی کو وہم ہوا ہے۔

تشریح:

"ومن یطیق ذلک" یعنی ایک دن افطار اور دو دن روزہ رکھنے کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟ یہ کلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، ورنہ آپ تو خود صوم وصال کی طاقت بھی رکھتے تھے۔ "یوم الاثنین" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کا پوچھا گیا تو آپ نے اس کی ترغیب دی اور پیر کے دن کے دو فضائل بیان کئے۔ پہلی فضیلت یہ کہ پیر کے دن اللہ تعالی نے مجھے پیدا کیا اور میری پیدائش ایک عام رحمت ہے تو اللہ تعالی نے جن وانس اور عام کائنات کو پیر کے دن اس رحمت سے نوازا ہے، اس کا شکر ادا کرنے کیلئے اس دن روزہ رکھنا بہت افضل ہے۔ دوسری فضیلت یہ کہ پیر ہی کے دن مجھ پر وحی اتری ہے یا یہ فرمایا کہ پیر کے دن مجھے نبوت ملی۔ پیر کے دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے پر آنحضرتؐ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا، مگر بریلوی حضرات روزہ تو نہیں رکھ سکے، نہ روزہ کی ترغیب دی، بلکہ روزہ رکھنے کو میلاد کے جلوسوں کیلئے دلیل بنا دیا۔ تعجب اس پر ہے کہ روزہ رکھنے کا جلوس کے ساتھ کیا تعلق ہے، لیکن چونکہ میلاد پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور اس کو اپنے لئے دلیل بنا رہے ہیں۔ "او انزل" راوی کو شک ہے کہ "بعثت" کا لفظ ہے یا "انزل" کا لفظ ہے۔ معنی دونوں کا ایک ہے، لفظوں میں فرق ہے۔ اس طرح پیر کی دو فضیلتیں ہوگئیں، تین نہیں۔ "فسکتنا عن ذکر الخمیس" امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ اس مذکورہ حدیث میں شعبہ کی ایک روایت ہے، اس میں "یوم الاثنین والخمیس" یعنی جمعرات کا ذکر بھی ہے تو ہم نے یوم الخمیس کا لفظ ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ شعبہ کو وہم ہوگیا۔ انہوں نے خمیس کو "یوم الاثنین" کے ساتھ ملا دیا، اس لئے ہم نے صرف یوم الاثنین والی روایت کو نقل کیا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ شیخ شعبہ کی روایت کا ایک صحیح محمل بھی ہو سکتا ہے، وہ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور نزول وحی کو تو پیر کے دن کے ساتھ ملا دیا جائے اور ان برکات کو جمعرات کے ساتھ نہ ملایا جائے، بلکہ جمعرات کو صرف روزہ

کیلئے خاص مانا جائے تو اس طرح خمیس کا ذکر روزے کے حوالے سے آجائے گا، جو صحیح ہے۔

٢٧٤٦- وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

حضرت شعبہ سے سابقہ روایت کی طرح اس سند کے ساتھ حدیث منقول ہے۔

٢٧٤٧- وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبَانُ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهِ الِاثْنَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْخَمِيسَ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں سوموار کا ذکر ہے اور جمعرات کا ذکر نہیں۔

٢٧٤٨- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ الِاثْنَيْنِ فَقَالَ: فِيهِ وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ.

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزہ سے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: اس دن تو میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر نزول قرآن کا آغاز ہوا (یعنی نبوت ووحی کا اعزاز ملا لہذا اس دن روزہ رکھنا بہتر ہے)

تشریح:

ہر ماہ میں تین روزوں کے بارے میں قاضی عیاضؒ اس طرح تفصیل بیان کرتے ہیں کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ تین دن کونسے ہیں تو صحابہؓ و تابعین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس سے ایام بیض کے تین دن مراد ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ اور عمر فاروقؓ اور ابوذر غفاریؓ کی یہی رائے ہے۔ شوافع کا بھی یہی خیال ہے۔ علامہ نخعیؒ اور ان کے موافقین کہتے ہیں کہ اس سے ہر مہینہ کے آخری تین دن مراد ہیں۔ حسن بصریؒ وغیرہ کے نزدیک ہر مہینہ کے پہلے تین دن مراد ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور ان کے موافقین نے ہفتہ، اتوار اور پیر کو تین دن قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے عشرہ اول کا پہلا دن، عشرہ ثانیہ کا پہلا دن اور عشرہ آخیرہ کا پہلا دن قرار دیا ہے۔ یعنی یکم، پھر گیارہویں، پھر اکیسویں تاریخ کے دن مراد لئے ہیں۔

باب صوم سرر شعبان

شعبان کے آخری تین دن کے روزوں کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۷۴۹ - **حَدَّثَنَا** هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ - وَلَمْ أَفْهَمْ مُطَرِّفًا مِنْ هَدَّابٍ - عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَوْ لآخَرَ: أَصُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ .قَالَ لَا .قَالَ: فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ.

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی دوسرے سے فرمایا: کیا تم نے اول شعبان میں روزے رکھے؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا کہ جب تم افطار کرلو (یعنی روزہ نہ رکھنے کے دن پورے ہو جائیں تو) دو روزے رکھ لو''

تشریح:

''من سرر شعبان'' لفظ ''سرر'' کے پڑھنے میں بھی بہت اختلاف ہے اور اس کے مطلب اور مصداق میں بھی بہت اختلاف ہے۔ پڑھنے میں سین پر زبر ہے اور زیر بھی ہے اور پیش بھی جائز ہے اور راء پر ہر حالت میں فقط زبر ہے۔ یہ لفظ جمع ہے، اس کا مفرد ''سرۃ'' ہے، جس میں سین پر پیش ہے اور راء پر شد ہے۔ یہ لفظ ''سِرار'' بھی ہے، سین پر کسرہ ہے اور ''سَرار'' بھی ہے، سین پر زبر ہے۔ تمام الفاظ کا اصل مادہ ''استـــرار'' ہے جس میں پوشیدگی کا معنی پڑا ہوا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس لفظ کا معنی و مطلب اور مصداق کیا ہے تو غریب الحدیث کے ماہرین اور اہل لغت کی ایک بڑی جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد مہینہ کے آخری ایام ہیں، کیونکہ مہینہ کے آخر میں چاند غائب اور چھپا رہتا ہے اور استرار کا معنی بھی پوشیدہ رہنے کا ہے۔ یہ پوشیدہ اور تاریک راتیں اٹھائیس، انتیس اور تیس کی راتیں ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ ''سرر'' سے مہینہ کے پہلے تین دن مراد ہیں۔ ان پر اعتراض کیا گیا ہے کہ مہینہ کی ابتداء میں تو راتیں روشن ہو جاتی ہیں۔ اس کو ''سرر'' اور ''استرار'' کہنا لغت کی خلاف ورزی ہے۔ قاموس میں لکھا ہے کہ ''سرر'' اور ''سرار'' مہینہ کے آخری رات کو کہتے ہیں۔ ایک شاعر اس طرح شعر کہتا ہے۔

شهور ينقضين و ما شعرنا   لانصـــاف لهن ولا سرار

یعنی مہینے گزر جاتے ہیں، مگر ہم اس کے درمیان اور آخر سے بے خبر رہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ''سرر'' مہینہ کے وسط کو کہتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ یہ ''سرۃ'' کی جمع ہے اور سرۃ وسط کو کہتے ہیں اور ایام بیض کے دن بھی مہینہ کے وسط میں ہوتے ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے

ہیں: "والاشھر ان المراد آخر الشھر "یعنی مشہور یہی ہے کہ "سرر" مہینہ کے آخر کو کہتے ہیں"کمال قال ابو عبید و الاکثرون"

سوال: اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شعبان کے آخری ایام میں روزہ رکھنے کو احادیث میں منع کیا گیا ہے، ان احادیث سے مذکورہ احادیث کا تعارض آ گیا، اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب علامہ مازریؒ وغیرہ نے دیا ہے کہ اس شخص کی عادت تھی کہ شعبان کے آخر میں روزہ رکھتا تھا یا یہ کہ اس نے شعبان کے آخر کے روزوں کی نذر مانی تھی، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روزہ رکھنے کا فرمایا، یہ ہر آدمی کا قصہ نہیں ہے۔

۲۷۵۰- **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ: هَلْ صُمْتَ مِنْ سُرَرِ هَذَا الشَّهْرِ شَيْئًا .قَالَ لَا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا أَفْطَرْتَ مِنْ رَمَضَانَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مَكَانَهُ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم رمضان کے روزوں سے فراغت حاصل کرلو تو دو روزے رکھ لو شعبان کے روزوں کے عوض میں۔

۲۷۵۱- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَخِي مُطَرِّفِ بْنِ الشِّخِّيرِ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ: هَلْ صُمْتَ مِنْ سِرَرِ هَذَا الشَّهْرِ شَيْئًا .يَعْنِي شَعْبَانَ .قَالَ لَا .قَالَ: فَقَالَ لَهُ: إِذَا أَفْطَرْتَ رَمَضَانَ فَصُمْ يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ. شُعْبَةُ الَّذِي شَكَّ فِيهِ قَالَ وَأَظُنُّهُ قَالَ يَوْمَيْنِ.

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے ارشاد فرمایا: کیا تو نے اس مہینے یعنی (شعبان) کے درمیان میں کچھ روزے رکھے ہیں؟ اس نے عرض کیا نہیں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کے روزے افطار کرلے تو ایک دن یا دو دن کے روزے رکھ۔ شعبہ راوی نے اس میں شک کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن فرمایا۔

۲۷۵۲- **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ وَيَحْيَى اللُّؤْلُؤِيُّ قَالَا: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَانِءٍ ابْنِ أَخِي مُطَرِّفٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ .بِمِثْلِهِ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

باب فضل صوم المحرم

ماہ محرم کے روزوں کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

٢٧٥٣- حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل (نفلی) نماز تہجد کی نماز ہے۔"

تشریح:

"افضل الصیام" یعنی رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں، اس حدیث میں تصریح ہے کہ رمضان کے بعد تمام مہینوں سے روزوں کیلئے محرم کا مہینہ افضل ہے۔

سوال: تمام شارحین نے یہاں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شعبان کے بارے میں احادیث سے معارض ہے، دونوں میں تعارض یہ ہے کہ جب محرم کا مہینہ روزوں کے لئے تمام مہینوں سے افضل ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے مہینہ میں زیادہ روزے کیوں رکھے ہیں، محرم میں زیادہ روزے کیوں نہیں رکھے ہیں؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر کے آخری ایام میں محرم کی فضیلت کا علم ہوگیا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محرم کے مہینہ میں کچھ اسفار و اعذار پیش آتے رہے، اس لئے شعبان میں زیادہ روزے رکھے ہیں، محرم میں زیادہ نہیں رکھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ محرم سے پورا مہینہ مراد نہیں ہے، بلکہ عاشورہ کا روزہ مراد ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اعتراض اور تعارض باقی نہیں رہتا ہے، لیکن یہاں حدیث کے الفاظ سے پورا مہینہ سمجھ میں آتا ہے۔ نیز ترمذی میں ایک حدیث ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں رمضان کے روزوں کے بعد کس مہینہ کے روزے رکھوں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان کنت صائماً بعد شهر رمضان فصم المحرم فانه شهر الله" (رواه الترمذی) اس حدیث سے محرم کا پورا مہینہ سمجھ میں آتا ہے۔

بہر حال محرم الحرام کو یہاں "شهر الله المحرم" کہا گیا ہے۔ سال کے بارہ مہینوں میں محرم کے علاوہ کسی مہینہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوئی ہے، صرف اس کو "شهر الله" کہا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا مہینہ بتایا گیا، جس میں محرم کی عظیم فضیلت ہے اور

یہ اضافت بڑی تکریم وتشریف ہے۔

۲۷۵۴- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ سُئِلَ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ وَأَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ: أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ الصَّلَاةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: فرض کے بعد کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ فرمایا کہ فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز وہ نماز ہے جو رات کے درمیان ادا کی جائے اور رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے ہیں۔"

۲۷۵۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ فِي ذِكْرِ الصِّيَامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .بِمِثْلِهِ.

اس سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بارے میں روایت سابقہ حدیث کی طرح مروی ہے۔

باب استحباب صوم ستة ايام من شوال

شوال کے چھ روزوں کے مستحب ہونے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۷۵۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ- قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ- أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الْحَارِثِ الْخَزْرَجِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.

حضرت ابوایوب الانصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے رمضان کے مہینہ بھر روزے رکھے اور اس کے فوراً بعد ہی شوال کے بھی چھ روزے رکھے تو گویا اس نے زمانہ بھر روزے رکھ لئے۔"

تشریح:

"ستاً من شوال" شوال کے چھ روزے اس صحیح اور صریح حدیث سے ثابت ہیں۔ عید الفطر کے بعد ان کو شوال میں متفرق طور پر بھی رکھا

جا سکتا ہے اور متصلاً بھی رکھنا جائز ہے۔ بعض فقہاء نے متفرق کو اولیٰ قرار دیا ہے، بعض نے اتصال کو اولیٰ قرار دیا ہے۔ تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ جہاں لوگ اتصال کو رمضان کے ساتھ اختلاط سمجھنے لگ جائیں اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ بعض نادان عید الفطر کے دن کہہ رہے ہوں "نحن الی الآن لم یات عیدنا" تو ایسی صورت میں افتراق اولیٰ ہے۔ اگر اختلاط کی صورت پیدا نہیں ہو رہی ہو اور لوگ شبہ میں واقع نہیں ہوتے ہوں تو اتصال اولیٰ ہے۔ امام مالکؒ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ موطا میں وہ فرماتے ہیں: "ما رأیت احداً من اهل العلم یصومها" یعنی عوام میں تو مشہور ہیں، لیکن میں نے علماء کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ علامہ ابی مالکیؒ نے چار تاویلیں کی ہیں اور امام مالکؒ کے قول کو مختلف محامل پر حمل کیا ہے۔ شوال کے چھ روزوں کو جائز کہا ہے۔

علماء احناف میں سے علامہ ابن ہمامؒ نے بحوالہ امام ابو یوسف و ابو حنیفہ اس کو مکروہ لکھا ہے۔ ملا علی قاری اس طرح فیصلہ فرماتے ہیں: " قالوا یکرہ لئلا یظن وجوبها " (کذا فی المرقات ج ۴ ص ۵۴۵)

بہر حال صحیح اور صریح احادیث کی موجودگی میں شوال کے چھ روزوں کا انکار کرنا تو بہت بڑی جرأت ہے، جو کسی بھی عالم کے لئے مناسب نہیں، لیکن عوام الناس نے ان روزوں کے ساتھ التزام کا معاملہ شروع کیا ہے جیسا کہ اوپر ملا علی قاری کی عبارت نقل کی گئی ہے کہ ایک نادان کہتا ہے: "نحن الی الآن لم یات عیدنا" تو ایسے خارجی عوارض اور خارجی منکرات کی وجہ سے شاید امام مالکؒ اور ابن ہمامؒ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ آج کل حرمین شریفین میں ان روزوں کا اتنا اہتمام ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو خیال ہی نہیں آتا کہ رمضان کا مہینہ ختم ہو گیا ہے۔ سحری اور افطار کا اسی طرح آرائش و نمائش اور اسی طرح اہتمام ہوتا ہے، جس طرح رمضان میں ہوتا ہے۔ اس کو دیکھ کر فقہاء احناف اور امام مالکؒ کے اقوال سمجھ آ جاتے ہیں۔ بہر حال یہ غلو ایک عارضی خارجی معاملہ ہے، صحیح اور صریح حدیث کا حکم اپنی جگہ پر ہے۔ اس کا انکار اس کی تضعیف و تحریف کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

"کصیام الدهر" یعنی شوال کے چھ روزوں سے صیام الدہر کے روزے حاصل ہو جاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی دس کے بدلے میں ہے تو رمضان کا ایک مہینہ دس ماہ کے برابر ہو گیا، باقی دو مہینے رہ گئے تو شوال کا ایک دن دس کے برابر ہو کر چھ دن کے روزے ساٹھ دنوں کے روزوں کے برابر ہو گئے تو بارہ مہینوں کے روزے صیام الدہر ہو گئے، یعنی یہ شخص ہمیشہ ہمیشہ روزہ سے ہو گیا۔ پورے سال میں رمضان کے علاوہ نفل روزوں کی تعداد اکیاون ہے، شوال کے چھ دن ہیں، گیارہ مہینوں میں تینتیس دن ایام بیض کے ہیں، نو دن عشرہ ذی الحجہ کے ہیں، دو روزے عاشورہ کے ہیں، ایک روزہ پندرہ شوال کا ہے۔ ۳۳+۹+۶+۲+۱=۵۱

٢٧٥٧ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ. بِمِثْلِهِ.

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح (سابقہ حدیث کی طرح)

فرماتے ہوئے سنا۔

۲۷۵۸- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح (سابقہ روایت کی طرح) فرمایا ہے۔

باب فضل ليلة القدر

لیلۃ القدر کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے انیس احادیث کو بیان کیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿انا انزلناه فی لیلة القدر و ما ادراک ما لیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شهر﴾

اس باب میں لیلۃ القدر کی عظمت کا بیان ہے، اس کو لیلۃ القدر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ قدر اندازہ کرنے کو کہتے ہیں اور اس رات میں بھی ارزاق و آجال کا اندازہ کر کے لکھا جاتا ہے یا یہ لفظ قدر و عظمت شان کے معنی میں بھی ہے۔ بہر حال لیلۃ القدر کی رات اس امت مرحومہ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ ان کی عمریں مختصر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کے ذریعہ سے اجر و ثواب میں ان کی عمروں کو طول عطا کیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے، جس کو ابن حاتم نے نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر کیا اور فرمایا کہ انہوں نے اسی اسی سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ صحابہؓ نے جب یہ سنا تو تعجب بھی کیا اور تمنا بھی کی۔ اتنے میں جبریل امین آئے اور فرمایا تم نے تعجب کیا اور طویل عمر کی عبادت کی تمنا کی تو سن لو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس سے زیادہ بھلائی عطا فرمائی ہے، پھر جبریل امین نے "سورۃ القدر" پڑھ کر سنائی۔ یاد رہے کہ ایک ہزار مہینوں سے ۸۳ سال بن جاتے ہیں اور چار ماہ زائد رہتے ہیں، اسی چار ماہ کو فرمایا: **﴿خیر من الف شهر﴾**

علماء نے لکھا ہے کہ لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کی تجلی آسمان دنیا پر ہوتی ہے۔ اس رات میں زمین پر کثیر مقدار میں فرشتے اتر آتے ہیں، اسی رات میں قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل ہوا تھا۔ اسی شب میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی ہے۔ اسی شب میں آدم علیہ اسلام کا مادہ جمع کیا گیا تھا۔ اسی شب میں جنت میں درخت لگائے گئے تھے۔ اسی شب میں عبادت کے درجات دوسرے اوقات کی نسبت بڑھائے گئے تھے اور اسی رات میں دعا قبول ہوتی ہے۔ (ابن ابی حاتم، مظاہر حق)

لیلۃ القدر کونسی شب میں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس رات کو لوگوں سے چھپا کر رکھا ہے تاکہ لوگ ہر رات کی قدر کریں اور صرف لیلۃ القدر کی عبادت پر اکتفا نہ کریں، جس

طرح جمعہ کے دن میں قبولیت دعا کی ایک گھڑی کو اللہ تعالیٰ نے چھپا کر رکھا ہے۔لیلۃ القدر بھی اسی کے مانند ہے۔
علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص پورے سال عبادت کیلئے رات میں تہجد کیلئے اٹھتا ہے، وہ ضرور لیلۃ القدر کو پالے گا، کیونکہ جو آدمی راتوں کی عبادت کی قدر کرتا ہے، وہ لیلۃ القدر کو پالیتا ہے، جس طرح کہا گیا ہے:

من لم یعرف قدر اللیلۃ لم یعرف لیلۃ القدر

یعنی ہر شب شبِ قدر است اگر قدر می دانی

بہر حال ملا علی قاریؒ مرقات میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کے محل تعین میں علماء کا آپس میں اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ رات منتقل ہوتی رہتی ہے، ایک سال کسی ایک رات میں آتی ہے تو دوسرے سال کسی دوسری رات میں آتی ہے۔ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس قول سے لیلۃ القدر کے بارے میں تمام مختلف احادیث میں تطبیق پیدا ہو جائے گی۔
امام مالکؒ واحمدؒ اور دیگر علماء کا مسلک بھی یہی ہے۔بعض علماء کا خیال ہے کہ لیلۃ القدر ماہ رمضان کے آخری عشرے کی راتوں میں گھومتی پھرتی ہے، حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ ہے کہ لیلۃ القدر پورے سال میں گھومتی پھرتی ہے۔امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی خیال ہے۔
حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ ہے کہ شب قدر پورے رمضان کی راتوں میں کسی ایک رات میں ہے۔اکثر صحابہؓ اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ رمضان کی ستائیسویں شب لیلۃ القدر کی رات ہے۔اس رات کی کچھ خصوصی علامات بھی ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں، اس کے علاوہ جو علامات بیان کی جاتی ہیں کہ درخت سجدہ ریز ہوتے ہیں، پھر کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ سب غیر مستند اور غیر معتمد چیزیں ہیں۔
سوال: یہاں یہ سوال ہے جو عوام الناس اور بعض خواص کے ذہنوں میں آتا رہتا ہے۔وہ سوال یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی رات تو ایک ہے، جب یہ کسی جگہ میں آگئی اور چلی گئی تو دوسری جگہ میں کیسے آئے گی اور اگر آ بھی گئی تو طاق راتوں میں کیسے آئے گی؟
جواب: اس کا سادہ جواب یہ ہے کہ لیلۃ القدر کے آنے جانے کا تعلق اختلاف مطالع اور زمانہ کی تقدیم و تاخیر سے ہے، یہ رات مثلاً سعودیہ میں زمانے کی تقدیم کی وجہ سے پہلے پہنچ گئی، پھر اس نے سفر شروع کیا اور پاکستان پہنچ گئی، اب یہ وہی کل والی شب ہے، لیکن زمانے کی تاخیر سے اور اختلاف مطالع سے ہم تک تاخیر سے پہنچ گئی تو یہ گزشتہ کل اگر سعودیہ میں ۲۷ کی شب تھی تو یہی شب ہم تک دوسرے دن میں پہنچ گئی، جس میں شب قدر ہے، بہر حال یہ زمانہ کی تقدیم و تاخیر کی وجہ سے ہے، رات بھی ایک ہے، شب قدر بھی ایک ہے۔

۲۷۵۹- **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ أَنَّ رِجَالاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کو خواب میں شب قدر اخیر کی سات راتوں میں دکھلائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا خیال یہ ہے کہ تمہارا خواب اخیر کی سات راتوں ہی کے مطابق ہوگیا ہے لہٰذا اگر کوئی ان راتوں کو فضیلت کا طالب ہو تو اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

تشریح:

"اُرُوا" یعنی صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو خواب میں لیلۃ القدر دکھائی گئی، اللہ تعالیٰ نے دکھادیا۔ "لیلۃ القدر" اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں سال بھر کا رزق، سال بھر کی تقدیریں اور سال بھر کی موت وحیات لکھی جاتی ہیں۔ لوح محفوظ کی اصل تقدیر فرشتوں پر ظاہر کردی جاتی ہے اور اس پر عمل درآمد کا حکم دیا جاتا ہے۔ بعض محققین علماء کہتے ہیں کہ اس رات کو لیلۃ القدر اس کی قدر و قیمت اور شرف وعزت وعظمت اور منزلت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ یہ وجہ زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اسی رات کو اتارا گیا، یہ رات ہزار راتوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے زمین پر آتے ہیں اور اس رات میں رحمت وبرکت ہے۔ "قد تواطئت" یہ موافقت کے معنی میں ہے، یعنی ان لوگوں کا خواب ستائیسویں شب کے لیے وجہ ترجیح بنا، لہٰذا اس میں زیادہ امکان ہے، تم اسی میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ "متحریھا" تلاش کرنے کے معنی میں ہے۔ "ای طالبھا و قاصدھا" "فلیتحر" یعنی اس کو چاہئے کہ رمضان کے آخری عشرے کی آخری سات راتوں میں تلاش کرے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ لیلۃ القدر تیس رمضان سے شروع ہوتی ہے، تو اس کی طاق راتیں ۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹ ویں راتیں ہیں۔ گویا خواب دیکھنے والوں سے اکیسویں رات فوت ہوگئی تو اب گنتی تیس سے شروع ہوگئی تو اس کو "السبع الاواخر" کہا گیا۔ اسلامی مہینہ یقینی طور پر ۲۹ دن کا ہوتا ہے، کبھی تیس کا بھی احتمال ہے، لہٰذا انتیس کے حساب سے یہ سات دن بن جاتے ہیں جس کو "السبع الاواخر" کہا گیا ہے۔ حدیث کا یہی مطلب لینا زیادہ واضح ہے۔

لیلۃ القدر کی رات کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت لیلۃ القدر کی رات کو اسی طرح پوشیدہ رکھا ہے جس طرح جمعہ کے دن میں قبولیت دعا کی خاص گھڑی کو پوشیدہ رکھا ہے، اسی طرح جوف اللیل میں قبولیت دعا کے وقت کو پوشیدہ رکھا ہے۔ مسلم شریف ص ۲۵۹ پر ایک باب جس کا عنوان اس طرح ہے: "باب الندب الاکید الی قیام لیلۃ القدر و بیان دلیل من قال انھا لیلۃ سبع و عشرین" میں جب تحفۃ المنعم کی تشریح میں اس باب کی حدیث پر پہنچا تو حیران ہوا کہ یہاں یہ باب کیسے قائم کیا گیا ہے، پھر میں نے زیر نظر باب کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر کی ساری حدیثیں تو یہاں مذکور ہیں، لیکن وہاں چونکہ ایک کھلی قسم موجود ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان کی رات ہے، حضرت حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نقطۂ اختلاف بھی وہاں پر مذکور ہے، اس لئے میں مجبور ہوگیا اور ساری تفصیل اور تحقیق میں نے وہاں پر لکھ دی۔ اب یہاں بطور خلاصہ کچھ اشارات کروں گا، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لیلۃ القدر کا وجود اب نہیں ہے،

پہلے آئی تھی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس لے لی گئی۔ ان لوگوں کا خیال محض خیال ہے، جو غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے اس کا تعین اٹھایا گیا تھا، اس کا وجود برقرار تھا، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرو، اگر وجود نہیں رہا تو تلاش کرنے کا کیا مطلب ہے؟ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ قابل اعتماد علماء کا اجماع ہو چکا ہے کہ لیلۃ القدر اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کے تعین میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں چالیس سے زیادہ اقوال نقل کیے ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ لیلۃ القدر پورے سال میں گھومتی پھرتی ہے، حضرت ابن مسعودؓ کا یہی خیال ہے۔ ایک قول امام ابوحنیفہؒ کا بھی اسی طرح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر صرف رمضان میں ہوتی ہے، مگر پورے رمضان میں گھومتی پھرتی ہے، کسی رات کا تعین نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی کسی ایک رات میں ہوتی ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں گھومتی رہتی ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی ستائیسویں رات میں ہوتی ہے۔ یہ قول زیادہ مشہور ہے اور عوام الناس اسی کو لیلۃ القدر کی رات سمجھتے ہیں۔ علماء احناف کی کتاب "الکافی" اور "المحیط" میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم کو لیلۃ القدر کی رات میں طلاق ہے تو یہ طلاق ستائیسویں رمضان کو پڑے گی، کیونکہ عوام کے ہاں یہی متعارف اور مشہور ہے۔ بہر حال یہ رات ہر سال کے اعتبار سے مختلف راتوں میں گھومتی رہتی ہے تو جس نے جس رات میں دیکھا اس نے صحیح دیکھا، لیکن ہمیشہ کیلئے وہی تاریخ متعین نہیں ہوگی۔ لیلۃ القدر کی بھرپور تفصیل میں نے صحیح مسلم کے صفحہ ۲۵۹ پر مذکورہ حدیث کی تشریح میں لکھ دی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ علامہ نوویؒ نے وہاں ایسا باب باندھا، جس پر تفصیل لکھنے سے میں مجبور ہو گیا۔ نیز امام مسلمؒ نے لیلۃ القدر کی اختلاف والی حدیث وہاں درج فرمائی، جس سے بغیر تشریح کے گزرنا مشکل تھا۔ ترتیب مسلم کا تقاضا تھا کہ وہاں کی حدیثوں کو یہاں لیلۃ القدر کے باب میں درج فرما دیتے، لیکن **"فکم من حسرة تحت التراب"**

"السبع الاواخر" **"ای السبع اللیالی الاواخر"** یعنی آخری عشرہ کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو، اگلی روایتوں میں "الغوابر" کا لفظ ہے، جو اواخر کے معنی میں ہے۔

۲۷۶۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث کا آخری جملہ (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں میں تلاش کیا کرو) منقول ہے۔

٢٧٦١- **وَحَدَّثَنِي** عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَى رَجُلٌ أَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَى رُؤْيَاكُمْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَاطْلُبُوهَا فِي الْوِتْرِ مِنْهَا.

حضرت سالمؒ اپنے والد (حضرت ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص نے لیلۃ القدر کو ستائیسویں رات دیکھا (خواب میں کہ ٢٧ ویں لیلۃ القدر ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ تمہارا خواب آخری دس راتوں میں واقع ہوا ہے لہٰذا آخری دس راتوں کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو'' (اس کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے کوشش کرو)

٢٧٦٢- **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلَيْلَةِ الْقَدْرِ: إِنَّ نَاسًا مِنْكُمْ قَدْ أُرُوا أَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْأُوَلِ وَأُرِيَ نَاسٌ مِنْكُمْ أَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْغَوَابِرِ فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ.

سالمؒ اپنے والد (ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: تم میں سے چندلوگوں کو خواب میں دکھلایا گیا کہ لیلۃ القدر ابتدائی (آخری عشرہ کی ابتدائی) سات راتوں میں ہے جبکہ چندلوگوں کو آخری سات راتوں میں دکھلایا گیا ہے۔ لہٰذا (ان دونوں کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ) لیلۃ القدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔''

٢٧٦٣- **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُقْبَةَ- وَهُوَ ابْنُ حُرَيْثٍ- قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ- يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ- فَإِنْ ضَعُفَ أَحَدُكُمْ أَوْ عَجَزَ فَلَا يُغْلَبَنَّ عَلَى السَّبْعِ الْبَوَاقِي.

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیلۃ القدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو پھر اگر کوئی (ان راتوں میں عبادت سے) کمزوری وسستی اور عاجز پنے کا مظاہرہ کرے تو پھر (کم ازکم) بقیہ سات میں وہ کمزوری اس پر غالب نہ آئے (جس کی وجہ سے اتنی بڑی خیر سے محرومی ہوجائے)

٢٧٦٤- **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ مُلْتَمِسَهَا فَلْيَلْتَمِسْهَا فِي

الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے (حصول فضیلت کیلئے) تو اسے چاہئے کہ آخری دس راتوں میں تلاش کرے۔''

۲۷۶۵ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ جَبَلَةَ وَمُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَحَيَّنُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ .أَوْ قَالَ: فِي التِّسْعِ الْأَوَاخِرِ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' لیلۃ القدر کو آخری دس راتوں میں یا سات راتوں میں تلاش کرو۔''

۲۷۶۶ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أَيْقَظَنِي بَعْضُ أَهْلِي فَنُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ .وَقَالَ حَرْمَلَةُ: فَنَسِيتُهَا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'' مجھے لیلۃ القدر دکھلائی گئی (خواب میں کہ کس رات میں ہوتی ہے) مجھے (اسی دوران) میرے گھر والوں نے جگا دیا تو مجھ سے اس کو بھلا دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں بھول گیا۔ سو تم اس کو آخری دس راتوں میں ڈھونڈو۔''

تشریح:

"بعض اهلی" یعنی بعض ازواج نے مجھے نیند سے جگایا تو میں لیلۃ القدر کی تعیین کو بھلایا گیا۔

سوال: اس باب میں آئندہ آنے والی حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ دو آدمی آپس میں کسی معاملہ میں تنازع کر رہے تھے، ان کے الجھنے سے میرے دل سے لیلۃ القدر کا تعین اٹھالیا گیا، یہاں اس روایت میں ہے کہ ازواج میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا تو اس رات کا تعین بھلا دیا گیا، یہ تعارض ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: علامہ عثمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ لیلۃ القدر کے دکھلانے کا یہ واقعہ شاید کئی بار پیش آیا تھا اور کئی بار بھلایا گیا تو کبھی بعض ازواج کے جگانے سے آپ بھول گئے اور کبھی بعض لوگوں کے جھگڑنے اور تنازع کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے۔ اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ گزشتہ روایات میں ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں "فلا یغلبن" یعنی باقی سات راتوں کے احیاء اور جاگ کر

عبادت کرنے میں اور لیلۃ القدر کے تلاش کرنے میں تم مغلوب نہ ہو، بلکہ اس میں خوب محنت کرلیا کرو۔ "فتحینوا" گزشتہ ایک روایت میں "تحینوا" کا لفظ آیا ہے، یہ حین سے بنا ہے، امر کا صیغہ ہے "ای اطلبوا حینها" یعنی لیلۃ القدر کا وقت تلاش کرو۔

٢٧٦٧ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ - وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ - عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ مِنْ حِينِ تَمْضِي عِشْرُونَ لَيْلَةً وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ يَرْجِعُ إِلَى مَسْكَنِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ ثُمَّ إِنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيهِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيهَا فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ بِمَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ: إِنِّي كُنْتُ أُجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَبِتْ فِي مُعْتَكَفِهِ وَقَدْ رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فَأُنْسِيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي كُلِّ وِتْرٍ وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ .قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مُطِرْنَا لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَقَدِ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُبْتَلٌّ طِينًا وَمَاءً.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ رمضان کے درمیان عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور جب بیس راتیں گزر جاتیں اور ۲۱ ویں رات آنے لگتی تو گھر لوٹ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے معتکفین بھی لوٹ جاتے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حسب معمول) متعینہ رات تک اعتکاف فرمایا اور پھر لوگوں سے اتنی دیر خطاب فرمایا جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ بعدازاں فرمایا: میں اس عشرہ وسطیٰ میں اعتکاف کرتا تھا، پھر مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی (دل میں داعیہ پیدا ہوا) کہ اس آخری عشرہ میں بھی اعتکاف کروں، لہٰذا جو میرے ساتھ اعتکاف میں تھا وہ اپنے معتکف (جگہ اعتکاف) میں ہی رہے اور میں نے اس لیلۃ القدر کو دیکھا ہے لیکن مجھ سے وہ بھلا دی گئی ہے لہٰذا آخری دس راتوں میں سے ہر طاق رات میں سے اسے تلاش کرو اور میں نے دیکھا (خواب میں) کہ میں پانی اور مٹی (کیچڑ) میں سجدہ کر رہا ہوں (یعنی یہ لیلۃ القدر کی علامت ہے اور میں نے یہ خواب میں دیکھی) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اکیسویں شب میں ہم پر اتنا مینہ برسا کہ مسجد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ جائے نماز پر ٹپکنے لگی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہو کر مڑے تو چہرہ مبارک پانی اور کیچڑ سے گیلا ہو رہا تھا (کیونکہ کچی مساجد تھیں پانی پڑا تو مٹی کیچڑ میں تبدیل ہو گئی اس سے معلوم ہوا وہی رات لیلۃ القدر تھی)

تشریح:

"یجاور" "ای یعتکف فی المسجد" یعنی مجاورت اعتکاف کے معنی میں ہے، جبکہ مسجد میں ہو، اس اعتکاف کا مقصد عبادت بھی تھا اور لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی تھا۔ "یرجع الی مسکنہ" "مسکن" معتکف اور اعتکاف کیلئے بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ "یجاور معہ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اعتکاف کے ساتھی ہوتے تھے، وہ بھی اعتکاف کی جگہ کی طرف لوٹ آئے تھے۔ "فلبیت" یہ بیت اور بیتوتت سے بنا ہے، رات گزارنے کے معنی میں ہے۔ "فانسیتھا" یعنی اب یہ رات میں بھلایا گیا ہوں۔ اس بھلانے میں یہ حکمت تھی کہ لوگ تمام راتوں کی قدر کریں اور صرف ایک متعین رات پر انحصار نہ کریں۔ "فی ماء و طین" یعنی میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں مٹی اور پانی یعنی کیچڑ میں سجدہ لگا رہا ہوں۔ "فو کف المسجد" یعنی مسجد کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا۔ "طیناً و ماءً" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خواب میں اپنے آپ کو دیکھا تھا اسی طرح کیفیت اکیسویں رات میں بن گئی اور آپ نے جب سجدہ کیا تو وہ جگہ گیلی تھی تو آپ کے چہرۂ انور کے ساتھ مٹی اور پانی لگ گیا۔ اگلی روایت میں جبین کا لفظ ہے، یعنی آپ کی پیشانی اور جبین مٹی اور پانی سے بھرا ہوا تھا۔

٢٧٦٨- **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ- يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ- عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَلَيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ .وَقَالَ وَجَبِينُهُ مُمْتَلِئًا طِينًا وَمَاءً.

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد حسب سابق روایت بیان کی سوائے اس بات کے اس روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس نے اعتکاف کیا) وہ اپنی اعتکاف والی جگہ میں ٹھہرے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پانی اور مٹی سے آلودہ تھی۔

٢٧٦٩- **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلَى سُدَّتِهَا حَصِيرٌ- قَالَ- فَأَخَذَ الْحَصِيرَ بِيَدِهِ فَنَحَّاهَا فِي نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهُ فَكَلَّمَ النَّاسَ فَدَنَوْا مِنْهُ فَقَالَ: إِنِّي اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ

الْأَوَّلَ أَلْتَمِسُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ ثُمَّ أُتِيتُ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ. فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهُ قَالَ: وَإِنِّي أُرِيتُهَا لَيْلَةَ وِتْرٍ وَأَنِّي أَسْجُدُ صَبِيحَتَهَا فِي طِينٍ وَمَاءٍ. فَأَصْبَحَ مِنْ لَيْلَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَقَدْ قَامَ إِلَى الصُّبْحِ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَأَبْصَرْتُ الطِّينَ وَالْمَاءَ فَخَرَجَ حِينَ فَرَغَ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَجَبِينُهُ وَرَوْثَةُ أَنْفِهِ فِيهِمَا الطِّينُ وَالْمَاءُ وَإِذَا هِيَ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا ایک ترکی خیمہ میں جس کے دروازہ پر چٹائی پڑی ہوئی تھی۔ (پردہ کے طور پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی اپنے دست مبارک سے اٹھائی اور خیمہ کے ایک کونے میں کردی، سر مبارک باہر نکالا اور لوگوں سے بات کرنے لگے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے لیلۃ القدر کی تلاش میں عشرہ اول کا اعتکاف کیا، پھر عشرہ اوسط کا اعتکاف کیا پھر اس دوران میرے سامنے کوئی (فرشتہ) لایا گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ: ''وہ تو آخری عشرہ میں ہے'' لہٰذا اب تم میں سے جسے پسند ہو کہ اعتکاف کرے تو وہ کرسکتا ہے چنانچہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے لیلۃ القدر طاق میں دکھلائی گئی اور میں نے دیکھا کہ اس کی صبح کو مٹی و پانی (کے کیچڑ) میں سجدہ کررہا ہوں'' (ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ) جب ۲۱ ویں شب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح تک ساری رات قیام فرمایا، آسمان سے بارش برستی رہی اور مسجد ٹپکنے لگی میں نے دیکھا کہ مٹی اور پانی کا کیچڑ سا ہوگیا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فراغت کے بعد نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک مبارک کے بانسہ پر کیچڑ سا لگا ہوا ہے اور وہ آخری عشرہ کی ۲۱ ویں رات تھی۔

تشریح:

''فی قبة ترکیة'' یعنی ترکی خیمہ میں آپ اعتکاف کیلئے بیٹھ گئے۔ ''سدتها'' ''ای بابها'' یعنی اس کا دروازہ چٹائی کا بنا ہوا تھا۔ ''ثم اتیت'' یعنی مجھے خواب آیا اور اس میں مجھے بتایا گیا۔ ''وروثة انفه'' ''ای ارنبة الانف'' ناک کے بلند حصہ کو کہتے ہیں، جس کو ناک کا بانسہ کہتے ہیں۔ ''و اذا هی'' یعنی یہ اکیسویں رات تھی۔ معلوم ہوا اس سال لیلۃ القدر اکیسویں رمضان میں آئی تھی۔

٢٧٧٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَأَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَكَانَ لِي صَدِيقًا فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ

فَقُلْتُ لَهُ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ نَعَمْ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْوُسْطَى مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نَسِيتُهَا - أَوْ أُنْسِيتُهَا - فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ كُلِّ وِتْرٍ وَإِنِّي أُرِيتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ. قَالَ فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً قَالَ وَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمُطِرْنَا حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ قَالَ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ.

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپس میں لیلۃ القدر کا تذکرہ کیا، میں ابوسعید الخدریؓ کے پاس آیا کہ وہ میرے دوست تھے میں نے ان سے کہا کہ ارے کھجور کے باغات تک ہمارے ساتھ نہ چلو گے، چنانچہ وہ جسم پر ایک چادر ڈالے ہوئے نکلے، میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کا تذکرہ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا ۲۰ ویں کی صبح کو ہم اعتکاف سے نکلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "مجھے لیلۃ القدر دکھلائی گئی، لیکن میں اسے بھول گیا یا بھلا دیا گیا، سو تم اسے آخری دس راتوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور میں نے دیکھا کہ میں (لیلۃ القدر میں) پانی و مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں، جو میرے ساتھ اعتکاف میں شریک تھا وہ واپس اعتکاف میں لوٹ جائے، چنانچہ ہم واپس معتکف میں لوٹ گئے، آسمان پر ایسے وقت ہم نے کچھ بھی بادل یا ابر نہ دیکھا تھا، اچانک بادل گھر گھر آئے اور بارش (اتنی تیز) ہونے لگی کہ مسجد کی چھت تک بہہ گئی، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی و پانی میں سجدہ فرمایا، جس کا نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر تھا۔

تشریح:

"الی النخل" یعنی کھجور کے باغ کی طرف ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے؟ "خمیصۃ" سیاہ اور سفید دھاریوں والی یمنی چادر کو کہتے ہیں جو اون کی بنی ہوئی ہو۔ صاحب مقامات حریری کہتا ہے:

لبست الخميصة ابغى الخبيصه و انشبت شصى فى كل شيصه

"قزعۃ" ای قطعۃ سحاب "یعنی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ "جرید النخل" یعنی مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور شاخوں سے بنی ہوئی

الأَوَّلَ أَلْتَمِسُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الأَوْسَطَ ثُمَّ أُتِيتُ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ .فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهُ قَالَ:وَإِنِّي أُرِيتُهَا لَيْلَةَ وِتْرٍ وَأَنِّي أَسْجُدُ صَبِيحَتَهَا فِي طِينٍ وَمَاءٍ .فَأَصْبَحَ مِنْ لَيْلَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَقَدْ قَامَ إِلَى الصُّبْحِ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَأَبْصَرْتُ الطِّينَ وَالْمَاءَ فَخَرَجَ حِينَ فَرَغَ مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ وَجَبِينُهُ وَرَوْثَةُ أَنْفِهِ فِيهِمَا الطِّينُ وَالْمَاءُ وَإِذَا هِيَ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ مِنَ الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ.

حضرت ابو سعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا ایک ترکی خیمہ میں جس کے دروازہ پر چٹائی پڑی ہوئی تھی۔(پردہ کے طور پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی اپنے دست مبارک سے اٹھائی اور خیمہ کے ایک کونے میں کردی، سر مبارک باہر نکالا اور لوگوں سے بات کرنے لگے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میں نے لیلۃ القدر کی تلاش میں عشرہ اول کا اعتکاف کیا، پھر عشرہ اوسط کا اعتکاف کیا پھر اس دوران میرے سامنے کوئی (فرشتہ) لایا گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ:''وہ تو آخری عشر میں ہے'' لہٰذا اب تم میں سے جسے پسند ہو کہ اعتکاف کرے تو وہ کرسکتا ہے چنانچہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مجھے لیلۃ القدر طاق میں دکھلائی گئی اور میں نے دیکھا کہ اس کی صبح کو مٹی و پانی (کے کیچڑ) میں سجدہ کر رہا ہوں''(ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ) جب ۲۱ ویں شب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح تک ساری رات قیام فرمایا، آسمان سے بارش برستی رہی اور مسجد ٹپکنے لگی میں نے دیکھا کہ مٹی اور پانی کا کیچڑ سا ہو گیا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فراغت کے بعد نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک مبارک کے بانسہ پر کیچڑ سا لگا ہوا ہے اور وہ آخری عشرہ کی ۲۱ ویں رات تھی۔

تشریح:

''فی قبة ترکیة'' یعنی ترکی خیمہ میں آپ اعتکاف کیلئے بیٹھ گئے۔''سدتها'' ''ای بابها'' یعنی اس کا دروازہ چٹائی کا بنا ہوا تھا۔''ثم اتیت'' یعنی مجھے خواب آیا اور اس میں مجھے بتایا گیا۔''وروثة انفه'' ''ای ارنبة الانف'' ناک کے بلند حصہ کو کہتے ہیں، جس کو ناک کا بانسہ کہتے ہیں۔''و اذا ھی'' یعنی یہ اکیسویں رات تھی۔معلوم ہوا اس سال لیلۃ القدر اکیسویں رمضان میں آئی تھی۔

۲۷۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَأَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَكَانَ لِي صَدِيقًا فَقُلْتُ أَلاَ تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ

فَقُلْتُ لَهُ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ نَعَمْ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْوُسْطَى مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نَسِيتُهَا- أَوْ أُنْسِيتُهَا- فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ كُلِّ وِتْرٍ وَإِنِّي أُرِيتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ .قَالَ فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً قَالَ وَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمُطِرْنَا حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ قَالَ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ.

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپس میں لیلۃ القدر کا تذکرہ کیا، میں ابوسعید الخدریؓ کے پاس آیا کہ وہ میرے دوست تھے میں نے ان سے کہا کہ ارے کھجور کے باغات تک ہمارے ساتھ نہ چلو گے، چنانچہ وہ جسم پر ایک چادر ڈالے ہوئے نکلے، میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کا تذکرہ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا ۲۰ ویں کی صبح کو ہم اعتکاف سے نکلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’مجھے لیلۃ القدر دکھلائی گئی، لیکن میں اسے بھول گیا یا بھلا دیا گیا، سوتم اسے آخری دس راتوں میں طاق راتوں میں تلاش کرو اور میں نے دیکھا کہ میں (لیلۃ القدر میں) پانی ومٹی میں سجدہ کر رہا ہوں، جو میرے ساتھ اعتکاف میں شریک تھا وہ واپس اعتکاف میں لوٹ جائے، چنانچہ ہم واپس معتکف میں لوٹ گئے، آسمان پر اس وقت ہم نے کچھ بھی بادل یا ابر نہ دیکھا تھا، اچانک بادل گھر گھر آئے اور بارش (اتنی تیز) ہونے لگی کہ مسجد کی چھت تک بہہ گئی، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی و پانی میں سجدہ فرمایا، جس کا نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر تھا۔

تشریح:

"الی النخل" یعنی کھجور کے باغ کی طرف ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے؟ "خمیصۃ" سیاہ اور سفید دھاریوں والی یمنی چادر کو کہتے ہیں جو اون کی بنی ہوئی ہو۔ صاحب مقامات حریری کہتا ہے:

لبست الخمیصۃ ابغی الخبیصہ و الشبت شصی فی کل شیصہ

"قزعۃ" ای قطعۃ سحاب" یعنی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ "جرید النخل" یعنی مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور شاخوں سے بنی ہوئی

تھی۔ "فی الماء و الطین" اس سے کیچڑ مراد ہے، جس میں سجدہ لگانا ممکن ہو، اگر ممکن نہ ہو تو سجدہ جائز نہیں ہوگا۔

۲۷۷۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ. نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْصَرَفَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرُ الطِّينِ.

حضرت یحیٰی بن ابی کثیر سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک مبارک پر مٹی کے نشان ہوتے تھے۔

۲۷۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ يَلْتَمِسُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَبْلَ أَنْ تُبَانَ لَهُ فَلَمَّا انْقَضَيْنَ أَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَقُوِّضَ ثُمَّ أُبِينَتْ لَهُ أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَأَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَأُعِيدَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهَا كَانَتْ أُبِينَتْ لِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَإِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِهَا فَجَاءَ رَجُلَانِ يَحْتَقَّانِ مَعَهُمَا الشَّيْطَانُ فَنُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ الْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ. قَالَ: قُلْتُ يَا أَبَا سَعِيدٍ إِنَّكُمْ أَعْلَمُ بِالْعَدَدِ مِنَّا. قَالَ أَجَلْ. نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْكُمْ. قَالَ: قُلْتُ مَا التَّاسِعَةُ وَالسَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ قَالَ إِذَا مَضَتْ وَاحِدَةٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ وَهِيَ التَّاسِعَةُ فَإِذَا مَضَتْ ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا السَّابِعَةُ فَإِذَا مَضَى خَمْسٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا الْخَامِسَةُ. وَقَالَ ابْنُ خَلَّادٍ مَكَانَ يَحْتَقَّانِ يَخْتَصِمَانِ.

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کی تلاش کیلئے رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور ابھی لیلۃ القدر کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے واضح نہیں تھا، جب عشرہ وسطی کی راتیں گزر چکیں تو خیمہ کھولنے کا حکم فرمایا، چنانچہ وہ کھول ڈالا گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات واضح ہوئی کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے، چنانچہ دوبارہ نصب کرنے کا حکم فرمایا تو دوبارہ نصب کیا گیا، پھر آپ لوگوں کے سامنے تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو میرے سامنے لیلۃ القدر (کی تعیین) کی وضاحت کردی گئی تھی اور میں تمہیں بتلانے کیلئے نکلا تھا کہ دو آدمی جھگڑا کرتے ہوئے آئے، ان کے ساتھ شیطان بھی تھا تو (اس جھگڑے کی نحوست کی وجہ سے) میں بھول گیا (کہ لیلۃ القدر کونسی رات میں ہے) اب تم اسے ۹ ویں، ساتویں اور پانچویں رات (یعنی ۲۹ ویں، ۲۷،

ویں اور ۲۵ ویں شب) میں تلاش کرو۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے ابوسعیدؓ سے کہا: تم لوگ ہماری بہ نسبت اعداد کا زیادہ علم رکھتے ہو۔ کہنے لگے ہاں! ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں تم سے۔ میں نے کہا کہ ۹ ویں، ساتویں اور پانچویں کا کیا مقصد ہے؟ فرمایا جب ۲۱ ویں رات گرز جائے تو اس سے ملی ہوئی ۲۲ ویں رات ہے اور نویں سے وہی مراد ہے، پھر جب ۲۳ ویں گزر جائے تو اس سے متصل ساتویں رات ہے، جب ۲۵ ویں گزر جائے تو اس سے متصل پانچویں رات ہے، راوی خلاد نے "یحتقان" کی جگہ "یختصمان" کہا ہے۔

تشریح:

"قبل ان تبان له" یعنی اب تک آپ پر لیلۃ القدر ظاہر نہیں کی گئی تھی۔ "انقضین" یعنی جب عشرہ ثانی گزر گیا۔ "فقوص" یعنی لگایا ہوا خیمہ اکھیڑ دیا گیا۔ "ابنیت له" یعنی جب آپ پر یہ رات ظاہر کی گئی اور بتایا گیا کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔ "فاعید" یعنی دوبارہ خیمہ لگا دیا گیا۔ "رجلان" یہ دو آدمی کسی معاملہ میں اکثر الجھتے رہتے تھے۔ ایک کا نام کعب بن مالک تھا اور دوسرے کا نام عبداللہ بن ابی حدرد تھا۔ حضرت کعب کا قرض تھا اور عبداللہ بن ابی حدرد مقروض تھے۔ "یحتقان" یہ "احتقاق" اور حق لینے کے معنی میں ہے "ای یختلفان فی حق لهما و یتخاصمان" ایک دوسرے سے حق مانگنے میں الجھ رہے تھے۔

۲۷۷۳ - **وَحَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَهْلِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ - وَقَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ - عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُنَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا وَأَرَانِي صُبْحَهَا أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ. قَالَ فَمُطِرْنَا لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ فَصَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْصَرَفَ وَإِنَّ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ. قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُنَيْسٍ يَقُولُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ.

حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے لیلۃ القدر دکھلائی گئی پھر بھلا دی گئی (میرے ذہن سے) اور میں نے اس کی صبح کو دیکھا کہ میں پانی و مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔" عبداللہؓ کہتے ہیں کہ پھر ۲۳ ویں رات ہمارے اوپر بارش برسی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ پھیرا (سلام سے فراغت کے بعد) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک پر پانی و مٹی کا نشان تھا اور عبداللہ بن انیسؓ اس بناء پر ۲۳ ویں شب کو ہی لیلۃ القدر کہتے تھے۔

تشریح:

"وکان عبد الله بن انیس یقول" یعنی عبداللہ بن انیس فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں رات کو بارش ہونے اور مسجد کی چھت سے پانی ٹپکنے اور نبی علیہ السلام کا کیچڑ میں فجر کی نماز پڑھانے کا واقعہ تیئس رمضان میں پیش آیا تھا۔ اس روایت کا حضرت ابوسعید خدریؓ کی گزشتہ روایت سے تعارض ہے۔ اس میں یہ قصہ اکیسویں رمضان کا ہے۔ شارحین جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت راجح ہے اور یہ واقعہ اکیسویں رمضان کا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہوں۔ یہ جواب زیادہ بہتر ہے، کیونکہ لیلۃ القدر مختلف رمضانوں میں مختلف راتوں میں آتی ہے۔ اکیس، تیئس، پچیس، ستائیس اور انتیس کی تاریخوں میں اس کا آنا معروف ومشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی ایک روایت میں "ثلاث و عشرون" کے الفاظ ہیں، دونوں لغات جائز ہیں۔

٢٧٧٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ - قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: الْتَمِسُوا - وَقَالَ وَكِيعٌ - تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کیا کرو۔"

٢٧٧٥ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ - قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ - عَنْ عَبْدَةَ وَعَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ سَمِعَا زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يَقُولُ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ. فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَرَادَ أَنْ لَا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَمَا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَأَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ. ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ فَقُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُولُ ذَلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا.

حضرت زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے بھائی ابن مسعودؓ کا کہنا ہے کہ جو شخص سارا سال شب کو قیام کرتا رہے وہ شب قدر کی سعادت حاصل کرے گا۔ "ابیؓ" نے فرمایا کہ اللہ ان پر رحم فرمائے انہوں نے یہ اس لئے کہا کہ لوگ بس صرف ایک لیلۃ القدر پر ہی تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں (اور سارا سال بداعمالیوں میں گزار دیں کہ لیلۃ القدر میں عبادت کریں گے) ورنہ وہ بھی (ابن مسعودؓ) بھی جانتے ہیں کہ لیلۃ

القدر آخری عشرہ کی ۲۷ ویں شب میں ہوتی ہے، پھر ابی نے بغیر انشاء اللہ قسم اٹھائی (جس کا مقصد یہ ہے کہ انہیں اپنی قسم کے سچا ہونے پر اتنا یقین تھا کہ انشاء اللہ کہنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی) اور کہا کہ ۲۷ ویں رات ہی لیلۃ القدر ہے، میں نے کہا کہ اے ابو المنذر! آپ کس چیز کی بنیاد پر یہ بات کہہ رہے ہیں؟ فرمایا کہ اس علامت ونشانی کی بناء پر جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مطلع فرمایا تھا کہ لیلۃ القدر کی اگلی صبح کا سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے (اس سورج کی کرنیں اور شعاعیں نہیں ہوتیں)

تشریح:

"من یقم الحول" پورے سال میں راتوں کا قیام کرے، وہ شب قدر کو پالے گا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے لیلۃ القدر کے بارے میں عام طریقہ اختیار کیا ہے، مگر حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ ہے کہ لیلۃ القدر پورے سال میں گھومتی رہتی ہے۔ اسی بات کو زر بن حبیش نے حضرت کعبؓ سے معلوم کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے لوگوں کو چست رکھنے اور سستی سے بچانے کی غرض سے یہ بات کہی ہے، ورنہ ان کو خود معلوم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے، پھر حضرت ابی بن کعبؓ نے پکی قسم کھالی اور کہا کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان میں ہے۔ اگلی ایک روایت میں "شق جفنۃ" کا لفظ آیا ہے۔ "جفنۃ" لکڑی کے کاسے کو کہتے ہیں، یہ جب درمیان سے ٹوٹ جائے اور دو ٹکڑے بن جائیں تو ہر ٹکڑا پہلی یا دوسری تاریخ کے چاند کی طرح ہوتا ہے۔

"ان لا یتکل الناس" یعنی صرف ۲۷ رمضان پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں، ورنہ ابن مسعودؓ کو خوب معلوم ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور ۲۷ رمضان میں ہے۔ "ثم حلف" یعنی ایسی قسم کھائی جو پکی تھی۔ اس میں ان شاء اللہ کا استثنا بھی نہیں تھا۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قرآن کی سورۃ قدر میں اللہ تبارک تعالیٰ نے تین بار لیلۃ القدر کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اس لفظ کے اندر نو حروف ہیں، جس سے کل حروف ۲۷ بنتے ہیں، لہٰذا لیلۃ القدر ۲۷ رمضان میں ہے۔ یہ قرآنی اشارہ ہے۔ یہاں سلطان العارفین محی الدین ابن العربیؒ کی ایک عبارت نقل کرتا ہوں، فائدہ سے خالی نہ ہوگی۔ وہ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں:

"و اختلف الناس فی لیلۃ القدر اعنی فی زمانھا فمنھم من قال ھی فی السنۃ کلھا تدور و بہ اقول فانی رئیتھا فی شعبان وفی شھر ربیع و فی شھر رمضان و اکثر ما رئیتھا فی شھر رمضان و فی العشر الاخر منہ و رئیتھا مرۃ فی العشر الوسط من رمضان فی غیر لیلۃ وتر و فی الوتر منھا فانا علی یقین من انھا تدور فی السنۃ فی وتر و شفع من الشھر انتھی" (زجاجۃ المصابیح، ج ۱، ص: ۵۸۴)

۲۷۷۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَةَ بْنَ أَبِي لُبَابَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ أُبَيٌّ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهَا- قَالَ شُعْبَةُ

وَأَكْثَرُ عِلْمِي - هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ .وَإِنَّمَا شَكَّ شُعْبَةُ فِي هَـذَا الْـحَرْفِ هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .قَـالَ وَحَدَّثَنِي بِهَا صَاحِبٌ لِي عَنْهُ.

حضرت زر بن حبیش روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی کعبؓ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں (کہ لیلۃ القدر کونسی رات ہوتی ہے) اور مجھے بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ وہ رات ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا (کہ اس رات میں کثرت سے نماز و نوافل وغیرہ کیا کرو) اور وہ ستائیسویں رات ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی شعبہ نے اس بات میں شک کیا ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا'' کہ اس رات میں قیام کا حکم حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔''

٢٧٧٧ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالاَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ - وَهُوَ الْفَزَارِيُّ - عَنْ يَزِيدَ - وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ - عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَذْكُرُ حِينَ طَلَعَ الْقَمَرُ وَهُوَ مِثْلُ شِقِّ جَفْنَةٍ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیلۃ القدر کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تم میں سے کون یاد رکھتا ہے اس کو جب کہ چاند ایک تھالی کے ٹکڑے کی مانند طلوع ہوتا ہے۔''

کتاب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿و لا تباشروھن و انتم عاکفون فی المساجد﴾

اعتکاف کا لغوی معنی یہ ہے "و ھو الحبس علی الشیٔ و لزومہ" اصطلاح شرع میں اعتکاف کی تعریف اس طرح ہے: "ھو المکث فی المسجد و لزومہ علی وجہ مخصوص"

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱): اعتکاف واجب: یہ وہ اعتکاف ہے جو نذر کی وجہ سے واجب ہوا ہو، اس اعتکاف کیلئے امام مالکؒ، شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان کے راجح اقوال کے مطابق روزہ رکھنا شرط ہے اور ایک دن ایک رات کا ہونا بھی شرط ہے اور اگر فاسد ہو جائے تو قضاء بھی واجب ہے۔ یہ اعتکاف ہر زمانے میں ہو سکتا ہے، کسی ایک زمانہ سے خاص نہیں۔

(۲): اعتکاف سنت مؤکدہ: یہ وہ اعتکاف ہے جو رمضان کے آخری عشرہ میں دس دن کا ہوتا ہے۔ یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ اگر پورے محلّہ نے چھوڑ دیا تو سب گناہ گار ہو جائیں گے، اگر ایک آدمی نے کر لیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

(۳): اعتکاف مستحب: پہلی دو قسموں کے علاوہ ہر قسم کا اعتکاف مستحب ہے۔ اعتکاف مستحب کی اقل مدت میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔

امام مالکؒ کے نزدیک اعتکاف مستحب کی اقل مدت ایک دن ہے، اس سے کم کا اعتکاف نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی مدت دن کا اکثر حصہ ہے۔ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اقل مدت کی کوئی تعیین نہیں ہے، ایک گھڑی کا بھی ہو سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی ظاہر روایت بھی یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اعتکاف کا پس منظر:

دین اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں ہے، سابقہ ادیان میں لوگ رہبانیت کی زندگی گزارتے تھے، یعنی گھروں اور بیوی بچوں سے لاتعلق ہو کر قوت لایموت پر گزارہ کر کے پوری عمر تنہائی کی عبادت میں مشغول ہو کر انتہائی مشقت کے ساتھ گزارتے تھے۔ دین اسلام میں رہبانیت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، لیکن بطور نمونہ رہبانیت کی طرح دس دن کی زندگی گزارنے کا حکم ہوا ہے، تا کہ ایک مسلمان کو یہ احساس دلایا جائے کہ اس دس دن کی مشقتوں اور محنتوں والی زندگی کو دیکھو اور پھر سوچ لو کہ سابقہ ادیان کا ایک بڑا طبقہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس طرح سخت زندگی گزارتا تھا، تم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان ہوا ہے۔ بہر حال معتکف کی مثال اس شخص کی ہے جو بادشاہ کے دروازے پر

پڑا رہتا ہے اور اپنی درخواست کو مسلسل قبولیت کی غرض سے پیش کرتا رہتا ہے۔

باب اعتكاف العشر الأواخر من رمضان

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۷۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

۲۷۷۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ- أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ . قَالَ نَافِعٌ وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللَّهِ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ آخیر میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ عبداللہؓ نے مجھے وہ جگہ دکھلائی جہاں مسجد میں حضور علیہ السلام اعتکاف فرماتے تھے۔

۲۷۸۰- وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ.

ام المومنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

۲۷۸۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ- وَاللَّفْظُ لَهُمَا- قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ.

سیدہ عائشہؓ صدیقہ ارشاد فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

۲۷۸۲- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ- أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ اعتکاف فرماتی رہیں۔

تشریح:

"العشر الأواخر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں مسلسل اعتکاف کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں بھی اور درمیانی عشرہ میں بھی اعتکاف کیا ہے تو شاید لیلۃ القدر کی رات کا جب علم ہوگیا کہ یہ آخری عشرہ میں ہے تو اس کے بعد آپ نے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا شروع کردیا، لہٰذا ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ "ثم اعتکف ازواجہ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہراتؓ نے اعتکاف کا یہ سلسلہ جاری رکھا تاکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت برقرار رہے۔

عورتوں کے اعتکاف کا حکم

اس باب کی احادیث سے ایک بات تو واضح طور پر یہ سمجھ میں آگئی کہ عام اعتکاف خاص کر مسجد میں ہوتا ہے، گھروں میں اعتکاف نہیں ہوتا ہے۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ مشقت کے باوجود صحابہؓ نے مسجدوں میں اعتکاف کیا ہے، گھروں میں نہیں کیا ہے اور خاص کر عورتوں کو تو باہر مسجد میں جانا بھی مشکل تھا، لیکن انہوں نے گھروں میں اعتکاف نہیں کیا ہے تو مردوں اور عورتوں کا اعتکاف صرف مسجد میں جائز ہے۔ یہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور جمہور کا مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کیلئے گھروں میں بنی ہوئی خاص نماز کی جگہ میں بیٹھ کر اعتکاف کرنا جائز ہے، مرد ایسا نہیں کرسکتے ہیں۔ اس طرح ایک قول امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا بھی ہے۔

کیا اعتکاف کیلئے جامع مسجد کا ہونا ضروری ہے؟

ایک حدیث میں ہے "الا فی مسجد جامع" یعنی جامع مسجد کے علاوہ کسی جگہ اعتکاف جائز نہیں۔ حضرت حسن بصریؒ، امام زہریؒ، عروہؒ اور عطاءؒ کے نزدیک صحت اعتکاف کیلئے ایسی مسجد ضروری ہے، جس میں جمعہ ہوتا ہو، یعنی جامع مسجد ہو۔ امام مالکؒ کی ایک روایت بھی اسی طرح ہے۔

جمہور ائمہ کے نزدیک اعتکاف کیلئے جمعہ کی مسجد ضروری نہیں ہے، بلکہ ہر اس مسجد میں اعتکاف صحیح ہے، جہاں پانچوں اوقات کی نمازیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہوں تو حدیث میں مسجد جامع سے مراد جمعہ والی مسجد نہیں ہے، بلکہ جماعت والی مسجد مراد ہے۔ دیہاتوں میں جن مساجد میں جماعت کے ساتھ پانچوں نمازیں نہیں ہوتی ہیں، ان میں اعتکاف ضروری نہیں ہے، اگر کوئی شخص اپنے طور پر ثواب کی نیت

سے کرتا ہو وہ جائز ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت ﴿و انتم عاکفون فی المساجد﴾ میں مساجد عام ہیں، جامع مسجد کی تخصیص نہیں ہے۔ البتہ علماء نے اعتکاف کی فضیلت کے بارے میں مساجد میں فرق بیان کیا ہے کہ سب سے افضل اعتکاف مسجد حرام مکہ میں ہے، پھر مسجد نبوی کا اعتکاف ہے، پھر مسجد اقصیٰ کا اعتکاف ہے اور پھر جامع مسجد کا اعتکاف افضل ہے۔

بہر حال معتکف کیلئے مسجد میں کھانا لانا اور پھر کھانا جائز ہے، مگر کھانے کو جائز کرنے کیلئے اعتکاف کرنا کوئی معہود شرعی نہیں ہے، جس طرح تبلیغی حضرات کرتے ہیں، پھر ان کو چاہئے کہ جب اعتکاف اپنے اوپر لازم کرتے ہیں تو روزہ بھی رکھیں، ہاں اگر جزوقتی اعتکاف ہے تو اس میں روزہ نہیں ہے، یعنی "نویت سنة الاعتکاف ما دمت فی هذا المسجد" کچھ دیر کیلئے نیت ہو۔

معتکف کیلئے خرید و فروخت بھی مسجد میں جائز ہے، مگر سامان اندر لانا منع ہے، نیز یہ خرید و فروخت صرف اپنی ذات اور اہل وعیال کی ضروریات سے متعلق ہو، عام تجارت مراد نہیں ہے، نہ وہ جائز ہے۔ حالت اعتکاف میں فضول باتیں کرنا منع ہے، لیکن بالکل چپ بیٹھنا بھی جائز نہیں، جائز باتیں کرنا جائز ہیں، معتکف کیلئے زیادہ تر اوقات میں باوضو رہنا افضل ہے اور سونا مسجد میں جائز ہے، علم دین کے طلبہ کیلئے بھی مسجد میں رہنا اور سونا جائز ہے۔

اعتکاف کی تین اقسام ہیں، پہلا اعتکاف واجب ہے، یہ وہ ہے کہ کسی شخص نے اعتکاف کی نذر مان لی، دوسرا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، وہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔ تیسرا نفل اعتکاف ہے، وہ اس طرح ہے کہ ایک شخص مسجد میں گیا اور اس نے اعتکاف کی نیت کر لی کہ جب تک اس مسجد میں رہوں گا میرا اعتکاف ہے، یعنی "نویت سنة الاعتکاف ما دمت فی هذا المسجد"

"ثم اعتکف ازواجه" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو زندہ رکھنے کیلئے ازواج مطہراتؓ نے بعد میں اعتکاف کا عمل جاری رکھا۔ یہ مسجد میں اعتکاف کی بات ہے، مگر احناف کے نزدیک عورتیں مسجد کے بجائے گھر میں اعتکاف کریں، بہر حال حرمین شریفین میں ہزاروں عورتیں اعتکاف میں بیٹھتی ہیں، اگر کسی عورت کو حرمین کا ماحول مل جائے اور وہ وہاں اعتکاف کی ہمت کرے تو مضائقہ نہیں ہوگا۔

باب متى يدخل المعتكف فى معتكفه

معتکف اپنی اعتکاف کی جگہ میں کب داخل ہو جائے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۷۸۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ وَإِنَّهُ أَمَرَ بِخِبَائِهِ فَضُرِبَ أَرَادَ الِاعْتِكَافَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَأَمَرَتْ زَيْنَبُ بِخِبَائِهَا فَضُرِبَ وَأَمَرَ غَيْرُهَا مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِبَائِهِ فَضُرِبَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْفَجْرَ نَظَرَ فَإِذَا الْأَخْبِيَةُ فَقَالَ: آلْبِرَّ تُرِدْنَ. فَأَمَرَ بِخِبَائِهِ فَقُوِّضَ وَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ شَوَّالٍ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرنے کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنے معتکف میں داخل ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ لگانے کا حکم دیتے چنانچہ وہ لگا دیا جاتا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو حضرت زینبؓ (زوجہ مطہرہ) بھی چادر لگانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ لگا دی گئی (ان کے اعتکاف کیلئے) اسی طرح اور بھی دوسری ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اپنے خیمے لگانے کا حکم دیا تو ان کیلئے بھی خیمے لگا دیئے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوگئے تو خیمے لگے دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ نیکی کے حصول کا ارادہ کر رہی ہیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خیموں کو کھولنے کا حکم دیا چنانچہ وہ کھول دیئے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے عشرہ میں اعتکاف چھوڑ کر شوال کے پہلے عشرہ تک اعتکاف فرمایا۔

تشریح:

"ثم دخل معتكفه" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر پھر خاص اعتکاف کی جگہ میں بیٹھ جاتے، اب اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ معتکف کب اعتکاف کے لئے مسجد میں آجائے۔

فقہائے کرام کا اختلاف:

"ثم دخل" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھا کر پھر اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے۔ فقہاء کرام کا اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ اعتکاف کرنے والا مسجد میں کس وقت آئے اور اعتکاف کی جگہ میں بیٹھ جائے۔ امام اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ اور ایک قول میں امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ اعتکاف والا آدمی رمضان کی اکیسویں تاریخ میں فجر کی نماز کے بعد مسجد میں آکر اعتکاف میں بیٹھ جائے۔

ائمہ ثلاثہ اور ایک قول میں امام احمد بن حنبلؒ یعنی جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ معتکف رات کو غروب آفتاب کے بعد مسجد میں داخل ہو اور رات مسجد میں گزار دے۔ یہ اکیسویں رمضان کی رات ہے۔ فریق اول نے زیر بحث حضرت عائشہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں واضح طور پر فجر کی نماز کے بعد اعتکاف میں بیٹھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

جمہور بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس میں اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اعتکاف کیلئے رات سے تشریف لائے تھے، رات مسجد ہی میں عبادت میں گزاری تھی، لیکن اپنے بیٹھنے کی خاص جگہ میں تشریف اس وقت

لے گئے تھے، جب کہ فجر کی نماز پڑھائی تو اعتکاف کی ابتداء تو مغرب کے وقت سے ہوئی تھی، لیکن اعتکاف کیلئے جو خاص بنی ہوئی جگہ تھی اس میں صبح کے وقت داخل ہوئے تھے تو اختلاف کی بات ہی ختم ہوگئی۔ "بخباتها" خیمہ کو خبا کہتے ہیں۔ اس کی جمع "اخبیۃ" ہے جو اسی حدیث میں ہے۔ "فضرب" خیمہ گاڑنے کے معنی میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں اپنے لئے خاص جگہ بنا سکتا ہے۔ "آلبر تردن" یہ استفہام انکار اور توبیخ کیلئے ہے، یعنی کیا مسجد میں اعتکاف سے تم نے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ یہ نیکی نہیں ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج کو خیمہ لگا کر مسجد میں اعتکاف کی اجازت دی تھی، لیکن جب آپ نے دیکھا کہ ازواج مطہرات نے بہت سرعت کے ساتھ مسجد میں خیمے گاڑ دیئے تو آپ غصہ ہوئے اور منع کر دیا۔ شاید اس لئے کہ ان ازواج نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور دکھانے کیلئے ایسا کیا ہو اور ایک سوکن نے دوسری سوکن کی ضد کی وجہ سے ایسا کیا ہو، اس لئے سب کو منع کر دیا اور خود بھی اعتکاف کو توڑ دیا اور پھر شوال میں اس کی قضاء کر لی۔ "فقوض" یہ تقویض سے ہے، خیمہ اکھاڑنے اور اٹھانے ہٹانے کو کہتے ہیں۔ "من شوال" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں رمضان کے اس اعتکاف کی قضاء فرمائی۔ معلوم ہوا کہ اعتکاف کی قضاء ہے۔ احناف واجب اعتکاف کی قضاء کے ساتھ روزہ رکھنے کا بھی کہتے ہیں۔ نفل اعتکاف کی قضاء کیلئے صوم شرط نہیں ہے۔

۲۷۸۴ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ (ح) وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ. وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ وَابْنِ إِسْحَاقَ ذِكْرُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُنَّ أَنَّهُنَّ ضَرَبْنَ الْأَخْبِيَةَ لِلِاعْتِكَافِ.

حضرت عائشہؓ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث ہی منقول ہے۔ اس روایت کے اکثر طرق میں حضرت عائشہ، حفصہ و زینب رضی اللہ عنہن کے خیموں کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے اعتکاف کیلئے خیمے لگوائے۔

باب الاجتهاد في العشر الاواخر من رمضان

رمضان کے آخری عشرہ میں جدوجہد کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۷۸۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ - قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ- عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو راتوں کو زندہ کرتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور کمر کس کر خوب کوشش کرتے عبادت میں۔

تشریح:

"العشر" یعنی رمضان کا آخری عشرہ جب شروع ہوجاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری رات کو جاگ کر گزارتے تھے۔"وایقظ اھلہ" یعنی ازواج مطہرات کو عبادت اور تہجد و تلاوت کیلئے جگاتے تھے۔"وجدّ" یعنی خود عبادت میں بہت زیادہ جدوجہد اور محنت فرماتے تھے۔یہ لفظ "نصر ینصر" سے محنت ومشقت کے معنی میں ہے۔"و شد المئزر" "شدّ یشدّ" باندھنے کے معنی میں ہے۔"المئزر" سے مراد ازار بند ہے۔اس جملہ کے دو مطلب ہیں۔ایک مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عشرہ میں اپنی عادت سے زیادہ عبادت کرتے تھے،یہ کثرت عبادات سے کنایہ ہے"یقال شددت لھذا الامر مئزری ای تشمرت و تفرغت" دوسرا مطلب یہ ہے کہ ازار بند باندھنے سے کنایہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عشرہ میں عبادت کیلئے کمر باندھ لیا کرتے تھے اور عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔"کما قیل ھو کنایۃ عن اعتزال النساء للاشتغال بالعبادات"

٢٧٨٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ- قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ- عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں جس قدر محنت و کوشش آخری عشرہ میں کرتے دوسروں عشروں میں اتنی نہ کرتے تھے۔

باب صوم عشر ذی الحجة

عشرہ ذوالحجہ کے روزوں کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

٢٧٨٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ- قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی عشرہ ذی الحجہ میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

تشریح:

"و قال الآخران حدثنا" یہ امام مسلمؒ، امام شافعیؒ اور جمہور مشارقہ کی رائے ہے کہ "حدثنا" اور "اخبرنا" میں فرق ہے اور وہ یہ کہ جب حدیث کو استاذ پڑھ رہا ہو اور شاگرد سن رہا ہو اور بعد میں شاگرد حدیث کو نقل کر رہا ہو تو وہ "حدثنا" کہے گا اور جب شاگرد پڑھ رہا ہو اور استاد سن رہا ہو اور پھر شاگرد نقل کر رہا ہو تو وہ "اخبرنا" کہے گا۔ اگر شاگرد اکیلا ہو تو "حدثنی" اور "اخبرنی" کہے گا، لیکن اگر کئی جماعت ہو تو "حدثنا" اور "اخبرنا" کہے گا۔ یہاں امام مسلمؒ نے اسی پابندی کا مظاہرہ کیا ہے، لیکن امام بخاریؒ اور دیگر اہل مغرب اس فرق کو نہیں مانتے ہیں اور نہ اس کی پابندی کرتے ہیں۔ "صائماً فی العشر قط" یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے عشرہ ذوالحجہ میں کبھی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ ذوالحجہ کا روزہ نہیں رکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے قول ""العشر" سے مراد ذوالحجہ کے نو دن ہیں، کیونکہ دسویں ذوالحجہ کا دن تو عید کا دن ہے، جس میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس باب کی دونوں حدیثوں کے ساتھ دیگر احادیث کا تعارض ہے، مثلاً مسند احمد اور سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں ایک حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "عن بعض ازواج النبی صلی الله علیه وسلم قالت کان النبی صلی الله علیه و سلم یصوم تسع ذی الحجة و یوم عاشوراء" الحدیث "و عن حفصة رضی الله عنها قالت اربع لم یکن یدعهن النبی صلی الله علیه وسلم : صیام عاشوراء و العشر و ثلاثه ایام من کل شهر و رکعتین قبل الفجر" (رواه النسائی و احمد) "وقد جُمع بینهما بان عائشة لم تره صائماً فیها و لا یلزم من ذلک عدم صیامه فی نفس الامر و اذا تعارض النفی و الاثبات فالاثبات اولی بالقبول، و یمکن ان یکون مراد عائشة رضی الله عنها من نفی صومه فی العشر نفیه فی جمیع العشر لا فی بعض یوم منه و یکون مراد حفصة من التسع الیوم التاسع خاصة و کذلک یکون مراد بعض ازواج النبی صلی الله علیه و سلم من العشر الیوم المعهود الذی یهتم بصیامه فی العشر و هو الیوم التاسع یوم عرفة اه"

سوال: مندرجہ بالا احادیث اور زیر نظر دو حدیثوں کا آپس میں تضاد و تعارض ہے، اس واضح تعارض کا کیا جواب ہے؟

جواب: ان دونوں قسم کی روایتوں کے تعارض کا جواب علامہ نوویؒ نے دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا نہ دیکھنا روزہ نہ رکھنے

کی دلیل نہیں ہے، ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہو، حضرت عائشہ ؓ کو معلوم نہ ہوا ہو۔ علامہ نوویؒ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عارض کی وجہ سے اس عشرہ کا روزہ نہیں رکھا ہو۔ تیسرا جواب حافظ ابن حجرؒ نے دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض ہونے کے خوف سے نہیں رکھا۔ چوتھا جواب مذکورہ بالا عربی عبارت میں دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ کا قول نفی ہے اور دیگر ازواج کی روایت میں اثبات ہے اور اثبات نفی سے راجح ہے۔ مذکورہ بالا عبارت میں پانچواں جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عشرہ ذوالحجہ کی جو نفی کی ہے یہ پورے عشرہ کے روزوں کی نفی ہے کہ پورا عشرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہیں رکھا اور دیگر ازواج اور خاص کر حضرت حفصہ ؓ کی روایت میں "تسع ذی الحجة" سے "یوم التاسع" مراد ہو۔ بہر حال روایات میں تعارض نہیں ہے۔

۲۷۸۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ- أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَصُمِ الْعَشْرَ.

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کے عشرہ میں روزہ نہیں رکھتے تھے۔

تشریح:

عشرہ ذوالحجہ کی بہت بڑی فضیلت وارد ہے۔ اسی طرح رمضان کے آخری عشرہ کی بھی بہت بڑی فضیلت ہے۔ بعض علماء نے عشرہ ذوالحجہ کو عشرہ رمضان سے افضل قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے عشرہ رمضان کو افضل قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے یہ محاکمہ اور فیصلہ کیا ہے کہ اگر رمضان کے آخری عشرہ سے لیلۃ القدر کو الگ مانا جائے تو عشرہ ذوالحجہ اس سے افضل ہے، لیکن اگر عشرہ رمضان میں لیلۃ القدر کو موجود تصور کر کے موازنہ کیا جائے تو عشرہ رمضان مطلقاً عشرہ ذی الحجہ سے افضل و اعلیٰ و اولیٰ ہے۔

الحمد للہ آج مورخہ ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ کو میں کتاب الصوم اور کتاب الاعتکاف کی تشریح سے فارغ ہوا۔ آگے کتاب الحج ہے، انشاء اللہ اس کی تشریح عید الاضحیٰ کی تعطیلات میں لکھوں گا۔

فضل محمد یوسف زئی، غفرلہ

درس مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ

کتاب الحج

حج کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾

حج کے لئے محدثین نے مناسک کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ مناسک جمع ہے اس کا مفرد منسک ہے سین پر فتحہ بھی ہے اور کسرہ بھی ہے یہ مصدر میمی ہے جو عبادت اور قربانی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لفظ منسک ظرف زمان اور ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے یعنی عبادت کرنے کا وقت یا عبادت کی جگہ، اسی طرح قربانی کرنے کا وقت یا جگہ، یہاں مناسک سے مراد افعال حج ہیں۔

حج کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لفظ حج میں 'ح' پر فتحہ بھی ہے اور کسرہ بھی ہے، فتحہ کی صورت میں یہ مصدر ہے جو قصد کے معنی میں ہے اور کسرہ کی صورت میں یہ اسم ہے جو حج کا نام ہے۔ قصد کے معنی میں شاعر نے اس طرح استعمال کیا ہے

وَاَشْهَدَ مِنْ عَوْفٍ حُلُوْلًا كَثِيْرَةً ۔۔۔ يَحُجُّوْنَ سَبَّ الزِّبْرِقَانِ الْمُزَعْفَرَا

یعنی سالہا سال سے قبیلہ عوف کے لوگ حاضر ہوتے رہے اور زعفران کی خوشبو میں لت پت زبرقان بادشاہ کے عطیہ کا قصد کرتے رہے۔

لفظ حج کو نام کے طور پر شاعر نے اس طرح استعمال کیا ہے:۔

وَقَفْتُ بِهَا بَعْدَ عِشْرِيْنَ حِجَّةً ۔۔۔ فَلَايًا عَرَفْتُ الدَّارَ بَعْدَ التَّوَهُّمِ

میں محبوبہ کے مکان پر بیس سال کے بعد حاضر ہوا بڑی سوچ و بچار کے بعد اس مکان کو پہچان لیا۔

یہاں سال کو حجة کہا گیا ہے، حج کو بھی اسی مناسبت سے حج کہتے ہیں کہ یہ سال کے بعد آتا ہے قرآن کی آیت میں ''حج البیت'' نام کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

حج کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے:۔

''الحج هو القصد الی زيارة الامكنة المخصوصة فی زمان مخصوص بافعال مخصوصة''

یعنی مخصوص زمانہ میں مخصوص افعال کے ساتھ مخصوص مقامات کی زیارت کا نام حج ہے۔

''الزاد والراحلة'' قرآن وحدیث میں حج کے ساتھ ایک لفظ بطور قید لگا ہوا ہے اور وہ لفظ ''من استطاع اليه سبيلا'' ہے یعنی حج

اس شخص پر فرض ہے جو حج کی استطاعت رکھتا ہو اب فقہائے کرام نے استطاعت کی اس طرح الگ الگ تشریح وتوضیح کی ہے کہ امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے ہاں کسی شخص کے پاس مال کا ہونا استطاعت ہے اگر چہ وہ شخص لنگڑا لولا اور صاحب فراش ہے لیکن اس کے پاس مال ودولت ہے تو حج اس پر فرض ہو جاتا ہے اور چونکہ وہ خود جانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے لہذا وہ اپنی طرف سے کسی اور کو نائب بنا کر ان کے خرچے کا مکمل انتظام کرے وہ شخص جا کر ان کے لئے حج کر کے آجائے اس کو حج بدل کہتے ہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ استطاعت سے مراد صحت بدن ہے جب ایک شخص تندرست ہے تو اس پر ہر حال میں حج فرض ہے وہ حج پر جائے گا راستہ میں کمائے گا کھائے گا اور پھر آگے جائے گا پھر کمائے اور پھر آگے جائے گا کیونکہ خوب صحت مند ہے تو وہ کس چیز کا آرزومند ہے؟

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ استطاعت سے مراد ''زادوراحلہ'' ہے یعنی آنے جانے کا خرچہ ہو راستہ کا کرایہ ہو یا اپنی سواری ہو اور ظاہر ہے کہ اس ضمن میں صحت بدن ضروری ہے اور اسی طرح راستہ کا امن بھی ضروری ہے البتہ اہل مکہ اور گردونواح کے لوگوں کے لئے سواری کا میسر آنا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ بغیر سواری کے بھی حج کو جا سکتے ہیں۔

حج کے فرض ہونے کی شرطیں

مندرجہ ذیل شرائط پائے جانے کے بعد حج فرض ہو جاتا ہے۔

(۱) مسلمان ہونا کافر پر حج فرض نہیں ہے (۲) آزاد ہونا غلام لونڈی پر حج فرض نہیں (۳) بالغ ہونا بچوں پر حج فرض نہیں

(۴) عاقل ہونا مجنون پاگل اور مدہوش وبے ہوش پر حج فرض نہیں (۵) استطاعت یعنی اس قدر مال کا مالک ہونا جو ضرورت اصلیہ اور قرض سے محفوظ ہو اور اس کے زادوراہ اور سواری کے لئے کافی ہو جائے اور جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے لئے بھی اس میں سے اس قدر چھوڑ جائے جو اس کے لوٹنے تک ان لوگوں کو کفایت کر سکے جن لوگوں کے پاس زمین موجود ہے اگر وہ زمین کو فروخت کرے تو بہت پیسہ ہاتھ آسکتا ہے جس سے وہ حج کر سکتے ہیں تو اس صورت میں بھی یہ لوگ صاحب استطاعت ہیں یہ بعض فقہاء کی رائے ہے کہ زمین بھی استطاعت میں داخل ہے۔

موانع حج

یہاں تک جو شرائط بیان ہوئیں یہ وہ تھیں کہ اگر یہ نہ پائیں جائیں تو حج فرض ہی نہیں ہوتا یعنی حج کی فرضیت متحقق ہی نہیں ہوگی اور آگے جو شرائط بیان کی جائیں گی وہ ایسی ہیں کہ ان کے نہ پائے جانے سے حج تو فرض رہے گا البتہ جب تک یہ موانع موجود ہوں گے حج پر جانا ضروری نہ ہوگا اور جس وقت یہ موانع دور ہو جائیں گے پھر حج پر جانا فرض ہو جائے گا۔ (۱) بدن کا ایسے عوارض سے محفوظ ہونا جن کی وجہ سے سفر نہ کر سکے جیسے اندھا، لنگڑا، لولا، اپاہج، یا ایسا بوڑھا جو سواری پر بیٹھ نہ سکے (۲) کسی کی قید میں گرفتار ہونا یا ظالم بادشاہ کے ظلم کے

خوف میں ہونا جب تک یہ مانع ہے حج پر جانا فرض نہیں (٣) راستے کا پر امن نہ ہونا یعنی ڈاکوؤں کے ڈاکہ پڑ جانے کا اگر خطرہ ہو یا کوئی دریا سامنے حائل ہو تو عذر ہے (٤) عورت کے لئے ہمراہی میں شوہر یا محرم کا موجود نہ ہونا (٥) عورت کے لئے عدت میں ہونا خلاصہ یہ کہ مندرجہ بالا شرائط کچھ دائمی ہیں اور کچھ عارضی ہیں، عوارض جب دور ہوں تو حج فرض ہو جائے گا۔

حج کے فرائض

حج میں پانچ چیزیں فرض ہیں۔

(١) احرام لگانا یہ فرض بھی ہے اور حج کے لئے شرط بھی ہے۔ (٢) وقوف عرفات یعنی عرفات میں ٹھہرنا خواہ ایک ہی منٹ کے بقدر ہو خواہ رات میں ہو۔ (٣) طواف زیارت کا اکثر حصہ فرض ہے یعنی چار شوط (چار چکر)۔ (٤) مندرجہ بالا فرائض کی ترتیب کا لحاظ یعنی احرام کو وقوف اور وقوف کو طواف زیارت پر مقدم کرنا۔ (٥) ہر فرض کو اسی مکان ومقام پر بجالانا جہاں پر وہ فرض ہے، مثلاً وقوف کا عمل عرفات میں ہے طواف بیت اللہ میں ہے، احرام میقات کے پاس ہے۔

حج کے واجبات

حج میں کل چھ واجبات ہیں (١) وقوف مزدلفہ (٢) سعی (٣) رمی (٤) آفاقی کے لئے طواف قدوم (٥) حلق یا قصر کرنا (٦) ہر وہ عمل جس کے ترک کرنے پر دم آتا ہو وہ واجب ہے بالفاظ دیگر مندرجہ بالا افعال کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا

حج کب فرض ہوا؟

اس میں کئی اقوال ہیں کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد حج فرض ہوا اگر چہ یہ بات یقینی ہے کہ حج ہجرت کے بعد فرض ہوا ہے تو پانچ ہجری سے لیکر دس ہجری تک ہر سال کے لئے مختلف اقوال ملتے ہیں لیکن قابل اعتماد اور واضح قول یہ ہے کہ حج ۹ھ میں فرض ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا اور خود آپ ﷺ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے۔

پھر اس میں بحث ہو چلی ہے کہ آیا حج صرف اس اُمت پر فرض ہے یا سابقہ اُمتوں پر بھی فرض تھا تو زیادہ راجح اور واضح بات یہ ہے کہ سابقہ اُمتوں پر حج فرض نہیں تھا، البتہ سابقہ امتوں کے انبیاء کرام علیہم السلام پر فرض تھا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چالیس حج ادا کئے جبریل علیہ السلام نے ان سے ایک بار فرمایا کہ فرشتے سات ہزار سال پہلے سے بیت اللہ کا طواف کرتے چلے آئے ہیں۔ احادیث صحیحہ میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے حج کے افعال کا نقشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

بہر حال حج انبیاء کرام علیہم السلام اور اس اُمت کے عوام کے ساتھ خاص ہے اور حج کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اس لئے اس کا منکر کافر ہے اور کوتاہی کرنے والا فاسق اور فاجر ہے۔

ربط ترتیب ابواب

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر جو عبادات فرض کئے اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) خالص بدنی عبادت جیسے نماز اور روزہ کی عبادت ہے۔

(۲) خالص مالی عبادت جیسے زکوۃ کی عبادت ہے۔

(۳) وہ عبادت جو بدنی اور مالی کا مجموعہ ہے جیسے حج کی عبادت ہے۔

سنن وفقہ کی کتابوں میں سب سے پہلے نماز اور اس کے متعلقات سے بحث ہوتی ہے اگر چہ مندرجہ بالا ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ نماز کے بعد روزہ کا بیان ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں نماز کے ساتھ ساتھ زکوۃ کو بیان فرمایا ہے اس لئے نماز کے بعد زکوۃ کا بیان ہوتا ہے۔ اور پھر روزہ کا بیان ہوتا ہے آخر میں حج کو رکھا جاتا ہے۔

بعض علماء نے عبادات کی ترتیب کو اس طرح لکھا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم پر ہیں ایک جمالی صفات ہیں دوسری جلالی صفات ہیں، صفات جلالیہ کا مظہر نماز اور زکوۃ ہے اس لئے اس کو ساتھ ساتھ ترتیب کے ساتھ رکھا اور صفات جمالیہ کا مظہر روزہ اور حج ہے اس لئے صفات جلالیہ کے بعد ترتیب کے ساتھ اس کو رکھا۔

ملاحظہ

ارکان خمسہ کی ترتیب عجیب سے متعلق میں نے تحفۃ المنعم جلد دوم کی کتاب الصلوۃ کی بالکل ابتدا میں ایک حد تک لکھا ہے جو مقصود کے لئے کافی ہے پھر میں نے اپنی کتاب علمی خطبات میں فلسفۂ حج کے موضوع کے تحت خوب تفصیل سے ارکانِ خمسہ کا فلسفہ اور پس منظر بیان کیا ہے اس میں سے صرف فلسفہ حج کا حصہ یہاں رکھنا چاہتا ہوں تا کہ کتاب الحج کا کچھ حق ادا ہو جائے اور ہر پڑھنے والا حج کے مقاصد کو سمجھ سکے۔

فلسفۂ حج

محبوب کے حصول کے لئے دُنیا کے مجازی عشاق کا یہ دستور ہے کہ جب ایک عاشق محبوب کی تعریف بھی کرتا ہے اس کے بعد تعظیم بھی کرتا ہے اور مال بھی لٹا دیتا ہے کھانا پینا بھی چھوڑ دیتا ہے پھر بھی محبوب ہاتھ میں نہیں آتا تو آخر کار وہ گھر بار چھوڑنے کا سوچتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے تعریفوں میں محبوب کے قصیدے بھی پڑھے، تعظیمیں بھی کیں، مال بھی خوب خرچ کیا اور کھانے پینے سے بھی رہ گیا اب اس

زندگی کی کوئی ضرورت نہیں لہذا اب وہ کپڑے پھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور اتنا جذباتی ہو جاتا ہے کہ سر کی ٹوپی اور پیروں کے جوتے اتار پھینکتا ہے اور جذب کی اس طرح کیفیت میں آجاتا ہے کہ جنونی کیفیت میں وہ صحراؤں کا رُخ کرتا ہے، اس کو آبادیوں سے نفرت اور وحشت ہو جاتی ہے اور اس اُمید پر گھر کو خیر باد کہہ کر صحرا کا رخ کرتا ہے کہ وہ ان مقامات کو دیکھ سکے جہاں کسی زمانے میں محبوب رہا کرتا تھا اور جہاں یہ عاشق اپنے محبوب کے آثار و کھنڈرات اور رہنے سہنے کے پرتو اور جھلکیاں پا سکے وہ ماضی کے تمام حالات کا جائزہ لیتا ہے اور دیارِ حبیب میں ہر اس مقام پر روتا ہے جہاں ماضی میں محبوب نے نقل و حرکت کی تھی، عربی شعراء اور عجمی غزل خواں اپنے قصائد اور غزلوں میں یہی نقشہ پیش کرتے ہیں وہ پھر خود بھی روتے ہیں اور دوسروں کو بھی رُلاتے ہیں، وہ ہر مقام پر کھڑے ہو کر ماضی کا صرف نقشہ پیش نہیں کرتے بلکہ وہاں وہ غم واندوہ کا ایک ماتم برپا کر دیتے ہیں، اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ایک دل جلا شاعر اپنے جذبات کا اس طرح اظہار کرتا ہے۔

اَیَامَنْزِلَیْ سَلْمٰی سَلَامٌ عَلَیْکُمَا   هَلِ الْاَزْمُنُ الّتِیْ مَضَیْنَ رَوَاجِعُ

اے سلمٰی کے دو مکان! تم دونوں پر سلام ہو، کیا گزرا ہوا زمانہ واپس آجائے گا؟

وَهَلْ یَرْجِعُ التَّسْلِیْمَ اَوْیَکْشِفُ الْعَمٰی   ثَلَاثُ الْاَثَافِیْ وَالدِّیَارُ الْبَلَاقِعُ

اور کیا محبوب کا ویران گھر اور چولھے کے تین پتھر میری کچھ رہنمائی یا میرے سلام کا جواب دے سکیں گے؟

شاعر ساحر ابو الطیب متنبّی کہتا ہے:۔

فَدَیْنَاکَ مِنْ رَبْعٍ وَاِنْ زِدْتَنَا کَرَبًا   فَاِنَّکَ کُنْتَ الشَّرْقَ لِلشَّمْسِ وَالْغَرْبَا

اے خانہ حبیب، ہم تجھ پر قربان! اگرچہ بوجہ یادِ ماضی تو نے ہماری بے چینی زیادہ کر دی کیونکہ تو محبوب کے لئے بمنزلہ مشرق اور مغرب تھا۔

وَکَیْفَ عَرَفْنَا رَسْمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ لَنَا   فَاِنَّکَ کُنْتَ الشَّرْقَ لِلشَّمْسِ وَالْغَرْبَا

اور ہم نے اس محبوب کے گھر کے نشانات کیسے پہچان لئے جبکہ اس نے پہچاننے کے لئے نہ ہمارا دل چھوڑا اور نہ عقل۔

سَقَیْتُهُ عَبَرَاتٍ ظَنَّهَا مَطَرًا   سَوَائِلًا مِنْ جُفُوْنٍ ظَنَّهَا سُحُبًا

میں نے اس گھر کو ایسے جاری آنسو پلائے جن کو اس نے باران سمجھ لیا ایسی پلکوں سے جن کو اس نے بادل سمجھا۔

مجنون لیلیٰ تو اس میدان میں اوروں سے دس قدم آگے نکلے، وہ تو محبوبہ کے در و دیوار کی چوما چاٹ اور طواف تک کے قائل ہیں، کہتے ہیں:

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی   اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا

میں محبوبہ لیلیٰ کے در و دیوار پر جب گزرتا ہوں تو آس پاس کی دیواروں کو چومتا ہوں

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِي وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

گھروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا بلکہ ان گھروں کے مکینوں کی محبت نے ایسا کیا۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:۔

عَلَيَّ لِرَبْعِ الْعَامِرِيَّةِ وَقْفَةٌ لِيُمْلِيَ عَلَى الشَّوْقِ وَالدَّمْعُ كَاتِبُ

عامریہ محبوبہ کے گھر کے پاس ٹھہرنا مجھ پر لازم ہے تاکہ وہ میرے شوق کو بھڑکا دے اور آنسو کاتب بن کر لکھے۔

وَمِنْ عَادَتِي حُبُّ الدِّيَارِ لِأَهْلِهَا وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ

میری عادت ہے کہ میں مکانوں سے بوجہ اس کے مکینوں کے محبت رکھتا ہوں اور عشق میں لوگوں کے اپنے اپنے طریقے ہوتے ہیں۔

حصولِ محبوب کے لئے پانچویں مرحلہ میں شریعتِ مطہرہ نے رکن حج مقرر کیا ہے کہ ایک عاشق حقیقی جب سوچتا ہے کہ میں نے محبوب حقیقی کے حصول ورضا کے لئے حمد وثناء بھی کیا، پھر عظیم تعظیم کی، پھر مال بھی لٹا دیا، پھر کھانا پینا بھی چھوڑ دیا اور پھر بھی محبوب حقیقی بظاہر ہاتھ میں نہیں آیا، تو اب یہ عاشق حقیقی اپنے بدن کے کپڑے اتار کر کفن نما دو چادر پہن لیتا ہے سر سے ننگا تڑنگا ہوتا ہے اور پیروں میں ایسے جوتے استعمال کرتا ہے جس سے پیر ڈھک نہ جائیں اور اس کے بعد وہ گھر میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر دیوانہ وار اور والہانہ ومجنونانہ انداز سے ان دیار کا رخ کرتا ہے جہاں محبوب کا گھر ہے اور وہاں اس کا پرتو ہے چنانچہ یہ شخص عاشق دیوانہ ہو کر ''بَلَدُ اللّٰهِ الْحَرَام'' میں جا پہنچتا ہے۔ محبوب کے گھر کو دیکھتے ہی یہ عاشق صادق جا کر اس کا طواف شروع کرتا ہے تاکہ محبوب مل جائے، وہ طواف کی ابتداء میں حجر اسود کا بوسہ لیتا ہے گویا کہ پہنچتے ہی اس نے محبوب حقیقی کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا، یہاں نفل پڑھنا مؤخر ہے یہاں تہجد پڑھنا بعد میں ہے، سب سے پہلا کام محبوب کے گھر کا طواف ہے تاکہ کسی طرح محبوب راضی ہو کر حاصل ہو جائے، عشق مجازی میں بھی طواف کے واقعات ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں جس کو رد نہیں کیا سکتا ہے، ایک قصہ ملاحظہ ہو۔

گورنر عاقل کا قصہ

چنانچہ گورنر عاقل جو متحدہ ہندوستان میں لاہور کا گورنر تھا حکومت شاہ جہاں بادشاہ کی تھی، ہمارے استاد نے دورانِ درس یہ قصہ سنایا کہ اس گورنر کو شاہ جہاں کی بیٹی زیب النساء سے محبت تھی، یہ شخص پیدل لاہور سے لال قلعہ دہلی چلا گیا، اور لال قلعہ پہنچتے ہی اس نے قلعہ کا طواف شروع کر دیا، دورانِ چکر اس نے اوپر دیکھا تو بہت بلندی پر سرخ لباس میں ملبوس انسان نظر آیا یہ خود ہی زیب النساء تھی، عاقل نے نیچے سے کہا۔ ''سرخ پوشے بلب بام نظر می آید'' یعنی ایک سرخ پوش عورت اس محل کی بلندی پر نظر آرہی ہے۔

زیب النساء نے فوراً جواب میں کہا۔

''نہ بزور ے نہ بزاری نہ بزری آید''یعنی یہ سرخ پوش نہ بزور طاقت ہاتھ آسکتی ہے، نہ فریاد سے اور نہ زور پیسہ سے ہاتھ آسکتی ہے۔

طواف میں ایک اللہ والے کا قصہ

اسی طرح ایک اللہ والے کا قصہ لکھا گیا ہے کہ اس نے سترہ حج کئے تھے اور جب بھی بیت اللہ پہنچ کر ''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ'' کا نعرہ لگاتے تھے تو جواب ملتا تھا کہ ''لَا لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ اُخْرُجْ مِنْ بَیْتِیْ ''یعنی یہاں سے نکل جاؤ نہ تیرا لبیک قبول ہے اور نہ سعدیک قبول ہے۔

ایک دفعہ کسی اور اللہ والے نے یہ جواب سنا تو اس نے آکر اس شخص سے فرمایا کہ تجھے جو جواب ملتا ہے کیا آپ اُسے سن پاتے ہو، اس نے کہاہاں میں خوب سن لیتا ہوں، انہوں نے پوچھا کہ کتنے عرصے سے یہ معاملہ جاری ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سترہ سال سے، انہوں نے فرمایا کہ پھر یہاں کیوں آتے ہو؟ اس اللہ والے نے کہا کہ اس دربار الٰہی کو چھوڑ کر کہاں چلا جاؤں؟ بس وہ ہمارا خالق ومالک ہے وہ بھگائیں گے لیکن ہم پھر بھی آئیں گے کہتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اور اس شخص کے تمام حج قبول کر لئے، بہر حال عشق ودیوانگی سے سرشار یہ حاجی محبوب کے حصول میں محبوب کے گھر کا دیوانہ وار چکر کاٹتا ہے کبھی دوڑتا ہے، کندھے ہلاتا ہے تو کبھی سکون کے ساتھ نظریں جھکا کر چلتا ہے کبھی حجر اسود کا بوسہ لیتا ہے تو کبھی رکن یمانی پر جھکتا ہے کبھی ملتزم سے چپک چپک کر چیختا چلا جاتا ہے تو کبھی میزاب رحمت کے نیچے جا کر چمٹتا ہے ایک شوق ہے ولولہ ہے جوش ہے، شور ہے اور زور ہے۔

طواف کعبہ ہے وقت سحر ہے نسیم دل کشاز ورِ حجر ہے

محبوب کے گھر کا طواف کیا، سات چکر کاٹ کر تھک گیا جا کر دوگانہ پڑھی، کچھ آرام کیا، پھر زمزم نوش فرمایا پھر جوش آیا اور محبوب کی تلاش میں اب محبوب کے گھر سے کچھ ہٹ کر کھلے میدان میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک خوب دوڑنا شروع کیا۔ پہاڑی پر کھڑے ہوئے محبوب کے گھر پر نظر ڈالی دُعائیں مانگیں پھر وادی میں اترا وہاں خوب تیز دوڑا زبان پر ذکر یار ہے بدن پر غبار ہے، ادھر ادھر سعی بسیار ہے ادھر محبوب کا انتظار ہے پورا عمل دیوانہ وار ہے گویا۔

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی اُقَبِّلُ ذَالْجِدَارَ وَذَاالْجِدَارَا

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

یہ عاشق حقیقی جب ان تمام مراحل کو طے کرتا ہے اور بظاہر محبوب حاصل نہیں ہوتا تو یہ شخص مدینہ منورہ کا رخ کرتا ہے کہ جس ہستی نے مجھے عشق ومحبت کے اس میدان میں ڈالا ہے ان سے جا کر معلوم کرلوں کہ محبوب کے حصول کے کیا طریقے ہیں، مدینہ منورہ میں حاضری دیتا

ہے روضۂ رسول ﷺ کے سامنے درود وسلام پڑھتا ہے، ریاض الجنۃ میں نمازیں پڑھتا ہے اپنے سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جاتا آتا ہے، پیارے پیغمبر کے آنے جانے اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے کی جگہوں کو دیکھتا ہے، پیارے نبی کے ممبر ومحراب کی زیارت کرتا ہے پھر راہِ وفا میں گردنیں کٹوانے والے پروانوں کی قبور ومشاہد دیکھنے کے لئے اُحد جاتا ہے دیگر مقامات کی زیارت کرتا ہے اور کچھ نئی تعلیمات لیکر پھر محبوب کے گھر کی طرف مکہ مکرمہ لوٹ آتا ہے، محبوب کے گھر کے آس پاس پہاڑوں کا رُخ کرتا ہے، عرفات جاتا ہے جبلِ رحمت پر تیز دھوپ میں کھڑا ہے اور محبوبِ حقیقی کے سامنے دستِ نیاز دراز کئے ہوئے ہیں، گڑگڑا کر چیخ وچلا کر، رو رو کر محبوب کو مناتا ہے شام تک راز ونیاز میں وقت گزارتا ہے پھر ایک اور وادی مزدلفہ کا رُخ کرتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ محبوب وہاں راضی ہو کر حاصل ہوجائے، اترتے ہوئے زور زور سے کہتا ہے: لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک　پھر کہتا ہے،

اَللّٰہُ اَکْبَرُ مَا اَفَاضَ الْمَشْعَرُ　　وَبِہِ الْوُفُوْدُ تَزَاحَمَتْ تَسْتَغْفِرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ مَا السَّمَاءُ تَزَیَّنَتْ　　بِنُجُوْمِھَا وَبِھَا الْکَوَاکِبُ تَزْھَرُ

مزدلفہ میں مٹی پر سوتا ہے پراگندہ بال غبار آلود اور میلا کچیلا ہے مگر سر میں شورش برپا ہے آنکھوں کے سامنے ہر جگہ محبوب کا جلوہ ہے صبح صبح مزدلفہ سے دیوانگی کو زیادہ کرنے کے لئے کچھ کنکریاں اٹھاتا ہے اور پھر ایک اور وادی منی کی طرف چل پڑتا ہے جوش میں ہے وصل محبوب میں اب جو رکاوٹیں آرہی ہیں ان پر عملی وار کرنا چاہتا ہے، سیدھا جاتا ہے اور بالکل سامنے ہی راستے میں ایک بڑی رکاوٹ سے آمنا سامنا کرتا ہے کنکریاں تو تیار تھیں اس رُکاوٹ کے سر پر کنکریوں کی بارش کردیتا ہے جسم کے بال بڑھ چکے ہیں ناخن لمبے ہوگئے ہیں، مونچھوں کا براحال ہے، سر پر پراگندہ بال ہے، جسم ہے کہ اس پر کفن ہے، ایک چادر اوپر ہے ایک نیچے ہے رکاوٹوں کو دور کررہا ہے سب کچھ کیا جو کچھ کرنا تھا اور جتنا کرنا تھا کرلیا جتنا ہوسکتا تھا کیا، اب پھر پلٹ کر اول سے آخر تک اس نقشے کو دیکھتا ہے کہ میں کس کے لئے کہاں سے چلا تھا اور کیوں چلا تھا اور کیا حاصل ہوا؟ اس پس منظر میں جب وہ دیکھتا ہے کہ اب تک محبوب بظاہر حاصل نہیں ہوا تو اب یہ عاشقِ حقیقی کچھ اور سوچنے لگتا ہے کیونکہ دُنیا کے مجازی عشاق جب عشق میں ناکام ہوجاتے ہیں تو پھر وہ خود اپنے گلے پر چھری پھیرتے ہیں اور خودکشی کرتے ہیں۔ اب اپنی جان کی قربانی کا ارادہ عاشقِ حقیقی کرتا ہے اور وہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے جب کنکریوں سے فارغ ہوجاتا ہے تو قربان گاہ کا رخ کرتا ہے تاکہ وہ اپنی جان کی قربانی دیدے وہ جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اب تک محبوب کے حصول میں جو کچھ ہوسکتا تھا میں نے کیا بس اب اس زندگی کی ضرورت نہیں اب اس کو ہی ختم کردوں گا قربان گاہ جب وہ پہنچ جاتا ہے تو محبوب حقیقی کی طرف سے رحمت کی ایک جھلک ان پر پڑتی ہے وہ اشارہ کرتی ہے کہ جان کی جگہ جانور ذبح کرلو وہی قبول کیا جائے گا، یہ جا کر جانور کو اس نیت سے ذبح کرتا

ہے کہ اصل میں اپنے آپ کو ذبح کر رہا ہوں، جب خوب جوش سے تکبیر پڑھ کر جانور کی قربانی کرتا ہے اور جان کی بازی لگاتا ہے تواب محبوب حقیقی راضی ہو کر مل جاتا ہے، محبوب کے راضی ہونے اور وصل محبوب کے پر تو پڑنے سے عاشق حقیقی کو وصال حبیب کا مقام حاصل ہو جاتا ہے جب ہوش میں آجاتا ہے تو اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہے، بڑے بڑے ناخن نظر آتے ہیں تو کہتا ہے ارے یہ کیا ہوا یہ ناخن اتنے بڑے کیوں ہیں؟ ارے یہ بال اس طرح پراگندہ کیوں ہے اوہو! یہ کپڑے اتنے میلے کچیلے کیوں ہیں یہ دیکھ کر غسل خانہ کی طرف جاتا ہے اور غسل کرتا ہے صابن استعمال کر کے صفائی حاصل کرتا ہے، نئے کپڑے پہنتا ہے ناخن تراش لیتا ہے اور عطر استعمال کر کے ظاہراً اور باطناً پاک ہو جاتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ حج کرنے سے حاجی اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح کہ جس دن وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر آیا تھا اس طرح یہ عاشقانہ دیوانہ وار عبادت مکمل ہو جاتی ہے اور یہ حدیث سمجھ میں آجاتی ہے!

بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لااله الاالله وان محمداعبده ورسوله واقام الصلوة وايتاء الزكوة وصوم رمضان وحج البيت من استطاع اليه سبيلا.

صدق الله جل جلاله وصدق رسوله النبی الكريم

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحیح حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یارب العالمین

باب مايباح للمحرم ومالايباح له من الثياب

محرم کونسا کپڑا پہن سکتا ہے اور کونسا نہیں

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے بارہ احادیث کو بیان کیا ہے

۲۷۸۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ:يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ قَالَ: لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا ثَوْباً مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ محرم حالت احرام میں کونسے کپڑے پہنے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہ قمیص پہنو، نہ عمامے اور شلواریں نہ ہی ترکی ٹوپیاں اور موزے پہنو الا یہ کہ کسی کو جوتے میسر نہ ہو تو وہ موزے پہن سکتا ہے البتہ موزوں کے ٹخنوں سے نچلے حصے کو کاٹ ڈالے'' اسی طرح کوئی ایسا کپڑا بھی مت پہنو جو زعفران کی خوشبو یا ورس کی خوشبو میں رنگا ہوا ہو''۔

تشریح:

"مایلبس المحرم" لفظ ما استفہامیہ ہے یعنی ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حج کی نیت کر کے محرم آدمی کونسا کپڑا پہن سکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ محرم فلاں فلاں کپڑا استعمال نہیں کر سکتا ہے باقی استعمال کر سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اسلوب الحکیم کے طرز پر انتہائی فصاحت و بلاغت اور بدیع الکلام پر مشتمل ہے کیونکہ اس شخص نے محرم کے لئے مباح اور جائز ثیاب کا سوال کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز ثیاب کو بیان کیا کیونکہ جائز اشیاء کی فہرست بہت لمبی تھی تو بلاغت کا تقاضا یہ تھا کہ ممنوعہ اشیاء کو بتا دیا جائے اور باقی سب اشیاء کو مبہم چھوڑا جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ قسم کی اشیاء کو محظورات احرام میں شمار فرمایا اور باقی تمام اقسام کو جائز قرار دیا، یہ سوال اس شخص نے مسجد نبوی میں کیا تھا اور جواب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی ہی میں دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ "سئل عمایلبس فاجاب بمالایلبس علی اسلوب الحکیم لانه اخصر واحصر اذمعناه لایلبس المذکورات ویلبس ماعداهاه ویلبس بفتح الباء من باب علم یعلم"

"القمیص" ایک روایت میں القمص جمع بھی ہے قمیص کے معنی میں ہے جو معروف ہے یعنی قمیص اس سلے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں جو انسان کے بدن کے نصف اعلیٰ پر محیط ہوتا ہے۔

"ولاالسراویلات" یہ جمع ہے اس کا مفرد سراویل ہے بعض نے سروالة کہا ہے یہ شلوار کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ سلا ہوا کپڑا جو انسان کے بدن کے نصف اسفل پر محیط ہوتا ہے۔ ان دونوں کے حکم میں محرم کیلئے ہر وہ کپڑا پہننا ممنوع ہو جاتا ہے جو سلا ہوا ہو اور جسم پر محیط ہو، یا جسم کے بعض حصے پر محیط ہو۔ سلائی کے حکم میں گرہ بھی آتا ہے قمیص اور سراویل کا یہ عموم جبہ عبایہ صدری کوٹ بنیان اور قفازین و دستانوں سب کو شامل ہے یہ سب محرم کے لئے حرام ہیں۔

"ولاالعمائم" یہ عمامة کی جمع ہے پگڑی کو کہتے ہیں، پگڑی کے ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عام طور پر عمامے استعمال کرتے تھے "ولاالبرانس" یہ برنس کی جمع ہے، برنس کیا چیز ہے؟ تو اس کے تعین میں تھوڑا سا اختلاف ہے، علامہ جوہری نے اس کوتر کی ٹوپی قرار دیا ہے جو بلند ہوتی ہے، قال الجوهری هوقلنسوة طويلة كان النساک یلبسونهافی صدر الاسلام [نهایه ابن اثیر] عام اہل لغت نے برنس اس ٹوپی کو قرار دیا ہے جس کے ساتھ اس کا پورا کپڑا لگا ہوا ہو جس کو برساتی کہتے ہیں یا شپ یارڈ میں جو ملازم ایک لباس پہنتے ہیں کہ شلوار، قمیص اور ٹوپی ایک ہی ساتھ ہوتے ہیں وہ مراد ہے، هو کل ثوب رأسه منه ملتزق به من ذراعة اوجبة اوممطرا (النهاية) پگڑی اور برساتی کے حکم میں ہر وہ چیز آتی ہے جو سر پر محیط ہو کر اس کو چھپائے خواہ ٹوپی ہو یا پٹی ہو یا رومال وغیرہ ہو۔ پگڑی کے بعد برنس کا ذکر اس لئے کیا گیا تا کہ یہ حکم معتاد اور غیر معتاد تمام صورتوں کو شامل ہو جائے چنانچہ برنس کا پہننا معتاد نہیں ہے بلکہ غیر معتاد ہے جس سے سر ڈھک جاتا ہے۔

''ولا الخفاف '' یہ خف کی جمع ہے خف موزہ کو کہتے ہیں جو پاؤں میں پہنا جاتا ہے۔ موزہ کے حکم میں ہر وہ چیز آتی ہے جو پاؤں کو چھپائے خواہ جوتا ہو یا بوٹ ہو یا جراب وغیرہ ہو۔ البتہ احناف فرماتے ہیں کہ حج میں ٹخنہ قدم کے اوپر اُبھرے ہوئے حصہ کو کہا جائے گا، اس کا چھپانا منع ہے، معروف ٹخنے چھپانا بھی منع ہے، مگر وہ یہاں مراد نہیں ہیں، یہ احناف کی رائے ہے بہر حال اوپر مذکورہ اشیاء مردوں کے لئے حالت احرام میں استعمال کرنا حرام ہے لیکن عورتوں کا حکم ایسا نہیں ہے وہ اپنے سارے بدن کو احرام کی حالت میں چھپائے گی صرف چہرہ کھلا رکھے گی کیونکہ عورت کا احرام اس کے چہرہ میں ہے۔

''مسه الزعفران '' زعفران میں پیلا رنگ بھی ہوتا ہے اور اس میں خوشبو بھی ہوتی ہے اس لئے محرم کے لئے حرام ہے ''الورس '' واؤ پر زبر ہے اور را ساکن ہے ایک پیلے رنگ کے پودے کا نام ہے، جس میں خوشبو بھی ہوتی ہے، اس لئے ممنوع ہے، یہ پودا یمن میں زیادہ ہوتا ہے ہند اور چین میں بھی ہوتا ہے، زعفران اور اس کے حکم میں ہر خوشبو آئے گی لہذا محرم کسی خوشبودار چیز کو استعمال نہیں کر سکتا ہے محرم کے لئے ان تمام چیزوں کے استعمال کرنے میں ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ حاجی تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو اس کو سب تنعم کی چیزوں سے احتراز کرنا چاہئے۔ الحج العج الثج ، الحج الشعث التفل یعنی حاجی میلا کچیلا ہوتا ہے درویش اور مست ملنگ ہوتا ہے۔

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی — گھر اس کا نہ دلی نہ صفاہان نہ سمرقند

۲۷۹۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ:يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عنه قَالَ:سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ قَالَ: لاَ يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلاَ الْعِمَامَةَ وَلاَ الْبُرْنُسَ وَلاَ السَّرَاوِيلَ وَلاَ ثَوْباً مَسَّهُ وَرْسٌ وَلاَ زَعْفَرَانٌ وَلاَ الْخُفَّيْنِ إِلاَّ أَنْ لاَ يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ .

حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ احرام باندھنے والا (حالت احرام میں) کیا پہن سکتا ہے؟ فرمایا ''محرم قمیص، عمامہ، ترکی ٹوپی (یا کوئی بھی ٹوپی) شلوار وغیرہ نہیں پہن سکتا، اسی طرح وہ کپڑا جو ورس یا زعفران کی خوشبو سے رنگا ہوا ہو وہ بھی نہیں پہن سکتا، اور موزے بھی نہیں پہن سکتا، ہاں اگر کسی کو جوتے میسر نہ ہو تو پہن سکتا ہے مگر اسے چاہئے کہ ٹخنوں سے نچلے حصے کو وہ کاٹ ڈالے (موزے کے)۔

۲۷۹۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ:نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْباً مَصْبُوغاً بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ وَقَالَ:مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: ''اس بات سے کہ محرم کوئی ایسا کپڑا پہنے جو زعفران یا ورس (ایک مخصوص بوٹی جو خوشبودار ہوتی ہے) سے رنگا ہوا ہو، اور فرمایا کہ جس شخص کو جوتے میسر نہ ہو تو اسے چاہئے کہ موزے پہن لے البتہ ان کے ٹخنوں سے نچلے حصے کو کاٹ دے۔''

۲۷۹۲۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعاً عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ يَقُولُ السَّرَاوِيلُ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الإِزَارَ وَالْخُفَّانِ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ يَعْنِي الْمُحْرِمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ: ''جسے ازار (تہبند) میسر نہ ہو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور جو چپل اور نعلین سے محروم ہو وہ موزے پہن سکتا ہے۔ یعنی محرم

تشریح:

''وھو یخطب'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ ''لمن لم یجد الازار'' یعنی اگر احرام کے لئے ازار کا کپڑا نہیں ہے تو ایسا شخص شلوار پہن سکتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح مجبوری ہے تو پھر فدیہ دینے کے بغیر شلوار استعمال کر سکتا ہے لیکن امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ شلوار پہننا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو پھاڑ دیا جائے اور پھر بطور چادر استعمال کیا جائے اگر صحیح حالت میں شلوار پہن لی تو اگر ایک دن رات تک پہن لی تو دم آئے گا اور اگر کچھ وقت کے لئے پہن لی تو فدیہ آئے گا، خفین کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ اگر صحیح حالت میں پہن لیا تو زیادہ وقت گزرنے سے دم آئے گا اور تھوڑے وقت کے لئے پہننے سے فدیہ آئے گا۔

۲۷۹۳۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالاَ جَمِيعاً حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ .فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ

حضرت عمرو بن دینار سے اس سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے (راوی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا پھر یہ حدیث (جسے ازار میسر نہ ہو وہ شلوار اور جو چپل وغیرہ سے محرم ہو وہ موزے پہن سکتا ہے) ذکر فرمائی

۲۷۹٤۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ

جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ .غَيْرُ شُعْبَةَ وَحْدَهُ .

تابعی حضرت عمرو بن دینار سے اس طریق سے سابقہ روایت نقل کی گئی ہے لیکن ان راویوں میں سے کسی نے بھی عرفات کے خطبے کا ذکر نہیں کیا سوائے اکیلے حضرت شعبہ کے۔

٢٧٩٥ـ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ:قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَاراً فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو شخص نعلین سے محروم ہوا سے چاہئے کہ موزے پہن لے اور جسے تہبند میسر نہ ہو وہ شلوار پہن لے''۔

٢٧٩٦ـ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهَا خَلُوقٌ أَوْ قَالَ:أَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ:كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي قَالَ:وَأُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْوَحْيُ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ وَكَانَ يَعْلَى يَقُولُ وَدِدْتُ أَنِّي أَرَى النَّبِيَّ ﷺ وَقَدْ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ قَالَ: فَقَالَ:أَيَسُرُّكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ قَالَ:فَرَفَعَ عُمَرُ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيطٌ قَالَ:وَأَحْسِبُهُ قَالَ: كَغَطِيطِ الْبَكْرِ قَالَ: فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ اغْسِلْ عَنْكَ أَثَرَ الصُّفْرَةِ أَوْ قَالَ:أَثَرَ الْخَلُوقِ وَاخْلَعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا أَنْتَ صَانِعٌ فِي حَجِّكَ

صفوان بن یعلی اپنے والد حضرت یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''جعرانہ'' میں قیام فرماتے اور وہ آدمی (ایک جبہ پہنے ہوئے تھا اس شخص نے کہا کہ آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں کہ میں کس طرح اپنے عمرہ میں (افعال عمرہ) کروں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہونی شروع ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں چاہتا تھا کہ نزول وحی کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں (کہ کیا کیفیت ہوتی ہے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی کے وقت دیکھنا پسند کرتے ہو؟ (اثبات میں جواب پاکر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے کپڑے کا ایک کنارہ اٹھادیا تو میں نے آپ صلی علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہانپ رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس طرح ہانپ

رہے تھے جیسے جوان اونٹ ہانپتے ہیں۔ پھر جب وحی کا نزول موقوف ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عمرہ کے بارے میں پوچھنے والا سائل کہاں ہے؟ پھر اس سے فرمایا: کپڑے پر سے زردی یا خوشبو کا اثر زائل کرو اور اپنا جبہ اتار دو اور جو حج میں کرتے ہو وہی عمرے میں بھی کرو (کہ جس طرح حج میں احرام کی حالت میں سلے ہوئے لباس اور خوشبو سے بچتے ہو اسی طرح عمرہ میں بھی بچو)

تشریح:

"بالجعرانة" جیم پر کسرہ ہے عین ساکن ہے را پر زبر ہے نون پر بھی زبر ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جیم پر کسرہ ہے اور عین پر بھی کسرہ ہے اور را مشدد ہے، یہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو حرم سے خارج ہے جنگ حنین کے اموال غنائم سارے کے سارے یہاں جمع کئے گئے تھے، یہ شخص اسی مقام میں آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اس شخص نے عمرہ کے بارے میں پوچھا جب کہ حالت احرام میں اس نے جبہ پہن رکھا تھا اور خلوق عطر بھی لگایا تھا، سوال کے متصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت شروع ہوگئی "فستر بثوب" یعنی آنحضرت ﷺ ایک کپڑے کے ذریعہ ڈھانپے گئے "وکان یعلی یقول" یہ ایک الگ حقیقت کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ حضرت یعلی رضی اللہ عنہ کی تمنا تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی حالت میں دیکھ لے۔ اس تمنا کو پورا کرنے کے لئے آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا کہ جب وحی آجائے تو آپ مجھے اطلاع دیں، اور مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائیں، آئندہ روایات میں خوب تفصیل ہے لیکن مذکورہ روایت میں بے انتہا اجمال ہے "قال فقال" یعنی حضرت یعلی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی حالت میں دیکھ لو، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا، اس کلام میں پہلے حضرت یعلی کا حضرت عمر کے ساتھ مکالمہ مذکور نہیں ہے یہاں غائبانہ خطاب ہے جو اجمال ہے "غطیط" نیند کی حالت میں جب آدمی زور سے سانس لیتا ہے اور اس سے آواز نکلتی ہے اسی کو غطیط کہا گیا ہے، اس کو خراٹے بھی کہہ سکتے ہیں "کغطیط البکر" بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں اور غطیط اس آواز کو کہتے ہیں جب وہ ہانپتا ہے، ایک شارح نے لکھا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ غطیط البکر نئے پالان سے نکلنے والی آواز کے ساتھ تشبیہ ہے شاید اس شارح نے ادب کا خیال رکھا ہے، "سری" یعنی جب وحی کی کیفیت زائل ہوگئی "اغسل عنک" اس شخص کے بدن پر بھی عطر خلوق لگا تھا اور جبہ پر بھی لگا تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اغسل عنک فرمایا کہ اپنے جسم سے بھی عطر دھولو اور کپڑوں سے بھی دھولو۔

خلوق ایک قسم عطر ہے جس کو عورتیں استعمال کرتی ہیں جس کا رنگ پیلا ہوتا ہے ساتھ والی روایت میں اسی قصہ کی مزید وضاحت اور تفصیل ہے "متضمخ" عطر میں لت پت آدمی کو کہتے ہیں مقطعات جبہ کو کہا گیا ہے۔

٢٧٩٧ـ **وحَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ وَأَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ مُقَطَّعَاتٌ يَعْنِي جُبَّةً وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ فَقَالَ: إِنِّي أَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَعَلَيَّ هَذَا وَأَنَا مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ فَقَالَ: لَهُ النَّبِيُّ ﷺ مَا كُنْتَ صَانِعاً فِي حَجِّكَ قَالَ: أَنْزِعُ عَنِّي هَذِهِ الثِّيَابَ وَأَغْسِلُ عَنِّي هَذَا الْخَلُوقَ فَقَالَ: لَهُ النَّبِيُّ ﷺ مَا كُنْتَ صَانِعاً فِي حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِي عُمْرَتِكَ

حضرت یعلی فرماتے ہیں کہ جعرانہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ میں بھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ وہ شخص ایک جبہ جو خلوق خوشبو میں بسا ہوا تھا پہنے تھا، اس نے عرض کیا کہ میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے (یعنی نیت کرلی ہے) اور میرے جسم پر یہ جبہ ہے اور خوشبو بھی لگی ہوئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم حج میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ اپنے یہ کپڑے (سلے ہوئے) اتار دیتا ہوں، خوشبو دھو کر ختم کردیتا ہوں، نبیؐ نے فرمایا: تو تم جو حج میں کرتے ہو وہی عمرہ میں بھی کرو۔

٢٧٩٨ـ **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْتَنِي أَرَى نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ. فَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ عَلَيْهِ مَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ عُمَرُ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوفٍ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيبٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً ثُمَّ سَكَتَ فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ بِيَدِهِ إِلَى يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ تَعَالَ. فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ: أَيْنَ الَّذِي سَأَلَنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفاً فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيءَ بِهِ فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ

حضرت صفوان بن یعلی سے روایت ہے کہ حضرت یعلی رضی اللہ تعالی عنہ عموماً حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت دیدار کروں جب آپ پر نزول وحی کا عالم ہو، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ''جعرانہ'' کے مقام پر تھے اور آپ ﷺ کے اوپر ایک کپڑے کا سایہ کردیا گیا تھا، اصحاب کرام میں سے چند صحابہ بھی ساتھ تھے کہ اس دوران ایک شخص آیا جو خوشبو میں لتھڑا ہوا جبہ پہنے ہوئے تھا، اس

نے کہا کہ یارسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے ایک خوشبو میں بسے ہوئے جبہ کو پہن کر عمرہ کا احرام باندھ لیا ہو؟ نبی کریم ﷺ نے دم بھر اس کی طرف دیکھا پھر خاموش ہو گئے، ابھی دوران آپ ﷺ پر وحی آ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یعلی بن امیہ کو اشارہ کیا کہ آ جاؤ۔ حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور سر اندر (خیمہ) میں داخل کیا تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا ہے اور آپ ﷺ لمبے لمبے سانس لے رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کو سکون ہو گیا تو فرمایا: وہ آدمی کہاں ہے جس نے ابھی عمرہ کے بارے میں سوال کیا تھا؟ اسے ڈھونڈ کر لایا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو خوشبو تم نے لگائی ہے اسے تین بار دھو ڈالو اور جبہ اتار دو پھر عمرہ میں وہی افعال کرو جو تم حج میں کرتے ہو۔

۲۷۹۹۔ وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ قَيْساً يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ قَدْ أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَهُوَ مُصَفِّرٌ لِحْيَتَهُ وَرَأْسَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ وَأَنَا كَمَا تَرَى. فَقَالَ: انْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ عَنْكَ الصُّفْرَةَ وَمَا كُنْتَ صَانِعاً فِي حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِي عُمْرَتِكَ.

حضرت صفوان بن یعلی بن امیہ اپنے والد (یعلی) سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''جعرانہ'' کے مقام پر ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ مقام جعرانہ میں تھے اور اس آدمی نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور اس کی داڑھی اور سر کے بال زرد آلود اور اس کے جسم پر ایک جبہ تھا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور جیسا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: جبہ اتار دو اور اپنے (سر اور داڑھی کے بالوں سے) زرد رنگ کو دھو ڈالو اور جو تو حج میں کرتا تھا اپنے عمرے میں اسی طرح کر۔

۲۸۰۰۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا رَبَاحُ بْنُ أَبِي مَعْرُوفٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً قَالَ: أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ بِهَا أَثَرٌ مِنْ خَلُوقٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ أَفْعَلُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ وَكَانَ عُمَرُ يَسْتُرُهُ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ يُظِلُّهُ فَقُلْتُ لِعُمَرَ إِنِّي أُحِبُّ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ أُدْخِلَ رَأْسِي مَعَهُ فِي الثَّوْبِ. فَلَمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ خَمَّرَهُ عُمَرُ بِالثَّوْبِ فَجِئْتُهُ فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي مَعَهُ فِي الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ آنِفاً عَنِ الْعُمْرَةِ فَقَامَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ: انْزِعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوقِ

الَّذِی بِكَ وَافْعَلْ فِی عُمْرَتِكَ مَا كُنْتَ فَاعِلاً فِی حَجِّكَ

حضرت صفوان بن یعلی اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ایک آدمی خلوق (خوشبو) سے آلودہ جبہ پہنے ہوئے آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے عمرے کا احرام باندھا ہے تو میں کس طرح ادا کروں؟ آپ ﷺ خاموش رہے اور اس کو کوئی جواب نہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو خود ایک کپڑے سے آڑ فرمالیتے تھے اور میں نے حضرت سے (پہلے ہی) کہہ رکھا تھا کہ جب آپ ﷺ پر نزول وحی ہو تو میں کپڑے میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا تو معمول کے مطابق حضرت عمر نے آپ ﷺ کو کپڑے سے چھپالیا اور میں بھی آگیا اور کپڑے کے اندر سر ڈال کر آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور جب وحی کی کیفیت جاتی رہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ عمرہ کے بارے میں مجھ سے پوچھنے والا کہاں ہے؟ تو وہ آدمی کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبہ اتار دو اور تیرے ساتھ جو خوشبو کا نشان لگا ہے اسے دھو ڈال اور پھر عمرہ میں وہی اعمال کرو جو تو اپنے حج میں کرتا ہے۔

باب مواقيت الحج والعمرة

حج وعمرہ کی میقات کا بیان

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے آٹھ احادیث کو بیان فرمایا ہے

۲۸۰۱۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعاً عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ. قَالَ: فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ وَكَذَا فَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کی میقات ''ذوالحلیفہ'' کو متعین فرمایا، اہل شام کے لئے ''جحفہ'' اور اہل نجد کے لئے ''قرن'' اور اہل یمن کے لئے ''یلملم'' کو میقات کے طور پر متعین فرمایا یہ تمام مواقیت ان ممالک والوں کے لئے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو دوسرے علاقوں سے ان ممالک کے راستے آئیں، حج یا عمرہ کے ارادہ سے، اور جو ان علاقوں کے اندر رہنے والے ہیں (یعنی حدود حرم میں یا میقات اور مکہ کے درمیان میں رہنے والے ہیں) وہ وہیں سے احرام باندھ لیں گے یہاں تک کہ اہل مکہ، مکہ ہی سے احرام باندھ کر تلبیہ کہیں گے۔

تشریح:

"وقت رسول الله صلى الله عليه وسلم" "وقت" توقیت سے ہے میقات مقرر کرنے کو کہتے ہیں، اس حدیث میں مواقیت کا بیان ہے مواقیت میقات کی جمع ہے، یہ مناسک حج کا ایک اصطلاحی لفظ ہے، میقات اس جگہ اور اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے حاجی اور معتمر کے لئے احرام باندھنا ضروری ہوتا ہے اگر کوئی حاجی یا معتمر میقات سے بغیر احرام آگے بڑھ گیا تو اس کا مواخذہ ہوگا، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

میقات کے اقسام:

ایک میقات زمانی ہے اور ایک میقات مکانی ہے حج کے لئے میقات زمانی شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے جب تک شوال کا مہینہ شروع نہیں ہوتا حج کا احرام نہیں باندھا جاسکتا مثلاً رمضان میں عمرہ کا احرام باندھا جاسکتا ہے، لیکن کوئی حاجی حج کا احرام نہیں باندھ سکتا حج کے لئے دوسرا میقات مکانی ہے یعنی وہ مقام جہاں سے بغیر احرام گزرنا درست نہیں میقات مکانی پانچ ہیں۔ لیکن زیر بحث حدیث میں چار کا ذکر ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱. ذوالحلیفه:

یہ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جنوب کی جانب تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اس مقام کو بیر علی اور ابیار علی بھی کہتے ہیں یہ مقام مدینہ اور مدینہ کی طرف سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔

۲. الجحفه:

یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے ۱۸۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قریش کے دور میں یہ مقام ان کی تجارتی شاہراہ کا مرکزی پڑاؤ تھا اب یہ جگہ غیر آباد ہے اس کے قریب رابغ ہے جو آج کل مشہور ہے، مدینہ سے جب آدمی بدر کے قدیمی راستہ سے مکہ آتا ہے یہ مقام راستہ میں پڑتا ہے، شام اور مصر کی طرف سے آنے والے لوگوں کے لیے یہ مقام میقات ہے۔

۳. قرن المنازل:

یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے جانب جنوب میں ۴۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر طائف کے پاس واقع ہے نجد اور ریاض کے لوگوں کے لئے یہ میقات ہے۔

۴. یلملم:

یلملم ایک جگہ کا نام ہے یمن کے لوگ جب مکہ جاتے ہیں تو ان کا گزر اس مقام پر ہوتا ہے۔ ہندوستان پاکستان اور افغانستان کے لوگوں

کے لئے بھی یلملم میقات ہے۔

۵. ذات عرق:

اوپر مذکورہ مواقیت کے علاوہ ایک اور میقات بھی ہے جس کا نام ذات عرق ہے جس کا ذکر آئندہ حضرت جابر کی حدیث میں آیا ہے یہ مقام مکہ مکرمہ سے عراق جانے والے راستہ میں قریباً ۹۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے عراق کی طرف سے آنے والے لوگوں کے لئے یہ میقات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو مقرر فرمایا ہے مگر ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کو ظاہر کیا ہے مقرر نہیں کیا ہے آج کل اس جگہ کو ''الضریبة'' کہتے ہیں

''فهن لهن'' اس جملہ کا سمجھنا ذرا دشوار ہے کیونکہ لھن کی ضمیر کا مرجع متعین کرنا مشکل ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس طرح توجیہ فرمائی ہے۔ **فهذه المواضع مواقيت لهذه البلدان اى لاهلهن الموجودين** یعنی یہ مواقیت انہی علاقوں کے لوگوں کے لئے ہیں جو یہاں رہتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی یہی مواقیت ہیں جو ان علاقوں پر آکر گزرنے لگ جائیں اگرچہ وہ ان علاقوں کے رہنے والے نہ ہوں۔

''فمن کان دونهن'' یہاں چند الفاظ کا سمجھنا ضروری ہے تا کہ حج کے اصطلاحی الفاظ ذہن نشین ہو جائیں۔

آفاقی: یہ اس شخص کو کہتے ہیں جو مذکورہ مواقیت سے باہر رہتا ہو مثلاً پاکستانی ہو یا ہندوستانی ہو یا مدینہ منورہ کا رہنے والا ہو۔

میقاتی: یہ اس شخص کو کہتے ہیں جو مذکورہ پانچ مواقیت کے اندر رہتا ہو مگر زمین حرم سے باہر ہو۔

ارض الحرم: یہ اس مقدس زمین کو کہتے ہیں جس میں کسی گھاس کو نہیں کاٹا جاسکتا نہ کوئی شکار کھیلا جاسکتا ہے نہ کوئی کافر وہاں جاسکتا ہے۔ اس میں رہنے والے شخص کو حرمی اور عام رہنے والوں کو اہل الحرم کہتے ہیں۔ جدہ سے جاتے ہوئے شمیسی مقام میں مرکز تفتیش آتا ہے یہیں سے ارض حرم شروع ہوتی ہے اور مدینہ منورہ سے آتے ہوئے مقام تنعیم سے ارض حرم شروع ہوتی ہے، دونوں جگہوں پر لکھا ہوا ہے ''ممنوع دخول غير المسلمين'' مسجد حرام کو یا احترام کی وجہ سے حرام کہتے ہیں اور یا اس میں شکار حرام ہے گھاس کاٹنا حرام ہے کافر کا داخلہ حرام ہے، جھگڑا فساد حرام ہے۔

ارض الحل: اس کو زمین حل کہتے ہیں زمین حرم کے علاوہ پوری دنیا زمین حل ہے۔ حل کا مطلب یہ ہے کہ وہاں شکار کرنا گھاس کاٹنا کافروں کا گھومنا پھرنا سب جائز ہے۔ البتہ محرم آدمی کے لئے کسی جگہ شکار جائز نہیں ہے۔

بہرحال یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ میقات زمانی سے پہلے کسی حاجی کو احرام باندھنا جائز نہیں ہے۔ اور میقات مکانی سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے، میقات زمانی کا تعلق آفاقی اور میقاتی دونوں قسم کے لوگوں کے ساتھ ہے، اور میقات مکانی کے احرام کا تعلق صرف آفاقی کے ساتھ ہے داخل میقات آدمی اپنے گھر سے احرام باندھ سکتا ہے۔

میقات سے احرام کے بغیر گزرنے کا مسئلہ:

"لمن کان یریدالحج والعمرة"

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ جارہا ہو وہ ان مواقیت سے بغیر احرام نہیں گزر سکتا ہے۔
لیکن آیا کوئی شخص اپنے ذاتی کام کی غرض سے ان مواقیت سے احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے

فقہاء کا اختلاف:

شوافع کے نزدیک اگر کسی شخص کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو تو وہ بغیر احرام کے ان مواقیت سے گزر کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکتا ہے۔ آئمہ احناف کے نزدیک آفاقی کیلئے احرام کے بغیر ان مواقیت سے گزرنا مطلقاً ناجائز ہے، بشرطیکہ دخول مکہ کا ارادہ ہو خواہ تجارت کا ارادہ کیوں نہ ہو۔

دلائل:

شوافع حضرات زیر بحث حدیث کے مذکورہ "لمن یریدالحج" کے الفاظ سے بطور مفہوم مخالف استدلال کرتے ہیں، یعنی جن کا ارادہ حج وعمرہ کا ہو ان کے لئے احرام ضروری ہے اس سے معلوم ہوا کہ جن کا یہ ارادہ نہ ہو وہ بغیر احرام مکہ میں داخل ہوسکتا ہے۔ شوافع نے فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونے سے بھی استدلال کیا ہے۔ آئمہ احناف نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ اور طبرانی میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتجاوزوا المواقیت الا باحرام . (اعلاء السنن ج ۷ بیروت)

بعض روایات میں لایجاوزوا الوقت الا باحرام کے الفاظ ہیں اور بعض میں لایجاوز احد المیقات الا محرما کے الفاظ بھی ہیں۔ احناف عقلی استدلال اس طرح پیش کرتے ہیں کہ احرام باندھنے کا اصل مقصد ارض حرم اور اس بقعۂ مبارکہ اور رحاب طاہرہ کی تعظیم وتکریم ہے اور یہ سب کے لئے عام ہے خواہ حج وعمرہ والا ہو یا تجارت والا ہو یا کسی اور غرض والا ہو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

جواب:

شوافع کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے ہاں دلیل نہیں ہے اور جب منطوق کے خلاف بھی ہو تو قابل التفات بھی نہیں۔
ان کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ کے دن بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا آپ کی خصوصیت تھی چنانچہ ایک دن تک وہاں قتال کرنا بھی آپ کی خصوصیت تھی، بہر حال دلائل جیسے بھی ہوں احناف کے مسلک پر آج کل عمل کرنا ممکن نہیں اس میں حرج عظیم ہے، روزانہ لاکھوں انسان مکہ مکرمہ آتے جاتے ہیں، لاکھوں گاڑیاں اور ڈرائیور اور مزدور کیا کریں گے؟ احناف کو اس میں

نرمی کرنی چاہئے۔

"دونهن" اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ میقات کے اندر مگر حدود حرم سے باہر رہتے ہوں، ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر سے لیکر تا حدود حرم ہے ان کو باہر میقات پر جانے اور وہاں سے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

"وکذاک فکذالک" اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حدود حرم سے باہر جو لوگ ارض حل میں رہتے ہیں ان کو میقات پر جانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ حدود حرم جانے کی ضرورت ہے "حتی اهل مكة" یعنی جو لوگ حدود حرم کے اندر رہتے ہیں یعنی مکی ہیں ان کو چاہئے کہ وہیں سے احرام باندھیں جہاں رہتے ہیں خواہ حرم کے پاس سے ہو یا اپنے گھر کے پاس سے ہو ان کو باہر میقات یا ارض حل تک جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ حج کا حکم ہے لیکن عمرہ کے لئے ضروری ہے کہ ارض حرم والے ارض حل سے احرام باندھیں یعنی زمین حرم سے باہر جا کر مثلاً تنعیم یا جعرانہ سے احرام باندھیں کیونکہ عمرہ حرم کے اندر طواف اور سعی کا نام ہے اور وہیں پر ادا ہوتا ہے لہذا ایک قسم سفر کرنا ضروری ہے اور حج چونکہ حرم سے باہر عرفات پر ہوتا ہے لہذا اس کے لئے سفر حرم سے شروع ہوتا ہے تو وہیں سے احرام باندھنا چاہئے۔

۲۸۰۲۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ. وَقَالَ: هُنَّ لَهُمْ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحفہ اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل اور یمن والوں کے لئے یلملم کو میقات مقرر فرمایا اور آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ میقات ان علاقوں میں رہنے والوں اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو حج اور عمرہ کے ارادے سے دوسرے علاقوں سے ان میقات والے علاقوں میں آئیں اور جو لوگ ان میقات والی جگہ کے اندر ہوں تو وہ اسی جگہ سے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ مکرمہ ہی سے احرام باندھ لیں۔

۲۸۰۳۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے، اہل شام جحفہ سے اور اہل

نجد قرن سے تلبیہ کہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا
کہ: اہل یمن یلملم سے تلبیہ پڑھیں۔

تشریح:

''قال عبدالله ''یعنی عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے ''ویهل اهل الیمن من یلملم '' کے الفاظ آنحضرت ﷺ سے خود نہیں سنے ہیں البتہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس طرح الفاظ ارشاد فرمائے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کئی حدیثوں میں یہاں اس مضمون کے جملے ارشاد فرمائے ہیں کہیں اخبرت کے الفاظ ہیں، کہیں ''وزعموا'' کے الفاظ ہیں کہیں ''ذکرلی'' کے الفاظ ہیں یہاں ''بلغنی'' کے الفاظ ہیں اس سے حضرت ابن عمرؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ باقی حدیث کے الفاظ میں نے سنے ہیں لیکن ''ویهل اهل الیمن من یلملم'' کے الفاظ میں نے خود نہیں سنے ہیں دوسروں کے واسطے سے نقل کر رہا ہوں، یہ نہایت احتیاط کی طرف اشارہ ہے۔

٢٨٠٤۔ **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَزَعَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ أَسْمَعْ ذَلِكَ مِنْهُ قَالَ: وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے لئے میقات ذوالحلیفہ اور اہل شام کی میقات مہیعہ یعنی جحفہ ہے جب کہ اہل نجد کی میقات قرن ہے۔ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اہل یمن کی میقات یلملم ہے لیکن میں نے آپ ﷺ سے یہ بات نہیں سنی۔

٢٨٠٥۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَنْ يُهِلُّوا مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلَ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلَ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. وَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَأُخْبِرْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ کے رہنے والوں کو حکم فرمایا کہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھ لیں اور شام والے جحفہ سے اور نجد والے قرن سے احرام باندھ لیں اور حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل یمن یلملم سے احرام باندھ لیں۔

٢٨٠٦۔ **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنِ الْمُهَلِّ فَقَالَ: سَمِعْتُ ثُمَّ انْتَهَى فَقَالَ: أُرَاهُ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ.

حضرت ابوالزبیرؒ خبر دیتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے احرام باندھنے کی جگہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے راوی حضرت ابوزبیر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت جابرؓ نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔

۲۸۰۷۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ: ابْنُ عُمَرَ وَذُكِرَ لِي وَلَمْ أَسْمَعْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ

حضرت سالم اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اہل مدینہ کے لئے میقات ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن میقات ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ذکر کیا گیا ہے اور میں نے خودنہیں سنا کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اہل یمن کے لئے میقات یلملم ہے۔

۲۸۰۸۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ: عَبْدٌ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنِ الْمُهَلِّ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَحْسِبُهُ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيقُ الآخَرُ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میقات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اہل مدینہ کے لئے میقات ذوالحلیفہ اور دوسرا راستہ جحفہ ہے اہل عراق کے لئے ذات عرق اور اہل نجد کے لئے میقات قرن ہے جب کہ اہل یمن کے لئے یلملم میقات (احرام باندھنے کی جگہ) ہے۔

تشریح:

''مهل'' میم پر ضمہ ہے اور ھا پر فتحہ ہے اور لام مشدد ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اسم مکان ہے یعنی احرام کی جگہ، اہلال احرام باندھنے، تلبیہ پڑھنے اور نیت کرنے کو کہتے ہیں احرام باندھنے سے آدمی اس وقت محرم بنتا ہے جب احرام کے بعد وہ نیت کرکے تلبیہ پڑھ لے اصل نیت تلبیہ پڑھنا ہے، صرف احرام کی چادر لگانے سے محرم نہیں بنتا ہے۔

''والطريق الآخر'' اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ ہے لیکن اگر مدینہ والے ذوالحلیفہ کی بجائے بدر کے

راستے سے جحفہ ہوتے ہوئے مکہ جانا چاہیں تو وہ ذوالحلیفہ کی بجائے جحفہ اور رابغ سے احرام باندھ سکتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ ذوالحلیفہ ہی سے احرام باندھ لیا جائے مدینہ سے مکہ جانے کے دو راستے ہیں ایک مشہور و معروف طریق الهجرة ہے جس کی ابتداء میں ذوالحلیفہ ہے دوسرا راستہ وہ پرانا راستہ ہے جو ہجرت سے پہلے قریش استعمال کرتے تھے، اس راستے میں مدینہ سے بہت دور مکہ کے قریب جحفہ مقام آتا ہے اگر کوئی شخص اس راستہ پر جائے تو جحفہ سے احرام باندھ لے جس کو آج کل رابغ کہتے ہیں۔

''احسبہ'' یعنی ابوزبیر فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت جابرؓ نے اس حدیث کو مرفوع ذکر فرمایا ہے مگر میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں، اس سے پہلے بھی ابوزبیر نے انتہائی احتیاط سے فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یہ کہہ کر، ابوزبیر رک گیا اور باز آ گیا اور توقف کیا اور پھر کہا کہ میرا خیال ہے کہ جابر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کا کہا پورا یقین نہیں ہے علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس طرح شک کرنے کے ساتھ حدیث مرفوع نہیں ہوتی ہے۔

باب التلبية وصفتها ووقتها

تلبیہ اور اس کے وقت اور کیفیت کا بیان

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے پانچ احادیث کو بیان فرمایا ہے

٢٨٠٩۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَزِيدُ فِيهَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یہ تھا لبیک اللھم لبیک الخ میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریف اور نعمت کے سزاوار آپ ہی ہیں تمام قدرت آپ کی ہی ہے آپ کا کوئی شریک نہیں''۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس میں ان الفاظ کا مزید اضافہ فرماتے تھے: لبیک وسعدیک الخ میں حاضر ہوں تیری باسعادت جناب میں اور ہر طرح کی خیر آپ ہی کے ہاتھ میں ہے میں حاضر ہوں، ہر عمل کی رغبت آپ ہی کی طرف کرتا ہوں۔''

تشریح:

''لبیک اللھم لبیک''

احرام باندھنے اور لبیک کہنے کا بیان:

قال الله تعالی﴿واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامریاتین من کل فج عمیق﴾(سورۃ حج)

دل میں حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے کا نام احرام ہے، اس کے بعد احرام کی تمام پابندیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ حج اور عمرہ کے لئے احرام ایسا ہی ہے جیسا نماز کے لئے تکبیر تحریمہ ہے اور افعال حج وعمرہ کے بعد حلق یا تقصیر کرنا ایسا ہے جیسا نماز کے لئے سلام ہے۔

احناف کے ہاں احرام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ احرام سے پہلے آدمی اپنی حجامت وغیرہ کرائے بال اور ناخن وغیرہ ٹھیک کر کے غسل کرلے اور پھر خوشبو استعمال کرے، سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کی چادریں پہن لے اور اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھ لے، یہ نفل سر ڈھانپ کر پڑھے۔

اس کے بعد سر سے چادر ہٹا کر دل سے نیت کرے اگر حج کی نیت ہو تو زبان سے یوں کہدے۔

''اللهم انی ارید الحج فیسره لی وتقبله منی'' اور اگر عمرہ کی نیت ہو تو زبان سے یوں کہدے۔

''اللهم انی ارید العمرة فیسرهالی وتقبلهامنی'' اور اگر دونوں کی نیت قران کے لئے ایک ساتھ ہو تو یوں کہدے۔

''اللهم انی ارید الحج والعمرة فیسرهما لی وتقبلهمامنی'' اس کے بعد وہیں پر بیٹھا بیٹھا تلبیہ پڑھ لے اب یہ آدمی محرم بن گیا۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک محرم بننے کے لئے صرف نیت کافی ہے زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیت کے ساتھ ساتھ تلبیہ پڑھنا بھی ضروری ہے اگر صرف نیت کی اور تلبیہ نہ پڑھا تو احرام شروع نہیں ہوگا۔

''لبیک'' اس لفظ کے معنی میں مختلف اقوال ہیں ایک معنی اقامت اور ٹھہرنے کا ہے عرب کہتے ہیں لَبَّ الرَّجُلُ بِالْمَكَانِ وَاَلَبَّ اَیْ اَقَامَ بِهٖ تو اس تلبیہ کا مطلب یہ ہوا کہ ''اَنَا مُقِیْمٌ عَلٰی طَاعَتِکَ وَاِجَابَتِکَ'' یعنی میں بار بار آپ کی اطاعت وخدمت میں کھڑا اور حاضر ہوں، اہل لغت میں سے امام خلیل نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔ اکثر اہل لغت اس لفظ کو تاکید وتکرار کے لئے تثنیہ کے معنی میں لیتے ہیں اصل عبارت یوں ہے اُلبب لک البابا بعد البابین . ای اجبتک اجابة بعد اجابة .

بہر حال یہ لفظ کسی کے بلانے کے جواب میں آتا ہے، اب یہاں بلانے والا کون ہے جس کے جواب میں حاجی صاحب کہتا ہے کہ میں حاضر ہوں بار بار حاضر ہوں، تو واضح یہی ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کے جواب میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل فرمائی تو جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر لوگوں کو یوں پکارا ''یَااَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ اِتَّخَذَ بَیْتًا فَحُجُّوْهُ'' اس آواز پر جس نے بھی لبیک کہہ دیا تو ضرور وہ حج کو جائے گا، بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ آواز جبرئیل نے دی بعض نے فرمایا کہ خود اللہ نے بلایا۔ پہلا قول واضح ہے۔

''ان الحمد والنعمة'' جمہور علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان الحمد میں ہمزہ مکسور ہے، عوام الناس میں سے بعض ہمزہ پر زبر بھی پڑھتے ہیں مگر کسرہ اچھا اور عمدہ ہے معنی یہ ہوگا کہ اے اللہ! حمد اور نعمت ہر حال میں تیرے لئے ہے" والملک "ای الملک لک۔ یعنی بادشاہت بھی تیرے لئے ہے۔

''یزید عنها'' یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تلبیہ کے الفاظ میں آنے والے الفاظ کا اضافہ فرماتے تھے وہ الفاظ اسی حدیث کے آخر میں ہیں، اس میں ایک لفظ ''وسعدیک'' ہے یہ بھی لبیک کی طرح معنوی اعتبار سے مکرر ہے۔ ای اسعدک اسعاداً بعد اسعاد یعنی میں بار بار آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں'' والرغباء الیک '' راء کا فتحہ بھی ہے اور آخر میں مد بھی ہے اور را کا ضمہ بھی ہے مگر مد نہیں ہے'' معناه الطلب والمسئلة الی من بیده الخیر '' یعنی جن کے ہاتھ میں بھلائی ہے اس کی طرف سوال کا ہاتھ بڑھانا اور رغبت کا اظہار کرنا مقصود و مطلوب ہے۔'' والعمل'' ای العمل لک یعنی اے اللہ! ہر ہر عمل تیرے لئے ہے۔

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنے والی روایت نمبر ۲۸۱۲ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کے معروف کلمات پر اضافہ نہیں فرماتے تھے یہاں حضرت ابن عمرؓ نے اضافہ فرمایا ہے تو اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ تلبیہ کے کلمات میں کمی کرنا تو مکروہ ہے لیکن اس میں اضافہ کرنا کیسا ہے تو امام طحاوی وغیرہ بعض علماء نے اضافہ کو بھی مکروہ کہا ہے لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اضافہ کرنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ بعض صحابہ کرام سے اضافہ منقول ہے جیسا کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر سے منقول ہے۔ کنز الدقائق کے بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اضافہ بالکل آخر میں تو کیا جاسکتا ہے لیکن درمیان میں اضافہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے التباس کا خطرہ ہے اور یہ حکم ہر مسنون دُعا کے لئے ہے۔ کہ آخر میں الگ تھلگ کر کے اضافہ ہو درمیان میں نہ ہو۔

۲۸۱۰۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَنَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ وَحَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ فَقَالَ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ قَالُوا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ هَذِهِ تَلْبِيَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: نَافِعٌ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَزِيدُ مَعَ هَذَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو لیکر جب ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس آپ کی اونٹی سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھتے ہوئے فرمایا: لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک

لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ ہے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر تلبیہ کے ساتھ ان کلمات کا اضافہ کرتے تھے: لبیک لبیک وسعدیک والخیر بیدیک لبیک والرغباء الیک والعمل۔

تشریح:

''اذاستوت به راحلته''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لئے تلبیہ اس وقت پڑھا جبکہ آپ کی اونٹنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سیدھی کھڑی ہوگئی۔ اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ سواری کے کھڑے ہونے کے بعد سواری پر پڑھا ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مقام سے احرام باندھا ہے اس میں مختلف الفاظ آئے ہیں اور فقہاء کرام کا کچھ اختلاف بھی ہے جو آئندہ باب میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

''تلقفت التلبية''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے تلبیہ لیا ہے تلقف باب تفعل سے لینے اور سیکھنے کے معنی میں ہے''مِنْ فِيَّ''فی کا لفظ شد کے ساتھ ہے منہ کو کہتے ہیں اصل میں فم تھا یہ ساتھ والی روایت کے الفاظ کی تشریح ہے۔

۲۸۱۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: تَلَقَّفْتُ التَّلْبِيَةَ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے اس طرح تلبیہ سیکھا ہے پھر حسب سابق حدیث بیان کی۔

۲۸۱۲۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: فَإِنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُولُ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَا يَزِيدُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُهِلُّ بِإِهْلَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُولُ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ

علیہ السلام سر کے بالوں کو کسی چیز یا خطمی وغیرہ سے باندھے ہوئے تلبیہ کہہ رہے تھے **لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک** اور ان کلمات میں کوئی اضافہ نہیں کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے، پھر جب اونٹنی پر سوار ہو جاتے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس تو مذکور کلمات تلبیہ کہتے۔ جب کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس روایت میں یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ بالا کلمات ہی سے تلبیہ کہتے تھے، اور پھر فرماتے تھے **لبیک اللھم لبیک لبیک وسعدیک والخیر فی یدک لبیک والرغباء الیک والعمل۔**

تشریح:

”یهل“ باب افعال سے اہلال لغت میں آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں **استھلال الصبی** بھی اسی سے ہے کہ پیدائش کے وقت بچہ چیخ کر آواز بلند کرتا ہے پہلی تاریخ کے چاند کو بھی ھلال اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کو دیکھ کر لوگ آوازیں بلند کرتے ہیں، حج میں تلبیہ پڑھنے کو بھی اھلال کہتے ہیں کیونکہ اس میں بھی آواز بلند کی جاتی ہے، اس باب کی احادیث میں یھل کا لفظ بھی ہے، اھل کا لفظ بھی ہے، یھلون کا لفظ بھی ہے اور مواقیت کے باب میں **مھل** کا لفظ بھی ہے سب سے تلبیہ پڑھنا اور تلبیہ پڑھنے کی جگہ مراد ہے کیونکہ نفل پڑھنے اور نیت کرنے سے آدمی محرم نہیں بنتا محرم اس وقت بن جاتا ہے جب آدمی تلبیہ پڑھ لیتا ہے۔

”ملبدا“ یہ باب تفعیل سے ہے یھل سے حال واقع ہے علماء کرام فرماتے ہیں کہ **تلبید** اس عمل کو کہتے ہیں جس سے سر کے بال جڑ کر منتشر اور پراگندہ وغبار آلود ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے گوند اور خطمی وغیرہ کے لگانے سے یہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے لمبے عرصہ تک احرام میں رہنے والے لوگ اس طرح عمل کرتے ہیں۔ ائمہ احناف نے اس تلبید میں اس طرح احتیاط کی بات کی ہے کہ تلبید صحیح ہے لیکن بال بالکل چھپ نہ جائے کیونکہ یہ سر کے ڈھانکنے کے حکم میں آ جائے گا اور سر کا ڈھانکنا جائز نہیں ہے آنحضرت ﷺ نے صرف بالوں کو جوڑنے کے لئے یہ عمل فرمایا ہے۔ جس سے بال نہیں ڈھکتے ہیں۔

۲۸۱۳ ـ **وَحَدَّثَنِي** عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ قَالَ: فَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَيْلَكُمْ قَدْ قَدْ فَيَقُولُونَ إِلَّا شَرِيكاً هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ يَقُولُونَ هَذَا وَهُمْ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ (طواف کے دوران) تلبیہ کے یہ الفاظ کہتے **لبیک لاشریک لک** تو رسول اللہ ﷺ ان سے کہتے کہ تمہاری بربادی ہو بس اس سے زیادہ کچھ مت کہنا، لیکن وہ مزید

کہتے: الاشریکاً ھولک تملکہ ، وماملک ۔یعنی صرف ایک تیرا شریک ہے اور تو اس کا مالک ہے اور وہ کسی چیز کا مالک نہیں ۔ یہ کہتے جاتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے جاتے تھے۔

تشریح:

''ویلکم قدقد ''یعنی تمہیں ہلاکت ہو تلبیہ اتنا کافی اتنا کافی ہے اس سے آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے یہ لفظ قد بھی ہے جو دال کے سکون کے ساتھ ہے جو قط قط کی طرح ہے اور اس لفظ میں دال پر زیر کی صورت میں تنوین بھی ہے جو قدٍ قدٍ ہے دونوں کا معنی یہ ہے کہ بس بس تلبیہ اتنا کافی ہے۔ آگے شرک کے کلمات استعمال نہ کرو پھر پچھتاؤ گے تم پر افسوس ہے اسی پر انحصار کرو آگے نہ بڑھو۔

''تملکہ وماملک ''اس جملہ میں ''ما'' نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور موصولہ بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ بت مالک نہیں تُو اس کا مالک ہے اور اگر مـا موصولہ ہو تو ترجمہ اس طرح ہو گا۔ یعنی تو اس بت کا بھی مالک ہے اور اس بت کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس کا بھی مالک ہے آج کل قبر پرست مشرکوں کے لئے یہ حدیث تازیانہ عبرت ہے دیکھ تو لو کہ مشرکین مکہ کتنی معمولی سے بات پر بدعقیدہ ہو کر کافر و مشرک قرار دیئے گئے اور آج کل پوری قبر کو کھود کر مٹی کو بطور خوردہ اٹھالیتے ہیں اور قبروں کے سامنے سجدے لگاتے ہیں اور طواف کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ اپنے عقیدہ کا اظہار کیا نیز اپنے بزرگوں کو غائبانہ حاجات میں دور دراز علاقوں سے مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد اس طرح آزادانہ طور پر پکارتے ہیں کہ خود مشرک کافر بھی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں یہ سب کچھ کرتے ہیں اور پھر بھی عاشق رسول ہونے کا دعوی کرتے ہیں: ع ؎

رند کے رند رہے پر ہاتھ سے جنت نہ چھوٹی

؎ زندگی اس کی ہے ملت کے لئے پیغام موت ‏ ‏ ‏ ‏ کر رہا ہو جو بجائے کعبہ قبروں کا طواف

آج نو ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ ہے میں یہ سطور اس وقت لکھ رہا ہوں جب کہ تیس لاکھ سے زیادہ حجاج کرام میدان عرفات میں احرام میں ملبوس تلبیہ کے نعرے بلند کر رہے ہیں اور میں دل شکستہ کراچی میں ہوں (مؤلف)

''الاشریکا'' یہ مشرکین کا مقولہ ہے جو لاشریک لک سے استثنی ہے درمیان میں آنحضرت ﷺ کا قول بطور جملہ معترضہ ہے

باب اھلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عندمسجدذی الحلیفة

نبی اکرم ﷺ نے ذوالحلیفہ کی مسجد سے احرام باندھا

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۲۸۱٤۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی قَالَ: قَرَأْتُ عَلَی مَالِكٍ عَنْ مُوسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ

أَبَاهُ يَقُولُ بَيْدَاؤُكُمْ هَذِهِ الَّتِي تَكْذِبُونَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيهَا مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي ذَا الْحُلَيْفَةِ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: بیداء تمہارا وہی مقام ہے جہاں کے بارے میں تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہو (کہ آپ ﷺ نے یہاں پر تلبیہ کہا) حالانکہ آپ نے تلبیہ مسجد ذوالحلیفہ ہی سے کہا تھا

تشریح:

''سمع اباہ'' یعنی سالم بن عمر نے اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا جو فرما رہے تھے کہ ''بیداء کم'' علماء کرام نے لکھا ہے کہ بیداء اس ٹیلے اور بلند مقام کو کہتے ہیں جو ذوالحلیفہ سے مکہ مکرمہ کی جانب قریب واقع ہے بیداء چٹیل خالی میدان کو کہتے ہیں یہ جگہ بھی عمارتوں اور آبادی سے خالی ہے مجنون لیلیٰ نے ایک دفعہ یہاں ایک کتا دیکھا جو کبھی لیلیٰ کی گلیوں سے گزرا تھا مجنون نے اس کو اپنی چادر پر بٹھا دیا لوگوں نے مجنون کو ملامت کیا تو مجنون نے جواب دیا کہ یہ کتا لیلیٰ کی گلیوں سے گزرا تھا میں چاہتا ہوں کہ اس کے پاؤں میری چادر پر پڑ جائے۔

کسی شاعر نے اس پورے منظر کو اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے۔

رَاءَ الْمَجْنُونُ فِي الْبَيْدَاءِ كَلْباً　　فَجَرَّ إِلَيْهِ لِلْإِحْسَانِ ذَيْلاً

فَلَامُوهُ عَلَى مَا كَانَ مِنْهُ　　وَقَالُوا لِمَ مَنَحْتَ الْكَلْبَ نَيْلاً

فَقَالَ دَعُوا الْمَلَامَةَ إِنَّ عَيْنِي　　رَأَتْهُ مَرَّةً فِي حَيِّ لَيْلَا

''تکذبون'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ جو یہ کہتے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے مقام بیداء سے احرام کا تلبیہ پڑھا ہے تم لوگ آنحضرت ﷺ کے بارے میں غلطی کرتے ہو آنحضرت ﷺ نے مقام بیداء سے احرام نہیں باندھا تھا بلکہ آنحضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس ایک درخت کے نزدیک سے احرام باندھا تھا۔

یہاں فقہاء کے اختلاف بیان کرنے سے پہلے چند باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہاں تکذبون کا معنی تخطئون ہے یعنی تم لوگ غلطی کرتے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے بیداء مقام سے احرام باندھا تھا یہ صحیح نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس سے احرام باندھا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مقام بیداء ذوالحلیفہ سے گزر کر آگے ہے وہاں سے احرام باندھنا جائز نہیں بلکہ احرام کا مقام ذوالحلیفہ ہے اس پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مدینہ میں اپنے گھروں سے احرام باندھنے سے زیادہ افضل یہ ہے کہ احرام ذوالحلیفہ سے باندھا جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے کمال شرف کے باوجود ذوالحلیفہ سے احرام باندھا ہے مسجد نبوی سے نہیں باندھا۔

آنحضرت نے احرام کا تلبیہ کہاں سے پڑھا ہے؟

اب یہاں یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تلبیہ کہاں سے شروع فرمایا؟ اس سلسلہ میں تین قسم کی روایات منقول ہیں

(۱)　ایک قسم وہ روایات ہیں جن میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے جب دو نفل پڑھ لئے اس کے بعد مصلیٰ پر تلبیہ پڑھنا شروع فرمایا۔

(۲)　بعض روایات میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس وقت تلبیہ پڑھا جب آپ نے اونٹنی کے رکاب پر قدم مبارک رکھا اور اونٹنی کھڑی ہوگئی۔

(۳)　بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مقام بیداء سے تلبیہ پڑھنا شروع فرمایا تھا، ذوالحلیفہ سے مکہ کی طرف کچھ آگے مقام بیداء ہے۔ دراصل یہاں روایات میں کوئی تعارض یا تضاد نہیں بلکہ ہوا یوں کہ آنحضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ میں جب دو رکعت نماز پڑھیں تو مصلیٰ ہی پر آپ نے تلبیہ پڑھا پھر اس کے بعد جب آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اس وقت بھی تلبیہ پڑھا اور مقام بیداء پہنچ کر پھر پڑھا تو تلبیہ کا بار بار پڑھنا مستحب ہے اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ اب جس صحابی نے جہاں آنحضرت ﷺ سے پہلی بار زور سے تلبیہ سنا اس نے اسی مقام کا ذکر فرمایا اس لئے کسی نے ذوالحلیفہ کا ذکر فرمایا، کسی نے فوق الناقہ کا یا عند الناقہ کا ذکر فرمایا اور کسی نے مقام بیداء کا ذکر فرمایا۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ نے پہلی قسم کی روایات کو اختیار کیا ہے کہ دوگانہ نفل کے بعد مسجد کے پاس تلبیہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے سواری پر سوار ہونے کے وقت تلبیہ پڑھنے کو بہتر قرار دیا ہے پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُکَ وَاحِدٌ　　وَکُلٌّ اِلٰی ذَاکَ الْجَمَالِ یُشِیْرُ

یہاں اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سختی سے ان لوگوں پر رد فرما رہے ہیں جو مقام بیداء سے تلبیہ کی ابتداء کے قائل ہیں۔ جمہور حضرات نے جس مسلک کو اختیار فرمایا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی پر زور دے رہے ہیں، ساتھ والی روایت میں 'عند الشجرۃ' کے الفاظ سے بھی حضرت ابن عمر مسجد ہی مراد لے رہے ہیں کیونکہ یہ درخت مسجد کے ساتھ تھا لیکن اگلے باب کی حدیث میں سواری پر سیدھے ہو کر تلبیہ کا ذکر ہے، حضرت ابن عمر کا معمول بھی وہی تھا، شوافع حضرات نے اسی کو لیا ہے۔

۲۸۱۵ـ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قِيلَ لَهُ الإِحْرَامُ مِنَ الْبَيْدَاءِ قَالَ: الْبَيْدَاءُ الَّتِي تُكَذِّبُونَ فِيهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أَهَلَّ رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الشَّجَرَةِ حِينَ قَامَ بِهِ بَعِيرُهُ

سالم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب (ان کے والد) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا جاتا کہ احرام بیداء سے باندھنا ہے تو فرماتے کہ بیداء وہ مقام ہے جس کے بارے میں تم رسول ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس درخت کے پاس تلبیہ کہا تھا جہاں آپ ﷺ کا اونٹ کھڑا ہوا تھا۔

باب الاهلال حين تنبعث به الراحلة

سواری کے کھڑے ہونے پر تلبیہ پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے پانچ احادیث کو بیان فرمایا ہے

۲۸۱٦۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ: لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ: مَا هُنَّ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ: رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى يَكُونَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ

عبدالرحمن بن جریج کہتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: اے ابوعبدالرحمن! آپ چار کام ایسے کرتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کو وہ کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ اے ابن جریج وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا کہ ایک تو یہ کہ آپ طواف کے دوران کعبہ کے چاروں کونوں میں سے سوائے رکن یمانی کے کسی کو نہیں چھوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ سبتی جوتے پہنتے ہیں، تیسرے یہ کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ زرد رنگ استعمال کرتے ہیں چوتھے یہ کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ مکہ مکرمہ میں اور لوگ تو چاند دیکھنے کے بعد سے ہی تلبیہ شروع کردیتے ہیں اور آپ تلبیہ نہیں کہتے یہاں تک کہ یوم ترویہ آجائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہاں تک کعبہ کے ارکان کو ہاتھ نہ لگانے کا تعلق ہے تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو رکن یمانی کے علاوہ کسی رکن کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا۔ اور جوتوں کا جو مسئلہ ہے تو میں نے دیکھا

کہ حضور اقدس ﷺ وہ جوتے پہنتے تھے کہ ان میں بال لگے ہوئے تھے اور انہی جوتوں میں وضو بھی فرماتے چنانچہ میں بھی ایسے جوتے پہننا پسند کرتا ہوں۔ اسی طرح زرد رنگ کا مسئلہ ہے تو میں نے رسول اکرم ﷺ کو اس رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے لہٰذا میں بھی اس رنگ میں رنگنا پسند کرتا ہوں اور جہاں تک تلبیہ کہنے کا تعلق ہے تو میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری کے چلنے سے قبل تلبیہ کہا ہو۔

تشریح:

''الیمانیین'' حجر اسود اور رکن یمانی کو بطور تغلیب یمانیین کہا گیا ہے حجر اسود کے استلام میں بوسہ ہے یا اشارہ ہے اور رکن یمانی میں صرف چھونا ہے اس کے مقابلے میں بیت اللہ کی دوسری جانب ایک رکن عراقی ہے جو باب عمرہ کی طرف ہے اور دوسرا رکن شامی ہے جو باب الفتح کی طرف ہے ان دونوں کو بھی بطور تغلیب شامیین کہتے ہیں ان کا استلام اس لئے نہیں ہے کہ حطیم کی وجہ سے یہ کونے باقی نہیں رہے ہیں صحابہ کے دور میں بعض صحابہ ان کونوں کا میزاب رحمت کی طرف سے استلام کرتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما استلام نہیں کرتے تھے ان سے یہی پوچھا گیا ہے کہ آپ رکن شامیین کا استلام کیوں نہیں کرتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ اس کا استلام نہیں کرتے تھے۔

''النعال السبتية'' نعال جوتے کو کہتے ہیں اور ''السبتية'' میں سین پر کسرہ ہے اور با ساکن ہے اور یاء پر تشدید ہے یہ یاء نسبت کے لئے ہے اب یہ نسبت سبت کی طرف ہوگئی ہے اور سبت بالوں کے ازالے اور حلق کو کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ وہ جوتے جس کی کھال سے بال اکھیڑے گئے ہوں اور وہ بالوں سے صاف ہوں آنحضرت ﷺ اسی قسم کا عمدہ جوتا استعمال فرماتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی سنت کی اتباع میں ایسا ہی کرتے تھے، مگر عام عرب اس زمانے میں بالوں والے عام جوتے استعمال کیا کرتے تھے پوچھنے والے نے اسی وجہ سے پوچھا ہے'' بالصفرة'' یعنی آپ اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں پیلا خضاب کرتے ہو اس کی کیا وجہ ہے عام لوگ سرخ خضاب کرتے ہیں۔

''اذا رؤ الهلال'' یعنی جب حج کے موسم میں لوگ مکہ میں ہوں تو سارے لوگ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے احرام باندھتے ہیں مگر آپ آٹھ ذوالحجہ یوم الترویہ کے دن منیٰ کی طرف روانہ ہو کر احرام باندھتے ہو اور تلبیہ پڑھتے ہو ایسا کیوں ہے؟ حضرت ابن عمر نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترویہ کے دن سے احرام باندھتے تھے اور سواری کے کھڑے ہونے پر تلبیہ پڑھتے تھے اس لئے میں ایسا کرتا ہوں بہر حال آٹھ ذوالحجہ میں حجاج کرام خوب پانی بھرتے تھے اور اپنے ساتھ منیٰ و عرفات لیجاتے تھے اور جانوروں کو اس دن پانی پلاتے تھے اسی لئے اس دن کا نام ترویہ پانی پلانے کا دن ہو گیا۔ حضرت ابن عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا ایسا اہتمام فرماتے تھے، کہ آنحضرت کی عادت والے عمل پر بھی عمل کرتے تھے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لئے بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابن عمر بغیر

ضرورت کے وہاں بیٹھ جاتے تھے، اتباع سنت واتباع عادت کے عاشق تھے۔ "الغرز" اونٹ کے پالان کے دونوں طرف پاؤں رکھنے کے لئے پائیدان ہوتا ہے تاکہ اس پر پاؤں رکھ کر سوار ہو جائے اسی کو غرز کہا گیا ہے اس کو رکاب بھی کہتے ہیں۔

۲۸۱۷۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ وَانْبَعَثَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب رکاب میں پیر رکھے اور اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر اٹھی اور کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ سے تلبیہ کہا۔

۲۸۱۸۔وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهَلَّ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت تلبیہ پڑھا جب اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

۲۸۱۹۔وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حِينَ تَسْتَوِي بِهِ قَائِمَةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالحلیفہ میں اپنی سواری پر سوار دیکھا پھر جس وقت وہ سواری آپ ﷺ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا۔

۲۸۲۰۔وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ: حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: بَاتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مَبْدَأَهُ وَصَلَّى فِي مَسْجِدِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابتداء حج میں ذوالحلیفہ میں رات گذاری اور وہیں کی مسجد میں نماز پڑھی۔

باب الصلوة فی مسجد ذی الحلیفه

ذوالحلیفہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر فرمایا ہے

۲۸۲۱۔وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ: حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ

أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: بَاتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مَبْدَأَهُ وَصَلَّى فِي مَسْجِدِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابتداء حج میں ذوالحلیفہ میں رات گذاری اور وہیں کی مسجد میں نماز پڑھی۔

تشریح

''بات'' یہ رات گذارنے کو کہتے ہیں''مبدأه'' یہ مصدر کے معنی میں ہے اور منصوب بنزع الخافض ہے ای فی ابتدائه یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے ابتداء میں جو رات گذاری وہ ذوالحلیفہ میں گذاری تھی۔ یہ رات گذارنا حج یا عمرہ کے افعال میں سے نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ نے ایک امر انتظامی کے تحت ایسا فرمایا کیونکہ ایک جم غفیر کا اکٹھا ہونا تھا اور سب ایک ساتھ تھے لیکن آج کل ہر قافلہ الگ الگ جاتا ہے نہ رات گذارنے کی جگہ ہے اور نہ کوئی رات گذارتا ہے، ہاں قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی کی نیت سے رات گذار دے تو یہ اچھا ہے اور اس کو ثواب ملے گا۔

باب الطيب قبل الاحرام وبعد الحل

احرام سے پہلے اور حلال ہونے کے بعد خوشبو لگانا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے اکیس احادیث کو بیان فرمایا ہے

۲۸۲۲۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِحُرْمِهِ حِينَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام کے لئے خوشبو لگائی جب آپ ﷺ نے احرام باندھا۔ اور احرام سے نکلنے اور حلال ہونے کے لئے بھی خوشبو لگائی طواف افاضہ سے قبل۔

تشریح

''لحرمه'' لام پر کسرہ ہے اور ح پر ضمہ ہے اور ر پر کسرہ بھی جائز ہے ای لاحرامه وفی روایة للنسائی ''حین اراد ان یحرم'' یعنی احرام سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطر اور خوشبو استعمال کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو خوشبو لگائی ہے ''ولحله'' ای عند تحلله وخروجه من الاحرام وذلک حین رمی الجمرة وحلق وهو التحلل الاول ((قبل ان یطوف بالبیت)) ای طواف الاضافة وطواف الزیارة اهـ

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رمی جمرات اور حلق کے بعد طواف زیارت سے پہلے خوشبو کو استعمال فرمایا ہے اور اس کو تحلل اول کہتے ہیں، اس میں سب کچھ جائز ہو جاتا ہے صرف بیوی سے جماع ممنوع رہتا ہے اور طواف زیارت کے بعد جماع وغیرہ سب کچھ جائز ہو جاتا ہے جس کو تحلل ثانی کہتے ہیں۔ اب اس میں بحث ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگا کر اس کا اثر اگر احرام کے بعد باقی رہ جاتا ہے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

محرم کے لئے خوشبو لگانے میں فقہاء کرام کا اختلاف

جمہور صحابہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو کا استعمال جائز ہے اگر چہ احرام کے بعد اس کا اثر کپڑوں پر باقی رہ جائے البتہ بدن پر اثر نہیں رہنا چاہئے مگر امام مالک اور بعض صحابہ کرام وتابعین اور امام محمد فرماتے ہیں کہ احرام سے پہلے اس طرح خوشبو لگانا جائز نہیں ہے جس کا اثر احرام کے بعد باقی رہ جائے دونوں فریق نے احادیث سے استدلال کیا ہے۔

دلائل

امام مالک اور امام محمد رحمہما اللہ نے اس سے پہلے حضرت یعلی بن امیہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ خوشبو کو دھولو تا کہ اس کا اثر زائل ہو جائے حالانکہ انہوں نے احرام سے پہلے خوشبو لگائی تھی اسی طرح آنے والی حضرت ابن عمر رضی اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں خوشبو کی سختی سے تردید موجود ہے۔

امام ابوحنیفہ وشافعی واحمد بن حنبل اور جمہور فقہاء نے اس باب کی کئی احادیث سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت عائشہ نے واضح طور پر فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی اور اس کا اثر بعد میں قائم رہتا تھا۔

جواب

جمہور نے حضرت یعلی رضی اللہ عنہ کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ بہت پہلے زمانہ کی بات ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دور ہے اور آپ ﷺ کا آخری عمل واجب القبول ہوتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یعلی کو خوشبو دھونے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ اس نے خلوق استعمال کیا تھا جو عورتوں کے لگانے کا عطر ہے اور مردوں کے لئے ناجائز ہوتا ہے خواہ احرام میں ہو یا بغیر احرام کے ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ احرام کے بعد اگر خوشبو کا اثر بدن پر ہو تو وہ منع ہے اور اگر صرف کپڑوں پر ہو تو وہ منع نہیں ہے تو شاید ممانعت کی روایت کا تعلق اس خوشبو سے ہو جو بدن کے ساتھ لگی ہوئی ہو، حضرت یعلی کی روایت میں **وھو متضمخ** کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بدن میں یہ خوشبو لگی ہوئی تھی بلکہ چہرہ اور داڑھی اور بدن خوشبو میں لت پت تھا باقی آنے والی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ان

کی اپنی رائے ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مرفوع حدیث ہے جو راجح ہے۔

بہر حال اس باب کی ساری احادیث کے لئے یہ تشریح کافی شافی ہے۔ البتہ اگلی ایک روایت میں ''ذریرة'' کا لفظ آیا ہے یہ مخلوط عطریات سے بنے ہوئے ایک قسم پاؤڈر کا نام ہے۔

۲۸۲۳۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِيَدِي لِحُرْمِهِ حِينَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ حِينَ أَحَلَّ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جس وقت احرام باندھا تو میں نے احرام کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے آپ ﷺ کو خوشبو لگائی اور جس وقت آپ ﷺ نے بیت اللہ کے طواف سے پہلے احرام کھولا تو اس وقت بھی خوشبو لگائی۔

۲۸۲۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ کو ان کے احرام کی وجہ سے اس سے پہلے کہ آپ ﷺ احرام باندھیں خوشبو لگایا کرتی تھی اور اس وقت بھی جب آپ ﷺ طواف سے پہلے حلال ہوتے (احرام کھولتے)۔

۲۸۲۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ:سَمِعْتُ الْقَاسِمَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے احرام کے لئے اور حلال ہونے کے لئے خوشبو لگائی

۲۸۲۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ:عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ:ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِيَدِي بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ

ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے اور اس سے حلال ہونے کے لئے حجۃ الوداع میں ذریرہ کی خوشبو لگائی۔

۲۸۲۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ طَيَّبْتِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ حُرْمِهِ قَالَتْ بِأَطْيَبِ الطِّيبِ

عثمان بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ کس چیز سے آنحضرت ﷺ کے احرام کے لئے خوشبو لگایا کرتی تھیں؟ فرمایا کہ سب سے عمدہ خوشبو سے (یعنی مشک سے یا جو عمدہ ترین میسر ہوتی اس سے)۔

۲۸۲۸۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِأَطْيَبِ مَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ ثُمَّ يُحْرِمُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے سے قبل اپنے پاس میسر شدہ سب سے عمدہ خوشبو آپ ﷺ کے لئے لگایا کرتی تھی پھر آپ ﷺ احرام باندھتے (نیت کر لیتے)۔

۲۸۲۹۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ أَبِي الرِّجَالِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِحُرْمِهِ حِينَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ بِأَطْيَبِ مَا وَجَدْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے سے قبل اور احرام سے نکلنے اور حلال ہونے کے لئے طواف افاضہ سے قبل اپنے پاس موجود سب سے عمدہ خوشبو لگاتی تھی۔

۲۸۳۰۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الآخَرُونَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَلَمْ يَقُلْ خَلَفٌ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَلَكِنَّهُ قَالَ: وَذَاكَ طِيبُ إِحْرَامِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک لگی دیکھ رہی ہوں اور آپ ﷺ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے، جب کہ حضرت خلف (راوی) نے یہ نہیں کہا کہ آپ ﷺ احرام باندھے ہوئے تھے بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ آپ کے احرام کی خوشبو تھی۔

تشریح

"کانی انظر" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے پہلے خوشبو استعمال کرنے کے اثبات کے لئے مختلف تاکیدی الفاظ استعمال فرماتی ہیں چنانچہ بیان فرماتی ہے کہ گویا وہ منظر بالکل میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ عطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی مانگ میں چمک رہا تھا، پھر فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشبو لگائی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان تاکیدی الفاظ سے ان صحابہ اور خاص کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر تعریض فرماتی ہیں کیونکہ

حضرت ابن عمر احرام سے پہلے متصل خوشبو کے استعمال کے قائل نہیں تھے بلکہ اس کے سخت مخالف تھے اور لوگوں کو اس سے منع فرماتے تھے ،حضرت عائشہؓ نے اس رائے کی تردید فرمائی ہے "مفرق" مانگ کو کہتے ہیں اس کی جمع مفارق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ سر میں ایک مفرق ہوتا ہے تو مفارق کو جمع کے صیغہ سے کیسے ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں جمع کا صیغہ آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مانگ کو طول کے اعتبار سے جمع کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے اور "مفارق" کہا گیا ہے اوپر حدیث میں "ان یفیض" کے الفاظ آئے ہیں یہ طواف افاضہ طواف زیارت کو کہا گیا ہے۔

۲۸۳۱ـ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُهِلُّ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گویا میں (آج بھی چشم تصور سے) رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں بھری خوشبو کی چمک کو دیکھ رہی ہوں اور آپ ﷺ تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔

۲۸۳۲ـ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُلَبِّي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ گویا کہ میں آپ ﷺ کی طرف دیکھ رہی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو مہک رہی تھی اور آپ علیہ السلام تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔

۲۸۳۳ـ **حَدَّثَنَا** أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ وَعَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ

اس سند کے ساتھ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث وکیع کی مثل (کہ آپ ﷺ کی مانگ میں خوشبو مہک رہی تھی اور آپ ﷺ تلبیہ پڑھ رہے تھے) روایت منقول ہے۔

۲۸۳٤ـ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو مہکتی ہوئی دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ

آپ علیہ السلام محرم تھے۔

۲۸۳۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كُنْتُ لَأَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو مہکتی ہوئی دیکھتی تھی اس حال میں کہ آپ علیہ السلام احرام میں تھے۔

۲۸۳۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَهُوَ السَّلُولِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ وَهُوَ ابْنُ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعَ ابْنَ الْأَسْوَدِ يَذْكُرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ يَتَطَيَّبُ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ ثُمَّ أَرَى وَبِيصَ الدُّهْنِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ بَعْدَ ذَلِكَ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب احرام باندھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے پاس میسر شدہ سب سے عمدہ خوشبو استعمال کرتے، بعد ازاں میں آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں تیل کی چمک دیکھتی۔

۲۸۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الْمِسْكِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: گویا میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں مشک کی چمک دیکھ رہی ہوں اور آپ ﷺ احرام میں ہیں۔

۲۸۳۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

حضرت حسن بن عبداللہ سے سابقہ حدیث (آپ ﷺ کی مانگ میں مشک کی چمک دیکھ رہی ہو اور آپ ﷺ احرام میں ہیں) اس سند کے ساتھ منقول ہے۔

۲۸۳۹۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ بِطِيبٍ فِيهِ مِسْكٌ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں احرام سے قبل آنحضرت ﷺ کے خوشبو لگایا کرتی تھی اور یوم النحر (دسویں تاریخ) کو

طواف زیارت سے قبل بھی مشک کی خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۲۸٤۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو كَامِلٍ جَمِيعاً عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ: سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ الرَّجُلِ يَتَطَيَّبُ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِماً فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِماً أَنْضَخُ طِيباً لَأَنْ أَطَّلِيَ بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ ذَلِكَ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأَخْبَرْتُهَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِماً أَنْضَخُ طِيباً لَأَنْ أَطَّلِيَ بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ ذَلِكَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِماً

حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ جو خوشبو لگائے پھر احرام کی حالت اختیار کرلے (تو کیا حکم ہے؟) فرمایا: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جب صبح کو احرام باندھوں تو خوشبو جھاڑتا ہوں اور یہ کہ میں اپنے بدن پر تارکول کا لیپ کرلوں میرے نزدیک یہ زیادہ بہتر ہے خوشبو لگانے سے۔ محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گیا اور انہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سے آگاہ کیا کہ وہ کہتے ہیں میرے نزدیک اپنے بدن پر تارکول کا لیپ کرنا بہتر ہے اس بات سے کہ صبح کو احرام باندھتے وقت میرے بدن سے خوشبو جھڑ رہی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام کے وقت خوشبو لگائی، اس کے بعد آپ ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے، (ایک ہی رات میں تمام ازواج سے فارغ ہوئے) اور صبح کو احرام باندھ لیا۔

تشریح

"انضح طیبا" حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں قطعاً اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ میں رات کو خوشبو استعمال کروں اور صبح احرام باندھ کر میرے جسم سے خوشبو مہکتی ہو "انضح طیبا" کا یہی مطلب ہے کہ خوشبو مجھ سے مہکتی ہو اور پھوٹ پھوٹ کر خوشبو پھیل رہی ہو اس سے تو بہتر یہ ہے کہ جسم پر تارکول لگادوں اور جسم کو سیاہ خاکستر بنادوں "قطران" گندھک اور تارکول کو کہا جاتا ہے، تانبے کو بھی کہتے ہیں یہاں تارکول مراد ہے "اطلی" اطلاء باب افتعال سے ہے اطلاء ملنے اور لیپ کرنے کو کہتے ہیں حضرت ابن عمر کی یہ روایت ان کا قول ہے جب کہ حضرت عائشہؓ مرفوع حدیث بیان کررہی ہیں وہ راجح ہے۔

۲۸٤۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ يَطُوفُ

عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِماً يَنْضَخُ طِيباً

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے خوشبو لگایا کرتی تھی، پھر آپ ﷺ (ایک رات میں ہی) تمام ازواج مطہرات سے فارغ ہوتے تھے اور صبح کو احرام باندھ کر خوشبو جھاڑ لیتے تھے۔

۲۸۴۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ لَأَنْ أُصْبِحَ مُطَّلِياً بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِماً أَنْضَخُ طِيباً قَالَ: فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأَخْبَرْتُهَا بِقَوْلِهِ فَقَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِماً

حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تارکول کے قطروں کو مَل کر صبح کروں اس بات سے کہ میں صبح کو احرام باندھوں اور میرے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی ہو۔ حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں گیا اور آپ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی پھر آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور پھر صبح کو احرام باندھ لیا۔

باب تحريم الصيد البری علی المحرم

مُحرم کے لئے خشکی کا شکار کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے سولہ احادیث کو بیان کیا ہے

محرم کے لئے شکار کی ممانعت کا بیان

قال الله تعالى ﴿احل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم وللسيارة وحرم عليكم صيد البر مادمتم حرما﴾ اس باب میں صید سے مراد ہر وہ جانور ہے جو اپنی تخلیق کے اعتبار سے متوحش ہو اور اس کا توالد و تناسل خشکی میں ہو پانی میں نہ ہو لہٰذا اگر عارضی طور پر کوئی جانور مانوس ہوگیا جیسے ہرن وغیرہ تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا یہ بدستور ممنوعہ شکار ہے اسی طرح اگر کوئی پرندہ یا خشکی کا حیوان پانی میں رہنے لگا جیسے مرغابی وغیرہ تو اس عارض کی وجہ سے وہ شکار سے خارج نہیں ہوگا، وہ ممنوعہ شکار میں شمار ہوگا۔ محرم کے لئے بحری شکار مطلقاً جائز ہے اور خشکی کا شکار اگر ماکول اللحم ہے تو مطلقاً حرام ہے اگر غیر ماکول اللحم ہے تو اس میں تفصیل ہے کہ آیا وہ موذی ہے یا غیر موذی ہے اگر غیر موذی ہے تو اس کا شکار کرنا بھی مطلقاً حرام ہے اگر موذی ہے اور ابتدا میں حملہ آور ہوتا ہے تو ایسے جانور کا قتل کرنا محرم کے لئے جائز ہے جیسے شیر اور بھیڑیا وغیرہ ہے اگر غیر موذی جانور بھی محرم پر حملہ کرنے پر اتر آتا ہے تو بطور دفاع اس کے مارنے میں کوئی

حرج نہیں ہے شکار کے بارے میں ایک تو حاجی کے احرام کی حالت ہے اس حالت میں حاجی جہاں بھی ہو وہ خشکی کا شکار نہیں کرسکتا ہے۔ دوسرا ارض حرم کی حیثیت ہے اس حیثیت میں حاجی خواہ احرام میں ہو یا حلال ہو وہ شکار نہیں کرسکتا ہے گویا ایک قسم ممنوعات احرام ہیں اور ایک قسم ممنوعات حرم ہیں اس قسم کا شکار کسی کے لئے جائز نہیں ہے بعض اشیاء ایسی ہیں جن کی ایذا کی وجہ سے ان کا مارنا حرم میں بھی جائز ہے حالت احرام میں بھی جائز ہے جیسے کوا ہے گدھ ہے چیل ہے سانپ ہے بچھو اور چوہا ہے باولا کتا ہے ان سب کا مارنا ہر حالت میں جائز ہے۔

۲۸٤۳ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِمَاراً وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَلَمَّا أَنْ رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا فِي وَجْهِي قَالَ: إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وادی ابواء یا ودان میں ایک وحشی (جنگلی) گدھا ہدیہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے لوٹا دیا (مجھے فطری طور پر صدمہ ہوا) جس کا اثر حضور علیہ السلام نے میرے چہرہ پر دیکھا تو (دلجوئی کے لئے) فرمایا: چونکہ ہم محرم تھے صرف اس لئے تمہارا ہدیہ لوٹا دیا ہے (اور کوئی وجہ نہیں تھی)

تشریح:

''حمارا وحشیا'' حمار وحشی زیبرا کو کہتے ہیں فارسی میں اس کو گوار خر کہتے ہیں، یہ جانور افریقہ کے جنگلات میں بہت زیادہ ہوتا ہے اس کے ریوڑ ہوتے ہیں جب چلتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ جمعیت علماء اسلام کے جھنڈے جا رہے ہیں، یہ حیوان بالکل گدھے کی طرح ہوتا ہے بلکہ گدھا ہی ہے مگر وحشی اور صحرائی ہے، وحشی کے لفظ سے پالتو گدھوں سے احتراز کرنا مقصود ہے ''بالابواء'' الف پر زبر ہے باساکن ہے آخر میں مد ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو جحفہ کے پاس ہے یہ فرع کا علاقہ ہے۔ جحفہ اور ابواء کے درمیان تئیس میل کا فاصلہ ہے اسی جگہ میں حضرت پاک ﷺ کی والدہ محترمہ آمنہ کی قبر ہے، آمنہ کا شوہر خواجہ عبداللہ کا انتقال مدینہ میں ہوا تھا محترمہ آمنہ ہر سال ان کی قبر پر جایا کرتی تھیں ایک دفعہ واپسی میں مقام ابواء میں ان کا انتقال ہوا تو وہیں پر دفنائی گئیں (معجم البلدان)

''اوبودان'' یہ بھی مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے راوی کو شک ہوگیا کہ یہ واقعہ کس جگہ پیش آیا جنگ بدر سے پہلے ابواء اور ودان اور عشیرہ میں کئی جنگیں ہوئی ہیں۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں حمار وحشی کے پیش کرنے کا ذکر ہے جب کہ آئندہ روایات میں حمار وحشی کی ران یا ٹانگ یا کولھے یا ٹکڑے کے پیش کرنے کا ذکر ہے، یہ تضاد ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: محققین علماء نے ان دونوں روایتوں میں تطبیق پیدا کی ہے، تطبیق کی ایک صورت یہ ہے کہ علماء کے ایک بڑے طبقے نے امام

مالک کی اس روایت کو ترجیح دی ہے جس میں کامل ومکمل حیوان کا تذکرہ ہے۔ امام بخاری نے بھی اس ترجیح کے لئے اس حدیث کے ترجمۃ الباب میں اس طرح عنوان قائم کیا ہے "باب اذا اھدی للمحرم حمارا وحشیا لم یقبل" علامہ نووی نے اس ترجیح پر امام بخاری کی اس توجیہ پر سخت تنقید کی ہے۔

علماء کے دوسرے طبقے نے ان روایات کو ترجیح دی ہے جس میں حمار وحشی کے اعضاء واجزاء کا بیان ہے کیونکہ اس میں نہایت وضاحت موجود ہے کہ گوشت کے ان ٹکڑوں سے خون بہہ رہا تھا۔

علماء کے تیسرے طبقے نے تطبیق اور جمع کا راستہ اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ جہاں حمار کا ذکر ہے تو وہ مجاز کے طور پر ہے اس سے حمار کے اجزاء مراد ہیں تو دونوں روایتوں میں تعارض وتضاد نہیں ہے تو اعتراض نہیں ہے کیونکہ حمار وحشی نہیں بلکہ اس کے اجزاء مراد ہیں۔

"فرد علیہ" یعنی حضور اکرم ﷺ نے حالت احرام میں شکار کا گوشت قبول نہیں فرمایا بلکہ ہدیہ کرنے والے کو واپس کر دیا اور فرمایا ناراض نہ ہو ہم احرام میں ہیں اس لئے شکار کا گوشت قبول نہیں کر سکتے ہیں، اب فقہی نقطۂ نظر سے اور روایات کے اختلاف سے مسئلہ کی تفصیل اس طرح ہے۔

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم کے لئے خشکی کا شکار کرنا بھی حرام ہے اور اس میں اعانت کرنا بھی حرام ہے چنانچہ اگر محرم نے خود خشکی کا شکار کیا یا اس نے شکار کرنے والے کا تعاون کیا یا شکار کی طرف اشارہ کر کے رہنمائی کی تو ان تمام صورتوں میں شکار کا گوشت کھانا محرم کے لئے ناجائز ہے اگر کھایا تو تاوان ادا کرے گا لیکن اگر کسی غیر محرم نے محرم کی نیت سے شکار کیا ہو اور محرم کا کوئی بھی تعاون اس میں شامل نہ ہو تو کیا اس صورت میں محرم اس گوشت کو کھا سکتا ہے یا نہیں اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف:

حضرت ابن عمرؓ حضرت جابر بن زیدؓ اور حضرت طاؤسؒ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ ان کے نزدیک محرم کے لئے کسی صورت میں شکار کا گوشت کھانا یا قبول کرنا جائز نہیں ہے خواہ غیر محرم ان کی نیت کرے یا نہ کرے اور یہی اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مسلک ہے کہ محرم مطلقاً خشکی کے شکار کا گوشت قبول نہیں کر سکتا ہے۔

دوسرا مسلک ائمہ ثلاثہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر غیر محرم نے شکار کرتے وقت محرم کو گوشت کھلانے کی نیت کی تو محرم کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

تیسرا مسلک ائمہ احناف کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ غیر محرم کے شکار میں اگر محرم کی طرف سے کوئی تعاون نہیں تو صرف نیت کرنے سے محرم کے لئے یہ گوشت کھانا حرام نہیں ہے۔

دلائل:

اسحٰق بن راہویہ وغیرہ بعض سلف نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کے گوشت کو واپس فرمادیا اور علت یہ بیان فرمائی کہ ہم احرام میں ہیں معلوم ہوا محرم شکار کا گوشت نہیں کھا سکتا ہے خواہ اس کے کھانے نیت کوئی کرے یا نہ کرے۔

ائمہ ثلاثہ نے حضرت جابرؓ کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں ''اویصادلکم'' کے الفاظ ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر محرم کی نیت سے شکار کیا گیا تو وہ بھی ناجائز ہے۔

ائمہ احناف نے ساتھ والی حضرت ابوقتادہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جس میں حضور اکرم ﷺ نے کھانے والے محرم صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا تم نے ابوقتادہ کی مدد کی یا ان کو حکم دیا یا اشارہ کیا؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ بچا ہوا گوشت کھاؤ اور خود بھی حضور اکرم ﷺ نے اس سے تناول فرمایا۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہؓ کی نیت کی بات کسی سے نہیں پوچھی اور ظاہر ہے حمار وحشی بڑا حیوان ہوتا ہے حضرت ابوقتادہؓ نے ضرور اپنے محرم ساتھیوں کو گوشت کھلانے کی نیت کی ہوگی لہذا نیت پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی ہے۔ ائمہ احناف نے سنن کی احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جو واضح تر دلائل ہیں۔

جواب:

اسحاق بن راہویہ اور دیگر سلف کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ حضرت صعب بن جثامہؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زندہ حمار وحشی ہدیہ کیا تھا اگلی حدیث میں ''حمارا وحشیا'' کے الفاظ ہیں جو گوشت پر نہیں بولا جاسکتا ہے اور زندہ شکار محرم اپنے پاس نہیں رکھ سکتا ہے اس لئے واپس فرمادیا۔ احناف کا یہ جواب اس حدیث میں تو بالکل واضح اور برمحل ہے لیکن مسلم کی آئندہ روایات میں ''لحم حمار وحش'' کے الفاظ آئے ہیں وہاں یہ جواب نہیں چل سکتا ہے لیکن امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ ''وھو غیر محفوظ'' یعنی حمار وحش کے الفاظ محفوظ ہیں اور ''لحم حمار وحش'' کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صعب بن جثامہ کی روایت کے لئے جو عنوان باندھا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ زندہ حمار پیش کرنے کا تھا عنوان یہ ہے ''باب اذا اھدی للمحرم حمارا وحشیا حیا'' (اوجز المسالک ج ۶ ص ۳۷۴)

حدیث صعب بن جثامہ سے دوسرا اوضح جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سد الذرائع اس کو رد کردیا تاکہ لوگ احرام کی حالت میں شکار میں مبتلا نہ ہوں یہ جواب بہت اچھا ہے۔

ائمہ ثلاثہ نے ''او یصادلکم'' سنن والی روایت سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں مضاف محذوف ہے

"ای یصاد لامر کم او بدلالتکم "اور امر کرنا یا رہنمائی کرنا تو جائز نہیں ہے ویسے بھی اس روایت سے جمہور کا استدلال تام نہیں ہے کیونکہ روایت میں کئی احتمالات ہیں زندہ شکار بھی مراد ہو سکتا ہے اعانت واشارت ودلالت کا احتمال بھی ہے لہذا حضرت ابو قتادہ کی صریح اور صحیح روایت کو اپنانا زیادہ بہتر ہے، جس کی تخریج بخاری ومسلم نے کی ہے اور اس میں تفصیلی قصہ ہے۔

نیز امام مسلم نے حضرت ابو قتادہ کی حدیث کو آخر میں ذکر کیا ہے اس طرز سے امام مسلم ترجیح دیا کرتے ہیں۔

٢٨٤٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعاً عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ أَهْدَيْتُ لَهُ حِمَارَ وَحْشٍ كَمَا قَالَ: مَالِكٌ وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ وَصَالِحٍ أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ أَخْبَرَهُ

اسی طریق سے حضرت زہریؒ سے روایت ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ نے خبر دی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگلی گدھا بطور ہدیہ پیش کیا۔ آگے بقیہ حدیث اسی طرح ہے جیسے کہ (پچھلی) گزری۔

٢٨٤٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: أَهْدَيْتُ لَهُ مِنْ لَحْمِ حِمَارِ وَحْشٍ

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے اس سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو جنگلی گدھے کا گوشت ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔

٢٨٤٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَهْدَى الصَّعْبُ بْنُ جَثَّامَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ وَقَالَ: لَوْلاَ أَنَّا مُحْرِمُونَ لَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو جنگلی گدھے کا ہدیہ پیش کیا اس حال میں کہ آپ ﷺ احرام میں تھے تو آپ ﷺ نے اس کو انہیں پر واپس کر دیا اور فرمایا کہ اگر ہم احرام میں نہ ہوتے تو ہم تجھ سے اس کو قبول کر لیتے۔

٢٨٤٧ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مَنْصُوراً يُحَدِّثُ عَنِ الْحَكَمِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ جَمِيعاً عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي رِوَايَةِ مَنْصُورٍ

عَنِ الْحَكَمِ أَهْدَى الصَّعْبُ بْنُ جَثَّامَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ رِجْلَ حِمَارِ وَحْشٍ وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَجُزَ حِمَارِ وَحْشٍ يَقْطُرُ دَمًا وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيبٍ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ ﷺ شِقُّ حِمَارِ وَحْشٍ فَرَدَّهُ

حکم سے مروی ہے کہ صعب بن جثامہ نے نبی اکرم ﷺ کو ایک جنگلی گدھے کی ٹانگ ہدیہ دی اور شعبہ کی روایت میں مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو جنگلی گدھے کا پچھلا دھڑ جس سے خون ٹپک رہا تھا ہدیہ دیا اور شعبہ کی ایک روایت جو حضرت حبیب سے ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو جنگلی گدھے کا ایک حصہ ہدیہ دیا تو آپ ﷺ نے اس کو واپس کر دیا۔

۲۸٤۸۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ فَقَالَ: لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَسْتَذْكِرُهُ كَيْفَ أَخْبَرْتَنِي عَنْ لَحْمِ صَيْدٍ أُهْدِيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ حَرَامٌ قَالَ: قَالَ: أُهْدِيَ لَهُ عُضْوٌ مِنْ لَحْمِ صَيْدٍ فَرَدَّهُ فَقَالَ: إِنَّا لَا نَأْكُلُهُ إِنَّا حُرُمٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم تشریف لائے تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں یاد دلاتے ہوئے کہا کہ آپ نے مجھے کیسے یہ بتلا دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو جو شکار کا گوشت ہدیہ کیا گیا تھا اور وہ احرام میں تھے انہوں نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام کو شکار کے گوشت کا ایک ٹکڑا ہدیہ دیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے لوٹا کر فرمایا: ہم چونکہ احرام میں ہیں اس لئے نہیں کھاتے''۔

ابوقتادہ کے شکار کا قصہ:

تشریح:

''ابو قتادہ'' آپ کا نام حارث بن ربعی انصاری ہے، فارس رسول اللہ آپ کا لقب ہے نام سے مشہور نہیں بلکہ کنیت سے مشہور ہیں انتہائی بہادر نشانہ باز صحابی ہیں انہیں کے شکار کا قصہ ہے۔

''خرجنا'' یہ مدینہ منورہ سے چھ ہجری میں عمرہ کے لئے نکلنے کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کے ساتھ جب مدینہ سے نکلے اور مقام روحاء پر پہنچ گئے جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر طریق بدر میں واقع ہے اس وقت آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ مشرکین مکہ ''غیقہ'' مقام پر گھات لگا کر بیٹھ گئے ہیں اور مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنا چاہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوقتادہ کو چند ساتھیوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں بھیجا پھر وہاں سے ابوقتادہ واپس آرہے تھے کہ راستے میں آپ نے گورخر اور حمار وحشی کو شکار کر لیا اور اس کے گوشت کھانے نہ کھانے کا مسئلہ پیدا ہو گیا آنحضرت ﷺ سے جب مسئلہ پوچھا تو آپ نے کھانے کا حکم دیا، اس حدیث میں یہی تفصیلات ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

"بالقاحة" قاف پر زبر ہے حجاز مقدس کی سب سے بڑی وادی کا نام ہے تقریباً نوے کلومیٹر تک اس کی لمبائی ہے، مقام فرع پر جا کر لگتا ہے مدینہ منورہ سے تین دن کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مقام سقیا اور مقام غیقہ دونوں وادی قاحہ کے اندر واقع ہیں، حضرت ابوقتادہ یہی بیان فرما رہے ہیں کہ ہم مقام غیقہ سے واپس آگئے دشمن کا کوئی پتہ نہ چلا ابھی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں پہنچے تھے بلکہ وادی قاحہ میں ہم تھے "فمنا المحرم" یعنی ہم میں سے کچھ لوگ احرام میں تھے اور کچھ ساتھی احرام میں نہیں تھے حضرت ابوقتادہ بھی احرام میں نہیں تھے

سوال: یہاں مشہور سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقام غیقہ میقات کے اندر ہے تو ابوقتادہ اور ان کے بعض ساتھی احرام کے بغیر میقات سے کیسے گزر گئے حالانکہ مدینہ سے سب عمرہ کے لئے نکلے تھے۔

جواب: اس اشکال کے کئی جوابات ہیں لیکن سب سے آسان اور واضح جواب یہ ہے کہ اس وقت تک حج وعمرہ کے لئے مواقیت مقرر کرنے کا تعین نہیں کیا گیا تھا کیونکہ یہ واقعہ چھ ہجری کا ہے اور مواقیت فتح مکہ کے بعد مقرر کی گئی ہیں اس پر یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت ابن عباس مواقیت کی حدیث کو خود بیان کر رہے ہیں حالانکہ وہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں شریک تھے موجودہ سفر میں وہ نہیں تھے معلوم ہوا اس وقت مواقیت مقرر نہیں ہوئی تھیں اس لئے حضرت ابوقتادہ احرام میں نہیں تھے۔

"یتراؤن" یعنی میں نے دیکھا کہ میرے احرام والے ساتھی کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو دکھا رہے ہیں کہ دیکھو وہ گورخر جا رہا ہے "فاسرجت" یعنی میں نے گھوڑے پر زین باندھ لیا "سوطی" چابک دستی اور چھوٹی لاٹھی کو سوط کہتے ہیں "اکمة" یعنی حمار وحشی ایک ٹیلہ کے پیچھے تھا اکمۃ کی جمع اکام ہے "فعقرته" یعنی میں نے نیزہ مار کر حمار وحشی کو زخمی کر کے گرا دیا تو وہ مر گیا، "فحرکت فرسی" یعنی میں نے گھوڑے کو ایڑھ دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور حمار وحشی کے گوشت کھانے نہ کھانے کا پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حلال ہے تم اس کو کھالو۔

۲۸۴۹۔ **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْقَاحَةِ فَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ إِذْ بَصُرْتُ بِأَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا فَنَظَرْتُ فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ فَأَسْرَجْتُ فَرَسِي وَأَخَذْتُ رُمْحِي ثُمَّ رَكِبْتُ فَسَقَطَ مِنِّي سَوْطِي فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي وَكَانُوا مُحْرِمِينَ نَاوِلُونِي السَّوْطَ فَقَالُوا وَاللَّهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فَنَزَلْتُ فَتَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ فَأَدْرَكْتُ الْحِمَارَ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ وَرَاءَ أَكَمَةٍ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي فَعَقَرْتُهُ فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِي فَقَالَ: بَعْضُهُمْ كُلُوهُ وَقَالَ: بَعْضُهُمْ لَا تَأْكُلُوهُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَمَامَنَا فَحَرَّكْتُ فَرَسِي فَأَدْرَكْتُهُ فَقَالَ: هُوَ حَلَالٌ فَكُلُوهُ

ابو محمد مولیٰ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو قتادہ سے سنا فرماتے تھے کہ: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (سفر میں نکلے) جب ہم ''قاحہ'' کی وادی میں پہنچے تو ہمارے بعض ساتھی احرام میں تھے اور بعض احرام میں نہ تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی کسی چیز کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، میں نے دیکھا تو ایک جنگلی گدھا تھا، میں نے اپنے گھوڑے پر زین رکھی، اور سوار ہو گیا اس دوران میرا کوڑا گر گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے جو احرام میں تھے کہا کہ مجھے کوڑا اٹھا دو، انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم تیری ذرا بھی معاونت نہ کریں گے، چنانچہ میں خود ہی اترا کوڑا اٹھایا پھر سوار ہو گیا، اور پیچھے جا کر گدھے کو جا لیا وہ ایک ٹیلے کے پار تھا میں نے اسے نیزہ مارا اور اس کے پاؤں کاٹ ڈالے اور اسے لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا، بعض کہنے لگے کہ اسے کھا لیا جائے، بعض نے کہا نہیں کھاؤ۔ نبی اکرم ﷺ ہمارے سامنے ہی تھے، لہذا میں نے گھوڑے کو حرکت دی اور آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حلال ہے اسے کھا لو۔

تشریح:

''بعض طریق مكة'' اس سے مقام روحاء مراد ہے'' ثم شد علی الحمار'' یعنی حمار وحشی پر حملہ کیا اور اس کو مار دیا۔
''وابی بعضهم'' یعنی بعض محرم ساتھیوں نے حمار وحشی کے گوشت کھانے سے انکار کیا کہ محرم کے لئے یہ کھانا جائز نہیں ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں کھانا مل گیا ہے اللہ تمہیں کھلا رہا ہے۔ اگلی والی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کچھ گوشت بچا ہو تو مجھے کھلا دو۔

۲۸۵۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا عَلَيْهِ فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبَى بَعْضُهُمْ فَأَدْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللَّهُ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب مکہ کے کسی راستہ میں پہنچے تو وہ اپنے بعض ساتھیوں کے ہمراہ جو احرام میں تھے حضور ﷺ سے پیچھے رہ گئے جب کہ وہ خود احرام میں نہیں تھے۔ انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے بعض ساتھیوں سے کہا کہ ان کو کوڑا دیدیں۔ ان ساتھیوں نے انکار کیا انہوں نے اپنا نیزہ مانگا تو ساتھیوں نے انکار کر دیا چنانچہ انہوں نے خود لے لیا،

پھر گدھا کا نشانہ باندھ کر اسے قتل کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے بعض نے تو اس میں سے کھالیا اور بعض نے انکار کر دیا کھانے سے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ تو اللہ عزوجل کی جانب سے ایک کھانا تھا جو اس نے تمہیں کھلایا''۔

۲۸۵۱۔ **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ فِي حِمَارِ الْوَحْشِ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي النَّضْرِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ

عطاء بن ابی یسار، ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وحشی گدھے کے بارے میں سابقہ حدیث کی مانند روایت کرتے ہیں اس روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ موجود ہے؟

۲۸۵۲۔ **وَحَدَّثَنَا** صَالِحُ بْنُ مِسْمَارٍ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: انْطَلَقَ أَبِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ وَحُدِّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّ عَدُوًّا بِغَيْقَةَ فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِهِ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ إِذْ نَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ فَانْطَلَقْتُ أَطْلُبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أُرَفِّعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ شَأْوًا فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ أَيْنَ لَقِيتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَلَحِقْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ يَقْرَءُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يُقْتَطَعُوا دُونَكَ انْتَظِرْهُمْ فَانْتَظَرَهُمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَدْتُ وَمَعِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْقَوْمِ: كُلُوا وَهُمْ مُحْرِمُونَ۔

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ والے سال چلے، ان کے ساتھیوں نے احرام باندھا تھا اور خود وہ احرام میں نہ تھے، اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ دشمن ''غیقہ'' میں ہے، چنانچہ حضور علیہ السلام اسی طرف چل پڑے، ابوقتادہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا کہ وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگے، اچانک میں نے ایک وحشی گدھا دیکھا۔ میں نے اس پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اسے روک دیا اور اپنے ساتھیوں سے اس معاملہ میں مدد چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا میری مدد سے۔ ہم نے اس کے گوشت میں سے کچھ تو کھایا، پھر ہمیں یہ اندیشہ دامن گیر ہوا کہ ہم کہیں آپ ﷺ کے قافلہ سے بچھڑ نہ جائیں، چنانچہ میں حضور علیہ السلام کو ڈھونڈتا ہوا چلا، کبھی میں گھوڑا دوڑاتا تھا تو کبھی آہستہ خرامی سے چلتا،

اس دوران رات کی تاریکی میں ایک بنوغفار کا آدمی ملا، میں نے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے کہاں ملے تھے؟ اس نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو تعہن کے مقام میں چھوڑا تھا، اور وہ سقیا (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے) کے مقام پر ٹھہر تھی۔ چنانچہ میں آپ ﷺ سے جاملا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھی آپ کو السلام علیک ورحمۃ اللہ کہتے ہیں، انہیں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں آپ سے بچھڑ نہ جائیں لہذا آپ ان کا انتظار فرمائیے، چنانچہ آپ نے ان کا انتظار فرمایا۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک شکار کیا تھا اور اب بھی میرے پاس فاضل گوشت موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قوم سے فرمایا: کھاؤ، حالانکہ وہ سب احرام میں تھے۔

تشریح:

"بغیقة" غین پر زبر ہے ی ساکن ہے اور قاف پر زبر ہے بنوغفار کے پانی کی گھاٹ کا نام ہے جو ساحل سمندر کے پاس ہے مقام رضوی کا پانی یہاں آتا ہے اور یہاں کا پانی سمندر میں گرتا ہے "فاثبته" یعنی میں نے جب اس کو نیزہ مارا تو میں نے اس کو بٹھلا کر کھڑا اب وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا "ان نقتطع" یعنی ہم گھبرا گئے کہ ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہو کر دشمن ہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر کے کاٹ نہ دے "رفع فرسی شأوا" یعنی میں نے اپنے گھوڑے کو کبھی ایڑ دیکر کچھ مسافت تک خوب دوڑاتا تھا "واسیر شأوا" یعنی کچھ مسافت کے لئے کبھی گھوڑے کو عام رفتار سے چلاتا تھا "شأو" کا لفظ غایت مقررہ مقام اور کڑیاں بھرنے کو کہتے ہیں "بتعهن" تا پر زبر زیر اور پیش سب جائز ہیں عین ساکن ہے اور ھا پر کسرہ ہے یہ ایک جگہ کا نام ہے جو سقیا سے تین میل کے فاصلہ پر ہے "وهو قائل" یہ قیلولہ سے ہے یعنی حضور سقیا مقام میں قیلولہ کرنے والے تھے۔

"ان يقتطعوا دونك" یعنی ساتھی سلام کہہ رہے ہیں اور وہ ڈر گئے کہ آپ سے دور کر کے دشمن ان کو کاٹ نہ دے۔

"فانتظرهم" یعنی آپ کچھ انتظار فرمائیں تاکہ وہ آجائیں "فاضلة" یعنی کچھ گوشت بچا ہوا ہے، آنحضرت ﷺ نے وہ گوشت لے لیا اور کھالیا جس طرح دیگر روایات میں ہے۔

۲۸۵۳۔ حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَاجًّا وَخَرَجْنَا مَعَهُ قَالَ: فَصَرَفَ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ: خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى تَلْقَوْنِي قَالَ: فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوا قِبَلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحْرَمُوا كُلُّهُمْ إِلَّا أَبَا قَتَادَةَ فَإِنَّهُ لَمْ يُحْرِمْ فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا قَالَ: فَقَالُوا أَكَلْنَا لَحْمًا وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ قَالَ: فَحَمَلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الْأَتَانِ فَلَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا وَكَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ

فَرَأَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلْنَا فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا فَقُلْنَا نَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا فَقَالَ: هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَوْ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ قَالَ: قَالُوا لَا قَالَ: فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حج کی نیت کر کے (احرام باندھ کر) نکلے تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکلے، ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعض ساتھی راستہ بدل گئے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم سمندر کے ساتھ ساتھ چلے چلو یہاں تک کہ مجھ سے آملو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ساحل سمندر کو اختیار کیا، جب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مڑے تو سب نے احرام باندھا ہوا تھا سوائے ابوقتادہ کے کہ وہ احرام میں نہ تھے، وہ چل ہی رہے تھے کہ اسی اثناء میں انہوں نے چند وحشی گدھے دیکھ لئے، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر کے ان میں سے ایک گدھی کے پاؤں کاٹ ڈالے، لوگ اپنی سواریوں سے اترے اور اس کا گوشت کھایا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ہم نے اس کا گوشت کھالیا حالانکہ ہم تو احرام میں ہیں، پھر انہوں نے گدھی کا بچا کھچا گوشت اٹھایا (اور چل پڑے) جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا، ابوقتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا، ہم نے کچھ جنگلی گدھے دیکھے تو ابوقتادہ نے ان پر حملہ کر کے ایک گدھی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور ہم نے سواری سے اتر کر اس کا گوشت کھایا (لیکن گوشت کھانے کے بعد خیال آیا تو آپس میں) ہم نے کہا کہ ہم نے احرام میں ہونے کے باوجود اس کا گوشت کھالیا۔ پھر بقیہ گوشت ہم نے اٹھایا (اور آگئے) حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے اسے شکار کرنے کا حکم دیا تھا یا کسی نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ وہ کہنے لگے نہیں۔ فرمایا کہ: پھر کھا سکتے ہو اس کا گوشت جو بچ گیا ہے۔

۲۸۵۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ شَيْبَانَ جَمِيعًا عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي رِوَايَةِ شَيْبَانَ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ قَالَ: أَشَرْتُمْ أَوْ أَعَنْتُمْ أَوْ أَصَدْتُمْ قَالَ: شُعْبَةُ لَا أَدْرِي قَالَ: أَعَنْتُمْ أَوْ أَصَدْتُمْ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ حضرت شیبان کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ (ابوقتادہ) جنگلی گدھوں پر حملہ کریں یا اس کی طرف کسی نے اشارہ کیا تھا؟ اور شعبہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا کیا تم نے شکار کرنے میں تعاون کیا تھا یا خود تم نے شکار کیا تھا؟ حضرت شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے اعنتم فرمایا یا اصدتم فرمایا۔

تشریح:

''امرہ''یعنی اشارۃ ودلالۃ اور صراحۃ کسی نے حکم تو نہیں دیا ہے؟یا حملہ تو نہیں کیا ہے یا شکاری کے ساتھ مدد تو نہیں کی ہے۔ان چیزوں میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ غیر محرم نے اگر محرم کی نیت سے شکار کیا تو وہ جائز ہے یا نہیں اس اختلاف کی تفصیل اس باب کی ابتداء میں گزر چکی ہے پھر دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے محرم کی نیت سے شکار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شکاری یہ نیت کرتا ہے کہ میں شکار کو ماروں گا اور میرے محرم بھائی کھائیں گے۔

۲۸۵۵۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ:فَأَهَلُّوا بِعُمْرَةٍ غَيْرِي قَالَ:فَاصْطَدْتُ حِمَارَ وَحْشٍ فَأَطْعَمْتُ أَصْحَابِي وَهُمْ مُحْرِمُونَ ثُمَّ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَنْبَأْتُهُ أَنَّ عِنْدَنَا مِنْ لَحْمِهِ فَاضِلَةً فَقَالَ: كُلُوهُ وَهُمْ مُحْرِمُونَ

حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ سے روایت ہے کہ ان کے والد ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتلایا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوۂ حدیبیہ میں جہاد کیا، سب لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھ کر تلبیہ کہا سوائے میرے، میں نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا اور اپنے محرم ساتھیوں کو کھلایا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو بتلایا کہ (ہم نے اس طرح شکار کر کے کھایا ہے) اور ہمارے پاس اس کا فالتو گوشت موجود ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھاؤ خواہ احرام کی حالت میں بھی ہوں۔

۲۸۵۶۔ **حَدَّثَنَا** أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُمْ مُحْرِمُونَ وَأَبُو قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ فَقَالَ:هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ قَالُوا مَعَنَا رِجْلُهُ. قَالَ:فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَكَلَهَا

حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سفر میں نکلے، وہ سب احرام کی حالت میں تھے جب کہ ابو قتادہ حلال تھے۔آگے سابقہ حدیث کا مضمون بیان کیا اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت بچا ہوا ہے؟ہم نے کہا کہ اس کی ٹانگ ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔

تشریح:

''فاکلھا''یعنی نبی اکرم ﷺ نے شکار کے اس گوشت کو لے لیا اور تناول فرمایا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خود احرام میں نہیں تھے باقی صحابہ کرام احرام میں تھے اور یہ واقعہ عمرۂ حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا، یہ بات بھی جان لیجئے کہ حالت احرام میں شکار ہر جگہ محرم کے لئے حرام ہے لیکن اگر حالت احرام نہ ہو تو پھر حدود حرم میں شکار کرنا حرام ہے حدود حرم سے باہر جائز ہے حضرت ابوقتادہ نے حدود حرم سے باہر شکار کیا تھا یہ حدیث اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانا جائز ہے بشرطیکہ وہ شکار نہ خود اس نے کیا ہو اور نہ کسی کی کوئی اعانت کی ہو چنانچہ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے جو لوگ مطلقاً شکار کے گوشت کو محرم کے لئے ناجائز کہتے ہیں ان پر یہ حدیث حجت ہے نیز حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے گورخر جس کو زیبرا کہتے ہیں اتنے بڑے شکار کو صرف اپنی ذات کے لئے نہیں مارا ہوگا یقیناً ان کی نیت اپنے ساتھیوں کو گوشت کھلانے کی ہوگی لہذا یہ حدیث جمہور پر بھی حجت ہے۔

۲۸۵۷۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَإِسْحَاقُ عَنْ جَرِيرٍ كِلاَهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: كَانَ أَبُو قَتَادَةَ فِي نَفَرٍ مُحْرِمِينَ وَأَبُو قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَفِيهِ قَالَ: هَلْ أَشَارَ إِلَيْهِ إِنْسَانٌ مِنْكُمْ أَوْ أَمَرَهُ بِشَيْءٍ قَالُوا لاَ يَا رَسُولَ اللَّهِ .قَالَ: فَكُلُوا

حضرت عبداللہ بن قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت احرام میں نہ تھے جب کہ باقی تمام لوگ احرام میں تھے (آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کیا) اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ کیا تم میں سے کسی انسان نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا یا اس کو کوئی چیز سے حکم دیا تھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم اسے کھالو۔

۲۸۵۸۔ **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ أَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَفَّقَ مَنْ أَكَلَهُ وَقَالَ: أَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

عبدالرحمٰن بن عثمان التیمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے احرام کی حالت میں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کچھ پرندے (شکار کئے ہوئے) ہدیہ کئے گئے اس وقت وہ سو رہے تھے تو ہم میں سے بعض نے تو کھالیا اور بعض نے پرہیز کیا۔ جب طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے کھانے والوں کی موافقت فرمائی اور کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی اسے (شکار کے گوشت کو) کھایا ہے۔

باب مایقتل المحرم من الدواب فی الحل والحرم

محرم کن کن جانوروں کو زمین حل وحرم میں قتل کر سکتا ہے

اس باب میں امام مسلم نے سولہ احادیث کو بیان کیا ہے

۲۸۵۹۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالاَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ مِقْسَمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ أَرْبَعٌ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحِدَأَةُ وَالْغُرَابُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ قَالَ: فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ أَفَرَأَيْتَ الْحَيَّةَ قَالَ: تُقْتَلُ بِصُغْرٍ لَهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: چار موذی اور شریر جانور ہیں جنہیں حل (حدود حرم کے علاوہ پوری زمین) اور حرم (حدود حرم کا اندرونی علاقہ) دونوں جگہ مارا جائے گا، چیل، کوا، چوہا اور کاٹ کھانے والا کتا''۔

راوی (عبیداللہ) کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے کہا کہ سانپ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا: اسے تو ذلت سے ماردیا جائے گا۔

تشریح:

''اربع'' یعنی چار قسم کے جانور ایسے خبیث اور شریر ہیں جن کو ارض حل اور ارض حرم دونوں میں یکساں طور پر قتل کیا جاسکتا ہے خواہ قتل کرنے والا احرام میں ہو یا احرام کے بغیر ہو اس حدیث میں فاسق کا لفظ آیا ہے باقی روایات میں فواسق کا لفظ آیا ہے مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں کی خباثت اور شرارت اور ایذا رسانی کی وجہ سے ان کا مارنا جائز ہے خواہ حرم میں ہو یا زمین حل میں ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان چار جانوروں میں حصر نہیں ہے بلکہ ان کی طرح ایذا رسانی کی صفت جن جانوروں میں ہو وہ سب ان کے حکم میں آتے ہیں ان کا مارنا بھی جائز ہے۔ مثلاً چیونٹی ہے مچھر ہے پسو ہے کھٹمل اور چیچڑ وغیرہ مضر جانور ہیں۔

اس حدیث میں چار کا ذکر ہے دیگر روایات میں پانچ کا ذکر ہے اور اس سے زیادہ کا ذکر بھی ہے لہذا حصر نہیں ہے۔

''الغراب'' اس سے کوا ہی مراد ہے زاغ مراد نہیں ہے زاغ کی چونچ سرخ ہوتی ہے اور پنجے بھی سرخ ہوتے ہیں وہ کوا نہیں ہے اسی وجہ سے آیندہ روایت میں غراب کے ساتھ ابقع کا لفظ لگا ہوا ہے۔

''الحداۃ'' العنبة کے وزن پر ہے دوسری روایت میں اسی کو ''الحدیا'' کہا گیا ہے چیل کو کہتے ہیں چیل اور گدھ کے چھوٹے بڑے تمام

اقسام اس میں شامل ہیں۔

"العقرب" یہ بچھو کو کہتے ہیں اگلی روایت میں سانپ کا ذکر بھی ہے اس قسم کے دیگر حملہ آور موذی حشرات الارض بھی اس حکم میں داخل ہیں

"الکلب العقور" حملہ آور کاٹنے پھاڑنے اور زخمی کرنے والا کتا مراد ہے اس کے حکم میں تمام حملہ آور درندے داخل ہیں۔

"فقلت للقاسم" روای کہتے ہیں کہ میں نے قاسم سے پوچھا کہ یہاں چار کا ذکر ہے اور سانپ کا ذکر نہیں ہے تو سانپ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ قاسم نے کہا کہ ذلت کے ساتھ اس کو مارا جائے گا۔

"بصغرلها" یعنی سانپ کو خوب ذلت واہانت کے ساتھ قتل کیا جائے گا چار میں منحصر نہیں ہے اسی طرح پانچ میں بھی حصر نہیں ہے جس طرح آیندہ روایت میں چھ کا ذکر ہے ان موذی جانوروں میں سے بعض تو جسمانی ایذا پہنچاتے ہیں اور بعض مالی نقصان پہنچاتے ہیں جیسے چوہا ہے جو کپڑا کاٹتا ہے غلہ چراتا ہے اور کوا چوزوں کو اور گوشت یا روٹی کو اچک لیتا ہے آیندہ حدیثوں میں الحداء ۃ کی جگہ الحدیا بھی آیا ہے اور الحدی بھی آیا ہے سب کا معنی چیل اور گدھ ہے ضرر اور نقصان میں یہ بھی بہت خطرناک ہے۔

۲۸۶۰۔**وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْحُدَيَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، نبی اکرم ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "پانچ موذی جانور حل اور حرم (ہر جگہ) قتل کئے جائیں گے، سانپ، چتکبرا، کوا، چوہا، باؤلا کتا اور چیل"۔

۲۸۶۱۔**حَدَّثَنَا** أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ موذی جانور ہیں جن کو حرم میں بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ بچھو، چوہا، چیل، کوا اور کٹکھنا کتا۔

۲۸۶۲۔**وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

حضرت ہشام نے اس طریق کے ساتھ سابقہ والی روایت کی طرح روایت نقل کی ہے۔

۲۸۶۳۔**وَحَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحُدَيَّا وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ جانور موذی ہیں جن کو حرم میں قتل کیا جاسکتا ہے۔ چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کٹکھنا کتا۔

۲۸٦٤۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَتْلِ خَمْسِ فَوَاسِقَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے اس سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے پانچ موذی جانوروں کو حرم اور غیر حرم (ہر جگہ) میں قتل کرنے کا حکم فرمایا پھر یزید بن زریع کی حدیث کی طرح ذکر فرمایا۔

۲۸٦٥۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالاَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهَا فَوَاسِقُ تُقْتَلُ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا کہ تمام جانوروں میں پانچ جانور موذی ہیں، جن کو حرم میں بھی قتل کیا جاسکتا ہے کوا، چیل، کٹکھنا کتا، بچھو اور چوہا۔

۲۸٦٦۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَمْسٌ لاَ جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالإِحْرَامِ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَقَالَ: ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فِي الْحُرُمِ وَالإِحْرَامِ

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ (جانور ایسے ہیں) کہ ان کو حرم میں اور احرام کی حالت میں قتل کرنا کوئی گناہ نہیں۔ چوہا، بچھو، کوا، چیل اور کٹکھنا کتا۔

۲۸٦٧۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: قَالَتْ حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهَا فَاسِقٌ لاَ حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ الْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

حضرت ابن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانوروں میں سے پانچ جانور ایسے ہیں کہ جو کلی طور پر موذی ہیں ان کے قتل کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں۔ بچھو، کوا،

چیل، چوہا اور کٹکھنا کتا۔

٢٨٦٨۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ فَقَالَ: أَخْبَرَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ أَمَرَ أَوْ أُمِرَ أَنْ تُقْتَلَ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْغُرَابُ

حضرت زید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ محرم کن چوپایوں کو قتل کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ازواج رسول اللہ ﷺ میں کسی زوجہ نے بتلایا کہ آپ ﷺ نے حکم فرمایا یا حکم دیا گیا کہ چوہا، بچھو، چیل، کاٹ کھانے والا کتا اور کوا مار دیے جائیں (کیونکہ یہ ایذاء پہنچانے والے جانور ہیں)۔

٢٨٦٩۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ مَا يَقْتُلُ الرَّجُلُ مِنَ الدَّوَابِّ وَهُوَ مُحْرِمٌ قَالَ: حَدَّثَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْكَلْبِ الْعَقُورِ وَالْفَارَةِ وَالْعَقْرَبِ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابِ وَالْحَيَّةِ قَالَ: وَفِي الصَّلَاةِ أَيْضاً

حضرت زید بن جبیر سے مروی ہے فرمایا: کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ حالت احرام میں کن جانوروں کو قتل کیا جا سکتا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ نے مجھ کو بیان کیا کہ آپ ﷺ کٹکھنے کتے، چوہے، کوا اور سانپ کے قتل کرنے کا حکم فرماتے تھے اور فرمایا کہ نماز میں بھی انہیں قتل کر دیا جائے۔

٢٨٧٠۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنے میں احرام والے پر کوئی گناہ نہیں ہے کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کٹکھنا کتا۔

٢٨٧١۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِنَافِعٍ مَاذَا سَمِعْتَ ابْنَ عُمَرَ يُحِلُّ لِلْحَرَامِ قَتْلَهُ مِنَ الدَّوَابِّ فَقَالَ لِي نَافِعٌ قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي قَتْلِهِنَّ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے کہا کہ آپ نے احرام والے کے لئے جانوروں کے قتل کرنے کے بارے میں حضرت ابن عمر سے کیا سنا ہے؟ حضرت نافع نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں

نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: پانچ ایسے جانور ہیں کہ حرم میں ان کے قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔
کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کٹکھنا کتا۔

۲۸۷۲۔وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ جَمِيعاً عَنْ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي جَمِيعاً عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَابْنِ جُرَيْجٍ وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِلَّا ابْنُ جُرَيْجٍ وَحْدَهُ وَقَدْ تَابَعَ ابْنَ جُرَيْجٍ عَلَى ذَلِكَ ابْنُ إِسْحَاقَ

ان تمام سندوں کے ساتھ حضرت نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ جانور ایسے ہیں کہ جنہیں محرم نے بھی قتل کیا تو اس پر کوئی گناہ وحرج نہیں، بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا، کوا اور چیل''۔

۲۸۷۳۔وَحَدَّثَنِيهِ فَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ وَعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ خَمْسٌ لَا جُنَاحَ فِي قَتْلِ مَا قُتِلَ مِنْهُنَّ فِي الْحَرَمِ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ جن کے قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں جن کو حرم میں قتل کیا جائے پھر اسی طرح حدیث ذکر کی یعنی کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کٹکھنا کتا۔

۲۸۷۴۔وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ: يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسٌ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ حَرَامٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيهِنَّ الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْغُرَابُ وَالْحُدَيَّا وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى بْنِ يَحْيَى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں کہ جو ان کو حالت احرام میں قتل کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ان جانوروں میں بچھو، چوہا، کٹکھنا کتا، کوا اور چیل ہے۔

باب المحرم يحلق رأسه ان كان به اذى ومقدار الفدية

محرم کے سر میں تکلیف ہو تو حلق کرنا جائز ہے اور فدیہ کی مقدار

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۲۸۷۵۔**وَحَدَّثَنِي** عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ قَالَ:سَمِعْتُ مُجَاهِداً يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: أَتَى عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ قَالَ:الْقَوَارِيرِيُّ قِدْرٍ لِي وَقَالَ:أَبُو الرَّبِيعِ بُرْمَةٍ لِي وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ: أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قَالَ:قُلْتُ نَعَمْ قَالَ: فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ:أَيُّوبُ فَلاَ أَدْرِي بِأَيِّ ذَلِكَ بَدَأَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں اپنی ایک ہانڈی یا دیگ کے نیچے آگ سلگا رہا تھا، میرے چہرے پر جوئیں چلی آرہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے سر کے کیڑوں سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا کہ حلق کراؤ (سر منڈوا دو) اور تین دن کے روزے (بطور کفارہ) رکھ لینا یا چھ مساکین کو کھانا کھلا دینا یا کوئی جانور ذبح کر دینا۔ ایوب (راوی) کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ پھر انہوں نے کس پر عمل کیا۔

تشریح:

''کعب بن عجرہ'' یہ شان والے صحابی ہیں زیادہ زندگی کوفہ میں گذاری پھر مدینہ منورہ آئے اور وہیں پر ۵۱ھ میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی اور تابعین میں سے بڑی مخلوق نے ان سے روایت کی ہے ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اسی سفر میں یہ قصہ پیش آیا۔

''اتی علی'' یعنی صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کا گزر میرے پاس سے ہوا یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنے والی ایک روایت میں ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور یہاں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ میرے پاس سے گزرے، ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے اس میں کیا تطبیق ہے؟

تو شارحین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ پہلے نبی کریم ﷺ کا ان پر گزر ہوا اور اس حالت میں ان کو صرف دیکھا پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا اور گفتگو ہوئی۔

"وانا اوقد" یعنی میں ہانڈی کے نیچے آگ سلگا رہا تھا "تحت" اس لفظ کے بعد دو راویوں کی سند کے الفاظ میں فرق آ گیا شیخ قواریری نے تحت قدر کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن ابوالربیع نے برمة کا لفظ استعمال کیا ہے دونوں کا معنی ایک ہے ہانڈی کو کہتے ہیں "والقمل یتناثر" قمل جوؤں کو کہتے ہیں اور یتناثر نثر سے ہے جو جھڑنے بکھرنے اور گرنے کو کہتے ہیں، دوسری روایت میں "یتھافت" کا لفظ ہے جو بے اختیار گرنے کے معنی میں ہے "ھوام رأسک" ھوام میم پر شد ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد ھامة ہے حشرات الارض اور کیڑے مکوڑوں کو کہتے ہیں یہاں سر کی طرف اضافت نے اس کو جوؤں کے ساتھ خاص کر دیا "فاحلق" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سر منڈاؤ اور سر منڈانے کے بدلے میں فدیہ ادا کرو اس حدیث میں سر منڈانے کا فدیہ اس طرح بتایا گیا ہے کہ (۱) تین روزے رکھے جائیں۔ (۲) یا چھ مساکین کو کھانا کھلایا جائے کہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم دیا جائے (۳) اور یا قربانی کے قابل بکری کا ذبیحہ کیا جائے، قرآن کریم میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے "فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ" آنے والی روایتوں میں پوری آیت مذکور ہے زیر بحث حدیث میں "نسیکة" کا لفظ اسی قربانی اور فدیہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس میں اختیار ہے مبتلا بہ شخص جس صورت کو اختیار کرنا چاہتا ہے وہ اس کو اختیار کر سکتا ہے۔

۲۸۷۶۔ **حَدَّثَنِي** عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ

حضرت ایوب سے اس طریق کے ساتھ مذکورہ روایت کی طرح حدیث مبارکہ نقل کی گئی ہے۔

۲۸۷۷۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: فِيَّ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضاً أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ: ادْنُهْ فَدَنَوْتُ فَقَالَ: ادْنُهْ فَدَنَوْتُ فَقَالَ ﷺ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قَالَ: ابْنُ عَوْنٍ وَأَظُنُّهُ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَأَمَرَنِي بِفِدْيَةٍ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ مَا تَيَسَّرَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (سورۃ البقرہ) کی یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی: فمن کان منکم مریضا..... الایۃ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا قریب آؤ۔ میں قریب ہو گیا تو فرمایا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف دیتی ہیں (ابن عون جو راوی ہیں کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا ہاں) پھر آپ ﷺ نے مجھے روزہ رکھنے یا صدقہ دینے یا سہولت کے مطابق قربانی کرنے کا حکم دیا۔

۲۸۷۸۔ **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِداً يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَقَفَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ يَتَهَافَتُ قَمْلاً

فَقَالَ: أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ: فَاحْلِقْ رَأْسَكَ قَالَ: فَفِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) فَقَالَ: لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ مَا تَيَسَّرَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کے سر سے جوئیں گر رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟ فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم حلق کرالو۔ چنانچہ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: فمن کان منکم مریضا... الآیۃ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تین روزے رکھو یا چھ مساکین کو ٹوکرا بھر کر خیرات دیا کرو یا جو میسر ہو اس کی قربانی کرو"۔

٢٨٧٩ـ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَأَيُّوبَ وَحُمَيْدٍ وَعَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَهُوَ يُوقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَالْقَمْلُ يَتَهَافَتُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ: أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ هَذِهِ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَاحْلِقْ رَأْسَكَ وَأَطْعِمْ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ: ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ أَوِ اذْبَحْ شَاةً

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے آنحضرت ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں حالت احرام میں ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور جوئیں میرے چہرے پر سے جھڑ رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھ کو جوئیں بہت تکلیف دے رہی ہیں؟ حضرت کعب نے عرض کیا کہ جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا سر منڈا دے اور چھ مسکینوں کے درمیان ایک فرق کا کھانا تقسیم کرا اور فرق تین صاع کا ہوتا ہے یا تین روزے رکھ یا قربانی کر۔ ابن ابی نجیح کہتے ہیں کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) کہ یا ایک بکری ذبح کر۔

تشریح:

''یوقد تحت القدر'' یعنی ہانڈی کے نیچے آگ سلگا رہے تھے لکڑیوں سے آگ جلانے کا زمانہ تھا اسی کو بیان کیا ہے کچھ مزید وضاحت اس طرح ہے ''القدر'' ہانڈی کو قدر کہتے ہیں قاف مکسور ہے دال ساکن ہے ''یوقد'' ایقاد آگ جلانے کو کہتے ہیں ''القمل'' جوؤں کو کہتے ہیں ''یتهافت'' باب تفاعل سے مضارع کا صیغہ ہے گرنے اور جھڑنے کے معنی میں ہے ''هوامک'' یہ هامة کی جمع ہے حشرات الارض کو کہتے ہیں یہاں جوئیں مراد ہیں ''الفرق'' تین صاع کے ایک پیمانے کا نام ہے۔ آصع جمع ہے اس کا مفرد صاع ہے، بہرحال

صاع ومن التمر والزبيب والشعير صاع وروى ايضاعن ابى حنيفة مثله وهو اصله فى الكفارات اھ. بہرحال عام روایات میں نصف صاع گندم کا ذکر ہے اس باب کی آخری روایت میں صاع کا لفظ ہے علامہ ابن حجر کے قول کے مطابق وہ بھی تصرف رُوات میں سے ہوسکتا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ صاع کو تمر پر حمل کیا جائے اور نصف صاع گندم پر حمل ہو جائے"قمل راسه" یہ سمع یسمع سے ہے یعنی سر جوؤں سے بھر گیا، سر میں جوئیں ہی جوئیں ہو گئیں۔

۲۸۸۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ: قَعَدْتُ إِلَى كَعْبٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذِهِ الآيَةِ (فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) فَقَالَ: كَعْبٌ نَزَلَتْ فِيَّ كَانَ بِي أَذًى مِنْ رَأْسِي فَحُمِلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ: مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ الْجَهْدَ بَلَغَ مِنْكَ مَا أَرَى أَتَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) قَالَ: صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِينَ نِصْفَ صَاعٍ طَعَاماً لِكُلِّ مِسْكِينٍ قَالَ: فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً

عبداللہ بن معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں کعبؓ کے پاس بیٹھا تھا، ان سے آیت کریمہ ففدية من صيام او صدقة اونسک کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، میرے سر میں تکلیف تھی جوؤں کی وجہ سے، مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جایا گیا، جوئیں میرے چہرے پر گرتی چلی آرہی تھیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ: جہاں تک میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری تکلیف کی انتہاء ہوگئی ہے۔ کیا تمہارے پاس بکری ہے؟ میں نے کہا نہیں، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ففدية من صيام اوصدقة اونسک یا تین دن کے روزے، یا چھ مساکین کو کھانا کھلانا، ہر ایک مسکین کا کھانا نصف صاع ہے۔ تو یہ آیت خاص میرے لئے نازل ہوئی لیکن عمومی طور پر تم سب کو اس کا حکم شامل ہے۔

۲۸۸۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْقِلٍ حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُحْرِماً فَقَمِلَ رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ: لَهُ هَلْ عِنْدَكَ نُسُكٌ قَالَ: مَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ يُطْعِمَ سِتَّةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مِسْكِينَيْنِ صَاعٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ خَاصَّةً (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضاً أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ) ثُمَّ كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں نکلے تو ان کے سر

اور ڈاڑھی میں جوئیں پڑ گئیں۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے اس کی طرف پیغام بھیج کر اس کو بلالیا اور ایک حجام کو بلوا کر اس کا سر منڈوا دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے پاس قربانی ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس کی قدرت نہیں رکھتا تو آپ ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ تین روزے رکھیں یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں ہر دو مسکینوں کے لئے ایک صاع کا کھانا ہو تو اللہ تعالیٰ نے خاص ایسے وقت یہ آیت نازل فرمائی ﴿فمن كان منكم مريضا او به اذى من رأسه﴾ پھر اس آیت کا حکم مسلمانوں کے لئے عام ہوگیا۔

باب جواز الحجامة للمحرم

محرم کے لئے سینگی کھینچوانا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۲۸۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الآخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے احرام کی حالت میں حجامت کروائی (پچھنے لگوائے)۔

۲۸۸٤۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَسْطَ رَأْسِهِ

حضرت ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ کے راستہ میں حالت احرام میں سر کے درمیان پچھنے لگوائے۔

تشریح:

"بطریق مکة" صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سر میں درد شقیقہ کی وجہ سے مکہ کے راستے میں ایک پانی کے پاس حجامہ کرایا اس جگہ کو لحی جمل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے علماء نے لکھا ہے کہ ضرورت کے بغیر محرم آدمی کے لئے پچھنے لگوانا مکروہ ہے مگر ضرورت کی وجہ سے جائز ہے البتہ اگر سر کے کچھ بال کٹوا دیئے گئے تو اس کا فدیہ دینا ہوگا اور اگر سر پر بال نہ ہوں یعنی آدمی اصلع ہو بال اُڑ گئے ہوں تو اس پر فدیہ بھی نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اگر ضرورت کے بغیر کسی نے پچھنے لگوائے اور کوئی بال نہیں کٹے تو یہ مباح ہے اس میں کچھ بھی نہیں ہے، جمہور

کا یہی مسلک ہے البتہ امام مالک کے نزدیک ضرورت کے بغیر حجامہ کرانا جائز نہیں ہے جب کہ بال کٹ گئے ہوں، اور حسن بصری کے ہاں مطلقاً حجامہ میں دم لازم آتا ہے ''وسط رأسه'' ظاہر ہے کہ سر کے درمیان میں سینگی کرانے سے بال متاثر ہونگے تو اس صورت میں فدیہ لازم آتا ہے کعب بن عجرہ کی روایت میں جو آیت ہے وہ اس مسئلہ کی دلیل ہے احناف کے ہاں قلیل بال کٹنے میں صدقہ ہے ایک چوتھائی بال کٹ جانے سے دم لازم آتا ہے۔

باب جواز مداوات المحرم عينه

محرم کے لئے اپنی آنکھ میں دوائی ڈالنا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۲۸۸۵۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ:أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ:خَرَجْنَا مَعَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَلَلٍ اشْتَكَى عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ عَيْنَيْهِ فَلَمَّا كُنَّا بِالرَّوْحَاءِ اشْتَدَّ وَجَعُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ يَسْأَلُهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنِ اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ فَإِنَّ عُثْمَانَ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الرَّجُلِ إِذَا اشْتَكَى عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ ضَمَّدَهُمَا بِالصَّبِرِ

نبیہ بن وہب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ابان بن عثمان کے ساتھ سفر میں نکلے، جب مقام ''مَلَلْ'' میں پہنچے تو عمر بن عبید اللہ کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی، جب ہم ''روحاء'' پہنچے تو ان کی تکلیف میں شدت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے ابان بن عثمان سے کسی کے ذریعہ معلوم کروایا (کہ اس میں کیا حکم ہے؟) انہوں نے پیغام بھیجا کہ ایلوے کا لیپ کرلو، کیونکہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جس کی آنکھیں دکھنے لگی ہوں اور وہ احرام میں ہو تو ایلوے کا لیپ کرے۔

تشریح:

''نُبَیْهٌ'' نون پر ضمہ یا مفتوحہ ہے یا پر سکون ہے آخر میں ہ واقع ہے روای کا نام ہے ''بملل'' میم پر فتحہ لام بھی مفتوح ہے یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے ۴۱ کلومیٹر پر واقع ہے ''بالروحاء'' یہ بھی مدینہ منورہ کے پاس ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے ۷۳ تہتر کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جس کو چھتیس میل کہا گیا ہے۔ ''اضمد'' ضمد ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے مخلوط دوا سے پٹی بنا کر متاثرہ عضو پر لیپ کرنے کو کہتے ہیں یہاں آنکھ پر لیپ کرنا مراد ہے۔ اسی روایت کے آخر میں یہ لفظ باب تفعیل سے آیا ہے اور اگلی روایت میں بھی باب

تفعیل سے آیا ہے جو ضمدھا بالصبر ہے یہ پٹی کرنے اور لیپ کرنے کو کہتے ہیں بعض نے آنکھ میں دوا ڈالنے کو بھی کہا ہے جسم کے دیگر حصوں پر پٹی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ سر اور چہرہ کو پٹی یا دوائی سے ڈھانپنا جائز نہیں ہے اگر چوتھائی حصہ ڈھانک دیا گیا تو دم آئے گا ورنہ صدقہ لازم ہے زیر بحث حدیث حالت مجبوری پر محمول ہے" الصبر "ایلوے کو صبر کہتے ہیں جو ایک کڑوی چیز ہے۔ چنانچہ ایک شارح لکھتے ہیں

"الصبر "صبر علی وزن کتف بفتح الصاد و کسر الباء قال فی القاموس عصارة شجر مر یعنی صبر ایک کڑوے درخت کے نچوڑ کو کہتے ہیں جس کو اردو میں ایلوا کہتے ہیں اس حدیث سے محرم کے لئے آنکھوں میں تضمید کرنا ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے مشابہ دیگر اشیاء کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں خوشبو نہ ہو اسی پر علماء نے محرم کے لئے سرمہ استعمال کرنا قیاس کیا ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو نہ ہو اور ضرورت کے تحت ہو ضرورت کے بغیر زینت کے لئے سرمہ استعمال کرنا مکروہ ہے اور اگر خوشبو بھی اس میں ملی ہوئی ہو تو پھر فدیہ لازم آئے گا جبکہ تھوڑے وقت کے لئے ہو۔

۲۸۸٦۔**وَحَدَّثَنَاهُ** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنِي نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْمَرٍ رَمِدَتْ عَيْنُهُ فَأَرَادَ أَنْ يَكْحُلَهَا فَنَهَاهُ أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَمَرَهُ أَنْ يُضَمِّدَهَا بِالصَّبِرِ وَحَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَ ذَلِكَ

نبیہ بن وہب کہتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی آنکھیں (تکلیف سے) سرخ ہو گئیں تو انہوں نے سرمہ لگانا چاہا ،ابان بن عثمان نے انہیں منع کر دیا اور کہا کہ ایلوے کا لیپ کریں اور بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا، یعنی کیا تھا۔

باب المحرم يغسل بدنه و رأسه

محرم کے لئے سر اور بدن کا دھونا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

۲۸۸۷۔**وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهَذَا حَدِيثُهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ:عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ:الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ فَأَرْسَلَنِي ابْنُ

عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يَسْتَتِرُ بِثَوْبٍ قَالَ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَنْ هَذَا فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُنَيْنٍ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ اصْبُبْ فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُهُ ﷺ يَفْعَلُ

ابراہیم بن عبداللہ بن حنین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم میں ابواء کے مقام پر اختلاف رائے ہوگیا، ابن عباس نے فرمایا کہ محرم سر دھوسکتا ہے جب کہ مسوررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں دھوسکتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے، میں نے ابوایوب انصاری کو دولکڑیوں کے درمیان کپڑے سے پردہ کیے ہوئے غسل کرتے ہوئے پایا، میں نے سلام کیا تو پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے کہا عبداللہ بن حنین! مجھے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے پاس یہ پوچھنے بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ احرام کی حالت میں کس طرح سر دھویا کرتے تھے؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا اور اسے جھکایا اور (پردہ کے پیچھے سے) ظاہر کیا میرے سامنے پھر کسی سے کہا کہ پانی بہاؤ، اس نے پانی بہایا سر پر وہ ہاتھوں سے سر کو آگے پیچھے حرکت دیتے اور ملتے تھے، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح غسل کرتے دیکھا۔

تشریح:

''انھما اختلفا'' یعنی حضرت عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ دونوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوگیا کہ آیا محرم آدمی حالت احرام میں سر دھوسکتا ہے یا نہیں، حضرت ابن عباس کا موقف یہ تھا کہ محرم سر کو دھوسکتا ہے اور حضرت مسور بن مخرمہ کا موقف یہ تھا کہ محرم سر نہیں دھوسکتا ہے۔ یہ اختلاف اگرچہ سر کے دھونے میں تھا اور حدیث میں سر کا دھونا مذکور ہے لیکن اس سے مراد پورا بدن بھی ہے تو جس طرح سر کے دھونے میں اختلاف تھا پورے بدن کے غسل میں بھی اختلاف تھا یہی وجہ ہے کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اپنے ترجمۃ الباب کے عنوان میں سر کے ساتھ بدن کو بھی ذکر کیا ہے اگرچہ باب کی دونوں حدیثوں میں بدن کا ذکر نہیں ہے۔

بہر حال محرم ہر قسم کا غسل کرسکتا ہے البتہ خوشبودار صابن یا شیمپو استعمال نہیں کرسکتا ہے، ورنہ امام صاحب کے نزدیک دم واجب ہوگا صاحبین کے نزدیک صدقہ لازم ہوگا۔

''بالابواء'' یعنی دونوں کا اختلاف مقام ابواء میں ہوا تھا، ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، جحفہ اور ابواء کے درمیان ۲۳

میل کا فاصلہ ہے پہلے تفصیل گزر چکی ہے معجم البلدان میں یاقوت حموی نے یہی لکھا ہے والابواء قرية من اعمال الفرع من المدينة بينها وبين الجحفة مما يلي المدينة ثلاثة وعشرون ميلا۔

علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ جحفہ اور مدینہ کے درمیان چھ مراحل کا فاصلہ ہے یعنی چھ دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

''من القرنين'' یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد قرن ہے جو سینگ کو کہتے ہیں یہاں قرنین سے دیہاتی کنوؤں کے دو کناروں پر بنے ہوئے دو ستون مراد ہیں ان دو ستونوں کے درمیان ایک مضبوط لکڑی یا لوہا ہوتا ہے جو دونوں ستونوں کے ساتھ پیوست ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک لمبی رسی بندھی ہوئی ہوتی ہے اس رسی کے نیچے اس کے ساتھ کنوئیں سے پانی کھینچنے کے لئے ڈول بندھا ہوا ہوتا ہے کنویں کے اسی دو ستونوں کو قرنین کہا گیا ہے یعنی حضرت ابوایوب انصاری اسی دیہاتی قسم کے کنوئیں سے پانی نکال کر غسل فرمارہے تھے اور دو قرنین کے درمیان کھڑے تھے ''كيف كان'' ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کیفیت کا پوچھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال اصل غسل کے بارے میں تھا کہ آنحضرت ﷺ نے احرام کی حالت میں غسل کیا ہے یا نہیں کیا ہے اسی لئے ابوایوب انصاری نے سر کو ظاہر کیا اور پھر اوپر سے نیچے تک پانی بہا کر غسل کر کے دکھایا۔

''فطأطأه'' یعنی پردہ کی چادر کے ایک حصہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو جھکایا تا کہ اوپر کا حصہ نظر آجائے ''يصب'' یعنی جو شخص پانی ڈال رہا تھا اس کو کہا کہ میرے سر پر پانی ڈال دو

''فاقبل بهما'' یعنی سر کے دھونے کے لئے آگے پیچھے ہاتھ لے گئے اور نبی مکرم کے غسل کا طریقہ سمجھا دیا سر کا ذکر بنیاد ہے ورنہ پورے بدن کے غسل کا مسئلہ وجہ اختلاف تھا علماء نے لکھا ہے کہ محرم کے لئے خوشبودار صابن استعمال کئے بغیر ہر قسم غسل جائز ہے ''فامر'' یعنی ابو ایوب انصاری نے دونوں ہاتھوں کو سر پر پھیر دیا۔ چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا موقف ثابت ہوگیا اس لئے مسور بن مخرمہ نے کہا کہ ''لا اماريك ابدا'' میں آیندہ آپ سے مناظرہ نہیں کرونگا یہ الفاظ دوسری حدیث میں ہیں۔

۲۸۸۸۔وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ:فَأَمَرَّ أَبُو أَيُّوبَ بِيَدَيْهِ عَلَى رَأْسِهِ جَمِيعاً عَلَى جَمِيعِ رَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ فَقَالَ:الْمِسْوَرُ لِابْنِ عَبَّاسٍ لَا أُمَارِيكَ أَبَداً

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ ابوایوب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے پیچھے پورے سر پر پھیرے۔ پھر مسور رضی اللہ تعالی عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ: میں آیندہ کبھی آپ سے بحث و تکرار نہ کروں گا۔

باب مایفعل بالمحرم اذا مات

جب محرم مرجائے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۲۸۸۹۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَعِيرِهِ فَوُقِصَ فَمَاتَ فَقَالَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے اونٹ سے گر کر گردن تڑوا بیٹھا اور مرگیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پانی اور بیری کے پتوں سے اسے غسل دے کر انہی دو کپڑوں (احرام کی چادروں) میں کفن دو اور اس کے سر کو مت ڈھانپو کیونکہ اللہ عزوجل قیامت کے روز اسے اسی طرح تلبیہ کہتے ہوئے اٹھائیں گے۔

تشریح:

''خور جل'' خریخر نصر سے گرنے کے معنی میں ہے ''رجل'' یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس شخص کا نام کیا تھا البتہ یہ معلوم ہے کہ یہ شخص عرفہ کے میدان میں اپنی سواری سے گرا تھا ''فوقص'' یہ مجہول کا صیغہ ہے وقص ضرب سے ہڈی ٹوٹنے اور توڑنے کے معنی میں آتا ہے یہاں گردن کی ہڈی کے ٹوٹنے کا قصہ ہے ''سدر'' بیری کو کہتے ہیں بیری کے پتوں کو پانی میں ابال کر اس سے مردوں کو نہلایا جاتا ہے ''لاتخمروا راسہ'' اس کے سر کو نہ ڈھانپو بلکہ محرم کی طرح اس کے سر کو کھلا رکھو۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کے نزدیک محرم کو کفنانا اور سر ڈھانکنا جائز نہیں ہے بلکہ محرم کی طرح معاملہ ان کے ساتھ کیا جائے گا کیونکہ ان کا احرام اب بھی قائم ہے یہ حضرات زیر بحث حدیث بلکہ اس باب کی اکثر احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اب یہ شخص محرم نہیں رہا بلکہ اس کا احرام موت کی وجہ سے ختم ہوگیا اب ان کے ساتھ کفن دفن میں وہی معاملہ کیا جائے گا جو عام مردوں کے ساتھ کیا جاتا ہے غسل ہوگا کفن ہوگا سر ڈھانپا ہوگا۔ احناف اور مالکیہ نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر سے منقول ہے کہ موت سے احرام ختم ہوجاتا ہے کیونکہ موت سے تمام عبادات ختم ہوجاتی ہیں اور احرام بھی عبادت ہے ان حضرات نے اس مشہور حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ ''اذامات ابن آدم انقطع عملہ الامن ثلاث'' علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں کئی روایات پیش کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد محرم کا احرام ختم ہوجاتا ہے۔
شوافع اور حنابلہ کی زیر بحث روایت کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا قضیہ جزئیہ ہے جو اس شخص کے ساتھ خاص ہے اور خصوصیت پیغمبری

بھی ہے جس میں اس شخص کو قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اعزاز دیا گیا ہے۔ اس حدیث سے شوافع کو ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس سے آپ لوگ استدلال نہیں کر سکتے ہو کیونکہ اس میں اس شخص کو بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دینے کا فرمایا گیا ہے حالانکہ زندہ محرم بیری کے پتوں والے پانی سے غسل نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس میں خوشبو ہے نیز اس روایت میں ہے کہ اس شخص کے چہرہ کو نہ ڈھانپو بلکہ کھلا رکھو حالانکہ شوافع کے ہاں زندہ محرم چہرہ کو ڈھانپ سکتا ہے خلاصہ یہ کہ شوافع اس روایت سے تسلی بخش استدلال نہیں کر سکتے ہیں اور یہ ایک جزئی واقعہ ہے شاید کچھ عوارض کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔

۲۸۹۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَأَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ: أَيُّوبُ فَأَوْقَصَتْهُ أَوْ قَالَ: فَأَقْعَصَتْهُ وَقَالَ: عَمْرٌو فَوَقَصَتْهُ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ قَالَ: أَيُّوبُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا وَقَالَ: عَمْرٌو فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرفات میں ایک شخص، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا، اسی دوران وہ گرا اپنی سواری پر سے جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی (اور انتقال ہو گیا) رسول اللہ ﷺ کو بتلایا گیا تو فرمایا: ''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں کفن پہنا دو اور نہ اس کے خوشبو لگاؤ نہ ہی سر ڈھانپو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تلبیہ کہتے ہوئے اُٹھائیں گے۔

تشریح:

''فاوقصته'' یہ باب افعال سے ایقاص ہے مجرد سے وقصته بھی ہے دونوں کا معنی ایک ہی ہے کہ اونٹنی نے اس شخص کی گردن کی ہڈی توڑ دی۔ یہاں ایک لفظ ''فاقعصته'' بھی ہے یہ اقعاص سے ہے اس کا معنی اچانک قتل کرنے کا ہے یعنی اونٹنی نے اس کو فوراً قتل کر ڈالا، اونٹنی کے قتل کرنے یا گردن توڑنے کی طرف نسبت ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے ورنہ وہ شخص جب اونٹنی سے گر گیا تو گرنے کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔

''لا تحنطوه'' یعنی اس کو حنوط نہ لگاؤ یہ باب تفعیل سے ہے تحنیط اور حنوط اس مرکب خوشبو کو کہتے ہیں جو مختلف اجزاء سے بنائی جاتی ہے اور مردوں میں استعمال کی جاتی ہے زندوں میں استعمال نہیں ہوتی ہے ''ولا تخمروه'' یہ بھی باب تفعیل سے ہے تخمیر ڈھانپنے کو کہتے ہیں یعنی اس کے سر اور چہرہ کو نہ ڈھانپو بلکہ کھلا چھوڑ دو ''ملبیا'' یہ یبعثه کی ضمیر مفعول سے حال واقع ہے یعنی یہ شخص قیامت میں تلبیہ پڑھنے کی حالت میں اٹھ کر آئے گا ''اقبل رجل حراما'' ای محرما۔

۲۸۹۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ: نُبِّئْتُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ

ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلاً كَانَ وَاقِفاً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَذَكَرَ نَحْوَ مَا ذَكَرَ حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں کھڑا تھا۔

پھر آگے اس طرح روایت بیان فرمائی جس طرح حماد نے ایوب سے روایت کی ہے۔

۲۸۹۲۔**وحَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ حَرَاماً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَّ مِنْ بَعِيرِهِ فَوُقِصَ وَقْصاً فَمَاتَ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَأَلْبِسُوهُ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی احرام باندھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آیا اور وہ اپنے اونٹ سے گر گیا تو اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دو اور اسے دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کا سر نہ ڈھانپو کیونکہ قیامت کے دن وہ تلبیہ کہتا ہوا آئے گا۔

۲۸۹۳۔**وحَدَّثَنَاهُ** عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ حَرَامٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّياً وَزَادَ لَمْ يُسَمِّ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ حَيْثُ خَرَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں آیا آگے سابقہ حدیث ہی کی طرح مذکور ہے سوائے اس بات کے کہ اس روایت میں ہے کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔ اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ سعید نے اس کے گرنے کی جگہ کا نام نہیں لیا۔

۲۸۹٤۔**وحَدَّثَنَا** أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلاً أَوْقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّياً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حالت احرام میں تھا اس کی سواری نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اس کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دو اور اس کو اس کے کپڑوں میں کفن دو اور اس کا چہرہ اور اس کا سر نہ ڈھانپو کیونکہ وہ قیامت کے دن لبیک لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

۲۸۹۵۔**وحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلاً

كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مُحْرِماً فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ فَمَاتَ فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوهُ بِطِيبٍ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّداً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھا۔ اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی وہ مرگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے پانی و بیری کے پتوں سے غسل دے کر کپڑوں میں تکفین کردو اور اس کے نہ تو خوشبو لگاؤ نہ ہی اس کا سر ڈھانپو کیونکہ وہ قیامت مین جمے جمائے بالوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔

۲۸۹۶۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلاً وَقَصَهُ بَعِيرُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُغْسَلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَلَا يُمَسَّ طِيباً وَلَا يُخَمَّرَ رَأْسُهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّداً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک آدمی حالت احرام میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اس کے اونٹ نے اس کی گردن توڑ دی (جس کی وجہ سے وہ مرگیا) تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر بھی نہ ڈھانپو کیونکہ قیامت کے دن بال جمے ہوئے ہونے کی حالت میں اُٹھے گا۔

۲۸۹۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: ابْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بِشْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَقَعَ مِنْ نَاقَتِهِ فَأَقْعَصَتْهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُغْسَلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَأَنْ يُكَفَّنَ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا يُمَسَّ طِيباً خَارِجٌ رَأْسُهُ قَالَ: شُعْبَةُ ثُمَّ حَدَّثَنِي بِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ خَارِجٌ رَأْسُهُ وَوَجْهُهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّداً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس حالت احرام میں آیا۔ وہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور گردن تڑوا بیٹھا (جس سے موت واقع ہوگئی) نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی جائے اور سر کفن سے باہر رہے۔

شعبہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرے شیخ نے دوبارہ حدیث بیان کی تو یہ بھی فرمایا کہ اس کا سر اور چہرہ دونوں کھلے رہیں کیونکہ وہ قیامت میں تلبیہ کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔

۲۸۹۸۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ

جُبَیْرٍ یَقُولُ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَصَتْ رَجُلًا رَاحِلَتُهُ وَهُوَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ یَغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَأَنْ یَكْشِفُوا وَجْهَهُ حَسِبْتُهُ قَالَ: وَرَأْسَهُ فَإِنَّهُ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَهُوَ یُهِلُّ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اس کی سواری نے اس کی گردن توڑ ڈالی (وہ مر گیا) تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ اسے بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دو اور چہرہ کھلا رکھو۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کا سر کھلا رکھو کیونکہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔

٢٨٩٩۔ **وَحَدَّثَنَا** عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ أَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَی حَدَّثَنَا إِسْرَائِیلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اغْسِلُوهُ وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِیبًا وَلَا تُغَطُّوا وَجْهَهُ فَإِنَّهُ یُبْعَثُ یُلَبِّی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک آدمی تھا اور اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ مر گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو غسل دو اور خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ہی چہرہ ڈھانپو کیونکہ (قیامت کے دن) تلبیہ پڑھتا ہوا اُٹھے گا۔

باب اشتراط المحرم التحلل بعذر المرض

محرم کا یہ شرط لگانا کہ اگر میں بیمار ہوا تو احرام کھول دونگا

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

٢٩٠٠۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو كُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِیُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِیهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَی ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَیْرِ فَقَالَ: لَهَا أَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا أَجِدُنِی إِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ: لَهَا حُجِّی وَاشْتَرِطِی وَقُولِی اللَّهُمَّ مَحِلِّی حَیْثُ حَبَسْتَنِی وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ضباعہ بنت الزبیر کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ کیا تم نے حج کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا (ہاں) لیکن اللہ کی قسم! مجھے درد بہت زیادہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم حج کرلو اور (احرام باندھتے وقت) شرط کرلو کہ اے اللہ! جہاں میں رُک جاؤں (یعنی بیماری کی بناء پر مزید مناسک ادا نہ کرسکوں) تو میں وہیں حلال ہو جاؤں گی۔ اور وہ حضرت مقداد (بن الاسود) کے نکاح میں تھیں

تشریح:

”اللھم مَحلی حیث حبستنی“ یہ شرط لگالو کہ اے اللہ! جہاں پر تو نے مجھے بیماری وغیرہ کی وجہ سے روک دیا وہیں تک میری نیت ہے

اس کے بعد نہیں اور اگر نہیں روکا تو حج مکمل کرلوں گی، حاجی یا معتمر کے لئے اس طرح مشروط احرام باندھنا کیسا ہے، اس میں کچھ تفصیل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حج میں حلال ہونے کی شرط لگانے کا طریقہ اس طرح ہے کہ احرام باندھتے وقت حاجی یہ کہدے کہ اگر راستہ میں مرض وغیرہ کی رکاوٹ پیدا ہوگئی تو میں وہیں پر حلال ہو جاؤں گا۔ اس شرط کے لگانے کا کوئی فائدہ ہے یا نہیں؟ تو امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اس کا فائدہ نہیں اور امام شافعی واحمد بن حنبل کے نزدیک اس کا فائدہ ہے وہ یہ کہ جب شرط لگائی تو بیماری وغیرہ عذر کی صورت میں حاجی فوراً احرام سے نکل جائے گا اور مرور علی الحج وعمرہ لازم نہیں ہوگا اگر شرط نہیں لگائی تو بیماری کی صورت میں احرام سے اس وقت تک نہیں نکل سکتا ہے جب تک افعال حج پر مرور نہیں کرتا بہر حال اس شرط پر حضرت ابن عمرؓ نے بھی اشارۃً رد کیا ہے اور قرآن کریم کی آیت بھی اس کے منافی ہے کیونکہ وہ آیت احصار کا حکم بیان کرتی ہے شرط کا کوئی ذکر نہیں ہے نیز حضور اکرم ﷺ نے نہ خود کبھی اس طرح شرط لگائی ہے اور نہ صحابہ میں سے کسی کو اس طرح تعلیم دی ہے صرف ضباعہ کی بات ہے تو علماء فرماتے ہیں کہ ضباعہ کو ایک قسم کا وہم ہو گیا تھا کہ میں حج کرسکوں گی یا نہیں اور اگر رکاوٹ پیدا ہوگئی تو میں پھر کیا کروں گی اس پر حضور ﷺ نے ان کے وہم کو دور کرنے کے لئے ان کو تسلی دیدی اور فرمایا کہ تم اس طرح شرط لگا دو تاکہ تم کو تسلی حاصل ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شرط پر سخت نکیر فرمائی اور فرمایا الیس حسبکم سنۃ نبیکم (ترمذی) ''الیس حسبکم'' حضرت ابن عمر درحقیقت ان لوگوں پر نکیر فرما رہے ہیں جن کا خیال ہے کہ حج وعمرہ کی نیت کے وقت اس طرح شرط لگانا چاہئے کہ اے اللہ! میں حج کی نیت کرتا ہوں لیکن میرے حلال ہونے کی جگہ وہ ہے جہاں میں بیماری وغیرہ عذر کی وجہ سے روک لیا جاؤں یہ شرط آئندہ حضرت ضباعہ کی روایت میں آرہی ہے حضرت ابن عمر کے رد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن مجید میں احصار کا حکم صاف صاف بیان کیا ہے تو پھر پہلے سے نیت میں شرط لگانے کی کیا ضرورت ہے بس جہاں بیماری کی وجہ سے رک گیا وہیں پر احصار کا حکم نافذ ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ حصار بوجہ بیماری کے قائل تھے جیسا کہ احناف کہتے ہیں بہر حال جو شخص حج یا عمرہ کی وجہ سے محصور ہوا اس پر لازم ہے کہ آئندہ سال قضا کرے خواہ وہ مفرد ہو یا قارن اور متمتع ہو یا عمرہ والا ہو۔ حضرت عائشہ شیخ طاؤس اور سعید بن جبیر نے بھی شرط لگانے کا انکار کیا ہے تو حضرت ضباعہ کی شرط لگانے کی توجیہات وہی ہیں جو میں نے پہلے لکھ دیئے ہیں۔

۲۹۰۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ وَأَنَا شَاكِيَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ''میں تکلیف میں ہوں اور میں نے حج کا ارادہ کر رکھا ہے'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حج کرو اور یہ شرط باندھ لو جہاں میں (آگے بڑھنے سے) رک جاؤں گی وہیں حلال ہو جاؤں گی۔

٢٩٠٢۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔

٢٩٠٣۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ وَأَبُو عَاصِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُساً وَعِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ إِنِّي امْرَأَةٌ ثَقِيلَةٌ وَإِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَمَا تَأْمُرُنِي قَالَ: أَهِلِّي بِالْحَجِّ وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبِسُنِي قَالَ: فَأَدْرَكَتْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ضباعہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ: میں بھاری بھرکم عورت ہوں اور میں نے حج کا ارادہ کر رکھا ہے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟'' فرمایا کہ تم حج کی نیت کرلو اور شرط رکھ لو کہ جہاں رک گئی (بیماری کی وجہ سے) وہیں حلال ہو جاؤں گی۔ چنانچہ انہوں نے حج پالیا (اور احرام کھولنے کی ضرورت نہیں پڑی)

٢٩٠٤۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ ضُبَاعَةَ أَرَادَتِ الْحَجَّ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَشْتَرِطَ فَفَعَلَتْ ذَلِكَ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ضباعہ بنت الزبیر نے حج کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں شرط باندھنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایسا ہی کیا۔

٢٩٠٥۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ: إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَهُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا رَبَاحٌ وَهُوَ ابْنُ أَبِي مَعْرُوفٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِضُبَاعَةَ حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبِسُنِي وَفِي رِوَايَةِ إِسْحَاقَ أَمَرَ ضُبَاعَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ضباعہ نے حج کا ارادہ فرمایا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو شرط

لگانے کا حکم فرمایا تو حضرت ضباعہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایسا ہی کیا۔

تشریح:

''ضباعه'' ضاد پر ضمہ ہے یہ حضرت زبیر کی بیٹی ہے ہاشمیہ ہے حضرت مقداد بن اسود کی بیوی ہے اس باب کی احادیث میں حضرت ضباعہ سے اپنے بارے میں مختلف الفاظ منقول ہیں ''ما اجدنی'' یعنی میں اپنے آپ کو نہیں پاتی ہوں ''الا وجعة'' یعنی میں بیمار ہو جاؤں گی میرا خیال ہے کہ میں حج مکمل نہیں کرسکوں گی اس لئے نہیں جاتی ہوں یہ ان کا خیال تھا وہم تھا شبہ تھا اندازہ تھا ''حجی'' یعنی حج کا احرام باندھ لو اور شرط لگالو ''محلی'' ای موضع تحللی من الاحرام ''انني امراة ثقيلة'' یعنی مجھے مرض نے پہلے سے بوجھل کردیا ہے آئندہ پھر خطرہ ہے ''فادركت'' یعنی ضباعہ نے حج پالیا اور راستے میں بیمار نہیں ہوئی، ''امر ضباعة'' یعنی قال کے بجائے ایک روایت میں امر کا لفظ ہے۔

باب صحة احرام النفساء والحائض

حیض اور نفاس والی عورت کا احرام صحیح ہے

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۲۹۰۶۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدَةَ قَالَ:زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نُفِسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ يَأْمُرُهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس کو محمد بن ابو بکر کے پیدا ہونے پر نفاس جاری ہو گیا شجرہ کے مقام پر (ذوالحلیفہ میں) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو (جو اسماءؓ کے شوہر تھے) حکم فرمایا کہ وہ غسل کر کے تلبیہ کہہ دیں۔

تشریح:

''نفست'' ای ولدت نون پر ضمہ ہے اور فا پر کسرہ ہے یہ نفس کے خروج سے ہے کیونکہ زندہ بچہ سانس لیکر آتا ہے اسی مناسبت سے اس کے بعد چالیس دن تک خون آنے کو نفاس کہتے ہیں یہاں یہی مطلب ہے کہ اسماء بنت عمیس جب حالت نفاس میں ہو گئیں تو اس کے احرام کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اسماء بنت عمیس حضرت جعفر طیار کی بیوی تھی جب ان کے شوہر جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تو حضرت صدیق اکبر نے ان سے شادی کر لی ان کے بطن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے جو صحابی نہیں بلکہ تابعی تھے حضرت صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی

نے اسماء بنت عمیس سے شادی کر لی حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اسماء بنت عمیس فوت ہوگئیں، اس حدیث میں یہی قصہ ہے۔

"بالشجرة" یہ درخت مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تھا ایک روایت میں بیداء کا لفظ آیا ہے ایک روایت میں ذوالحلیفہ کا لفظ ہے سب قریب قریب مقامات ہیں۔

"فامر ابابكر" یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسماء کو کہدو کہ غسل کر لو اور پھر تلبیہ پڑھ کر احرام باندھ لو چونکہ اسماء بنت عمیس ابوبکر صدیق کی بیوی تھیں اس لئے نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم کہدو اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ اور نفساء عورتوں کے لئے میقات سے احرام باندھنا مستحب ہے یہی جمہور فقہاء کا مسلک ہے ہاں بیت اللہ کا طواف اور سعی نہیں کر سکے گی البتہ حج کے باقی افعال بجالائے گی، اہل ظواہر کہتے ہیں کہ میقات سے اس قسم کی عورتوں کے لئے احرام باندھنا واجب ہے۔

۲۹۰۷۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فِي حَدِيثِ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ حِينَ نُفِسَتْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو جس وقت ذوالحلیفہ کے مقام پر نفاس شروع ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم فرمایا کہ حضرت اسماء کو حکم دیں وہ غسل کریں اور تلبیہ کہہ لیں۔

باب وجوه الاحرام

حج کی اقسام کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے سینتیس احادیث کو بیان کیا ہے جو تمام ابواب سے زیادہ ہیں

۲۹۰۸۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعاً قَالَتْ فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ: هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافاً آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَانُوا جَمَعُوا الْحَجَّ

وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع والے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے، عمرہ کا احرام باندھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ ہدی (وہ جانور جسے حج میں قربان کرنے کے لئے ساتھ لے جایا جائے) ہو وہ حج کی نیت کرے عمرہ کے ساتھ (یعنی حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے) اور جب تک دونوں سے (حج اور عمرہ سے) حلال نہ ہو جائے وہ حلال نہ ہو (یعنی قران کرے) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں جب مکہ مکرمہ آئی تو حیض کی حالت میں تھی۔ چنانچہ نہ بیت اللہ کا طواف کیا نہ ہی صفا مروہ کی سعی کی۔ میں نے اس (محرومی کی) شکایت آنحضرت ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنا سر کھول لو اور کنگھی چوٹی کر لو، عمرہ کو چھوڑ دو اور حج کا احرام باندھ لو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے مجھے عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیقؓ (حضرت عائشہؓ کے بھائی) کے ساتھ تنعیم بھیجا، میں نے وہاں سے عمرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے عمرہ کی جگہ ہے، لہٰذا جن لوگوں نے عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہا تھا انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کی سعی کی پھر حلال ہو گئے، بعد ازاں ایک اور طواف کیا اس وقت جب وہ منیٰ سے لوٹ آئے اپنے حج کا طواف (جو طواف زیارت تھا) کیا۔ البتہ جن لوگوں نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا تو انہوں نے ایک ہی طواف کیا۔

تشریح:

''خرجنا'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف نکل گئے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا مجھے ماہواری کا عذر پیش آیا پھر تنعیم سے آخر میں عمرہ کیا جو لوگ عمرہ کے احرام میں تھے انہوں نے عمرہ کر لیا اور حلال ہو گئے پھر عرفات جاتے ہوئے حج کا احرام باندھا اور جو لوگ قارن تھے انہوں نے احرام نہیں کھولا بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر حج کیا نبی پاک ﷺ نے ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا جس کا نام حجۃ الوداع ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو شاید میں آئندہ سال دُنیا میں نہ رہوں صحابہ کرام نے بھرپور انداز سے نبی پاک کے حج کا نقشہ اُمت کے سامنے بیان کیا سب سے زیادہ جامع انداز میں حضرت جابرؓ نے پورا نقشہ بیان کیا اور دوسرے نمبر پر حضرت عائشہؓ نے زبردست نقشہ پیش کیا۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام عظیم ذہن و حافظے کے مالک تھے پھر آنحضرت ﷺ کے حج میں اتنا اختلاف کیوں آیا کہ آیا آپ مفرد تھے یا متمتع تھے یا قارن تھے ملحدین اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے اور اس پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ ایک ہی واقعہ میں اتنا بڑا تضاد نظر آ رہا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں احادیث کی تطبیق میں لوگوں نے بہت کچھ کہا ہے بعض نے انصاف پر مبنی عمدہ کلام کیا ہے بعض نے تکلف سے کام لیا ہے بعض نے کلام کو انتہائی طول دیا ہے اور بعض نے کوتاہی کر کے انتہائی اختصار سے کلام کیا ہے علامہ طحاوی نے خوب دل کھول کر اتنا وسیع کلام کیا ہے کہ ایک ہزار صفحات بھر دیئے ہیں۔

قاضی عیاض اپنی تحقیق عمیق میں یوں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حج کی تینوں اقسام ادا کرنے میں آزاد چھوڑ دیا تا کہ حج افراد تمتع وقران تینوں کا جواز فراہم ہو جائے اگر آنحضرت ﷺ کسی ایک قسم کا حکم کر دیتے تو لوگ سمجھتے کہ اس ایک قسم کے سوا کوئی قسم جائز نہیں لہذا آپ نے تینوں اقسام کی نسبت اپنی ذات کی طرف کر دی پھر ہر ایک صحابی نے اسی کی خبر دیدی جو اس نے دیکھا تھا یا سنا تھا یا ان کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے حکم ملا تھا ہاں آنحضرت ﷺ نے خود ابتداء میں حج افراد کی نیت کی تھی زیادہ احادیث اسی کی تائید کرتی ہیں، رہ گیا یہ کہ آپ متمتع تھے تو یہ نسبت اس لئے ہے کہ آپ نے تمتع کی اجازت دیدی تھی اور یہ بات کہ آپ قارن تھے تو یہ ابتدائی مرحلہ کی بات نہیں ہے بلکہ آپ کی دوسری حالت کا تذکرہ ہے جبکہ آپ قارن ہو گئے تھے اھ۔

قاضی عیاض کے اس عمدہ کلام سے ملحدین کا اعتراض بھی پادر ہوا ہو گیا اور اقسام حج کی عمدہ ترتیب بھی سامنے آگئی اب زیر بحث حدیث سے متعلق تشریحات کو ملاحظہ فرمائیں۔

"عام حجة الوداع" وداع مصدر ہے اس میں واؤ پر فتحہ ہے پھر یہ باب تفعیل کا مصدر بھی ہے تو تودیعاً وداعاً ہے رخصت کرنے کے معنی میں ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ واؤ پر کسرہ بھی ہے اس وقت یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہو گا موادعة ووداعاً جو ایک دوسرے کو رخصت کرنے کے معنی میں ہے، ملا علیؒ قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اس موقع پر اپنی امت کو رخصت کیا یا حرم شریف کو رخصت کیا۔ اگر باب مفاعلہ سے لیا جائے تو سب نے ایک دوسرے کو رخصت کیا۔ بہر حال حضور اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد یہ پہلا اور آخری حج ادا کیا اور تقریباً ۹۰ دن بعد اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

اقسام حج، اور افضلیت کی ترتیب:

حج کی تین قسمیں ہیں (۱) افراد (۲) تمتع (۳) قران۔ حج افراد کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں اور تمتع کرنے والے کو متمتع کہتے ہیں اور قران کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔

(۱) حج افراد یہ ہے کہ حاجی اشہر حج میں صرف حج کرے عمرہ نہ کرے اشہر حج شوال ذیقعدہ مکمل اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔

(۲) حج تمتع یہ ہے کہ حاجی اشہر حج میں پہلے صرف عمرہ کرے اس سے حلال ہو کر احرام کھولے اور پھر وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج کر لے ہاں اگر اس عمرہ میں اپنے ساتھ جانور لایا ہو تو پھر عمرہ کر لے اور احرام نہ کھولے گویا تمتع کا عمرہ دو قسم پر ہے ایک میں معتمر سائق

الھدی نہیں ہوتا ہے اور دوسرے میں سائق الھدی ہوتا ہے۔

(۳) حج قران یہ ہے کہ حاجی میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے اور جا کر عمرہ کرے پھر احرام نہ کھولے بلکہ اسی احرام کے ساتھ حج کرے۔ اب اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ حج کی یہ تینوں اقسام جائز ہیں اور جو مسلمان جس قسم کو اختیار کرنا چاہتا ہے اختیار کر سکتا ہے اختلاف اس میں ہے کہ ان اقسام میں کونسی قسم کا حج افضل ہے افضلیت کا یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ کے حج کی نوعیت کیا تھی آپ نے جس نوع حج کو اختیار کیا تھا وہی سب سے افضل ہوگا۔

فقہاء کا اختلاف:

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک سب سے افضل حج افراد ہے پھر تمتع ہے پھر قران ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک سب سے افضل حج تمتع ہے پھر افراد ہے پھر قران ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سب سے افضل حج قران ہے پھر تمتع اور پھر افراد ہے۔

ائمہ اربعہ کے اقوال میں کچھ تفاوت بھی ہے لیکن میں نے جو بیان کیا ہے یہ راجح اقوال ہیں۔

دلائل:

امام شافعی اور امام مالک نے اپنے مسلک کو راجح ثابت کرنے کے لئے اس باب کی چوتھی حدیث حضرت عائشہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں "واھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحج " کے الفاظ آئے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ حج سے افراد مراد ہے کیونکہ مطلق حج کا ذکر ہے قران تمتع کا کوئی اشارہ نہیں ہے اس قسم کی کئی احادیث وارد ہیں۔

مالکیہ اور شوافع نے ان احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں افراد کا ذکر ہے مثلاً مسلم شریف کے اسی باب میں آگے ایک حدیث ہے، جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افرد بالحج " اسی طرح مسلم شریف کے اسی باب میں حضرت جابر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "عن جابر انہ قال اقبلنا مھلین مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحج مفرد " اس باب میں افراد کے لئے دیگر احادیث بھی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں "عن ابن عمر قال تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع بالعمرۃ بدأفاھل بالعمرۃ ثم اھل بالحج " اسی طرح حضرت عائشہؓ سے بھی کچھ روایات منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع میں متمتع تھے لہذا تمتع افضل ہے، جس طرح شوافع نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مفرد تھے، لہذا افراد افضل ہے۔

ائمہ احناف کے لئے قران پر بہت زیادہ روایات ہیں پہلی روایت حضرت انسؓ سے ہے۔

(۱)"عن انس رضی اللہ عنه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اهل بهما لبیک حجة وعمرة" (رواه مسلم)(۲)"عن عمران بن حصین رضی اللہ عنه قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم جمع بین حجة وعمرة "(رواه مسلم)

(۳) حضرت علیؓ کے قصہ میں ہے کہ جب آپ حجۃ الوداع کے موقع پر یمن سے تشریف لائے تو حضورﷺ نے پوچھا کہ تم نے کس طرح احرام باندھا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ نیت کی ہے کہ جونیت رسول اللہ کی ہو وہی میری ہے حضور اکرمﷺ نے جواب میں فرمایا: "قال انی سقت الهدی وقرنت" (رواه ابوداؤد) یعنی میں اپنے ساتھ ہدی کا جانور لایا ہوں اور میں نے قران کیا ہے۔

(۴) بخاری شریف میں حضرت عمرؓ سے یہ حدیث منقول ہے کہ حجۃ الوداع میں جب حضور اکرمﷺ وادی عقیق میں پہنچے تو جبریل امین نے فرمایا صل فی هذاالوادی وقل عمرة فی حجة" یہ الفاظ واضح طور پر قران پر دلالت کرتے ہیں۔

جواب:

اس میں شبہ نہیں کہ آنحضرتﷺ نے حجۃ الوداع میں مختلف تلبیے پڑھے ہیں اس میں افراد کے لئے بھی ہیں تمتع کے لئے بھی ہیں اور قران کے لئے بھی ہیں جس سے افراد، قران اور تمتع تینوں کا ثبوت ملتا ہے ادھر یہ بات بھی یقینی ہے کہ آنحضرتﷺ نے مدنی زندگی میں صرف ایک حج کیا ہے لہذا اب ان مختلف روایات میں تطبیق دینا ضروری ہو گیا ہے اس تطبیق کے لئے کئی توجیہات سامنے آئی ہیں اور ہر مسلک والوں نے اس طرح توجیہ کی ہے جس سے ان کا مسلک ثابت ہو گیا ہے۔ اور دوسرے مسلک کی روایات میں تاویل کی گئی ہے چنانچہ احناف کے ہاں چند توجیہات اس طرح ہیں۔

(۱) آنحضرتﷺ حقیقت میں قارن تھے لیکن آپ نے صحابہ کرام کو حج افراد اور تمتع کرنے کی اجازت دیدی تھی تا کہ امت کے لئے تینوں طریقوں پر حج کرنے کا جواز مل جائے حضرت عائشہؓ کی زیر بحث حدیث اس پر واضح دلیل ہے۔

اب آپ نے جس کو افراد کی یا تمتع کی اجازت دیدی تو اس نے اسی قسم کے حج کی نسبت حضور اکرمﷺ کی طرف بھی کر دی، کہ حضور یا مفرد تھے یا تمتع تھے تو یہ نسبت مجازی ہے اور حقیقی نسبت وہی ہے کہ آپ قارن تھے اس طرح جواب دوسرے مسلک والے بھی اختیار کرتے ہیں

(۲) آنحضرتﷺ نے ابتداء میں اپنے احرام کو مبہم رکھا تھا اس لئے کبھی افراد کا تلبیہ پڑھا کبھی تمتع کا پڑھا لیکن جب آپ وادی عقیق میں پہنچے تو جبریل امین نے آپ کو قران کا حکم دیا اس لئے اگر ابتدا میں آپ نے افراد یا تمتع کا تلبیہ پڑھا بھی ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ دیگر ائمہ اور اس کے پیروکار بھی اس کا اقرار کرتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ نے ابتدا میں افراد کا احرام باندھا لیکن بعد میں آپ قارن ہو گئے

علامہ نووی، قاضی عیاض، ابن قیم اور امام احمد یہی کہہ رہے ہیں۔ امام احمد نے تو اس طرح تصریح فرمائی ہے ''لاشک انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قارنا والمتعة احب الی''۔

(۳) علامہ ابن ہمام اور ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں کہ قارن کے لئے جائز ہے کہ وہ تینوں طریقہ پر تلبیہ پڑھے تو اختلاف روایات بوجہ سماع آیا کہ جس نے صرف حجۃ کا لفظ سنا تو اس کو افراد قرار دیا اور جس نے تمتع کے الفاظ سنے اس نے تمتع قرار دیا اور جس نے قران کے الفاظ سنے اس نے قران کو نقل کردیا۔

(۴) یہ اولیٰ غیر اولیٰ کا اختلاف ہے جس نے جس پر عمل کیا وہ جائز ہے لہذا کسی حدیث میں تکلفانہ تاویل کی ضرورت نہیں نہ جواب دینے کی ضرورت ہے شریعت میں وسعت ہے ہر آدمی کی الگ حالت ہوتی ہے تو ہر شخص اپنی حالت کے مطابق افراد یا تمتع یا قران اختیار کرسکتا ہے، حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک مجمع الکمالات تھی بہت ممکن ہے کہ آپ نے ہر قسم کے حج کو ایک حج کے ضمن میں ادا کیا ہو اور مکمل فضیلت حاصل کی ہو اور امت کے لئے بھی گنجائش ہوگئی میں اسی کو راجح سمجھتا ہوں۔

''انقضی رأسک'' گرد وغبار اور وقت زیادہ گزرنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ان کو سر کے بال کھولنے کا فرمایا ورنہ عورت کے لئے غسل میں سر کے بال کھولنے کی ضرورت نہیں خواہ غسل حیض کیوں نہ ہو، ہاں امام مالک حائضہ عورت کے لئے غسل کرنے میں سر کے بال کا کھولنے کا حکم دیتے ہیں حضرت عائشہؓ کو حضور اکرم ﷺ نے حج کے لئے غسل کرنے کا کہا ہے۔

''وامتشطی'' مشاطہ کنگھی کو کہتے ہیں امتشاط کنگھی استعمال کرنے کے معنی میں ہے ''ھذہ مکان عمرتک'' تنعیم کی طرف اشارہ ہے مگر تنعیم کی کوئی خصوصیت نہیں ہے عمرہ کے لئے زمین حل میں جانا ضروری ہے خواہ کوئی بھی جگہ ہو البتہ تنعیم سب سے قریب جگہ ہے اس لئے حضرت عائشہ کو وہاں پر بھیجا۔ ''طوافا اخر'' یہ دس ذوالحجہ میں رمی جمرات اور قربانی وحلق کے بعد طواف زیارت کی طرف اشارہ ہے یہ طواف فرض ہے۔

''طوافا واحدا'' یعنی قران کرنے والے حضرات نے بھی ایک طواف کیا اور قران کے لئے دو طواف نہیں کیے احناف کے ہاں قارن دو طواف کرے گا اس حدیث میں احناف کچھ تاویل کرتے ہیں جو بعید تر ہے۔ اس حدیث میں حضرت عائشہ نے دو قسم کے حج کا ذکر کیا ہے ایک حج تمتع اور دوسرا حج قران ساتھ والی روایت میں حج افراد کا ذکر کیا ہے

۲۹۰۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَنْحَرَ هَدْيَهُ وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ قَالَتْ عَائِشَةُ

فَحِضْتُ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضاً حَتّٰی كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطَ وَأُهِلَّ بِحَجٍّ وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتّٰی إِذَا قَضَيْتُ حَجَّتِي بَعَثَ مَعِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مِنَ التَّنْعِيمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي أَدْرَكَنِي الْحَجُّ وَلَمْ أُحْلِلْ مِنْهَا .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلیں۔ ہم میں سے کچھ لوگ وہ تھے جنہوں نے صرف حج وعمرہ کا احرام باندھا تھا اور کچھ وہ تھے جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ بہرکیف! جب ہم مکہ مکرمہ آگئے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی (وہ جانور جسے دم حج کے طور پر قربانی کے لئے اپنے ساتھ لے جایا جائے) نہیں لایا وہ حلال ہوجائے اور جو عمرہ کا احرام باندھ کر ہدی لایا ہے، وہ ہدی کے ذبح سے پہلے احرام نہ کھولے۔ اور جس نے حج کی نیت کی ہے وہ حج پورا کرے (پھر احرام کھولے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری ماہواری شروع ہوگئی اور عرفہ کے دن تک اسی حالت میں رہی جب کہ میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں سر کی چوٹی کھول لوں اور کنگھی کرلوں اور عمرہ کو چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لوں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں حج کے مناسک سے فارغ ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر (میرے بھائی) کو میرے ساتھ بھیجا اور مجھے حکم فرمایا کہ میں تنعیم سے عمرہ کروں اس عمرہ کی جگہ جو حج کی بناء پر نہ کرسکی تھی اور اس سے حلال نہیں ہوئی تھی۔

۲۹۱۰۔ **وحَدَّثَنَا** عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ أَكُنْ سُقْتُ الْهَدْيَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ عُمْرَتِهِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتّٰی يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعاً قَالَتْ فَحِضْتُ فَلَمَّا دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ أَصْنَعُ بِحَجَّتِي قَالَ: انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَمْسِكِي عَنِ الْعُمْرَةِ وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَيْتُ حَجَّتِي أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي أَمْسَكْتُ عَنْهَا .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے تو میں نے عمرہ کا احرام باندھا لیکن ہدی نہیں لے کر چلی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ ہدی ہے وہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام بھی باندھ لے (حج کی بھی نیت کرلے) اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ دونوں سے (حج وعمرہ سے) حلال ہوجائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری ماہواری شروع ہوگئی۔ جب عرفہ کی رات ہوئی تو میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اب حج کیسے کروں؟ فرمایا کہ اپنی چوٹی کھول کر کنگھی کرلو (یعنی تیل وغیرہ

لگالو جو احرام میں منع تھا تاکہ مکمل طور پر حلال ہو جاؤ) اور عمرہ کو روک دو۔ اس کے بعد حج کی نیت کرلو۔ فرماتی ہیں کہ جب میں حج سے فارغ ہوئی تو آپ ﷺ نے (میرے بھائی) عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا (کہ مجھے تنعیم لے جائیں) انہوں نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا اور تنعیم سے مجھے عمرہ کروایا۔ اس عمرہ کے بدلے جس میں میں رک گئی تھی۔

۲۹۱۱۔ **حَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِحَجٍّ وَأَهَلَّ بِهِ نَاسٌ مَعَهُ وَأَهَلَّ نَاسٌ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ وَأَهَلَّ نَاسٌ بِعُمْرَةٍ وَكُنْتُ فِيمَنْ أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (سفر حج میں) نکلے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے جو حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھنا چاہے تو کرلے اور جو صرف حج کا احرام باندھنا چاہے تو وہ ایسا کرلے۔ جو صرف عمرہ کا احرام باندھنا چاہے تو وہ بھی کرلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خود حضور اقدس ﷺ نے حج کا احرام باندھا تو کچھ لوگوں نے بھی حج کا احرام باندھ لیا جب کہ کچھ لوگوں نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کچھ نے صرف عمرہ کی نیت کی۔ اور میں بھی انہی (تیسری قسم کے) لوگوں میں تھی۔

۲۹۱۲۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ قَالَتْ فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ فَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ قَالَتْ فَكَانَ مِنَ الْقَوْمِ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ قَالَتْ فَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَخَرَجْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ لَمْ أَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِي فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: دَعِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ وَقَدْ قَضَى اللّٰهُ حَجَّنَا أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي وَخَرَجَ بِي إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَقَضَى اللّٰهُ حَجَّنَا وَعُمْرَتَنَا وَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا صَوْمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے موقع پر ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حج کے لئے) نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ یونہی کرلے اگر میں نے ہدی نہ لی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا ہی احرام باندھتا''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کچھ لوگ تو قوم میں وہ تھے جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور کچھ وہ تھے جنہوں نے حج کی نیت سے احرام باندھا تھا۔ میں ان لوگوں میں

سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ ہم مدینہ سے نکلے اور مکہ مکرمہ آئے ۔ جب عرفہ کا دن ہوا تو مجھے حیض شروع ہو گیا اور ابھی میں نے عمرہ کا احرام بھی نہیں کھولا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس (محرومی) کی شکایت کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم عمرہ ترک کردو، سر کھول کر کنگھی وغیرہ کرلو پھر حج کے احرام کی نیت کرلو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب محصب کی رات ہوئی (منی سے روانگی کے بعد راہ میں جس وادی میں پڑاؤ کیا وہ وادی محصب تھی وہاں رات گذاری اس بناء پر اس رات کو محصب کی رات فرمایا) اور اللہ تعالیٰ نے ہمارا حج پورا کروادیا۔ تو میرے ساتھ آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (میرے بھائی) کو بھیج دیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے پیچھے (سواری پر) بٹھایا اور مجھے لے کر "تنعیم" کو نکلے، میں نے تنعیم سے عمرہ کے احرام کی نیت کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے ہمارے حج کو بھی پورا کردیا اور عمرہ کو بھی اس طرح کہ نہ کوئی قربانی واجب ہوئی نہ ہی صدقہ اور نہ روزہ۔

تشریح:

"فلولا انی اهدیت" یعنی اگر میں اپنے ساتھ ہدایا کے جانور نہ لاتا تو میں احرام کھول دیتا لیکن ہدایا کے جانور لانے والا احرام نہیں کھول سکتا ہے، آگے روایات میں اسی طرح کے اور الفاظ بھی ہیں وہاں تشریح ہوگی، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ تمتع کی تمنا نہیں ہے کہ وہ افضل ہے افضل تو افراد ہے جس میں آنحضرت تھے یہ تمنا فسخ الحج الی العمرہ کے لئے تھی کیونکہ وہ حکم صرف ایک سال کے لئے تھا۔ تو آپ نے تمنا کی کہ اگر جانور ساتھ نہ ہوتے تو میں جاہلیت کے حکم کو توڑ دیتا اور اشہر حج میں حج کو عمرہ بنا کر عمرہ کرتا۔ "لیلة الحصبة" منی سے لوٹنے کے دن اور محصب میں رات گذارنے کو لیلۃ الحصبۃ کہتے ہیں اس کو خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں اور المحصب بھی کہتے ہیں اور ابطح بھی کہتے ہیں۔

۲۹۱۳ـ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِقِينَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ لَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدَةَ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم ذی الحج کا چاند دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے ہم حج کرنے کے سوا کچھ نہیں چاہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو پسند کرتا ہو کہ وہ عمرہ کا احرام باندھے تو وہ عمرہ کا احرام باندھ لے (آگے حسب سابق روایت بیان کی)۔

۲۹۱٤ـ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ مِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ فَكُنْتُ

فِيمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا وَقَالَ : فِيهِ قَالَ:عُرْوَةُ فِي ذَلِكَ إِنَّهُ قَضَى اللَّهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا .قَالَ:هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ هَدْيٌ وَلَا صِيَامٌ وَلَا صَدَقَةٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ذی الحجہ کے چاند کے مطابق نکلے ہم میں سے کچھ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور کچھ نے حج کا اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا (پھر حسب سابق روایت بیان کی) اس سلسلہ میں حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کے حج اور عمرہ دونوں کو پورا فرمادیا حضرت ہشام نے کہا کہ اس میں قربانی واجب ہوئی نہ روزہ اور نہ صدقہ واجب ہوا۔

٢٩١٥ـ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے تو ہم میں سے کچھ نے عمرہ کا احرام باندھا اور کچھ نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کچھ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا تو جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا وہ تو حلال ہو گئے اور جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج وعمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا تھا تو وہ یوم النحر سے پہلے حلال نہیں ہوئے۔

٢٩١٦ـ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ:عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ أَوْ قَرِيباً مِنْهَا حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: أَنَفِسْتِ يَعْنِي الْحَيْضَةَ .قَالَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ:إِنَّ هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَغْتَسِلِي قَالَتْ وَضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہمارا خیال صرف حج ہی کا تھا (عمرہ کا خیال یوں نہیں تھا کہ ایام حج میں جاہلیت کے دور میں عمرہ کرنا ناپسندیدہ تصور کیا جاتا تھا لیکن حضور علیہ السلام نے اس جاہلی تصور کو ختم فرمایا)۔ جب ہم ''سرف'' کے مقام پر یا اس کے قریب پہنچے تو مجھے حیض شروع ہو گیا، نبی اکرم ﷺ میرے پاس داخل ہوئے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں حیض شروع ہو گیا؟ میں نے

کہاہاں! فرمایا کہ یہ تو ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر مقرر کردی ہے۔ بس تم وہی سارے مناسک کرو جو حاجی کرتا ہے سوائے اس کے کہ بیت اللہ کا طواف مت کرو غسل طہارت کرنے تک (یعنی جب تک پاک نہ ہو) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔

۲۹۱۷۔ **حَدَّثَنِي** سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى جِئْنَا سَرِفَ فَطَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ خَرَجْتُ الْعَامَ قَالَ: مَا لَكِ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ: هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ افْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي قَالَتْ فَلَمَّا قَدِمْتُ مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ اجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَأَحَلَّ النَّاسُ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ قَالَتْ فَكَانَ الْهَدْيُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَذَوِي الْيَسَارَةِ ثُمَّ أَهَلُّوا حِينَ رَاحُوا قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ طَهَرْتُ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَفَضْتُ قَالَتْ فَأُتِيَنَا بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقَالُوا أَهْدَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَرْجِعُ بِحَجَّةٍ قَالَتْ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي عَلَى جَمَلِهِ قَالَتْ فَإِنِّي لَأَذْكُرُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنْعَسُ فَتُصِيبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ حَتَّى جِئْنَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ جَزَاءً بِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے سفر میں تھے اور ہم صرف حج ہی کا تذکرہ کرتے تھے، یہاں تک کہ جب ہم "سرف" مقام میں پہنچے تو میری ماہواری شروع ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس داخل ہوئے تو میں رو رہی تھیں (کہ اب حج نہیں کرسکوں گی) آپ نے پوچھا کہ کس وجہ سے رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا واللہ مجھے خواہش ہو رہی ہے کہ میں اس سال سفر حج کو نہ نکلتی۔ فرمایا کہ کیا ہوا؟ شاید حیض آ گیا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا یہ تو وہ چیز ہے جسے اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی بیٹیوں کے لئے مقرر فرما دیا ہے۔ تم دوسرے حاجیوں کی طرح تمام افعال کرتی رہو بس بیت اللہ کا طواف مت کرو پاک ہونے تک۔ جب ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اس احرام کو عمرہ کا کرلو (یعنی عمرہ کی نیت کرلو) چنانچہ سب نے عمرہ کی نیت کرلی سوائے اس کے جس کے ساتھ ہدی کا جانور تھا۔ چنانچہ ہدی کا جانور حضور اقدس، حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور خوشحال لوگوں کے پاس تھا۔ پھر جب وہ روانہ ہوئے (حج کے لئے) تو سب نے احرام باندھا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں یوم النحر (دس ذی الحجہ) کو میں (ماہواری سے) پاک ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر میں نے طواف افاضہ (طواف زیارت) کیا۔ ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا تو میں نے کہا یہ کیا؟ (یعنی یہ گائے کا گوشت یہاں کہاں سے آ گیا؟) تو لوگوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے ایک گائے قربان کی تھی۔ فرماتی ہیں پھر جب شب محصب ہوئی (جس رات وادی محصب میں قیام کیا) تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگ تو حج وعمرہ دونوں (کی سعادتوں) کے ساتھ واپس لوٹ رہے ہیں جب کہ میں صرف حج کے ساتھ لوٹ رہی ہوں۔ چنانچہ آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو حکم دیا تو انہوں نے مجھے اپنے اونٹ پر پیچھے بٹھایا۔ فرماتی ہیں کہ مجھے خوب یاد ہے کہ میں اس وقت نوعمر لڑکی تھی، (اونٹ پر بیٹھے بیٹھے) مجھے اونگھ آ جاتی اور میرے چہرہ پر کجاوہ (پالان) کی لکڑی لگ جاتی تھی یہاں تک کہ ہم تنعیم آ گئے، وہاں سے میں نے عمرہ کا احرام باندھا اس عمرہ کے بدلہ جو دوسرے معتمرین نے کیا تھا۔

تشریح:

''لا نذكر الا الحج '' اس میں کوئی تعین نہیں ہے اس میں حج افراد وتمتع وقران سب آ سکتے ہیں جو حضرات اس کو صرف حج افراد میں بند کرتے ہیں وہ مناسب نہیں ہے۔'' ای ما كان قصدنا الاصلی من هذا السفر الا الحج اما مفرداً واما مع القران او التمتع (منة) ''سرف'' مکہ مکرمہ کے قریب وادی فاطمہ کے پاس ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت میمونہ کی قبر ہے'' فطمثت'' ای حضت حیض کے لئے طمثت عركت نفست سب الفاظ استعمال ہوتے ہیں'' خرجت العام'' یعنی میرے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا کہ میں تو یہ تمنا کرنے لگی کہ کاش میں اس سال حج کے لئے نہ نکل آتی مجھے تو حیض آ گیا، آنحضرت ﷺ نے ان کو خوب تسلی دیدی ''اجعلوها عمرة '' یعنی تم نے جس حج کا احرام باندھا ہے اور نیت کی ہے اس کو عمرہ بنا دو اور فسخ الحج الی العمرۃ کر دو اس کی صورت یہ ہوگی کہ طواف اور سعی کے بعد سر کے بال منڈا دو احرام ہٹا دو اور پھر آٹھ ذوالحجہ سے حرم کے اندر سے حج کے لئے احرام باندھ لو'' ثم اهلوا حين راحوا '' یعنی جن لوگوں نے حج کو فسخ کر کے عمرہ بنایا تھا وہ جب منی جانے لگے تو انہوں نے نئے سرے سے حج کے لئے احرام باندھ لیا'' فافضت '' میں نے طواف زیارت کر لیا'' ليلة الحصبة '' منی سے تیسرے دن واپسی پر خیف بنی کنانہ میں ٹھہرنے کا بیان ہے'' انعس '' یعنی نوعمری کی وجہ سے میں اپنے بھائی کے ساتھ سواری پر اونگھنے لگی'' مؤخرة الرجل '' یہ فاعل ہے اور'' تصيب '' کا لفظ فعل ہے اور'' وجهي '' اس کا مفعول بہ ہے۔

۲۹۱۸۔وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ

حَدِيثِ الْمَاجِشُونِ غَيْرَ أَنَّ حَمَّاداً لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ فَكَانَ الْهَدْىُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَذَوِى الْيَسَارَةِ ثُمَّ أَهَلُّوا حِينَ رَاحُوا وَلَا قَوْلُهَا وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنْعُسُ فَتُصِيبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے حج کے لئے تلبیہ کہا۔ جب ہم ''سرف'' میں پہنچے تو میرے ایام شروع ہو گئے، رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آگے سابقہ حدیث والا مضمون ہی نقل کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ حماد کی حدیث میں نہیں ہے کہ نبی کریم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے صاحب ثروت صحابہؓ کے پاس قربانی کا جانور تھا پھر جب وہ روانہ ہوئے (حج کے لئے) تو سب نے احرام باندھا اور نہ ہی حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ میں کم عمر لڑکی تھی اور اونگھنے لگتی تھی جس کی وجہ سے میرے چہرہ پر کجاوہ کی لکڑی لگ جاتی تھی۔

۲۹۱۹۔**حَدَّثَنَا** إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي خَالِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَفْرَدَ الْحَجَّ .

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حج افراد کیا تھا''۔

تشریح:

''افرد الحج'' اس حدیث میں بالکل واضح طور پر مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع میں حج افراد میں تھے اس سے پہلے اس باب کی حدیث نمبر چار میں بھی حج افراد کی طرف اشارہ موجود ہے، آئندہ حدیث نمبر اٹھائیس میں بھی حج افراد کی تصریح موجود ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر تمام فقہاء اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ابتدا میں مفرد تھے پھر قارن بنے احناف بھی یہی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قران افضل ہے تب ہی تو آنحضرت نے افراد سے قران کی طرف نیت بدل دی۔

۲۹۲۰۔**وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَفْلَحَ بْنِ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَفِي حُرُمِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ حَتَّى نَزَلْنَا بِسَرِفَ فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ مِنْكُمْ هَدْىٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْىٌ فَلَا فَمِنْهُمُ الآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْىٌ فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ مَعَهُ الْهَدْىُ وَمَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِهِ لَهُمْ قُوَّةٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ . قُلْتُ سَمِعْتُ كَلَامَكَ مَعَ أَصْحَابِكَ فَسَمِعْتُ بِالْعُمْرَةِ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ . قَالَ: وَمَا لَكِ . قُلْتُ لَا أُصَلِّي . قَالَ: فَلَا يَضُرُّكِ فَكُونِي فِي حَجِّكِ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا وَإِنَّمَا أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ

عَلَيْهِنَّ . قَالَتْ فَخَرَجْتُ فِي حَجَّتِي حَتَّى نَزَلْنَا مِنًى فَتَطَهَّرْتُ ثُمَّ طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُحَصَّبَ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ لِتَطُفْ بِالْبَيْتِ فَإِنِّي أَنْتَظِرُكُمَا هَهُنَا. قَالَتْ فَخَرَجْنَا فَأَهْلَلْتُ ثُمَّ طُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَجِئْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي مَنْزِلِهِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ: هَلْ فَرَغْتِ . قُلْتُ نَعَمْ . فَآذَنَ فِي أَصْحَابِهِ بِالرَّحِيلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَدِينَةِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر حج کے مہینوں میں، حج کی حرمتوں (پابندیوں) میں رہتے ہوئے (یا حج کے مقامات میں) حج کی راتوں میں نکلے، جب ہم نے "سرف" میں پڑاؤ ڈالا تو نبی اکرم اپنے ساتھیوں کی طرف نکل گئے اور ان سے فرمایا: "تم میں سے جس کے پاس ہدی کا جانور نہیں تو میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کرلے اور جس کے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہ کرے تو بعض نے تو ان میں سے اس پر عمل کیا اور بعض نے اس پر عمل نہیں کیا ان لوگوں میں سے جن کے پاس ہدی نہیں تھی (یعنی اس صورت میں حضور علیہ السلام کے حکم بالا کے مطابق تو انہیں عمرہ کے احرام میں تبدیل کردینا چاہیے تھا لیکن بعض نے تو عمرہ کی نیت کرلی اور بعض حج ہی کا احرام باندھے رہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا یہ حکم استحباب پر محمول تھا)۔ جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے تو آپ کے پاس ہدی تھی اور آپ کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے ساتھ بھی ہدی تھی جو (مالی اعتبار سے) طاقت رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ فرمایا کیوں روتی ہو؟ تو میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کی وہ بات سنی تھی جو آپ نے اپنے صحابہ سے کی تھی۔ میں نے عمرہ سے متعلق آپ کی گفتگو سنی (اور میں عمرہ سے مجبور ہوگئی ہوں بہ سبب ماہواری کے) آپ ﷺ نے فرمایا کیوں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نماز نہیں پڑھ رہی ہوں (جس کا مطلب یہ ہے کہ ناپاکی شروع ہوگئی ہے) فرمایا: کوئی نقصان نہیں۔ تم اس احرام کو حج کا کرلو۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالی تمہیں حج نصیب فرمادے۔ اور جہاں تک ناپاکی کی بات ہے تو اس میں گھبرانے کی بات نہیں) کیونکہ تم بھی آدم کی بیٹیوں میں ہی سے ہو اور اللہ نے ان پر جو (قانون) مقرر کردیا ہے (کہ ہر ماہ ناپاکی ہوا کرے گی) تو وہ تم پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر میں حج کے ارادہ سے نکلی، جب ہم منیٰ میں اترے تو میں پاک ہوگئی بعد ازاں ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وادی محصب میں پڑاؤ کیا اور عبدالرحمن بن ابی بکر کو بلا کر فرمایا کہ اپنی بہن کو (یعنی مجھے) لے کر حرم سے نکلو اور وہ عمرہ کا احرام باندھے پھر بیت اللہ کا طواف کرے میں تم دونوں کا یہاں منتظر ہوں۔ فرماتی ہیں کہ ہم وہاں سے نکلے، میں نے عمرہ کا احرام باندھا، بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کی سعی کی اور رسول اللہ

ﷺ کے پاس آگئے تو آپ اپنی جگہ پر ہی تھے، آپ نے فرمایا کہ کیا تم فارغ ہوگئی ہو عمرہ سے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! چنانچہ پھر آپ نے اپنے صحابہ میں کوچ کا اعلان کردیا، چنانچہ ہم وہاں سے نکلے، بیت اللہ پر سے گزر ہوا تو اس کا طواف کیا فجر کی نماز سے قبل پھر مدینہ کی طرف نکل پڑے۔

تشریح:

"اشهر الحج" یہ لفظ جمع ہے مگر اس سے شوال ذی قعدہ اور دس ذوالحجہ مراد ہے لاکثر حکم الکل ہے اس کے بعد حج فوت ہوجاتا ہے مگر امام مالک سے مشہور یہ ہے کہ ذوالحجہ کا پورا مہینہ اشہر الحج میں شمار ہوتا ہے (نووی)

"وفی حرم الحج" اگر حا پر ضمہ ہے تو اس سے گویا حضرت عائشہ نے قابل احترام مقامات اور قابل احترام اوقات اور حالات مراد لئے ہیں۔ اور اگر حا پر فتحہ ہے تو یہ جمع ہے اس کا مفرد حرمۃ ہے تو اس سے حضرت عائشہ نے گویا ممنوعات احرام اور محرمات شرعیہ مراد لئے ہیں دونوں احتمال ہیں۔ "الی المدینة" محصب ابطح اور خیف بنی کنانہ میں ٹھہرنا احکام حج میں سے نہیں تھا بلکہ مدینہ کے لئے نکلنا یہاں سے آسان تھا تو یہ ایک ترتیب تھی نیز اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا تھا کہ اسی جگہ میں قریش نے بنو ہاشم سے سوشل بائیکاٹ کے لئے ظالم صحیفہ لکھا تھا آج اللہ تعالیٰ نے آزادی عطا فرمادی فللہ الحمد۔

۲۹۲۱۔ **حَدَّثَنِي** يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرِدًا وَمِنَّا مَنْ قَرَنَ وَمِنَّا مَنْ تَمَتَّعَ.

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم میں (قافلۂ صحابہ) بعض تو وہ تھے جنہوں نے حج افراد کے لئے تلبیہ پڑھا تھا بعض وہ تھے کہ انہوں نے قران کے لئے تلبیہ کہا تھا اور بعض نے تمتع کا احرام باندھا تھا۔

۲۹۲۲۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: جَائَتْ عَائِشَةُ حَاجَّةً.

حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ حج کا احرام باندھ کر آئی تھیں۔

۲۹۲۳۔ **وَحَدَّثَنَا** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَحِلَّ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقِيلَ ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ قَالَ: يَحْيَى فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ: أَتَتْكَ وَاللَّهِ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ.

عمرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ”ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ذی القعدہ کی پانچ تاریخیں باقی رہ گئیں تھیں (۲۵ ذی قعدہ) کو صرف حج کا ارادہ کر کے نکلے، جب ہم مکہ کے قریب ہو گئے تو رسول اللہ نے حکم فرمادیا کہ جس کے ساتھ ہدی کا جانور نہیں ہے وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے (یعنی عمرہ کر کے) حلال ہو جائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یوم النحر (دس ذی الحجہ کو) ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا یہ کیا؟ کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی جانب سے گائے ذبح فرمائی ہے۔ حضرت یحیی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو قاسم بن محمد سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! عائشہ نے تجھے یہ حدیث بالکل ٹھیک اسی طرح بیان کی ہے۔

٢٩٢٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت یحی بن سعید سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث بعینہ منقول ہے۔

٢٩٢٥۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ ح وَعَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ وَاحِدٍ قَالَ: انْتَظِرِي فَإِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي مِنْهُ ثُمَّ الْقَيْنَا عِنْدَ كَذَا وَكَذَا قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ: غَدًا وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَصَبِكِ أَوْ قَالَ: نَفَقَتِكِ.

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ”لوگ تو دونوں عبادتوں (مناسک حج اور عمرہ) کے ساتھ لوٹ رہے ہیں جب کہ میں صرف ایک ہی عبادت (یعنی حج) کے ساتھ لوٹ رہی ہوں“۔ آپ نے فرمایا کہ: ”انتظار کرو اور جب پاک ہو جاؤ تو تنعیم چلی جاؤ وہاں سے عمرہ کے لئے احرام باندھنا (پھر عمرہ سے فارغ ہو کر) فلاں فلاں جگہ پر ہم سے مل جانا“۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ کل ملنا لیکن تمہاری اپنی تکلیف و مشقت اور خرچ کے بقدر (عمرہ کا اجر) ہوگا۔

تنعیم سے عمرہ کرنے کا حکم

تشریح:

”بنسک واحد“ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب لوگ حج اور عمرہ دو عبادتوں کے ساتھ لوٹ کر جائیں گے اور میرا عمرہ تو حیض کی وجہ سے خراب ہو گیا تو میں ایک عبادت کے ساتھ لوٹ کر جاؤں گی مجھے اس کی پریشانی اور غم ہے۔

"ثم القینا" یعنی عمرہ کرنے کے بعد پھر ہم سے فلاں فلاں مقام پر ملو ہم انتظار کریں گے "القینا" کا لفظ امر واحد مؤنث حاضر کا صیغہ ہے سمع یسمع سے ہے اعلال کے بعد اس طرح بنا ہے نا مفعول بہ ہے اب یہ التقی بنا کے معنی میں ہے "قال اظنه غدا " راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل فلاں فلاں جگہ پر ہم سے ملو "ولکنها علی قدر نصبک " یعنی تنعیم سے عمرہ جائز ہے لیکن عمرہ کا ثواب نفقہ اور محنت کی بنیاد پر ملتا ہے اگر تکلیف اور خرچ زیادہ ہے تو ثواب زیادہ ورنہ ثواب کم ملے گا۔ علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی اپنی شرح اکمال اکمال المعلم میں لکھتے ہیں کہ حدیث کے ان جملوں سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو حج کے بعد مکہ میں رہ کر تنعیم سے عمرہ کرنے کو مکروہ کہتے ہیں علامہ ابی لکھتے ہیں کہ اس عمرہ کے بارے میں حضرت علیؓ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا هی خیر من لاشی وقال ایضاماهی خیر من مثقال ذرة و کرهها جماعة من السلف (ج ۴ ص: ۲۲۸) علامہ سنوسی اپنی شرح میں اس کلام پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں "قلت یحتج به الی آخره لا یخفی ضعفه لان الحدیث یؤخذ منه مرجوحیة تلک العمرة بالنسبة الی من تعب وقصدهامن بلده لا انه لا فضل فیها ولو کان کذالک لما امر بها النبی صلی الله علیه وسلم " (شرح سنوسی) علامہ سنوسی نے صحیح کہا ہے کہ اس حدیث سے کراہت پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ یہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امر موجود ہے البتہ یہ اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا کہ اس قریب والے عمرہ میں بعید والے عمرہ سے ثواب کم ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے آج کل یہ مسئلہ موضوع بحث رہتا ہے کہ طواف کرنا افضل ہے یا کثرت سے تنعیم کا عمرہ کرنا افضل ہے، عرب علماء ان عمروں کو پسند نہیں کرتے ہیں احناف کی بعض کتابوں میں اس سے طواف کرنے کو بہتر کہا گیا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جو لوگ یہ عمرہ نہیں کرتے ہیں وہ اس پورے وقت میں طواف کہاں کرتے ہیں طواف کو بہانہ بنا کر اس خیر سے لوگوں کو روکنا مناسب نہیں ہے پھر دیکھئے اس عمرہ میں طواف بھی ہے اس پر مزید سعی کی محنت بھی ہے تنعیم تک جانے کی مشقت بھی ہے کرایہ کا خرچہ بھی ہے اور حلق کے ریال دینے بھی ہیں پھر تو زیر بحث حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کثرت سے عمرے کرتے ہیں کیونکہ ثواب بقدر خرچہ اور مشقت ملتا ہے۔ بہر حال میں علماء کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا مگر صرف اتنا کہتا ہوں کہ اس عمرہ کو جائز کہا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر خود تنعیم سے عمرہ نہیں کیا تو آپ نے جعرانہ سے عمرہ کیا ہے وہ مکہ سے عمرہ کرنے کے جواز کی دلیل ہے خواہ تنعیم سے ہو یا جعرانہ سے ہو یا جدہ سے ہو۔

۲۹۲٦۔وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ وَإِبْرَاهِيمَ قَالَ:لاَ أَعْرِفُ حَدِيثَ أَحَدِهِمَا مِنَ الآخَرِ أَنَّ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ .فَذَكَرَ الْحَدِيثَ .

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ! دوسرے لوگ تو دو عبادتیں کر کے واپس لوٹیں گے (پھر حسب سابق حدیث بیان کی)۔

۲۹۲۷۔حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ:إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ

مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا نَرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ قَالَتْ .فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ الْهَدْيَ فَأَحْلَلْنَ .قَالَتْ عَائِشَةُ فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ: أَوَمَا كُنْتِ طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَتْ قُلْتُ لَا .قَالَ: فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا .قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ قَالَ:عَقْرَى حَلْقَى أَوَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ .قَالَتْ بَلَى.قَالَ:لَا بَأْسَ انْفِرِي . قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا .وَقَالَ:إِسْحَاقُ مُتَهَبِّطَةٌ وَمُتَهَبِّطٌ .

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ صرف حج ہی کے ارادہ سے نکلے، مکہ مکرمہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد حضور اقدس نے حکم فرمایا کہ جو ہدی ساتھ نہیں لایا ہے تو وہ حلال ہو جائے۔ چنانچہ جو ہدی نہیں لائے تھے، وہ حلال ہو گئے (اور احرام کھول دیا) حضور علیہ السلام کی ازواج بھی ہدی نہیں لائی تھیں لہذا وہ بھی احرام سے حلال ہو گئیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے ماہواری شروع ہو گئی اور میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی۔ جب شب محصب آئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگ تو حج وعمرہ دونوں کے ساتھ لوٹ رہے ہیں جب کہ میں صرف حج کے ساتھ واپس ہو رہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب ہم مکہ آئے تھے تو تم نے طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ اچھا اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم چلی جاؤ۔ وہاں سے عمرہ کے لئے تلبیہ کہو۔ پھر (عمرہ سے فراغت کے بعد) تمہارا ''موعد'' (وہ مقام جہاں ملنا طے ہو جائے) فلاں فلاں مقام ہے اس موقع پر صفیہؓ (ام المؤمنین) نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ میں آپ سب کو روکوں گی (کیونکہ مجھے بھی ماہواری شروع ہو گئی ہے اور طواف وداع کے انتظار میں سب کو میری وجہ سے ٹھہرنا پڑ جائے گا) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ارے نگوڑی ماری گنجی کیا تو نے یوم النحر کو طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ چلے جاؤ، کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ مجھ سے ملے اس طرح کہ آپ مکہ کی طرف چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی یا آپ اتر رہے تھے میں چڑھ رہی تھی۔ (مکہ مکرمہ کے پہاڑ اوپر واقع ہے اس مناسبت سے فرمایا کہ میں اُتر رہی تھی اور آپ چڑھ رہے تھے، گویا راہ میں ملاقات ہوئی)۔

تشریح:

''لیلۃ الحصبۃ'' کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ منیٰ کے جمرات سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ نے خیف بنی کنانہ میں رات گذاری اسی کو لیلۃ

المحصبہ کہا گیا ہے کیونکہ اس جگہ کا نام المحصب ہے اس کا دوسرا نام ابطح بھی ہے اور تیسرا نام خیف بنی کنانہ ہے یہاں قیام بطور ترتیب تھا کہ مدینہ کے لئے نکلنا یہاں سے آسان تھا اور بطور شکر بھی تھا کیونکہ اسی جگہ میں قریش نے ظالم صحیفہ لکھا تھا یہ قیام احکام حج کا حصہ نہیں تھا، منیٰ سے یہاں لوٹنے کو یوم النفر بھی کہتے ہیں۔

"قالت صفیة" حضرت صفیہ کا قصہ یہاں روای نے بطور جملہ معترضہ ذکر کیا ہے ورنہ ان کا مستقل قصہ ہے جو طواف وداع کا مستقل مسئلہ ہے جو آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آنے والا ہے۔ "ما ارانی" یعنی مجھے خیال آرہا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ میں آپ لوگوں کو سفر پر جانے سے روک دوں گی کیونکہ مجھے حیض آگیا ہے اس پر کئی دن لگ سکتے ہیں اور میں نے طواف وداع نہیں کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے تو صحابہ کرام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہیں جائیں گے "قال عقری حلقی" یہ دونوں لفظ قصر کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں تنوین اور مد بہتر نہیں ہے ان الفاظ کے بہت سارے معنی لکھے گئے ہیں مگر واضح یہ ہے کہ عقریٰ زخمی زخمی کے معنی میں ہے، اور حلقی سر کے بال جھڑنے کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ تو زخمی زخمی ہو اور تیرے سر کے بال جھڑ جائے یا تیرا حلق زخمی ہوجائے یہ الفاظ واضع نے بددعاء کے لئے وضع کئے ہیں لیکن عرب اس کو دل لگی کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں جس طرح تربت یداک اور ثکلتک امک لا ابا لک ای عقر اللہ جسدھا وحلق شعرھا واصابھا بوجع فی حلقھا وقیل معناہ تعقر قومھا وتحلقھم لشؤمھا وقیل جعلھا اللہ عاقرا لا تلد اھ۔

یہ الفاظ بولے جاتے ہیں مگر معانی مراد نہیں ہوتے ہیں عرب کے علاوہ بھی لوگ اس طرح بے معنی الفاظ بولتے ہیں جیسے پشتو میں بیوی سے کہتے ہیں لنڈے بوچے، پوز متا نرے گنجے وغیرہ وغیرہ۔ "یوم النحر" یعنی تم نے طواف زیارت کیا ہے یا نہیں، اس نے کہا کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فانفری" یعنی طواف وداع کے بغیر چلو، اس روایت سے یہ بات تو بالکل واضح ہوگئی کہ حائضہ عورت سے مجبوری کی وجہ سے طواف وداع ساقط ہوجاتا ہے لیکن فقہاء نے اس کے علاوہ عام مجبوری کا ذکر نہیں کیا ہے۔ قاعدہ کا تقاضا تو یہی ہے کہ دیگر مجبور لوگ بھی طواف وداع سے مستثنیٰ ہوجائیں مگر کسی نے فتویٰ نہیں دیا ہے، طواف زیارت کے بعد اگر مکہ میں ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو اور نفل طواف کرلیا اور چلا گیا تو یہ بھی طواف وداع کے قائم مقام ہوجائے گا دم نہیں آئے گا۔ اور اگر طواف وداع کی نیت سے ایک طواف کرلیا مگر کچھ دن بعد سفر کیا تو یہ بھی صحیح ہے اگرچہ اس کے بعد اس شخص نے دوسرے نفل طواف بھی کئے۔ "وھو مصعد" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام مکہ سے اوپر چڑھ رہے تھے اور میں نیچے اتر رہی تھی یا میں اوپر چڑھ رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتر رہے تھے حضرت عائشہ کو حالت یاد رکھنے میں شبہ ہوگیا۔ وقال اسحق متھبطة یعنی اسحاق روای نے باب انفعال کے بجائے باب تفعل کے صیغے استعمال کئے ہیں معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

٢٩٢٨۔ وَحَدَّثَنَاهُ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ

قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ نُلَبِّي لَا نَذْكُرُ حَجًّا وَلَا عُمْرَةً . وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَنْصُورٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے نکلے نہ ہم نے حج کا ذکر کیا اور نہ ہی عمرہ کا ذکر کیا۔ (بقیہ حدیث روایت منصور کی طرح ذکر کی)۔

۲۹۲۹۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعاً عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ أَوْ خَمْسٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضْبَانُ فَقُلْتُ مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ. قَالَ: أَوَمَا شَعَرْتِ أَنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ قَالَ الْحَكَمُ كَأَنَّهُمْ يَتَرَدَّدُونَ أَحْسِبُ . وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ مَعِي حَتَّى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَحِلُّ كَمَا حَلُّوا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کی ۴ یا ۵ تاریخ کو میرے پاس شدید غصہ کے عالم میں تشریف لائے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کس نے آپ کو غصہ دلایا ہے؟ اللہ اسے جہنم میں داخل کرے۔ فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے لوگوں کو ایک حکم دیا ہے اور وہ اس پر عمل در آمد میں پس و پیش کر رہے ہیں۔ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا اس معاملہ کا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا۔ اور یہاں پر ہی خرید لیتا۔ پھر میں بھی ان سب کی طرح حلال ہو جاتا۔

تشریح:

''ادخلہ اللہ النار ''اس سے حضرت عائشہ کی رسول اللہ ﷺ سے انتہائی عقیدت و محبت کا واضح اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ آپ ان لوگوں کو دوزخ کی بد دعا دیتی ہیں جن کی وجہ سے آنحضرت ﷺ غصہ ہو گئے تھے ''فاذاھم یترددون ''یعنی میں ان کو حکم دے رہا ہوں کہ احرام کھول دو مگر یہ لوگ تردد اور پس و پیش کرتے ہیں اور حکم نہیں مانتے ہیں

''قال الحکم ''یعنی راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ میرے شیخ علی بن الحسین نے فاذاھم یترددون کے بجائے کانھم یترددون کا لفظ نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کانھم یترددون کا جملہ استعمال فرمایا ہے اس جملہ میں حکم کو شک ہوا کہ میرے شیخ نے کونسا جملہ استعمال کیا تھا۔ بندۂ عاجز کہتا ہے کہ اگر یہ دوسرا جملہ نبی مکرم نے استعمال فرمایا ہے تو یہ صحابہ کے بارے میں بہت عظمت والی بات ہوگی گویا نبی مکرم نے یقین سے نہیں بلکہ یوں فرمایا کہ گویا صحابہ تردد کی کیفیت میں ہیں۔

''لو انی استقبلت من امری ''یعنی اگر میں آنے والے واقعات و حالات کو پہلے سے جان لیتا تو میں اپنے ساتھ ہدی کے جانور نہ لاتا

تا کہ میرا اور تمہارا حال ایک جیسا ہو جاتا اور مسئلہ میں تغایر و تخالف پیدا نہ ہوتا اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو حاجی یا معتمر اپنے ساتھ ہدی کا جانور ہانک کر مکہ لے جاتا ہے وہ احرام سے نہیں نکل سکتا ہے۔

سوال: یہاں ایک سرسری سوال بناتا ہوں تا کہ جواب میں مسئلہ سمجھ آجائے اور عبارت حل ہو جائے، سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تو یہ معلوم تھا کہ جس کے پاس جانور ہو وہ عمرہ کر کے احرام نہیں کھول سکتا ہے پھر آپ نے کیسے فرمایا کہ مجھے اگر مستقبل کا علم پہلے سے ہو جاتا تو میں یہ ہدی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا، آپ نے ایک شرعی مسئلہ سے لاعلمی کا اظہار کیسے کیا؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ سے لاعلمی کا اظہار نہیں کیا ہے مسئلہ تو واضح تھا البتہ آنحضرت ﷺ نے اس بات سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے کہ اگر مجھے پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ بعض صحابہ اپنے ساتھ ہدی کے جانور نہیں لائیں گے جس سے مسئلہ مختلف ہو جائے گا، اگر مجھے پہلے سے اس کا علم ہوتا تو میں بھی اپنے ساتھ جانور نہ لاتا، تو سب مل کر احرام کھول دیتے اور مسئلہ مختلف نہ ہوتا، جو حضرات تمتع کو افضل کہتے ہیں وہ حضور اکرم ﷺ کی اس تمنا سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے تمتع کی تمنا کی لہذا یہ افضل ہے۔ منة المنعم کا مصنف اس کا جواب یوں دیتے ہیں ولیس فیه دلیل علی ان التمتع افضل من القران بل الافضلیة فیما اختاره الله لرسوله اھ یعنی اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر جو حج اپنے نبی کے لئے میسر فرمایا وہی سب سے افضل حج ہے اور وہ قران ہے۔

اس مقام پر کچھ حضرات یہ استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اگر عالم الغیب ہوتے تو اس طرح جملے ارشاد نہ فرماتے۔ اس کا جواب علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی شرح مسلم میں اس طرح دیا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر چند کہ تمام مخلوق سے زیادہ علم دیا گیا ہے اس کے باوجود وہ ایسا علم نہیں کہ ہر ہر جزئی کا علم آپ کو ہر وقت حاصل ہو اھ علامہ غلام رسول نے اس مقام پر حدیث کا ترجمہ بہت غلط کیا سمجھا ہی نہیں (غلام رسول اردو شرح مسلم ج ۳ ص ۴۱۹)۔

۲۹۳۰۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَرْبَعٍ أَوْ خَمْسٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ. بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الشَّكَّ مِنَ الْحَكَمِ فِي قَوْلِهِ يَتَرَدَّدُونَ.

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت مروی ہے کہ فرماتی ہیں کہ ذی الحجہ کی چار یا پانچ تاریخ کو نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے (آگے سابقہ حدیث غندر کی طرح بیان فرمائی)۔

۲۹۳۱۔ **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ فَقَدِمَتْ وَلَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا. وَقَدْ أَهَلَّتْ بِالْحَجِّ.

فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّفْرِ يَسَعُكِ طَوَافُكِ لِحَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ . فَأَبَتْ فَبَعَثَ بِهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا، مکہ مکرمہ آئیں اور ابھی بیت اللہ کا طواف نہ کیا تھا کہ ایام حیض شروع ہو گئے۔ انہوں نے تمام مناسک ادا کئے وہ حج کا احرام پہلے ہی باندھ چکی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے منیٰ سے روانگی کے دن فرمایا: تمہارے لئے تمہارے حج کا طواف حج وعمرہ دونوں کے لئے کافی ہو جائے گا۔ انہوں نے اس پر انکار (کر کے عمرہ دوبارہ کرنے کی خواہش کا اظہار) کیا تو آپ نے انہیں عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم بھیج دیا چنانچہ انہوں نے حج کے بعد عمرہ کر لیا۔

تشریح:

"یوم النفر" منیٰ سے تیرہ ذوالحجہ کو واپس آنے کو یوم النفر کہتے ہیں اور محصب میں رات گذارنے کو لیلۃ الحصبۃ کہتے ہیں "یسعک طوافک لحجک وعمرتک" علامہ نووی فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے بھی لکھا اور یہاں بھی لکھتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ نے حیض کی وجہ سے عمرہ کو باطل کر کے نہیں چھوڑا تھا بلکہ آپ نے عمرہ کو نیت میں باقی رکھا تھا اور آپ قارنہ تھیں اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم صرف طواف زیارت کر لو وہ تمہارے لئے حج وعمرہ کا بدل بن جائے گا پھر الگ عمرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے "فابت" یہ انکار کے معنی میں نہیں ہے بلکہ رک جانے کے معنی میں ہے یعنی آپ اس کام سے رک گئیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ نے مفضول عمل کو چھوڑ کر افضل عمل پر اکتفاء کیا۔

۲۹۳۲۔ وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا حَاضَتْ بِسَرِفَ فَتَطَهَّرَتْ بِعَرَفَةَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجْزِئُ عَنْكِ طَوَافُكِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ "سرف" میں ایام سے ہو گئیں اور عرفہ کے دن پاک ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا صفا و مروہ کا طواف (سعی) تمہارے حج وعمرہ دونوں کے لئے کافی ہو جائے گا۔

۲۹۳۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ حَدَّثَتْنَا صَفِيَّةُ بِنْتُ شَيْبَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَرْجِعُ النَّاسُ بِأَجْرَيْنِ وَأَرْجِعُ بِأَجْرٍ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَنْطَلِقَ بِهَا إِلَى التَّنْعِيمِ . قَالَتْ فَأَرْدَفَنِي خَلْفَهُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ أَرْفَعُ خِمَارِي أَحْسُرُهُ عَنْ عُنُقِي فَيَضْرِبُ رِجْلِي بِعِلَّةِ الرَّاحِلَةِ . قُلْتُ لَهُ وَهَلْ تَرَى مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ فَأَهْلَلْتُ

يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ قَالَ: فَقُلْنَا حِلُّ مَاذَا قَالَ: الْحِلُّ كُلُّهُ. فَوَاقَعْنَا النِّسَاءَ وَتَطَيَّبْنَا بِالطِّيبِ وَلَبِسْنَا ثِيَابَنَا وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا أَرْبَعُ لَيَالٍ ثُمَّ أَهْلَلْنَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ. فَوَجَدَهَا تَبْكِي فَقَالَ: مَا شَأْنُكِ. قَالَتْ شَأْنِي أَنِّي قَدْ حِضْتُ وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ أَحْلِلْ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَالنَّاسُ يَذْهَبُونَ إِلَى الْحَجِّ الْآنَ. فَقَالَ: إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاغْتَسِلِي ثُمَّ أَهِلِّي بِالْحَجِّ. فَفَعَلَتْ وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ حَتَّى إِذَا طَهَرَتْ طَافَتْ بِالْكَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَالَ: قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيعاً. فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي أَنِّي لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَجَجْتُ. قَالَ: فَاذْهَبْ بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ. وَذَلِكَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج افراد کا احرام باندھ کر (مکہ) آئے جب کہ حضرت عائشہؓ عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف لائیں۔ جب ہم ''مقام سرف'' پہنچے تو حضرت عائشہ کو حیض جاری ہوگیا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو کعبۃ اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کی، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ جو شخص ہم میں سے ہدی ساتھ نہیں لایا ہے وہ احرام کھول کر حلال ہو جائے۔ ہم نے کہا کہ کیسا حلال ہونا؟ فرمایا پوری طرح حلال ہو جاؤ (احرام کی کسی بھی طرح پابندی نہ رہے) چنانچہ ہم نے (احرام کھول کر) اپنی عورتوں سے صحبت کی، خوشبو لگائی اور اپنے کپڑے پہن لئے، ابھی عرفہ کا دن آنے میں چار راتوں کا فاصلہ تھا۔ پھر یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کو ہم نے پھر احرام باندھا رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو انہیں روتا ہوا پایا، فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا؟ فرمانے لگیں: میرا حال یہ ہے کہ میں حیض سے ہوں جب کہ لوگ احرام سے فارغ ہو چکے ہیں میں ابھی تک احرام سے فارغ نہیں ہوئی نہ بیت اللہ کا طواف کیا ہے، اب سب لوگ حج کو جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ: یہ تو ایسا معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنات آدم پر مقرر کر دیا ہے، تم غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مقامات وقوف میں وقوف کیا (یعنی عرفات اور مزدلفہ میں) پھر جب پاک ہوگئیں تو کعبۃ اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان شوط (چکر) پورے کئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بے شک تم اپنے حج اور عمرہ دونوں سے فارغ ہوگئی ہو۔ وہ کہنے لگیں یا رسول اللہ! میرے دل میں یہی کھٹک ہے کہ میں نے حج سے پہلے طواف نہیں کیا (مقصد عمرہ ہے) آپ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور تنعیم سے عمرہ کرا لاؤ، اور یہ شب محصب کا واقعہ ہے۔

تشریح:

''بحج مفرد'' یہ حج افراد کے لئے واضح دلیل ہے لیکن سارے لوگ اس طرح مفرد نہیں تھے کئی احادیث میں عمرہ اور قران کا ذکر ہے۔

صرف حضرت جابر کا خیال ہے "بسرف" مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر وادی فاطمہ میں یہ جگہ ہے جس کا نام سرف ہے "عرکت" نصر ینصر سے حیض آنے کے معنی میں ہے ای حاضت "حل ماذا" ای ماذا یحل لنا بھذا الحل یعنی اس حل سے ہمارے لئے کیا کیا چیزیں حلال ہو جائیں گی؟ یہ کس طرح کا حل ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "الحل کلہ" یعنی ہر ہر چیز حلال ہے ممنوعات احرام میں سے کوئی چیز اب باقی نہیں ہے کیونکہ فسخ الحج الی العمرۃ سے آدمی مکمل حلال ہو جاتا ہے۔

۲۹۳٦۔وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ:ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ:عَبْدٌ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ .يَقُولُ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ . وَهِيَ تَبْكِي .فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ إِلَى آخِرِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا قَبْلَ هَذَا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ ـ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ پر داخل ہوئے اور وہ رو رہی تھیں (پھر آگے آخر تک سابقہ حدیث لیث کی طرح بیان فرمائی)

۲۹۳۷۔وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ . يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ .حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَائِشَةَ . فِي حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ أَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ اللَّيْثِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ:وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا سَهْلًا إِذَا هَوِيَتِ الشَّيْءَ تَابَعَهَا عَلَيْهِ فَأَرْسَلَهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مِنَ التَّنْعِيمِ .قَالَ:مَطَرٌ قَالَ:أَبُو الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عَائِشَةُ إِذَا حَجَّتْ صَنَعَتْ كَمَا صَنَعَتْ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث کچھ اضافہ کے ساتھ منقول ہے۔ وہ اضافہ یہ ہے کہ جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نرم طبیعت کے آدمی تھے، جب حضرت عائشہؓ کسی چیز کا ارادہ یا فرمائش کرتیں (تو جب تک دین وشریعت کے خلاف نہ ہوتا) آپ ﷺ ان کی فرمائش پوری فرماتے (یہ تعلیم ہے سید الکونین کی اور آپ کے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ بھی کتنی دلجوئی اور خاطر داری فرمایا کرتے تھے) چنانچہ آپ نے انہیں عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے ساتھ بھیجا، حضرت عائشہؓ نے تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھا۔ مطر (راوی) کہتے ہیں کہ ابو الزبیر (راوی) فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ جب بھی حج کرتی تھیں تو اسی طرح کرتی تھیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا

تشریح:

"رجلا سھلا" یعنی آنحضرت ﷺ نرم مزاج اور اچھے اخلاق والے انسان تھے ای سھل الخلق کریم الشمائل لطیفا میسرا فی الخلق "اذا ھویت" "ھوی یھوی" سمع سے چاہنے اور محبوب رکھنے کے معنی میں ہے یعنی حضرت عائشہ جب حدود شرع کے اندر کسی

چیز کا مطالبہ کرتی یا چاہت ظاہر کرتی تو آنحضرت ﷺ اس کی بات کو مان لیتے تھے متابعت فرماتے "قال مطر" یہ اس حدیث کی سند میں ایک روای کا نام ہے شیخ مطر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب حج کو جاتی تو وہی معمول رکھتی تھیں جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ معمول ہوتا تھا۔

چھوٹے بچے کے حج کا حکم

۲۹۳۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ مَعَنَا النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ: لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ. قَالَ: قُلْنَا أَيُّ الْحِلِّ قَالَ: الْحِلُّ كُلُّهُ. قَالَ: فَأَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ وَمَسِسْنَا الطِّيبَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ وَكَفَانَا الطَّوَافُ الْأَوَّلُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے تلبیہ پڑھ کر نکلے، عورتیں اور بچے بھی ہمارے ساتھ تھے، جب ہم مکہ پہنچے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی، بعد ازاں رسول اللہ نے ہم سے فرمایا: جو ہدی ساتھ نہیں لایا وہ احرام کھول دے، ہم نے کہا کہ کونسا حلال ہونا؟ فرمایا کہ مکمل حلال ہو جاؤ (کہ کوئی پابندی بر قرار نہ رہے) چنانچہ ہم اپنی اپنی عورتوں کے پاس آئے (ان سے صحبت کی) کپڑے پہنے، خوشبو لگائی۔ یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کو ہم نے حج کا احرام باندھا اور صفا و مروہ کے درمیان کی پہلی پہلی سعی (جو ہم نے کی تھی) وہی ہمارے لئے کافی ہوگئی۔ پھر رسول اللہ نے ہمیں حکم فرمایا کہ اونٹ، گائے اور ہر بدنہ (بڑے جانور مثلاً بیل بھینس بھینسا) میں سات آدمی مشترک ہو جائیں۔

تشریح:

"الولدان" اس سے نابالغ بچے مراد ہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ چھوٹا بچہ اپنے سر پرستوں کے ساتھ حج میں شریک ہو سکتا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بچے کا حج صحیح ہے البتہ جب وہ بالغ ہو گیا تو وہ اسلام کا مفروض حج ادا کرے گا، بچپن کے حج سے وہ ساقط نہیں ہوگا، علامہ نووی آگے لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اس مسئلہ میں جمہور کے مخالف ہیں ان کے نزدیک نہ بچے کا حج صحیح ہے نہ احرام صحیح ہے اور نہ اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ علامہ نووی کے اس کلام میں کچھ تسامح ہے، احناف کے نزدیک اگر نابالغ بچہ ہوشیار اور سمجھ دار ہے خود احرام باندھ سکتا ہے اور اس کی پابندی کر سکتا ہے تو اس کا حج صحیح ہے مگر بالغ ہونے کے بعد وہ حج اسلام دوبارہ کرے گا اور بچپن

کے حج کا ثواب ان کے والدین کو ملے گا، احناف اور جمہور کے نزدیک یہاں تک کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اگر بچہ گود میں ہے یا بالکل چھوٹا ہے چل پھر تو سکتا ہے مگر احرام کی پابندی نہیں کر سکتا ہے تو ایسے بچے کی طرف سے نیت کرنا اور احرام بندھوانا اور محظورات احرام سے اس کو بچانا یہ والدین کی ذمہ داری ہے، حج ہو جائے گا اور ثواب والدین کو ملے گا۔ اب ہم علامہ نووی سے پوچھتے ہیں کہ اس بالکل چھوٹے بچے کے ساتھ آپ حضرات کیا کرو گے کیا وہ خود اپنے آپ کو سنبھال سکتا ہے اگر نہیں تو کیا والدین نہیں سنبھالیں گے؟ یہی بات احناف کہتے ہیں جو بالآخر آپ بھی کہتے ہیں، اس میں احناف نے کہاں حدیث کی مخالفت کی؟ ''یوم الترویۃ'' آٹھ ذوالحجہ کو یوم ترویہ کہتے ہیں کیونکہ عرب اس میں اونٹوں کو خوب پانی پلاتے تھے اور پھر پانی بھر بھر کر منیٰ اور عرفات میں جاتے تھے ''فی بدنۃ'' یعنی اونٹ اور گائے بھینس میں سات آدمی شریک ہو کر قربانی کرتے تھے معلوم ہوا اونٹ میں سات آدمیوں سے زیادہ قربانی نہیں کر سکتے ہیں۔

ایک روایت میں دس آدمیوں کا ذکر ہے جس کو امام مالک نے جواز کے لئے لیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ قربانی نہیں بلکہ عام ذبیحہ کی بات ہے جس میں دس آدمی شریک ہوتے ہیں۔

۲۹۳۹۔ **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ۔ قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ لَمَّا أَحْلَلْنَا أَنْ نُحْرِمَ إِذَا تَوَجَّهْنَا إِلَى مِنًى. قَالَ: فَأَهْلَلْنَا مِنَ الأَبْطَحِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جب ہم نے احرام کھولا (عمرہ سے فارغ ہو کر) حکم دیا کہ جب ہم منیٰ روانہ ہوں (۸ ذی الحجہ یعنی یوم الترویہ کو) تو اس وقت احرام باندھیں، چنانچہ ہم نے وادی ابطح سے احرام کی نیت کا تلبیہ کہہ دیا۔

۲۹۴۰۔ **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ - يَقُولُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا. زَادَ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ طَوَافَهُ الأَوَّلَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اور آپ کے صحابہ نے صفا و مروہ کے درمیان صرف ایک طواف (سعی) کیا (یعنی پہلی سعی جو عمرہ کے وقت کی تھی)۔ محمد بن بکر کی روایت میں یہ بات زائد ہے کہ پہلے والا طواف کیا۔

۲۹۴۱۔ **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فِي نَاسٍ مَعِي قَالَ: أَهْلَلْنَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ بِالْحَجِّ خَالِصًا وَحْدَهُ قَالَ: عَطَاءٌ قَالَ: جَابِرٌ. فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَأَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ. قَالَ: عَطَاءٌ قَالَ: حِلُّوا وَأَصِيبُوا النِّسَاءَ.

کھولنا ضروری تو تھا لیکن حلال ہونے کے بعد عورتوں سے جماع کو ضروری نہیں قرار دیا جو جماع کرے سو کرے جو نہ کرے کوئی ضروری نہیں، عزم کا مطلب واجب اور ضروری ہوتا ہے "تقطر مذاکیرنا المنی" اسلام سے پہلے عرب ایام حج میں عمرہ کرنے کو افجر الفجور سمجھتے تھے آنحضرت ﷺ نے اس دستور کو توڑنا تھا اور اسلام کا دستور متعارف کرانا تھا مگر آپ خود اپنے ساتھ ہدی کے جانور لائے تھے اس لئے آپ احرام نہیں کھول سکتے تھے صحابہ کو آپ نے حکم دیا صحابہ پر بہت گراں گزرا اور کہا کہ ابھی تو یوم عرفہ تک صرف پانچ دن باقی ہیں کیا ہم عورتوں سے جماع کرتے کرتے اور آلہ تناسل سے منی گراتے گراتے عرفہ پہنچیں گے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ مذاکیر ذکر کی جمع ہے خلاف القیاس ہے یہاں کنایہ ہے ابھی ابھی جماع کرنے سے کہ عرفہ کے اتنے قریب وقت میں جماع کیسے کریں گے گویا منی ٹپک رہی ہے۔

"یقول جابر" یہ لفظ اشارہ کرنے کے معنے میں ہے یعنی حضرت جابر نے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ اس طرح منی گراتے ہم عرفہ جائیں گے؟ "کانی انظر" راوی عطاء کہتے ہیں کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں "الی قوله" یعنی اس کے ہاتھ سے اشارہ کرنے کو جس سے وہ منی کے گرنے اور ٹپکنے کی کیفیت کو بتا رہے تھے "یحر کھا" یعنی ہاتھ گھما کر حرکت دے رہے تھے "فقام النبی صلی الله علیه وسلم" آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو تسلی دی اور خود حلال نہ ہونے کی وجہ بتادی اور حلال ہونے کی تمنا فرمادی تو صحابہ کی تسلی ہوگئی اور خوش ہوگئے اور آنحضرت ﷺ کے عمل سے ان کا عمل الگ ہونے کی وجہ سے جو غم اور درد لاحق تھا وہ دور ہوگیا اور سب نے حکم مان لیا "قال لابد" یعنی یہ حکم اب قیامت تک نافذ ہوگیا کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۹٤۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ - قَالَ: أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ وَنَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَيْنَا وَضَاقَتْ بِهِ صُدُورُنَا فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَمَا نَدْرِي أَشَيْءٌ بَلَغَهُ مِنَ السَّمَاءِ أَمْ شَيْءٌ مِنْ قِبَلِ النَّاسِ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ أَحِلُّوا فَلَوْلَا الْهَدْيُ الَّذِي مَعِي فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُمْ. قَالَ: فَأَحْلَلْنَا حَتَّى وَطِئْنَا النِّسَاءَ وَفَعَلْنَا مَا يَفْعَلُ الْحَلَالُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے تلبیہ کہا (احرام باندھا) جب ہم مکہ آئے تو آپ ﷺ نے ہمیں حلال ہونے کا حکم دیا اور یہ کہ ہم اسے عمرہ میں تبدیل کرلیں (یعنی اس احرام کو جسے حج کی نیت سے شروع کیا تھا عمرہ کی نیت سے بدل دیں) ہمیں اس حکم سے دلی تنگی ہوئی (کہ ہم نے احرام تو حج کا شروع کیا ہے پھر بغیر حج کئے صرف عمرہ پر اکتفا کر کے کیوں کھول دیں؟۔ رسول اللہ کو جب (ہمارے ناگوار ہونے کی) اطلاع پہنچی۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ آسمانی وحی کے ذریعہ سے اطلاع ملی یا لوگوں میں سے کچھ کہا گیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! احرام کھول دو، اگر میرے ساتھ جانور نہ ہوتا قربانی کا (جسے میں لایا ہوں) تو میں بھی احرام کھول دیتا جیسا تم نے کیا ہے۔ جابر ؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ہم نے احرام کھول دیا، حتی کہ عورتوں سے صحبت تک کی، اور جو سارے کام غیر محرم کرتا ہے وہ ہم نے بھی کئے، پھر جب ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ تھا اور ہم نے (منیٰ روانگی کے لئے) مکہ سے پیٹھ موڑی تو تلبیہ کہا (اور احرام باندھا) حج کے لئے۔

تشریح:

''ونجعلها عمرة '' اہل جاہلیت کے رسم کو توڑنے کے لئے عمرہ کرنا ضروری ہوگیا تھا تو جو حضرات صحابہ حج افراد کی نیت کرکے آئے تھے ان کو حکم ہوا کہ حلال ہو جاؤ اور حج کو فسخ کر کے اس کو عمرہ بنا دو تاکہ جاہلیت کا رواج ٹوٹ جائے ''ضاقت ''یعنی دلوں میں ہم نے بہت بڑا بوجھ محسوس کیا لیکن آنحضرت ﷺ کی تسلی سے ہم نے اطاعت کی ''مكة بظهر ''یعنی ابھی ابھی مکہ کو پیٹھ پیچھے چھوڑ کر منیٰ کی طرف جانے لگے تو ہم نے حج کا احرام باندھا اور عرفہ کی طرف چلے گئے۔

۲۹٤۳۔وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ نَافِعٍ قَالَ:قَدِمْتُ مَكَّةَ مُتَمَتِّعاً بِعُمْرَةٍ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِأَرْبَعَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ:النَّاسُ تَصِيرُ حَجَّتُكَ الآنَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءِ بْنِ أَبِى رَبَاحٍ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فَقَالَ:عَطَاءٌ حَدَّثَنِى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الأَنْصَارِىُّ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ سَاقَ الْهَدْىَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَداً فَقَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ فَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوا وَأَقِيمُوا حَلاَلاً حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّتِى قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً .قَالُوا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ قَالَ: افْعَلُوا مَا آمُرُكُمْ بِهِ فَإِنِّى لَوْلاَ أَنِّى سُقْتُ الْهَدْىَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِى أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ لاَ يَحِلُّ مِنِّى حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهُ .فَفَعَلُوا

حضرت موسیٰ بن نافع کہتے ہیں کہ میں عمرہ کے احرام سے تمتع کا احرام کر کے یوم ترویہ سے چار دن پہلے مکہ آگیا تو لوگوں نے کہا کہ اب تمہارا حج مکہ والوں کے حج کی طرح ہو جائے گا۔ میں حضرت عطاء بن ابی رباح کے پاس گیا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس سال حج کیا جس سال آپ ہدی ساتھ لائے تھے (حجۃ الوداع میں) تمام لوگوں نے حج افراد کا احرام باندھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے احرام (کھول کر) حلال ہو جاؤ اور بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرلو، بال چھوٹے کرالو پھر حلال ہو کر (مکہ میں) قیام کرو، پھر یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کو حج کا احرام باندھ لو اور جو احرام تم باندھ کر آئے ہو اسے تمتع کرلو''۔ صحابہ نے پوچھا کہ ہم کیسے اسے تمتع کریں؟ جب

کہ ہم نے (احرام باندھتے وقت) حج کا نام لیا ہے (اور اسی کی نیت کی ہے) فرمایا: جو میں حکم دے رہا ہوں وہ کرو ، (اور میں خود ایسا اس لئے نہیں کر رہا کیونکہ میں ہدی ساتھ لایا ہوں) اگر میں ہدی ساتھ نہ لاتا تو میں بھی وہی کرتا جو تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ لیکن چونکہ میری ہدی جب تک اپنے مقام (منی) تک نہ پہنچے (اور ذبح نہ ہو جائے) میرا احرام کھل نہیں سکتا چنانچہ پھر سب نے ایسا ہی کیا۔

تشریح:

"قد متم بها" یعنی جس حج کو تم مدینہ سے اپنے ساتھ لائے ہو اس کو فسخ کر دو اور اس سے عمرہ بنا دو "متعة" فائدہ اٹھانے کے معنی میں ہے مراد حج تمتع ہے یہ عمل فسخ الحج الی العمرة کہلاتا ہے کہ پہلے حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا دیا جائے پھر آٹھ ذوالحجہ سے حج کا احرام باندھا جائے یہ حج تمتع ہو گیا "لایحل منی حرام" یعنی میرا احرام اس وقت تک نہیں کھل سکتا جب تک ہدی کا جانور اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے یعنی ذبح نہ ہو جائے۔

۲۹٤٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَنَحِلَّ. قَالَ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کی نیت سے تلبیہ کہہ کر (مکہ) آئے، رسول اللہ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کا کر کے حلال ہو جائیں جب کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہدی تھی لہذا آپ کے لئے (اس احرام کو) عمرہ میں بدلنے کی گنجائش نہ تھی۔

باب المتمتع بالعمرة الى الحج وقصة عمر رضى الله عنه

حج تمتع کا بیان اور حضرت عمرؓ کا موقف

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۲۹٤٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِالْمُتْعَةِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: عَلَى يَدَيَّ دَارَ الْحَدِيثُ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ كَانَ يُحِلُّ لِرَسُولِهِ مَا شَاءَ بِمَا شَاءَ وَإِنَّ الْقُرْآنَ قَدْ نَزَلَ مَنَازِلَهُ فَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ وَأَبِتُّوا نِكَاحَ هَذِهِ النِّسَاءِ فَلَنْ أُوتَى بِرَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً إِلَى أَجَلٍ إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ.

ابونضرہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ ہمیں تمتع کا حکم دیتے تھے جب کہ ابن الزبیرؓ ہمیں تمتع سے منع کرتے تھے، میں نے جابر بن عبداللہ سے اس کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ یہ حدیث تو میرے ہی ہاتھ سے (سب لوگوں میں) پھیلی ہے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمتع کیا تھا، پھر جب حضرت عمرؓ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے جو چاہا حلال کر دیا، اور بے شک قرآن اپنی جگہ پر نازل ہوا ہے پس تم حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو جیسے کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اور ان عورتوں سے نکاح کو دائمی اور مستقل کرلو (جن سے نکاح متعہ کیا ہے) آیندہ کوئی بھی شخص میرے پاس لایا گیا جس نے متعین مدت تک کسی عورت سے نکاح کیا ہو تو میں اسے ضرور سنگسار کروں گا۔

تشریح:

"یامر بالمتعة" یعنی حضرت ابن عباسؓ تمتع کا حکم دیا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر اس سے منع کرتے تھے ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تذکرہ حضرت جابرؓ کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث اور پورا قصہ تو میرے ہاتھوں سے نکلا ہے یعنی ہم پر یہ قصہ گزرا ہے وہ اس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے حج تمتع کیا لیکن جب حضرت عمر کا دور آیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جو چاہے تو اپنے نبی کے لئے اس کو جائز قرار دیتا ہے ادھر قرآن کریم میں حج کے اتمام کا الگ حکم ہے اور عمرہ کے اتمام کا الگ حکم ہے تم قرآن کے اس حکم پر چلو اور الگ الگ حج و عمرہ کو کیا کرو حضرت عمر کے اس فیصلہ کی وجہ سے صحابہ میں اختلاف پیدا ہو گیا کسی نے تمتع کو جاری رکھا کسی نے منع کر دیا۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کا حکم دیا اور بعد میں صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا تو حضرت عمر نے اس طرح شرعی حکم کو کیسے موقوف کیا؟ شیعہ شنیعہ اور رافضہ مرفوضہ بھی اسے حضرت عمر پر طعن کرتے ہیں اس کا کیا جواب ہے

جواب: اس اعتراض کے چند جوابات ہیں علامہ نووی نے اس کو ذکر کیا ہے کہ علامہ مازری کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے جس تمتع سے منع کیا ہے وہ فسخ الحج الی العمرة والاتمتع ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ عمرہ ہے جو اشہر الحج میں کیا جائے اور پھر اسی سال میں حج کیا جائے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے یہ اس لئے منع کیا کہ حج افراد افضل ہے، عمرہ سے وہ افضلیت فوت ہو جائے گی حضرت عمر نے مطلق عمرہ کو اشہر حج میں منع نہیں کیا ہے نہ اس کو باطل کیا ہے۔ اس کلام سے علامہ نووی نے اپنے مسلک کو ثابت کیا ہے کہ حج افراد افضل ہے، قاضی عیاض نے اپنے عمدہ کلام میں فرمایا کہ حضرت جابر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمران کی روایات میں جس تمتع کا ذکر ہے اور جس میں صحابہ کرام کا اختلاف ہوا ہے وہ فسخ الحج الی العمرة والاتمتع ہے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ بنایا جائے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں ہوا، عمر فاروق اس سے روکتے تھے اور اس پر لوگوں کو مارتے تھے کیونکہ یہ تمتع فسخ الحج الی العمرہ کا تمتع صحابہ کرام کے ساتھ خاص

تھا، اور صرف ایک سال کے لئے مخصوص تھا اس کو جاری رکھنا بالاتفاق جائز نہیں تھا اس لئے حضرت عمر نے منع کر دیا، ظاہری احادیث اسی پر ہیں اھ۔ بہر حال اب عمرہ و تمتع و حج افراد و قران بلاکراہت جائز ہیں اور ہر ایک میں ثواب ہے۔

دوسرا جواب شارحین نے یہ دیا ہے کہ حضرت عمر نے تمتع کے بجائے الگ الگ حج و عمرہ کا حکم اس لئے دیا تھا کہ حرمین شریفین سال بھر کے لئے آباد رہیں جب لوگ ایک سفر حج میں عمرہ بھی ملا کر کردیں گے تو پھر سال بھر تک حرمین خالی رہیں گے یہ بہت ہی عمدہ سوچ تھی، شیعہ شیعہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ "وابتوا النکاح" یعنی نکاح کو مستقل اور مظبوط رکھو عارضی سازشی متعہ والا نکاح نہ کرو کہ عورت سے فائدہ اٹھایا اور چند دنوں کے بعد چھوڑ دیا اب اگر کسی نے متعہ والا نکاح کیا اور میرے پاس لایا گیا تو میں اسے سنگسار کردوں گا حضرت عمر کے اس فرمان سے بھی شیعہ اور روافض کو سخت تکلیف پہنچ رہی ہے کیونکہ اس سے ان کی عیاشی کو دھچکا لگا ہے۔

٢٩٤٦۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: فِي الْحَدِيثِ فَافْصِلُوا حَجَّكُمْ مِنْ عُمْرَتِكُمْ فَإِنَّهُ أَتَمُّ لِحَجِّكُمْ وَأَتَمُّ لِعُمْرَتِكُمْ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ حضرت عمر نے فرمایا: اپنے حج کو عمرہ سے جدا کرو، یہ تمہارے حج اور تمہارے عمرہ کی تکمیل اور پورا ہونے کا باعث ہے۔

٢٩٤٧۔ وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعاً عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِداً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نَقُولُ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ. فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مکہ) آئے اور ہم حج کی نیت سے تلبیہ کہہ رہے تھے، رسول اللہ نے ہمیں حکم فرمادیا کہ ہم (اس احرام کو) عمرہ کے احرام میں تبدیل کردیں۔

تشریح:

"ان نجعلها عمرة" یعنی آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ہم حج کو فسخ کر کے اس کو عمرہ بنادیں تاکہ جاہلیت کا دستور ٹوٹ جائے کیونکہ جاہلیت میں وہ لوگ اشہر الحج میں عمرہ کو جائز نہیں سمجھتے تھے چنانچہ کچھ تفصیل ملاحظہ کریں۔ بار بار لکھا گیا ہے کہ عرب کے لوگ جاہلیت میں عمرہ کو اشہر الحج سے الگ رکھتے تھے اور اس کے لئے مسجع کلام پڑھتے تھے چنانچہ بخاری میں اس طرح حدیث ہے

"عن ابن عباس قال كونوا يرون ان العمرة في اشهر الحج افجر الفجور في الارض ويجعلون المحرم صفر ويقولون اذا ابرالدبر وعفا الاثر والسلخ صفر حلت العمرة لمن اعتمر"۔

یعنی جب اونٹوں کے زخم مندمل ہوجائیں اور نشانات قدم مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ گزر جائے پھر عمرہ کرنے والوں کے لئے عمرہ حلال

ہو جائے گا۔ اس رسم و رواج کے توڑنے کے لئے اس حدیث میں فرمایا جارہا ہے کہ عمرہ تا قیامت حج میں داخل ہو گیا۔

باب حجة النبی صلی الله علیه وسلم

حجۃ الوداع کا مکمل نقشہ

اس باب میں امام مسلم نے دو طویل حدیثوں کو بیان کیا ہے۔

٢٩٤٨ ـ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعاً عَنْ حَاتِمٍ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَدَنِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَسَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ فَقُلْتُ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ. فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَنَزَعَ زِرِّي الْأَعْلَى ثُمَّ نَزَعَ زِرِّي الْأَسْفَلَ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ فَقَالَ: مَرْحَباً بِكَ يَا ابْنَ أَخِي سَلْ عَمَّا شِئْتَ. فَسَأَلْتُهُ وَهُوَ أَعْمَى وَحَضَرَ وَقْتُ الصَّلَاةِ فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفاً بِهَا كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكِبِهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا وَرِدَاؤُهُ إِلَى جَنْبِهِ عَلَى الْمِشْجَبِ فَصَلَّى بِنَا فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ: بِيَدِهِ فَعَقَدَ تِسْعاً فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَكَثَ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيَعْمَلَ مِثْلَ عَمَلِهِ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ أَصْنَعُ قَالَ: اغْتَسِلِي وَاسْتَثْفِرِي بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي. فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ نَظَرْتُ إِلَى مَدِّ بَصَرِي بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيلَهُ وَمَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ فَأَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ. وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهَذَا الَّذِي يُهِلُّونَ بِهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَيْهِمْ شَيْئاً مِنْهُ وَلَزِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَلْبِيَتَهُ قَالَ: جَابِرٌ لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثاً وَمَشَى أَرْبَعاً ثُمَّ نَفَذَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَرَأَ (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَكَانَ أَبِي يَقُولُ وَلَا أَعْلَمُهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) (وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ

ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ) أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ .فَبَدَأَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهُ وَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ .ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ: مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ إِلَى الْمَرْوَةِ حَتَّى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي سَعَى حَتَّى إِذَا صَعِدَتَا مَشَى حَتَّى أَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافِهِ عَلَى الْمَرْوَةِ فَقَالَ: لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً .فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلِعَامِنَا هٰذَا أَمْ لِأَبَدٍ فَشَبَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَصَابِعَهُ وَاحِدَةً فِي الْأُخْرَى وَقَالَ: دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ .وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدَ فَاطِمَةَ مِمَّنْ حَلَّ وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَاكْتَحَلَتْ فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ إِنَّ أَبِي أَمَرَنِي بِهٰذَا .قَالَ: فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ بِالْعِرَاقِ فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مُحَرِّشًا عَلَى فَاطِمَةَ لِلَّذِي صَنَعَتْ مُسْتَفْتِيًا لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيمَا ذَكَرَتْ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ أَنِّي أَنْكَرْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَ: صَدَقَتْ صَدَقَتْ مَاذَا قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ .قَالَ: قُلْتُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُكَ .قَالَ: فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلُّ .قَالَ: فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مِائَةً قَالَ: فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوا إِلَّا النَّبِيَّ ﷺ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوا إِلَى مِنًى فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَجَازَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ: إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ

فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللَّهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ. فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ. وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ. قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ. فَقَالَ: بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ اللَّهُمَّ اشْهَدْ اللَّهُمَّ اشْهَدْ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ثُمَّ أَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا حَتَّى غَابَ الْقُرْصُ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ وَدَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ وَيَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى أَيُّهَا النَّاسُ السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ. كُلَّمَا أَتَى حَبْلًا مِنَ الْحِبَالِ أَرْخَى لَهَا قَلِيلًا حَتَّى تَصْعَدَ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ وَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيمًا فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَرَّتْ بِهِ ظُعُنٌ يَجْرِينَ فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ فَحَوَّلَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ فَحَوَّلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ يَصْرِفُ وَجْهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ حَتَّى أَتَى بَطْنَ مُحَسِّرٍ فَحَرَّكَ قَلِيلًا ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّتِي تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا مِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ رَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بِيَدِهِ ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ فَأَتَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ فَقَالَ: انْزِعُوا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ. فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ.

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سب

لوگوں سے سب کے بارے میں پوچھا، جب میری باری آئی تو میں نے کہا میں محمد بن علی بن حسین ہوں تو انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سر کی طرف بڑھایا (اور دست شفقت پھیرا) پھر میرے (کرتے کی) اوپر گھنڈی (بٹن) کھول دی پھر نیچے کی گھنڈی کھولی پھر اپنا ہاتھ میری (چھاتیوں کے درمیان رکھا، میں تب نوجوان لڑکا تھا، فرمایا خوش آمدید مرحبا اے بھتیجے، پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو، وہ نابینا تھے اس دوران نماز کا وقت ہوگیا تو جابرؓ ایک چادر سی اوڑھ کر کھڑے ہوگئے، جب بھی اسے اپنے کندھے پر رکھتے تو اس کے دونوں کنارے چھوٹے ہونے کی وجہ سے پھر سے لوٹ آتے، جب کہ ان کی (بڑی) چادر تپائی پر رکھی ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی۔ میں نے (نماز کے بعد) ان سے کہا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ کے حج کی تفصیل بتلایئے؟ انہوں نے اپنے ہاتھ سے نو تک گنتی کی اور فرمایا کہ رسول اللہ ۹ برس تک (مدینہ منورہ میں) قیام پذیر رہے اور اس عرصہ میں حج نہیں فرمایا۔ دسویں برس لوگوں میں اعلان کردیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ (اس سال) حج کرنے والے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں کثیر خلقت جمع ہوگئی سب یہی چاہتے تھے کہ رسول اللہ کی اقتداء میں (حج کریں) اور جس طرح آپ (مناسک حج) کریں اسی طرح وہ بھی کریں۔ چنانچہ ہم آپ کے ہمراہ (مدینہ سے) نکلے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس (اہلیہ صدیق اکبرؓ) نے محمد بن ابی بکر کو جنم دیا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھوایا کہ میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! غسل کرلو اور کسی کپڑے کا لنگوٹ باندھ لو، پھر احرام باندھ لو۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی (احرام کی دو رکعات پڑھیں) پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی ہوئی بیداء پر تو میں نے اپنے سامنے نگاہ دوڑائی حد نگاہ تک سوار اور پا پیادہ لوگ نظر آرہے تھے، آپ کے دائیں اور بائیں دونوں طرف یہی صورتحال تھی۔ پیچھے بھی یہی صورت تھی۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تھے، قرآن آپ پر نازل ہورہا تھا اور آپ اس کے مطالب ومفاہیم خوب جانتے تھے، اور جو کام آپ کرتے ہم بھی اس پر عمل کرتے تھے۔ آپ نے توحید کے ساتھ تلبیہ کہا لبیک اللھم لبیک الخ، میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں، بے شک تمام تعریف اور نعمتیں تیری ہیں اور ملک تیرا ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں"۔ لوگ بھی اسی طرح تلبیہ پکارتے رہے آپ نے کسی کو اس سے منع نہیں کیا، پھر آپ نے تلبیہ کو مستقل جاری رکھا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے صرف حج ہی کی نیت کی تھی۔ عمرہ کو ہم جانتے ہی نہ تھے (یعنی ہمارے ذہنوں میں ایام حج میں عمرہ کا کوئی تصور ہی نہ تھا) جب ہم بیت اللہ پر آئے آپ ﷺ کے ساتھ تو آپ نے رکن (حجر اسود) کا استلام فرمایا تین (چکروں) میں رمل فرمایا (یعنی اکڑ کر اور سینہ تان کر چلے) جب کہ چار چکروں میں (عام طریقہ سے) چلے۔ پھر (طواف سے فارغ ہوکر) مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھی: **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی** (تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو) آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا (یعنی اس طرح کھڑے ہوئے کہ مقام

ابراہیم آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان میں ہوگیا) میرے والد (عبداللہؓ) فرمایا کرتے تھے اور میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے حضور کے علاوہ کسی سے ذکر کیا ہوگا (یقیناً حضور ہی سے نقل کیا) کہ آپؐ نے (دو رکعات پڑھیں تو) ان میں قل ھو اللہ احد اور قل یا ایھا الکفرون پڑھیں پھر آپ دوبارہ حجر اسود کے پاس تشریف لائے، استلام کیا، پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکل گئے، جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (یعنی صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں اور شعائر میں سے ہیں) میں بھی وہیں سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ نے شروع کیا (مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں میں سے پہلے صفا کا ذکر کیا ہے لہذا میں بھی صفا ہی سے شروع کرتا ہوں) چنانچہ آپ نے صفا سے (سعی) شروع فرمائی اور اس پر اتنا چڑھ گئے کہ بیت اللہ کو دیکھ لیا۔ چنانچہ قبلہ رخ ہو کر اولا اللہ کی توحید و کبریائی بیان فرمائی اور فرمایا: لاالہ اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لاالہ اللہ وحدہ الخ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) کی نصرت کی اور تمام (باطل) جماعتوں کو تنہا شکست دی۔ پھر آپ نے اسی درمیان دعا فرمائی اور یہی کلمات پہلی بار کی طرح تین بار ارشاد فرمائے۔ پھر مروہ کی طرف اترے جب وادی کے درمیان میں آپ کے قدم چلے تو دوڑنے لگے۔ پھر جب چڑھائی پر آئے تو چلنے لگے یہاں تک کہ مروہ پر آگئے۔ مروہ پر بھی اسی طرح کیا جس طرح صفا پر کیا تھا (یعنی دعاء وغیرہ) پھر جب آخری چکر پر مروہ پہنچے تو فرمایا: اگر مجھے پہلے ہی علم ہوتا اپنے معاملہ کا جو بعد میں علم میں آیا تو میں ہدی نہ ساتھ لاتا اور اس احرام (حج) کو عمرہ کا کر لیتا، لہذا تم میں سے جس کے پاس ہدی نہیں ہے وہ احرام کھول دے اور اس احرام کو عمرہ کا کرلے۔

یہ سن کر سراقہ بن جعشمؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ حکم اسی سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی (دونوں ہاتھوں کی) انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسایا اور دوبارہ فرمایا: ((عمرہ حج میں داخل ہوگیا، نہیں بلکہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے''۔ حضرت علیؓ یمن سے نبی اکرم ﷺ کے ''بدنہ'' (قربانی کے اونٹ) لے کر آئے تو حضرت فاطمہؓ کو دیکھا کہ وہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے احرام کھول دیا تھا، فاطمہ رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھیں اور سرمہ بھی لگائے ہوئے تھیں۔ حضرت علیؓ نے اس پر ان سے ناگواری کا اظہار کیا تو فرمانے لگیں۔ ''میرے والد (رسول اللہ ﷺ) نے مجھے اس کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ عراق میں جب تھے تو فرماتے تھے کہ میں (حضرت فاطمہؓ کا یہ جواب سن کر) رسول اللہ کے پاس فاطمہ پر غصہ کرتا ہوا گیا اس بات کی وجہ سے جو انہوں نے کی تھی (احرام کھولنے کی) پوچھنے کو وہ بات جو انہوں نے مجھ سے ذکر کی (کہ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا تو یہ معلوم کرنے کو کہ کیا آپ ہی نے انہیں احرام کھولنے کا حکم فرمایا ہے) چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتلا دیا کہ میں نے اس وجہ سے ان پر ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس نے (فاطمہ نے) سچ کہا

اس نے سچ کہا۔ جب تم نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا؟ میں نے کہا کہ میں نے یہ نیت کی تھی: اے، اللہ! میں اسی نیت سے تلبیہ کہتا ہوں جس نیت سے رسول اللہ نے تلبیہ کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے (اس لئے میں تو حلال نہیں ہوسکتا اور چونکہ تم نے بھی اپنی نیت کو میری نیت کے تابع کر دیا ہے) لہذا تم بھی حلال نہیں ہو گے۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ وہ اونٹ جو حضرت علیؓ یمن سے لے کر آئے تھے اور وہ اونٹ جو حضور علیہ السلام ساتھ لائے تھے مل کر سو ہو گئے تھے، پھر سب لوگ تو حلال ہو گئے اور انہوں نے ''قصر'' کرلیا، سوائے نبی اکرم اور ان لوگوں کے جن کے پاس ہدی تھی۔ یوم الترویہ (یعنی ۸ ذی الحجہ) کو سب نے منی کا رخ کیا اور حج کا احرام باندھا۔ رسول اللہ بھی سوار ہوئے (اور منی پہنچے) اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ (اگلے روز فجر کی نماز پڑھنے کے بعد) کچھ دیر مزید ٹھہرے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ پھر آپ نے حکم فرمایا کہ بالوں کا بنا ہوا ایک قبہ (خیمہ) نمرہ (ایک مقام ہے میدان عرفات میں جہاں آج کل مسجد نمرہ ہے) میں لگا دیا جائے رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، قریش کو اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ آپ مشعر الحرام کے پاس ہی وقوف کریں گے (اس سے مراد وقوف عرفہ ہے) جیسے کہ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے، لیکن رسول اللہ اسے عبور کر کے عرفات تک آگئے، وہاں اترے اور جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ کے حکم پر قصواء (اونٹنی) کا کجاوہ کسا گیا، پھر آپ وادی عرفات کے درمیان میں تشریف لائے اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''بے شک تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے آج کے دن کی حرمت، اس ماہ (ذی الحجہ) کی حرمت اور اس شہر (حرام) کی حرمت۔ خبردار! جاہلیت کا ہر کام میرے ان قدموں کے تلے روندا جا چکا، جاہلیت میں کئے گئے خون بھی ضائع اور بے کار ہو گئے، اور سب سے پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں وہ ربیعہ بن الحارث کا خون ہے جو بنو سعد میں رضاعت پا رہا تھا اور ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا، جاہلیت کا سود بھی ضائع کر دیا گیا۔ سب سے پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں اپنے خاندان کے سود میں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے کہ وہ سب کا سب ختم کر دیا گیا (یعنی عباسؓ کا جو سود دوسروں کے ذمہ تھا وہ سب معاف کر دیا گیا)۔ اللہ سے ڈرو خواتین کے بارے میں کہ تم نے انہیں اللہ تعالی کی امان اور پناہ سے لیا ہے (یعنی ان کی نگہداشت اور تحفظ یہ تمہاری ذمہ داری ہے) اور اللہ کے کلمہ کی بنیاد پر تم نے اپنے لئے ان کے ستر کو حلال کیا ہے، تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارے بستروں کو تمہارے ناپسندیدہ لوگوں سے بچائیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں تم مار سکتے ہو، ایسی مار جو تکلیف دہ نہ ہو، اور تمہارے اوپر ان کا حق یہ ہے کہ انہیں نان نفقہ، کپڑے دستور کے مطابق دیتے رہو، اور میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب اللہ ہے، اور تم سے (آخرت میں) میرے بارے پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟ سب نے عرض کیا: ہم یہ گواہی دیں گے کہ بے شک آپ نے (اللہ کا)

پیغام پہنچادیا، رسالت کا حق ادا کردیا، اورامت کی خیر خواہی (کا حق ادا کردیا)۔ آپ ﷺ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکا کر اشارہ فرماتے ہوئے تین بار فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا''۔ پھر اذان اور اقامت ہوئی آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہہ کر عصر کی نماز پڑھی، دونوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا (سنتیں وغیرہ) پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور ''موقف'' پر تشریف لائے (وہ مقام جہاں آپ نے وقوف فرمایا) قصواء اونٹنی کا پیٹ چٹانوں کی طرف کردیا اور راہ گزر (پگڈنڈی) کو اپنے سامنے کرلیا اور قبلہ رخ ہوکر مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ غروب آفتاب (قریب) ہوگیا زردی بھی تھوڑی جاتی رہی حتی کہ سورج کی ٹکیا غائب ہوگئی۔ آپ نے حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور رسول اللہ روانہ ہوئے اور قصواء پر اس کی مہار اتنی تنی ہوئی تھی کہ اس کا سر کجاوہ ''مورک'' سے لگ گیا تھا۔ اور آپ ہاتھ کے اشارے سے کہہ رہے تھے : اے لوگو! سکون سے رہو، سکون اختیار کرو، جب بھی کوئی ریت کا ٹیلا راہ میں آتا تو کچھ دیر کو مہار ڈھیلی چھوڑ دیتے، یہاں تک کہ وہ ٹیلہ پر چڑھ جاتی (اسی طرح سفر کرتے کرتے) آپ ﷺ مزدلفہ تشریف لائے، وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں۔ دونوں کے درمیان کچھ تسبیح وغیرہ بھی نہیں پڑھی۔ پھر طلوع فجر تک رسول اللہ نے آرام فرمایا، فجر کے وقت جب صبح روشن ہوگئی تو نماز پڑھی اذان و اقامت کے ساتھ۔ اس کے بعد پھر قصواء (اونٹنی) پر سوار ہوئے، مشعر حرام آئے اور قبلہ رو ہوکر وہاں دعا، تکبیر و تہلیل و بیان توحید میں مشغول رہے، اور خوب اچھی طرح روشنی ہونے تک وہاں ٹھہرے رہے، بعد ازاں وہاں سے طلوع آفتاب سے قبل روانہ ہوئے تو فضل بن عباس کو اپنے پیچھے بٹھالیا، فضل ؓ بہت خوب صورت بالوں والے گورے چٹے اور گھبرو مرد تھے، جب رسول اللہ وہاں سے چلے تو وہاں سے اونٹوں پر سوار عورتوں کا ایک گروہ گزرا۔ فضل ان کی طرف دیکھنے لگے تو رسول اللہ نے اپنا دست مبارک فضل کے چہرہ پر رکھ دیا (تاکہ نامحرم کو نہ دیکھیں) لیکن فضل ؓ نے اپنا چہرہ دوسری طرف کرلیا اور دیکھنے لگے (انہی عورتوں کی طرف) رسول اللہ نے اپنا ہاتھ فضل کے چہرہ پر دوسری طرف سے کردیا تو فضل منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ وادی محسر کے درمیان آگئے، تھوڑی دیر چلے پھر درمیانی راستہ پر گامزن ہوگئے، جو جمرہ کبری (بڑے شیطان) کی طرف نکلتا تھا، جمرہ کبری پر آکر درخت کے پاس سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، ہر کنکری ٹھیکری کی مانند تھی، آپ نے وادی کے درمیان سے رمی فرمائی۔ پھر قربان گاہ (منحر) کو لوٹے، جہاں اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹ نحر (قربانی) فرمائے، باقی حضرت علیؓ کو عطا فرمائے تو بقیہ ۳۷ اونٹ انہوں نے قربان کئے۔ اور آپ نے انہیں اپنی ہدی میں شریک کیا۔ پھر آپ نے ہر اونٹ کا گوشت لینے کا حکم فرمایا چنانچہ ہر ایک کے گوشت کا ٹکڑا لیا گیا، ایک دیگ میں ڈال کر اسے پکایا گیا تو آپ نے اس کا گوشت کھایا، شوربا پیا، پھر رسول اللہ (سواری پر) سوار ہوئے اور بیت اللہ جا کر طواف افاضہ (طواف

زیارت) کیا۔ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھی، پھر بنو عبد المطلب کے پاس آئے کہ وہ زمزم پر سقایہ کر رہے تھے (یعنی لوگوں کو زمزم پلا رہے تھے) آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبد المطلب! پانی کا ڈول بھر کر نکالو اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پلانے اور سقایہ پر ہجوم کر دیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر پانی نکالتا، چنانچہ انہوں نے ایک ڈول بھر کر نکالا تو آپ ﷺ نے اس میں سے نوش جاں فرمایا۔

تشریح:

''عن ابیہ'' اس باپ سے مراد جعفر کا باپ محمد بن علی بن حسین ہیں جو اہل بیت میں سے ہیں ''قال'' یعنی بیان کرتے ہیں کہ ''دخلت علی جابر بن عبد اللہ'' حضرت جابر شان والے صحابی ہیں آنحضرت ﷺ کے حجۃ الوداع کی تفصیلی تصویر اور بھرپور نقشہ انہوں نے بیان کیا ہے ان کے بیان کو پڑھتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ پڑھنے والا آنحضرت ﷺ کی ہر ادا کو دیکھ رہا ہے اور بزبان حال کہہ رہا ہے

؎ دل کے آئینے میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکالی دیکھ لی

''فسأل القوم'' یعنی ایک آنے والے مہمان کے بارے میں پوچھا ''انتھی الی'' یعنی آخر میں مجھ تک پہنچ گئے تو میں نے کہا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔''اھوی'' ہاتھ بڑھانے کو کہتے ہیں ''راسی'' بطور شفقت ایک ہاتھ سر پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے سینہ کے بٹن کھول دیئے انتہائی محبت کا نقشہ ہے۔

''زری الاعلی'' زر بٹن کو کہتے ہیں جو گریبان میں لگے ہوئے ہوتے ہیں حضرت جابر نے سب سے اوپر والے بٹن کو کھولا اور پھر نیچے والے کو کھولا اور پھر حضرت محمد بن علی بن حسین کے چھاتیوں کے درمیان سینہ پر بطور محبت ہاتھ رکھا اور پھر مرحبا مرحبا کہہ کر استقبال کیا ''عم شئت'' اصل میں عما تھا الف حذف کیا یعنی جو چاہو پوچھو ''وھو اعمی'' یعنی آخر عمر میں بینائی چلی گئی تھی ''وانا غلام شاب'' یعنی میں نو عمر نوجوان لڑکا تھا پھر حضرت حسین کا پوتا تھا اس لئے حضرت جابر نے الفت وانوست کے طور پر میرے ساتھ نہایت شفقت کا معاملہ کیا ''نساجۃ'' یہ مصدر ہے مگر مفعول کے معنی میں ہے جو منسوج ہے ''ای بردۃ منسوجۃ'' ہاتھ سے بنی ہوئی چادر کو کہتے ہیں ''التحاف'' لپٹنے کے معنی میں ہے ''رجع طرفاہ'' یعنی چادر چھوٹی تھی اس لئے جب کندھوں پر رکھتے تھے تو اس کے دونوں پلو نیچے گر جاتے تھے ''علی المشجب'' یعنی بڑی چادر مشجب پر لٹکی ہوئی تھی مشجب لکڑیوں سے ایک تکون کی شکل میں ایک چیز بنائی جاتی ہے اس میں اوپر کھونٹے ہوتے ہیں جس کے ساتھ کپڑے ٹنگے جاتے ہیں اس مجموعہ کو کھونٹی کہتے ہیں ''فصلی بنا'' یعنی حضرت جابر نے گھر میں ہمیں نماز پڑھائی اور پھر حجۃ الوداع کی پوری حدیث بیان فرمائی۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی بڑی شان ہے اور یہ ایک عظیم حدیث ہے یہ حدیث امام مسلم نے نقل کی ہے اور امام ابوداؤد نے نقل کی ہے باقی کسی کتاب میں اس کمال کے ساتھ کسی نے ذکر نہیں کی ہے تو یہ افراد مسلم میں سے ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس حدیث کے فوائد فقہیہ سے متعلق بہت کچھ ذکر کیا ہے ابوبکر بن منذر نے تو ایک بڑی کتاب صرف اس حدیث کے فوائد پر لکھی ہے، انہوں نے ایک سو پچاس مسائل سے زیادہ فقہی مسائل اس سے مستنبط کیئے ہیں۔علامہ نووی فرماتے ہیں کہ میں دوران شرح اس حدیث کے فوائد کو بیان کروں گا۔اندازہ لگائیں کہ یہ حدیث مکتبہ البشری کے نسخے میں اُنیس صفحات پر مشتمل ہے اس میں آنحضرت ﷺ کے حج کا کتنا بڑا نقشہ ہوگا۔

''فقال بیده '' ہاتھ سے اشارہ کیا''فعقد تسعا ''یعنی انگلیوں سے نو کی عدد بنائی، یہ عدد اس طرح بنائی جاتی ہے کہ خنصر، بنصر اور وسطی انگلیوں کو ہتھیلی کے ساتھ لگائی جائے اور مسبحہ اور انگوٹھے کو پھیلایا جائے بس یہی نو کی عدد ہے یہ عقد انامل کا الگ فن ہے۔

''واستشغری ''استثفار لنگوٹ باندھنے کو کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حیض یا نفاس یا استحاضہ کے زمانہ میں عورت خون کو روکنے کے لئے پہلے کمر پر کپڑے کا پٹہ باندھ لے پھر کپڑے اور روئی کا ایک مناسب کرسف بنالے جس کے دونوں جانبوں میں رسی یا کپڑا وغیرہ لگا ہو پھر کرسف کو فرج اور دبر پر دونوں رانوں کے درمیان چپکا دے اور سامنے والی رسی کو ناف کے اوپر بندھے ہوئے کپڑے کے پٹے سے باندھ لے اور اسی طرح پیچھے کی طرف بھی باندھ کر کس لے یہی لنگوٹ ہے گدھے پر بوجھ لادنے کے بعد اس کی دم کے نیچے جو پٹہ دیتے ہیں اس کو بھی استثفار کہتے ہیں یہ لفظ اسی سے ماخوذ ہے، اسماً وصورۃً وعملاً۔

''القصوی '' یہ آنحضرت ﷺ کی مشہور اونٹنی کا نام ہے ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا مختلف اوصاف کی وجہ سے کچھ اور نام بھی ہیں لیکن وہ اسی قصوی کی صفاتی نام ہیں۔ابی بن خلف شیطان نے آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد ایک شعر پڑھا تھا جس میں اس اونٹنی کا ذکر ہے۔وہ شعر یہ ہے۔

یاراکب الناقۃ القصوی غادرنا فعن قریب ترانی راکب الفرس

اے قصوی اونٹنی پر سوار ہو کر ہم کو چھوڑ کر بھاگنے والے! تم عن قریب مجھے گھوڑے پر سوار دیکھو گے کہ میں تجھے قتل کردوں گا۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں اس کو ماروں گا چنانچہ اُحد میں اس خبیث کو نبی اکرم ﷺ نے مار ڈالا''وھو یعرف تاویلہ ''یعنی آنحضرت ﷺ قرآن کے مطلب کو خوب جانتے تھے آپ جو عمل کرتے تھے ہم بھی فوراً وہی عمل اپناتے تھے لہٰذا تم بھی ہماری اقتداء کرو اور خوب عمل کرو۔''بھذا الذی یھلون بہ ''یعنی آنحضرت ﷺ کے تلبیہ کے ساتھ لوگ کچھ الفاظ زیادہ کرتے تھے مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو منع نہیں کیا جس طرح حضرت عمر اور حضرت ابن عمر کے تلبیہ میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں۔قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ پر اکتفاء و اقتصار و انحصار کرنا زیادہ بہتر ہے پہلے تفصیل لکھی جا چکی ہے۔

''فرمل ثلاثا ''مردوں کے لئے پہلے تین اشواط میں کندھے ہلا ہلا کر پہلوانی دکھانے کو رمل کہتے ہیں یہ سنت ہے اور آج بھی قائم ہے ''فکان ابی ''یعنی روایت کرنے والے جعفر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ میرے ابا جان محمد بن علی نے کس کی نماز کا ذکر کیا آیا جابر

نے اپنی نماز میں یہ دوسورتیں پڑھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی نماز میں یہ دوسورتیں پڑھیں مجھے تو پکا علم ہے کہ میرے ابا جان محمد بن علی نے نبی اکرم ﷺ کی قرأت کا ذکر کیا اور یہ مرفوع حدیث ہے۔ بہر حال اس کلام میں شک نہیں ہے صرف جعفر نے ایک وضاحت کی غرض سے کلام کو مغلق بنادیا ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ لاکر رکھ دیا تو ''فکان ابی یقول '' کے لئے ''کان یقرأ فی الرکعتین ''مقولہ ہے ''ولا اعلمہ ذکرہ الا عن النبی '' درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وقد ذکرہ البیھقی باسناد صحیح علی شرط مسلم عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف بالبیت فرمل من الحجر الاسود ثلاثا ثم صلی رکعتین قرأ فیھما قل یا ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد اھ معلوم ہوا کہ یہ مرفوع حدیث ہے اور رکعتین میں یہ دوسورتیں خود نبی اکرم ﷺ نے پڑھیں'' وھزم الاحزاب وحدہ '' غزوۂ احزاب میں عرب کے سارے قبائل آنحضرت ﷺ کے خلاف اکٹھے ہو گئے تھے ستائیس دن تک مدینہ منورہ کا سخت محاصرہ تھا دس ہزار کفار مدینہ کے باہر پڑے تھے، آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجدی اور کفار واپس ناکام چلے گئے آنحضرت ﷺ نے زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے اس نصرت پر اس کا شکر ادا کیا ہے یہ جملہ اسی کی یادگار ہے۔'' انصبت قدماہ '' یعنی جب صفا مروہ کے درمیان نشیبی علاقہ میں آپ کے قدم پڑ گئے تو میلین اخضرین کے درمیان آنحضرت ﷺ تیز دوڑ کر چلے'' بل لابد '' یعنی اب سے عمرہ ہمیشہ کے لئے حج کے ایام میں داخل ہو گیا ہے اب جاہلیت کا دستور ختم ہو گیا جس میں وہ عمرہ کو حج کے ایام میں افجر الفجور سمجھتے تھے آنحضرت ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ایک دوسرے میں داخل فرمادی'' شبک '' کا معنی یہی ہے'' یقول بالعراق '' یعنی کوفہ میں جب حضرت علی یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے تو اسی طرح قصہ سناتے تھے۔'' محرشا '' یہ تحریش سے ہے برانگیختہ کرنے اور غصہ دلانے کے معنی میں ہے۔

'' علی فاطمۃ '' یعنی میں آنحضرت ﷺ کو فاطمہ پر برانگیختہ کر رہا تھا کہ آنحضرت فاطمہ پر غصہ ہو جائیں اور ڈانٹ ڈپٹ کریں کیونکہ فاطمہ نے احرام کے خلاف کام کیا ہے'' بنمرۃ '' عرفات کے پاس ایک جگہ کا نام ہے آج کل اس مسجد کو مسجد نمرہ اسی وجہ سے کہتے ہیں اس مسجد میں کچھ حصہ بطن عرنہ کا ہے باقی مسجد عرفات میں ہے

'' فخطب الناس '' آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں تین خطبے دیئے ہیں پہلا خطبہ کعبہ کے پاس سات ذوالحجہ میں دیا دوسرا خطبہ عرفات میں دیا تیسرا خطبہ گیارہ ذوالحجہ میں دیا۔ شوافع کہتے ہیں چوتھا خطبہ بارہویں ذوالحجہ کو مسنون ہے گیارہ میں خطبہ نہیں بلکہ دس ذوالحجہ میں خطبہ ہے تو ان کے نزدیک چار خطبے ہیں'' فاجاز '' گزرنے کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ گزر گئے اور عرفات چلے گئے قریش چونکہ اپنے آپ کو حمس کہتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ کے خادم ہیں ہم تو صرف مزدلفہ تک جائیں گے اور عرفات تک عام لوگ جائیں گے ہم کعبہ کے خادم ہیں زمین حرم سے باہر نہیں جائیں گے، عرفات حرم سے باہر ہے۔

"دماننا" یعنی بنوالمطلب "دم ابن ربیعہ" اس لڑکے کا نام ایاس تھا یہ چھوٹا بچہ تھا ابھی گھٹنوں کے بل چلتا تھا کہ حذیل اور بنوسعد کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی جس میں ایک پتھر آکر اس لڑکے کو لگا اور یہ مرگیا آنحضرت ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہذیل نے قصداً اس لڑکے کو مارا تھا ورنہ قصاص قتل خطاء میں نہیں ہوتا ہے "غیر مبرح" ضرب مبرح وہ ہوتا ہے جو ضرب شدید ہو جس سے گوشت پھٹ جائے یا ہڈی ظاہر ہوجائے یا گوشت میں نشان پڑ جائے "وینکتھا" ای یشیر ھاالی الناس یعنی اللہ تعالیٰ کو آنحضرت ﷺ گواہ بنانا چاہتے تھے کہ دیکھیں یہ لوگ اقرار کررہے ہیں کہ میں نے امانت کا حق ادا کردیا ہے پھر کل قیامت میں میرے خلاف نہیں بولیں گے "الصخرات" صخرۃ بڑی چٹان کو کہتے ہیں۔ یہ چٹانیں آج کل بھی موجود ہیں آدمی جب جبل رحمت کی طرف منہ کرتا ہے اور قبلہ بھی اسی طرف میں ہوتا ہے تو جہاں چٹانوں پر یہ آدمی کھڑا ہے اسی مقام پر آنحضرت ﷺ نے وقوف عرفہ کیا تھا، جبل رحمت اور قبلہ آپ کے سامنے تھا۔ "وقد شنق" یہ تشنیق سے ہے مہار کو کھینچ کر تنگ کرنے کے معنی میں ہے۔ "مورک رحلہ" کجاوہ کے اگلے حصہ میں تکیہ نما ایک حصہ ہوتا ہے جب سوار تھک جاتا ہے تو اس کے اوپر پاؤں رکھتا ہے اونٹنی کی گردن کے پاس یہ حصہ ہوتا ہے، یہاں یہی مراد ہے کہ مہار کو تنگ کرکے اونٹنی کی گردن اس حصہ تک اٹھ کر آجاتی تھی "السکینۃ السکینۃ" یعنی آرام سے چلو، آرام سے چلو "الحبال" یہ حبل کی جمع ہے حبل ریت کے نرم تودے کو کہتے ہیں اونٹنی کے چلنے کی سہولت کے لئے اور ٹیلے پر چڑھنے میں آسانی کے لئے آنحضرت ﷺ ایسا کرتے تھے "وسیما" ای حسینا خوبصورت کے معنی میں ہے۔

"ظعن" شریف عورتوں کی جماعت مراد ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد ظعینۃ ہے "بطن محسر" مزدلفہ سے گزر کر منیٰ میں داخل ہونے ہی درمیان میں ایک مختصر سا علاقہ ہے اس کو وادیٔ محسر کہتے ہیں حسر تھکنے اور عاجز ہونے کے معنی میں ہے اس مقام پر اصحاب الفیل کے ہاتھی تھک کر رہ گئے تھے اور پھر ان پر بمباری ہوگئی تھی، الجمرۃ الکبریٰ اور الجمرۃ العقبۃ یہ وہ جمرہ ہے جو دس ذوالحجہ کو حاجی مزدلفہ سے آکر مارتے ہیں حرم کی طرف جو آخری جمرہ ہے یہی جمرۂ عقبہ ہے اور یہی جمرۃ الکبریٰ ہے جس کو بزرگ شیطان بھی کہتے ہیں "بیدہ" آنحضرت ﷺ کا ۶۳ سال کی عمر میں وصال ہوگیا تھا شاید آپ نے ہر سال کے بدلے میں ایک قربانی دی ہو نیز آپ کی سخاوت اس سے ظاہر ہوگئی اور طاقت بھی ظاہر ہوگئی اور محبوبیت اس طرح ظاہر ہوگئی کہ قربانی کا ہر اونٹ ایک دوسرے کو دھکے دیتا تھا تاکہ آنحضرت ﷺ پہلے اس کو ذبح کریں۔ "بضعۃ" گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں "فاکلا" یعنی آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ دونوں نے گوشت اور شوربا پی لیا۔

۲۹۴۹۔ وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ حَاتِمِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ وَكَانَتِ الْعَرَبُ يَدْفَعُ بِهِمْ أَبُو سَيَّارَةَ عَلَى حِمَارٍ عُرْيٍ فَلَمَّا أَجَازَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ

بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. لَمْ تَشُكَّ قُرَيْشٌ أَنَّهُ سَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ وَيَكُونُ مَنْزِلُهُ ثَمَّ فَأَجَازَ وَلَمْ يَعْرِضْ لَهُ حَتَّى أَتَى عَرَفَاتٍ فَنَزَلَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث ہی کا مضمون منقول ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ (جاہلیت کے زمانہ میں) عربوں میں دستور تھا کہ ایک شخص ابو سیارہ انہیں ایک ننگے گدھے پر بیٹھا مزدلفہ ہی سے لوٹا کر لے جاتا تھا (اور عرفات نہ جانے دیتا تھا) جب رسول اللہ ﷺ مزدلفہ کو عبور کر کے آگے بڑھے مشعر حرام کی طرف تو قریش کو یقین تھا کہ آپ کی منزل مشعر حرام ہی ہے۔ آپ اس سے آگے نہ بڑھیں گے لیکن آپ مشعر حرام سے بھی آگے بڑھ گئے اوران کے اس یقین سے کوئی تعرض نہ کیا اور عرفات پہنچ کر سواری سے نزول فرمایا۔

تشریح:

''یدفع بهم'' ای یرتحل بهم یعنی جاہلیت میں عرب کو چلاتے تھے مزدلفہ سے منیٰ تک لے جاتے تھے ''ابو سیارۃ'' یہ ایک شخص تھا جس کا تعلق قبیلہ بنو عدوان سے تھا جو بنو ذبیان کی ایک شاخ تھی جاہلیت میں بنو عدوان کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ دس ذوالحجہ میں حاجیوں کو مزدلفہ سے منیٰ تک پہنچائے اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ اس قبیلہ کا ایک آدمی مزدلفہ سے صبح صبح لوگوں سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہوجاتا تھا جب تک وہ نہ جاتا لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جاسکتا تھا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ اس کی نوبت ابو سیارہ تک پہنچی چنانچہ وہ اس ذمہ داری کو اس طرح پورا کرتا تھا کہ وہ ایک ایسے گدھے پر سوار ہوجاتا تھا جس پر جھول نہیں ہوتا تھا اور مزدلفہ سے منیٰ کی طرف چل پڑتا جب تک وہ نہیں جاتا کوئی نہیں چلتا، اس کے بعد اسلام آیا اور جاہلیت کا قصہ ختم ہوگیا اور مزدلفہ میں قریش کا رکنا بھی ختم ہوگیا بلکہ ان کو حکم ہوا کہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس یعنی جہاں لوگ اتر کر مزدلفہ آتے ہیں تم بھی ایسا ہی کرو لہذا لوگ عرفہ سے اترتے ہیں تو تم بھی عرفہ پر جاؤ اور پھر واپس آؤ۔

''علی حمار عری'' عری عاری اور ننگے کو کہتے ہیں مراد ایسا گدھا ہے جس پر جھول نہیں ڈالی گئی ہو بلکہ وہ جھول سے ننگا اور خالی ہو ''منزلة ثم'' ثم میں ث پر زبر ہے جگہ کی طرف اشارہ ہے یعنی قریش کے وہم وگمان میں نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ مزدلفہ سے اوپر عرفات جائیں گے بلکہ ان کا خیال تھا کہ آنحضرت ﷺ قریشی ہیں حمس میں سے ہیں تو یہ عرفات بالکل نہیں جائیں گے ''فاجاز'' یعنی آپ چلے گئے ''ولم یعرض لہ'' یعنی مزدلفہ میں وقوف کی طرف التفات بھی نہیں کیا۔

بہرحال حجۃ الوداع کی اس تفصیلی حدیث پر کچھ مزید تشریح یہاں رکھتا ہوں جو کسی اور جگہ میں میں نے لکھی تھی مضمون میں تکرار ہوگا مگر انشاء اللہ کچھ مزید فائدہ ضرور ہوگا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ صحابہ کی کتنی تعداد تھی اس میں بعض حضرات کا قول ہے کہ چالیس ہزار نفوس قدسیہ شریک تھے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ نوے ہزار آدمی ساتھ تھے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک لاکھ تیس ہزار تھے بعض نے ڈیڑھ لاکھ کا قول بھی کیا ہے دیگر اقوال بھی ہیں ہر ایک نے تخمینہ لگا کر تعداد بتائی ہے یقینی گنتی تو کسی نے نہیں کی تھی۔

''لسنا نعرف العمرۃ ''ای لسنا نعرف العمرۃ فی اشھر الحج'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خیال تھا کہ حضور اکرم ﷺ صرف حج کریں گے عمرہ نہیں کریں گے یہ خیال اس لئے تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب میں یہ رواج تھا کہ وہ اشہرالحج میں عمرہ کرنے کو ''افجر الفجور ''یعنی بڑا گناہ سمجھتے تھے حضور اکرم ﷺ نے چاہا کہ یہ رسم ٹوٹ جائے اس لئے آپ نے صحابہ کرام کو عمرہ کرنے حکم دیدیا یہ جملہ اس سے پہلے جملہ کے لئے تاکید ہے۔''وھزم الاحزاب وحدہ '' یہ غزوۂ احزاب اور جنگ خندق کی طرف اشارہ ہے بارہ ہزار کفار نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا ایک ماہ کے قریب وہاں پڑے رہے پھر اللہ تعالٰی نے ہوا چلوائی کفار سب بھاگ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ کی اس نصرت ومدد کا شکرادا کرتے رہے یہاں بھی اسی شکر کا ذکر ہے۔

''لو انی استقبلت ''یعنی مجھے اگر آنے والے مستقبل کے اُمور کا علم پہلے سے ہوجاتا کہ بعض لوگ اپنے ساتھ جانور نہیں لائیں گے اور بعض لائیں گے اور بعض قران کریں گے بعض افراد کی نیت کریں گے اور بعض عمرہ سے ہونگے اس طرح میرے عمل اور ان کے عمل میں فرق آجائے گا، اگر مجھے اس کا علم پہلے ہوجاتا تو میں کبھی ہدی کا جانور ساتھ نہ لاتا اس لئے اب تم احرام کھولدو اور اپنے حج کو عمرہ بنادو تاکہ اشہرالحج میں عمرہ نہ کرنے کا رواج ٹوٹ جائے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ جب مکہ پہنچ گئے تو وہاں لوگوں کا عمل اس طرح مختلف ہوگیا کہ بعض لوگ جانور ساتھ لائے تھے حضور اکرم ﷺ بھی ساتھ لائے تھے یہ لوگ یوم النحر تک احرام نہیں کھول سکتے تھے بعض نے جانور ہنکا کر ساتھ نہیں لایا تھا ان سے حضور نے فسخ الحج الی العمرۃ کے لئے کہا تو ان پر گراں گزرا کہ حضور کے عمل کے خلاف کیسے رہیں گے دوسرا یہ کہ حج کے دن بھی بالکل تھوڑے رہ گئے تھے نیز جاہلیت کے زمانہ میں اس طرح اشہرحج میں عمرہ کرنا وہ لوگ ''افجر الفجور'' سمجھتے تھے اس پر حضور نے تلطف کے انداز میں غصہ کیا اور فرمایا کہ اگر مجھے مستقبل کا علم پہلے ہوجاتا کہ کچھ لوگ بغیر ہدی آئیں گے تو میں بھی ساتھ نہ لاتا اب مسئلہ کی حد تک بات یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل اور اہل ظواہر فرماتے ہیں کہ جس طرح اس سفر میں ہوا ہے ہمیشہ کے لئے جائز ہے کہ ایک آدمی اپنے حج کو فسخ کرکے عمرہ بنادے انہوں نے اس پہلی لمبی حدیث میں لأبد لابد کے الفاظ سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ فسخ الحج الی العمرۃ ہمیشہ کے لئے ہے۔ جمہور علماء اور فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ ضابطہ نہیں بلکہ صرف اسی سال صحابہ کے لئے اس کا حکم تھا تاکہ جاہلیت کا رسم ٹوٹ جائے دلیل ابوداؤد ونسائی کی یہ روایت ہے''عن بلال عن الحارث عن ابیہ قال قلت یارسول اللہ ارئیت فسخ الحج بالعمرۃ لنا خاصۃ للناس عامۃ فقال بل لنا خاصۃ۔

لابد لابد کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق فسخ سے نہیں بلکہ عمرہ سے ہے اس جملہ سے بھی بریلویوں کے منہ پر ایک ناترس تھپڑ رسید ہوجاتا ہے جو کہتے ہیں کہ حضور ما کان وما یکون اور ذرہ ذرہ کا علم غیب رکھتے ہیں۔

''دخلت العمرۃ ای دخلت العمرۃ فی اشھر الحج '' یہ بھی اسی ضابطہ اور قاعدہ کی طرف اشارہ ہے کہ اب اشہرحج میں عمرہ کرنا

گناہ نہیں رہا اور یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے۔ ''بنمرة'' عرفات کے میدان میں ایک جگہ اور مقام کا نام نمرہ ہے اسی جگہ پر حضور کا خیمہ نصب کیا گیا تھا اور آج کل مسجد نمرہ اسی جگہ پر اسی نام سے مشہور ہے یہاں ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسا کہ مزدلفہ میں ایک اذان کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

''المشعر الحرام'' مزدلفہ میں ایک پہاڑی کا نام ہے آج کل یہاں پر بڑی مسجد ہے مزدلفہ میں ہر جگہ وقوف جائز ہے مگر یہ جگہ بہتر ہے ''بطن محسر'' مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جاتے ہوئے منیٰ کے قریب ایک وادی ہے جس کا نام وادیٔ محسر ہے حاجیوں کو حکم ہے کہ یہاں سے تیز تیز چلتے جائیں کیونکہ یہاں ابرہہ ظالم پر آسمانی عذاب نازل ہوا تھا مزدلفہ میں ہر جگہ وقوف جائز ہے مگر وادیٔ محسر میں جائز نہیں۔ ''یغلبکم الناس'' یعنی اگر میں اس کنوئیں سے زمزم کا ڈول نکالدوں تو سب لوگ میری اقتدا میں یہ کام شروع کریں گے اس طرح تم سے یہ عہدہ جاتا رہے گا اس لئے چاہتے ہوئے بھی میں ڈول سے پانی نہیں نکالوں گا۔

باب ماجاء ان عرفة كلها موقف

پورا میدان عرفہ وقوف کی جگہ ہے

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۲۹۵۰۔ **حَدَّثَنَا** عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَابِرٍ فِي حَدِيثِهِ ذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: نَحَرْتُ هَا هُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ وَوَقَفْتُ هَا هُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَوَقَفْتُ هَا هُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ.

اس سند سے بھی اسی حدیث کا مضمون مروی ہے اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے یہاں پر قربانی کی ہے اور پورا منیٰ قربان گاہ ہے (یعنی پورے منیٰ میں کہیں بھی قربانی ہوسکتی ہے) لہٰذا اپنے اپنے پڑاؤ میں قربانی کرو، اور میں نے تو اس جگہ (جبل رحمت کے دامن میں) وقوف کیا ہے لیکن پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے (کہیں بھی کرسکتے ہو) اس طرح میں نے (مشعر حرام پر مزدلفہ میں) وقوف کیا لیکن پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔

تشریح:

''وعرفة كلها موقف'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تین مسائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ منیٰ مکمل طور پر قربانی کی جگہ ہے اگرچہ میں نے ایک خاص مقام میں نحر کیا ہے یہ فقط نحر ہے اس میں حصر نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے عرفہ کے اس مقام میں وقوف کیا ہے جو صخرات کے پاس ہے اس میں حصر نہیں بلکہ عرفہ سارا موقف ہے ہاں بطن عرفہ میں وقوف نہ کرو یہ ممانعت

تشریح:

"یفقون بالمزدلفة "یعنی قریش حج کے لئے عرفہ نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ تک جاکر وہیں پر وقوف کرتے تھے یہ سمجھتے تھے کہ ہم بیت اللہ کے خادم ہیں حج کے لئے زمین حرم سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے چونکہ مزدلفہ حدود حرم کے آخری حصہ میں واقع ہے اور عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے قریش عرفات نہیں جاتے تھے" ومن دان دینھا "یعنی جو لوگ قریش کے دین اور طور طریقہ پر تھے سب کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی تھی کہ اگر تم نے زمین حرم کے علاوہ کسی اور جگہ کی تعظیم کی تو لوگ حرم کی تعظیم نہیں کریں گے" یسمون الحمس "الحمس کا معنی بہادری ہے قریش کو بہادری کی وجہ سے حمس کہتے تھے اس کا مفرد احمس ہے حماسہ اور حماس اسی سے ہے الحمس کا دوسرا معنی شدت اور سختی کا بھی ہے قریش میں شدت تھی اور خاص کر حج کے ایام میں اپنے اوپر حد سے زیادہ شدت کرتے تھے کیونکہ احرام کے بعد یہ لوگ گوشت نہیں کھاتے تھے پنیر نہیں کھاتے تھے گھی استعمال نہیں کرتے تھے خیمہ میں نہیں رہتے تھے ہاں کھال کے خیمے کے نیچے سایہ حاصل کیا کرتے تھے۔ حمس نے دیگر عرب کو پابند کیا تھا کہ اگر تم پہلا طواف کروگے تو تم پر لازم ہے کہ حمس کے لباس میں کروگے پھر یہ لوگ ان کو اپنا لباس دیتے تھے ورنہ وہ ننگا طواف کرتے تھے۔" ومن دان دینھا "یعنی جو حمس کے دین اور طور طریقہ پر ہو اس کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی مسافر قریش سے رشتہ کرنا چاہتا تھا تو حمس کے لوگ ان سے یہ شرط لگاتے تھے کہ اگر تیرا کوئی بچہ پیدا ہوگا تو وہ حمس کے مذہب اور دین پر ہوگا اس طرح وہ لوگ بھی حمس میں داخل ہوگئے جو قریش میں سے نہیں تھے جیسے ثقیف کے کچھ قبائل اور لیث بن بکر اور بنی عامر اور خزاعہ کے کچھ قبائل حمس میں شمار ہونے لگے۔ آگے ایک لفظ ہے" والحمس قریش وما ولدت "یہ بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے جو میں نے لکھدیا ہے ساتھ والی روایت میں" الحمس "کا مکمل تعارف اور نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

۲۹۵۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَتِ الْعَرَبُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ كَانُوا يَطُوفُونَ عُرَاةً إِلَّا أَنْ تُعْطِيَهُمُ الْحُمْسُ ثِيَابًا فَيُعْطِي الرِّجَالُ الرِّجَالَ وَالنِّسَاءُ النِّسَاءَ وَكَانَتِ الْحُمْسُ لَا يَخْرُجُونَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ وَكَانَ النَّاسُ كُلُّهُمْ يَبْلُغُونَ عَرَفَاتٍ. قَالَ: هِشَامٌ فَحَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ الْحُمْسُ هُمُ الَّذِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِمْ (ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ) قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يُفِيضُونَ مِنْ عَرَفَاتٍ وَكَانَ الْحُمْسُ يُفِيضُونَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ يَقُولُونَ لَا نُفِيضُ إِلَّا مِنَ الْحَرَمِ فَلَمَّا نَزَلَتْ (أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ) رَجَعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ.

ہشام اپنے والد (عروہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اہل عرب بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے، سوائے حمس کے اور حمس سے مراد قریش اور ان کی اولادیں تھیں چنانچہ لوگ برہنہ طواف کیا کرتے تھے سوائے ان کے جنہیں حمس کپڑے دے دیا کرتے تھے تو مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو کپڑے دیا کرتی تھیں۔ اور حمس

تشریح:

"یفقون بالمزدلفة" یعنی قریش حج کے لئے عرفہ نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ تک جا کر وہیں پر وقوف کرتے تھے یہ سمجھتے تھے کہ ہم بیت اللہ کے خادم ہیں حج کے لئے زمین حرم سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے چونکہ مزدلفہ حدود حرم کے آخری حصہ میں واقع ہے اور عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے قریش عرفات نہیں جاتے تھے "ومن دان دینها" یعنی جو لوگ قریش کے دین اور طور طریقہ پر تھے سب کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی تھی کہ اگر تم نے زمین حرم کے علاوہ کسی اور جگہ کی تعظیم کی تو لوگ حرم کی تعظیم نہیں کریں گے "یسمون الحمس" الحمس کا معنی بہادری ہے قریش کو بہادری کی وجہ سے حمس کہتے تھے اس کا مفرد احمس ہے حماسہ اور حماس اسی سے ہے الحمس کا دوسرا معنی شدت اور سختی کا بھی ہے قریش میں شدت تھی اور خاص کر حج کے ایام میں اپنے اوپر حد سے زیادہ شدت کرتے تھے کیونکہ احرام کے بعد یہ لوگ گوشت نہیں کھاتے تھے پنیر نہیں کھاتے تھے گھی استعمال نہیں کرتے تھے خیمہ میں نہیں رہتے تھے ہاں کھال کے خیمے کے نیچے سایہ حاصل کیا کرتے تھے۔ حمس نے دیگر عرب کو پابند کیا تھا کہ اگر تم پہلا طواف کرو گے تو تم پر لازم ہے کہ حمس کے لباس میں کرو گے پھر یہ لوگ ان کو اپنا لباس دیتے تھے ورنہ وہ ننگا طواف کرتے تھے۔ "ومن دان دینها" یعنی جو حمس کے دین اور طور طریقہ پر ہو اس کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی مسافر قریش سے رشتہ کرنا چاہتا تھا تو حمس کے لوگ ان سے یہ شرط لگاتے تھے کہ اگر تیرا کوئی بچہ پیدا ہوگا تو وہ حمس کے مذہب اور دین پر ہوگا اس طرح وہ لوگ بھی حمس میں داخل ہو گئے جو قریش میں سے نہیں تھے جیسے ثقیف کے کچھ قبائل اور لیث بن بکر اور بنی عامر اور خزاعہ کے کچھ قبائل حمس میں شمار ہونے لگے۔ آگے ایک لفظ ہے "والحمس قریش وما ولدت" یہ بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے جو میں نے لکھدیا ہے ساتھ والی روایت میں "الحمس" کا مکمل تعارف اور نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

۲۹۵۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَتِ الْعَرَبُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ كَانُوا يَطُوفُونَ عُرَاةً إِلَّا أَنْ تُعْطِيَهُمُ الْحُمْسُ ثِيَابًا فَيُعْطِي الرِّجَالُ الرِّجَالَ وَالنِّسَاءُ النِّسَاءَ وَكَانَتِ الْحُمْسُ لَا يَخْرُجُونَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ وَكَانَ النَّاسُ كُلُّهُمْ يَبْلُغُونَ عَرَفَاتٍ. قَالَ: هِشَامٌ فَحَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ الْحُمْسُ هُمُ الَّذِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِمْ (ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ) قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يُفِيضُونَ مِنْ عَرَفَاتٍ وَكَانَ الْحُمْسُ يُفِيضُونَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ يَقُولُونَ لَا نُفِيضُ إِلَّا مِنَ الْحَرَمِ فَلَمَّا نَزَلَتْ (أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ) رَجَعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ.

ہشام اپنے والد (عروہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اہل عرب بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے، سوائے حمس کے اور حمس سے مراد قریش اور ان کی اولادیں تھیں چنانچہ لوگ برہنہ طواف کیا کرتے تھے سوائے ان کے جنہیں حمس کپڑے دے دیا کرتے تھے تو مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو کپڑے دیا کرتی تھیں۔ اور حمس

مزدلفہ سے نہ نکلتے تھے جب کہ تمام لوگ عرفات تک پہنچتے تھے۔ ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حمس وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ عز وجل نے آیت نازل فرمائی: ثم افیضوا الخ۔ لوگ عرفات سے واپس ہوتے تھے جب کہ حمس مزدلفہ ہی سے واپس ہوجاتے تھے کہتے تھے کہ ہم حرم سے باہر نہ نکلیں گے لیکن پھر جب یہ آیت (افیضوا من حیث افاض الناس) نازل ہوگئی تو وہ عرفات ہی تک لوٹ آئے۔

تشریح:

''عراۃ'' یعنی حمس کے علاوہ عرب جب طواف کرتے تھے تو ننگے ہو کر طواف کرتے تھے عورتیں مرد بچے بوڑھے ننگے ہو کر ایک طوفان بدتمیزی برپا کردیتے تھے، اس کے پیچھے ایک شیطانی دھوکہ کارفرما تھا وہ یہ کہ شیطان نے ان کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھادی کہ جس لباس میں تم نے مدت سے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس میں بیت اللہ کے ارد گرد اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے طواف کرو گے لہذا یہ گناہ گار لباس اتار پھینکو اور ننگے تڑنگے ہو کر طواف کرو اور یہ شعر پڑھو۔

اليوم نبدؤ بعضه او كله   فمابدا منا فلا احله

یعنی آج اپنے جسم کو مکمل ننگا کریں گے یا کچھ حصہ ظاہر کریں گے جو حصہ ظاہر ہوگا اس پر آگ حرام ہوجائے گی۔

ایک طرف شیطان نے یہ غلط عقیدہ دیا تو دوسری طرف الحمس نے پابندی لگادی تھی کہ جو حمس میں سے نہیں ہے حمس نے ان کو لباس نہیں دیا وہ پہلی بار ننگا طواف کرے گا۔ اسلام نے آکر اس رسم کو ختم کردیا اور ننگا طواف کرنا ممنوع قرار دیا صدیق اکبرؓ نے حج کے دوران حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے یہ اعلان کیا ''وان لا يطوف بالبيت عريان'' آج کے بعد بیت اللہ کا طواف ننگا آدمی نہیں کرے گا، الحمدللہ آج تک حرم میں رحمان کا نظام قائم ہے اور شیطان کا نظام بھاگ چکا ہے۔

٢٩٥٤ ـ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: أَضْلَلْتُ بَعِيراً لِي فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَاقِفاً مَعَ النَّاسِ بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ وَاللَّهِ إِنَّ هَذَا لَمِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هَا هُنَا وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُعَدُّ مِنَ الْحُمْسِ.

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد (حضرت جبیر بن مطعم) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں اپنے ایک اونٹ کی جسے میں گم کر بیٹھا تھا تلاش میں عرفہ کے دن نکلا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے ساتھ دیکھا کہ عرفہ میں وقوف فرما رہے ہیں۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! یہ تو حمس والے ہیں (کیونکہ حضور بھی قریش میں سے تھے) ان کو کیا ہوا کہ یہاں آگئے۔ جب کہ قریش حمس میں سے شمار ہوتے تھے۔

تشریح:

"اضللت بعیرالی "یعنی اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں اونٹ گم ہوگیا تو میں اس کی تلاش میں نکل گیا تو عرفات کے میدان تک پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ عرفات کے میدان میں نبی اکرم ﷺ کھڑے ہیں اور لوگوں کے ساتھ حج میں شریک ہیں "فما شانہ ھھنا" یعنی آنحضرت ﷺ تو قریش اور الحمس میں سے ہیں یہ حج کرنے کے لئے یہاں عرفات میں کیسے آگئے ہیں، حمس والے تو مزدلفہ سے اوپر نہیں آتے ہیں۔ جبیر بن مطعم کا یہ کلام اس وقت کی بات ہے جبکہ اسلام کا ضابطہ حج نہیں آیا تھا اور حج فرض نہیں ہوا تھا، یہ کلام آنحضرت ﷺ کے نبی بننے سے پہلے کی بات ہے یا ہجرت سے پہلے کی بات ہے اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت ملنے سے پہلے حج وعمرہ کیا ہے، ہاں تفصیلات معلوم نہیں ہیں صحیح مسلم کے علاوہ دیگر روایات کی چند عبارات اس طرح ہیں "روی ابن حزیمة فی مسندہ بسندہ عن جبیر بن مطعم قال رئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجاھلیة یقف مع الناس بعرفة علی جمل لہ ثم یصبح مع قومہ بالمزدلفة فیقف معھم ویدفع اذا دفعوا (رواہ ابن حزیمہ واسحاق بن راھویہ فی مسندہ)

"ولفظ یونس بن بکرعن ابن اسحاق فی المغازی مختصرا وفیہ توفیقا من اللہ لہ "واخرجہ اسحاق بن راھویہ ایضاً عن الفضل بن موسی عن عثمان بن الاسود عن عطاء ان جبیر بن مطعم قال اضللت حمارا لی فی الجاھلیة فوجدتہ بعرفة فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقفا بعرفات مع الناس فلما اسلمت علمت ان اللہ وفقہ (فتح الباری ج ٣ ص: ٣٠٦ بتغیر شیء)

ان روایات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت ملنے سے پہلے حج اور عمرہ کیا ہے نیز ان روایات میں تصریح موجود ہے کہ آپ توفیق الٰہی سے وہی عمل کرتے تھے جو بعد میں اسلام کے مزاج کے مطابق ہو چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق تھی کہ آپ الحمس سے ہوتے ہوئے عرفات جاتے تھے لوگ تعجب کرتے تھے لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسی عمل پر رکھا جو اللہ تعالیٰ کو پسند تھا "وکانت قریش تعد من الحمس" حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث کا حصہ ہے حالانکہ یہ سفیان کا قول ہے۔

باب جواز تعلیق الاحرام باحرام غیرہ

اپنے احرام کو دوسرے کے احرام سے معلق کرنا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

٢٩٥٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسٍ

بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُنِيخٌ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ: لِي أَحَجَجْتَ. فَقُلْتُ نَعَمْ. فَقَالَ: بِمَ أَهْلَلْتَ. قَالَ: قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: فَقَدْ أَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَحِلَّ. قَالَ: فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ بَنِي قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ. قَالَ: فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ فَقَالَ: لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ رُوَيْدَكَ بَعْضَ فُتْيَاكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي النُّسُكِ بَعْدَكَ. فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كُنَّا أَفْتَيْنَاهُ فُتْيَا فَلْيَتَّئِدْ فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَادِمٌ عَلَيْكُمْ فَبِهِ فَائْتَمُّوا. قَالَ: فَقَدِمَ عُمَرُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ يَأْمُرُ بِالتَّمَامِ وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

ابو موسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وادی بطحا (مکہ) میں آیا تو آپ اونٹ بٹھائے تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا تو نے حج کی نیت کر لی؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا: تم نے کیا نیت کی تھی؟ (احرام باندھتے وقت) میں نے کہا کہ میں نے یہ نیت کی **لبیک بالاهلال کاهلال النبی صلی الله علیه وسلم** یعنی جو نیت نبی کی وہی میری بھی (میں بھی اسی نیت سے تلبیہ کہتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا: بہت اچھے بیت اللہ کا طواف کرو، صفا مروہ کے چکر لگاؤ، اور پھر حلال ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی۔ اور بنی قیس کی ایک عورت کے پاس آیا اس نے میرے سر کی جوئیں نکال دیں۔ پھر (یوم الترویہ ۸ ذی الحجہ) کو میں نے حج کی نیت کی۔ چنانچہ میں لوگوں کو بھی یہی فتویٰ دیا کرتا تھا کہ (بغیر ہدی جو مکہ آئے وہ عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے پھر (۸ ذی الحجہ کو) دوبارہ حج کا احرام باندھے، یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اے ابو موسیٰ یا کہا کہ اے عبداللہ بن قیس! اپنے بعض فتووں سے ذرا رک جاؤ کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ امیر المؤمنین نے مناسکِ حج کے بارے میں ایک نئی بات کہی ہے تمہارے بعد۔ چنانچہ میں نے لوگوں سے کہہ دیا کہ اے لوگو! جنہیں میں نے فتویٰ دیا ہے (احرام کھولنے کا) وہ ذرا ٹھہر جائیں کیونکہ امیر المؤمنین تمہارے پاس آنے والے ہیں، لہٰذا جو وہ کہیں انہی کی اقتدا کرو۔ جب حضرت عمرؓ تشریف لائے تو میں نے ان سے یہ بات ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: ''اگر ہم اللہ کی کتاب پر چلیں تو وہ ہمیں حج و عمرہ کی تکمیل کا حکم دیتی ہے **واتموا الحج والعمرة لله** اور اگر ہم اللہ کے رسول کی سنت کو لیں تو رسول اللہ کا عمل تو یہ ہے کہ آپ اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک کہ ہدی اپنے مقام پر نہ پہنچ گئی۔

تشریح:

"وھو ینخ" یہ باب افعال سے ہے اناخہ اونٹ بٹھانے کے معنی میں ہے یقال انخت الابل فاستناخ ای ابرکتہ مبرک "بالبطحاء" وھو مابین مقبرۃ المعلاۃ الی المسجد الحرام معلاۃ سے لیکر مسجد حرام تک علاقہ پر بطحاء کا اطلاق ہوتا ہے "احججت" ای اردت الحج و نویتہ؟ کیا تم نے حج کی نیت وارادہ کیا ہے اس نے کہا جی حضور!

"بم اھللت" ای بم احرمت و کیف احرمت؟ "کاھلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے احرام کی طرح احرام کی نیت کرنا جائز ہے اور دوسرے کے احرام کے ساتھ اپنے احرام کو معلق کرنا بھی جائز ہے جیسے احرمت باحرام کاحرام زید، اگر وہ شخص متمتع ہے تو یہ بھی متمتع ہو جائے گا اور اگر وہ قارن ہے تو یہ بھی قارن ہوگا اور اگر وہ مفرد ہے تو یہ بھی مفرد بنے گا اور اگر اس کا صرف عمرہ ہے تو اس کا بھی عمرہ ہوگا "ثم اتیت امرأۃ" یہ عورت حضرت ابوموسیٰ کی بیوی تھی یا ان کے محارم میں سے تھی "ففلت "فلت یفلت سے ہے واحد مؤنث کا صیغہ ہے سر میں جوئیں تلاش کر کے نکالنے کے معنی میں ہے یہ کام محرم نہیں کرسکتا ہے گویا ابوموسیٰ اب محرم نہیں رہے۔

"افتی بہ الناس" یعنی میں یہ فتویٰ دیتا تھا کہ اشہر الحج میں حج تمتع کرنا جائز ہے "رویدک" ای امسک عن بعض فتواک یعنی اپنا یہ فتویٰ روک دو اور لوگوں کو تمتع کرنے کا فتویٰ نہ دیا کرو "ما احدث امیر المؤمنین" یعنی تم کو معلوم نہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے کس نئی چیز کا حکم جاری کیا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ تمتع نہ کریں حضرت عمرؓ نے یہ حکم بطور تشریع جاری نہیں کیا تھا بلکہ بطور تدبیر جاری کیا تھا تاکہ سال بھر میں لوگ حرمین میں آئیں جائیں اور حرمین آباد رہیں، یا آپ نے فسخ الحج الی العمرہ کے قانون کو صرف ایک سال کے لئے محدود قرار دیا جس طرح باقی صحابہ نے بھی اسی طرح کیا، یا آپ نے فسخ الحج الی العمرہ کو تو بالکل منع کر دیا مگر تمتع کو خلاف اولیٰ اور غیر افضل کے درجہ میں سمجھ لیا اور آنے والی روایت میں آپ کی طرف سے تصریح موجود ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ منیٰ کی طرف جاتے ہوئے درختوں کے نیچے بیویوں سے جماع کریں اور پھر غسل کا پانی سروں سے ٹپکتا رہے اور لوگ عرفات جائیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے تمتع کیا ہے مگر منع کرنے کی علت یہی ہے۔ بہرحال اس مسئلہ کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے تاہم صحابہ کی اکثریت نے اور پھر عام امت نے حضرت عمرؓ کی رائے کو قبول نہیں کیا جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو نبی اکرم ﷺ نے احرام کھولنے کا حکم دیا اور حضرت علیؓ کو احرام باقی رکھنے کا حکم دیا حالانکہ دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح احرام باندھا تھا تو فرق کیا ہے؟

جواب: فرق یہ ہے کہ حضرت علی اپنے ساتھ ہدی کے جانور لائے تھے وہ احرام نہیں کھول سکتے تھے لیکن حضرت ابوموسیٰ اپنے ساتھ

جانور نہیں لائے تھے تو یہ احرام کھول سکتے تھے تو دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔

"فلیتئد" بلام الامر من باب الافتعال من التوءة ای فلیغتسل و الیتوقف عن العمل به یعنی ذرا صبر کرو اور میرے فتویٰ پر عمل نہ کرو ابھی امیر المؤمنین آنے والے ہیں ان سے حقیقت معلوم کرلیں گے تم انہیں کی بات کی اتباع اور ان کی اقتدا کرو۔ "اتموا الحج و العمرة لله" یعنی کتاب اللہ میں حج وعمرہ کے اتمام کا حکم ہے یہ نہیں کہ کسی ایک سے حلال ہو جاؤ اور پھر دوبارہ احرام باندھ لو۔ بہر حال عمر فاروقؓ نے بالکل تمتع کا انکار نہیں کیا بلکہ تشریع کے ساتھ ساتھ تدبیر کا مشورہ دیا ہے جیسا کہ اگلی روایت میں آیا ہے۔

۲۹۵۶۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ اسی طرح یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

۲۹۵۷۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُنِيخٌ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ: بِمَ أَهْلَلْتَ. قَالَ: قُلْتُ أَهْلَلْتُ بِإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: هَلْ سُقْتَ مِنْ هَدْيٍ. قُلْتُ لَا. قَالَ: فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ. فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي وَغَسَلَتْ رَأْسِي فَكُنْتُ أُفْتِي النَّاسَ بِذَلِكَ فِي إِمَارَةِ أَبِي بَكْرٍ وَإِمَارَةِ عُمَرَ فَإِنِّي لَقَائِمٌ بِالْمَوْسِمِ إِذْ جَاءَنِي رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي شَأْنِ النُّسُكِ. فَقُلْتُ أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كُنَّا أَفْتَيْنَاهُ بِشَيْءٍ فَلْيَتَّئِدْ فَهَذَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ قَادِمٌ عَلَيْكُمْ فَبِهِ فَائْتَمُّوا فَلَمَّا قَدِمَ قُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا هَذَا الَّذِي أَحْدَثْتَ فِي شَأْنِ النُّسُكِ قَالَ: إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: (وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ) وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ بطحاء میں اونٹ کو بٹھائے تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: تم نے کیا نیت کی؟ میں نے عرض کیا میں نے وہی نیت کی جو اللہ کے نبی نے کی ہے؟ فرمایا: تو کیا تم ہدی لائے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا کہ اچھا تو پھر بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے حلال ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی۔ پھر اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا اس نے میرے سر میں کنگھا کر دیا اور میرا سر دھویا۔ چنانچہ میں لوگوں کو اس کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ادوار میں یہی فتویٰ دیا کرتا تھا کہ (جو لوگ ہدی کا جانور ساتھ نہ لائے ہوں وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں اور یوم الترویہ کو دوبارہ احرام باندھیں حج کا) تو میں حج کے موسم میں کھڑا ہوا تھا تو ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ

آپ نہیں جانتے کہ امیر المؤمنین نے حج کے احکام کے بارے میں کیا حکم فرمایا ہے میں نے کہا: اے لوگو! جن کو میں نے کسی چیز کے بارے میں فتویٰ دیا ہے وہ لوگ باز رہیں کیونکہ امیر المؤمنین تمہاری طرف آنے والے ہیں تم انہیں کی اقتداء کرو۔ پھر جب حضرت امیر المؤمنین تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ آپ نے حج کے بارے میں کیا حکم نافذ کیا ہے؟ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اگر ہم اللہ کی کتاب پر چلیں تو وہ ہم کو حج وعمرہ کی تکمیل کا حکم دیتی ہے واتموا الحج والعمرة لله اور اگر ہم سنت رسول کو لیں تو رسول اللہ ﷺ کا عمل یہ ہے کہ آپ حلال نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے قربانی کو نحر نہیں فرمالیا۔

تشریح:

"ثم حل" یہ امر ہے حلال ہونا مراد ہے "فمشطتنی" یہ مشاطہ سے ہے کنگھی کرنا مراد ہے زیادہ واضح یہ ہے کہ یہ ان کی بیوی ہے اگرچہ الفاظ کی ساخت سے بیوی معلوم نہیں ہوتی ہے پھر ان کے محارم میں سے کوئی عورت ہوگی۔

۲۹۵۸۔ **وَحَدَّثَنِي** إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالاَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعَثَنِي إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: فَوَافَقْتُهُ فِي الْعَامِ الَّذِي حَجَّ فِيهِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَبَا مُوسَى كَيْفَ قُلْتَ حِينَ أَحْرَمْتَ. قَالَ: قُلْتُ لَبَّيْكَ إِهْلاَلاً كَإِهْلاَلِ النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ: هَلْ سُقْتَ هَدْياً. فَقُلْتُ لاَ. قَالَ: فَانْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ أَحِلَّ. ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا: "مجھے نبی کریم ﷺ نے یمن بھیجا تھا (وہاں کا حاکم بنا کر) میں وہاں سے اس سال واپس آیا جس سال آپ نے حج کا ارادہ فرمایا"۔ تو رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوموسیٰ! تو نے کیا کہا تھا؟ جس وقت تو نے احرام باندھا؟ حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی طرح تلبیہ پڑھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو ہدی لایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا پھر تو چل اور بیت اللہ کا طواف کر، صفا مروہ کے درمیان سعی کر پھر حلال ہو جا (پھر آگے شعبہ اور سفیان کی روایت کی طرح مضمون بیان کیا)۔

۲۹۵۹۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي بِالْمُتْعَةِ فَقَالَ: لَهُ رَجُلٌ رُوَيْدَكَ بِبَعْضِ فُتْيَاكَ فَإِنَّكَ لاَ تَدْرِي مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي النُّسُكِ بَعْدُ حَتَّى لَقِيَهُ بَعْدُ فَسَأَلَهُ

فَقَالَ:عُمَرُ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ فَعَلَهُ وَأَصْحَابُهُ وَلَكِنْ كَرِهْتُ أَنْ يَظَلُّوا مُعْرِسِينَ بِهِنَّ فِي الْأَرَاكِ ثُمَّ يَرُوحُونَ فِي الْحَجِّ تَقْطُرُ رُؤُسُهُمْ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ تمتع کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ایک آدمی نے ان سے کہا ذرا ٹھہر جاؤ۔ کیونکہ تم کو نہیں معلوم امیر المؤمنین نے تمہارے بعد مناسک میں کیا نئی بات کی ہے حتی کہ ان سے ملاقات کرلو تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے اس بارے میں پوچھا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ نبی اور آپ کے صحابہ نے ایسا کیا ہے۔لیکن مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ لوگ پیلو کے درختوں کے سائے میں اپنی عورتوں کے ساتھ شب بسری کریں اور پھر حج کو جائیں اس حال میں کہ ان کے سر ٹپک رہے ہوں پانی سے (جماع کر کے صبح غسل کریں اور فوراً ہی حج کے لئے نکل کھڑے ہوں یہ بات مجھے ناپسند ہے۔

تشریح:

''یفتی بالمتعة ''یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری تمتع کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے''قد علمت ''یعنی مجھے خوب معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اور صحابہ کرام نے تمتع کیا ہے یہ جائز ہے لیکن لوگ اس سے ناجائز فائدہ اُٹھائیں گے اور عرفات جاتے ہوئے درختوں کے نیچے بیویوں سے جماع کریں گے''معرسین ''یہ عروس سے شادی کے معنی میں ہے مگر یہاں جماع کرنا مراد ہے تاہم شارحین نے اس کو براہِ راست جماع قرار دیا ہے کہ اعرس الرجل باهله ای جامعها و غشیها''تقطر رؤسهم ''یعنی سر سے پانی ٹپکتا ہوگا اور عرفات جائیں گے مراد غسل جنابت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اپنی رائے سے رجوع کیا کیونکہ حضرت عمرؓ امیر المؤمنین تھے ان کی بات کا ماننا ضروری تھا نیز حضرت عمر نے تمتع کا انکار نہیں کیا تھا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری کے رجوع کی بات ہی نہیں ہے۔

باب جواز التمتع والرد علی من منعه

تمتع کا جواز اور منع کرنے والوں کی تردید

اس باب میں امام مسلم نے بیس احادیث کو بیان کیا ہے

۲۹۶۰۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ:ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ:قَالَ:عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَقِيقٍ كَانَ عُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَكَانَ عَلِيٌّ يَأْمُرُ بِهَا فَقَالَ:عُثْمَانُ لِعَلِيٍّ كَلِمَةً ثُمَّ قَالَ:عَلِيٌّ لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّا قَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:أَجَلْ وَلَكِنَّا كُنَّا خَائِفِينَ.

حضرت عبداللہ بن شفیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ تمتع سے منع فرماتے تھے جب کہ حضرت علیؓ تمتع کا حکم فرمایا کرتے تھے۔حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے ایک بات کہی (جس کا علم راوی کو نہ ہوسکا) جواب میں

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تمتع کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ہاں ٹھیک ہے لیکن اس وقت ہم خوف میں ہوتے تھے۔

تشریح:

''کان عثمان ینھی'' یعنی حضرت عثمانؓ تمتع سے منع کرتے تھے اس سے یا تو فسخ الحج الی العمرۃ کی ممانعت تھی کیونکہ اس پر صحابہ کرام نے صرف ایک سال عمل کیا تھا تا کہ جاہلیت کا دستور ٹوٹ جائے جن کا عقیدہ تھا کہ اشہر الحج میں عمرہ کرنا افجر الفجور ہے تو یہ عمل صرف صحابہ کے ساتھ صرف ایک سال کے لئے مخصوص تھا جیسا کہ اس باب کی تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں یا یہ ممانعت اس لئے تھی تا کہ حرمین شریفین مختلف اوقات میں عمرہ اور حج کرنے سے آباد رہیں جب عمرہ اور حج تمتع کی صورت میں ایک سفر میں ادا ہو جائیں تو باقی سال میں حرمین خالی پڑے رہیں گے اس حکمت کو فقہاء احناف میں سے امام محمد نے اس طرح بیان کیا ہے **قال الامام محمد بن الحسن رحمہ اللہ حجۃ کوفیۃ وعمرۃ کوفیۃ افضل عندنا ای من الجمع بینھما فی سفر واحد** (فتح الملہم ج:۳:ص:۱۰)

بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو اقوال اور تاویلات علماء نے لکھی ہیں وہی تاویلات حضرت عثمان کے بارے میں بھی ہیں ''فقال عثمان کلمۃ'' یعنی حضرت عثمانؓ نے کوئی ایسا کلمہ بولا جس سے وہ حضرت علیؓ کو جوازِ تمتع کے فتویٰ سے روک دے ''فقال اجل'' یعنی حضرت عثمان نے فرمایا کہ بیشک ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمتع کیا تھا لیکن اس وقت ہم حالت خوف میں تھے۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ اس خوف سے کونسا خوف مراد ہے اگر صلح حدیبیہ کا عمرہ یا عمرۃ القضاء مراد ہو تو اس میں تمتع کا تصور نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ صرف عمرہ تھا حج کا زمانہ نہیں تھا، تو تمتع کا خوف کہاں تھا اور اگر اس خوف سے حجۃ الوداع کے تمتع کا خوف ہو تو اس زمانہ میں خوف کہاں تھا وہ تو فتح مکہ کے بعد کا زمانہ تھا جس میں مکمل امن قائم ہو چکا تھا۔

جواب: اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ جملہ سمجھ سے بالاتر ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سطحی طور پر مدمقابل کو خاموش کرنے کے لئے ایک جملہ کہدیا جس کی کھود کرید کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں یہ جواب سمجھ میں آتا ہے کہ عمرۃ القضاء سات ہجری میں ذیقعدہ کے مہینے میں ہوا تھا جو اشہر الحج میں سے ہے اگر اسی سال کوئی آدمی اسی سفر میں حج کرتا تو وہ متمتع بن جاتا اور وہ خوف کا زمانہ تھا، تو حضرت عثمان نے گویا عمرۃ القضاء مراد لیا ہے اور اس وقت خوف تھا تو کلام سمجھ میں آگیا۔

۲۹۶۱۔**وَحَدَّثَنِیهِ** يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ ہی کی طرح مضمون منقول ہے۔

۲۹۶۲۔**وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: اجْتَمَعَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ بِعُسْفَانَ فَكَانَ عُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ أَوِ الْعُمْرَةِ

فَقَالَ:عَلِيٌّ مَا تُرِيدُ إِلَى أَمْرٍ فَعَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَنْهَى عَنْهُ فَقَالَ:عُثْمَانُ دَعْنَا مِنْكَ.فَقَالَ:إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَدَعَكَ فَلَمَّا أَنْ رَأَى عَلِيٌّ ذٰلِكَ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعاً.

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ وعثمانؓ دونوں ''عسفان'' کے مقام پر جمع ہوئے۔عثمانؓ تمتع سے ایام حج میں عمرہ سے منع فرماتے تھے۔علیؓ نے ان سے فرمایا: کہ آپ ایک ایسے معاملہ کے متعلق جو آنحضرتؐ نے کیا ہے اسے منع کرنا چاہتے ہیں؟ عثمانؓ نے فرمایا کہ ہمیں تم چھوڑ دو۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تو آپ کو چھوڑ نہیں سکتا۔اس کے بعد جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا۔(یعنی قران کا احرام باندھا)

تشریح:

''بعسفان'' مکہ ومدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے ''ما ترید'' یعنی ایک کام جب رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے تو اب آپ کا کیا ارادہ ہے کہ لوگوں کو اس سے روکتے ہو کیا آپ اس کو ختم کرنا چاہتے ہو؟

''دعنا منک'' یعنی ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں نہ چھیڑو ''انی لا استطیع'' یعنی یہ شرعی مسئلہ میرے لئے ممکن نہیں کہ میں تجھے چھوڑ دوں ''اھل بھما جمیعا'' یعنی جب حضرت علی نے دیکھا کہ حضرت عثمان اپنے موقف پر مضبوط ہیں اور باز نہیں آتے ہیں تو آپ نے اختلاف سے بچنے کے لئے حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کرلی۔منۃ المنعم نے یہی مطلب لیا ہے لیکن علامہ نووی نے یہ مطلب لیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان کے سامنے ہی قران کی نیت کرلی اور حضرت عثمان کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی کہ دونوں کو الگ الگ سفر میں ادا کرو، یہ مطلب زیادہ واضح ہے حضرت علی نے تمتع ہی کو اختیار کیا لیکن قران کی صورت میں۔

فسخ الحج الی العمرہ صحابہ سے خاص تھا

۲۹۶۳۔وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ:كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَاصَّةً.

صحابی رسول حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حج کے دوران تمتع محمد ﷺ کے صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔

۲۹۶۴۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَيَّاشٍ الْعَامِرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ:كَانَتْ لَنَا رُخْصَةً.يَعْنِي الْمُتْعَةَ فِي الْحَجِّ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے حج میں تمتع کی رخصت تھی۔

۲۹۶۵۔وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ فُضَيْلٍ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:قَالَ:أَبُو ذَرٍّ لَا تَصْلُحُ الْمُتْعَتَانِ إِلَّا لَنَا خَاصَّةً.يَعْنِي مُتْعَةَ النِّسَاءِ وَمُتْعَةَ الْحَجِّ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو تمتع کسی کے لئے جائز نہیں تھے سوائے ہمارے یعنی عورتوں سے متعہ کرنا اور حج میں تمتع کرنا۔

تشریح:

"لا تصلح المتعتان" یعنی دو متعے ایسے ہیں جو ہم صحابہ کی جماعت کے ساتھ خاص ہیں، ایک عورتوں کا متعہ اور دوسرا حج میں تمتع کا متعہ، حضرت ابوذر غفاریؓ نے عورتوں کے متعہ کے ابتدائی دور کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ متعۃ النساء غزوۂ خیبر کے موقع پر حرام قرار دیا گیا تھا اس کے بعد عارضی طور پر فتح مکہ کے موقع پر چند دنوں کے لئے اس کی اجازت دی گئی اور پھر قیامت تک کے لئے اس کو حرام کیا گیا، تو اس کی اجازت بھی صحابہ کرام کے ساتھ خاص تھی اور آیندہ امت کے لئے جائز نہیں ہے، اسی طرح فسخ الحج الی العمرۃ کر کے تمتع کرنا بھی صحابہ کے لئے صرف ایک سال میں جائز قرار دیا گیا تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا، ہاں اس صورت کے علاوہ تمتع قیامت تک امت کے لئے جائز ہے اس کلام سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ صحابہ نے جو تمتع کے خلاف بات کی ہے وہ اس خاص تمتع کی بات تھی اور اگر یہ نہ ہو تو پھر وہی تاویلات ہیں جو اس سے پہلے لکھی جا چکی ہیں۔

٢٩٦٦ـحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ:أَتَيْتُ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيَّ وَإِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيَّ فَقُلْتُ إِنِّي أَهُمُّ أَنْ أَجْمَعَ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ الْعَامَ.فَقَالَ:إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ لَكِنْ أَبُوكَ لَمْ يَكُنْ لِيَهُمَّ بِذَلِكَ.قَالَ:قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ فَذَكَرَ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ:إِنَّمَا كَانَتْ لَنَا خَاصَّةً دُونَكُمْ.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی الشعثاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ابراہیم نخعی اور ابراہیم التیمی کے پاس آیا اور ان سے کہا میں نے اس سال حج وعمرہ دونوں کو جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ابراہیم النخعی نے کہا کہ لیکن تمہارے والد نے تو کبھی ایسا ارادہ نہیں کیا۔ قتیبہ کہتے ہیں کہ جریر نے ہم سے عن ابراہیم التیمی عن ابیہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہ ابوذرؓ کے پاس ربذہ مقام پر گزرے تو ان سے اس بات یعنی حج وعمرہ کے جمع کرنے کے بارے میں ان سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے لئے خاص تھا تمہارے لئے نہیں۔

تشریح:

"انی اھم" "ھم یھم باب نصر ینصر سے قصد وارادہ کے معنی میں ہے" "ابوک لم یکن" یعنی آپ کے والد صاحب تو اس طرح نہیں کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فسخ الحج الی العمرہ کی بات تھی، اس لئے ابراہیم نخعی نے منع کر دیا کہ آپ کے والد صاحب تو اس طرح نہیں کرتے تھے اس لئے قتیبہ سے ایک اور سند کے ساتھ ابراہیم تیمی کے حوالہ سے حضرت ابوذر غفاری کی حدیث کو امام مسلم نے چلا دی

جس میں تصریح موجود ہے کہ فسخ الحج الی العمرة صحابہ کے ساتھ خاص تھا وہ بھی صرف ایک سال کے لئے اب اُمت کے لئے جائز نہیں ہے۔

۲۹۶۷۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعاً عَنِ الْفَزَارِيِّ قَالَ: سَعِيدٌ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ: فَعَلْنَاهَا وَهَذَا يَوْمَئِذٍ كَافِرٌ بِالْعُرُشِ. يَعْنِي بُيُوتَ مَكَّةَ.

مروان بن معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سلیمان التیمی نے غنیم بن قیس کے حوالہ سے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے (غنیم نے) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے تمتع کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ ہم نے تو ایسا کیا ہے جب کہ اس دن معاویہؓ مکہ کے گھروں میں تھے حالت کفر پر (یعنی ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے)۔

۲۹۶۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ: فِي رِوَايَتِهِ يَعْنِي مُعَاوِيَةَ.

حضرت سلیمان تیمی رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث منقول ہے اور ایک روایت میں انہوں نے فرمایا یعنی حضرت معاویہ۔

تشریح:

"فعلناها" حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عمرہ ادا کیا اشہر الحج میں جبکہ معاویہ اس وقت مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے، حضرت معاویہ چونکہ اشہر الحج میں عمرہ کو منع کرتے تھے اس لئے حضرت سعد نے ان پر سخت رد کیا اور عمرہ کو جائز قرار دیا، اب سوال یہ ہے کہ اس عمرہ سے کونسا عمرہ مراد ہے؟

تو شارحین لکھتے ہیں کہ اس سے عمرۃ القضاء مراد ہے کیونکہ وہ عمرہ ذیقعدہ سات ہجری میں ہوا تھا جب کہ حضرت معاویہ مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے، علماء لکھتے ہیں کہ اس عمرہ سے جعرانہ کا عمرہ مراد نہیں لیا جا سکتا ہے کیونکہ اس وقت حضرت معاویہ مسلمان ہوگئے تھے اور وہ مکہ میں مقیم نہیں تھے بلکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوازن میں موجود تھے، اور اس عمرہ سے حجۃ الوداع کا عمرہ بھی مراد نہیں لیا جا سکتا ہے کیونکہ اس وقت حضرت معاویہ مکہ میں مقیم نہیں تھے بلکہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج میں تھے خلاصہ یہ کہ فعلناها میں اشارہ عمرۃ القضاء کی طرف ہے "وهذا كافر" یعنی حضرت معاویہ اس وقت کافر تھے مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے تو ان کو کیا پتہ تھا کہ تمتع کرنا منع ہے ای كافر مقيم بمكة، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ کافر کے لفظ سے متعارف معروف کفر مراد ہے یہ زیادہ واضح ہے۔

"بالعرش" عین پر ضمہ ہے اور را ساکن ہے مکہ مکرمہ کو عرش کہا گیا ہے کیونکہ عرش ان لکڑیوں کو کہتے ہیں جس کو مکان میں استعمال کر کے

سائبان اور چھپرہ سا بنایا جائے اور مکہ کی پوری آبادی اس وقت لکڑیوں سے بنی ہوئی تھی اس لئے اس کو العرش والعریش کہا گیا، علامہ نووی لکھتے ہیں ''سمیت بیوت مکة عرشا لانها عیدان تنصب وتظلل اھ '' زیر بحث روایت میں بھی العرش کی تفسیر میں ''یعنی بیوت مکة'' کی وضاحت موجود ہے جس طرح کہ اگلی روایت میں ''هذا '' کا مشار الیہ بیان کیا گیا ہے کہ ''یعنی معاویہ'' ھذا کا مشار الیہ ہے۔

۲۹۶۹۔ **وَحَدَّثَنِي** عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيعاً عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَ حَدِيثِهِمَا وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ.

حضرت سلیمان تیمی رضی اللہ عنہ سے اس طریق کے ساتھ سابقہ دونوں حدیثوں کی طرح مضمون منقول ہے اور سفیان کی حدیث میں حج میں تمتع کے الفاظ ہیں۔

۲۹۷۰۔ **وَحَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلاَءِ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ: قَالَ لِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ إِنِّي لأُحَدِّثُكَ بِالْحَدِيثِ الْيَوْمَ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهِ بَعْدَ الْيَوْمِ وَاعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَعْمَرَ طَائِفَةً مِنْ أَهْلِهِ فِي الْعَشْرِ فَلَمْ تَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسَخُ ذَلِكَ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتَّى مَضَى لِوَجْهِهِ ارْتَأَى كُلُّ امْرِئٍ بَعْدُ مَا شَاءَ أَنْ يَرْتَئِيَ.

حضرت مطرف کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے مجھ سے ایک روز فرمایا کہ میں آج تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آج کے بعد بھی اس سے نفع دے۔ جان لو کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کی ایک جماعت کو عشرۂ ذی الحج میں عمرہ کروایا۔ پھر کوئی آیت اس کے منسوخ ہونے کے بارے میں نازل نہیں ہوئی نہ ہی آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ اس جہان فانی سے گزر گئے۔ آپ کے بعد جس کا دل چاہے اپنی رائے سے جو چاہے کہے (لیکن اس کا تعلق حضور علیہ السلام سے کچھ نہ ہوگا)۔

تشریح:

''بعد الیوم ''یعنی تم کو جب مسئلہ معلوم ہو جائے گا تو آئندہ لوگوں کو بتاؤ گے جس سے تم کو اللہ تعالیٰ ثواب عطا کرے گا تمہارا نفع ہوگا

''اعمر طائفة من اهله ''یعنی آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج میں سے ایک عدد کو عمرہ کرایا اور عمرہ کے احرام و نیت کرنے کی اجازت دیدی ''ای اباح لهم ان یحرموا بالعمرة حین اتوا میقاتهم ذالحلیفة'' (الابی المالکی)

''فی العشر ''یعنی عشرہ ذی الحج کے دنوں میں نبی مکرم نے عمرہ کی اجازت دیدی جس سے فسخ الحج الی العمرہ ہو گیا اور لوگوں نے تمتع کیا

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی وفات تک کوئی ایسی آیت نہیں اتری جو تمتع کو روکتی ہو یا منسوخ کرتی ہو اور نہ نبی اکرم نے وفات تک تمتع سے منع کیا ہے۔ ''ارتای'' باب افتعال سے ارتیاء رائے قائم کرنے کے معنی میں ہے ''یرتئی'' یہ بھی باب افتعال سے مضارع کا صیغہ ہے رائے قائم کرنے کے معنی میں ہے ای قال برأیه او اختار بما شاء من رأیه ''یعنی عمر'' حضرت عمر فاروق کی جانب سے جو توجیہات کی گئی ہیں وہ پہلے گزر چکی ہیں بہرحال حضرت عمرؓ کا یہ حکم تشریعاً نہیں تھا بلکہ تدبیراً تھا۔

۲۹۷۱. وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كِلاَهُمَا عَنْ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ فِي هَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: ابْنُ حَاتِمٍ فِي رِوَايَتِهِ ارْتَأَى رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ. يَعْنِي عُمَرَ.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے اور ابن حاتم نے اپنی روایت میں فرمایا: پھر ایک آدمی نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا یعنی حضرت عمرؓ۔

۲۹۷۲۔ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلاَلٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ: قَالَ لِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ أُحَدِّثُكَ حَدِيثاً عَسَى اللَّهُ أَنْ يَنْفَعَكَ بِهِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتَّى مَاتَ وَلَمْ يَنْزِلْ فِيهِ قُرْآنٌ يُحَرِّمُهُ وَقَدْ كَانَ يُسَلَّمُ عَلَيَّ حَتَّى اكْتَوَيْتُ فَتُرِكْتُ ثُمَّ تَرَكْتُ الْكَيَّ فَعَادَ

مطرف کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ تمہیں ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نفع دیں۔ وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کے درمیان جمع فرمایا پھر اپنی وفات تک اس سے منع نہیں فرمایا، نہ ہی اسے حرام قرار دینے کے بارے میں قرآن (کی کوئی آیت) نازل ہوئی۔ عمرانؓ فرماتے ہیں کہ مجھ پر سلام کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب میں نے داغ لیا (زخم کو) تو سلام کرنا چھوڑ دیا گیا۔ پھر میں نے داغنا چھوڑ دیا تو دوبارہ سلام کیا جانے لگا۔

تشریح:

''وقد کان یسلم علی ''یعنی فرشتے مجھے سلام کرتے تھے ''حتی اکتویت '' اکتواء علاج کے لئے جسم پر گرم لوہے سے داغ دینے کو کہتے ہیں پہلے زمانے میں اور اب بھی دیہاتوں میں کئی امراض کے علاج کے لئے داغ کے ماہرین جانوروں اور انسانوں کو داغ دیتے ہیں، شریعت نے اس کو نہی ارشادی کے طور پر منع کیا ہے۔ حضرت عمران بن حصین کو بواسیر کی بیماری لاحق تھی اس لئے انہوں نے جسم پر داغ لگوائے جس سے فرشتے ناراض ہوگئے، تو پہلے فرشتے ان کو سلام کرتے تھے اب انہوں نے سلام کرنا بند کر دیا حضرت عمران بن حصین نے جب داغ لگوانا بند کر دیا تو فرشتوں نے پھر سلام شروع کیا۔ حدیث کے اس ٹکڑے کو حضرت عمران بن حصین نے شاید اس لئے پیش کر دیا کہ وہ اپنے مقام کو ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ دیکھو تمتع کرنے میں ہم کسی غلط کام کی طرف نہیں جاتے ہیں، الحمد للہ ہم سے تو فرشتے سلام

کے لئے آتے ہیں تمتع کا حکم ہے ہم کسی کی رائے پر اس کو ترک نہیں کر سکتے ہیں، اگلی حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے شاگرد کو سلام کے اس قصہ کو بیان کرنے سے روکا۔

۲۹۷۳۔**حَدَّثَنَاهُ** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ:سَمِعْتُ مُطَرِّفاً قَالَ:قَالَ:لِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ.بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ.

حضرت حمید بن ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت مطرف سے سنا انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت عمران بن حصینؓ نے حضرت معاذؓ کی حدیث کی طرح مضمون بیان فرمایا۔

۲۹۷٤۔**وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ:ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ:بَعَثَ إِلَيَّ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَقَالَ:إِنِّي كُنْتُ مُحَدِّثَكَ بِأَحَادِيثَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَنْفَعَكَ بِهَا بَعْدِي فَإِنْ عِشْتُ فَاكْتُمْ عَنِّي وَإِنْ مُتُّ فَحَدِّثْ بِهَا إِنْ شِئْتَ إِنَّهُ قَدْ سُلِّمَ عَلَيَّ وَاعْلَمْ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَدْ جَمَعَ بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ فِيهَا كِتَابُ اللَّهِ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ.قَالَ:رَجُلٌ فِيهَا بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ.

مطرف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے اپنے مرض الموت میں انہیں بلا بھیجا۔ اور کہا کہ میں تمہیں چند احادیث بیان کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے نفع عطا فرمائے، میرے بعد۔ اگر میں زندہ رہا (اور اس مرض سے صحت یاب ہوگیا) تو میرے نام سے یہ احادیث بیان مت کرنا اور اگر میں مرگیا تو تم چاہو تو بیان کر دینا۔ بے شک مجھ پر سلام کیا گیا ہے (فرشتوں کی طرف سے) اور بے شک اللہ کے نبی نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا: پھر نہ (اس کے منع کرنے کے بارے میں) کتاب اللہ نازل ہوئی نہ ہی نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا، اور اس شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا (حضرت فاروق اعظم کی طرف اشارہ ہے)۔

تشریح:

''بـاحـادیـث'' یہ جمع ہے اس کا مفرد حدیث ہے جمع کے لئے کم از کم تین کے عدد کی ضرورت ہوتی ہے تو تین احادیث کو بیان کرنا تھا حالانکہ یہاں حضرت عمران نے صرف ایک حدیث بیان کی ہے جس کا تعلق حج تمتع سے ہے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ باقی احادیث راوی کی روایت میں موجود نہیں ہیں شاید ان سے بیان کرنے میں رہ گئیں ہیں۔

''فان عشت فاکتم عنی''یعنی جب تک میں زندہ رہوں تم فرشتوں کے سلام کا قصہ کسی کے سامنے بیان نہ کرو کیونکہ اس سے لوگوں میں انتشار پیدا ہوسکتا ہے اور میں بھی عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہوسکتا ہوں البتہ موت کے بعد بیان کر سکتے ہو، عز بن عبدالسلام فرماتے

ہیں کہ فرشتوں کا سلام کرنا کرامات اولیاء کے قبیل سے ہے اور یہ ممکن بھی ہے اور جائز بھی ہے پاکیزگی کا مقام جب بلند ہو جاتا ہے تو انسان کے ساتھ فرشتوں کا معاملہ اور سلسلۂ کلام بڑھ جاتا ہے سابقہ امتوں میں تو بہت عام تھا، امت محمدیہ میں بہت کم بلکہ شاذ ونادر ہے، عز بن عبدالسلام اپنے زمانے کے بعد تشدد پسند علماء کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فتویٰ دیا کہ اگر کسی نے کہا کہ آج میرے ساتھ فرشتوں نے کلام کیا تو ایسے شخص کو توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا، زیر بحث حدیث ایسے لوگوں پر رد کرتی ہے، ہاں یہ دعویٰ لوگوں کے مختلف احوال پر مبنی ہے کسی کا درجہ پاکیزگی میں اعلیٰ ہو تو اس کرامت کا ظہور ممکن ہے اور اگر کوئی شخص متقی پرہیزگار نہ ہو اور یہ دعویٰ کرے تو اس کو پکڑ کر توبہ پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

۲۹۷۵۔**وَحَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ: اعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ فِيهَا كِتَابٌ وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: فِيهَا رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ.

مطرف کہتے ہیں کہ عمران بن حصینؓ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمتع کیا پھر اس کے (منع کرنے کے بارے میں) قرآن بھی نازل نہیں ہوا۔ اس شخص نے (فاروق اعظم) نے اپنی طرف سے جو چاہا کہہ دیا۔

۲۹۷۶۔**وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَنْزِلْ فِيهِ الْقُرْآنُ. قَالَ: رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ.

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا اور اس بارے میں قرآن بھی نازل نہیں ہوا تو ایک آدمی نے اس بارے میں اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

۲۹۷۷۔**وَحَدَّثَنِيهِ** حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَاسِعٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: تَمَتَّعَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ وَتَمَتَّعْنَا مَعَهُ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (حج) تمتع فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ (حج) تمتع فرمایا۔

۲۹۷۸۔**حَدَّثَنَا** حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ: قَالَ: عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ يَعْنِي مُتْعَةَ الْحَجِّ وَأَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ لَمْ تَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسَخُ آيَةَ مُتْعَةِ الْحَجِّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى

مَاتَ. قَالَ: رَجُلٌ بِرَأْيِهِ بَعْدُ مَا شَاءَ.

ابورجاء کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' متعہ حج (تمتع) کی آیت کتاب اللہ میں نازل ہوئی اور رسول اللہ نے ہمیں تمتع کا حکم فرمایا۔ پھر کوئی آیت بھی نازل نہیں ہوئی جو تمتع کی آیت کومنسوخ کر دیتی اور نہ ہی رسول اللہ نے اس سے منع فرمایا اپنی وفات تک۔ اس شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

۲۹۷۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عِمْرَانَ الْقَصِيرِ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَلَمْ يَقُلْ وَأَمَرَنَا بِهَا.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے اس طریق سے سابقہ حدیث ہی کا مضمون منقول ہے لیکن سوائے اس بات کے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس (حج متعہ) کو کیا اور یہ نہیں کہا کہ حکم کیا ہم کو رسول اللہ ﷺ نے اس کا (یعنی جیسے اوپر کی روایت میں حکم کا ذکر تھا ویسا اس روایت میں ذکر نہیں)۔

باب وجوب الدم على المتمتع وان لم يجدفعليه الصوم

متمتع پر قربانی واجب ہے اگر عاجز ہوتو روزے رکھے گا

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۲۹۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لاَ يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْياً فَلْيَصُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ. وَطَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلاَثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ وَمَشَى أَرْبَعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ رَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ

حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَهْدَىٰ وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ.

حضرت سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے تمتع فرمایا حجۃ الوداع کے موقع پر کہ عمرہ کو حج میں ملا دیا اور قربانی کی کہ آپ ذوالحلیفہ سے ہدی کو ساتھ لے کر گئے تھے۔ ابتداء میں آپ نے عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہا پھر حج کی نیت سے تلبیہ کہا اور لوگوں نے بھی رسول اللہ کے ہمراہ تمتع کیا عمرہ اور حج کو ملا کر۔ لوگوں میں سے بعض تو وہ تھے جو ہدی ساتھ لائے تھے، انہوں نے قربانی کی اور بعض وہ تھے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے فرمایا: تم میں سے جو ہدی لایا ہے اس کے لئے کوئی وہ چیز حلال نہیں جو (احرام کی وجہ سے) حرام ہوگئی ہے اس وقت تک جب تک کہ اپنے حج سے فارغ ہو جائے اور جو لوگ تم میں سے ہدی نہیں لائے انہیں چاہئے کہ وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی سے فارغ ہو کر قصر کرالے (بال چھوٹے کرالے) اور حلال ہو جائے۔ پھر (۸ ذی الحجہ) حج کا الگ سے احرام باندھے اور قربانی کرے اور جسے ہدی کا جانور نہ ملے (نہ میسر ہو) تو ایام حج میں تین روزے رکھے اور سات روزے گھر لوٹنے کے بعد رکھے۔ رسول اللہ ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ پہلے حجر اسود کا استلام کیا۔ پھر سات میں سے پہلے تین چکر اُچھل کر (اکڑ کر) کئے (رمل کیا) جب کہ چار چکروں میں عام چال سے چلے۔ طواف سے فارغ ہو کر بیت اللہ کے پاس مقام ابراہیم کے نزدیک دو رکعت پڑھیں۔ سلام پھیر کر آپ مڑے اور صفا پر تشریف لائے۔ صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے پھر کوئی چیز اپنے اوپر حلال نہیں کی کہ جس کو (احرام کی وجہ سے) حرام کر لیا تھا یہاں تک کہ اپنے حج سے فارغ ہو گئے اور ہدی کو قربان کر دیا یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ کو) اور مشعر حرام سے لوٹنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا (طواف زیارت) پھر ہر وہ چیز حلال کر لی جو اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ اور ہر وہ شخص جس کے پاس بھی ہدی تھی اور وہ ہدی لایا تھا اس نے وہی کیا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

تشریح:

''ثم یھل بالحج'' یعنی آٹھ ذوالحجہ یوم الترویہ کے دن حرم سے احرام باندھ کر منیٰ کی طرف جائیں اور ساتھ ہدی کا جانور بھی ہنکا کر لے جائیں تا کہ رمی جمرات کے بعد دم تمتع کی قربانی کر سکیں ''فلیصم'' یعنی اگر قارن اور متمتع کو قربانی کی استطاعت نہیں ہے تو وہ قربانی کی جگہ روزے رکھے قربانی کی عدم استطاعت کی ایک صورت یہ ہے کہ اس شخص کے پاس قربانی کی رقم نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قربانی کا جانور موجود نہیں ہے کہ خرید لے، تیسری صورت یہ ہے کہ جانور ملتا تو ہے لیکن اس کی قیمت عام عرف وعادت کے خلاف ہے حد سے زیادہ مہنگا ہے۔ ''فلیصم'' قربانی دستیاب نہیں تو پھر دم تمتع کے بدلے میں یہ متمتع اور قارن دس روزے رکھے تین روزے یوم عرفہ سے پہلے کے اور سات روزے اس وقت رکھے جب گھر واپس آجائے۔ ان روزوں کی ترتیب اس طرح ہے کہ مثلاً پانچ ذوالحجہ کو حاجی

احرام باندھے اور روزہ رکھنا شروع کردے آٹھ ذوالحجہ تک تین روزے مکمل کرے اور عرفہ کے دن کا روزہ نہ رکھے کیونکہ اس میں ذکر اللہ میں مشغول ہوتا ہے اگر رکھتا ہے تو فقہاء نے جائز لکھا ہے پھر حج کے مکمل کرنے کے بعد اگر سہولت ہے تو مکہ ہی میں سات روزے رکھے تا کہ دس مکمل ہوجائے اور اگر واپس جا کر سات روزے رکھ کر دس مکمل کرلے تو وہ بھی صحیح ہے۔ظاہری حدیث میں ''اذارجع الی اھلہ'' کا لفظ بتا رہا ہے کہ گھر میں جا کر آرام سے رکھنا زیادہ بہتر ہے۔شوافع حضرات مکہ میں حج سے فراغت کے بعد روزہ رکھنے کو جائز نہیں کہتے ہیں بلکہ گھر جا کر رکھنا ہوگا فقہاء احناف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر یہ تین روزے حاجی نے نہیں رکھے اور دس ذوالحجہ گزر گیا تو اب اس حاجی پر دم لازم ہوگیا، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایام تشریق کے بعد رکھے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ تین روزے اگر رہ گئے تو ایام تشریق میں رکھنا بھی جائز ہے۔

۲۹۸۱۔**وَحَدَّثَنِيهِ** عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْحَجِّ إِلَى الْعُمْرَةِ وَتَمَتُّعِ النَّاسِ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ خبر دیتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کے تمتع بالحج اور آپ کے ساتھ لوگوں کے تمتع بالحج کی روایت اسی طرح نقل فرمائی جس طرح کہ حضرت سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

باب ان القارن لايتحلل الابعد ما ينحر هديه

قارن قربانی کرنے کے بعد حلال ہوگا

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۲۹۸۲۔**حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ: إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زوجہ مطہرہ رسول اُم المومنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! کیا حال ہے لوگوں کا کہ وہ احرام کھول چکے ہیں جب کہ آپ نے عمرہ سے فارغ ہو کر احرام نہیں کھولا؟ فرمایا کہ میں نے سر کے بالوں کو لیپ دیا ہے اور ہدی کو قلادہ ڈال دیا ہے لہذا جب تک قربانی نہ کرلوں نہیں کھولوں گا۔

تشریح:

"قالت حفصة" اس باب کی پانچوں احادیث ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں حضرت حفصہ نے انتہائی اہتمام کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا ہے کہ فسخ الحج الی العمرۃ کر کے سب لوگ حلال ہو گئے ہیں آپ کیوں حلال نہیں ہوتے ہیں؟ آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ میں عمرہ کے ساتھ ہدی کا جانور ہنکا کر لایا ہوں دوسرا یہ کہ میں نے سر میں تلبید کیا ہوا ہے، اب ہدی کا جانور جب تک ذبح نہیں ہوگا میں احرام نہیں کھول سکتا، یہ دم تمتع ہے اس کلام سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ قارن تھے، علامہ نووی اس مقام میں لکھتے ہیں **وهذا دليل للمذهب الصحيح المختار الذى قدمناه واضحا بدلائله فى الابواب السابقة مرات ان النبى صلى الله عليه وسلم كان قارنا فى حجة الوداع فقولها من عمرتک اى العمرة المضمومة الى الحج وفيه ان القارن لايتحلل بالطواف والسعى** (نووی)

قران کا نقشہ اور تعارف

قران اس کو کہتے ہیں کہ میقات سے آدمی عمرہ اور حج کے لئے ایک ساتھ نیت کر کے احرام باندھے نیت کے الفاظ یہ ہیں **اللهم انى اريد الحج والعمرة فيسرهما لى وتقبلهما منى** اس نیت کے بعد یہ شخص قارن ہو گیا اب مکہ آکر پہلے یہ شخص عمرہ کرے گا عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہو کر پھر دوبارہ طواف حج یعنی طواف قدوم کرے گا اور پھر سعی کرے گا اس سے فارغ ہو کر یہ شخص احرام کی حالت میں بیٹھ جائے گا اور پھر یوم الترویہ میں منیٰ اور عرفات کی طرف جائے گا وہاں سے واپس مزدلفہ آئے گا پھر رمی جمرات کرے گا اور پھر قربانی اور حلق کر کے طواف زیارت کے لئے آجائے گا، ائمہ احناف کے نزدیک حج قران کا یہی نقشہ پیش ہے لیکن شوافع وغیرہ کے نزدیک حج قران میں صرف نیت کا فرق ہے کہ عمرہ وحج کی نیت ایک ساتھ ہے باقی افعال اسی طرح ہیں جس طرح حج افراد میں ہیں مزید کسی چیز میں کوئی فرق نہیں ہے یہ مسلک بھی عجیب ہے کہ صرف نیت سے سب کچھ مل گیا۔

۲۹۸۳۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ لَمْ تَحِلَّ بِنَحْوِهِ.

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کیا ہوا کہ آپ حلال نہیں ہوئے (آپ نے فرمایا: میں ہدی ساتھ لایا ہوں جب تک قربانی نہ کرلوں حلال نہیں ہوں گا)۔

۲۹۸۴۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ: إِنِّي قَلَّدْتُ هَدْيِي وَلَبَّدْتُ

رَأْسِی فَلاَ أَحِلُّ حَتّٰی أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ .

حضرت اُم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ حلال ہوگئے ہیں جب کہ آپ ابھی تک اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے ہدی کے قلادہ ڈال دیا ہے جب کہ اپنا سر بھی لیپ چکا ہوں لہذا جب تک حج کی قربانی نہ کرلوں حلال نہ ہوں گا۔

۲۹۸۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ فَلاَ أَحِلُّ حَتّٰی أَنْحَرَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! (پھر آگے) مالک کی حدیث کی طرح روایت نقل کی کہ آپ نے فرمایا: میں حلال نہیں ہوں گا جب تک کہ قربانی نہ کرلوں۔

۲۹۸۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُومِيُّ وَعَبْدُ الْمَجِيدِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ. قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَحِلَّ قَالَ: إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلاَ أَحِلُّ حَتّٰی أَنْحَرَ هَدْيِي .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج کو حکم دیا کہ حلال ہوجائیں، تو حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، آپ کو حلال ہونے سے کیا مانع ہے؟ فرمایا کہ میں سر کو خطمی سے لیپ چکا ہوں اور ہدی کے قلادہ ڈال چکا ہوں لہذا جب تک ہدی کی قربانی نہ کرلوں حلال نہیں ہوں گا۔

باب التحلل بالاحصار للمعتمر والحاج

حاجی اور معتمر کا احصار کی وجہ سے حلال ہونے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۲۹۸۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ فِي الْفِتْنَةِ مُعْتَمِراً وَقَالَ: إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجَ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتّٰی إِذَا ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَاءِ الْتَفَتَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلاَّ وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ. فَخَرَجَ حَتّٰی إِذَا جَاءَ الْبَيْتَ طَافَ بِهِ سَبْعاً وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعاً لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِ وَرَأٰى أَنَّهُ مُجْزِءٌ عَنْهُ وَأَهْدٰى.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کی نیت سے نکلے، اورانہوں نے فرمایا کہ اگر میں روک دیا گیا بیت اللہ میں داخل ہونے سے تو ہم وہی کریں گے جو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ نکلے، عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہا اور چل پڑے۔ جب بیداء کے مقام پر پہنچے تو اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر حج کو بھی عمرہ کے ساتھ واجب کرلیا ہے۔ پھر وہ نکلے یہاں تک کہ بیت اللہ میں آئے اور سات چکر لگا کر صفاومروہ کے درمیان سعی کی سات چکر لگا کر۔ اس سے زائد کچھ نہیں کیا اور یہی خیال کیا کہ یہی کافی ہے اور اس کے بعد قربانی کی۔

تشریح:

''خرج فی الفتنة'' اس فتنہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر اور حجاج بن یوسف کی جنگ کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے اہل مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنا امیر مقرر کیا تو مدینہ اور عراق اہل حجاز اور اہل مشرق تک ان کی حکومت پھیل گئی ادھر شام اور مصر پر مروان کی حکومت قائم ہوگئی مروان جب مرگیا تو اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے خلاف فوج کشی کی اور حجاج بن یوسف کو اس کا قائد مقرر کیا جنگ ہوتی رہی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہوگئے۔ اس حدیث میں اور آئندہ حدیثوں میں اسی فتنہ کی طرف اشارہ ہے فتنہ تو حجاج نے کیا مگر ان جنگوں کو فتنہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ ۷۳ھ کی بات ہے اس زمانہ میں حضرت ابن عمرؓ حج کے لئے روانہ ہوگئے آپ نے ذوالحلیفہ میں عمرہ کا احرام باندھا جب ذوالحلیفہ سے کچھ آگے جاکر مقام بیداء میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اگر عمرہ کے احرام میں مجھے روکا گیا تو حج کا بھی یہی حکم ہے حج اور عمرہ احصار کے معاملہ میں ایک ہی چیز ہے لہذا مقام بیداء سے آپ نے حج کی نیت بھی کردی اور قارن ہوگئے لوگوں نے آپ سے کہا کہ دیکھو آگے حالات خراب ہیں مکہ میں جنگ ہورہی ہے آپ کو لوگ روک دیں گے اور عمرہ وحج مکمل نہیں ہوسکے گا اس لئے آپ نہ عمرہ کیلئے جائیں اور نہ حج کے لئے جائیں اس سال سفر نہ کریں۔ حضرت ابن عمر نے جواب میں فرمایا کہ اگر مجھے روکا گیا تو کوئی پرواہ نہیں ہے ہمارے لئے نبی اکرم ﷺ کا نمونہ موجود ہے جب آپ کو اہل مکہ نے عمرہ سے روکا تو آپ نے احرام کھولا میں بھی اسی طرح کروں گا، یہ کہہ کر آپ نے عمرہ کے بعد حج کی نیت بھی کی اور قارن بن کر مکہ گئے طواف کیا سعی کی اور حج مکمل کیا اسی سال میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہوگئے تھے آپ نے تعزیتی کلمات کہدیئے تو خفیہ طور پر حجاج نے آپ کو قتل کروایا مکہ میں آپ ذی طوی میں مدفون ہیں ''ولم یزد علیه'' یعنی قران کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کو کافی سمجھا اس باب کی دیگر احادیث سے بھی واضح طور پر قران کا طریقہ یہی بتایا گیا ہے جو طریقہ افراد کا ہے، احناف اس میں تاویل کرتے ہیں مگر وہ بعید ہے۔

''مجزی عنه'' یعنی حضرت ابن عمرؓ نے سمجھا کہ یہ ایک طواف اور ایک سعی قران کی طرف سے کافی ہے۔

۲۹۸۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ

عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ حِينَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ لِقِتَالِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَا لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ فَإِنَّا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ يُحَالُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ قَالَ: فَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً. فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ فَلَبَّى بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ قَالَ: إِنْ خُلِّيَ سَبِيلِي قَضَيْتُ عُمْرَتِي وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ. ثُمَّ تَلَا (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) ثُمَّ سَارَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَهْرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْعُمْرَةِ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْحَجِّ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ. فَانْطَلَقَ حَتَّى ابْتَاعَ بِقُدَيْدٍ هَدْيًا ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا بِحَجَّةٍ يَوْمَ النَّحْرِ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ دونوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس زمانہ میں جب حجاج بن یوسف (ظالم الامۃ) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کے لئے مکہ آچکا تھا کہ اس سال اگر آپ حج نہ کریں تو آپ کا کوئی نقصان نہ ہوگا ہمیں اندیشہ ہے کہ لوگوں کے درمیان جنگ وقتال آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل نہ ہوجائے (کہ آپ بیت اللہ نہ جاسکیں لڑائی کی وجہ سے)۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگئے تو میں ویسا ہی کروں گا جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اس وقت جب کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگئے تھے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) اور میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا ہے۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے۔ ذوالحلیفہ میں عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہا پھر فرمایا: اگر میرا راستہ چھوڑ دیا گیا تو میں اپنا عمرہ پورا کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی حائل ہوگیا تو میں وہی کروں گا جیسا رسول اللہ نے کیا تھا اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ پھر ابن عمر نے یہ آیت پڑھی: لقد کان لکم الخ بیشک تمہارے واسطے رسول اللہ کے عمل میں بہترین نمونہ ہے'' پھر چلے یہاں تک کہ جب بیداء کی پشت پر پہنچے تو فرمایا کہ حج وعمرہ دونوں کا ایک ہی معاملہ ہے۔ (کہ دونوں ہی کی نیت سے تلبیہ پڑھ سکتے ہیں) اگر میرے اور عمرہ کے درمیان (جنگ وغیرہ) حائل ہوگئی تو پھر میرے اور حج کے درمیان بھی رکاوٹ ہوجائے گی۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کرلیا ہے۔ پھر ابن عمرؓ چلے اور ''قدید'' کے مقام پر ہدی کا جانور خریدا۔ پھر حج وعمرہ دونوں کی نیت سے ایک ہی طواف کیا بیت اللہ کا اور ایک ہی بار صفا ومروہ کی سعی کی۔ پھر دونوں سے حلال نہ ہوئے بلکہ حج سے فارغ ہوکر یوم النحر (قربانی کے دن) دونوں کا احرام کھولا۔

تشریح:

''ابتاع بقدید'' قدید مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو ذوالحلیفہ سے مکہ کی طرف تقریباً تین سو کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اس سے معلوم ہوا کہ قارن کے لئے میقات سے ہدی کا جانور لیکر جانا ضروری نہیں ہے بلکہ راستے میں خرید سکتا ہے۔

۲۹۸۹۔**وحَدَّثَنَاهُ** ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ:أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ الْحَجَّ حِينَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ. وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ هَذِهِ الْقِصَّةِ وَقَالَ:فِي آخِرِ الْحَدِيثِ وَكَانَ يَقُولُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كَفَاهُ طَوَافٌ وَاحِدٌ وَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعاً.

نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے جس سال حجاج بن یوسف، ابن الزبیر سے جنگ کے لئے آیا اس سال حج کا ارادہ کیا، آگے سابقہ حدیث ہی کا مضمون بیان کیا۔ آخر میں یہ اضافہ ہے کہ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے: جس نے حج وعمرہ کو اکٹھا کیا اس کے واسطے ایک ہی طواف (دونوں کے لئے) کافی ہے۔ اور جب تک دونوں سے (حج وعمرہ سے) فارغ نہ ہو جائے حلال نہ ہو''۔

تشریح:

''کفاه طوافا واحدا'' یعنی قارن کے لئے ایک طواف کافی ہے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب قارن یوم نحر سے پہلے طواف کر لیتا ہے تو یہ ایک طواف عمرہ کے لئے بھی کافی ہے اور طواف قدوم کے لئے بھی کافی ہے اسی طرح ایک سعی بھی حج اور عمرہ دونوں کے لئے کافی ہو جاتی ہے اور اگر قارن نے یوم النحر کے دن یا اس کے بعد طواف کیا تو یہ ایک طواف حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے اور یہی مسئلہ سعی کا بھی ہے (منۃ المنعم) آنے والی روایت میں ''بطوافه الاول'' کا جملہ بھی کفاہ طواف واحد کی طرح ہے اس کا اور اس کا مطلب ایک ہی ہے۔

۲۹۹۰۔**وحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ فَقَالَ:لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً. ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ:مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ اشْهَدُوا قَالَ:ابْنُ رُمْحٍ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِي. وَأَهْدَى هَدْياً اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ ثُمَّ انْطَلَقَ يُهِلُّ بِهِمَا جَمِيعاً حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ

الْأَوَّلِ. وَقَالَ: ابْنُ عُمَرَ كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ.

نافع کہتے ہیں کہ جس سال حجاج بن یوسف، حضرت ابن زبیرؓ سے جنگ کے لئے مکہ مکرمہ آیا، اس سال ابن عمرؓ نے حج کا ارادہ کیا۔ ان سے کہا گیا کہ لوگوں کے درمیان جنگ ہونے والی ہے اور ہمیں اندیشہ یہ دامن گیر ہے کہ آپ کو روک لیا جائے گا (حرم جانے سے) ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: ''تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے عمل میں بہترین نمونہ ہے''۔ لہذا میں (روکے جانے کی صورت میں) وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کیا ہے۔ پھر ابن عمرؓ نکلے، جب ''بیداء'' کی پشت پر پہنچے تو فرمایا: ''حج وعمرہ دونوں کا ایک ہی معاملہ ہے (طواف وسعی عمرہ میں بھی ہے اور حج میں بھی) لہذا گواہ رہو میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کرلیا ہے (نیت کرکے) اور ہدی کا جانور جسے قدید سے خریدا تھا ساتھ لیا پھر چل پڑے دونوں ہی کی نیت سے تلبیہ پڑھتے ہوئے یہاں تک کہ مکہ آئے، بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی کی۔ اس سے زائد کچھ نہیں کیا، نہ قربانی کی، نہ حلق نہ قصر کرایا، اور نہ ہی کسی چیز کو حلال کیا اپنے اوپر جسے (احرام باندھ کر) حرام کرلیا تھا۔ یہاں تک کہ یوم النحر جب آیا تو قربانی کی اور حلق بھی کروایا اور اپنے پہلے طواف ہی کو حج وعمرہ کے لئے کافی خیال کیا۔ اور ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔

تشریح:

"**بطوافه الاول**" یہ قارن کا مسئلہ ہے ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ عام حاجی اور قارن کا فرق صرف نیت کرنے اور احرام باندھنے میں ہے اس کے بعد افعال حج میں **قارن** اور غیر قارن سب برابر ہیں۔ لیکن ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ قارن دوطواف اور دوسعی کرے گا۔ جمہور نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ''طوافا واحدا'' کا واضح لفظ موجود ہے۔

احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ **طوافا واحدا** کا مطلب یہ ہے کہ ''**انما طافوا لکل منهما طوافا واحدا**'' یعنی حج اور عمرہ دونوں میں سے ہر ایک کے لئے **ایک ایک طواف** کیا۔ شیخ الہند رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ یہاں طواف سے مراد طواف قدوم نہیں ہے بلکہ طواف زیارت مراد ہے اور وہ سب کے لئے ایک ہے۔ بہر حال یہ دونوں تاویلیں ہیں اور بعید بھی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر قارن کے افعال میں قران کا اثر ظاہر نہ ہو جائے تو پھر قران کا مطلب کیا ہوا پھر اس کو افراد یا تمتع سے الگ نام اور مقام کیوں دیا گیا؟

ادھر دار قطنی کی ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قارن کے لئے دوطواف اور دوسعی ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی منقول ہے کہ قارن **دوطواف اور دوسعی کرے گا ایک عمرہ** کے لئے اور دوسرا حج کے **طواف قدوم** کے لئے کریگا۔

۲۹۹۱۔ **حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي**

إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. بِهَذِهِ الْقِصَّةِ. وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ ﷺ إِلَّا فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ حِينَ قِيلَ لَهُ يَصُدُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ. قَالَ: إِذًا أَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ هَكَذَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. كَمَا ذَكَرَهُ اللَّيْثُ.

حضرت ابن عمرؓ سے یہی واقعہ نقل کیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کا ذکر نہیں کیا پہلی حدیث کے علاوہ میں جس وقت ان سے کہا گیا کہ لوگ آپ کو بیت اللہ سے روک دیں گے انہوں نے فرمایا: میں وہی کروں گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا اور حدیث کے آخر میں یہ ذکر نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کیا ہے، جس طرح کہ لیث نے اس سے ذکر کیا ہے

باب فی الافراد والقران

حج افراداورحج قران کابیان

اس باب میں امام مسلم نے تین حدیثوں کو بیان کیا ہے

۲۹۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى قَالَ: أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَوْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا.

حضرت نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج افراد کی نیت سے تلبیہ کہا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے افراد کی نیت سے تلبیہ کہا۔

۲۹۹۳۔ وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُلَبِّي بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيعًا. قَالَ: بَكْرٌ فَحَدَّثْتُ بِذَلِكَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: لَبَّى بِالْحَجِّ وَحْدَهُ. فَلَقِيتُ أَنَسًا فَحَدَّثْتُهُ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ: أَنَسٌ مَا تَعُدُّونَنَا إِلَّا صِبْيَانًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو حج وعمرہ دونوں کی ایک ساتھ لبیک کہتے سنا حضرت بکر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: کہ حضور ﷺ نے صرف حج کے لئے تلبیہ کہا تھا۔ میں پھر حضرت انسؓ سے ملا اور ان سے ابن عمرؓ کا قول نقل کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: تم تو شاید ہمیں بچہ سمجھتے ہو۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ الفاظ کہتے سنا: لبیک عمرة وحجا

تشریح:

"ماتعدوننا الا صبیانا" حضرت انس اور حضرت ابن عمرؓ کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ کھڑا ہوگیا تھا حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ حجۃ الوداع میں مفرد تھے آپ نے حج افراد کا احرام باندھا تھا ہم نے بھی اسی طرح افراد کا احرام باندھا تھا حضرت ابن عمرؓ اس پر زور دے رہے تھے اور حاجیوں کو حج افراد کا حکم بھی دیتے تھے اب درمیان میں شاگردوں کی وجہ سے یہ مسئلہ پیچیدہ ہوگیا، شیخ بکر درمیان میں آگئے اور اس نے حضرت انس کے حوالہ سے حضرت ابن عمرؓ کو بتادیا کہ حضرت انسؓ تو فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ قارن تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بھائی نبی اکرم ﷺ مفرد تھے شیخ بکر نے جا کر حضرت انس سے پھر شکایت کی کہ حضرت ابن عمرؓ تو اصرار کررہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ مفرد تھے اس پر حضرت انسؓ غصے ہوگئے اور فرمایا کہ گویا تم لوگ ہم کو بچوں میں شمار کرتے ہو۔ دوسری حدیث میں بطور طنز فرماتے ہیں کہ جی ہاں ہم گویا اس وقت بچے تھے پھر فرمایا کہ میں نے خود نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھا یعنی قران کیا، علامہ نووی ان دونوں صحابہ کے رائے میں اختلاف کے بارے میں یوں تطبیق دیتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ کی ابتدائی حالت کو بیان کیا ہے اور ابتداء میں آپ افراد میں تھے اور حضرت انسؓ نے آنحضرت ﷺ کی آخری حالت کو بیان کیا ہے اور بعد میں آپ قران میں تھے تو کوئی تعارض نہیں ہے اور تمام احادیث میں تطبیق آگئی منۃ المنعم کے مؤلف نے یوں تطبیق دی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور اکرم ﷺ سے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس میں احتمال ہے کہ آنحضرت قارن تو تھے لیکن آپ نے تلبیہ میں قران کا ذکر نہیں کیا جس سے افراد کا گمان پیدا ہوگیا لیکن حضرت انس کی حدیث میں تصریح موجود ہے کہ آنحضرت نے عمرہ اور حج کا نام لیکر تلبیہ پڑھا تو یہ مفسر ہے اور ابن عمر کی روایت مجمل ہے اور مجمل ومفسر میں تعارض کے وقت ترجیح مفسر کو ہوتی ہے لہذا حضرت انس کی روایت کو ترجیح ہوگی کہ آپ قارن تھے یہ اس مؤلف کے کلام کی تفصیل ہے۔

۲۹۹٤ ـ **وَحَدَّثَنِي** أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رضی الله عنه أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَهُمَا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ قَالَ: فَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ. فَرَجَعْتُ إِلَى أَنَسٍ فَأَخْبَرْتُهُ مَا قَالَ: ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ: كَأَنَّمَا كُنَّا صِبْيَانًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کو جمع کیا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ہم نے حج کا احرام باندھا تھا راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کی طرف لوٹا اور میں نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابن عمرؓ کیا کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ گویا کہ ہم بچے تھے۔

باب من احرم بالحج ثم قدم مكة يطوف ويسعى

جو شخص احرام باندھ کر مکہ آ گیا وہ طواف اور سعی کرے

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۲۹۹۵۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ: كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَيَصْلُحُ لِي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الْمَوْقِفَ. فَقَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ لَا تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَأْتِيَ الْمَوْقِفَ. فَقَالَ: ابْنُ عُمَرَ فَقَدْ حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ الْمَوْقِفَ فَبِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَقُّ أَنْ تَأْخُذَ أَوْ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنْ كُنْتَ صَادِقاً

وبرہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ کیا میرے لئے عرفات میں وقوف سے قبل بیت اللہ کا طواف کرنا درست ہے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں! اس نے کہا کہ ابن عباسؓ تو کہتے ہیں کہ موقف عرفات آنے سے قبل بیت اللہ کا طواف مت کرو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے حج فرمایا تو وقوف عرفات سے قبل بیت اللہ کا طواف کیا۔ لہذا اگر تم سچے ہو تو ابن عباس کے قول کو اختیار کرنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کی بات کو اختیار کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔

تشریح:

''ان اطوف''یعنی ایک سائل نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں عرفات جانے سے پہلے طواف قدوم کروں؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اس شخص نے کہا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس طواف کی ضرورت نہیں ہے پہلے عرفات جاؤ اور وقوف کرو، اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ آئے تو آپ نے پہلے طواف کیا پھر عرفات گئے اب حضور اکرم کی بات مان لوگے یا ابن عباس کی بات مانو گے، اس میں کون زیادہ حقدار ہے کہ اس کی بات مانی جائے، اگر تم نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور اپنے اسلام میں سچے ہو۔

طواف قدوم جمہور کے نزدیک حاجی کے لئے سنت مؤکدہ ہے صرف حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ طواف قدوم حاجی پر لازم نہیں ہے صحابہ نے حضرت ابن عباس کی بات نہیں مانی بلکہ انکار کیا۔ امام مالک کے نزدیک طواف قدوم واجب ہے، طواف قدوم بمنزلہ تحیۃ المسجد ہے تو فرض جماعت اگر نہ ہو تو نفل نماز میں مشغول ہونے سے پہلے طواف قدوم کرنا چاہئے تاکہ تحیہ بیت اللہ پر عمل ہو جائے۔ طواف قدوم صرف آفاقی پر ہے اہل مکہ پر نہیں ہے، طواف قدوم کا دوسرا نام طواف ورود بھی ہے طواف قادم بھی ہے اور طواف وارد بھی ہے عمرہ کے

ساتھ طواف قدوم نہیں ہوتا ہے یہ حج کے ساتھ خاص ہے۔

۲۹۹۶۔**وحدّثنا** قُتَيبَةُ بنُ سَعِيدٍ حدَّثَنا جَرِيرٌ عن بَيَانٍ عن وَبَرَةَ قالَ: سَأَلَ رَجُلٌ ابنَ عُمَرَ أَطُوفُ بِالبَيتِ وَقَد أَحرَمتُ بِالحَجِّ فَقالَ: وَمَا يَمنَعُكَ قالَ: إِنِّي رَأَيتُ ابنَ فُلانٍ يَكرَهُهُ وَأَنتَ أَحَبُّ إِلَينَا مِنهُ رَأَينَاهُ قَد فَتَنَتهُ الدُّنيَا. فَقالَ: وَأَيُّنَا أَو أَيُّكُم لَم تَفتِنهُ الدُّنيَا ثُمَّ قالَ: رَأَينَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَحرَمَ بِالحَجِّ وَطافَ بِالبَيتِ وَسَعَى بَينَ الصَّفَا وَالمَروَةِ فَسُنَّةُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ ﷺ أَحَقُّ أَن تَتَّبِعَ مِن سُنَّةِ فُلانٍ إِن كُنتَ صَادِقاً.

وبرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھا ہے کیا میں بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہوں؟ انہوں نے پوچھا کہ طواف سے کیا مانع ہے؟ (یعنی ضرور کرو کوئی مانع نہیں ہے) اس نے کہا کہ میں نے ابن فلاں (ابن عباس) کو دیکھا ہے کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک آپ زیادہ محبوب ہیں ان کی بہ نسبت، ہم نے انہیں دیکھا کہ انہیں دنیا نے مبتلا کر دیا آزمائش میں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: ہم میں سے یا تم میں سے کون ہے جسے دنیا نے آزمائش میں نہ مبتلا کیا ہو۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو ہم نے دیکھا کہ آپ نے حج کا احرام باندھا اور بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ لہذا اللہ اور رسول اللہ کی سنت زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، فلاں کی سنت کی پیروی سے اگر تم سچے ہو (اس بات میں کہ ابن عباسؓ ایسا کہتے ہیں)۔

تشریح:

"وایّنا او ایکم لم تفتنه الدنیا" اس شخص نے کہا تھا کہ مجھے آپ پسند ہیں کیونکہ ابن عباس کو دنیا کی محبت نے فتنہ میں مبتلا کیا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ وہ کون ہے جس کو دنیا نے اپنے فتنہ میں مبتلا نہ کیا ہو حضرت ابن عباس بصرہ کے گورنر رہ چکے تھے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اس کو دنیا نے فتنہ میں ڈالا ہے۔

۲۹۹۷۔**حدّثنی** زُهَيرُ بنُ حَربٍ حدَّثَنا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ عن عَمرِو بنِ دِينَارٍ قال: سَأَلنَا ابنَ عُمَرَ عن رَجُلٍ قَدِمَ بِعُمرَةٍ فَطَافَ بِالبَيتِ وَلَم يَطُف بَينَ الصَّفَا وَالمَروَةِ أَيَأتِي امرَأَتَهُ فَقالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَطَافَ بِالبَيتِ سَبعاً وَصَلَّى خَلفَ المَقَامِ رَكعَتَينِ وَبَينَ الصَّفَا وَالمَروَةِ سَبعاً وَقَد كَانَ لَكُم فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسوَةٌ حَسَنَةٌ.

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عمرؓ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا جو عمرہ کے لئے آیا اور بیت اللہ کا طواف کیا لیکن صفا و مروہ کی سعی نہیں کی تو کیا وہ اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے (عمرہ کے لئے) تو بیت اللہ کے سات چکر لگائے، پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات پڑھیں، صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے اور "تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بہترین نمونہ ہے"

۲۹۹۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعاً عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

اس سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث ابن عیینہ کی طرح حدیث بیان کی ہے

باب ان المحرم بالحج والعمرة لايتحلل بالطواف فقط

حج وعمرہ کا محرم صرف طواف سے حلال نہیں ہوسکتا ہے

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

۲۹۹۹۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ: لَهُ سَلْ لِي عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ رَجُلٍ يُهِلُّ بِالْحَجِّ فَإِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ أَيَحِلُّ أَمْ لاَ فَإِنْ قَالَ: لَكَ لاَ يَحِلُّ. فَقُلْ لَهُ إِنَّ رَجُلاً يَقُولُ ذَلِكَ قَالَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: لاَ يَحِلُّ مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ إِلاَّ بِالْحَجِّ. قُلْتُ فَإِنَّ رَجُلاً كَانَ يَقُولُ ذَلِكَ. قَالَ: بِئْسَ مَا قَالَ: فَتَصَدَّانِي الرَّجُلُ فَسَأَلَنِي فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ: فَقُلْ لَهُ فَإِنَّ رَجُلاً كَانَ يُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ فَعَلَ ذَلِكَ وَمَا شَأْنُ أَسْمَاءَ وَالزُّبَيْرِ فَعَلاَ ذَلِكَ. قَالَ: فَجِئْتُهُ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ: مَنْ هَذَا فَقُلْتُ لاَ أَدْرِي. قَالَ: فَمَا بَالُهُ لاَ يَأْتِينِي بِنَفْسِهِ يَسْأَلُنِي أَظُنُّهُ عِرَاقِيًّا. قُلْتُ لاَ أَدْرِي. قَالَ: فَإِنَّهُ قَدْ كَذَبَ قَدْ حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارَ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا بِعُمْرَةٍ وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ أَفَلاَ يَسْأَلُونَهُ وَلاَ أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى مَا كَانُوا يَبْدَءُونَ بِشَيْءٍ حِينَ يَضَعُونَ أَقْدَامَهُمْ أَوَّلَ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لاَ يَحِلُّونَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَانِ لاَ تَبْدَآنِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوفَانِ بِهِ ثُمَّ لاَ تَحِلاَّنِ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَقْبَلَتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلاَنٌ وَفُلاَنٌ بِعُمْرَةٍ قَطُّ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا وَقَدْ كَذَبَ فِيمَا ذَكَرَ مِنْ ذَلِكَ.

محمد بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ اہل عراق میں سے ایک آدمی نے ان سے کہا کہ میرے لئے عروہؓ بن زبیر سے یہ

پوچھ لیجئے کہ ایک شخص نے جس نے حج کی نیت سے تلبیہ کہا تو کیا وہ صرف بیت اللہ کا طواف کر کے حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ حلال نہیں ہو سکتا تو ان سے کہنا کہ ایک شخص اس کا قائل ہے (کہ حلال ہو سکتا ہے)۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے عروہؓ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جس نے حج کی نیت سے تلبیہ پڑھا ہے وہ صرف حج ہی سے حلال ہوگا۔ میں نے کہا کہ ایک شخص اس کا قائل ہے۔ فرمایا کہ بہت ہی بری بات کہتا ہے۔ پھر اس شخص سے میرا سامنا ہوا تو اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے ساری بات اسے بتادی، اس نے کہا کہ ان سے یہ کہو کہ وہ شخص یہ بتلاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے، اور اسماءؓ اور زبیرؓ دونوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ (حضرت اسماءؓ اور زبیرؓ عروہؓ کے والدین ہیں)۔ محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں پھر عروہؓ کے پاس آیا اور ان سے یہ بات ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا میں اسے نہیں جانتا۔ فرمایا کہ پھر وہ خود میرے پاس آکر کیوں نہیں پوچھ لیتا؟ میرا خیال ہے کہ وہ عراقی ہے۔ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا کہ بے شک اس نے جھوٹ بولا۔ رسول اللہ ﷺ نے حج فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے مجھے بتلایا کہ آپ نے سب سے پہلے مکہ آنے کے بعد وضو فرمایا، پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حج کیا تو انہوں نے بھی ابتداء طواف سے کی اور پھر اسے عمرہ نہیں بنایا۔ (متن میں لم یکن غیرہ کے الفاظ پر قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ لفظ تصحیف ہے یعنی کاتب کی غلطی ہے اور اصل میں لفظ یہاں پر عمرہ تھا، لیکن نعدیؒ نے فرمایا کہ لم یکن غیرہ کے الفاظ ہی صحیح ہیں جس کا مطلب ہے کہ انہوں نے حج میں کوئی تبدیلی وتغیر نہیں کیا کہ احرام کھول دیا ہو طواف کر کے) حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے حج فرمایا تو اسی طرح کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے حج کیا تو میں نے انہیں دیکھا کہ انہوں نے سب سے پہلے طواف سے ابتداء کی، اس کے بعد اسے کسی نے تبدیل نہیں کیا۔ پھر حضرت معاویہؓ، عبداللہ بن عمرؓ دونوں نے ایسا ہی کیا، پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر بن العوامؓ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی ابتداء میں سب سے پہلے طواف کیا بیت اللہ کا، پھر اس کو تبدیل نہیں کیا (عمرہ میں) پھر میں نے مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا انہوں نے ایسا کیا اور پھر اسے تبدیل نہیں کیا۔ سب سے آخر میں جسے میں نے دیکھا وہ حضرت ابن عمرؓ تھے کہ انہوں نے صرف عمرہ کر کے اسے ناقص نہیں کیا۔ اور یہ ابن عمرؓ تو ان کے پاس ہی موجود ہیں ان سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔ اور ان سے پہلے جتنے لوگ گزر چکے ہیں جنہوں نے مکہ میں قدم رکھا تو سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر وہ حلال نہیں ہوئے، اور میں نے اپنی والدہ (حضرت اسماءؓ) کو اور اپنی خالہ (حضرت عائشہؓ) کو دیکھا کہ وہ دونوں جب مکہ تشریف لاتیں تو بیت اللہ کا طواف کرتیں پھر احرام نہ کھولتیں اور مجھے میری والدہ نے بتایا کہ وہ اور ان کی بہن (عائشہؓ) اور زبیرؓ اور فلاں فلاں عمرہ کی نیت سے آئے اور جب حجر اسود کو چھوا تو سب حلال ہوئے (طواف وسعی سے فارغ ہوکر) اور اس عراقی نے جو کہا جھوٹ بولا۔

تشریح:

''عن محمد بن عبدالرحمن '' یہ ایک طویل حدیث ہے اور مختلف اشخاص کی طرف مسئلہ کے اثبات کے لئے نسبتیں ہیں اس لئے حدیث کا سمجھنا پیچیدہ ہو گیا ہے کچھ خلاصہ پیش کرتا ہوں تا کہ کچھ سمجھ میں آجائے۔ محمد بن عبدالرحمٰن اس روایت میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں ان سے ایک عراقی شخص نے سائل بن کر ایک سوال کیا اور کہا کہ آپ یہ مسئلہ عروہ بن زبیر سے معلوم کر کے مجھے بتادو۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص حج کا احرام باندھ کر آتا ہے اور بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو کیا وہ سعی کے بغیر حلال ہوسکتا ہے اگر وہ کہے کہ حلال نہیں ہوسکتا ہے تو ان سے کہدو کہ ایک شخص یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ صرف طواف سے حاجی حلال ہوسکتا ہے اگر چہ سعی نہ کرے۔ چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰن جو عروہ کے یتیم سے مشہور تھے انہوں نے حضرت عروہ سے پوچھا تو عروہ نے جواب دیا کہ اس طرح کرنا حاجی کے لئے جائز نہیں ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ ایک شخص اس طرح کہتا ہے ممکن ہے کہ اس سے حضرت ابن عباس مراد ہوں اور ممکن ہے کہ اس شخص نے اپنے آپ کو مراد لیا ہو۔ شارحین کے کلام میں دونوں طرف کی گنجائش معلوم ہوتی ہے ''بئس ما قال ''یعنی حضرت عروہ نے کہا کہ اس شخص نے بہت بری بات کہدی ہے کہ صرف طواف حلال ہونے کے لئے کافی ہے ''فتصدانی '' محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ وہ شخص پھر میرے سامنے آگیا اور مجھ سے مسئلہ معلوم کیا تو میں نے حضرت زبیر کا بتایا ہوا مسئلہ ان کو بتادیا، تو اس شخص نے کہا کہ آپ عروہ کو بتادیں کہ ایک شخص یعنی حضرت ابن عباس حضور اکرم ﷺ کے حوالہ سے کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صرف طواف کیا۔ پھر حضرت اسماء اور حضرت زبیر کا کیا حال ہے کہ انہوں نے بھی صرف طواف پر اکتفاء کیا۔ محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں پھر حضرت عروہ کے پاس آگیا اور ان کے سامنے اس شخص کا استدلال پیش کر دیا۔ حضرت عروہ نے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ اور یہ میرے پاس خود کیوں نہیں آتا ہے میرا خیال ہے یہ کوئی عراقی شخص ہے کہ کٹ حجتی ان لوگوں کی عادت ہے قیاس پر جاتے ہیں اور مفروضے بناتے ہیں۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کون ہے، حضرت عروہ نے کہا کہ اس شخص نے اسماء و عائشہ اور ابن عباس پر جھوٹ بولا ہے، حضرت عائشہ نے تو مجھے یہ بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ جب حج کے لئے آئے تو آپ نے طواف کیا اور پھر اس کے سوا کچھ نہ کیا نہ عمرہ کیا اور نہ حلال ہوئے بلکہ احرام میں رہے یہاں تک کہ عرفات چلے گئے۔ عروہ کہتے ہیں پھر ابو بکر و عمر و عثمان پھر معاویہ اور عبداللہ بن عمر نے حج کیا کوئی بھی حلال نہیں ہوا نہ عمرہ کیا۔ عروہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے ابا جان زبیر بن عوام کے ساتھ حج کیا انہوں نے طواف کیا اور پھر عمرہ نہیں کیا پھر میں نے مہاجرین اور انصار کو دیکھا وہ اسی طرح کرتے تھے پھر آخر میں ابن عمر کو میں نے دیکھا انہوں نے بھی عمرہ نہیں کیا اور نہ حلال ہوئے، خود یہ ابن عمر موجود ہیں ان سے پوچھلو ان سے یہ لوگ سوال کیوں نہیں کرتے ہیں؟ ''لا تحلان ''یعنی حضرت اسماء اور حضرت عائشہ کو بھی میں نے دیکھا کہ طواف کے بعد حلال نہیں ہوتی تھیں۔

''وقد اخبرتنی امی '' اس عبارت میں خلط ملط اور ایجاز مخل ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے، اصل عبارت اس طرح ہے وقد اخبرتنی امی

انهم اقبلوا العمرة قط فحلوا یعنی لم یحصل لهم الحل قط حین اقبلوا بعمرة مع الحج اس حدیث میں اختلاط اس لئے واقع ہوا کہ بعض صحابہ تو اپنے ساتھ ہدی کے جانور لائے تھے وہ حلال نہیں ہو سکتے تھے ادھر حضرت عائشہ تو حیض کی وجہ سے اس بحث سے خارج ہیں رہ گئے وہ حضرات جو اپنے ساتھ جانور نہیں لائے تھے تو وہ حلال ہو گئے انہوں نے فسخ الحج الی العمرہ کیا تو طواف کے بعد قصہ ختم ہو گیا اس شدید اختلاف کی وجہ سے اختلاط آ گیا تو جہاں آیا ہے کہ حلال ہو گئے تو وہ بھی صحیح ہے اور جہاں آیا ہے کہ صرف طواف کر کے بیٹھ گئے تو وہ بھی صحیح ہے۔

''ثم لم یکن غیره'' یہ جملہ بار بار آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ طواف کیا اس کے علاوہ اور کچھ نہ کیا بلکہ احرام کی حالت میں بیٹھ گئے اور پھر عرفات چلے گئے۔ بخاری میں یہ لفظ اس طرح ہے ثم لم تکن عمرة یعنی صرف طواف کیا اور اس کے بعد عمرہ نہیں کیا بعض علماء نے شد کے ساتھ غیّره پڑھا ہے یعنی طواف کو کسی اور چیز سے نہیں بدلا۔

''فلما مسحوا الركن حلوا'' یعنی جب حجر اسود کو مسح کیا تو حلال ہو گئے حجر اسود کے مسح کرنے سے مراد مکمل عمرہ ادا کرنا ہے اس لئے حلال ہو جاتے تھے صرف حجر اسود مسح کرنے سے حلال ہونا مراد نہیں ہے یہ وہ لوگ حلال ہو جاتے تھے جو اپنے ساتھ ہدی نہیں لائے تھے۔

''وقد كذب'' یعنی اس عراقی شخص نے جھوٹ بولا کہ صرف طواف سے حلال ہو جائیں گے۔ بہر حال ان روایات میں حضرت ابن عباس کی طرف دو باتیں منسوب ہیں ایک یہ کہ انہوں نے عرفات جانے سے پہلے طواف قدوم کا انکار کیا اور دوسرا یہ کہ انہوں نے صرف طواف کو سعی کے بغیر عمرہ کے لئے کافی سمجھا دونوں کی تردید صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ کے عمل سے کی کیونکہ آنحضرت نے فرمایا خذوا عنی مناسککم حضرت ابن عباس کے سامنے بھی شاید مختلف نقشے تھے ایک فسخ الحج الی العمرہ کا نقشہ تھا شاید اس کو بیان کیا یا کوئی اور صورت تھی جو قارن یا متمتع کی تھی جس سے اختلاط پیدا ہو گیا بہر حال اس حدیث میں بہت پیچیدگی ہے جتنا میں نے سمجھا یا ہے یہ غنیمت ہے۔

٣٠٠٠۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ خَرَجْنَا مُحْرِمِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَقُمْ عَلَى إِحْرَامِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ. فَلَمْ يَكُنْ مَعِي هَدْيٌ فَحَلَلْتُ وَكَانَ مَعَ الزُّبَيْرِ هَدْيٌ فَلَمْ يَحْلِلْ. قَالَتْ فَلَبِسْتُ ثِيَابِي ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَلَسْتُ إِلَى الزُّبَيْرِ فَقَالَ: قُومِي عَنِّي. فَقُلْتُ أَتَخْشَى أَنْ أَثِبَ عَلَيْكَ.

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ہم احرام باندھ کر نکلے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ ہدی ہے وہ احرام ہی میں رہے اور جس کے ساتھ ہدی نہیں وہ حلال ہو جائے۔ میرے ساتھ ہدی نہ تھی تو میں حلال ہو گئی، جب کہ زبیرؓ کے ساتھ ہدی تھی تو وہ حلال نہیں ہوئے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے کپڑے پہنے اور زبیرؓ (جو ان کے شوہر تھے)

کے پاس جا بیٹھی تو انہوں نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ (کیونکہ وہ احرام میں تھے بطور احتیاط کہ کہیں شہوت سے میلان نہ ہو جائے اس لئے فرمایا) میں نے کہا کیا تمہیں ڈر ہے کہ میں تم پر کود پڑوں گی۔

تشریح:

''ثیابی'' اس سے عمدہ پرکشش لباس پہننا مراد ہے کیونکہ حضرت اسماء حلال ہو چکی تھیں ''قومی عنی'' یعنی میرے پاس سے اٹھ کر چلی جاؤ میں احرام میں ہوں آپ نے بناؤ سنگار کیا ہے کہیں میں بوس و کنار میں مبتلا نہ ہو جاؤں جو میرے لئے حرام ہے کیونکہ میں احرام میں ہوں۔ ''اتخشی ان اثب علیک'' یعنی کیا تم کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ میں تم پر جھپٹ پڑوں گی؟ آپ اطمینان رکھیں ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں عورت ذات ہوں جھپٹنا اور ہاتھ بڑھانا مردوں کا کام ہے تو آپ تو احرام کی وجہ سے ہاتھ نہیں ڈالو گے اور میں عورت ذات ہوں میں جلد بازی نہیں کرونگی، لہذا آپ کے پاس بیٹھنے میں طرفین کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ منۃ المنعم کے مصنف نے یہ مفہوم بیان کیا ہے جو بہت ہی عمدہ ہے ورنہ بظاہر حضرت اسماء کے کلام سے بے ادبی معلوم ہوتی ہے اگلی روایت میں استرخی کا لفظ ہے یعنی مجھ سے دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ وہاں بھی جواب میں حضرت اسماء نے وہی جملہ استعمال کیا ہے جو زیر بحث حدیث میں ہے۔

٣٠٠١۔ وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ. ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَقَالَ: اسْتَرْخِي عَنِّي اسْتَرْخِي عَنِّي. فَقُلْتُ أَتَخْشَى أَنْ أَثِبَ عَلَيْكَ

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھے ہوئے آئے (پھر ابن جریج کی حدیث کی طرح حدیث ذکر کی) لیکن اس میں یہ ہے کہ زبیرؓ نے فرمایا: مجھ سے دور ہو جاؤ، مجھ سے دور ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ مجھ سے ایسے ڈرتے ہو کہ میں آپ پر کود پڑوں گی۔

٣٠٠٢۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُونِ تَقُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هَا هُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافُ الْحَقَائِبِ قَلِيلٌ ظَهْرُنَا قَلِيلَةٌ أَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ أَنَا وَأُخْتِي عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ أَحْلَلْنَا ثُمَّ أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ. قَالَ: هَارُونُ فِي رِوَايَتِهِ أَنَّ مَوْلَى أَسْمَاءَ. وَلَمْ يُسَمِّ عَبْدَ اللَّهِ.

حضرت ابوالاسود سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ نے جو حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے بیان کیا

کہ حضرت اسماء جب بھی ''حجون'' کے مقام سے گزرتیں تو وہ ان سے یہ کلمات سنتے کہ اللہ تعالی اپنے رسول پر رحمتیں نازل فرمائے، ہم نے آپ کے ساتھ اس مقام پر پڑاؤ ڈالا تھا اس زمانہ میں ہمارے بوجھ ہلکے سواریاں تھوڑی اور ہمارے توشے کم تھے۔ میں نے اور میری بہن حضرت عائشہؓ نے اور حضرت زبیرؓ اور فلاں فلاں صحابیؓ نے عمرہ کیا تھا۔ جب ہم نے بیت اللہ کو چھوا (طواف وسعی سے فارغ ہوکر) تو ہم نے احرام کھول دیا۔ پھر شام کو حج کی نیت سے تلبیہ کہا۔ ہارون نے اپنی روایت میں عبداللہ کا نام نہیں لیا بلکہ صرف یہ کہا کہ اسماء کے آزاد کردہ۔

تشریح:

''الحجون'' مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے جو مکہ کے قبرستان المعلاۃ کے پاس ہے جو ابطح کے پڑوس میں ہے ''خفاف الحقائب'' خفاف جمع ہے اس کا مفرد خفیف ہے ہلکے سامان سے کنایہ ہے حقائب حقیبۃ کی جمع ہے آج کل بیگ کو کہتے ہیں اس زمانے میں اونٹ کے پالان کے پیچھے حصے میں تھوڑا سا سامان رکھا جاتا تھا اسی کو کہا گیا مراد یہ ہے کہ ہمارے سامان بالکل معمولی سا تھا ''قلیل ظھرنا'' اس سے سواریوں کا قلیل ہونا مراد ہے ''ازواد'' یہ زاد کی جمع ہے زاد سفر کے توشہ کو کہتے ہیں۔ قرآن کی آیت ہے ''وتزودوا فان خیر الزاد التقوی''۔

۳۰۰۲۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُسْلِمٍ الْقُرِّيِّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَرَخَّصَ فِيهَا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا فَقَالَ: هَذِهِ أُمُّ ابْنِ الزُّبَيْرِ تُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ فِيهَا فَادْخُلُوا عَلَيْهَا فَاسْأَلُوهَا قَالَ: فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا فَإِذَا امْرَأَةٌ ضَخْمَةٌ عَمْيَاءُ فَقَالَتْ قَدْ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيهَا.

حضرت مسلم القری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے تمتع کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اجازت دی جب کہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کیا کرتے تھے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ ابن الزبیر کی والدہ موجود ہیں جو رسول اللہ سے حدیث بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ لہذا ان کے پاس جاکر ان سے اس بارے میں پوچھو پھر ہم ان کے پاس حاضر ہوئے تو وہ تو ایک لحیم شحیم نابینا خاتون تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت فرمائی ہے۔

تشریح:

''القری'' قاف پر ضمہ ہے راء پر شد ہے بنوقرہ کی طرف نسبت ہے جو عبدالقیس کا ذیلی قبیلہ ہے ''ضخمة'' یعنی ایک بھاری بھرکم جسم والی خاتون تھیں جو آخری عمر میں نابینا ہو چکی تھیں۔

٣٠٠٤۔وحَدَّثنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ح وحَدَّثَنَاهُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ جَمِيعاً عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ فَأَمَّا عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَفِي حَدِيثِهِ الْمُتْعَةُ وَلَمْ يَقُلْ مُتْعَةُ الْحَجِّ. وَأَمَّا ابْنُ جَعْفَرٍ فَقَالَ: قَالَ: شُعْبَةُ قَالَ: مُسْلِمٌ لاَ أَدْرِي مُتْعَةُ الْحَجِّ أَوْ مُتْعَةُ النِّسَاءِ.

حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔اس روایت میں عبدالرحمٰن کے طریق میں صرف متعہ (تمتع) کا ذکر ہے۔متعہ الحج کا لفظ نہیں ہے۔اور ابن جعفر کی روایت میں ہے کہ شعبہ نے کہا ہے کہ حضرت مسلم قری نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ متعۃ الحج یا متعۃ النساء کہا۔

٣٠٠٥۔وحَدَّثنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الْقُرِّيُّ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ أَصْحَابُهُ بِحَجٍّ فَلَمْ يَحِلَّ النَّبِيُّ ﷺ وَلاَ مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ مِنْ أَصْحَابِهِ وَحَلَّ بَقِيَّتُهُمْ فَكَانَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ فِيمَنْ سَاقَ الْهَدْيَ فَلَمْ يَحِلَّ.

حضرت مسلم القری نے ابن عباسؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے بہ نیت عمرہ تلبیہ کہا، جب کہ آپ کے صحابہ نے بہ نیت حج تلبیہ کہا، پھر آپ ﷺ نے اور آپ کے وہ صحابہ جنہوں نے سوق ہدی کیا تھا انہوں نے احرام نہیں کھولا باقی سب نے احرام کھول دیا۔حضرت عبیداللہ بن طلحہؓ ان میں سے تھے جو ہدی لائے تھے لہذا انہوں نے احرام نہیں کھولا۔

٣٠٠٦۔وحَدَّثنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَكَانَ مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَحَلاَّ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ روایت کی طرح روایت نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ جن لوگوں کے پاس قربانی نہیں تھی وہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور ایک دوسرے آدمی تھے تو وہ دونوں حلال ہو گئے

باب جواز العمرة فی اشهر الحج

اشہر حج میں عمرہ کرنا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

٣٠٠٧۔وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا ... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الأَرْضِ وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرَ

وَيَقُولُونَ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرُ وَعَفَا الْأَثَرُ وَانْسَلَخَ صَفَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ. فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْحِلِّ قَالَ: الْحِلُّ كُلُّهُ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے دور میں اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا روئے زمین کے تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کو صفر بنا ڈالتے تھے اور کہتے تھے کہ: جب (اونٹوں کی) پشتیں ٹھیک ہو جائیں، راہ سے نشانات قدم (حجاج کے) مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ گزر جائے تو پھر عمرہ کرنے والے کیلئے عمرہ کرنا جائز ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ چار ذی الحجہ کی صبح کو مکہ تشریف لائے حج کی نیت سے احرام باندھ کر۔ (مکہ پہنچ کر) آپ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ اس احرام کو عمرہ کا کرلیں (یعنی اس میں حج کے بجائے عمرہ کی نیت کرلیں) یہ حکم صحابہ کو بڑا بھاری محسوس ہوا (کیونکہ ان کے ذہنوں میں وہی عقیدۂ جاہلیت کا تصور تھا) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کونسا حلال ہونا؟ فرمایا مکمل حلال ہو جانا (کہ احرام کی کوئی پابندی برقرار نہ رہے)۔

تشریح:

"اذا برأ الدبر" دبر اونٹوں کی پیٹھ پر زخم کو کہتے ہیں۔ بار بار لکھا گیا ہے کہ عرب کے لوگ جاہلیت میں عمرہ کو اشہر الحج سے الگ رکھتے تھے اور اس کے لئے مسجع کلام پڑھتے تھے چنانچہ بخاری میں اس طرح حدیث ہے۔

عن ابن عباس قال کانوا یرون ان العمرۃ فی اشھر الحج افجر الفجور فی الارض ویجعلون المحرم صفر ویقولون اذا برأ الدبر وعفا الأثر وانسلخ صفر حلت العمرۃ لمن اعتمر ۔یعنی جب اونٹوں کے زخم مندمل ہو جائیں اور نشانات مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ گزر جائے پھر عمرہ کرنے والوں کے لئے عمرہ حلال ہو جائے گا۔

اس رسم ورواج کے توڑنے کے لئے اس حدیث میں فرمایا جارہا ہے کہ عمرہ تا قیامت حج میں داخل ہو گیا ہے۔ "**فتعاظم اصحابه**" یعنی صحابہ نے اس حلال ہونے کو بہت بڑا بوجھ سمجھ لیا اور پوچھا "ای الحل هذا" یعنی کس کس چیز سے حلال ہونا ہے آپ نے فرمایا کہ "الحل كله" یعنی ہر چیز سے حلال ہونا ہے مکمل حلال ہونا ہے۔

بخاری اور مسلم کی ایک لمبی حدیث ہے مگر وہ یہاں پر نہیں ہے اس میں آنحضرت ﷺ کا خطبہ ہے جس میں آنحضرت نے اہل جاہلیت کی ان رسم کو رد فرمایا ہے جس میں وہ لوگ سال کو کبھی تیرہ مہینوں کا بناتے تھے اور کسی مہینہ کو بدل کر دوسرا مہینہ قرار دیتے تھے، ان لوگوں کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے **انما النسیء زیادۃ فی الکفر** سے یاد کیا ہے، ان کے بارے میں کچھ مزید تفصیل ملاحظہ ہو تا کہ جاہلیت کا پورا پس منظر سامنے آجائے۔

''قد استدار ''یعنی زمانہ گھوم پھر کر آج اسی نہج پر آ گیا ہے،جس دن اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو تخلیق کے وقت مقرر فرمایا تھا لہذا سال بارہ ماہ کا ہوتا ہے اور اس میں چار مہینے احترام والے ہیں تین ساتھ ساتھ ہیں جو ذی قعدہ ذی الحجہ اور محرم ہیں اور چوتھا الگ ہے جو رجب المرجب ہے حضور اکرم ﷺ نے یہ بیان اس لئے فرمایا کہ جاہلیت میں عرب نے سال اور مہینوں میں بہت زیادہ ردوبدل کیا تھا وہ جب بھی چاہتے تو سال کو بارہ مہینوں کے بجائے تیرہ یا چودہ ماہ کا قرار دیتے اور ذوالحجہ کے مہینے کو آگے کر دیتے تھے کبھی محرم میں تغیر کرتے تھے اور کبھی صفر میں ردوبدل کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے چنانچہ جاہلیت کا ایک شاعر کہتا ہے۔

وَنَحْنُ النَّاسِئُوْنَ عَلَى مَعَدٍّ　　شُهُوْرَ الْحِلِّ نَجْعَلُهَا حَرَامًا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس طبقہ کو ''نسی'' کے نام سے یاد کر کے گمراہ قرار دیا اسی طبقے میں سے ایک شاعر اپنے سردار کی بڑائی بیان کر کے کہتا ہے۔

لَهُمْ نَاسِئٌ يَمْشُوْنَ تَحْتَ لِوَائِهِ　　يُحِلُّ إِذَا شَاءَ الشُّهُوْرَ وَيُحَرِّمُ

حضور اکرم ﷺ نے جس سال حج فرمایا تھا اس وقت زمانہ اپنے اصلی حالت پر آ گیا تھا اور عرب کے تغیر اور ردوبدل سے پاک ہو کر ذوالحجہ اسی وقت پر آ گیا تھا جس وقت اس پر اس کو آنا چاہئے تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ اپنی اصل حالت پر لوٹ آیا ہے اس کو یاد رکھو اور حج اسی ذوالحجہ میں کیا کرو اہل جاہلیت کی طرح اس میں ردوبدل نہ کرو۔

''اربعۃ حرم ''احترام کے ان چار مہینوں میں ابتداء اسلام میں کفار سے لڑنا اور جہاد کرنا بھی ممنوع تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ان مہینوں میں کفار سے لڑنا جائز ہو گیا البتہ ان مہینوں میں معاصی اور ظلم و زیادتی کرنا اب بھی حرام ہے جیسا کہ دیگر ایام میں حرام ہے،قبیلہ مضر کے لوگ رجب کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اس لئے یہ مہینہ ان کی طرف منسوب ہوتا تھا اس حدیث میں اسی نسبت کا ذکر ہے۔''ای شھر ھذا ''نبی مکرم نے صحابہ کرام سے بار بار ایسی چیزوں کا سوال کیا جس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن یہ تعلیم کا سب سے عمدہ طریقہ تھا تا کہ ہر شخص غور سے سنے اور معلوم کر لے کہ حقیقت کیا ہے پھر صحابہ کے ادب کو دیکھئے کہ ایک بدیہی چیز کا جواب نہیں دیتے ہیں تا کہ خود آنحضرت ﷺ تعین اور تشریح فرمالیں،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ احکام واجب تھا اس لئے آپ نے جب اس کا حق ادا فرمایا تو اللھم اشھد اے اللہ گواہ رہ کا اعلان فرما دیا تا کہ ذمہ ساقط ہو جائے۔

''یوم النحر ''یعنی دس ذوالحجہ عید کے دن آنحضرت ﷺ نے منیٰ میں صحابہ کرام کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا تھا،اب اس میں بحث ہو چلی ہے کہ ایام حج میں کتنے خطبے ہیں اور کن کن دنوں میں ہیں تو احناف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حج کے ایام میں ایک خطبہ ساتویں ذوالحجہ کو ہے تا کہ منیٰ کے لئے روانگی کے مسائل کا بیان ہو جائے دوسرا خطبہ ذوالحجہ کی نویں تاریخ میں ہے تا کہ وقوف عرفہ اور مزدلفہ کے احکام کا بیان

ہو جائے اور تیسرا خطبہ ذوالحجہ کی گیارہویں تاریخ کو ہے جس میں رمی جمرات وغیرہ کے مسائل کا بیان ہوتا ہے شوافع حضرات کے نزدیک دس ذوالحجہ یوم النحر کا خطبہ بھی مسنون اور مستحب ہے اور بخاری کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں احناف ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جس میں گیارہ ذوالحجہ کے خطبہ کا ذکر ہے اور حدیث میں دس ذوالحجہ کے جس خطبہ کا ذکر موجود ہے احناف اس کو خطبہ حج کے بجائے خطبہ وعظ ونصیحت قرار دیتے ہیں۔

۳۰۰۸۔**حَدَّثَنَا** نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْحَجِّ فَقَدِمَ لأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَقَالَ:لَمَّا صَلَّى الصُّبْحَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہ نیت حج تلبیہ کہا اور چار ذی الحجہ گزرنے کے بعد مکہ تشریف لائے۔ وہاں صبح کی نماز ادا فرمائی اور نماز سے فراغت کے بعد فرمایا: جس کا دل چاہے کہ اپنے سفر کو عمرہ کا کردے تو وہ اسے عمرہ کا کردے"۔

۳۰۰۹۔**وَحَدَّثَنَاهُ** إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْمُبَارَكِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الإِسْنَادِ أَمَّا رَوْحٌ وَيَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ فَقَالاَ كَمَا قَالَ:نَصْرٌ أَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْحَجِّ.وَأَمَّا أَبُو شِهَابٍ فَفِي رِوَايَتِهِ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُهِلُّ بِالْحَجِّ.وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعاً فَصَلَّى الصُّبْحَ بِالْبَطْحَاءِ. خَلاَ الْجَهْضَمِيَّ فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْهُ.

حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے اس سند کی روایت میں مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر چلے اور تمام روایتوں میں ہے کہ آپ نے بطحاء میں پہنچ کر فجر کی نماز پڑھی سوائے جہضمی کی روایت کے کہ اس میں اس کا ذکر نہیں ہے

تشریح:

"بالبطحاء" یعنی صبح کی نماز آنحضرت ﷺ نے مقام بطحاء میں پڑھائی یہ جگہ المعلاۃ کی قبرستان سے لیکر حرم شریف تک ہے اگلی روایت میں ذی طوی کا لفظ ہے طاپر پیش ہے آخر میں الف مقصورہ ہے حرم کے قریب جروی کے پاس ایک جگہ کا نام ہے۔

۳۰۱۰۔**وَحَدَّثَنَا** هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ السَّدُوسِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لأَرْبَعٍ خَلَوْنَ مِنَ الْعَشْرِ وَهُمْ يُلَبُّونَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ دس میں سے چار دن گزرنے کے بعد (مکہ) تشریف لائے، حج کے لئے تلبیہ پڑھتے ہوئے، آپ نے انہیں حکم فرمایا کہ اسے عمرہ کرلو۔

۳۰۱۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصُّبْحَ بِذِي طَوًى وَقَدِمَ لأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُحَوِّلُوا إِحْرَامَهُمْ بِعُمْرَةٍ إِلاَّ مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز ''ذی طوی'' کے مقام پر پڑھی اور چار تاریخیں ذی الحجہ گزرنے کے بعد تشریف لائے اور اپنے صحابہ کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے احراموں کو عمرہ میں بدل دیں۔ الا یہ کہ جس کے ساتھ ہدی ہو (وہ نہ کرے)۔

۳۰۱۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ الْهَدْيُ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهُ فَإِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ عمرہ ہے جس کے ذریعہ ہم نے تمتع کرلیا ہے (یعنی اس سے فائدہ اٹھایا ہے کہ ایک سفر میں ہی حج وعمرہ دونوں کرلئے) سو جس کے ساتھ ہدی نہ ہو تو وہ پورے طور پر حلال ہو جائے کیونکہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے قیامت کے دن تک کے لئے۔

۳۰۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَمْرَةَ الضُّبَعِيَّ قَالَ: تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ عَنْ ذَلِكَ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَنِي بِهَا. قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَنِمْتُ فَأَتَانِي آتٍ فِي مَنَامِي فَقَالَ: عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ وَحَجٌّ مَبْرُورٌ قَالَ: فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي رَأَيْتُ فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ.

حضرت شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جمرہ الضبعی سے سنا انہوں نے فرمایا کہ: میں نے تمتع کیا تو مجھے لوگوں نے اس سے منع کیا۔ میں ابن عباس ؓ کے پاس آیا اور ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس کے کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ میں چلا، بیت اللہ آیا، (اور حرم میں) سو گیا۔ خواب میں (دیکھا) کوئی میرے پاس آیا اور اس نے کہا ''عمرہ مقبولہ اور حج مبرور (مقبول)''۔ میں پھر ابن عباس ؓ کے پاس آیا اور ان سے جو دیکھا تھا بیان کیا تو انہوں نے

فرمایا: ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، یہ تو ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے''۔

تشریح:

''اتانی آت ''یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی میرے پاس آیا ہے اور مجھے کہہ رہا ہے''عمرة متقبلة وحج مبرور ''یہ الفاظ حج قران کے لئے ہیں جس سے تمتع بھی ثابت ہو گیا جس سے حضرت ابن عباسؓ کی رائے کی تائید غیبی ہو گئی جس سے وہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور ابو جمرہ کو بڑا مقام دیا اپنے پاس بطور خاص رکھا اور وظیفہ جاری کیا جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ اس وقت ایک بڑا طبقہ اس کا قائل تھا کہ ایام حج میں عمرہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ عمرہ کے لئے الگ مستقل سفر کرنا چاہئے، حضرت عمر وعثمان ومعاویہ وغیرھم کی یہی رائے تھی لیکن عام صحابہ اور حضرت ابن عباس کے نزدیک اشہر حج میں عمرہ کرنا جائز تھا اور اب بھی جائز ہے حضرت ابن عباس کو اس خواب سے ایک غیبی تائید حاصل ہو گئی۔

باب اشعار البدن وتقليده عندالاحرام

احرام کے وقت قربانی کے جانور میں اشعار وقلادہ کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۰۱۴۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهِ فَأَشْعَرَهَا فِي صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ وَسَلَتَ الدَّمَ وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ''ذوالحلیفہ ''میں ادا فرمائی، پھر اپنی اونٹنی کو منگوایا اور اس کے دائیں کوہان کے پر زخم لگا دیا اور خون صاف کر دیا اور اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈال دیا۔

پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے پھر جب اچھی طرح اس پر بیٹھ گئے بیداء کے مقام پر توجہ کے لئے تلبیہ کہنا شروع کر دیا

تشریح:

''بناقته'' یہ ہدی کی اونٹنی تھی آپ کی سواری اونٹنی تھی ''فاشعرها ''اشعار لغت میں علامت کو کہتے ہیں الاشعار والشعور هو الاعلام والعلامة وقيل هو ان يكشط جلد سنام البدنة حتى يسيل دمها ثم يسلته ليكون ذلك علامة على انها هدى (كذا فى منة المنعم والنووى) اب یہاں ہدی کے جانور کی قسمیں اور اشعار میں فقہاء کے اختلاف کو بیان کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

ہدی کا بیان

قال الله تعالیٰ ﴿یاایھا الذین امنوا لاتحلوا شعائر الله و لا الشھر الحرام و لا الھدی و لا القلائد﴾ ھدی ھا، پر زبر ہے دال ساکن ہے یہ اس جانور کو کہتے ہیں جو طلب ثواب کی خاطر حرم شریف میں ذبح کیا جاتا ہے اس میں بکری بھیڑ دنبہ گائے بھینس اور اونٹ سب جائز ہیں البتہ ان جانوروں میں صحت کے لئے وہی شرائط ہیں جو قربانی کی شرائط ہیں۔

ہدی کی دو قسمیں ہیں (۱) واجب (۲) نفل۔

ہدی واجب کی کئی قسمیں ہیں، ھدی قران، ہدی تمتع، ہدی جنایات، ہدی نذر اور ہدی احصار پھر ہدی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں قربانی کا ہدیہ بھیجتا ہے۔ لغت میں ہدیہ بھیجنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور ہدی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ بعض جنایات پر بدنہ کی قربانی ضروری ہوجاتی ہے بدنہ اونٹ اور گائے پر بولا جاتا ہے اس کے علاوہ عام جنایات میں ہدی کی قربانی ہوتی ہے ہدی، بھیڑ بکری اور دنبہ پر بولا جاتا ہے۔ ہدی مکان کے ساتھ مخصوص ہے زمان کی قید نہیں اور اضحیہ زمان کے ساتھ مخصوص ہے مکان کی کوئی قید نہیں ہے۔

''فاشعرھا'' حرم شریف لے جانے والے جانور کے کوہان کی ایک جانب میں نیزہ وغیرہ مار کر خون سے رنگین کرنے کا نام اشعار ہے۔ اور اس جانور کے گلے میں چمڑے کا ٹکڑا باندھنا یا جوتوں اور ہڈیوں کے ہار پہنانا قلادہ کہلاتا ہے۔ عرب میں جاہلیت کے دور میں اس کا رواج تھا اس عمل سے جانور میں ایک علامت بن جاتی ہے کہ یہ ہدی کا جانور ہے عرب کے تمام قبائل اس کا احترام کرتے تھے اور اس کی حفاظت کا خیال رکھتے تھے اور کسی قسم کا تعرض نہیں کرتے تھے اسلام نے اس طریقہ کو برقرار رکھا تاکہ بیت اللہ کی طرف ہنکائے ہوئے ہدایا کی حفاظت برقرار رہے یہاں تک تو کسی کا اختلاف نہیں قلادہ ڈالنے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں البتہ اشعار میں فقہاء کا اختلاف ہے

اِشعار میں فقہاء کا اختلاف

جمہور مع صاحبین کے نزدیک اشعار سنت ہے لیکن بھیڑ بکریوں میں اسے ترک کرنا چاہئے کیونکہ یہ جانور ضعیف ہیں اشعار سے ان کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے لہٰذا ان جانوروں کے لئے صرف قلادہ ڈالنا کافی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ اشعار کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ تعذیب حیوان بھی ہے اور مثلہ بھی ہے لہٰذا قلادہ بہتر ہے اس قول کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر لوگوں نے طعن وتشنیع کی ہے کہ انہوں نے ایک مسنون عمل کو مکروہ کہدیا ہے، امام ترمذی: امام ابوحنیفہ کے چھوٹے شاگردوں کا نام اپنی کتاب ترمذی میں ذکر کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ کا نام کبھی ذکر نہیں کیا صرف اشعار کے مسئلہ میں ان کا نام ترمذی میں لیا ہے اور سخت ترین تنقید کی ہے۔

جواب

امام صاحب پر اِشعار کی وجہ سے جو طعن کیا گیا ہے اس کا ایک جواب احناف نے یہ دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ مطلق اشعار کو مکروہ نہیں کہتے بلکہ

اپنے زمانے کے لوگوں کے اشعار کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس زمانے میں لوگ اشعار میں اتنے جذباتی ہو جاتے تھے کہ بعض دفعہ حیوان کی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا، امام ابوحنیفہ کے مسلک کے رازدان امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے مطلق اشعار کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ اپنے زمانہ کے اشعار مہلک کو منع فرماتے تھے۔

امام محمد اپنی کتاب میں اشعار کے متعلق احادیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ **وبھذا ناخذ التقلید افضل من الاشعار والاشعار حسن** ''اس عبارت میں امام محمد نے احناف کا اتفاقی مسلک نقل کیا ہے اگر امام ابوحنیفہ اشعار کے منکر ہوتے تو امام محمد اس کا ذکر ضرور فرماتے کیونکہ ان کی عادت اور کتاب کا طرز یہی ہے کہ وہ اپنے مابین اختلاف کو ضرور بیان کرتے ہیں معلوم ہوا کہ مطلق اشعار امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز بلکہ حسن ہے ہاں جو لوگ طعن ہی کرنا چاہیں تو ان کا کوئی علاج نہیں۔

فعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ولکن عین السخط تبدی المساویا

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تقلید کے مقابلہ میں اشعار کو ترجیح دینے اور اس کو افضل سمجھنے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ تقلید تمام ائمہ کے نزدیک اشعار سے افضل ہے۔ بہر حال صاحبین جمہور کے ساتھ چلے گئے تو اُصولی طور پر فتویٰ انہیں کے قول پر ہوگا۔

۳۰۱۵۔**حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ فِي هَذَا الإِسْنَادِ. بِمَعْنَى حَدِيثِ شُعْبَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ لَمَّا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ. وَلَمْ يَقُلْ صَلَّى بِهَا الظُّهْرَ.

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے ان سندوں میں اسی طرح روایت نقل کی گئی ہے سوائے اس بات کے کہ اس روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: پھر آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے جب آپ بیداء کے مقام پر پہنچے تو آپ نے حج کا احرام باندھا۔

باب فتوی ابن عباس وتشغب الناس

حضرت ابن عباس کے فتویٰ پر لوگوں کا شور وغوغا

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۱٦۔**حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَسَّانَ الأَعْرَجَ قَالَ: قَالَ: رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْهُجَيْمِ لاِبْنِ عَبَّاسٍ مَا هَذِهِ الْفُتْيَا الَّتِي قَدْ تَشَغَّفَتْ أَوْ تَشَغَّبَتْ بِالنَّاسِ أَنَّ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقَالَ: سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ وَإِنْ رَغِمْتُمْ.

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحسان الاعرج سے سنا انہوں نے فرمایا کہ بنوجہیم کے ایک شخص نے ابن عباسؓ

سے کہا کہ: یہ آپ کا کیسا فتویٰ ہے جو لوگوں کو مشغول کر چکا ہے یا لوگ اس میں گڑ بڑ کر رہے ہیں کہ جس نے بیت اللہ کا طواف (قدوم) کر لیا وہ حلال ہو گیا (یعنی حلال ہو جانا جائز ہے) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت ہے اگر چہ تم خاک آلود ہو جاؤ۔

تشریح:

''تشغفت''یعنی ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا یہ فتویٰ کیسا فتویٰ ہے اور آپ نے یہ کیا فتویٰ دیا ہے، جس کی وجہ سے لوگ تشویش میں پڑ گئے یہ لفظ اگر تشغف ہے تو یہ قد شغفها حبا کی طرح شوق ومحبت کے معنی میں ہے کہ لوگوں نے اس کو بہت پسند کیا کیونکہ اس میں سہولت ہے کہ حاجی نے صرف طواف قدوم کیا اور حلال ہو گیا۔ لفظ ''تشغبت'' بھی ہے جو شور وغوغا کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کا یہ فتوی کہ طواف قدوم کے بعد سعی کے بغیر آدمی حلال ہو سکتا ہے اس میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا اور بہت بڑا شور وشغب اٹھا یہ آپ کا کیسا فتویٰ ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا کہ یہ تمہارے نبی کی سنت ہے تم جلتے رہو میں یہ فتویٰ دوں گا اور دیتا رہوں گا اگلی روایت میں تفشغ بالناس کا لفظ ہے ای نشا و انتشر بینھم یعنی لوگوں میں چہ میگوئیاں چل رہی ہیں انتشار پھیل گیا ہے۔

حضرت ابن عباس کا مسلک اور مسئلہ کی حقیقت

حضرت ابن عباس کا مسلک یہ تھا کہ حاجی طواف قدوم کے بعد حلال ہو سکتا ہے طواف کے بعد سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس پر حضرت ابن عباس فتویٰ بھی دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے عوام میں بہت سخت اضطراب پیدا ہو گیا اسی سلسلہ میں کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا یہ کیسا فتویٰ ہے، جس کی وجہ سے شور اٹھا ہے آپ نے جواب میں فرمایا ''سنة نبيكم ''یعنی یہ تمہارے نبی کی سنت ہے تمہاری ناکیں خاک آلود ہو جائیں میں یہ فتویٰ دیتا رہوں گا۔

اب وہ مسئلہ یہ تھا کہ حاجی جب طواف بیت اللہ کر لے تو وہ سعی کے بغیر حلال ہو جاتا ہے اور سعی کی ضرورت نہیں ہے مگر عام صحابہ اور عام علماء کا مسلک اس طرح ہے کہ حاجی جب تک عرفات میں وقوف نہ کرے اور رمی جمرات نہ کرے اور حلق نہ کرائے اور قربانی نہ کرے اس وقت تک وہ حلال نہیں ہو سکتا ہے اور یہ تحلیل اول ہے اس کے بعد جب طواف زیارت کرے گا تو وہ تحلیل ثانی ہوگی جس سے مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے ایک آیت سے استدلال کیا ہے جو اس طرح ہے ثم محلها الى البيت العتيق اس کا مطلب یہ ہے کہ حلال ہونے کے لئے ہدی کے جانور کا مکہ پہنچنا ضروری ہے اور وہ طواف کے وقت پہنچ گیا ہے لہٰذا عرفات کے وقوف کا انتظار نہیں ہوگا ان کے نزدیک آیت کا تعلق وقوف عرفہ سے پہلے کی حالت سے بھی ہے اور بعد کی حالت سے بھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کا استدلال تام نہیں ہے کیونکہ آیت کا مطلب صرف یہ نہیں کہ ہدی کا جانور مکہ پہنچ جائے اگر یہ مطلب ہوتا تو پھر طواف سے بھی پہلے حاجی کو حلال ہو جانا چاہئے تھا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس نے نبی اکرم ﷺ کے حجۃ الوداع کے واقعہ

سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم سب حلال ہو جاؤ مگر ہدی لانے والا حلال نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر صرف ایک سال کے لئے آنحضرت ﷺ نے فسخ الحج الی العمرہ کا حکم دیا تھا پھر وہ حکم موقوف ہو گیا مگر ابن عباس کا مسلک یہ تھا کہ یہ ہمیشہ کے لئے تھا اسی کو آپ نے سنۃ نبیکم فرمایا۔

شیخ الہند نے حضرت ابن عباس کے اس قول کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ طواف کرنے سے سعی اور پورا عمرہ مراد ہے صرف طواف کرنا مراد نہیں ہے گویا نام صرف طواف کا ہے مگر مراد سعی کرنی بھی ہے جس طرح مسح الرکن سے طواف اور مکمل سعی مراد لیا گیا ہے یہ جواب بھی اچھا ہے مگر صحابہ کا اتنا بڑا اختلاف اتنی چھوٹی سی چیز پر حمل کرنا محل تعجب ہوگا لہذا قصہ کچھ اور ہے۔

٣٠١٧۔ **وَحَدَّثَنِي** أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي حَسَّانَ قَالَ: قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ قَدْ تَفَشَّغَ بِالنَّاسِ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ الطَّوَافُ عُمْرَةٌ. فَقَالَ: سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ وَإِنْ رَغِمْتُمْ.

حضرت قتادہ ابوحسان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ یہ بات لوگوں میں بہت پھیل گئی ہے کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا وہ حلال ہو گیا۔ یہ طواف عمرہ کا ہو گیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: یہ تمہارے نبی کی سنت ہے خواہ تمہاری ناک خاک آلود ہو (یعنی تمہیں ناگوار ہی گزرے تب بھی اس پر عمل ہوگا کہ سنت رسول اللہ ہے)۔

٣٠١٨۔ **وَحَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ حَاجٌّ وَلَا غَيْرُ حَاجٍّ إِلَّا حَلَّ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ مِنْ أَيْنَ يَقُولُ ذَلِكَ قَالَ: مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ) قَالَ: قُلْتُ فَإِنَّ ذَلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ. فَقَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ هُوَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ وَقَبْلَهُ. وَكَانَ يَأْخُذُ ذَلِكَ مِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا جس نے بھی طواف کیا (مکہ آتے ہی طواف قدوم کیا) خواہ وہ حاجی ہو یا غیر حاجی، وہ حلال ہو گیا۔ ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ یہ بات آپ کہاں سے کہتے ہیں؟ کہنے لگے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "پھر اس قربانی کے پہنچنے کی جگہ بیت عتیق ہے"۔ میں نے کہا کہ یہ تو عرفات سے واپسی کے بعد کے بارے میں ہے (یوم النحر کا حکم ہے) انہوں نے کہا کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ عرفات سے پہلے اور بعد دونوں کے بارے میں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات نبی ﷺ کے عمل سے لیتے تھے کہ جب آپ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو احرام کھولنے کا حکم فرمایا۔

باب التقصير فى العمرة والحلق افضل

عمرہ میں قصر کرنا جائز ہے اور حلق افضل ہے

امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۰۱۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ: قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: لِي مُعَاوِيَةُ أَعَلِمْتَ أَنِّي قَصَّرْتُ مِنْ رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ الْمَرْوَةِ بِمِشْقَصٍ فَقُلْتُ لَهُ لَا أَعْلَمُ هٰذَا إِلَّا حُجَّةً عَلَيْكَ.

حضرت طاوسؒ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: مجھ سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سر سے تیر کے پھل سے بال چھوٹے کئے تھے مروہ کے پاس؟ میں نے کہا میں تو یہی جانتا ہوں کہ یہ تمہارے اوپر حجت ہے۔

تشریح:

"قال لی معاویة" حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس کے درمیان تمتع کے مسئلہ میں اختلاف تھا حضرت معاویہ تمتع کو منع کرتے تھے اور حضرت ابن عباس اس کو جائز کہتے تھے یہاں جب حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں نے مروہ کے پاس نبی اکرم ﷺ کا قصر کیا تھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوا ہے تو یہ عمل آپ کے موقف کے برعکس آپ پر حجت اور دلیل ہے کیونکہ آنحضرت نے جب قصر کیا تو حج سے پہلے عمرہ ہوگیا تو آپ متمتع بن گئے تو میرا موقف ثابت ہوگیا کہ تمتع جائز ہے اور آپ کا موقف ٹوٹ گیا کہ تمتع صحیح نہیں ہے "لا اعلم هذه الا حجة علیکؓ" کے جملے کا یہی مطلب ہے "بمشقص" تمام شارحین کہتے ہیں کہ مشقص ایسے تیر کو کہتے ہیں جس کی دھار چوڑی ہو جس سے بال کاٹے جاسکتے ہوں مگر میں نے بار بار لکھا ہے کہ ایسا تیر سمجھ میں نہیں آتا ہے مشقص تیر نہیں بلکہ یہ قینچی نما ایک آلہ ہے جس کو دیہاتی لوہار ہاتھ سے بناتے ہیں جس کے دو چوڑے پلے ہوتے ہیں جس میں دھار ہوتی ہے قینچی کی طرح چلاتے ہیں اس سے بھیڑ بکریوں اور بھینسوں کے بال صاف کئے جاتے ہیں اس کو پشتو میں "کات" کہتے ہیں بعض عربی شارحین نے اس کی تصریح بھی کی ہے مگر ڈر ڈر کر لکھا ہے، منۃ المنعم کے مصنف نے لکھا ہے "بمشقص" هو سهم فيه نصل قيل طويل وقيل عريض قيل المراد به هنا المقص (ج ۲ص: ۲۸۰) یعنی بعض نے کہا کہ یہاں مشقص سے مقص قینچی مراد ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ تو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوگئے تھے اب یہ دیکھنا ہے کہ مروہ کے پاس انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے بال کیسے چھوٹے کئے اگر یہ حجۃ الوداع کا موقع ہے تو اس میں آنحضرت ﷺ نے منی میں سر کے بال منڈائے

تھے ،مروہ کے پاس نہیں مروہ کے پاس تو آپ قارن تھے قارن سر نہیں منڈا سکتا ہے ،اور اگر اس سے عمرۃ القضاء مراد لیا جائے تو اس وقت حضرت معاویہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تو جواب کیا ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نہ عمرۃ القضاء کا ہے اور نہ حجۃ الوداع کا ہے بلکہ یہ واقعہ عمرہ جعرانہ کا ہے جو فتح مکہ کے بعد پیش آیا کہ آنحضرت چپکے سے رات کے وقت عمرہ کے لئے نکلے اس وقت حضرت معاویہ مسلمان ہو چکے تھے۔اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کی پیش کردہ دلیل کو حضرت معاویہ کے خلاف کیسے قرار دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے بطور الزام فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو پھر آپ کا یہ کلام آپ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے تو تمتع ثابت ہو رہا ہے۔ بہر حال جب یہ قصر عمرہ جعرانہ کے موقع پر تھا تو حضرت ابن عباس تمتع کے لئے اس سے اثبات نہیں کر سکتے ہیں۔

۳۰۲۰۔**وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ: قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِشْقَصٍ وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ أَوْ رَأَيْتُهُ يُقَصَّرُ عَنْهُ بِمِشْقَصٍ وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ.

حضرت طاوسؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے انہیں بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال تیر کے پھل سے چھوٹے کئے جب کہ آپ مروہ پر تشریف رکھتے تھے۔ یا یہ کہا کہ میں نے آپ کو مروہ پر تیر کی تیز دھار والے حصہ سے بال چھوٹے کرتے ہوئے دیکھا۔

باب جواز التمتع فی الحج والقران

حج اور قران کے موقع پر تمتع کرنا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان ہے

۳۰۲۱۔**حَدَّثَنِي** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخاً فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَرُحْنَا إِلَى مِنًى أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کی پکار پکارتے ہوئے نکلے (لبیک کہتے ہوئے) جب ہم مکہ آئے تو آپ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم اسے عمرہ کا کر ڈالیں سوائے اس کے جو ہدی ساتھ لایا ہو۔ پھر جب یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کا دن ہوا اور ہم نے منیٰ کو کوچ کیا تو حج کی نیت سے تلبیہ کہا۔

۳۰۲۲۔**وَحَدَّثَنَا** حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ

عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَا قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخاً.

حضرت جابر وحضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مکہ آئے حج کی پکار پکارتے ہوئے (لبیک کہتے ہوئے)۔

۳۰۲۳۔ حَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَأَتَاهُ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ اخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ: جَابِرٌ فَعَلْنَاهُمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا.

حضرت ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ ابن عباس اور ابن زبیرؓ کے مابین دونوں متعہ (متعۃ النساء اور متعہ حج) کے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا ہے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ یہ دونوں متعے رسول اللہ کے زمانہ میں کئے ہیں پھر حضرت عمرؓ نے ہم کو اس سے منع کر دیا تو ہم نے دوبارہ نہیں کیا۔

تشریح:

''اختلفا فی المتعتین '' یعنی حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر دونوں میں متعۃ الحج اور متعۃ النساء میں اختلاف تھا حضرت ابن عباس دونوں کے جواز کے قائل تھے اور حضرت ابن زبیر دونوں سے منع کرتے تھے، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت ابن عباس ایک وقت تک متعۃ النساء کے قائل تھے پھر حضرت علی کے سمجھانے پر آپ نے رجوع کیا کہ عورتوں کا متعہ اب شراب اور خنزیر کے گوشت کی طرح حرام ہے کتاب النکاح میں یہ مسئلہ انشاء اللہ آئے گا۔

''ثم نہانا عنہما عمر '' اس عبارت سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کو حضرت عمر نے منع کر دیا ورنہ یہ جائز تھا مگر حقیقت اس طرح نہیں ہے متعہ تو قرآن نے منع کر دیا ہے نبی آخر زمان نے منع کر دیا ہے حضرت عمر نے تو اس ممانعت کے لئے ایک سرکاری فرمان جاری کر دیا تھا جس سے وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ حکم عمر نے دیا ہو بہر حال حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ جو شخص متعہ کرے گا میں اس کو سنگسار کروں گا شیعہ روافض اس لئے ناراض ہیں۔

باب اهلال النبی ﷺ بالحج والعمرة معا

نبی اکرم ﷺ کا حج وعمرہ کے لئے ایک ساتھ احرام باندھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۲۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنِي سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ

عَلِيًّا قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ:لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِمَ أَهْلَلْتَ .فَقَالَ:أَهْلَلْتُ بِإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ.قَالَ:لَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ یمن سے تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا: تم نے کیا نیت کی ہے تلبیہ کہتے ہوئے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ کہا کہ میں نبی اکرم کے تلبیہ کے مطابق تلبیہ کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی احرام کھول لیتا''۔

۳۰۲۵۔**وَحَدَّثَنِيهِ** حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَا حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ بَهْزٍ لَحَلَلْتُ .

اس طریق سے بھی سابقہ روایت ہی کی طرح کا مضمون نقل کیا گیا ہے۔

۳۰۲۶۔**حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَحُمَيْدٍ أَنَّهُمْ سَمِعُوا أَنَساً قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعاً لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا .

یحییٰ ابن ابی اسحق، عبدالعزیز بن صہیب اور حمید ان سب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں کی (حج وعمرہ کی) نیت سے تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔ فرمایا: **لبیک وعمرة حجا**۔

۳۰۲۷۔**وَحَدَّثَنِيهِ** عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ وَحُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قَالَ:يَحْيَى سَمِعْتُ أَنَساً يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا .وَقَالَ:حُمَيْدٌ قَالَ:أَنَسٌ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لبیک عمرۃ وحجا۔ اور راوی حمید فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ کو **لبیک بعمرة وحج** فرماتے ہوئے سنا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں حج وعمرہ کریں گے

۳۰۲۸۔**وَحَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ:سَعِيدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ الأَسْلَمِيِّ قَالَ:سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِراً أَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا .

حضرت حنظلہ الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو نبی اکرم ﷺ سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما

السلام بھی ضرور بالضرور "فج روحاء" سے حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہیں گے یا دونوں کی ایک ساتھ ہی نیت کریں گے۔

تشریح:

"یھلّن" یہ اہلال سے ہے لام تاکید کے لئے ہے اور نون ثقیلہ بھی تاکید کے لئے ہے یعنی یقیناً عیسیٰ بن مریم مقام روحاء میں تلبیہ پڑھیں گے، روحاء کا مقام مدینہ منورہ سے ۳۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جو طریق بدر میں پڑتا ہے اس حدیث میں پیشگوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں حج وعمرہ کریں گے اور تلبیہ پڑھیں گے حضرت عیسیٰ کا جب آخر وقت میں نزول ہوگا تو آپ شریعت محمدی کے مطابق احکام پر عمل کریں گے۔ "او لیثنینھما" یعنی کبھی صرف حج کریں گے کبھی صرف عمرہ کریں گے اور کبھی دونوں کو ملا کر قران کریں گے۔

٣٠٢٩۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَهُ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ.

حضرت ابن شہاب سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اور اس روایت میں ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔

٣٠٣٠۔ **وَحَدَّثَنِيهِ** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ الأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ. بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے (آگے گذشتہ دونوں حدیثوں کی طرح روایت بیان فرمائی)

باب بیان عدد عمر النبی ﷺ فی ذی القعدة

ذیقعدہ میں آنحضرت ﷺ کے عمروں کی تعداد

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٠٣١۔ **حَدَّثَنَا** هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَساً أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلاَّ الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ أَوْ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنْ جِعْرَانَةَ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے سب

کے سب ذوالقعدہ میں تھے سوائے اس عمرہ کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ ادا کیا۔ حدیبیہ سے ایک عمرہ کیا ذی القعدہ میں، اس سے اگلے سال پھر ذی القعدہ میں عمرہ کیا اور ایک عمرہ جعرانہ سے کیا ذی قعدہ میں جہاں آپ نے اموال غنیمت کی تقسیم فرمائی تھی۔ اور ایک عمرہ حج کے ساتھ کیا۔

تشریح:

"کلهن فی ذی القعدة" یعنی حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے سارے عمرے ذی القعدہ میں تھے مگر حج کے ساتھ جو عمرہ ہوا وہ ذوالحجہ میں حج کے ساتھ تھا علامہ نووی فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت انس اور حضرت ابن عمر دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عمرے چار ہوئے ہیں اور سب ذی القعدہ میں ہوئے ہیں البتہ ابن عمر ایک عمرہ کو رجب میں مانتے ہیں لیکن حضرت عائشہؓ نے اس پر نکیر کی اور فرمایا کہ ابن عمر آنحضرت کے ساتھ تھے مگر بھول گئے آنحضرت کا کوئی عمرہ رجب میں نہیں ہوا بلکہ سارے عمرے ذی القعدہ میں ہوئے۔ حضرت انس نے ایک عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ شمار کیا ہے لیکن وہ بھی ذی القعدہ میں تھا کیونکہ اس کا ابتدائے احرام ذی القعدہ ہی میں ہوا تھا، پھر افعال ذوالحجہ میں ادا ہوئے تھے

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک عمرہ ذوالقعدہ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا اگر چہ یہ نامکمل رہ گیا تھا مگر ثواب میں مکمل عمرہ تھا اور یہ پہلا عمرہ تھا پھر آپ کا دوسرا عمرہ آئندہ سال ذوالقعدہ میں عمرۃ القضاء کے نام سے ہوا آپ کا تیسرا عمرہ جعرانہ سے ذوالقعدہ میں ہوا آپ کا چوتھا عمرہ حجۃ الوداع میں حج کے ساتھ ذوالقعدہ میں ہوا۔ احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور اعمال وتکمیل ذوالقعدہ میں ہوئے۔ تو علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء فرماتے ہیں کہ ذوالقعدہ کی فضیلت وعظمت کی وجہ سے آنحضرت نے عمرہ کے لئے اس مہینہ کا انتخاب فرمایا نیز آپ نے عمرہ کے لئے ذوالقعدہ کا انتخاب اس لئے بھی فرمایا تا کہ جاہلیت کا دستور اور رواج ٹوٹ جائے کیونکہ جاہلیت میں عرب اشہر الحج میں عمرہ کو افجر الفجور سمجھتے تھے۔

٣٠٣٢۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا كَمْ حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: حَجَّةً وَاحِدَةً وَاعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ. ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هَدَّابٍ

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج ادا فرمائے؟ فرمایا کہ ایک حج کیا اور عمرے چار کئے۔ آگے سابقہ حدیث ہداب کے مثل بیان کیا۔

٣٠٣٣۔ **وَحَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: سَبْعَ عَشْرَةَ. قَالَ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً حَجَّةَ الْوَدَاعِ. قَالَ: أَبُو إِسْحَاقَ وَبِمَكَّةَ أُخْرَى.

تشریح:

"ضربھا بالسواک" یہ حضرات مہمان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عائشہؓ نے مسواک کو صاف کرنے کے لئے زمین پر مارد یا جیسا کہ مسواک کرتے وقت ایسا کیا جاتا ہے۔"تستن" استنان مسواک کرنے کو کہتے ہیں ای تمر السواک علی الاسنان "یا امناہ" ای یا اماہ اے امی جان کیا آپ نہیں سن رہی ہیں جو ابن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عمرہ رجب میں کیا تھا حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ ابن عمر بھول گئے ہیں، قسم بخدا حضور اکرم ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا ہے، ابن عمر جو آنحضرت کے ساتھ ہوتے تھے اب بھول گئے ہیں "سکت" یعنی حضرت ابن عمرؓ نے کچھ نہیں بولا بلکہ صرف خاموش رہے معلوم ہوا کہ ابن عمرہ کو اندازہ ہوگیا کہ میرا کلام صحیح نہیں ہے۔

۳۰۳۵۔وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ:دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ الضُّحَى فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ:بِدْعَةٌ.فَقَالَ:لَهُ عُرْوَةُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ . فَكَرِهْنَا أَنْ نُكَذِّبَهُ وَنَرُدَّ عَلَيْهِ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ فِي الْحُجْرَةِ.فَقَالَ:عُرْوَةُ أَلَا تَسْمَعِينَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَتْ وَمَا يَقُولُ قَالَ:يَقُولُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ.فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا وَهُوَ مَعَهُ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیرؓ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں جب کہ مسجد میں لوگ چاشت کی نماز میں مشغول ہیں۔ میں نے ابن عمرؓ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ "بدعت ہے" (بدعت اس معنی میں کہا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو کبھی یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا ورنہ حقیقتاً بدعت نہیں ہے جیسا کہ روایت ام ہانی میں گزر چکا ہے) اس کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے ادا کئے؟ فرمایا: چار عمرے جن میں سے ایک رجب میں تھا۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ہم نے (عروہ اور میں نے) یہ ناپسند کیا کہ ان کی تکذیب کریں یا ان کی بات کو رد کریں۔ اسی اثناء میں ہم نے حضرت عائشہ کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہؓ (جو ان کے بھانجے تھے) نے کہا اے ام المؤمنین! آپ نہیں سنتیں کہ ابوعبدالرحمٰن نے کیا کہا؟ انہوں نے فرمایا کہ اچھا کیا کہا؟ عروہؓ نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے جن میں سے ایک رجب میں تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے، رسول اللہ نے جب بھی عمرہ کیا تو ابن عمرؓ ان کے ساتھ ہی تھے۔ اور آپ نے رجب میں کبھی عمرہ نہیں کیا (جس سے

معلوم ہوا کہ شاید ابن عمر رضی اللہ عنہ کو شک ہوگیا یا سہو گیا)۔

تشریح:

''فقال بدعة ''یعنی لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے کچھ لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ یہ چاشت کی نماز کیسی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے چاشت کی ثابت شدہ متوارثہ نماز کو کس طرح بدعت کہہ دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مطلقاً چاشت کی نماز کو بدعت نہیں کہا ہے بلکہ اس میں لوگوں نے جو تجاوز کیا بے احتیاطی شروع کی اس بے احتیاطی کی وجہ سے اس کو بدعت کہدیا ہے مثلاً اس کو واجب کی طرح ضروری سمجھنا بدعت ہے، اس کے لئے تداعی بدعت ہے اجتماع بدعت ہے ریاکاری کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے اور بے وقت پڑھنا بدعت ہے اس میں تو کوئی کلام نہیں ہے کہ یہ بدعت ہے''استنان عائشه ''یعنی آپ کی مسواک کرنے کے آہٹ سنی۔

باب فضل العمرة في رمضان

رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٣٠٣٦۔وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ:أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ:سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُنَا قَالَ:قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيتُ اسْمَهَا مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّي مَعَنَا .قَالَتْ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَّا نَاضِحَانِ فَحَجَّ أَبُو وَلَدِهَا وَابْنُهَا عَلَى نَاضِحٍ وَتَرَكَ لَنَا نَاضِحاً نَنْضِحُ عَلَيْهِ قَالَ: فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً .

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے جو ہم سے حدیث بیان کررہے تھے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت سے جس کا نام ابن عباس نے تو بیان کیا تھا، میں بھول گیا۔فرمایا کہ تمہارے لئے ہمارے ساتھ حج کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ اس نے کہا ہمارے دو ہی اونٹ ہیں۔ایک پر اس کا شوہر اور بیٹا حج کے لئے چلے گئے اور ایک اونٹ ہمارے لئے چھوڑ دیا ہے جس پر ہم پانی وغیرہ لاد کر لاتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کرلینا کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کا ثواب رکھتا ہے۔

تشریح:

''فنسيت اسمها ''یعنی میں اس کا نام بھول گیا، آنے والی روایت میں اس کا نام ام سنان بتایا گیا ہے۔

"ناضحان" یہ ناضح کا تثنیہ ہے یعنی پانی بھرنے والے دو اونٹ تھے ایک تو بچوں کا ابا جان لے کر حج کے لئے گیا دوسرا یہاں کام کاج کے لئے رہ گیا گویا یہ عذر پیش کر رہی ہے کہ سواری کی گنجائش نہیں تھی اس لئے حج کے لئے نہ جا سکی "تعدل حجۃ" یعنی جب رمضان آجائے تو ایک عمرہ کرلو کیونکہ رمضان کا عمرہ ثواب میں حج کے برابر ہوتا ہے بلکہ میرے ساتھ حجۃ الوداع کے حج کے برابر ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ثواب کے اعتبار سے ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے حج ادا ہو جاتا ہے، یہ الحاق الناقص بالکامل کے قبیلے سے ہے، ترغیب کے لئے ایسا کہا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب رمضان کا عمرہ اتنے فضیلتوں والا ہے تو آنحضرت ﷺ نے اس افضل کو چھوڑ کر سارے عمرے ذوالقعدہ میں کیوں کیے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ذوالقعدہ کے عمروں سے آنحضرت ﷺ جاہلیت کی رسم توڑنا چاہتے تھے جو اشہر الحج میں عمرہ کو افجر الفجور سمجھتے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ ہوسکتا ہے کہ رمضانی مشاغل آنحضرت کے لئے بہت زیادہ تھے، تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ روزوں کی وجہ سے آنحضرت نے اُمت پر شفقت کی غرض سے رمضان میں عمرہ نہیں کیا کیونکہ رمضان میں لوگ روزہ سے ہوتے ہیں جس طرح جماعت کے ساتھ تراویح کا اہتمام نہیں کیا جاتا تا کہ حرج نہ ہو۔

۳۰۳۷۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا أُمُّ سِنَانٍ مَا مَنَعَكِ أَنْ تَكُونِي حَجَجْتِ مَعَنَا. قَالَتْ نَاضِحَانِ كَانَا لِأَبِي فُلَانٍ زَوْجِهَا حَجَّ هُوَ وَابْنُهُ عَلَى أَحَدِهِمَا وَكَانَ الْآخَرُ يَسْقِي عَلَيْهِ غُلَامُنَا. قَالَ: فَعُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً. أَوْ حَجَّةً مَعِي.

حضرت عطاء ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک انصاری خاتون جس کا نام ام سنان تھا فرمایا: تمہارے لئے ہمارے ساتھ حج کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ابوفلاں کے جوان کا شوہر ہے دو اونٹ ہیں ایک پر وہ اور اس کا بیٹا حج کے لئے گئے ہیں جب کہ دوسرے اونٹ پر ہمارا غلام پانی وغیرہ لاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا رمضان میں ایک عمرہ حج کے یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

باب استحباب دخول مكة من الثنية العلياء والخروج من الثنية السفلى

مکہ میں بالائی حصہ سے داخل ہونا اور نچلے حصہ سے نکلنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ

اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَخْرُجُ مِنْ طَرِیْقِ الشَّجَرَۃِ وَیَدْخُلُ مِنْ طَرِیْقِ الْمُعَرَّسِ وَاِذَا دَخَلَ مَکَّۃَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِیَّۃِ الْعُلْیَا وَیَخْرُجُ مِنَ الثَّنِیَّۃِ السُّفْلٰی.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ شجرہ والے راستہ سے مدینہ سے نکلتے اور معرس کے راستہ سے داخل ہوتے تھے اور مکہ میں جب داخل ہوتے تو بلند ٹیلے سے داخل ہوتے اور نکلتے تو نچلے ٹیلے سے نکلا کرتے تھے۔

تشریح:

"من طریق الشجرۃ "یعنی آنحضرت کی مبارک عادت یہ تھی کہ حج یا عمرہ کے سفر میں جب مدینہ سے نکل کر مکہ روانہ ہوئے تو شجرہ کے راستے سے نکل کر جاتے، شجرہ درخت کو کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مسجد ذوالحلیفہ کے پاس ایک بڑا درخت تھا اسی درخت والا راستہ مراد ہے جو ذوالحلیفہ میں تھا۔"من طریق المعرس "یعنی جب آنحضرت مکہ سے واپس ہو کر مدینہ میں داخل ہوتے تو معرس کے راستے سے داخل ہو جاتے معرس بھی ذوالحلیفہ کے پاس ایک جگہ کا نام ہے معرس کا لغوی معنی رات کے نزول اور رات گذارنے کا ہے آنحضرت اس مقام پر رات گذارتے تھے پھر مدینہ میں داخل ہوتے تھے، معرس وادی عقیق کی مشرقی جانب میں جالگتا ہے یہ دونوں جگہیں ذوالحلیفہ میں ہیں مگر طریق الشجرہ الگ ہو کر مدینہ جالگتا ہے اور طریق معرس الگ ہو کر جالگتا ہے آنحضرت نے ان راستوں کو الگ الگ اختیار کیا تاکہ دونوں میں برکت آجائے اور دونوں راستے عبادت پر گواہ بن جائیں نیز آپ تغیر احوال کے لئے نیک تفاؤل کا ارادہ بھی کیا کرتے تھے اس لئے راستے بدلتے تھے۔

"واذا دخل مکۃ "اور حج وعمرہ کے موقع پر جب آنحضرت مکہ میں داخل ہو جاتے تو ثنیۃ العلیاء سے داخل ہوتے۔ ثنیہ گھاٹی کو کہتے ہیں اور العلیاء بالائی حصہ کو کہتے ہیں آج کل اس کا دوسرا واضح اور مشہور نام "کداء" ہے جو جبل تعیقعان کی شمالی جانب کے قریب سے گزر کر مقام حجون اور مکہ کے قبرستان المعلاۃ سے جالگتا ہے، آنحضرت کے مکہ میں داخل ہونے کا یہی راستہ تھا اگلی روایت میں اس کو بطحاء کے نام سے یاد کیا گیا ہے یعنی یہ راستہ بطحاء میں جا کر نکلتا ہے۔ بطحاء جنت المعلاۃ سے لیکر بیت اللہ تک کے حصے کو کہتے ہیں فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ مر الظہران سے جبل کداء سے ہوتے ہوئے مقام حجون سے گزر کر شعب بنی عامر کے سامنے المعلاۃ کے قریب چھپرہ بازار کی جگہ اترے تھے اور وہیں پر خیمہ گاڑ دیا تھا اور جھنڈا نصب کیا تھا اس جگہ میں ایک مسجد تھی جس کا نام مسجد رایہ تھا، آج کل حدود حرم میں آکر منہدم کر دی گئی ہے۔

"ویخرج من ثنیۃ السفلی "یعنی جب آنحضرت مکہ سے نکل کر مدینہ جانے لگتے تو ثنیۃ السفلی سے نکل کر جاتے یہ مکہ کی نچلی گھاٹی سے تعبیر ہے آج کل اس کو کدی کہتے ہیں، یہ راستہ جبل تعیقعان کی جنوبی جانب سے گزر کر جرول کے شارع عام تک جا نکلتا ہے یہاں

باب شبیکہ ایک مشہور گیٹ ہوا کرتا تھا جو ختم کیا گیا ہے اب نہیں ہے۔ صاحب منۃ المنعم لکھتے ہیں کہ مکہ میں ایک اور جگہ ہے، جس کو کدی کہتے ہیں جو یمن جانے کے راستے میں ہے یہاں وہ مراد نہیں ہے، بہر حال کدیٰ طریق علیا ہے اور کدی طریق سفلی ہے، جس کو حدیث میں ثنیۃ العلیا اور ثنیۃ السفلی کہا گیا ہے اگلے باب میں ذی طویٰ میں آپ کے رات گذارنے کا ذکر ہے ذی طویٰ علاقہ ہے جو جنت المعلاۃ سے مغربی جانب کی طرف زاہر اور جرول اور عتیبہ پر مشتمل ہے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ آنحضرت ذی طویٰ کے اس مقام پر رات گذارتے تھے جو حجون کے پاس بطحاء اور ابطح سے جا لگتا ہے۔ چنانچہ ان تمام احادیث سے متعلق تفصیل اور نقشہ اس طرح ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"اعلا ھا" یعنی حضور اکرم ﷺ جب حجۃ الوداع میں مکہ تشریف لائے تو آپ مکہ کے بلند حصے سے داخل ہوئے یہ بلند حصہ وہی ہے جس کو ایک حدیث میں ذی طویٰ کے نام سے یاد کیا گیا ہے مکہ کا مشہور قبرستان جنت المعلی بھی اسی جانب میں ہے اور بیت اللہ کا دروازہ اسی جانب میں واقع ہے اس کے علاوہ شہر کا دوسرا حصہ ہے جو نشیبی علاقہ میں واقع ہے، جس کو اس حدیث میں "اسفلھا" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

سوال: اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ سنن کی ایک حدیث میں اس طرح مذکور ہے کہ حضور اکرم ذی طویٰ سے آئے اور ذی طویٰ ہی سے واپس چلے گئے اور یہاں اعلیٰ اور اسفل دو متضاد راستوں کا ذکر ہے تو کیا دونوں حدیثوں میں تعارض ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت جب مکہ سے نکل جاتے اور مدینہ کے راستے پر پہنچتے تو وہ ذی طویٰ ہی کا راستہ ہوتا تھا نکلنا تو بیشک نشیبی جانب سے تھا لیکن وہاں سے گھوم پھر کر ذی طویٰ پر آجاتے ذی طویٰ باب الحارہ اور شارع خالد بن الولید سے آگے جا کر تنعیم کے پاس جا لگتا ہے اور اس طرف جرول کے پاس سے جا کر جنت المعلی تک جا پہنچتا ہے تو دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے ذی طویٰ لمبا علاقہ ہے نقشہ آگے آرہا ہے۔ "بذی طوی" ذی طویٰ تنعیم کے پاس ارض حرم میں ایک جگہ کا نام ہے اسی مقام سے حضور اکرم مکہ میں داخل ہوتے تھے اور اسی مقام سے واپس جاتے تھے اور یہاں پر ایک رات قیام فرماتے تھے آج کل بھی مدینہ یا جدہ جانے کے لئے عام طور پر یہی راستہ استعمال ہوتا ہے اس جگہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کسی حج کا حصہ نہیں ہے صرف ایک امر عادی ہے کہ یہاں سے آنا جانا آسان ہے اگر اتباع نبی کا قصد و ارادہ ہو تو مستحب کا ثواب مل سکتا ہے۔
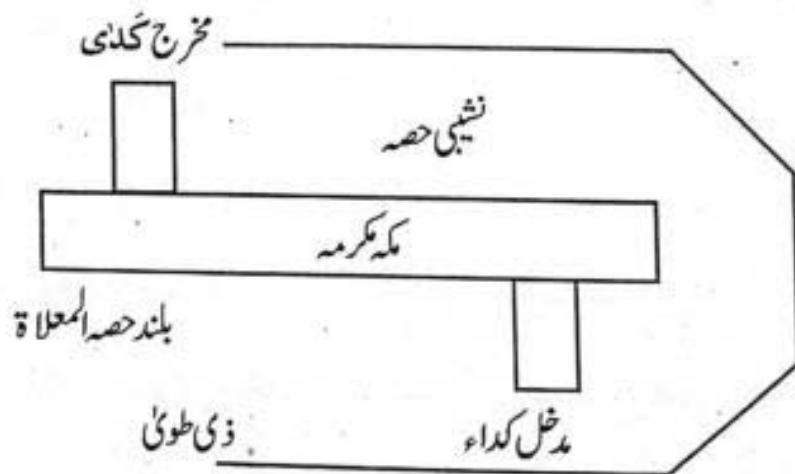
۳۰۳۹۔ وحدثنیہ زھیر بن حرب ومحمد بن المثنی قالا حدثنا یحیی وھو القطان عن عبید اللہ بھذا الاسناد وقال فی روایۃ زھیر العلیا التی بالبطحاء۔

حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اور حضرت زہیر رحمہ اللہ کی روایت میں یہ ہے کہ (آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے) اوپر کے ٹیلے سے جو بطحاء میں ہے۔

۳۰۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ أَعْلاَهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مکہ تشریف لاتے تو اوپر کی طرف سے داخل ہوتے اور نیچے کی طرف سے یعنی نشیب والے علاقہ سے نکلا کرتے تھے۔

۳۰۴۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ. قَالَ: هِشَامٌ فَكَانَ أَبِي يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَكَانَ أَبِي أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے سال مکہ مکرمہ میں ''کداء'' کے راستہ سے جو مکہ کے بلند علاقہ میں ہے داخل ہوئے۔ ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد دونوں کداء اور کدیٰ سے داخل ہوتے تھے جب کہ اکثر کداء سے داخل ہوا کرتے تھے (اصل میں مکہ میں اس نام کے دو مقام ہیں ایک کدیٰ ہے اور ایک کداء ہے)۔

تشریح:

''عام الفتح'' اس سے فتح مکہ کا سال مراد ہوتا ہے اور یہ معروف اصطلاح ہے ''من کداء'' یعنی آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے موقع پر جبل کداء سے مکہ میں داخل ہوئے کیونکہ حضرت حسانؓ نے ابوسفیان بن حارث کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ ہم جبل کداء سے تم پر چڑھائی کر کے گھوڑے دوڑائیں گے، آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر مر الظہران میں فرمایا کہ میں جبل کداء سے داخل ہوں گا تاکہ حسان کی قسم پوری ہو جائے، ورنہ یہ ایک میدانی علاقہ ہے جس میں کھلا راستہ ہے چنانچہ حضرت حسانؓ کے چند اشعار لکھتا ہوں باقی قصیدہ مسلم شریف کی جلد ثانی میں آئے گا، چنانچہ حضرت حسانؓ نے فرمایا۔

الا ابلغ ابا سفیان عنا ۔۔۔ فانت مجوف نخب ھواء

ھجوت محمدا فاجبت عنہ ۔۔۔ وعند اللہ فی ذاک الجزاء

عدمنا خیلنا ان لم تروھا ۔۔۔ تثیر النقع موعدھا کداء

زیر بحث حدیث میں اسی جگہ کا ذکر ہے۔

باب استحباب المبيت بذى طوىٰ عندخول مكة

دخول مکہ کے لئے ذی طوی میں رات گذارنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰٤۲۔ **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَاتَ بِذِي طَوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ. قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ. وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ سَعِيدٍ حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ. قَالَ: يَحْيَى أَوْ قَالَ: حَتَّى أَصْبَحَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات ''ذی طویٰ'' میں گذاری، صبح تک، پھر مکہ میں داخل ہوئے۔ راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ بھی یوں ہی کرتے تھے۔ ابن سعید کی روایت میں یہ ہے کہ صبح کی نماز پڑھی (ذی طویٰ میں)۔ یا کہا کہ صبح کی۔

۳۰٤۳۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ بِذِي طَوًى حَتَّى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَاراً وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَهُ.

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب تک ذی طویٰ میں رات نہ گذار لیتے مکہ میں تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی پھر غسل کر کے مکہ میں داخل ہوتے تھے دن میں اور ذکر کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

۳۰٤٤۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طَوًى وَيَبِيتُ بِهِ حَتَّى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ وَمُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ وَلَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيظَةٍ.

حضرت نافعؒ، عبداللہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ تشریف لاتے وقت ذی طویٰ کے مقام پر پڑاؤ کرتے اور وہاں رات گذارتے یہاں تک کہ صبح کی نماز وہیں پڑھتے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا مصلیٰ ایک موٹے ٹیلے پر ہے اس مسجد میں نہیں ہے جو بنائی گئی ہے وہاں پر بلکہ اس سے نیچے ایک موٹے ٹیلے پر ہے۔

(ذی طویٰ، مکہ کے قریب ایک معروف جگہ ہے)۔

تشریح:

"ینزل بذی طوی" ذی طوی طا پر فتحہ ضمہ اور کسرہ جائز ہے فتحہ مشہور ہے ذی طوی میں رات گذار کر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا حج کا کوئی حصہ نہیں ہے البتہ نبی مکرم اور رسول معظم ﷺ کی پیروی اور اقتداء واتباع کی نیت سے ایسا کرنا ثواب کا کام اور مستحب ہے "اکمۃ" مضبوط ٹیلہ کو کہتے ہیں غلیظہ کا لفظ اسی مقصد کے لئے کہ یہ مضبوط اور بڑا ٹیلہ ہے آج کل ان اشیاء کا نام ونشان نہیں ہے البتہ یہاں غسل کرنا مستحب ہے اور دن کے وقت بیت اللہ میں داخل ہونا بھی مستحب ہے مگر آج کل راستے میں ٹھہرنا آسان کام نہیں ہے ہر حاجی اپنے معلم کے ہاتھوں میں گرفتار قیدی ہوتا ہے۔ ساتھ والی روایت میں فرضتی الجبل کا لفظ ہے یہ فرضۃ کا تثنیہ ہے پہاڑ کے دور بند چوٹیوں کو کہتے ہیں جس کے درمیان گزرنے کا راستہ ہوتا ہے "بنی ثمہ" یعنی جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے یہ لفظ ثم ثا کے فتحہ کے ساتھ ہے جو مکان کی طرف اشارہ کے لئے بولا جاتا ہے "الاکمۃ السوداء" سیاہ ٹیلے کے معنی میں ہے الجبل الطویل سے مراد جبل الخندمہ کا طویل سلسلہ ہے ان مقامات کا نشان اب نہیں اتنا سمجھو کہ یہ مقامات جنت المعلاۃ اور بطحاء کے علاقہ میں ہوتے تھے۔

۳۰۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ يَجْعَلُ الْمَسْجِدَ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِطَرَفِ الْأَكَمَةِ وَمُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكَمَةِ السَّوْدَاءِ يَدَعُ مِنَ الْأَكَمَةِ عَشْرَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ يُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الطَّوِيلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ

نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے پہاڑ کے دونوں ٹیلوں کی طرف رخ کیا وہ پہاڑ جو آپ ﷺ کے اور طویل کے پہاڑ کے درمیان تھا، بیت اللہ کی جانب میں۔ مسجد جو وہاں بنائی گئی ہے اس کو بائیں طرف کر دیتے ہیں وہ مسجد جو ٹیلہ کی ایک طرف کو ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا مصلی اس سیاہ ٹیلہ سے نیچے کی طرف ہے ٹیلہ سے تقریباً دس گز چھوڑ کر۔ پھر آپ ﷺ طویل پہاڑ کے دونوں ٹیلوں کی طرف رخ کئے ہوئے تھے وہ طویل پہاڑ جو تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

باب استحباب الرمل فی الطواف الأول فی العمرة والحج

عمرہ اور حج کے پہلے طواف میں رمل کرنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے تیرہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ

اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعَى بِبَطْنِ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ کا پہلا طواف کرتے تو تین (ابتدائی) چکروں میں رمل فرماتے (اکڑ کر چلتے) اور چار میں عام چال چلتے۔ اور جب صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتے تو سیلابی پانی بہنے کی جگہ میں دوڑتے۔ (اس سے مراد میلین اخضرین یعنی دو سبز ستون ہیں جن کے درمیان دوڑنا چاہئے) اور حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تشریح:

"الطواف الاول" اس سے حالت احرام میں عمرہ اور حج کا پہلا طواف مراد ہے جب کہ حاجی ابتداء میں حرم شریف میں داخل ہو کر طواف کرنے لگتا ہے اس میں پہلے تین شوطوں میں رمل کرنا سنت ہے، رمل پہلوانی دکھانے کو کہتے ہیں کہ حاجی اضطباع کی حالت میں قریب قریب قدم رکھ کر تیز تیز دوڑنا شروع کرے اور کندھوں کو اس طرح ہلائے گا گویا وہ دشمن پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ رمل کا سبب یہ تھا کہ کفار نے کہا کہ مسلمانوں کو مدینہ کی آب وہوا اور بخار نے اتنا کمزور کر دیا ہے کہ اگر جنگ ہو جائے تو یہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے عمرۃ القضاء کے موقع پر آنحضرت نے صحابہ کو رمل کا حکم دیا۔ کفار جبل قعیقعان پر تھے اور دیکھ رہے تھے جب انہوں نے صحابہ کی چستی اور پہلوانی کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ لوگ تو پہلوان ہیں رکن یمانی سے حجر اسود تک کی جانب اگر چہ کفار کو نظر نہیں آرہا تھا لیکن پہلے تین اشواط میں کعبہ کی تمام اطراف میں اس کا عمل صحابہ نے کیا ہے بعد میں اگر چہ رمل کا سبب باقی نہیں رہا لیکن یہ سنت قیامت تک باقی رکھی گئی ہے۔

"یسعی ببطن المسیل" صفا ومروہ کے درمیان نشیبی علاقہ کو بطن مسیل کہتے ہیں پہلے زمانہ میں اس نشیبی حصہ میں سیلاب کا پانی بہتا تھا اب پورا علاقہ برابر ہو کر بھر گیا ہے اب اس جگہ پر سبز لائٹ لگی ہوئی ہے جس کو میلین اخضرین کہتے ہیں اس جگہ میں تیز دوڑنا سنت نبوی ہے اگر چہ ابتداء میں حضرت ہاجرہ نے دوڑ لگائی تھی کیونکہ اس جگہ سے بیت اللہ نظر نہیں آتا تھا تو وہ ڈر جاتی تھی کہ کہیں شیر خوار بچہ اسماعیل کو درندے نے اچک نہ لیا ہو اللہ تعالیٰ نے اس دوڑ کو قبول فرمایا اور اس کو باقی رکھا لیکن ہم چونکہ نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں دوڑتے ہیں اس لئے مردوں کے لئے دوڑنا سنت ہے عورتوں کے لئے دوڑنا نہیں ہے۔

۳۰۴۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ فَإِنَّهُ يَسْعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَمْشِي أَرْبَعَةً ثُمَّ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حج وعمرہ میں طواف کرتے مکہ آنے کے بعد پہلی مرتبہ تو بیت

اللہ کے گرد تین چکروں میں دوڑتے اور چار میں عادت کے مطابق چلتے تھے۔ پھر دو رکعات نماز پڑھتے تھے (دوگانہ طواف) بعد ازاں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے۔

٣٠٤٨۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ حِينَ يَقْدَمُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ مکہ تشریف لاتے اور حجر اسود کا استلام کرتے اور پہلے پہل طواف کرتے تو سات میں سے تین چکروں میں رمل فرماتے تھے۔

تشریح:

''استلم'' استلام حجر اسود کو بوسہ دینے کو کہتے ہیں اگر بوسہ کا موقع نہ ملے تو لاٹھی یا ہاتھ سے اشارہ کرے اور پھر لاٹھی یا ہاتھوں کو بوسہ دے کچھ سلفی قسم کے لوگ آج کل حجر اسود کے بوسہ کو پسند نہیں کرتے ہیں اور ہاتھ سے اشارہ اور بوسہ کو منع کرتے ہیں، ان اندھوں کو یہ نظر نہیں آیا کہ آنحضرت ﷺ نے لاٹھی سے اشارہ کیا اور پھر اس کا بوسہ لیا۔ ایک عارف نے اللہ تعالیٰ سے مناجات میں کہا ؂

اسود حجر کے چہرہ پہ بوسہ ہے خوب تر ۔ بوسہ نہ مل سکے تو اشارہ قبول کر

''یخب'' تیز دوڑنے کو کہتے ہیں اس سے مراد وہی رمل ہے جو پہلے تین اشواط میں ہوتا ہے اس سے پہلے حدیث میں یسعی کے لفظ سے بھی رمل مراد ہے حجر اسود سے لیکر حجر اسود تک یہ رمل تین اشواط میں مکمل کرنا مسنون ہے۔

٣٠٤٩۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبَانَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَمَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حجر (اسود) تک (پہلے) تین (چکروں) میں رمل فرمایا (اور باقی) چار (چکروں) میں عام چال سے چلے۔

٣٠٥٠۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَهُ.

حضرت نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔

٣٠٥١۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ

قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے حجر (اسود) سے حجر اسود تک رمل فرمایا یہاں تک کہ اس کے تین چکر ہو گئے۔

۳۰۵۲۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَلَ الثَّلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود سے حجر اسود تک (پہلے) تین ۱ چکروں میں رمل فرمایا۔

رمل کرنے میں حضرت ابن عباسؓ کا مذہب

۳۰۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَرَأَيْتَ هَذَا الرَّمَلَ بِالْبَيْتِ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشْيَ أَرْبَعَةِ أَطْوَافٍ أَسُنَّةٌ هُوَ فَإِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ سُنَّةٌ. قَالَ: فَقَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا. قَالَ: قُلْتُ مَا قَوْلُكَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدِمَ مَكَّةَ فَقَالَ: الْمُشْرِكُونَ إِنَّ مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ مِنَ الْهُزَالِ وَكَانُوا يَحْسُدُونَهُ. قَالَ: فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا ثَلَاثًا وَيَمْشُوا أَرْبَعًا. قَالَ: قُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنِ الطَّوَافِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رَاكِبًا أَسُنَّةٌ هُوَ فَإِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ سُنَّةٌ. قَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا. قَالَ: قُلْتُ وَمَا قَوْلُكَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَثُرَ عَلَيْهِ النَّاسُ يَقُولُونَ هَذَا مُحَمَّدٌ هَذَا مُحَمَّدٌ. حَتَّى خَرَجَ الْعَوَاتِقُ مِنَ الْبُيُوتِ. قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُضْرَبُ النَّاسُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمَّا كَثُرَ عَلَيْهِ رَكِبَ وَالْمَشْيُ وَالسَّعْيُ أَفْضَلُ.

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ جو بیت اللہ کے طواف میں تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں عام طریقہ سے چلا جاتا ہے آپ کا اس میں کیا خیال ہے؟ کیا یہ سنت ہے؟ کیونکہ آپ کی قوم کا خیال یہی ہے کہ یہ سنت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری قوم کے لوگوں نے سچ بھی کہا اور جھوٹ بھی۔ میں نے کہا اس کا کیا مطلب ہے کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو مشرکین نے کہا کہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھی کمزوری کے سبب بیت اللہ کا طواف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ آپ ﷺ سے حسد

کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ تین چکروں میں رمل کریں اور چار میں (اپنی عادت کے مطابق) چلیں۔میں نے کہا کہ مجھے صفا و مروہ کے درمیان سوار ہو کر سعی کے بارے میں بتلائے کہ کیا یہ سنت ہے؟ کیونکہ آپ کی قوم کا یہی خیال ہے کہ یہ سنت ہے۔ابن عباسؓ نے فرمایا: انہوں نے سچ بھی کہا اور جھوٹ بھی۔میں نے کہا آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر لوگوں کا ہجوم ہو گیا تھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ یہ محمد ہیں حتی کہ کنواری لڑکیاں تک باہر نکل آئیں (آپ ﷺ کے دیدار کے شوق میں) اور رسول اللہ کے سامنے سے لوگوں کو ہٹایا نہ جاتا تھا۔چنانچہ جب ہجوم ہو گیا لوگوں کا تو آپ سوار ہو گئے (کیونکہ سعی میں مشکل پیش آرہی تھی) اور سعی پیدل کرنا افضل ہے۔

تشریح:

''صدقوا و كذبوا''یعنی ان لوگوں نے جو یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ نے طواف کے ابتدائی تین اشواط میں رمل کیا اس میں تو یہ لوگ سچے ہیں لیکن ان کا یہ کہنا کہ رمل مستقل سنت مؤکدہ کے درجہ میں ہے اور اس کو سنت مقصودہ قرار دینا اس میں یہ لوگ جھوٹے ہیں کیونکہ یہ مستقل سنت مقصودہ نہیں ہے صرف کفار کو چستی دکھانے کے لئے ایک سال میں یہ مقصود تھا ہمیشہ کے لئے نہیں تھا۔حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہ تھا کہ رمل صرف آنحضرت کے ساتھ عمرة القضاء میں خاص تھا،کفار کو چستی دکھائی تھی اب وہ علت نہیں ہے لہذا رمل نہیں ہے حضرت ابن عباسؓ اپنے اس مذہب میں اکیلے ہیں یہ ان کا تفرد ہے صحابہ و تابعین اور تمام فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ رمل سنت ہے جس نے رمل کو چھوڑ دیا تو اس نے گناہ کا کام کیا البتہ اس پر دم نہیں ہے لیکن سفیان ثوری اور حسن بصری اور عبد الملک بن الماجشون کا مذہب یہ ہے کہ رمل چھوڑنے پر دم لازم آتا ہے ان حضرات نے نبی مکرم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا''لتاخذوا مناسككم عني''(نووی)۔

''الطواف بين الصفا و المروة''یعنی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں بتا دیجئے کہ یہ کیسا ہے آیا سواری پر کرنا ہے یا پیدل چل کر کرنا ہے لوگ کہتے ہیں کہ سوار ہو کر کرنا سنت ہے''صدقوا و كذبوا''حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اس بات میں تو سچ بولا کہ آنحضرت نے سواری پر سعی فرمائی لیکن اس میں یہ لوگ جھوٹے ہیں کہ سوار ہو کر سعی کرنا افضل ہے ایسا نہیں ہے بلکہ پیدل سعی افضل ہے آنحضرت نے عذر کے تحت سوار ہو کر سعی فرمائی جس کا تذکرہ اسی حدیث میں ہے۔بہر حال رمل يرمل نصر ينصر سے ہے یہ طواف کے ساتھ خاص ہے''الهزل''یہ لفظ لاغری اور کمزوری کے معنی میں ہے۔صفا و مروہ کے بارے میں اگر طواف کا لفظ آجائے تو وہ سعی کے معنی میں ہوتا ہے۔

''لايضرب الناس بين يديه''یعنی لوگوں کو دھکے مار مار کر آنحضرت ﷺ کے سامنے سے ہٹا بھگانے کا معمول نہیں تھا اس لئے پیدل

چلنے میں لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تو چلنا مشکل ہو گیا اس لئے عذر کی وجہ سے آپ سوار ہو گئے۔

٣٠٥٤۔وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَكَانَ أَهْلُ مَكَّةَ قَوْمَ حَسَدٍ. وَلَمْ يَقُلْ يَحْسُدُونَهُ.

حضرت جریری اس سند کے ساتھ سابقہ روایت کا مضمون نقل کرتے ہیں سوائے اس بات کے کہ اس روایت میں انہوں نے کہا کہ مکہ کی قوم کے لوگ حسد کرنے والے تھے۔

٣٠٥٥.وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَلَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهِيَ سُنَّةٌ. قَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا.

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے طواف میں رمل کیا اور صفا و مروہ کے درمیان (سعی) کی اور یہی سنت ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: انہوں نے سچ بھی کہا اور جھوٹ بھی کہا۔

٣٠٥٦۔وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الأَبْجَرِ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أُرَانِي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: فَصِفْهُ لِي. قَالَ: قُلْتُ رَأَيْتُهُ عِنْدَ الْمَرْوَةِ عَلَى نَاقَةٍ وَقَدْ كَثُرَ النَّاسُ عَلَيْهِ. قَالَ: فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ ذَاكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يُدَعُّونَ عَنْهُ وَلَا يُكْهَرُونَ.

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے آپ ﷺ کی صفت بیان کرو۔ میں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو مروہ کے نزدیک اونٹنی پر دیکھا آپ پر لوگوں کا ہجوم ہو گیا تھا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد سے لوگوں کو ہٹاتے اور دور نہیں کرتے تھے۔

تشریح:

"عن ابی الطفیل" آپ کا نام عامر بن واثلہ اللیثی ہے "ارانی" یہ ابوطفیل کا قول ہے کہ میں اپنے آپ کو پاتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یقیناً دیکھا تھا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ بیان کیجئے "قال ابن عباس وصفه لی ای بین لی بیانا واضحا "ذاک" یہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوطفیل کی بات کی تائید کرتے ہیں کہ ہاں یہی رسول اللہ ﷺ کی شان تھی کہ آپ کے اردگرد سے لوگوں کو دھکے دیکر ہٹایا نہیں جاتا تھا یہ "یدعون" کا معنی ہے "ولا یکھرون" یہ کھر سے جھڑ کنے ڈانٹنے اور زجر و توبیخ کے معنی میں ہے۔ بہرحال ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثیؓ کثیر العمر صحابہ میں سے ہیں۔ آپ ۳ھ میں احد کی جنگ کے موقع پر پیدا ہوئے تھے۔ امام مسلمؒ اپنی

کتاب صحیح مسلم میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ابوطفیل ۱۰۰ھ میں وفات پاگئے تھے وهو اخر من مات من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے ایک سو سات میں آپ کا انتقال ہوا۔ وہب بن جریر بن حازم اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں مکہ میں ایک سو دس ہجری میں ایک جنازہ میں شریک تھا میں نے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے لوگوں نے کہا کہ یہ ابوطفیل کا جنازہ ہے یہ سب کچھ فتح الملہم میں مذکور ہے۔

۳۰۵۷۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مَكَّةَ وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ. قَالَ: الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ غَداً قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمَّى وَلَقُوا مِنْهَا شِدَّةً. فَجَلَسُوا مِمَّا يَلِي الْحِجْرَ وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا ثَلاَثَةَ أَشْوَاطٍ وَيَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ جَلَدَهُمْ فَقَالَ: الْمُشْرِكُونَ هَؤُلاَءِ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّ الْحُمَّى قَدْ وَهَنَتْهُمْ هَؤُلاَءِ أَجْلَدُ مِنْ كَذَا وَكَذَا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلاَّ الإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ مکہ تشریف لائے اور یثرب (مدینہ) کے بخار نے انہیں کمزور کردیا تھا۔ مشرکین نے یہ کہنا شروع کردیا کہ کل تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جنہیں بخار نے کمزور کردیا ہے اور سخت کمزوری انہیں لاحق ہوگئی ہے۔ چنانچہ وہ مشرکین حطیم کے قریب بیٹھ گئے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ تین چکروں میں رمل کریں (یعنی اکڑ کر چلیں) اور حجر اسود و رکن یمانی کے درمیان عام رفتار سے چلیں تاکہ مشرکین کو اپنی قوت کا مظاہرہ کرائیں۔ مشرکین نے کہا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم کہتے تھے کہ انہیں بخار نے کمزور کردیا ہے؟ یہ تو فلاں اور فلاں سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں۔

تشریح:

''وهنتهم'' یعنی مدینہ منورہ کے بخار نے صحابہ کو کمزور کر رکھا تھا، کفار نے کہا کہ یہ کمزور قوم کل آئے گی اور طواف کرے گی دیکھو یہ کس طرح طواف کرے گی ''يلي الحجر'' ح پر کسرہ ہے اس کا نام حجر بھی ہے حطیم بھی ہے حجر اسماعیل بھی ہے کہا جاتا ہے کہ اس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی قبریں ہیں، یہ سات گز کی جگہ ہے ''جلدهم'' چستی اور قوت کو جلد کہتے ہیں ''اجلد'' اسی جلد سے اسم تفضیل ہے یعنی یہ لوگ تو اتنی اتنی طاقت سے بھی زیادہ طاقت و قوت کے مالک ہیں ''الابقاء'' شفقت و رحمت اور نرمی کے معنی میں ہے۔

۳۰۵۸۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: ابْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا سَعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَمَلَ بِالْبَيْتِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ.

کتاب صحیح مسلم میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ابوطفیل ۱۰۰ھ میں وفات پا گئے تھے وھو اخر من مات من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے ایک سو سات میں آپ کا انتقال ہوا۔ وہب بن جریر بن حازم اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں مکہ میں ایک سو دس ہجری میں ایک جنازہ میں شریک تھا میں نے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے لوگوں نے کہا کہ یہ ابوطفیل کا جنازہ ہے یہ سب کچھ فتح الملہم میں مذکور ہے۔

۳۰۵۷. وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مَكَّةَ وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ. قَالَ: الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ غَداً قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمَّى وَلَقُوا مِنْهَا شِدَّةً. فَجَلَسُوا مِمَّا يَلِي الْحِجْرَ وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَيَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ جَلَدَهُمْ فَقَالَ: الْمُشْرِكُونَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّ الْحُمَّى قَدْ وَهَنَتْهُمْ هَؤُلَاءِ أَجْلَدُ مِنْ كَذَا وَكَذَا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ مکہ تشریف لائے اور یثرب (مدینہ) کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا تھا۔ مشرکین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کل تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جنہیں بخار نے کمزور کر دیا ہے اور سخت کمزوری انہیں لاحق ہوگئی ہے۔ چنانچہ وہ مشرکین حطیم کے قریب بیٹھ گئے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ تین چکروں میں رمل کریں (یعنی اکڑ کر چلیں) اور حجر اسود و رکن یمانی کے درمیان عام رفتار سے چلیں تا کہ مشرکین کو اپنی قوت کا مظاہرہ کرائیں۔ مشرکین نے کہا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم کہتے تھے کہ انہیں بخار نے کمزور کر دیا ہے؟ یہ تو فلاں اور فلاں سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں۔

تشریح:

''وھنتھم'' یعنی مدینہ منورہ کے بخار نے صحابہ کو کمزور کر رکھا تھا، کفار نے کہا کہ یہ کمزور قوم کل آئے گی اور طواف کرے گی دیکھو یہ کس طرح طواف کرے گی ''یلی الحجر'' ح پر کسرہ ہے اس کا نام حجر بھی ہے حطیم بھی ہے حجر اسماعیل بھی ہے کہا جاتا ہے کہ اس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی قبریں ہیں، یہ سات گز کی جگہ ہے ''جلدھم'' چستی اور قوت کو جلد کہتے ہیں ''اجلد'' اسی جلد سے اسم تفضیل ہے یعنی یہ لوگ تو اتنی اتنی طاقت سے بھی زیادہ طاقت وقوت کے مالک ہیں ''الابقاء'' شفقت ورحمت اور نرمی کے معنی میں ہے۔

۳۰۵۸۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: ابْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا سَعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَمَلَ بِالْبَيْتِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے طواف میں رمل اور دوڑ اس وجہ سے کی تاکہ مشرکین آپ کی قوت دیکھ لیں۔

باب استلام الركنين اليمانيين دون الشاميين

صرف حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام ہوتا ہے شامیین کا نہیں

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۵۹۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ پر ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا سوائے دونوں یمانی کونوں پر۔

تشریح:

"یمسح" حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ وہ رکنین یمانیین کے علاوہ کسی جگہ استلام کرتے تھے یمسح کا لفظ چھونے کے معنی میں آتا ہے مگر یہاں استلام کے معنی میں ہے اور استلام جب حجر اسود کے لئے استعمال ہو جائے تو اس کا مطلب چھونا اور بوسہ دینا ہوتا ہے اور اگر رکن یمانی کے لئے استعمال ہو جائے تو وہ صرف چھونے کے معنی میں ہوتا ہے رکن یمانی کو صرف چھونا ہے بوسہ لینا نہیں ہے اور اگر چھونے کے موقع نہیں ملا تو دور سے اشارہ کی ضرورت نہیں ہے اور حجر اسود کو چھونا بھی ہے اور چومنا بھی ہے جو بھی میسر ہو جائے اور اگر چومنا میسر نہ ہو تو دور سے اشارہ کافی ہے رکنین یمانیین " یہ یمن کی طرف منسوب ہیں کیونکہ یہ یمن کی جانب واقع ہیں۔ حجر اسود اور رکن یمانی مراد ہے دوسرے دو شامیین ہیں وہ چونکہ قواعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر قائم نہیں ہیں اس لئے وہاں استلام کا موقع ومقام نہیں ہے وہ چونکہ شام کی جہت میں واقع ہے اس لئے شامیین کہلاتے ہیں یمانیین اور شامیین میں تغلیب ہے جیسے قمرین عمرین ابوین میں تغلیب ہے۔ رکن اسود میں دو فضیلتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خالص قواعد حضرت ابراہیم پر قائم ہے دوسرا یہ کہ اس میں حجر اسود ہے لہذا ان دو فضیلتوں کی وجہ سے اس کا بوسہ بھی ہے اور استلام واشارہ بھی ہے۔ اور رکن یمانی میں صرف ایک فضیلت ہے کہ قواعد ابراہیم پر ہے لہذا اس کا استلام ہے یعنی چھونا ہے چومنا نہیں ہے، اس کے علاوہ باقی رکن عراقی اور رکن شامی قواعد ابراہیم پر قائم نہیں رہے لہذا نہ اس کا چھونا ہے نہ چومنا ہے، البتہ حضرت حسن وحسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت جابر وغیرہ بعض سلف رکنین شامیین کے استلام کے قائل تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تک اس میں صحابہ وتابعین کا اختلاف تھا پھر اختلاف ختم ہو گیا،

اور استلام نہ کرنے پر اتفاق ہوگیا ہے (نووی) حضرت معاویہؓ کا موقف یہ تھا کہ **لاحجر فی البیت** یعنی بیت اللہ کے چومنے میں کوئی پابندی نہیں ہے جہاں موقع ملے اس پر عمل کرنا چاہئے آج کل عوام الناس اسی موقف پر قائم ہیں جہاں موقع ملتا ہے بیت اللہ کے اطراف کا بوسہ لیتے ہیں لیکن یہ تو عوام کی بات ہے اسلام کی بات تو نہیں ہے لیکن شاید اتنا منع بھی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔

اگلی روایت میں "دور الجمحیین" کا لفظ ہے دور دار کی جمع ہے گھر کو کہتے ہیں جمحیین بنوجمح قبیلہ کی طرف نسبت ہے ان لوگوں کے مکانات اسی رکن یمانی کے پاس تھے آج کل کوئی نام ونشان نہیں ہے۔

۳۰۶۰۔ وَحَدَّثَنِی أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَ: أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِی یُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِیهِ قَالَ: لَمْ یَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ یَسْتَلِمُ مِنْ أَرْكَانِ الْبَیْتِ إِلَّا الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ وَالَّذِی یَلِیهِ مِنْ نَحْوِ دُورِ الْجُمَحِیِّینَ.

حضرت سالم اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے کونوں میں سے سوائے حجر اسود اور اس سے متصل رکن یمانی کے جو بنوجمح کے مکانات کی جانب ہے کسی کونہ کا استلام نہیں کیا۔

۳۰۶۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَیْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ لَا یَسْتَلِمُ إِلَّا الْحَجَرَ وَالرُّكْنَ الْیَمَانِیَ.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام (بوسہ) کیا کرتے تھے۔

۳۰۶۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَیْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِیدٍ جَمِیعاً عَنْ یَحْیَى الْقَطَّانِ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا یَحْیَى عَنْ عُبَیْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِی نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَذَیْنِ الرُّكْنَیْنِ الْیَمَانِیَ وَالْحَجَرَ مُذْ رَأَیْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ یَسْتَلِمُهُمَا فِی شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کرتے دیکھا ہے میں نے کبھی ان دونوں کے استلام کو ترک نہیں کیا نہ سختی میں نہ سہولت میں۔ (خواہ ہجوم کی وجہ سے مشکل ہوتی خواہ نہ ہوتی استلام ضرور کرتا)۔

۳۰۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِی شَیْبَةَ وَابْنُ نُمَیْرٍ جَمِیعاً عَنْ أَبِی خَالِدٍ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُبَیْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: رَأَیْتُ ابْنَ عُمَرَ یَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِیَدِهِ ثُمَّ قَبَّلَ یَدَهُ وَقَالَ: مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَیْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ یَفْعَلُهُ.

حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کا اپنے ہاتھ سے استلام کیا پھر اپنے ہاتھ کو چوم لیا اور فرمایا: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے میں نے اسے ترک نہیں کیا۔

تشریح:

''ثم قبل یدہ''، یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے ہاتھ سے حجر اسود کو چھو لیتے تھے پھر ہاتھ کو چوم لیتے تھے آئندہ باب میں آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے لاٹھی کے ساتھ استلام کیا ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ نے لاٹھی کو چوم لیا ہے، یہ سب عجز کی صورتیں ہیں اصل تو یہ ہے کہ حجر اسود کا براہ راست بوسہ لیا جائے اور اگر ممکن ہو تو اس پر تعظیم ومحبت کے طور پر پیشانی رکھنا بھی جائز ہے اگر بوسہ لینا ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے یا لاٹھی سے مس کیا جائے اور اس کا بوسہ لیا جائے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دور سے اشارہ کیا جائے اور پھر ہاتھ کو چوم لیا جائے حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا کہ حجر اسود پر مزاحمت کرنا اور بوسہ لینا جائز ہے اس سے پہلے حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر استلام کو نہیں چھوڑتے تھے فی شد ولا رخاء یعنی سختی اور نرمی ہر حالت میں بوسہ لیتے تھے سنن ترمذی کی روایت میں حضرت ابن عمر سے متعلق یہ الفاظ ہیں ان ابن عمر کان یزاحم علی الرکنین زحاما (ترمذی)۔

''یزاحم علی الرکنین'' اس ازدحام کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت ابن عمرؓ لوگوں کو ایذا پہنچاتے تھے استلام تو سنت ہے اور اس موقع پر ایذا دینا حرام ہے مطلب یہ ہے کہ آپ ازدحام کرتے تھے زور لگاتے تھے لیکن جواز کی حد تک جس میں کسی کو ایذا نہ ہو حضور اکرم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے فرمایا: ''انک رجل قوی لا تزاحم علی الحجر فتوذی الضعیف ان وجدت خلوۃ فاستلمہ والا فاستقبلہ وھلل وکبر رواہ احمد والشافعی . (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی اس مزاحمت اور زور آزمائی میں بعض دفعہ ناک زخمی ہو جاتی اور خون بہنے لگتا، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ عام صحابہ نے ازدحام نہیں کیا ہے ان کی اقتدا زیادہ بہتر ہے خصوصاً اس زمانے میں اھ۔

واقعی ملا علی قاری نے سچ فرمایا کیونکہ آج کل مزاحمت کی ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ عورتیں بے پردہ ہو کر بیچ میں دب جاتی ہیں آخر ایک مستحب کام کے لئے حرام کا ارتکاب کونسی دانشمندی ہے؟

٣٠٦٤ـ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ. أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ الْبَكْرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُ غَيْرَ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

حضرت ابو الطفیل البکری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ فرماتے سنا کہ: ''رسول اللہ ﷺ کو میں نے حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی رکن کا استلام کرتے نہیں دیکھا''۔

باب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف

طواف میں حجر اسود کو بوسہ دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۶۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ وَعَمْرٌو ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قَبَّلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْحَجَرَ ثُمَّ قَالَ: أَمَ وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. زَادَ هَارُونُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ: عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي بِمِثْلِهَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَسْلَمَ.

حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ (ان کے والد) حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا: ارے اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیری تقبیل کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا''۔ ہارون نے اپنی روایت میں یہ بات زائد کی ہے کہ اسی کی مثل مجھ سے روایت کی زید بن اسلم نے اپنے والد اسلم سے۔

تشریح:

''انک حجر '' حضرت عمر نے حجر اسود کو کہا کہ تو ایک پتھر ہے نفع ونقصان تیرے ہاتھ میں نہیں ہے ہاں حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے پیش نظر تیرا بوسہ لینا ثواب کا کام ہے۔ حضرت عمر پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے اہل باطل مشرکین اور ہندؤں پر واضح کر دیا کہ مسلمان جو اس پتھر کو چومتے ہیں یہ پتھر کی پوجا پاٹ نہیں ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی سنت واطاعت کی وجہ سے مسلمان اس کو چومتے ہیں آج کل اکثر کفار ومشرکین ہندو وغیرہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان بھی پتھروں کی پوجا کرتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم نہیں کہ کوئی بھی مسلمان بیت اللہ کے لئے سجدہ نہیں کرتا بیت اللہ تو ایک جہت ہے اصل سجدہ وعبادت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اسی طرح حجر اسود کوئی واجب الاطاعت پتھر نہیں ہے نہ اس کو کوئی مسلمان عبادت کرتا ہے اس کا چومنا حضور اکرم کی سنت پر عمل کرنے کے لئے ہے جس پر ثواب ملتا ہے ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا اے حجر اسود تو پتھر ہے نفع ونقصان کا مالک نہیں اگر مجھے میرے رب کا حکم نہ ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔ (ابن ابی شیبہ)

مستدرک حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر کے اس کلام کے جواب میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں ہاں یہ پتھر نفع ونقصان پہنچا سکتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے چومنے سے ثواب ملتا ہے جو نفع ہے اور اس کی توہین سے ایمان جاتا ہے جو نقصان ہے۔ بعض روایات

میں ہے کہ حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے۔

٣٠٦٦۔ **وَحدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ: إِنِّي لَأُقَبِّلُكَ وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَلَكِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا: میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے لیکن میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ وہ تجھے بوسہ دیتے ہیں۔

٣٠٦٧۔ **حَدَّثَنَا** خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَالْمُقَدَّمِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ: رَأَيْتُ الْأَصْلَعَ يَعْنِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُقَبِّلُكَ وَإِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَأَنَّكَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ. وَفِي رِوَايَةِ الْمُقَدَّمِيِّ وَأَبِي كَامِلٍ رَأَيْتُ الْأُصَيْلِعَ.

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اصلع (اس کے معنی ہیں وہ شخص جس کے سر پر بال نہ ہوں) یعنی حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ ''اللہ کی قسم! میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہی ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، اگر میں نے رسول اللہ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دیا ہے تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا''۔ مقدمی اور ابو کامل کی روایت میں الاصلع کی جگہ الاصیلع ہے۔

تشریح:

''رأیت الاصلع'' جس شخص کے سر کے بال جھڑ جائے اس کو عرب اصلع کہتے ہیں آیندہ تصغیر کے ساتھ اصیلع کا لفظ بھی آیا ہے حضرت عمر کے سر کے بال اڑ گئے تھے اس لئے آپ کو اصلع اور اصیلع کہتے تھے یعنی میں نے اصلع اور اصیلع یعنی عمر فاروق کو دیکھا جو حجر اسود کا بوسہ لے رہے تھے اور اصلاح کی غرض سے پتھر سے خطاب بھی فرما رہے تھے کہ نفع ونقصان تیرے ہاتھ میں نہیں ہے ''ام واللہ'' یہ لفظ اما واللہ ہے الف کو حذف کیا جاتا ہے۔

٣٠٦٨۔ **وَحدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعاً عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ إِنِّي لَأُقَبِّلُكَ وَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ لَمْ أُقَبِّلْكَ.

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ (اے حجر اسود) میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور اگر

میں نے رسول اللہ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا نہ ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

۳۰۶۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنْ وَكِيعٍ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَالْتَزَمَهُ وَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِكَ حَفِيًّا.

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے اور اس سے چمٹے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ تجھ سے تعلق رکھتے (چاہتے) تھے۔

تشریح:

"والتزمہ" یعنی حضرت **عمر** حجر اسود سے چپک گئے **علامہ نووی فرماتے** ہیں کہ چپکنے سے **حجر اسود پر سر** رکھنا مراد ہے چنانچہ یہ جائز ہے ہاں حجر اسود کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن عقائد کی درستگی کے لئے یہ **ضروری** ہے کہ ایسا نہ کیا جائے **حضرت عمر انہیں** چیزوں کی ممانعت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں "بک حفیا" اہتمام کرنا یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ **وہ حجر اسود کو بوسہ** دینے کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

حجر اسود کی کرامت کا عجیب قصہ

ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ حجر اسود کا جنتی پتھر ہونا ایک تو حضور اکرم **صلی اللہ علیہ وسلم** کے فرمان سے ثابت ہے دوسرا وہ قصہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ ایک دفعہ قرامطہ ملحدین (یعنی نادر شاہ ایرانی) **مکہ مکرمہ پر غالب آگئے** تو انہوں نے زمزم کے کنوئیں کو مسلمانوں کی لاشوں سے بھر دیا اور حجر اسود کو اپنے ہتھوڑوں سے یہ کہتے ہوئے مارا کہ کب تک اللہ کے سوا تیری **عبادت ہوتی** رہے گی؟ پھر وہ لوگ حجر اسود کو اپنے علاقے میں لے گئے اور بیس سال سے کچھ عرصہ تک حجر اسود ان کے پاس رہا، پھر مسلمانوں نے بھاری معاوضہ ادا کیا اور حجر اسود کے لوٹانے کا معاہدہ ہوگیا لیکن ایرانی آغا خانیوں نے کہا کہ حجر اسود دوسرے پتھروں کے ساتھ خلط ملط ہوگیا ہے اب **ہم اس کو** پہچانتے نہیں ہیں اگر مسلمانوں کے پاس حجر اسود کے پہچاننے کی کوئی علامت ہو تو وہ آ کر اس کو پہچان لیں اور واپس مکہ لیجائیں **مسلمانوں** نے علماء میں مشورہ کیا وقت کے علماء نے بتادیا کہ حجر اسود چونکہ جنت سے آیا ہے اس لئے اس پر آگ اثر نہیں کرسکتی ہے تم ان سے **کہدو کہ** تمام پتھروں کو آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ یہ امتحان شروع ہوگیا تو جس پتھر کو وہ لوگ آگ میں ڈالتے وہ پتھر جل جاتا اور ٹکڑے **ہوکر ٹوٹ** جاتا لیکن جب حجر اسود کو آگ میں ڈالدیا تو اس پر آگ نے اثر نہیں کیا تب اس کو واپس لایا گیا کہتے ہیں کہ یہ بھی عجائبات **قدرت میں** سے تھا کہ جب حجر اسود کو حرم سے قرامطہ لیجانے لگے تو اس کو اونٹوں پر لادا گیا جس اونٹ پر لادتے وہ حجر اسود کے بوجھ **تلے دب کر مر جاتا** کئی اونٹ اس طرح ہلاک ہوگئے لیکن جب حجر اسود کو واپس حرم لایا جارہا تھا تو ایک مریض کمزور اونٹ اس کو **خوشی خوشی لایا اور اسے کوئی**

تکلیف نہیں ہوئی۔ (مرقات ج:۵ص:۴۷۱)

٣٠٧٠۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ: وَلَكِنِّي رَأَيْتُ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ بِكَ حَفِيًّا. وَلَمْ يَقُلْ وَالْتَزَمَهُ.

حضرت سفیان سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ البتہ اس روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو بہت چاہتے تھے اور اس میں ذکر نہیں ہے کہ وہ حجر اسود سے چمٹ گئے

باب الطواف على البعير واستلام الحجر الاسود لمحجن

اونٹ پر طواف اور لاٹھی سے حجر اسود کا استلام کرنا

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٠٧١۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَافَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر طواف فرمایا اور اپنی چھڑی سے استلام حجر اسود کیا۔

تشریح:

"طاف فی حجة الوداع" آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں طواف قدوم کیا تھا جس کی تصریح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے اب یہ طواف جو آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر کیا یا تو طواف وداع تھا اور یا طواف زیارت تھا زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ طواف زیارت ہوگا جس میں بہت زیادہ ازدحام ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ پیدل طواف بہرحال افضل ہے تو آنحضرت ﷺ نے سواری پر طواف کس مقصد کے لئے کیا؟ تو اس کی چند وجوہات ہیں پہلی وجہ یہ تھی کہ آپ بیمار تھے چنانچہ ابوداؤد اور مسند احمد میں یہ حدیث مذکور ہے "عن ابن عباس قال قدم النبی صلی الله علیه وسلم مكة وهو يشتكی فطاف علی راحلته" دوسری وجہ یہ تھی کہ اس وقت انتہائی ازدحام اور رش تھا اس میں پیدل طواف کرنا مشکل تھا اس عذر سے آپ نے سوار ہو کر طواف کیا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ آنحضرت چاہتے تھے کہ سب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائیں تا کہ جس کو مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہو وہ آسانی سے مسئلہ پوچھ لے اور جس کو دیکھنا ہو وہ دیکھ لے چنانچہ لوگوں نے مختلف مسائل پوچھ لیے اور آپ نے جواب دیا اب اس بحث کو فقہاء کی نظر میں کچھ مزید ملاحظہ فرمائیں۔

''علی بعیر'' شوافع حضرات کے نزدیک افضل تو یہی ہے کہ طواف پیدل کیا جائے لیکن سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لئے اور اس مقصد کے لئے کہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور احکام حج سیکھ سکیں سوار ہو کر طواف کیا ہے۔ ائمہ احناف کے نزدیک پیدل طواف کرنا واجب ہے سوار ہو کر جائز نہیں حضور ﷺ نے کسی عذر کی وجہ سے سوار ہو کر طواف کیا ہے، جس طرح حضرت ام سلمہ کو بیماری کی وجہ سے آپ نے حکم دیا تھا کہ اونٹ پر سوار ہو کر طواف کریں۔

سوال: احادیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر طواف میں آنحضرت ﷺ نے ابتدائی تین اشواط میں رمل کیا تھا تو سوال یہ ہے کہ سواری پر رمل کیسا ممکن ہے۔

جواب: آنحضرت ﷺ نے طواف قدوم میں رمل کیا تھا اس میں آپ پیدل تھے اور زیر بحث حدیث میں طواف زیارت کا ذکر ہے جو آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر کیا تھا اس میں رمل نہیں ہوتا بشرطیکہ بعد میں سعی نہ ہو، آپ نے سواری کو کسی عذر کے تحت استعمال کیا تھا نیز تعلیم امت کے لئے ایسا کیا تھا تاکہ لوگ آپ کو دیکھ کر طواف کو سمجھ سکیں اور مسائل سیکھ سکیں۔

''بمحجن'' محجن اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کا سر خمدار اور ٹیڑھا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اس لکڑی سے حجر اسود کو مس کیا یا اشارہ کیا اور پھر لکڑی کو چوما معلوم ہوا اس طرح کرنا جائز ہے۔ آپ کا اونٹ مامور بہ تھا تو وہ پیشاب وغیرہ سے محفوظ تھا دوسرے کسی کا حیوان ایسا نہیں ہو سکتا ہے اور نہ یہ دلیل بن سکتی ہے کہ اونٹ کا پیشاب پاخانہ پاک ہے۔

۳۰۷۲۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: طَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْبَيْتِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهِ لأَنْ يَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوهُ فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوهُ.

> حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر کیا اور اپنی چھڑی سے استلام حجر کیا تاکہ لوگ آقا کو دیکھ لیں اور آپ لوگوں سے ذرا اونچے ہو جائیں (تاکہ سب کو نظر آتے رہیں) اور لوگ آپ سے مسائل پوچھتے رہیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا۔

۳۰۷۳۔ **وَحَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ **يَعْنِي** ابْنَ بَكْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ **يَقُولُ** طَافَ النَّبِيُّ ﷺ **فِي** حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوهُ فَإِنَّ النَّاسَ **غَشُوهُ. وَلَمْ** يَذْكُرِ ابْنُ خَشْرَمٍ وَلِيَسْأَلُوهُ فَقَطْ.

> حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے اپنی سواری پر بیت اللہ، صفا و مروہ

کا طواف کیا تا کہ لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ ذرا بلند ہو جائیں تا کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھ سکیں کیونکہ آپ کو بہت لوگوں نے گھیرا ہوا تھا۔ اور حضرت ابن خشرم کی روایت میں ولیسالوہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۳۰۷۴۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى الْقَنْطَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلَى بَعِيرِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يُضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں کعبہ کے گرد اپنے اونٹ پر طواف فرمایا اور آپ رکن (حجر اسود) کا استلام کرتے جاتے کیونکہ آپ ﷺ کو ناپسند تھا کہ آپ کے اردگرد لوگوں کو مار کر ہٹایا جائے۔

۳۰۷۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا مَعْرُوفُ بْنُ خَرَّبُوذَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهُ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ.

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور رکن (حجر اسود) کا اپنی چھڑی سے استلام کر رہے ہیں اور چھڑی کو چوم رہے ہیں۔

۳۰۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ: طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ. قَالَتْ فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِـ (الطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ).

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے پیچھے (مجمع سے ہٹ کر) سواری پر سوار ہو کر طواف کرلو، فرماتی ہیں کہ میں نے طواف کیا، اس وقت رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کی ایک جانب میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جس میں والطور وکتاب مسطور کی تلاوت فرما رہے تھے (لوگوں سے دور رہنے اور پیچھے سے طواف کرنے سے معلوم ہوا کہ طواف وغیرہ مناسک میں بھی خواتین کا مردوں سے دور رہنا ضروری ہے۔ آج کل اس میں بالکل احتیاط نہیں کی جاتی)

تشریح:

"عن ام سلمة" یہ ام المؤمنین ہیں فہم احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پائے کی ام المؤمنین ہیں۔ اپنی بیماری اور پھر طواف کے لئے اونٹ پر سواری کا بیان فرما رہی ہیں اور فجر کی نماز کا منظر پیش کر رہی ہیں سورۃ طور کی قرأت اور نبی مکرم ﷺ کی امامت کے دلکش

ولطف اندوز لمحات کو اُمت کے سامنے ظاہر فرما رہی ہیں اور بیماری کی وجہ سے اونٹ پر سوار ہو کر سلیقہ کے ساتھ مطاف کے کنارے کنارے چکر کاٹ رہی ہیں سبحان اللہ! کیا منظر ہوگا اور یہ لحمہ کتنا روح پرور ہوگا؟ اس باب کی گذشتہ احادیث میں ایک لفظ "ولیشرف" آیا ہے اشراف جھانکنے اور بلند ہونے کے معنی میں ہے ایک لفظ "ان یضرب عنه الناس" آیا ہے یعنی آنحضرت نے سوار ہو کر طواف اس لئے کیا کہ پیدل طواف میں لامحالہ لوگوں کو دھکے دیکر ہٹایا جانا ضروری ہو جاتا آنحضرت نے اس کو پسند نہیں کیا ایک لفظ "القنطری" آیا ہے یہ حکم راوی کی نسبت ہے قنطرہ پل کو کہتے ہیں بغداد میں قنطرہ بردان ایک محلہ کا نام ہے اسی کی طرف نسبت ہے شیخ حکم کی کنیت ابوصالح ہے اور یہ عبداللہ بن مبارک کے شاگرد ہیں اور امام مسلم کے استاد ہیں ۲۳۲ھ میں وفات پائی ہے۔

باب ان السعی بین الصفا والمروة رکن لایصلح الحج الابه

صفاومروہ کے درمیان سعی فرض ہے ورنہ حج صحیح نہیں ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۷۷۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ: قُلْتُ لَهَا إِنِّي لَأَظُنُّ رَجُلًا لَوْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَا ضَرَّهُ. قَالَتْ لِمَ قُلْتُ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ. فَقَالَتْ مَا أَتَمَّ اللَّهُ حَجَّ امْرِءٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَوْ كَانَ كَمَا تَقُولُ لَكَانَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا. وَهَلْ تَدْرِي فِيمَا كَانَ ذَاكَ إِنَّمَا كَانَ ذَاكَ أَنَّ الْأَنْصَارَ كَانُوا يُهِلُّونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لِصَنَمَيْنِ عَلَى شَطِّ الْبَحْرِ يُقَالُ لَهُمَا إِسَافٌ وَنَائِلَةُ. ثُمَّ يَجِيئُونَ فَيَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحْلِقُونَ. فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَرِهُوا أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَهُمَا لِلَّذِي كَانُوا يَصْنَعُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَتْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ) إِلَى آخِرِهَا قَالَتْ فَطَافُوا.

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص صفاومروہ کی سعی نہ کرے تو اسے کوئی نقصان نہ ہوگا (حج میں)۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کیوں؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرما چکا ہے کہ "صفاومروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں، سو حج یا عمرہ کرنے والے کو اس کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں (یعنی اگر کرلیں تو اچھا ہے نہیں کریں تو کوئی گناہ نہیں) انہوں نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کا حج یا عمرہ پورا نہیں کرتے جس نے صفاومروہ کے درمیان سعی نہ کی ہو۔ اگر بات تمہارے کہنے کے مطابق ہوتی تو یہ ہوتا کہ جو سعی نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کن حالات میں نازل ہوئی؟

صورتحال یہ تھی کہ جاہلیت کے دور میں دریا کے کنارے دو بت تھے، جن میں سے ایک کا نام اساف اور دوسرے کا نائلہ تھا، انصار ان کے پاس جاکر اہلال کرتے تھے (وہاں سے عمرہ کا احرام باندھتے تھے) پھر آکر صفا ومروہ کا طواف کرتے تھے، بعدازاں سرمنڈاتے تھے۔ جب اسلام آگیا تو مسلمانوں نے ان کے درمیان سعی کرنا ناپسندیدہ سمجھا جاہلیت کی اس حرکت کی بناء پر۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: "بیشک صفا ومروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں الخ"۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے سعی کی۔

تشریح:

"محاضرہ" یعنی حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ سے علمی انداز میں گفتگو کی اور فرمایا کہ صفا ومروہ کے درمیان سعی لازم نہیں ہے اگر کوئی شخص یہ سعی نہ کرے تو اس کا کوئی نقصان وضرر نہیں ہے عروہؓ حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں حضرت عائشہؓ نے عدم فرضیت کی وجہ پوچھی تو حضرت عروہؓ نے قرآن کی آیت پڑھی جس میں فلا جناح کا لفظ ہے یعنی صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے میں گناہ نہیں ہے سعی جائز ہے عربیت کا انداز اور اسلوب کلام کا یہی تقاضا تھا جو حضرت عروہ نے ظاہر کردیا حضرت عائشہ نے زبردست علمی گہرائی میں جاکر جواب دیا ہے کہ اگر سعی لازم نہ ہوتی تو قرآن کی آیت اس طرح ہوتی فلا جناح علیه ان لا یطوف بهما کہ طواف نہ کرنے میں حرج نہیں ہے لیکن قرآن کے الفاظ اس طرح ہیں کہ فلا جناح علیه ان یطوف بهما یہاں گناہ دور کرنے کا اعلان مقصود ہے کیونکہ صفا ومروہ کے اوپر بت رکھے ہوئے تھے اور مشرکین اس کے لئے سعی کرتے تھے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے حرج محسوس کیا کہ یہاں سعی کرنے میں گناہ ہوگا کیونکہ یہاں مشرکین سعی کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس گناہ کو رد کردیا آگے سعی کی حیثیت کیا ہے آیا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس سے آیت کا کوئی تعلق نہیں ہے، پھر حضرت عائشہ نے مشرکین کے بتوں اور اس کے سامنے سعی کا ذکر فرمایا یہ حضرت عائشہ کا عظیم فہم اور عظیم علم تھا علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "قال العلماء هذا من دقیق علمها وفهمها الثاقب وکبیر معرفتها بدقائق الالفاظ اھ بتوں کے لئے سعی کرنا زیادہ تر انصار اور اشعریین کا رواج تھا اس لئے بار بار انصار کا نام ان احادیث میں آرہا ہے اور ابوطالب کے قصیدہ کے ایک شعر میں اشعریون کا لفظ ہے اشعریون اہل یمن کے تھے ابوموسیٰ اشعری انہیں میں سے تھے مدینہ کے انصار اشعریون مسے تھے۔

صفا ومروہ کے درمیان سعی کی حیثیت

صفا ومروہ کے درمیان سات مرتبہ چکر لگانے کا نام سعی ہے جو حج کا ایک اہم حکم ہے صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اب باقی نہیں ہیں صفا کی کچھ چٹان باقی ہے اور مروہ کے پتھروں کو حکومت وقت نے توڑ توڑ کر خاتمہ کردیا ہے دونوں میں آپس کا فاصلہ قریباً ڈیڑھ فرلانگ ہے۔ سعی اصل میں حضرت ہاجرہؓ کی اس دوڑ کی یادگار ہے جو انہوں نے اپنے شیر خوار بچہ کی جان بچانے کے لئے پانی کی تلاش میں لگائی تھی صفا

و مروہ کے نشیبی حصہ میں آپ نے زیادہ پریشانی کی وجہ سے تیز دوڑ لگائی تھی اسی وجہ سے وہاں میلین اخضرین کے درمیان دوڑ لگائی جاتی ہے مگر عجیب یہ کہ ایک عورت کی یادگار ہے مگر خود عورتوں کے لئے یہ دوڑ منع ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امت محمد یا اپنے رسول محمد ﷺ کی محبت یہ دوڑ لگاتے ہیں اور حضور اکرم نے یہ دوڑ عورتوں کے لئے جائز نہیں رکھی ہے صرف مردوں کے لئے ہے اسلام سے پہلے جاہلیت میں صفا پہاڑی پر ایک بت ہوتا تھا جس کا نام اساف تھا اس کی وجہ سے اس پہاڑی کا نام صفا ہوگیا اور مروہ پر ایک اور بت ہوتا تھا جس کا نام نائلہ تھا اساف مرد تھا نائلہ عورت تھی دونوں نے کعبہ میں زنا کیا تو دونوں مسخ ہو کر پتھر بن گئے اہل جاہلیت نے اس کو کرشمہ سمجھ کر ہر ایک کو اپنا معبود بنالیا ابو طالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان بتوں کا اسی طرح تذکرہ کیا ہے۔

''فان الله کتب علیکم السعی'' امام مالک اور امام شافعیؒ کے نزدیک سعی فرض ہے انہوں نے اس حدیث کے لفظ کتب سے استدلال کیا ہے کہ حج میں سعی فرض ہے اگر کسی نے چھوڑ دیا تو حج باطل ہو جائے گا لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ نے لفظ کتب کو وجب کے معنی میں لیا ہے اس لئے حج میں سعی واجب ہے اگر کسی نے چھوڑ دیا تو حج ہو گیا لیکن دم دینا لازم آئے گا احناف نے فلا جناح علیہ ان یطوف بھما سے استدلال کیا ہے اور کہا کہ حدیث ظنی سے فرض ثابت نہیں ہوتا، واجب ثابت ہوتا ہے۔ ''اساف و نائلۃ'' شط البحر سمندر کے ساحل کو کہتے ہیں اس روایت میں کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے کیونکہ ساحل سمندر کے پاس مقام قدید میں جو بت کھڑا کیا گیا تھا وہ ''مناۃ'' تھا جو مقام مشلل پر نصب تھا مشلل مکہ مکرمہ سے ایک سو تیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اساف اور نائلہ دونوں بت مکہ مکرمہ میں تھے یہ صحیح ہے باقی روایات میں اسی طرح صحیح لکھا ہے لیکن یہاں کسی سے وہم ہو گیا ہے۔

قاضی عیاض نے تصریح کی ہے منۃ المنعم کے مصنف اور علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ یہاں وہم ہو گیا ہے ابو طالب نے شعب ابی طالب میں قید ہونے کے زمانہ میں ایک شاندار قصیدہ لامیہ پڑھا ہے، یہ قصیدہ ۱۹۳ اشعار پر مشتمل ہے البدایہ والنہایہ نے اس کو جلد سوم صفحہ ۵۱ پر نقل کیا ہے اس قصیدہ میں ابو طالب نے اساف اور نائلہ اور صفا و مروہ کا ذکر کیا ہے چنانچہ دو شعر اس طرح ہیں۔

واشواط بین المروتین الی الصفا ۔۔۔ وما فیهما من صورة وتماثل

اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کا اور اس میں جو بت رکھے ہوئے ہیں اس کا واسطہ دیتا ہوں

وحیث ینخ الاشعرون رکابھم ۔۔۔ بمفضی السیول من اساف ونائل

اور جہاں نشیبی علاقہ میں اشعریون ٹھہرتے ہیں اور جہاں اساف اور نائلہ کے مجسمے رکھے ہوئے ہیں۔

۳۰۷۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا أَرَى عَلَيَّ جُنَاحاً أَنْ لَا أَتَطَوَّفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. قَالَتْ لِمَ قُلْتُ لِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ (إِنَّ

الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ) الآيَةَ. فَقَالَتْ لَوْ كَانَ كَمَا تَقُولُ لَكَانَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا. إِنَّمَا أُنْزِلَ هٰذَا فِي أُنَاسٍ مِنَ الأَنْصَارِ كَانُوا إِذَا أَهَلُّوا أَهَلُّوا لِمَنَاةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلاَ يَحِلُّ لَهُمْ أَنْ يَطَّوَّفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا قَدِمُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لِلْحَجِّ ذَكَرُوا ذٰلِكَ لَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى هٰذِهِ الآيَةَ فَلَعَمْرِي مَا أَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ مَنْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

حضرت عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہؓ سے کہا: میں اگر صفا ومروہ کا طواف (سعی) نہ کروں تو میرا خیال ہے کہ مجھے کوئی گناہ نہ ہوگا۔ فرمایا کیوں؟ میں نے کہا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ: "صفا ومروہ شعائر اللہ میں سے ہیں، سو حج یا عمرہ کرنے والوں کے لئے ان کے درمیان (سعی) کرنے پر کوئی گناہ نہیں"۔ (جس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں، البتہ نہ کرنا بہتر ہے) حضرت عائشہؓ نے فرمایا اگر معاملہ یہی ہوتا جیسا تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہونا چاہئے تھا کہ "جو ان کے درمیان طواف نہ کرے اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں"۔ (اور اس کا شان نزول یہ ہے کہ) یہ آیت تو انصار کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جاہلیت کے زمانہ میں جب تلبیہ کہتے (یعنی حج یا عمرہ کا احرام باندھتے) تو مناۃ بت کے پاس جا کر تلبیہ کہتے تھے (اور ان کا خیال تھا کہ) ان کے لئے صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنا درست نہیں۔ پھر جب وہ اسلام کے بعد نبی ﷺ کے ہمراہ حج کے لئے آئے تو اسی بات کا ذکر کیا آپ کے سامنے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ میری زندگی کی قسم! جس نے صفا ومروہ کے درمیان سعی نہ کی اللہ تعالیٰ اس کا حج پورا نہیں فرمائیں گے۔

٣٠٧٩ـ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ مَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ شَيْئاً وَمَا أُبَالِي أَنْ لاَ أَطُوفَ بَيْنَهُمَا. قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي طَافَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَطَافَ الْمُسْلِمُونَ فَكَانَتْ سُنَّةً وَإِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي بِالْمُشَلَّلِ لاَ يَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا كَانَ الإِسْلاَمُ سَأَلْنَا النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا) وَلَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ لَكَانَتْ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا. قَالَ: الزُّهْرِيُّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَأَعْجَبَهُ ذٰلِكَ. وَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الْعِلْمُ. وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالاً مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُولُونَ إِنَّمَا كَانَ مَنْ لاَ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنَ الْعَرَبِ يَقُولُونَ إِنَّ طَوَافَنَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَجَرَيْنِ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ. وَقَالَ: آخَرُونَ مِنَ

الْأَنْصَارُ إِنَّمَا أُمِرْنَا بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ نُؤْمَرْ بِهِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ) .قَالَ:أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَأُرَاهَا قَدْ نَزَلَتْ فِي هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ.

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ زوجہ مطہرہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ: میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی صفا ومروہ کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی جنایت نہیں اور مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں سعی نہ کروں۔ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! تم نے بہت بری بات کہی۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے سعی کی ہے اور یہ سنت ہے۔ اور بات یہ تھی کہ پہلے جو بھی تلبیہ کہتا وہ مناۃ بد بخت کے نام سے تلبیہ کہتا، یہ مناۃ مشلل کے مقام پر تھا اور وہ اس بناء پر صفا ومروہ کا طواف نہ کرتے تھے (انصار بعد میں اس کے درمیان سعی کرنا پسند نہ کرتے تھے) جب اسلام آگیا تو ہم نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''بے شک صفا ومروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں، جو بھی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان کے درمیان طواف کرے''۔ اور اگر یہ بات تمہارے کہنے کے مطابق ہوتی تو یوں ہوتا کہ: ''جو ان کے درمیان طواف نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں''۔ حضرت زہری کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے کیا تو انہیں یہ بات بہت پسند آئی اور انہوں نے فرمایا کہ علم تو یہی ہے اور میں نے بعض اہل علم سے سنا وہ کہتے تھے کہ: یہ صفا ومروہ کا طواف نہ کرنے والے عرب تھے جو یہ کہتے تھے کہ ہمارا (صفا ومروہ) کے درمیان طواف کرنا جاہلیت کا کام تھا۔ جب کہ بعض دوسرے انصاری لوگ کہتے تھے کہ ہمیں تو بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے، صفا ومروہ کے درمیان سعی کا نہیں دیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿ان الصفا والمروة من شعائر الله﴾ ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ یہ آیت انہی مذکورہ دو گروہوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

تشریح:

''یا ابن اختی'' حضرت عروہؓ اسماء بنت ابی بکرؓ کے بیٹے اور حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے اس لئے ابن اختی فرمایا یعنی تم نے بہت غلط بات کہی ہے میرے بھانجے حضرت عروہ رحمہ اللہ نے فرمایا میں کسی کے لئے سعی کو ضروری بھی نہیں سمجھتا ہوں کیونکہ قرآن کی آیت میں ﴿وليطوفوا بالبيت العتيق﴾ کا ذکر ہے جس سے عدم وجوب معلوم ہو رہا ہے اس پر حضرت عائشہؓ نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ غلط بات نہ کرو آیت کا مطلب یہ ہے کہ سعی کرنے میں گناہ نہیں ہے اب سعی کرنی واجب ہے یا نہیں اس سے یہ آیت ساکت ہے تو عدم اثم کی بات ہے عدم سعی کی بات نہیں ہے ''فذکرت ذلک'' یعنی زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کے اس دقیق علم کا تذکرہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے سامنے کیا ''فاعجبه'' یعنی انہوں نے اس علمی نکتہ کو بہت پسند کیا اور فرمایا ''ان هذا لعلم'' یعنی یہ بہت بڑا علم ہے، جو حضرت عائشہؓ نے بتایا۔ العلم، ان کے لئے خبر ہے اس لئے مرفوع ہے ''ولقد سمعت'' ابوبکر بن عبدالرحمٰن علماء کے حوالے سے یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ عام عرب جو اسلام میں داخل ہو گئے، تو انہوں نے کہا کہ صفا ومروہ کی دو چٹانوں کے درمیان سعی کرنا جاہلیت کا طریقہ تھا لہذا ہم نہیں کریں گے ادھر انصار نے کہا کہ حاجیوں کے بارے میں قرآن صرف طواف کا ذکر کرتا ہے سعی کا تذکرہ نہیں ہے لہذا ہم صرف طواف کریں گے جس طرح حضرت عروہ نے سمجھا اسی طرح انصار نے سمجھا۔ اس پر یہ آیت اتری جس میں سعی کرنے کا حکم ہے "فی ھؤلاء وھؤلاء" یعنی ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ قرآن کی آیت "فلا جناح علیه ان یطوف بهما" ان دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ایک فریق عام عرب کا تھا جو سعی کو امر جاہلیت تصور کرتے تھے اور دوسرا فریق انصار کا تھا جن کا خیال تھا کہ قرآن میں سعی کا حکم نہیں ہے کیونکہ ابھی تک یہ آیت نہیں اتری تھی لیکن جب فلا جناح علیه ان یطوف بهما نازل ہوئی تب انہوں نے سعی کو مان لیا۔ بہر حال علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کے مختلف قبائل صفا ومروہ کی سعی میں مختلف اسباب کی وجہ سے حرج محسوس کرتے تھے تو سب کے شکوک دور کرنے کے لئے یہ آیت اتری ہے اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔

۳۰۸۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَقَالَ: فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا) قَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بِهِمَا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔ سابقہ حدیث کی مانند پوری بات ذکر کی اور فرمایا کہ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم صفا ومروہ کے درمیان سعی کو برا خیال کرتے تھے۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مذکورہ "ان الصفا الخ" نازل فرمائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا ومروہ کے درمیان سعی کو مسنون کیا ہے لہذا کسی کے لئے بھی سعی کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۰۸۱۔ وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ الْأَنْصَارَ كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا هُمْ وَغَسَّانُ يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ فَتَحَرَّجُوا أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ ذَلِكَ سُنَّةً فِي آبَائِهِمْ مَنْ أَحْرَمَ لِمَنَاةَ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّهُمْ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ حِينَ أَسْلَمُوا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ انصار اور قبیلہ غسان کا دستور اسلام لانے سے قبل یہ تھا کہ مناۃ بت کے لئے اہلال کرتے تھے یعنی تلبیہ کہتے تھے۔ انہوں نے صفا ومروہ کے درمیان سعی کو برا سمجھا کہ ان کے آباء کا طریقہ یہ تھا کہ جو مناۃ کے لئے احرام باندھتا تھا وہ صفا ومروہ کا طواف (سعی) نہیں کرتا تھا اسلام لانے کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو اللہ عزوجل نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی " بے شک صفا ومروہ شعائر اللہ میں سے ہیں، سو جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف (سعی) بھی کرے، اور کوئی اپنی خوشی سے نیکی کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کا قدر دان اور جاننے والا ہے"۔

۳۰۸۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ يَكْرَهُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتَّى نَزَلَتْ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار صفا ومروہ کے درمیان سعی کو ناپسند کرتے تھے حتی کہ اللہ جل جلالہ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ ان الصفا والمروة من شعائر الله...الاية۔

باب ان السعي لا يكرر

سعی مکرر نہ کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم رحمہ اللہ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۰۸۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے صفا ومروہ کے درمیان ایک ہی مرتبہ چکر لگائے۔

تشریح:

"الا طوافا واحدا " یعنی آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر صرف ایک طواف کیا یعنی ایک سعی پر طواف کا اطلاق کیا گیا ہے اور یہ ہوتا رہتا ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ سعی میں تکرار کرنا بدعت ہے اور تکرار مکروہ ہے نیز آنحضرت قارن تھے لہذا قارن کے لئے بھی ایک ہی سعی ہے۔ بہر حال اس مسئلہ میں احناف کا کچھ اختلاف ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

٣٠٨٤ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَهُ وَقَالَ: إِلَّا طَوَافاً وَاحِداً طَوَافَهُ الأَوَّلَ.

حضرت ابن جریج سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ سوائے ایک طواف کے (اور وہ بھی) پہلے طواف کے۔

باب ادامة الحاج التلبية حتى يرمى جمرة العقبة يوم النحر

یوم النحر میں حاجی جمرۂ عقبہ کے مارنے تک تلبیہ پڑھتا رہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٠٨٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: رَدِفْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشِّعْبَ الأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوءَ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفاً ثُمَّ قُلْتُ الصَّلاَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ: الصَّلاَةُ أَمَامَكَ. فَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ. قَالَ: كُرَيْبٌ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى بَلَغَ الْجَمْرَةَ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرفات سے (واپسی میں) میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا (سواری پر) جب آپ علیہ السلام مزدلفہ کے (اس طرف قریب) بائیں گھاٹی پر پہنچے تو اونٹ کو بٹھایا، پیشاب کیا اور واپس آئے، پھر میں نے وضو کا پانی آپ ﷺ پر بہایا آپ نے مختصر سا وضو کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نماز فرمایا نماز تمہارے آگے ہے (یعنی آگے مزدلفہ میں پڑھیں گے) چنانچہ آپ ﷺ سوار ہو گئے اور مزدلفہ پہنچ گئے پھر آپ نے نماز پڑھی۔ بعد ازاں مزدلفہ کی صبح کو فضل بن عباس آپ ﷺ کے ردیف بنے۔ کریب کہتے ہیں کہ مجھے ابن عباس کے حوالہ سے کہ رسول اللہ ﷺ مسلسل تلبیہ کہتے رہے تا آنکہ جمرۂ (عقبہ) تک پہنچ گئے۔

تشریح:

"ردفت" کسی سوار کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھنے والے شخص کو ردیف کہتے ہیں، ردفت کا معنی یہی ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ تک سواری پر بیٹھ کر آئے

تھے۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباسؓ آنحضرت ﷺ کے پیچھے بیٹھ گئے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفات سے سوار ہو کر مزدلفہ آنا جائز ہے اور اہل فضل کے ساتھ ایک سیٹ پر بیٹھ کر آنا ادب کے خلاف نہیں ہے۔

''الشعب الا یسر ''شعب شین کے کسرہ کے ساتھ ہے دو پہاڑوں کے درمیان گھاٹی کو کہتے ہیں۔ حضرت اسامہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ راستے کے بائیں جانب کی گھاٹی میں آنحضرت نے اونٹنی کو بٹھایا ''دون المزدلفة ''یعنی مزدلفہ کے قریب کچھ پہلے ''اناخ ''یعنی آنحضرت نے پیشاب کے لئے اونٹنی کو بٹھا دیا ''الصلوة یارسول الله ''یعنی یا رسول اللہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا وقت نکلا جا رہا ہے نماز پڑھنی چاہئے ''الصلوة امامک ''یعنی نماز آگے پڑھی جائے گی یہ جمع بین الصلوتین کی طرف اشارہ ہے کہ مغرب کی نماز عشاء کے ساتھ ملا کر مزدلفہ میں پڑھی جائے گی۔

''غداة جمع ''جمع کا لفظ مزدلفہ کے لئے بولا جاتا ہے یعنی مزدلفہ کی صبح جب ﷺ آپ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا دیا حضرت فضل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ تک پہنچ گئے منیٰ میں تین جمرات اور منارے ہیں جو مزدلفہ کی طرف ہے اس کو جمرۂ اولیٰ کہتے ہیں اور جمرۃ الصغریٰ بھی کہتے ہیں اس پر چھوٹا شیطان بھی لکھا ہوتا تھا اس کے بعد جو جمرہ ہے اس کو جمرہ وسطیٰ کہتے ہیں اس پر درمیانی شیطان لکھا ہوتا تھا اس کے بعد جو جمرہ ہے اس کو جمرۃ العقبہ کہتے ہیں یہ بیت اللہ کی طرف ہے اور مزدلفہ سے آتے ہوئے سب سے آخر میں ہے اس پر شیطان بزرگ لکھا ہوتا تھا، اب فارسی اور اردو کے الفاظ مٹا دیئے گئے ہیں اور جمرہ کے ساتھ شیطان کا لفظ بھی نہ رہا اور خود جمرہ بھی اب نظر نہیں آتا ہے اب شیطان کے چہرہ پر باعزت پردہ ڈالا گیا ہے کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے صرف ایک بڑا بورڈ ہے جس کو لوگ مارتے ہیں اوپر نیچے کئی منزلہ پل ہے ہر پل پر لوگ آتے ہیں اور اس بورڈ کو مارتے ہیں کنکریاں نیچے جا کر شیطان کے سر پر پڑتی ہیں بہر حال یوم النحر میں پہلے دو جمرات کو چھوڑ کر سیدھا جا کر جمرۃ العقبہ کو فجر کے بعد سے شام تک مارا جاتا ہے باقی ایام میں تینوں جمرات زوال کے بعد مارے جاتے ہیں جمرۃ الاولی سے شروع کرتے ہیں اور جمرۃ العقبہ پر ختم کرتے ہیں تیرہ ذوالحجہ تک رمی جمرات کے ایام ہیں بارہ تک لازم ہے اور تیرہ کو اختیار ہے کہ اس میں رمی کرے یا نہ کرے اگر رک گیا تو پھر لازمی ہوگی۔

٣٠٨٦۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ كِلَاهُمَا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ قَالَ: ابْنُ خَشْرَمٍ أُخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنْ جَمْعٍ قَالَ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ الْفَضْلَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ سے فضلؓ کو اپنا ردیف بنایا (سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا)۔

۳۰۸۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: فِي عَشِيَّةِ عَرَفَةَ وَغَدَاةِ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِينَ دَفَعُوا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ .وَهُوَ كَافٌّ نَاقَتَهُ حَتَّى دَخَلَ مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِنًى قَالَ: عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِي يُرْمَى بِهِ الْجَمْرَةُ .وَقَالَ: لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (اپنے بھائی) فضل رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ردیف تھے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کی رات اور مزدلفہ کی صبح کو جب لوگوں نے دھکم پیل کی تو فرمایا: تمہارے لئے لازم ہے کہ آرام وسکون سے چلو۔ اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی کو روکتے ہوئے چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ وادی محسر میں داخل ہوگئے اور وہ منیٰ کی طرف ہے وہاں آقا ﷺ نے فرمایا چٹکی سے پھینکنے والی کنکریاں جمع کرلو جن سے رمی جمار کی جاتی ہے"۔ اور رسول اللہ ﷺ مسلسل تلبیہ کہتے رہے، یہاں تک کہ جمرات کی رمی کی۔

تشریح:

"عشیة عرفة" حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے عرفہ سے شام کے وقت اترنے اور پھر مزدلفہ سے صبح کے وقت نکلنے کا منظر بیان فرمارہے ہیں کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم پرسکون واطمینان اور ٹھہر ٹھہر کر جانا لازم ہے تاکہ بدانتظامی نہ ہو۔

"وهو كاف" یہ کف یکف سے ہے روکنے کو کہتے ہیں یعنی آنحضرت اپنی سواری کو روکے ہوئے تھے اور لوگوں کو تلقین فرمارہے تھے کہ جلد بازی نہ کرو "محسرا" اس سے وادی محسر مراد ہے میم پر ضمہ ہے ح پر زبر ہے اور سین پر کسرہ اور شد ہے اس روایت میں تو ہے کہ محسر منیٰ کا حصہ ہے لیکن اہل تحقیق کہتے ہیں کہ وادی محسر مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتی ہے نہ بالکل مزدلفہ میں ہے اور نہ بالکل منیٰ میں ہے یہاں سے تیز گزرنا ضروری ہے کیونکہ اسی جگہ اصحاب الفیل اور ابرہہ پر عذاب نازل ہوا تھا جس کا اثر اب تک باقی ہے تو حاجی کو عذاب کی جگہ سے تیز چل کر گزرنا چاہیے یہ ایک مختصری پٹی ہے بظاہر منیٰ میں معلوم ہوتی ہے۔ "حصى الخذف" حصی تو حصاۃ کی جمع ہے کنکری کو کہتے ہیں اور الخذف چنے کے برابر اس چھوٹی کنکری کو کہتے ہیں جو انگوٹھے پر رکھ کر دوسری انگلی سے دبا کر پھینک دی جاتی ہے یہاں چھوٹی کنکری مراد ہے مگر انگلی پر رکھ کر پھینکنا مراد نہیں ہے کیونکہ اس طرح مارنا بہت مشکل ہے بلکہ مطلق پھینکنا مراد ہے اگلی روایت میں بشیر بیدہ ہے پھینکنے کی کیفیت کو صحابی نے بیان کیا ہے انگلی کی کیفیت نہیں بتارہے ہیں زیادہ چھوٹی کنکری کا مارنا بھی مشکل ہوتا ہے غلیل کے چھوٹے پتھر کی طرح ہو۔

۳۰۸۸۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ وَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ. وَزَادَ فِي حَدِيثِهِ وَالنَّبِيُّ ﷺ

يُشِيرُ بِيَدِهِ كَمَا يَخْذِفُ الإِنْسَانُ.

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زہیر بن حرب نے ان سے یحیٰ بن سعید نے ان سے ابن جریج نے اور ان سے ابوالزبیر نے اسی اسناد سے یہ حدیث بیان کی ہے سوائے اس کے کہ انہوں نے اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمی جمرات تک مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔ اور اس حدیث میں یہ بات زائد ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرماتے جس طرح چٹکی سے پکڑ کر انسان کنکری مارتا ہے۔

۳۰۸۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ وَنَحْنُ بِجَمْعٍ سَمِعْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ يَقُولُ فِي هَذَا الْمَقَامِ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ عبداللہؓ نے ہم سے مزدلفہ میں کہا کہ میں نے اس شخصیت (محمد ﷺ) کو جس پر سورۃ البقرۃ کا نزول ہوا ہے اس مقام میں لبیک اللھم لبیک کہتے سنا ہے۔

۳۰۹۰۔ وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ الأَشْجَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ لَبَّى حِينَ أَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ فَقِيلَ أَعْرَابِيٌّ هَذَا فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ أَنَسِيَ النَّاسُ أَمْ ضَلُّوا سَمِعْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ يَقُولُ فِي هَذَا الْمَكَانِ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ.

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ سے لوٹتے وقت تلبیہ کہا تو ان کے بارے میں کہا گیا کہ یہ شاید کوئی اعرابی (دیہاتی) ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ کیا لوگ بھول گئے یا گمراہ ہوگئے ہیں (اس معاملہ میں کہ تلبیہ جاری رہتا ہے رمی تک) میں نے اس ہستی کو جن پر سورۃ البقرۃ کا نزول ہوا ہے اس مقام پر لبیک اللھم لبیک کہتے سنا ہے۔

تشریح:

"قال عبد الله" اس سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد ہیں جب صحابہ کے دور میں مطلق عبداللہ آجائے تو اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود مراد ہوتے ہیں اور تابعین یا تبع تابعین کے دور میں مطلق عبداللہ آجائے تو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ مراد ہوتے ہیں۔

"افاض من جمع" یعنی جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف آنے لگے تو آپ نے تلبیہ پڑھا اس پر کسی نے اعتراض کیا اور کہا "فقيل اعرابي هذا" یعنی کہا گیا کہ یہ تلبیہ پڑھنے والا کوئی دیہاتی ہے جو مسائل کو نہیں جانتا ہے اور مزدلفہ میں اور اس سے آگے چلنے میں تلبیہ پڑھتا ہے "انسي الناس ام ضلوا" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا لوگ بھول گئے یا گمراہ ہوگئے ہیں جو یہاں کے تلبیہ

پر اعتراض کرتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے اس مقام پر تلبیہ پڑھتے سنا ہے ''انزلت علیہ سورۃ البقرۃ'' سورت بقرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کلام سے نبی اکرم ﷺ مراد لیا ہے اور سورت بقرہ کا نام اس لئے لیا کہ اس میں حج کے احکام نہایت تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں آگے رمی جمرات کی حدیث میں بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

۳۰۹۱۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

یہ حدیث اس سند کے ساتھ بھی منقول ہے

۳۰۹۲۔ **وَحَدَّثَنِيهِ** يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي الْبَكَّائِيَّ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ الأَشْجَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ وَالأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالاَ سَمِعْنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ بِجَمْعٍ سَمِعْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ هَا هُنَا يَقُولُ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ .ثُمَّ لَبَّى وَلَبَّيْنَا مَعَهُ.

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید اور حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے دونوں فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ مزدلفہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے اس ذات سے سنا کہ جس پر یہاں سورۃ البقرۃ کا نزول ہوا آپ ﷺ فرما رہے تھے: لبیک اللھم لبیک پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی تلبیہ پڑھا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ پڑھا۔

باب التلبية والتكبير فى الذهاب من منى الى عرفات

منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ وتکبیر پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۹۳۔ **حَدَّثَنَا** أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالاَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي قَالاَ جَمِيعاً حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: غَدَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ مِنَّا الْمُلَبِّي وَمِنَّا الْمُكَبِّرُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ منیٰ سے عرفات آئے تو ہم میں سے بعض صحابہ تلبیہ اور بعض تکبیر میں مشغول رہے۔

تشریح:

''غدونا'' یعنی حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ سے صبح کے وقت نبی مکرم ﷺ کے ساتھ عرفات کی طرف روانہ ہو گئے اس سے یہ

مسئلہ معلوم ہوا کہ منیٰ کی طرف صبح سورج طلوع ہوتے ہی روانہ ہوجانا چاہئے، الحمدللہ اُمت کا اسی پر عمل ہے کچھ لوگ پیدل جاتے ہیں اور براستہ مزدلفہ اوپر عرفات پہنچ جاتے ہیں اور کچھ لوگ بسوں اور گاڑیوں میں سوار ہوکر جاتے ہیں "منا الملبی "یعنی ہم میں سے کچھ لوگ لبیک اللھم لبیک الخ تلبیہ پڑھتے تھے "ومنا المکبر "اور کچھ لوگ اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا یا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد وغیرہ تکبیرات پڑھتے تھے ان دونوں کے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے سہولت کے تحت حاجیوں کے گروپ تلبیہ اور تکبیرات بدل بدل کر پڑھتے ہیں آج تک الحمدللہ یہ سلسلہ جاری ہے اس وقت بھی کسی نے کسی پر اعتراض نہیں کیا کہ یہ نہ پڑھو وہ پڑھو یا وہ پڑھو یہ نہ پڑھو آج بھی کوئی کسی پر اعتراض کرتا ہے وہ نادان ہوتا ہے۔

٣٠٩٤۔وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالُوا أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم فِي غَدَاةِ عَرَفَةَ فَمِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهَلِّلُ فَأَمَّا نَحْنُ فَنُكَبِّرُ قَالَ: قُلْتُ وَاللَّهِ لَعَجَباً مِنْكُمْ كَيْفَ لَمْ تَقُولُوا لَهُ مَاذَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے عرفہ کی صبح کو، ہم میں سے بعض تکبیر کہہ رہے تھے اور بعض تلبیہ اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہم تکبیر کہنے والوں میں سے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ واللہ! آپ پر تعجب ہے آپ نے ان سے یہ کیوں نہیں کہا کہ آپؐ نے رسول اللہ ﷺ کو کیا کرتے ہوئے دیکھا (مقصد یہ ہے کہ اصل تو یہ تھا کہ رسول اللہ کا عمل دیکھتے کہ آپ ﷺ کیا کررہے ہیں)۔

تشریح:

"ومنا المھلل "یہاں یہ لفظ دولام کے ساتھ المھلل ہے جو لا الہ الا اللہ کے معنی میں ہے مگر شارح منۃ المنعم لکھتے ہیں کہ والانسب ان یکون المھل من الاھلال لان المراد بہ ھنا الملبی اھ یعنی لا الہ الا اللہ کے بجائے یہاں تلبیہ کا ذکر ہونا چاہئے کیونکہ اصل بحث تلبیہ کا ہے "قالت قلت "یعنی عبداللہ بن ابی سلمہ نے عبیداللہ سے کہا کہ آپ لوگوں پر تعجب ہے آپ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یعنی باپ سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ آپ نے آنحضرت کو ان دواذکار میں سے کس ذکر پر دیکھا تھا آیا آنحضرت ﷺ خود تلبیہ پڑھتے تھے یا تکبیر پڑھتے تھے جائز تو دونوں ہے لیکن افضل کا پتہ چلتا کیونکہ جس کو آنحضرت ﷺ اختیار فرماتے وہ افضل ہوتا لیکن مسند احمد وطحاوی میں ایک روایت ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما ترک التلبیۃ حتی رمی جمرۃ العقبۃ الا ان یخلطھا بتکبیر رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والطحاوی معلوم ہوا اصل تو تلبیہ پڑھنا ہے البتہ درمیان

میں کبھی کبھی تکبیر کا اختلاط بھی ہوتا تھا۔

۳۰۹۵-وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: كَانَ يُهِلُّ الْمُهِلُّ مِنَّا فَلاَ يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا فَلاَ يُنْكَرُ عَلَيْهِ.

محمد بن ابی بکر الثقفی کہتے ہیں کہ انہوں نے انس بن مالک سے جب کہ وہ دونوں منیٰ سے عرفات کو جارہے تھے سوال کیا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ہوتے تھے اس دن میں تو کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ: ہم میں سے بعض لوگ لا الہ الا اللہ کہتے تھے تو آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی اور ہم میں سے بعض تکبیر کہہ رہے تھے تو آپ نے اس پر بھی نکیر نہیں فرمائی۔

۳۰۹۶-وحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ:قُلْتُ لأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ غَدَاةَ عَرَفَةَ مَا تَقُولُ فِي التَّلْبِيَةِ هَذَا الْيَوْمَ قَالَ:سِرْتُ هَذَا الْمَسِيرَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ فَمِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهَلِّلُ وَلاَ يَعِيبُ أَحَدُنَا عَلَى صَاحِبِهِ.

حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک سے عرض کیا: آپ عرفہ کی صبح تلبیہ پڑھنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور آپ ﷺ کے صحابہ اس سفر میں نبی کریم کے ساتھ تھے ہم میں سے کوئی تکبیر کہہ رہا تھا اور ہم میں سے بعض لوگ لا الہ الا اللہ کہہ رہے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کو منع نہیں کرتا تھا۔

باب الافاضة من عرفات الى المزدلفة وجمع الصلوتين

عرفات سے مزدلفہ کی طرف آنا اور دو نمازوں کا اکٹھا پڑھنا

اس باب میں امام مسلم نے سترہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۹۷-حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلاَةَ.قَالَ: الصَّلاَةُ أَمَامَكَ . فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلاَّهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

میں کبھی کبھی تکبیر کا اختلاط بھی ہوتا تھا۔

۳۰۹۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: كَانَ يُهِلُّ الْمُهِلُّ مِنَّا فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ.

محمد بن ابی بکر الثقفی کہتے ہیں کہ انہوں نے انس بن مالک سے جب کہ وہ دونوں منیٰ سے عرفات کو جارہے تھے سوال کیا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ہوتے تھے اس دن میں تو کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ: ہم میں سے بعض لوگ لا الہ الا اللہ کہتے تھے تو آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی اور ہم میں سے بعض تکبیر کہہ رہے تھے تو آپ نے اس پر بھی نکیر نہیں فرمائی۔

۳۰۹۶۔ وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ غَدَاةَ عَرَفَةَ مَا تَقُولُ فِي التَّلْبِيَةِ هَذَا الْيَوْمَ قَالَ: سِرْتُ هَذَا الْمَسِيرَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ فَمِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهَلِّلُ وَلَا يَعِيبُ أَحَدُنَا عَلَى صَاحِبِهِ.

حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے عرض کیا: آپ عرفہ کی صبح تلبیہ پڑھنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں اور آپ ﷺ کے صحابہ اس سفر میں نبی کریم کے ساتھ تھے ہم میں سے کوئی تکبیر کہہ رہا تھا اور ہم میں سے بعض لوگ لا الہ الا اللہ کہہ رہے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کو منع نہیں کرتا تھا۔

باب الافاضة من عرفات الى المزدلفة وجمع الصلوتين

عرفات سے مزدلفہ کی طرف آنا اور دو نمازوں کا اکٹھا پڑھنا

اس باب میں امام مسلم نے سترہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۰۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةَ. قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ. فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

حضرت کریب جو ابن عباس کے آزاد کردہ ہیں اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ان سے سنا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے واپس ہوئے، جب گھاٹی کے پاس آئے تو سواری سے نزول فرمایا، پیشاب کر کے وضو کیا اور بہت اچھی طرح وضو نہیں کیا (مختصر سا وضو کرلیا) میں نے عرض کیا کہ نماز؟! فرمایا کہ نماز تمہارے آگے ہے۔ پھر آپ سوار ہو گئے حتیٰ کہ مزدلفہ آنے کے بعد اترے، پھر خوب اچھی طرح وضو کیا، پھر نماز کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی ہر شخص نے جس کا اونٹ جہاں تھا وہیں بٹھادیا۔ پھر عشاء کی اقامت ہوئی تو آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا۔

تشریح:

''من عرفة'' عرفہ سے حاجی مزدلفہ کی طرف غروب آفتاب کے بعد نکل کر آتا ہے اگر اس سے پہلے عرفہ سے نکل کر آگیا تو اس پر دم آئے گا اور اگر غروب آفتاب کے بعد کچھ ٹھہر گیا اور ازدحام کے بعد نکل گیا تو اس میں حرج نہیں ہے۔

''ولم یسبغ الوضوء'' راستے میں آنحضرت نے جو وضو بنایا ہے یہ نماز کے لئے نہیں تھا استحبابی وضو تھا تمام احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ وضو بہت خفیف اور کم پانی استعمال کر کے بنایا ہے پھر مزدلفہ میں دوبارہ نماز کے لئے وضو بنایا اور خوب مکمل وضو بنایا۔ مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کے لئے ایک اذان اور ایک اقامت ہے پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے گی اور پھر عشاء کی نماز پڑھی جائے گی درمیان میں کوئی سنت یا نفل نہیں ہوگی امام زفرؒ کے نزدیک دو اقامت ہیں۔

٣٠٩٨۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الدَّفْعَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ إِلَى بَعْضِ تِلْكَ الشِّعَابِ لِحَاجَتِهِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ فَقُلْتُ أَتُصَلِّي فَقَالَ: الْمُصَلَّى أَمَامَكَ.

کریب مولی ابن عباس، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے لوٹنے کے بعد قضائے حاجت کے لئے گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی کی طرف کو گئے، میں نے آپ ﷺ پر پانی ڈالا (وضو کے لئے) اور عرض کیا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں؟ فرمایا کہ نماز کی جگہ تمہارے آگے ہے۔

٣٠٩٩۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ أَفَاضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى الشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ وَلَمْ يَقُلْ أُسَامَةُ أَرَاقَ الْمَاءَ قَالَ: فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ قَالَ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلَاةَ. قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ. قَالَ: ثُمَّ سَارَ حَتَّى بَلَغَ

فَصَلّٰی الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عرفات سے واپس ہوئے تو جب آپ ﷺ ایک گھاٹی کی طرف اترے تو آپ ﷺ نے پیشاب کیا اور حضرت اسامہؓ نے وضو کرانے کا ذکر نہیں کیا پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور مختصر وضو فرمایا حضرت اسامہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نماز؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز تیرے آگے ہے۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں: پھر آپ ﷺ چلے یہاں تک کہ جب آپ مزدلفہ پہنچے تو آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں (اکٹھی) پڑھیں۔

۳۱۰۰۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ كَيْفَ صَنَعْتُمْ حِينَ رَدِفْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فَقَالَ: جِئْنَا الشِّعْبَ الَّذِي يُنِيخُ النَّاسُ فِيهِ لِلْمَغْرِبِ فَأَنَاخَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَاقَتَهُ وَبَالَ وَمَا قَالَ: أَهْرَاقَ الْمَاءَ ثُمَّ دَعَا بِالْوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلَاةَ. فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ. فَرَكِبَ حَتَّى جِئْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِمْ وَلَمْ يَحُلُّوا حَتَّى أَقَامَ الْعِشَاءَ الآخِرَةَ فَصَلَّى ثُمَّ حَلُّوا قُلْتُ فَكَيْفَ فَعَلْتُمْ حِينَ أَصْبَحْتُمْ قَالَ: رَدِفَهُ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَانْطَلَقْتُ أَنَا فِي سُبَّاقِ قُرَيْشٍ عَلَى رِجْلَيَّ.

حضرت کریب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اسامہ بن زیدؓ سے پوچھا کہ عرفہ کی شام جب آپ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے تو آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس گھاٹی تک آئے، جہاں لوگ نماز مغرب کے لئے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا، اور پیشاب سے فارغ ہوئے اور اسامہؓ نے پانی بہانے کا ذکر نہیں کیا۔ پھر آپ نے وضو کا پانی منگوایا اور مختصر سا وضو کیا پورا نہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نماز؟ فرمایا کہ نماز تمہارے آگے ہے۔ پھر آپ ﷺ سوار ہو گئے یہاں تک کہ ہم مزدلفہ آ گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے مغرب کی نماز کھڑی کی، پھر لوگوں نے اونٹوں کو کھولے بغیر اپنی اپنی جگہ بٹھا دیا۔ یہاں تک کہ عشاء کی نماز کھڑی ہو گئی، آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ پھر لوگوں نے اونٹ کھول دیئے۔ کریب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس صبح آپ نے کیا کیا؟ فرمایا کہ صبح کو فضل بن عباس آپ ﷺ کے ردیف بن گئے جب کہ میں قریش کی راہ سے پیدل ہی چل پڑا۔

تشریح:

"ینیخ الناس" یعنی جہاں لوگ مغرب کی نماز کے لئے سواریاں بٹھاتے ہیں آنحضرت بھی وہیں پر اتر گئے، مگر نماز یہاں ادا نہیں فرمائی بلکہ مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کیا۔ شارحین کہتے ہیں کہ بنو امیہ کے بعض حکمران جمع بین الصلوتین مزدلفہ میں نہیں کرتے تھے بلکہ وہ

مغرب کی نماز مغرب کے وقت راستے میں پڑھتے تھے۔ ''اهراق الماء'' پانی گرانے کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ پیشاب کرنے سے کنایہ بھی ہوتا ہے صحابی نے کنائی لفظ کے بجائے صریح لفظ استعمال کیا اور فبال کہدیا ''ولم یحلوا'' یہ کھولنے کے معنی میں ہے یعنی صحابہ کرامؓ اپنی جگہوں میں اتر گئے، لیکن ابھی تک صحابہ کرام نے سواریوں سے سامان کھول کر نہیں اتارا بلکہ پہلے عشاء کی نماز ادا کی ''ثم حلوا'' یعنی پھر اونٹوں سے سامان کھول کر اتارا، ان جملوں کا یہی مطلب زیادہ واضح اور زیادہ بہتر ہے۔

''سباق قریش علی رجلی'' یعنی قریش کے جلد باز قسم کے لوگ جو سب سے پہلے منیٰ کی طرف جایا کرتے تھے میں بھی انہیں کے ساتھ چلا گیا مگر میں پیدل اپنے پاؤں پر چلا گیا ساتھ والی روایت میں ''النقب'' کا لفظ اصل میں سوراخ اور سرنگ کو کہتے ہیں مگر یہاں دو پہاڑوں کے درمیان تنگ راستے پر بولا گیا ہے اس مقام پر عام طور پر حکمران آکر رکتے تھے، حضرت اسامہ نے جو نقشہ پیش کیا ہے یہ بنو امیہ کے حکمرانوں کے حوالہ سے پیش کیا ہے ورنہ نبی مکرم سے پہلے حکمرانوں کے ذکر کا کوئی مطلب نہیں ہے حضرت عکرمہ اس پر یوں رد فرماتے تھے ''فقال اتخذه رسول الله صلى الله عليه وسلم مبالا واتخذتموه مصلا'' حضرت پاک نے یہاں پیشاب کیا اور تم نے اس کو نماز کی جگہ بنالی۔ اگلی روایت میں ''اداوة'' کا لفظ ہے جو لوٹے کے معنی میں ہے ''عن عطاء مولی سباع'' یہ جملہ اگلی روایت میں ہے اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے مگر بعض نسخوں میں عن عطاء مولی ام سباع ہے علامہ نووی کہتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں یہی غیر معروف ہے صحیح نسبت اس طرح ہے عن عطاء مولی سباع یہ صحیح ہے، ان حدیثوں میں ایک لفظ ''علی هیئته'' آیا ہے اس کا مطلب عام انداز سے چلنا ہے ایک اور لفظ ''العنق'' آیا ہے یہ عام انداز سے زیادہ بہتر چلنے کو کہتے ہیں۔

''الفجوة'' یہ لفظ بھی آئندہ حدیث میں ہے یہ کشادہ جگہ کو کہا گیا ہے اس کے ساتھ ''نص'' کا لفظ آیا ہے یہ عنق سے زیادہ تیز چلنے پر بولا جاتا ہے جس کو بھاگنا کہہ سکتے ہیں یعنی کبھی آنحضرت عام رفتار سے چلتے تھے اور کبھی عام رفتار سے کچھ تیز چلتے تھے اور جب کوئی کشادہ راستہ پاتے تو خوب تیز دوڑنے لگ جاتے۔ پھر آگے جا کر مزدلفہ میں آپ ﷺ نے جمع بین الصلوتین کیا یہ جمع تاخیری ہے اور عرفات میں جمع تقدیمی ہوتا ہے۔ عرفات و مزدلفہ کے علاوہ احناف جمع بین الصلوتین کو جمع صوری پر حمل کرتے ہیں اور جمہور جمع حقیقی کے قائل ہیں آگے ایک روایت میں ''سجدة'' کا لفظ ہے اس سے نفل رکعتیں نہ پڑھنے کا ارادہ کیا گیا ہے یعنی جمع بین الصلوتین کے درمیان نفل نماز نہیں ہے۔ جمع بین الصلوتین میں ایک اذان اور ایک اقامت ہے اگر عشاء سے پہلے مزدلفہ پہنچ گیا تو عشاء کا انتظار کرے پھر جمع کرے، جمع صلوتین کے لئے جماعت شرط نہیں اور یہ جمع کرنا واجب ہے عرفات میں جمع صلوتین کے لئے جماعت ہے اور جمع کرنا سنت ہے مزدلفہ میں وقوف فجر کی نماز کے بعد ہوتا ہے جبل قزح جہاں مسجد ہے وہاں وقوف بہتر ہے، جس شخص نے مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھ لی تو مزدلفہ میں اس کا لوٹانا لازم ہے مغرب پہلے ہے عشاء بعد میں ہے وقوف مزدلفہ واجب ہے تارک پر دم ہے۔

۳۱۰۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ

بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا أَتَى النَّقْبَ الَّذِي يَنْزِلُهُ الْأُمَرَاءُ نَزَلَ فَبَالَ وَلَمْ يَقُلْ أَهْرَاقَ ثُمَّ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءاً خَفِيفاً فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلَاةَ. فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اس گھاٹی پر آئے جس جگہ امراء اترتے ہیں آپ ﷺ اترے اور پیشاب کیا۔ اور پانی بہانے کا نہیں کہا پھر آپ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور مختصر وضو فرمایا (حضرت اسامہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نماز؟ آپ نے فرمایا نماز تیرے آگے ہے (یعنی نماز آگے چل کر پڑھیں گے)۔

۳۱۰۲۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى سِبَاعٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ كَانَ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ فَلَمَّا جَاءَ الشِّعْبَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا رَجَعَ صَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَجَمَعَ بِهَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار تھے جس وقت کہ آپ ﷺ عرفات سے واپس آئے تو جب آپ گھاٹی کے پاس آئے تو آپ نے اپنی سواری کو بٹھایا پھر آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور جب آپ لوٹے تو میں نے برتن سے پانی لے کر آپ کو وضو کروایا پھر آپ ﷺ سوار ہوئے اور مزدلفہ آئے اور وہاں آپ نے مغرب وعشاء دونوں نمازوں کو اکٹھا پڑھا۔

۳۱۰۳۔ **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ وَأُسَامَةُ رِدْفُهُ قَالَ: أُسَامَةُ فَمَازَالَ يَسِيرُ عَلَى هَيْئَتِهِ حَتَّى أَتَى جَمْعاً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عرفات سے واپس ہوئے تو اسامہؓ آپ ﷺ کے ردیف تھے اور اسامہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ اسی حالت میں چلتے رہے یہاں تک مزدلفہ پہنچ گئے۔

۳۱۰۴۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعاً عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا شَاهِدٌ أَوْ قَالَ: سَأَلْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرْدَفَهُ مِنْ عَرَفَاتٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَسِيرُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ قَالَ: كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ.

ہشام اپنے والد عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اسامہؓ سے سوال کیا گیا اور میں موجود تھا یا فرمایا کہ میں نے ہی اسامہ بن زید سے سوال کیا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں عرفات سے اپنے پیچھے بٹھایا تھا کہ

رسول اللہ ﷺ جب عرفہ سے واپس ہوئے تو کیسے چلتے تھے فرمایا کہ آپ دھیمی چال چلتے اور جب کچھ کشادہ جگہ ملتی تو تیز دوڑتے۔

۳۱۰۵۔**وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ حُمَيْدٍ قَالَ: هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ.

حضرت ہشام بن عروہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ مگر حمید کی روایت میں یہ ہے کہ ہشام نے کہا کہ نص جو اونٹنی کی چال ہے وہ عنق سے تیز ہے۔

۳۱۰۶۔**حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْخَطْمِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ.

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں پڑھی۔

۳۱۰۷۔**وَحَدَّثَنَاهُ** قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ. قَالَ: ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ وَكَانَ أَمِيراً عَلَى الْكُوفَةِ عَلَى عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ.

حضرت یحیی بن سعید سے اس طریق کے ساتھ سابقہ روایت کی طرح روایت منقول ہے۔ حضرت ابن رمح اپنی روایت میں حضرت عبداللہ بن یزید خطمی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ حضرت ابن زبیرؓ کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے۔

۳۱۰۸۔**وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيعاً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں دونوں اکٹھی مزدلفہ میں پڑھیں۔

۳۱۰۹۔**وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سَجْدَةٌ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلاَثَ رَكَعَاتٍ وَصَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ. فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي بِجَمْعٍ كَذَلِكَ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ تَعَالَى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو اکٹھے اس طرح پڑھائیں کہ دونوں کے درمیان کوئی سجدہ (رکعت) نہ تھی، مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعات (قصر) پڑھیں۔
راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اللہ سے ملنے (موت تک) اور مدت تک مزدلفہ میں اسی طرح مغرب وعشاء اکٹھی پڑھتے رہے۔

۳۱۱۰۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِجَمْعٍ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ صَلَّى مِثْلَ ذَلِكَ وَحَدَّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ ذَلِكَ.

کہیل سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں پھر ابن عمرؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ انہوں نے بھی اسی طرح اکٹھی نمازیں پڑھی تھیں اور پھر یہ بھی بیان کیا تھا کہ نبی ﷺ نے بھی یونہی کیا تھا۔

۳۱۱۱۔ **وَحَدَّثَنِيهِ** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: صَلاَّهُمَا بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ.

حضرت شعبہؒ اس سند سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک ہی اقامت کے ساتھ نماز پڑھی۔

۳۱۱۲۔ **وَحَدَّثَنَا** عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلاَثاً وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے درمیان اکٹھی نماز پڑھی مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعت نماز ایک ہی اقامت کے ساتھ پڑھی۔

۳۱۱۳۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: قَالَ: سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَفَضْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ حَتَّى أَتَيْنَا جَمْعاً فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: هَكَذَا صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي هَذَا الْمَكَانِ.

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ابن عمرؓ کے ہمراہ (عرفات) سے لوٹے اور مزدلفہ آئے، ابن عمرؓ نے ہمیں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھائیں، پھر پلٹے اور کہا کہ: ''اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی جگہ پر نماز پڑھائی''۔

باب زيادة التغليس بصلوة الفجر في المزدلفة

مزدلفہ میں فجر کی نماز خوب اندھیرے میں پڑھنا چاہئے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٣١١٤۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعاً عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ:يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا لِمِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيقَاتِهَا.

عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کوئی نماز وقت سے پہلے پڑھتے نہیں دیکھا مگر دو نمازوں میں ۔ایک تو مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازوں کو۔ دوسری اگلے دن فجر کی نماز کو کہ وقت سے قبل پڑھی۔

تشریح:

''قبل میقاتها'' یہاں حضرت ابن مسعودؓ نے دو مختلف مسائل کی طرف اشارہ فرمایا ہے ایک مسئلہ یہ کہ مزدلفہ میں عشاء اور مغرب کو جمع کر کے پڑھنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ آنحضرت نے ہمیشہ ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھا ہے مگر مزدلفہ میں عشاء اور مغرب کو ایک ساتھ ایک وقت عشاء میں جمع کر کے پڑھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ آنحضرت نے حقیقی طور پر جمع بین صلوٰتین نہیں کیا اگر کہیں جمع کا ذکر ہے تو وہ جمع صوری ہوگی جمع حقیقی نہیں ہوگی اور یہی احناف کا مسلک ہے حضرت ابن مسعود نے یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت نے مزدلفہ میں فجر کی نماز وقت معتاد اور وقت مستحب سے پہلے پڑھائی جو شدید اندھیرے میں تھی اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آنحضرت نے فجر کی نماز ہمیشہ غلس کے بعد اسفار میں پڑھائی ہے احناف کا یہی مسلک ہے لیکن دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ مزدلفہ میں آنحضرت نے فجر کی نماز شدید تر غلس میں پڑھائی اور باقی ایام میں عام غلس میں پڑھاتے تھے بہر حال احناف فقہ کے میدان میں بالغ الرجال ہیں ان کو بے بس اور بے سروسامان تصور نہیں کرنا چاہئے۔

''قبل میقاتها'' کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ طلوع فجر سے پہلے نماز پڑھائی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ مستحب وقت سے پہلے پڑھائی کیونکہ ازدحام کی وجہ سے مجبوری تھی۔

٣١١٥۔وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعاً عَنْ جَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ:قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں کہ وقت سے قبل اندھیرے میں نماز پڑھی۔

باب استحباب تقديم دفع الضعفة من مزدلفة

ضعیف حضرات کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف پہلے بھیجنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے تیرہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۱۱۶۔ **وحَدَّثَنا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ تَدْفَعُ قَبْلَهُ وَقَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَانَتِ امْرَأَةً ثَبِطَةً يَقُولُ الْقَاسِمُ وَالثَّبِطَةُ الثَّقِيلَةُ قَالَ: فَأَذِنَ لَهَا فَخَرَجَتْ قَبْلَ دَفْعِهِ وَحَبَسَنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا فَدَفَعْنَا بِدَفْعِهِ وَلَأَنْ أَكُونَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَمَا اسْتَأْذَنَتْهُ سَوْدَةُ فَأَكُونَ أَدْفَعُ بِإِذْنِهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ام المؤمنین حضرت سودہؓ نے مزدلفہ کی رات نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ انہیں پہلے روانہ کردیں اور لوگوں کی بھیڑ اور ہجوم سے قبل ہی نکل جائیں، کیونکہ وہ قدرے بھاری جسم والی عورت تھیں۔ قاسم (راوی) کہتے ہیں کہ ثبطہ کے معنی بھاری جسم والی کے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور حضرت سودہ رسول اللہ ﷺ کے لوٹنے سے قبل ہی لوٹ گئیں۔ جب کہ ہمیں صبح تک روکے رکھا گیا اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہی واپس ہوئے۔ اور اگر میں بھی رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیتی جیسا کہ سودہؓ نے آپ سے اجازت لی تھی اور میں آپ کی اجازت سے واپس ہو جاتی تو یہ مجھے زیادہ پسند تھا ان کی اس سے خوشی کی بناء پر۔

تشریح:

"استأذنت سودة" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ نے اجازت مانگی کہ وہ آپ ﷺ سے اور رش و ازدحام سے پہلے پہلے مزدلفہ سے رات کے وقت منیٰ کے لئے روانہ ہو جائے "تدفع قبله" یعنی حضور اکرم سے پہلے پہلے نکل جائے "حطمة الناس" "حطمہ" توڑنے کے معنی میں ہے یہاں ایسے ازدحام کو کہا گیا ہے جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو توڑ کر رکھ دیں۔ "ثبطة" یعنی حضرت سودہؓ، بوجھل خاتون تھیں راوی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے "وحبسنا" یعنی ہم نے اپنے آپ کو روک لیا "لان اکون" "لام ابتدائیہ تاکید" کیلئے ہے یہ مبتدا ہے اور "احب" اس کے لئے خبر ہے "من مفروح به" یہ فرح سے ہے خوشی کے معنی میں ہے یعنی اگر سودہ کی طرح میں بھی رات کے وقت منیٰ کے لئے اجازت لیتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے چلی جاتی تو یہ میرے لئے ہر خوشی سے زیادہ بہتر خوشی کی بات ہوتی "ضخمة" بھاری جسم والی عورت "ثبطة" بوجھل عورت یہ جملے اگلی روایت میں ہیں حضرت سودہ کے بارے میں ہیں گویا ان کی عذر کی طرف اشارہ ہے۔

۳۱۱۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى جَمِيعاً عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ:ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ سَوْدَةُ امْرَأَةً ضَخْمَةً ثَبِطَةً فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُفِيضَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ فَأَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَيْتَنِي كُنْتُ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَمَا اسْتَأْذَنَتْهُ سَوْدَةُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ لَا تُفِيضُ إِلَّا مَعَ الإِمَامِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ ام المؤمنین بھاری بھرکم خاتون تھیں۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ مزدلفہ سے رات ہی کو واپس ہو جائیں۔آپ نے انہیں اجازت دیدی۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کاش میں بھی رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لیتی جیسے سودہ نے اجازت لے لی تھی۔راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا معمول تھا کہ وہ امام کے ساتھ ہی مزدلفہ سے واپس ہوتی تھیں۔

۳۱۱۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَمَا اسْتَأْذَنَتْهُ سَوْدَةُ فَأُصَلِّي الصُّبْحَ بِمِنًى فَأَرْمِي الْجَمْرَةَ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ النَّاسُ. فَقِيلَ لِعَائِشَةَ فَكَانَتْ سَوْدَةُ اسْتَأْذَنَتْهُ قَالَتْ نَعَمْ إِنَّهَا كَانَتِ امْرَأَةً ثَقِيلَةً ثَبِطَةً فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَذِنَ لَهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بھی خواہش تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت سودہؓ کی طرح اجازت لے لیتی اور پھر فجر کی نماز منیٰ میں پڑھ کر رمی کرتی قبل اس کے کہ لوگ آجائیں۔حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا سودہؓ نے اجازت لی تھی؟ فرمایا کہ ہاں۔کیونکہ وہ بھاری اور فربہ جسم والی تھیں۔انہوں نے رسول اللہ سے اجازت لی تو آپ نے اجازت عطا فرمادی۔

۳۱۱۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ بِهَذَا الإِسْنَادِ. نَحْوَهُ.

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت کی طرح کا مضمون نقل کیا گیا ہے۔

۳۱۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ قَالَ:قَالَتْ لِي أَسْمَاءُ وَهِيَ عِنْدَ دَارِ الْمُزْدَلِفَةِ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا. فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَتِ ارْحَلْ بِي. فَارْتَحَلْنَا حَتَّى رَمَتِ الْجَمْرَةَ ثُمَّ صَلَّتْ فِي مَنْزِلِهَا فَقُلْتُ لَهَا أَيْ هَنْتَاهُ لَقَدْ غَلَّسْنَا. قَالَتْ كَلَّا أَيْ بُنَيَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ لِلظُّعُنِ.

عبداللہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے اسماء نے فرمایا اور وہ اس وقت مزدلفہ کے گھر کے قریب تھیں کہ کیا چاند غائب ہوگیا؟ میں نے کہا نہیں! پس انہوں نے تھوڑی دیر نماز پڑھی۔ پھر فرمایا کہ میرے بیٹے! کیا چاند غائب ہوگیا؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ ہمارے ساتھ روانہ ہو جاؤ چنانچہ ہم روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ (منیٰ پہنچ کر) انہوں نے رمی کی۔ پھر اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھی (فجر کی) میں نے عرض کیا: اے بی بی! ہم تو بہت اندھیرے میں ہو گئے ہیں، انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! نہیں۔ نبی ﷺ نے خواتین کو اجازت دی ہے (کہ قبل فجر مزدلفہ سے روانہ ہو کر منیٰ میں رمی کرلیں تا کہ لوگوں کی بھیڑ اور اختلاط نامحرم سے بچ جائیں)۔

تشریح:

"یابنی هل غاب القمر" حضرت اسماء نے جس لڑکے کو یا بنی کہا ہے یہ ان کا غلام عبداللہ ہے حضرت اسماء نے چاند کے غروب کا بار بار سوال اس لئے کیا ہے کہ چاند کے غائب ہونے سے اندھیرا چھا جائے گا تو پردہ کے ساتھ سفر ہو جائے گا یا مقصد یہ تھا کہ چاند جب غائب ہو جائے تو آدھی رات ہو جائے گی اور ضعفاء کو آدھی رات میں نکلنا زیادہ بہتر ہے "ای هنتاه" اس کا مطلب یہ ہے اے خاتون اے عورت یا المراة "غلسنا" یعنی ہم بہت جلدی نکل آئے اندھیرے میں آ گئے۔

"اذن للظعن" ظعن ظعينة کی جمع ہے اونٹ سوار عورت کو کہتے ہیں یعنی نبی مکرم نے عورتوں کو جلدی جانے کی اجازت دیدی ہے۔ اس حدیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ حضرت اسماء نے رمی جمرہ بھی رات میں کیا ہے تو بعض شارحین نے لکھا ہے کہ شاید جن ضعیف افراد کو رات میں مزدلفہ سے جانے کی اجازت دی گئی ہے ان کو صبح صادق سے پہلے جمرہ مارنے کی بھی اجازت ہے رہ گئے قوی لوگ تو ان کے لئے ضروری ہے کہ صبح صادق کے بعد رمی کریں طلوع آفتاب سے پہلے رمی کرنا خلاف سنت ہے دس ذوالحجہ کی رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب سے زوال شمس تک ہے پھر زوال سے غروب تک وقت جواز ہے پھر غروب آفتاب سے اگلے دن کی صبح صادق تک جائز مع الکراہت ہے، گیارہویں بارہویں کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے غروب آفتاب تک رمی بلا کراہت جائز ہے اور غروب سے صبح صادق تک کراہت کے ساتھ جائز ہے آج کل سعودی حکومت نے ازدحام کے پیش نظر دن اور رات کے تمام اوقات میں رمی جمرات کا فتویٰ دیا ہے اور یہ بہت اچھا ہے۔

۳۱۲۱۔وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَتِهِ قَالَتْ لاَ أَىْ بُنَىَّ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَذِنَ لِظُعُنِهِ.

حضرت ابن جریج سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت کی طرح روایت منقول ہے۔ اور ایک اور میں حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ نہیں اے میرے بیٹے! اللہ کے نبی نے اپنی زوجہ (مطہرہ) کو سفر کی اجازت دے دی تھی۔

۳۱۲۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى جَمِيعاً عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ شَوَّالٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ بِهَا مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

عطاء کہتے ہیں کہ ابن شوالؓ نے انہیں بتلایا کہ وہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے پاس حاضر ہوئے تو ام المؤمنین نے انہیں بتلایا کہ نبی ﷺ نے انہیں مزدلفہ سے رات ہی کو بھیج دیا تھا۔

۳۱۲۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ شَوَّالٍ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ نُغَلِّسُ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مِنًى. وَفِي رِوَايَةِ النَّاقِدِ نُغَلِّسُ مِنْ مُزْدَلِفَةَ.

حضرت سالم بن شوال رحمہ اللہ حضرت ام حبیبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''ہم نبی ﷺ کے عہد مبارک میں رات کے اندھیرے ہی میں مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہو جاتے تھے''۔ اور ناقد کی روایت میں یوں ہے کہ ہم اندھیرے میں مزدلفہ سے چل نکلتے تھے۔

۳۱۲٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعاً عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الثَّقَلِ أَوْ قَالَ: فِي الضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

حضرت عبداللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ: ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے سامان یا کمزور ضعفاء کے ساتھ مزدلفہ سے رات ہی کو روانہ فرمایا تھا''۔

تشریح:

''فی الثقل'' ''ث اور قاف دونوں مفتوح ہیں گھر کے ساز و سامان کو کہتے ہیں ''من جمع'' یہ مزدلفہ کا نام ہے ''الضعفة'' ضعیف کی جمع ہے ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں پر بولا جاتا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعیفوں، عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ سے رات کے وقت منیٰ کی طرف روانہ فرمایا کیونکہ صبح کے بعد راستوں میں انتارش ہو جاتا ہے کہ لوگ کچلے جاتے ہیں اس حدیث پر آج بھی عمل ہوتا ہے اور ہونا چاہئے لیکن یہ سہولت صرف راستے کی حد تک ہے، جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنے کی سہولت نہیں کیونکہ صبح صادق سے پہلے رمی جمرہ جائز نہیں احناف کا یہی مسلک ہے اور بعض احادیث کے بعض طرق میں جمرہ عقبہ مارنے کی ممانعت موجود ہے شوافع اور حنابلہ حضرات فرماتے ہیں کہ نصف شب کے بعد جمرہ عقبہ کا مارنا جائز ہے۔

۳۱۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ

عَبَّاسٍ يَقُولُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کے ضعفاء میں شامل کر کے روانہ فرمایا تھا۔

۳۱۲۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ فِيمَنْ قَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا کہ اپنے گھر کے ضعیف لوگوں میں سے جن کو رسول اللہ ﷺ نے پہلے بھیج دیا تھا۔

۳۱۲۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَ بِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَحَرٍ مِنْ جَمْعٍ فِي ثَقَلِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ. قُلْتُ أَبَلَغَكَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَ بِي بِلَيْلٍ طَوِيلٍ قَالَ: لَا إِلَّا كَذَلِكَ بِسَحَرٍ. قُلْتُ لَهُ فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ. وَأَيْنَ صَلَّى الْفَجْرَ قَالَ: لَا إِلَّا كَذَلِكَ.

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے عطاءؒ نے بتلایا کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے مجھے سحر کے وقت مزدلفہ سے اپنے سامان کے ہمراہ بھیج دیا تھا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ: مجھے طویل رات سے ہی بھیج دیا؟ عطاء نے کہا نہیں سوائے اس کے کہ یہی فرمایا: ''سحر کے وقت بھیجا''۔ میں نے کہا کہ کیا ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا: ہم نے فجر سے قبل جمرہ کی رمی کر لی۔ عطاء نے فرمایا نہیں سوائے اسی بات کے (جو اوپر مذکور ہوئی)۔

تشریح:

''قلت'' یعنی ابن جریج نے عطاء سے پوچھا کہ کیا تجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ابن عباس نے **بلیل طویل** کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے ''قال لا'' عطاء نے کہا کہ مجھے یہ الفاظ نہیں کہے تھے بلکہ اسی طرح **بسحر** کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے ''**قلت لہ**'' یعنی میں نے عطاء سے پھر پوچھا کہ کیا ابن عباس نے یہ فرمایا تھا کہ **رمینا الجمرۃ قبل الفجر** اور یہ بھی بتا دو کہ ابن عباس نے فجر کی نماز کہاں پڑھی تھی ''قال'' یعنی عطاء نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں بلکہ صرف وہی جملہ فرمایا تھا کہ **بعث بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسحر من جمع فی ثقل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ نماز کہاں پڑھی تھی ''**اخص**'' یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعفاء کے لئے نرمی کی رخصت دی تھی معلوم ہوا کہ صبح صادق سے پہلے رمی جمرۂ عقبہ بھی اسی رخصت میں آتی ہے لہٰذا قوی لوگوں کو اس کی

اجازت نہیں ہے کہ وہ جمرۂ عقبہ کو رات کے وقت کنکریاں ماریں۔

٣١٢٨۔**وَحَدَّثَنِي** أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالاَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ فَيَقِفُونَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِاللَّيْلِ فَيَذْكُرُونَ اللَّهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَدْفَعُونَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلاَةِ الْفَجْرِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذَلِكَ فَإِذَا قَدِمُوا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ أَرْخَصَ فِي أُولَئِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

حضرت سالم رحمہ اللہ نے ابن شہاب کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے گھر کے ضعفاء وکمزوروں کو آگے بھیج دیتے تھے، کہ وہ مشعر الحرام کے پاس مزدلفہ میں وقوف کرلیں رات میں اور حسب توفیق اللہ کا ذکر کرتے رہیں پھر وہاں سے امام کے وقوف اور روانگی سے قبل روانہ ہوجائیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو نماز فجر کے وقت منیٰ پہنچ جاتے تھے اور بعض اس کے بعد۔ اور جب آجاتے منیٰ تو جمرہ عقبہ کی رمی کرلیتے۔ اور ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ نے ان ضعفاء کے بارے میں اجازت عطا فرمائی ہے۔

باب رمی جمرة العقبة من بطن الوادی

جمرۂ عقبہ کو وادی کے نشیب سے مارنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

٣١٢٩۔**حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: رَمَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ. قَالَ: فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أُنَاساً يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا. فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ هَذَا وَالَّذِي لاَ إِلَهَ غَيْرُهُ مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ.

حضرت عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جمرۂ عقبہ کی رمی وادی منیٰ کے درمیان سے کی سات کنکریاں مارکر، ہر کنکری پر تکبیر پڑھتے تھے، ان سے کہا گیا کہ بعض لوگوں نے تو اوپر کی طرف سے کنکریاں ماریں تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جس ہستی پر سورۃ البقرۃ نازل ہوئی اس کا (کنکری مارنے کا) مقام یہی ہے''۔ (یعنی بطن الوادی)۔

تشریح:

''یکبر'' رمی جمرات کے وقت کوئی بھی ذکر اللہ یا تکبیر ہو وہ جائز ہے علماء نے مختلف الفاظ لکھے ہیں عام طور پر وہی کلمات لکھے گئے جو اس

طرح ہیں بسم اللہ اللہ اکبر رضا للرحمان وترغیما للشیطان اس حدیث سے سات کنکریاں ایک ستون پر مارنا ثابت ہو گیا اور آج کل اسی پر عمل ہو رہا ہے اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے یعنی جب بیت اللہ بائیں جانب ہو اور منیٰ کا اکثر حصہ اور مزدلفہ دائیں جانب ہو اور جمرہ کی طرف منہ ہو وہیں پر آنحضرت نے کھڑے ہو کر کنکریاں ماریں۔

"سورۃ البقرۃ" چونکہ حج کے مسائل وفضائل زیادہ تر سورت بقرہ میں مذکور ہیں اس لئے حضرت ابن مسعودؓ نے سورت بقرہ کا نام لیا ورنہ پورا قرآن حضور پر نازل ہوا ہے۔

قرآن کی سورتوں کو اسی معروف ناموں سے ذکر کرنا جائز ہے

۳۱۳۰۔ **وَحَدَّثَنَا** مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ يَقُولُ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ أَلِّفُوا الْقُرْآنَ كَمَا أَلَّفَهُ جِبْرِيلُ السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ. قَالَ: فَلَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِهِ فَسَبَّهُ وَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَأَتَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ فَاسْتَعْرَضَهَا فَرَمَاهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَالَ: فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ النَّاسَ يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا. فَقَالَ: هَذَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ.

حضرت اعمش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حجاج بن یوسف کو یہ کہتے سنا وہ منبر پر خطبہ دے رہا تھا کہ: ''قرآن کی وہی ترتیب رکھو جو جبرئیل علیہ السلام کی ترتیب تھی کہ وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے وہ پہلے پھر جس سورۃ میں نساء کا ذکر ہے وہ، پھر جس میں آل عمران کا ذکر ہے وہ۔ اعمش کہتے ہیں کہ پھر میں ابراہیم سے ملا اور ان سے حجاج کے قول کا ذکر کیا تو انہوں نے اسے برا بھلا کہا اور فرمایا کہ: مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ تھے وہ جمرۂ عقبہ کے پاس آئے اور وادی کے درمیان میں کھڑے ہوئے جمرہ کو اپنے سامنے کیا اور بطن الوادی سے سات کنکریاں اسے ماریں ہر کنکری پر اللہ اکبر کہا۔ میں نے ان سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! لوگ تو اوپر سے کھڑے ہو کر رمی کرتے ہیں؟ فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں جس ہستی (محمد ﷺ) پر سورۃ البقرۃ نازل ہوئی اس کے (رمی) کا مقام یہی تھا''۔

تشریح:

"سمعت حجاجا" اس سے اس امت کا ہلاکو خان میر ظالم حجاج بن یوسف ثقفی مراد ہے اس نے ایک لاکھ بیس ہزار بے گناہ انسانوں کو باندھ کر قتل کیا ہے اس کے علاوہ جنگوں میں جو مارے ہیں وہ الگ ہیں کئی صحابہ اور ہزاروں تابعین کا قاتل ہے، مصحف عثمانی کے جمع

کردہ قرآن کا نسخہ جس ترتیب پر تھا اس پر حجاج کے حکم سے علماء کرام نے اعراب لگائے ہیں اعراب لگانے میں بھی حجاج نے کئی علماء کو شہید کیا ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حجاج نے خطبہ کے دوران کہا کہ قرآن کو اسی ترتیب پر رکھو جس ترتیب پر جبریل امین نے رکھا تھا، اب حجاج کے اس کلام میں تین احتمالات ہیں تو یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حجاج نے اس کلام سے کیا مراد لیا ہے۔ پہلا احتمال یہ ہے کہ حجاج کی مراد یہ تھی کہ قرآن کی سورتوں کو اسی ترتیب پر رکھو جس ترتیب پر جبریل امین نے رکھا ہے کہ پہلے سورۃ البقرۃ پھر سورت آل عمران پھر سورت نساء ہے لیکن اس احتمال پر یہ اعتراض ہے کہ خود حجاج بن یوسف نے سورت النساء کو سورت آل عمران سے پہلے ذکر کیا ہے، جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حجاج نے سورتوں کی ترتیب کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے آیتوں کی ترتیب کا ارادہ کیا ہے کہ مصحف عثمانی میں آیتوں کی جو ترتیب ہے اسی ترتیب پر قرآن رکھو۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ حجاج بن یوسف کا مقصد یہ تھا کہ قرآن میں جن سورتوں میں بقرہ عنکبوت نساء نحل نمل وغیرہ نام آئے ہیں ان ناموں سے سورتوں کو یاد نہ کرو یعنی سورت البقرہ نہ کہو سورت نمل نحل نساء نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ **السورة التی یذکر فیها البقر ویذکر فیها النمل ویذکر فیها العنکبوت ویذکر فیها النسا** گویا حجاج اس کو برا مانتا تھا کہ مثلاً سورۃ مکڑی سورت چیونٹی سورت گائے یہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ صحیح ہے کہ وہ سورت جس میں مکڑی کا قصہ ہے وہ سورت جس میں چیونٹی اور گائے وغیرہ کا ذکر اور قصہ ہے۔

شارحین لکھتے ہیں حجاج بن یوسف کی مراد یہی تیسرا احتمال تھا اور اسی کی وجہ سے ابراہیم ان پر سخت غصہ ہوئے اور ان کو برا بھلا کہہ دیا کیونکہ یہ ایک نئی اصطلاح تھی جو امت کے اجماع کے خلاف تھی، اس پر امت کا اتفاق حاصل ہو گیا ہے کہ قرآن کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب وہی ہے جو مصحف عثمانی میں موجود ہے، اگر حجاج کی مراد بھی یہی تھی تو ابراہیم راوی ان پر اتنا شدید رد نہ کرتے اور گالی نہ دیتے۔ معلوم ہوا کہ تیسرا احتمال متعین ہے اور حجاج کا یہی موقف تھا اس نے اپنے عقیدے کے مطابق کلام کیا بلکہ لوگوں کو روکا، بہر حال کسی زمانہ میں کچھ علماء کا بھی یہی خیال تھا جو حجاج کا تھا لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ اختلاف ختم ہو گیا اب حجاج کی رائے پر نہ کوئی موجود ہے اور نہ اس کا کوئی داعی ہے عام امت کا اتفاق ہے کہ قرآن کی آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے یعنی من جانب شرع ہے۔

۳۱۳۱۔ وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ لَا تَقُولُوا سُورَةُ الْبَقَرَةِ. وَاقْتَصَّا الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ:

حضرت اعمش سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حجاج بن یوسف کہتا ہے کہ تم نہ کہو سورۃ البقرۃ (اس کے بعد بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی)۔

۳۱۳۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ عَبْدِ اللهِ

قَالَ: فَرَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ: هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ.

عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ حج کیا، ابن مسعودؓ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی سات کنکریاں مارکر اور اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنے بائیں طرف کیا، منیٰ کو دائیں طرف اور فرمایا کہ یہ مقام ہے اس ذات کا جس پر سورۃ البقرۃ نازل ہوئی۔

۳۱۲۳۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَلَمَّا أَتَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ جب وہ جمرہ عقبہ آئے۔

۳۱۲٤۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُحَيَّاةِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى أَبُو الْمُحَيَّاةِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ إِنَّ نَاساً يَرْمُونَ الْجَمْرَةَ مِنْ فَوْقِ الْعَقَبَةِ قَالَ: فَرَمَاهَا عَبْدُ اللَّهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي ثُمَّ قَالَ: مِنْ هَا هُنَا وَالَّذِي لاَ إِلَهَ غَيْرُهُ رَمَاهَا الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ.

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا گیا کہ لوگ جمرۂ عقبہ کے اوپر سے رمی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے جب رمی کی تو بطن الوادی سے کی اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں اس ہستی نے جس پر سورۃ البقرۃ نازل ہوئی (محمد ﷺ نے) اسی مقام سے رمی فرمائی۔

باب رمي الجمرة العقبة يوم النحر راكبا

جمرۂ عقبہ کو عید کے دن سوار ہو کر مارنا افضل ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان ہے

۳۱۲۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِيعاً عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ قَالَ: ابْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِراً يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَقُولُ لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لاَ أَدْرِي لَعَلِّي لاَ أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ.

حضرت ابوالزبیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا فرماتے تھے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنی سواری پر رمی فرما رہے ہیں یوم النحر کو اور یہ بھی ارشاد فرما رہے تھے کہ: ''اپنے مناسک حج مجھ سے حاصل کرلو

(سیکھ لو) کیونکہ نہیں معلوم شاید میں اس حج کے بعد آیندہ حج نہ کرسکوں"۔

تشریح:

"علی راحلته یوم النحر" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی دس ذوالحجہ کے دن سوار ہو کر کی ہے۔ رمی چار دن تک ہوتی ہے اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ چاروں دن رمی پیدل بھی جائز ہے اور اگر کسی کو ایذاء نہ ہو اور ممکن ہو تو سوار ہو کر بھی جائز ہے رمی راکباً اور ماشیاً کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے البتہ اس کی افضلیت میں اختلاف ہے کہ افضل کونسا طریقہ ہے۔

فقہاء کا اختلاف

اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک رمی مطلقاً ماشیاً افضل ہے۔ امام مالک کے نزدیک یوم النحر کے بعد تینوں ایام کی رمی ماشیاً افضل ہے اور یوم النحر میں جمرۂ عقبہ تک اگر راکباً پہنچا ہے تو راکباً افضل ہے اور اگر ماشیاً پہنچا ہے تو ماشیاً افضل ہے۔

شوافع کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ جمرۂ عقبہ تک اگر یوم النحر میں راکباً پہنچا ہے تو راکباً افضل ہے اگر ماشیاً پہنچا ہے تو ماشیاً افضل ہے اس کے بعد دونوں صورتوں کی رمی ماشیاً افضل ہے اور آخری دن کی رمی راکباً افضل ہے۔

ائمہ احناف کے صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں لکھا ہے کہ جس رمی کے بعد دوسری رمی ہے تو پہلی رمی پیدل کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں وقوف ہوتا ہے اور دعا ہوتی ہے اور یہ پیدل زیادہ بہتر ہے جس میں تواضع ہے اور جس رمی کے بعد رمی نہیں جیسے جمرۂ عقبہ تو اس میں راکباً رمی افضل ہے احناف میں سے یہ امام ابو یوسفؒ کا مسلک ہے اور اکثر احناف نے اسی پر فتویٰ دیا ہے یہ بہت اچھا ہے۔

حکایت

ابراہیم بن جراح فرماتے ہیں کہ میں مرض الوفات میں امام ابو یوسف کی عیادت کے لئے گیا تو انہوں نے آنکھیں کھول کر مجھ سے پوچھا کہ رمی ماشیاً افضل ہے یا راکباً میں نے کہا ماشیاً افضل ہے۔ (فتاویٰ خانیہ نے اسی طرح لکھا) امام ابو یوسف نے فرمایا یہ غلط کہدیا۔ میں نے کہا کہ راکباً افضل ہے (فتاویٰ ظہیریہ نے ایسا ہی لکھا ہے) امام ابو یوسف نے فرمایا یہ بھی غلط ہے پھر آپ نے خود فرمایا کہ جس رمی کے بعد دوسری رمی ہے وہ ماشیاً افضل ہے اور جس کے بعد رمی نہیں وہ راکباً افضل ہے ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا ابھی میں گھر کے دروازہ پر پہنچا تھا کہ آپ کی موت کی آواز آئی مجھے اس حالت میں ان کے حرص علی العلم پر بڑا تعجب ہوا۔ (التعلیق الصبیح ج ۳ ص ۲۳۱) بہرحال آج کل تو رمی جمرات راکباً ناممکن ہے نہ کوئی کرتا ہے نہ کوئی کرسکتا ہے اور نہ کوئی کرنے دیتا ہے پوری دنیا چاروں دن پیدل رمی کرتی ہے۔ زیر بحث حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے جمرۂ عقبہ کو راکباً مارا ہے اس وقت سہولت تھی آج کل ممکن نہیں ہے۔

۳۱۳٦- وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ يَحْيَى

بْنُ حُصَيْنٍ عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ الْحُصَيْنِ قَالَ: سَمِعْتُهَا تَقُولُ حَجَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَيْتُهُ حِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَانْصَرَفَ وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَأُسَامَةُ أَحَدُهُمَا يَقُودُ بِهِ رَاحِلَتَهُ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الشَّمْسِ قَالَتْ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَوْلًا كَثِيرًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ حَسِبْتُهَا قَالَتْ أَسْوَدُ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا.

حضرت یحییٰ بن حصین اپنی دادی ام الحصین سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں حج کیا، میں نے آپ کو دیکھا جب آپ جمرۂ عقبہ کی رمی کر کے پلٹے تو آپ اپنی سواری پر تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ تھے۔ایک آپ کی سواری کو کھینچ رہے تھے مہار پکڑے اور دوسرا آپ کے سر مبارک پر دھوپ سے بچاؤ کے لئے اپنے کپڑے سے سایہ کئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں۔ پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم پر کوئی کان کٹا غلام اور میرا خیال ہے کہ یہ بھی فرمایا حبشی (یعنی کان کٹا حبشی غلام) بھی حاکم بنادیا جائے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق چلائے تو اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے''۔

تشریح:

''رفع ثوبه ''یعنی آنحضرت پر چادر کے ذریعہ سایہ کیا ہوا تھا بلال اور اسامہ میں سے کوئی ایک تھا اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت پر دھوپ پڑی تھی ہاں بطور معجزہ کبھی بادل کا سایہ بھی سر پر گھومتا تھا اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سواری پر سوار ہو کر رمی کرنا جائز ہے۔

''قولا كثيرا ''یعنی آپ ﷺ نے لمبا بیان کیا ڈیڑھ لاکھ یا سوا لاکھ یا چالیس ہزار کا مجمع تھا آخری الوداعی حج میں الوداعی خطبہ تھا پورے دین کے اہم شعبوں کو سامنے رکھنا تھا ''ان امر ''یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی اگر تم پر ایک نکٹو سیاہ فام ناکارہ غلام بھی بادشاہ بنایا جائے اور وہ کتاب وسنت کے مطابق تم کو چلائے تو ان کی اطاعت کرو۔

''مجدع ''جس کے کان ناک اور دیگر فرعی اعضاء کٹے ہوئے ہوں تو اس کو مجدع کہا گیا ہے اسم مفعول کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ غلام بھی خسیس ہوتا ہے یہ ایک نقص ہے، سیاہ فام ہونا دوسرا نقص ہے مقطوع الاعضاء ہونا تیسرا نقص ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ''كان رأسه زبيبة ''یعنی انگور کے خشک دانہ کشمش کی طرح اس کا سر ہو یہ چوتھا نقص ہے اگر کتاب وسنت کے مطابق چلائے تو اس کی اطاعت ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ غلام کی حکومت تو جائز نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطور فرض ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تب بھی اطاعت کرو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ غلام زبردستی بادشاہ بنا ہو متغلب ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سے بادشاہ کی اطاعت کو بیان کرنا مقصود ہے اس سے کلام نہیں کہ بادشاہت کیسی آئے گی لہذا یہ ناجائز بادشاہ کے جواز کی دلیل نہیں ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس سے اصل خلیفہ مراد

نہیں ہے بلکہ اس کا نائب گورنر وزیر مراد ہے اس میں گنجائش ہے۔

۳۱۳۷۔وَحَدَّثَنِی أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحِیمِ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَبِی أُنَیْسَةَ عَنْ یَحْیَی بْنِ الْحُصَیْنِ عَنْ أُمِّ الْحُصَیْنِ جَدَّتِهِ قَالَتْ حَجَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَیْتُ أُسَامَةَ وَبِلاَلاً وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِیِّ ﷺ وَالآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ یَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ حَتَّی رَمَی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.
قَالَ مُسْلِمٌ وَاسْمُ أَبِی عَبْدِ الرَّحِیمِ خَالِدُ بْنُ أَبِی یَزِیدَ وَهُوَ خَالُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ رَوَی عَنْهُ وَکِیعٌ وَحَجَّاجٌ الأَعْوَرُ.

حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج میں شریک تھی۔ میں نے حضرت اسامہ و بلال کو دیکھا کہ ان میں سے ایک تو نبی ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے جب کہ دوسرے اپنا کپڑا نبی کے اوپر کئے ہوئے تھے گرمی سے آپ کو بچانے کے لئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی فرمائی امام مسلم نے فرمایا کہ ابو عبد الرحیم کا نام خالد بن ابو زید ہے اور وہ محمد بن مسلمہ کے ماموں ہیں روایت کی ہے ان سے وکیع اور حجاج اعور نے۔

باب حصی الجمار بقدر حصی الخذف

مٹر کے برابر کنکریاں مارنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۳۱۳۸۔وَحَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَیْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُولُ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ رَمَی الْجَمْرَةَ بِمِثْلِ حَصَی الْخَذْفِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو ٹھیکری کے برابر کنکری سے جنہیں چٹکی سے پھینکا جاتا ہے رمی کرتے ہوئے دیکھا۔

تشریح:

"حصی الخذف" یہ حصاۃ کی جمع ہے کنکری کو کہتے ہیں اور "خذف" اصل میں اس چھوٹی کنکری کو کہتے ہیں جس کو انگوٹھے پر رکھ کر مارا جاتا ہے اب لوگوں نے اس کی مقدار میں الگ الگ اندازے بتائے ہیں بعض نے مٹر کے دانے سے ترجمہ کیا ہے کسی نے ٹھیکری کے چھوٹے ٹکڑے سے ترجمہ کیا ہے کیونکہ خذف حقیقت میں ٹھیکری کو بھی کہتے ہیں کسی نے اس کا اندازہ لوبیا سے کیا ہے کسی نے چنے کے دانے کا اندازہ کیا ہے کسی نے کھجور کی گھٹلی کی مقدار بتائی ہے۔ یہ سب متقارب معانی ہیں اصل میں غلیل سے جس درمیانہ پتھر کو شکار پر

مارا جاتا ہے اسی کی مقدار یہ کنکری ہونی چاہئے تاکہ پھینکنے میں پتہ چلے کہ کسی چیز کو پھینکا ہے مٹر کے برابر کنکری کا کیا پتہ چلتا ہے بہر حال موٹی کنکری سے لوگوں کو ایذا کا خطرہ ہے اس سے بچنا چاہئے اب یہ بات کہ یہ کنکریاں کہاں سے چن لی جائیں تو عام لوگ مزدلفہ سے اٹھاتے ہیں رات کو پہاڑی پر چڑھ کر توڑتے رہتے ہیں پھر اس کو دھوتے ہیں کہ کہیں ناپاک نہ ہوں کیونکہ لوگ وہاں ادھر ادھر پیشاب کرتے ہیں یہ سب تکلفات ہیں آسانی سے جو کنکریاں راستے میں جہاں سے مل جائیں اس کو اٹھا کر لے جائیں البتہ مزدلفہ سے لینا بہتر ہے البتہ جمرات کے پاس سے اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ وہاں جو کنکریاں باقی رہ جاتی ہیں وہ نامقبول ہوتی ہیں قبول شدہ کنکریوں کو فرشتے اٹھا کر لے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کروڑوں اربوں کنکریاں ماری جاتی ہیں لیکن وہاں بہت کم مقدار میں پڑی رہتی ہیں جس کو حکومت ٹرکوں میں بھر کر لیجاتے ہیں مجھے تو خدشہ ہے کہ وہی کنکریاں لیجا کر حکومت مزدلفہ میں گراتی ہے کیونکہ پہلے وہاں کچھ بھی کنکریاں نہیں ہوتی تھیں اب ڈھیر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

منیٰ کی چند کرامات ہیں (۱) ایک کرامت یہ ہے کہ وہاں چیل کوے نہیں ہوتے ہیں (۲) دوسری کرامت یہ کہ وہاں گوشت نہیں سڑتا ہے میں نے سخت گرمی میں دو دن تک دیکھا کہ گوشت سے چربی پگھل کر بہتی تھی مگر بدبو نہیں ہوتی تھی (۳) تیسری کرامت یہ ہے کہ وہاں جمرات کے پاس قبول شدہ کنکریاں فرشتے اٹھا کر لے جاتے ہیں (۴) چوتھی کرامت یہ ہے کہ منیٰ میں حاجیوں کے لئے جگہ کم نہیں پڑتی ہے اب تو معلمین نے نقصان کیا ہے کہ میدانی علاقوں کو خیموں سے بھر دیا ہے، اگر منیٰ کے درّوں اور وادیوں میں حجاج کرام کو بسایا جائے تو جمرات کے پاس پورا علاقہ کھلا رہے گا اور نہایت سہولت ہو جائے گی۔

باب وقت رمی الجمار

رمی جمرات کے مستحب وقت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۱۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: رَمَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَأَمَّا بَعْدُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر (دس ذی الحجہ) کو چاشت کے وقت رمی فرمائی۔
اور بعد کے ایام (گیارہ اور بارہ تاریخوں میں) زوال آفتاب کے بعد رمی فرمائی۔

تشریح:

"الجمرۃ یوم النحر" قال اللہ تعالیٰ ﴿فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه و من تاخر فلا اثم علیه لمن اتقی﴾

الجمار جمرۃ کی جمع ہے لغت میں جمرۃ سنگریزے کو کہتے ہیں اور اگر یہ لفظ باب تفعل سے آجائے تو تجمر جمع ہونے کے معنی میں ہے عرب کہتے ہیں ''تجمر بنو فلان ''فلاں قبیلہ کے لوگ جمع ہوگئے'' وفی الحدیث ان آدم علیه السلام رمی ابلیس بمنی فاجمر بین یدیه ای اسرع فسمی الجمارية'' (طیبی)

استجمار کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے (۱) استنجاء کے لئے جب آدمی طاق عدد پتھر یا ڈھیلے استعمال کرتا ہے اس پر استجمار کا اطلاق ہوتا ہے (۲) انگیٹھی میں جب عود ڈالا جاتا ہے اور اس سے آدمی دھونی لیتا ہے اس کو بھی استجمار کہتے ہیں (۳) منیٰ میں جب آدمی ان ستونوں پر کنکریاں مارتا ہے جو وہاں بنے ہوئے ہیں اس کو بھی استجمار کہتے ہیں چونکہ حاجی لوگ یہاں جمع بھی ہوتے ہیں اور کنکریاں بھی مارتے ہیں اس مناسبت سے اس کو استجمار کہا گیا، اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ حضرت براہیم علیہ السلام جب حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کے لئے منیٰ میں قربان گاہ کی طرف لیجارہے تھے تو ابلیس نے حضرت ابراہیم کے دل میں ایک بار وسوسہ ڈالا حضرت ابراہیم نے اس کو سات کنکریاں ماریں اس کے بعد ابلیس غائب ہو کر دوسرے اور تیسرے مقام پر نمودار ہوا وہاں بھی حضرت ابراہیم نے اس کو سات کنکریاں ماردیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے اس عمل کو حاجیوں کے لئے بطور یادگار باقی رکھا اب حاجیوں کی شیطان سے نفرت اور رحمٰن سے عقیدت کی بنیاد پر پتھر مارے جاتے ہیں (مرقات) پہلے زمانے میں نیچے زمین پر یہ ستون بنے ہوئے تھے اب بھی یہ زمین پر ہیں لیکن اس کے اوپر بڑا پل بنایا گیا ہے اور پل میں تین بڑے تندور نما سوراخ ہیں اس کے نیچے یہ ستون ہیں اب نیچے زمین پر بھی رمی ہوتی ہے لیکن اوپر سے بھی لوگ رمی کرتے ہیں کنکریاں نیچے جاکر ستون پر لگتی ہے اس میں آسانی ہے اب حکومت سعودیہ کا خیال ہے کہ اس پل کے اوپر اسی طرح چند پل بنائے جائیں تا کہ رمی جمرات میں آسانی ہو لوگ زیادہ تر رمی میں مارے جاتے ہیں، رمی جمرات جمہور کے نزدیک واجب ہے ترک کرنے پر دم آتا ہے امام مالک اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں مگر ترک کرنے پر جبر نقصان کو لازم قرار دیتے ہیں تو یہ اختلاف لفظی ہو کر رہ گیا۔ جمرات میں ایک جمرۃ العقبۃ کے نام سے مشہور ہے یہ حرم شریف کی طرف واقع ہے جو مسجد خیف کے ساتھ ہے اس کے بعد جمرۃ الوسطیٰ ہے جو مزدلفہ کی طرف بیچ میں واقع ہے تیسرا جمرۃ الاولیٰ ہے یہ مزدلفہ سے آتے وقت سب سے پہلے راستے میں آتا ہے مزدلفہ سے آنے والے حاجی کے سامنے پہلے جمرہ اولیٰ آتا ہے پھر جمرہ وسطیٰ ہے پھر جمرہ عقبہ ہے جو آخر میں ہے اس کو عقبہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سب سے پیچھے ہے دس ذوالحجہ کو صرف اسی جمرۂ عقبہ کو مارا جاتا ہے حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے شیطان کو اسی جگہ پر مارا تھا۔ اس کے بعد گیارہ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ تک تینوں جمرات کو اسی ترتیب سے مارا جاتا ہے جس ترتیب سے یہ کھڑے ہیں یعنی مزدلفہ کی طرف سے پہلے جمرۂ اولیٰ کو مارا جاتا ہے پھر وسطیٰ اور آخر میں جمرۂ عقبہ کو مارا جاتا ہے دوسرے اور تیسرے دن میں لازم ہے کہ زوال کے بعد جمرات کو مارا جائے اس سے پہلے معتبر نہیں ہے مگر آج کل سعودی عرب کے علماء نے مجبوری کے پیش نظر اجتہادی صورت بنا کر یہ فتویٰ دیا ہے کہ جمرات کی رمی ہر وقت جائز ہے یہ فتویٰ بہت اچھا ہے چوتھے دن کی رمی اختیاری ہے یعنی اگر کوئی شخص تیرہ ذوالحجہ کو طلوع فجر سے پہلے منیٰ

سے نکل گیا تو تیرہ ذوالحجہ کی رمی اس پر نہیں ہے یہ احناف کا مسلک ہے اور اگر طلوع فجر کے بعد سے پہلے منیٰ میں رہا تو اب چوتھے دن یعنی تیرہ ذوالحجہ کی رمی اس پر لازم ہے تاہم یہ رمی طلوع آفتاب کے بعد جائز ہے زوال شمس تک انتظار ضروری نہیں ہے۔

۳۱۴۰۔وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ .بِمِثْلِهِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح (کنکریاں مارتے تھے)۔

باب ان حصی الجمار سبع سبع

سات سات کنکریاں مارنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۳۱۴۱۔وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْجَزَرِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ:قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الِاسْتِجْمَارُ تَوٌّ وَرَمْيُ الْجِمَارِ تَوٌّ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَوٌّ وَالطَّوَافُ تَوٌّ وَإِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ بِتَوٍّ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''استنجاء کے لئے پتھر (ڈھیلے) طاق (تین) ہوتے ہیں، جمرات کی رمی کے لئے کنکریاں طاق (سات) ہوتی ہیں، صفا و مروہ کے درمیان سعی کے چکر بھی طاق ہیں (سات) طواف کے بھی چکر طاق (سات) ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی استنجاء کے لئے ڈھیلے لے تو اسے چاہئے کہ طاق عدد کرے (یعنی اگر چار ڈھیلوں میں استنجاء ہو گیا ہو اور مزید کی ضرورت نہ ہو تب بھی طاق عدد کرنے کے لئے ایک اور ڈھیلا استعمال کرے)۔

تشریح:

''الاستجمار'' پہلے لکھا گیا ہے کہ استجمار کا لفظ مختلف چیزوں پر بولا جاتا ہے چنانچہ اس حدیث میں ان چیزوں کا ذکر ہے مثلاً استنجاء کے ڈھیلوں کے استعمال کے لئے یہ لفظ یہاں آیا ہے اور کنکریاں مارنے کے لئے بھی یہاں یہ لفظ آیا ہے اگر چہ یہاں اس میں استجمار نہیں صرف الجمار ہے مگر چیز ایک ہی ہے اسی طرح دھونی لینے کے لئے استجمار کا لفظ آیا ہے انگیٹھی میں جب عود ڈالا جاتا ہے اور خوشبو کے ساتھ دھواں اٹھتا ہے اور کوئی شخص یہ دھونی حصول خوشبو کے لئے لیتا ہے تو اس کو بھی استجمار کہتے ہیں۔''تو'' تا پر فتحہ ہے اور واو پر شد ہے یہ لفظ طاق اور وتر کے معنی میں ہے۔تو اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ استنجاء کے ڈھیلے تین استعمال کرنا چاہئے جو طاق ہیں رمی جمار طاق ہیں جو

تو اس دن اس کے ذمے بہت سارے احکام ہوتے ہیں سب سے پہلے حاجی جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارتا ہے اس کے بعد جا کر قربانی کرتا ہے اگر وہ صاحب حیثیت متمتع یا قارن ہو، اس کے بعد سر منڈاتا ہے اور احرام کھول کر سلے ہوئے کپڑے پہنتا ہے حاجی کے لئے یہ تحلیل اول ہے یعنی بیوی سے جماع کے علاوہ سب کچھ حلال ہو جاتا ہے پھر جا کر حاجی طواف زیارت کرتا ہے یہ اس کے لئے تحلیل ثانی ہے اب حاجی کے لئے ممنوعات احرام میں سے کوئی چیز ممنوع نہیں رہی سر کے بال منڈوانے اور کتروانے دونوں کا ذکر اوپر آیت میں آگیا ہے دونوں جائز ہیں لیکن علامہ نووی نے خاص عنوان باندھ کر مردوں کے لئے پورے سر کا حلق مسنون قرار دیا ہے اگر چہ ایک چوتھائی حصہ کے حلق سے واجب ادا ہو جاتا ہے مردوں اور عورتوں کے قصر کے لئے ضروری ہے کہ انگلی کی ایک پور برابر پورے سر کے بالوں کو کتر لیا جائے عورتوں کے لئے حلق کرنا حرام ہے وہ پورے سر کے بالوں کو یکجا کر کے انگلی کی پور برابر کاٹ دیں۔

٣١٤٣ـ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِينَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! حلق کرنے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور چھوٹے کرنے والوں پر؟ فرمایا: اور چھوٹے کرانے والوں پر بھی۔

٣١٤٤ـ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِينَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حلق کرانے والوں پر رحم فرمائے''۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اور کترنے والوں پر یا رسول اللہ!؟ فرمایا: ''اللہ حلق کرانے والوں پر رحم فرمائے''۔ لوگوں نے عرض کیا اور چھوٹے کرانے والوں پر؟ فرمایا: ''اللہ حلق کرانے والوں پر رحم فرمائے'' لوگوں نے عرض کیا اور قصر کرنے والوں پر؟ فرمایا ''اور قصر کرنے والوں پر بھی۔ (گویا حلق پر تین دفعہ دعا فرمائی اور قصر پر ایک دفعہ جس سے حلق کی افضلیت کا علم ہوتا ہے اور افضل یہی ہے کہ حلق کروائے)۔

تشریح:

''عن مسلم'' یہاں عجیب نکتہ ہے وہ یہ کہ امام مسلم کے خاص شاگرد ابو اسحاق نے پوری صحیح مسلم کی حدیثیں براہ راست سن کر صحیح مسلم کو

نقل کر دیا ہے مگر تین احادیث ایسی ہیں جو ابو اسحاق نے امام مسلم سے نہیں سنیں وہاں ابو اسحاق سمعت کے بجائے عن مسلم کا لفظ استعمال کرتے ہیں ان تین مقامات میں سے پہلا مقام یہی ہے دوسرا مقام ابواب الوصایا میں ہے اور تیسرا مقام ابواب الامارۃ میں ہے
''اخبرنا ابو اسحق'' میں ابو اسحٰق کا شاگرد ابو احمد جلودی یہ سند بیان کر رہے ہیں۔

۳۱۴۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِينَ .

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کا مضمون منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چوتھی مرتبہ فرمایا: اور قصر کرانے والوں پر بھی (رحم فرما)۔

۳۱۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ قَالَ: زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ .قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِلْمُقَصِّرِينَ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ .قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِلْمُقَصِّرِينَ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ .قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِلْمُقَصِّرِينَ قَالَ: وَلِلْمُقَصِّرِينَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! حلق کرانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور قصر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یا اللہ حلق کرانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور قصر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اور قصر کرانے والوں (کی بھی مغفرت فرما)۔

۳۱۴۷۔ وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث کے مثل روایت بیان فرمائی ہے۔

۳۱۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ جَدَّتِهِ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلَاثاً وَلِلْمُقَصِّرِينَ مَرَّةً. وَلَمْ يَقُلْ وَكِيعٌ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

حضرت یحییٰ بن حصین رضی اللہ عنہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی دادی ام حصین) نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ ﷺ نے حلق کرانے والوں کے لئے تین بار اور قصر کرانے

والوں کے لئے ایک بار دعا فرمائی، اور وکیع نے اپنی روایت میں فی حجۃ الوداع نہیں کہا ہے۔

۳۱٤۹۔وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ كِلَاهُمَا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں حلق فرمایا۔

تشریح:

"حلق رأسه" اس باب کی احادیث میں چند فوائد اور چند تعلیمات ہیں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ایک فائدہ یہ ہے کہ قصر بھی جائز ہے اس پر اجماع ہے ہاں حسن بصری سے منقول ہے کہ پہلے حج میں حاجی پر واجب ہے کہ سر منڈائے اور قصر نہ کرے لیکن ان سے دونوں کا جواز بھی منقول ہے۔ ابراہیم نخعی سے یہ بھی منقول ہے "قال کانوا یحبون ان یحلقوا فی اول حجة و اول عمرة اھ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ استحبابی ہے وجوبی نہیں حسن بصری کا قول بھی اسی پر محمول ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حلق قصر سے اس لئے افضل ہے کہ "ووجهه انه ابلغ فی العبادة وابین للخضوع والذلة لله تعالیٰ آھ علماء نے لکھا ہے کہ سر منڈانا اپنے جسم میں نشان بنانا ہے کہ میں پکا اللہ تعالیٰ کا بندہ اور غلام بن گیا ہوں قصر میں بندے کا اپنا کچھ وجود باقی رہ جاتا ہے لیکن حلق میں تو فنا فی اللہ ہو گیا، اس لئے حلق مطلقاً افضل ہے ہاں اگر کوئی عذر ہو کہ حلاق نہیں مل رہا ہے آلہ حلق نہیں ہے یا سر میں پھوڑے ہیں یا سر میں درد ہو جاتا ہے تو پھر قصر متعین ہے محلقین کے لفظ سے اشارہ ملتا ہے کہ پورے سر کو منڈایا جائے چنانچہ امام مالک اور امام احمدؒ کے نزدیک پورے سر کا منڈانا واجب ہے لیکن احناف اور شوافع پورے سر کے منڈانے کو مستحب کہتے ہیں اگر سر کا کچھ حصہ منڈایا تو واجب پورا ہو جائے گا اب وہ بعض حصہ کتنا ہونا چاہئے تو احناف کہتے ہیں ایک چوتھائی سے واجب پورا ہو جاتا ہے امام ابو یوسف آدھے سر کے بال منڈانے کا فتویٰ دیتے ہیں اور شوافع حضرات کے نزدیک چند بال منڈانے سے واجب کا حق ادا ہو جائے گا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حلق کا یہ مسئلہ مسح رأس کی طرح ہے جو اختلاف وہاں ہے وہ یہاں ہے۔

عورتوں کے لئے حلق حرام ہے حضرت ابن عباس سے ایک روایت منقول ہے فرمایا لیس علی النساء حلق وانما علی النساء التقصی (رواہ ابوداؤد) وعن علیؓ قال نهی ان تحلق المرأة رأسها (رواہ الترمذی) اب اگر کسی عورت نے حلق کیا تو کیا قصر کا حق ادا ہو جائے گا تو شوافع فرماتے ہیں کہ یہ جائز مع الکراہت ہے لیکن احناف کے بعض مفتیان فرماتے ہیں کہ قصر کا حق ادا نہیں ہوگا (تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس پر دم آئے گا) (فتح الملہم) علامہ ابن ہمام حلق کے بارے میں جوش کا مبارک اظہار یوں فرماتے ہیں فکان مقتضی الدلیل فی الحلق وجوب الاستیعاب کما هو قول مالک وهو الذی اھ یعنی دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ

پورے سر کا حلق کیا جائے یہی واجب ہے جس طرح امام مالک کا مذہب ہے اور میں بھی اسی طرح پورے حلق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں گا، بندہ راقم فضل محمد غفرلہ بھی کہتا ہے کہ میں بھی صرف حلق اور پورے سر کے حلق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کمال سمجھتا ہوں۔

باب بيان ان السنة يوم النحر الرمى ثم النحر ثم الحلق

عیدالاضحیٰ کے دن پہلے رمی ہے پھر قربانی ہے پھر حلق ہے

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۳۱۵۰۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى مِنًى فَأَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلاَّقِ خُذْ وَأَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الأَيْمَنِ ثُمَّ الأَيْسَرِ ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ تشریف لائے تو (پہلے) جمرۂ عقبہ پر آئے، اس کی رمی کی، پھر منیٰ میں موجود اپنے پڑاؤ میں تشریف لائے اور قربانی کی، پھر حجام سے کہا کہ لو (یعنی کاٹو) اور اپنے سر کے دائیں جانب اشارہ کیا، پھر بائیں جانب اشارہ فرمایا پھر (کٹے ہوئے بالوں کو) لوگوں میں تقسیم فرمانے لگے۔

تشریح:

''ثم اتى منزله'' یعنی جمرہ کے مارنے کے بعد اپنے خیمے میں آگئے اس سے معلوم ہوا کہ جمرہ مارنا گھر میں بیٹھنے سے مقدم ہے کہ منیٰ پہنچ ہی جمرہ مارنا شروع کر دے یہ استحباب اپنی جگہ صحیح ہے لیکن یہ ترتیب والے امور ہیں اپنی ترتیب کا لحاظ رکھنا بھی اہم چیز ہے بعض دفعہ تیاری کے بغیر جانا مشکل ہو جاتا ہے ''للحلاق'' اس حلاق اور حجام کا نام معمر بن عبداللہ عدوی تھا'' **واشار الى جانبه الايمن** ''یعنی آنحضرت نے اپنے سر مبارک کے دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا اور حجام سے کہا کہ اس جانب سے سر کے بال کاٹنا شروع کر دو اس حدیث میں واضح طور پر یہ ادب مذکور ہے کہ دائیں جانب سے سر کے بال تراشنا مستحب ہے امام ابوحنیفہؒ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ آپ کے نزدیک سر کے بال بائیں جانب سے تراشنا چاہئے یعنی حدیث میں حجام کا جانب یمین مراد ہے علامہ نووی اور منۃ المنعم وغیرہ نے مہلت دیئے بغیر اور تحقیق کئے بغیر فتویٰ لگا دیا کہ ''**والحديث يرد عليه**'' یعنی حدیث امام ابوحنیفہ پر رد کر رہی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ فقہ کی کتاب ملتقط میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں حج کے بعد سر منڈانے لگا تو حجام نے تین باتوں میں میری غلطی نکالی جب میں سر منڈانے کے لئے بیٹھ گیا تو حجام نے کہا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھو پھر جب میں نے ان کی طرح

بائیں جانب سے سر کو آگے کیا تو نائی نے کہا دائیں جانب آگے کرو پھر سر کے بال صاف ہونے کے بعد جب میں جانے لگا تو حجام نے کہا کہ یہ بال لیجا کر کسی جگہ دفن کر دو میں نے ایسا ہی کیا عربی عبارت اس طرح ہے ”حلقت رأسی فخطئنی الحلاق فی ثلاثة اشیاء (١)لما ان جلست قال استقبل القبلة (٢) وناولته الجانب الایسر فقال ابدأ بالیمین (٣)فلما اردت ان اذهب قال ادفن من شعرک فرجعت فدفنته فهذا یفید رجوع الامام الی قول الحجام ولذا قال فی اللباب هو المختار اه قال فی النخبة من کتب الحنفیة هو الصحیح اه .

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح اور صریح حدیث ہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے یہاں اصحاب مذہب معتبر احناف کی ترجیح بھی موجود ہے، امام ابوحنیفہ کا رجوع بھی موجود ہے پھر بھی وہی شور وغوغا جاری ہے جو ابتداء سے شروع ہوا تھا۔

”ثم جعل یعطیه الناس ‘‘اس باب کی روایات میں بالوں کی تقسیم میں مختلف الفاظ آئے ہیں زیر بحث حدیث میں ہے کہ آپ نے حلاق سے فرمایا کہ دائیں جانب سے بال اتار دو پھر آپ نے اسی بالوں کو لوگوں میں تقسیم کرنا شروع فرمایا ساتھ والی روایت میں ہے کہ آنحضرت نے سر کے دائیں جانب کے بالوں کو قریب والوں پر تقسیم فرمادیا اور بائیں جانب کے بالوں کو حضرت ام سلیم کو دیدیا اسی روایت کے دوسرے طریق میں ہے کہ آنحضرت نے بائیں جانب کے بالوں کو حضرت ابوطلحہ کے حوالہ کیا اور سر کے دائیں جانب کے بالوں کو ایک ایک دو دو کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیا اس کے بعد جو روایت ہے اس میں ایک ہی بات ہے کہ سر کے دائیں جانب کے بالوں کو آپ نے خود تقسیم کیا اور بائیں جانب کے بالوں کو ابوطلحہ کو دیا اس باب کی آخری روایت میں ہے کہ دائیں بائیں دونوں جانبوں کے بال آنحضرت نے ابوطلحہ انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔

سوال: اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس باب کی ان احادیث میں اور اسی طرح دیگر کتب کی احادیث میں بظاہر تضاد اور تعارض نظر آرہا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے اور پھر اس طرح جواب دیا ہے کہ ان روایات میں کوئی تناقض وتعارض نہیں ہے ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے دونوں جانبوں کے بال ابوطلحہ کو دیدیئے تھے حضرت ابوطلحہ نے دائیں جانب کے بال آنحضرت کے حکم سے لوگوں میں تقسیم کر دیئے (گویا نبی مکرم نے خود تقسیم کیا) اور سر کے بائیں جانب کے بالوں کو آنحضرت کے حکم سے ام سلیم کو دیا جو ابوطلحہ کی بیوی تھی (گویا یہ بھی نبی مکرم نے دیا) (فتح الملہم)۔

بہر حال سر کے بال بہت ہوتے ہیں اس میں اگر آنحضرت نے کچھ خود تقسیم کر کیا ہو اور کچھ ابوطلحہ کو بھی دیا ہو اور کچھ ام سلیم کو دیا ہو تو اس میں کوئی بُعد نظر نہیں آتا ہے نہ تضاد کی کوئی صورت ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بالوں کی اس تقسیم سے معلوم ہوا کہ انسان کے جسم کے

بال پاک ہیں۔دوسری بات یہ معلوم ہوگئی کہ بالوں کو بطور حفاظت رکھنا بھی جائز ہے۔تیسری بات یہ معلوم ہوگئی کہ اپنے شاگردوں اور ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کرنا چاہیے۔قال الزرقانی وانما قسم شعره فی اصحابه لیکون برکة باقیة بینهم وتذکرة لهم وکانه اشار الی اقتراب الاجل وخص اباطلحة بالقسمة التفاتا الی هذا المعنی لانه الذی حفر قبره ولحد له وبنی فیه اللبن اهـ (فتح الملہم) اس حلق کے بعد آنحضرت دوماہ سے کچھ دن اوپر زندہ رہے آیندہ سر کے بال اتنے بڑے نہیں ہوسکتے تھے جو تقسیم کے قابل ہوں اس لئے آپ نے حجۃ الوداع میں اس کا اہتمام کیا۔آج کل بریلویوں کی ہر درگاہ اور خانقاہ کے گدی نشینوں نے اپنے ہاں حضور اکرم سے منسوب بال رکھے ہیں میرے خیال میں یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

۳۱۵۱۔**وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ أَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ:فِي رِوَايَتِهِ لِلْحَلاَّقِ هَا .وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبِ الأَيْمَنِ هَكَذَا فَقَسَمَ شَعَرَهُ بَيْنَ مَنْ يَلِيهِ قَالَ: ثُمَّ أَشَارَ إِلَى الْحَلاَّقِ وَإِلَى الْجَانِبِ الأَيْسَرِ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أُمَّ سُلَيْمٍ.وَأَمَّا فِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ قَالَ:فَبَدَأَ بِالشِّقِّ الأَيْمَنِ فَوَزَّعَهُ الشَّعَرَةَ وَالشَّعَرَتَيْنِ بَيْنَ النَّاسِ ثُمَّ قَالَ:بِالأَيْسَرِ فَصَنَعَ بِهِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ:هَا هُنَا أَبُو طَلْحَةَ . فَدَفَعَهُ إِلَى أَبِي طَلْحَةَ.

امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ اسی سند کے ایک طریق میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حجام سے فرمایا:"یہاں سے (کاٹو) اور اپنے دست مبارک سے (سر کے) دائیں جانب کی طرف اشارہ فرمایا اور پھر اپنے قریب بیٹھے افراد میں وہ بال تقسیم فرمائے۔پھر حلاق (حجام) کو بائیں طرف کا اشارہ فرمایا تو اس نے اس طرف سے بال کاٹ دیئے۔وہ بال آپ نے ام سلیم کو عطا فرمادیئے۔جبکہ ابوکریب کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: دائیں طرف سے کٹوانے شروع کئے اور ایک ایک،دودو بال لوگوں میں تقسیم کردیئے پھر حجام سے بائیں طرف کو فرمایا اور اسی طرح کیا پھر فرمایا:"یہاں ابوطلحہ ہیں؟ ابوطلحہ کو وہ بال عطا کردیئے۔

۳۱۵۲۔**وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْبُدْنِ فَنَحَرَهَا وَالْحَجَّامُ جَالِسٌ وَقَالَ بِيَدِهِ عَنْ رَأْسِهِ فَحَلَقَ شِقَّهُ الأَيْمَنَ فَقَسَمَهُ فِيمَنْ يَلِيهِ ثُمَّ قَالَ: احْلِقِ الشِّقَّ الآخَرَ .فَقَالَ: أَيْنَ أَبُو طَلْحَةَ .فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہوکر اونٹوں کی طرف آئے اور انہیں نحر (ذبح) فرمایا۔حجام وہیں بیٹھا تھا اس سے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ سر سے کاٹ لو،اس نے پہلے دائیں جانب کے بال کاٹے،وہ بال آپ نے اپنے قریب موجود افراد کو دے دیئے،پھر فرمایا کہ دوسری جانب سے کاٹو،

پھر فرمایا ابوطلحہ کہاں ہیں؟ تو (دوسری طرف کے بال) ابوطلحہ کو دے دیئے۔

۳۱۵۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَسَّانَ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا رَمَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ فَقَالَ: احْلِقْ. فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ: اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جمرہ کو کنکریاں ماریں اور قربانی کرلی تو آپ نے اپنی دائیں جانب حجام کے سامنے کی تو اس نے بال کاٹ دیئے پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ انصاری کو بلوایا اور ان کو یہ بال عطا فرمائے پھر آپ ﷺ نے اپنی بائیں جانب حجام کے سامنے کی اور اس کو فرمایا کہ بال کاٹ دو تو اس نے بال کاٹ دیئے تو آپ ﷺ نے یہ بال حضرت ابوطلحہ کو دے کر فرمایا کہ ان لوگوں کے درمیان تقسیم کرو۔

باب من حلق قبل النحر او نحر قبل الرمی

رمی اور حلق میں تقدیم وتاخیر کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے

۳۱۵٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ. فَقَالَ: اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَقَالَ: ارْمِ وَلَا حَرَجَ. قَالَ: فَمَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ: افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں کھڑے ہوگئے تاکہ لوگ آپ ﷺ سے سوال کرلیں (جس کو کوئی بات دریافت کرنی ہو) ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے احساس نہ تھا (کہ ذبح پہلے اور حلق بعد میں ہوتا ہے) میں نے پہلے حلق کرلیا قربانی سے پہلے؟ فرمایا کہ جاؤ قربانی کرو کوئی حرج نہیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے احساس نہ تھا میں نے رمی سے قبل قربانی کرلی؟ فرمایا: اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے جس معاملہ کو بھی پوچھا گیا جس میں تقدیم یا تاخیر

ہوئی تھی تو اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ اسے کرلو کوئی حرج نہیں (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین افعال حج میں ترتیب واجب نہیں)۔

تشریح:

''اذبح ولا حرج'' یوم النحر میں چار بڑے احکام پورے کرنے ہوتے ہیں (۱) پہلا کام یہ کہ جمرۂ عقبہ پر کنکریاں ماری جائیں (۲) دوسرا کام یہ کہ قربانی کی جائے۔ (۳) تیسرا کام یہ کہ حاجی حلق کرے۔ (۴) چوتھا کام یہ کہ طواف زیارت کرے اب ان افعال کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے یا تقدیم وتاخیر کی گنجائش ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ ان افعال میں ترتیب قائم رکھنا سنت ہے اس مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی نے اس کا لحاظ نہیں رکھا تو اس پر دم نہیں آئے گا اس کے برعکس امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور علماء کے ایک طبقے کی یہ رائے ہے کہ ان افعال میں ترتیب قائم رکھنا واجب ہے لہٰذا اگر کسی نے تقدیم وتاخیر کی تو اس پر دم آئے گا۔

دلائل

شوافع وحنابلہ کی دلیل زیر بحث حدیث ہے کہ ''افعل ولا حرج'' مالکیہ اور احناف نے حضرت ابن عباسؓ کے فتوی سے استدلال کیا ہے جس کو مصنف ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے ''قال ابن عباس من قدم شيئا من حجة او اخر فليرق لذلك دما'' یعنی جس نے اپنے حج کے افعال میں تقدیم وتاخیر کی تو وہ دم دے۔ قرآن کی آیت میں ترتیب کے وجوب کی طرف واضح اشارہ ہے ارشاد عالی ہے ﴿ولا تحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محله﴾ حضرت ابن مسعودؓ کی طرف ایک قول منسوب ہے جس کو مصنف ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے الفاظ یہ ہیں من قدم نسكا على نسك فعليه دم حضرت ابن عباس کی روایت زیر بحث حدیث میں جو یہ فرمایا کہ ''افعل ولا حرج'' تو اس حرج سے مراد آخرت کے گناہ کا حرج ہے کہ جب نزول احکام کے وقت کوئی شخص ناواقفی میں کسی حکم میں غلطی کرے تو اس کا گناہ نہیں ہے کیونکہ وہ سمجھا نہیں ہاں احکام کے نزول واستحکام کے بعد جہالت عذر نہیں ہے تو گناہ کا جرم نہیں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا کا جرم بھی معاف ہوگیا دنیا کی سزا تو اٹھانی ہوگی جو دم کی صورت میں ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا فتوی بھی اسی طرح ہے معلوم ہوا لاحرج سے دم کی نفی نہیں آخرت کی سزا کی نفی ہے آج کل سعودیہ کے لوگ اور عام عرب افعل ولاحرج پر عمل کرکے عجیب تماشے کرتے ہیں حالانکہ ترتیب احکام حضور اکرم ﷺ کا عمل ہے اور آپ نے خود فرمایا کہ مجھے دیکھو اور مجھ سے احکام لو، دیکھ کر عمل کرو، تو حضور اکرم کا کوئی عمل ترتیب کے بغیر نہیں تھا خلفاء راشدین اور فقہا صحابہ کا عمل ترتیب وار تھا بے ترتیبی کا یہ سوال حضرت صدیق وفاروق

نے نہیں کیا تھا بلکہ کسی نو وارد مسلم او مسائل سے نا آشنا شخص نے کیا وہ مسافر بھی تھا فقیر بھی ہوگا اسلام کا پہلا حج تھا اس میں اس شخص پر دم کا جرمانہ لگانا ایک قسم کا حرج تھا اس لئے نبی مکرم نے اس کی بے ترتیبی کو وقتی مجبوری کے تحت معاف کیا یہ بے ترتیبی امت کے لئے ضابطہ نہیں بلکہ امت کے لئے ضابطہ تو مرتب حج ہے جس کی قرآن سختی سے ترغیب دیتا ہے اگر حج میں ترتیب ختم ہوجائے تو عجیب منظر ہوگا ساٹھ لاکھ حاجیوں میں سے کوئی طواف زیارت کا عمل عرفات جانے سے پہلے کرے گا کوئی عرفہ جاتے وقت رمی جمار کرے گا کوئی مزدلفہ کا عمل کرے گا تو کوئی جاتے وقت مکہ ہی میں سر منڈوائے گا اس طرح حج کا ایک اجتماعی عمل جس میں قول وفعل اور حرکات وسکنات بلکہ لباس کی ہیئات میں شریعت بھی نے ہم آہنگی اور موافقت کا درس دیا ہے وہ انتشار کا شکار ہوجائے گا بہرحال حضرت اقدس حضرت مولانا سید یوسف بنوریؒ نے بخاری پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ مشکلات اور حالات کے پیش نظر اگر علماء احناف جمہور کے قول پر فتویٰ دیدیں تو عوام کے لئے بڑی سہولت ہوگی ۔ میں حضرت بنوریؒ کے قول کا احترام کرتا ہوں لیکن یہ سہولت کی بات ہے حضرت بنوریؒ نے آج کل کی مشکلات کے تحت یہ قول کیا ہے آج کل کے عرب پر تعجب ہے کہ بات بات پر استدلال کے لئے نبی مکرم کا یہ ارشاد عالی پیش کرتے ہیں کہ "صلوا کما رأیتمونی اصلی" ان حضرات کو یہ مضبوط ضابطہ کیوں نظر نہیں آتا ہے کہ آنحضرت نے حجۃ الوداع کے موقع پر بار بار فرمایا کہ "خذوا عنی مناسککم" تم مجھ سے اپنے احکام حج دیکھ کر لے لو کیونکہ شاید آیندہ تم مجھے نہیں دیکھو گے اب سوچنا چاہئے کہ آنحضرت نے ترتیب کے ساتھ افعال حج کی ترغیب دی ہے یا غیر مرتب منتشر افعال کی ترغیب دی ہے؟

٣١٥٥۔ **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَطَفِقَ نَاسٌ يَسْأَلُونَهُ فَيَقُولُ الْقَائِلُ مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمْ أَكُنْ أَشْعُرُ أَنَّ الرَّمْيَ قَبْلَ النَّحْرِ فَنَحَرْتُ قَبْلَ الرَّمْيِ. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَارْمِ وَلَا حَرَجَ. قَالَ: وَطَفِقَ آخَرُ يَقُولُ إِنِّي لَمْ أَشْعُرْ أَنَّ النَّحْرَ قَبْلَ الْحَلْقِ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ. فَيَقُولُ انْحَرْ وَلَا حَرَجَ. قَالَ: فَمَا سَمِعْتُهُ يُسْأَلُ يَوْمَئِذٍ عَنْ أَمْرٍ مِمَّا يَنْسَى الْمَرْءُ وَيَجْهَلُ مِنْ تَقْدِيمِ بَعْضِ الْأُمُورِ قَبْلَ بَعْضٍ وَأَشْبَاهِهَا إِلَّا قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ افْعَلُوا ذَلِكَ وَلَا حَرَجَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر کھڑے ہوگئے، لوگوں نے آپ سے مسائل پوچھنا شروع کردیئے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ احساس نہ تھا کہ رمی، قربانی سے قبل ہوتی ہے، میں نے قربانی سے قبل رمی کرلی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو رمی کرلو، کوئی حرج نہیں۔ ایک اور آکر کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ قربانی حلق سے قبل ہوتی ہے، میں نے قربانی سے قبل حلق کرالیا؟ آپ ﷺ فرماتے: قربانی کرلو کوئی حرج نہیں۔ اور میں نے اس روز کسی سے ایسے معاملے کے بارے میں سوال نہیں سنا جسے انسان بھول جاتا

ہے یا ناواقفیت کی بنا پر بعض کاموں کو بعض پر مقدم کر دیتا ہے اور اس جیسے دوسرے مسائل میں مگر رسول اللہ ﷺ نے اس میں یہی فرمایا کہ: ''کرلو کوئی حرج نہیں''۔

٣١٥٦۔ حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِلَى آخِرِهِ.

حضرت زہری سے آخر تک سابقہ روایت کی طرح حدیث بیان کی گئی ہے۔

٣١٥٧۔ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: مَا كُنْتُ أَحْسِبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّ كَذَا وَكَذَا قَبْلَ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا وَكَذَا لِهَؤُلَاءِ الثَّلَاثِ قَالَ: افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یوم النحر کو خطبہ دے رہے تھے اسی دوران ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ فلاں کام فلاں سے پہلے ہے پھر دوسرے نے آکر کہا، آپ ﷺ نے سب کو یہی ارشاد فرمایا کہ: اب کرلو کوئی گناہ نہیں ہے۔

تشریح:

''لهؤلاء الثلاث'' ان تین افعال کی طرف صحابی نے جو اشارہ کیا ہے یہ عید الاضحیٰ دس ذوالحجہ کے بڑے تین افعال ہیں پہلا کام رمی جمرات ہے دوسرا کام قربانی ہے اور تیسرا کام حلق کرنا ہے انہیں تین کاموں میں زیادہ تر صحابہ سے تقدیم تاخیر ہوگئی تھی اسی طرح كـذا وكذا قبل كذا وكذا میں بھی انہیں تین افعال کا ذکر ہے

٣١٥٨۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا رِوَايَةُ ابْنِ بَكْرٍ فَكَرِوَايَةِ عِيسَى إِلَّا قَوْلَهُ لِهَؤُلَاءِ الثَّلَاثِ. فَإِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ وَأَمَّا يَحْيَى الْأُمَوِيُّ فَفِي رِوَايَتِهِ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. وَأَشْبَاهُ ذَلِكَ.

حضرت ابن جریج سے اس طریق سے سابقہ حدیث نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں تین کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اور یحییٰ اموی کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے حلق کرایا اور میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کرلی (اور اسی کے مثل ذکر کیا)۔

٣١٥٩۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

عِیسَی بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ:أَتَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ:حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ.قَالَ: فَاذْبَحْ وَلَا حَرَجَ .قَالَ:ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِیَ.قَالَ: ارْمِ وَلَا حَرَجَ .

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے قربانی ذبح کرنے سے پہلے حلق کرلیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اب قربانی کرلو اور کوئی حرج نہیں (دوسرے آدمی نے) عرض کیا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کرلی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اب کنکریاں مارلو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۱۶۰۔وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِی عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَی نَاقَةٍ بِمِنًی فَجَاءَهُ رَجُلٌ .بِمَعْنَی حَدِیثِ ابْنِ عُیَیْنَةَ .

حضرت زہری سے اس طریق سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی پرسوار ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا۔ (آگے ابن عیینہ کی حدیث کی طرح بیان فرمایا)۔

۳۱۶۱۔وَحَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَکِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِی حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عِیسَی بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَأَتَاهُ رَجُلٌ یَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ فَقَالَ:یَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّی حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِیَ. فَقَالَ: ارْمِ وَلَا حَرَجَ وَأَتَاهُ آخَرُ فَقَالَ:إِنِّی ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِیَ.قَالَ: ارْمِ وَلَا حَرَجَ .وَأَتَاهُ آخَرُ فَقَالَ:إِنِّی أَفَضْتُ إِلَی الْبَیْتِ قَبْلَ أَنْ أَرْمِیَ.قَالَ: ارْمِ وَلَا حَرَجَ .قَالَ:فَمَا رَأَیْتُهُ سُئِلَ یَوْمَئِذٍ عَنْ شَیْءٍ إِلَّا قَالَ: افْعَلُوا وَلَا حَرَجَ .

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ کے پاس اس وقت جب آپ جمرۂ عقبہ کے پاس کھڑے تھے ایک شخص آیا اور کہا یارسول اللہ! میں نے رمی سے قبل حلق کرالیا؟ آپ نے فرمایا: رمی کرلو کوئی گناہ نہیں۔ ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ میں نے رمی سے قبل قربانی کرلی ہے؟ فرمایا: تو رمی کرلو کوئی گناہ نہیں۔ ایک اور شخص حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے بیت اللہ کا طواف افاضہ (طواف زیارت) کرلیا رمی سے قبل؟ فرمایا اب رمی کرلو کوئی گناہ نہیں۔ پس اس روز میں نے ہر چیز کے بارے میں یہی سنا کہ: کرلو کوئی گناہ نہیں''۔

۳۱۶۲۔حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِیهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قِیلَ لَهُ فِی الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْیِ وَالتَّقْدِیمِ وَالتَّأْخِیرِ فَقَالَ: لَا حَرَجَ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ذبح، حلق اور کنکریاں مارنے کے بارے میں (تقدیم وتاخیر) دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی گناہ نہیں ہے۔

باب استحباب طواف الافاضة يوم النحر

عید الاضحیٰ کے دن طواف زیارت کرنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٣١٦٣۔ **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى. قَالَ نَافِعٌ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفِيضُ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ بِمِنًى وَيَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ.

حضرت نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یوم النحر کو طواف افاضہ فرمایا، پھر منیٰ واپس تشریف لائے اور ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ بھی یوم النحر کو طواف افاضہ فرماتے، پھر واپس تشریف لا کر ظہر کی نماز پڑھتے منیٰ میں اور بیان کرتے کہ نبی کا عمل یہی تھا۔

٣١٦٤۔ **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ شَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ: بِمِنًى. قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ: افْعَلْ مَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ.

حضرت عبد العزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ مجھے کوئی ایسی بات بتادیجئے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی یاد رکھی ہو۔ آپ علیہ السلام نے یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کو ظہر کی نماز کہاں پڑھی؟ فرمایا: منیٰ میں۔ میں نے عرض کیا کہ عصر کہاں پڑھی کوچ کے دن؟ فرمایا ابطح (محصب) میں۔ پھر فرمایا کہ وہی کرو جو تمہارے امراء کرتے ہیں۔

تشریح:

"عقلته" یعنی آپ نے جس مسئلہ کو آنحضرت سے جان لیا اور سمجھ لیا وہ مجھے بھی بتلا دیجئے یہ بتایئے کہ آنحضرت نے یوم الترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کی ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے جواب دیا کہ منیٰ میں پڑھی تھی "یوم النفر" رمی جمرات سے فارغ ہو کر جب حاجی مکہ کی طرف لوٹ کر آتا ہے اس دن کو یوم النفر کہتے ہیں یعنی کوچ کا دن "بالابطح" یعنی رمی جمرات سے فارغ ہو کر تیرہ ذوالحجہ جو یوم النفر کہلاتا ہے اس میں آنحضرت نے عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ تو حضرت انسؓ نے جواب میں فرمایا کہ ابطح میں عصر کی نماز پڑھی تھی۔

''الا بطح ای البطحاء التی بین مکة ومنی وهی ماانبطح من الوادی واتسع وهی التی یقال لها المحصب والمعرس وحدها ما بین الجبلین الی المقبرة (فتح الملہم) اس کا نام خیف بنی کنانہ بھی ہے منی سے آتے وقت کچھ آگے سیدھے ہاتھ کی طرف سڑکیں ہیں جو آگے جاکر مسجد جن کے پاس سے المعلاۃ قبرستان تک جاتی ہیں یہی کھلی وادی ابطح ہے چونکہ اس میں سنگریزے زیادہ ہیں اور کھلی وادی ہے اس وجہ سے اس کو ابطح اور بطحاء کہا گیا فرزدق شاعر نے کہا۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطاته والبیت یعرفه والحل والحرم

آج کل عام حاجی منی سے سرنگوں کے راستے سے آتے جاتے ہیں وہ الگ راستہ ہے۔''مایفعل امراء ک'' حضرت انسؓ نے سوال کرنے والے کو سمجھایا کہ اس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں میں نہ پڑو بلکہ تمہارے حج کے امیر جو عمل اختیار کرتے ہیں اس میں سہولت ہے اور امراء کی عدم مخالفت ہے''الافاضة'' طواف زیارت کو طواف افاضہ اور طواف فرض اور طواف زیارت کہتے ہیں یوم النحر میں یہ طواف افضل ہے پھر تیرہ ذوالحجہ تک جائز ہے اس کے بعد تک مؤخر کرنے سے دم آتا ہے مگر صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا ہے صاحبین جمہور کے ساتھ ہیں۔

باب استحباب النزول بالمحصب یوم النفر

محصب میں اتر کر ٹھہرنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلم نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

۳۱۶۵۔**حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَیُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَأَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ کَانُوا یَنْزِلُونَ الْأَبْطَحَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور ابوبکر وعمر سب وادی ابطح (محصب) میں نزول فرماتے تھے

تشریح:

''ینزلون الابطح''یعنی نبی اکرم ﷺ اور صدیقؓ وعمرؓ بطح یعنی محصب میں اترتے تھے حضرت ابن عمر کی رائے تھی کہ ابطح میں اترنا اور ٹھہرنا مسنون ہے کیونکہ نبی مکرم اور خلفاء نے یہ عمل کیا ہے اس زمانہ میں صحابہ نے حضرت ابن عمر کی رائے کی مخالفت کی ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت اس کے بعد آرہی ہے آپ فرماتی ہیں کہ نزول الابطح لیس بسنة اور نبی پاک ﷺ جو محصب میں اترتے تھے وہ ایک امر انتظامی تھا کہ مدینہ کے لئے نکلنا آسان تھا یہ حج کا حصہ نہیں آیندہ روایت میں حضرت ابن عباسؓ بھی فرماتے ہیں'' لیس التحصیب بشیء ''یعنی محصب میں اترنا حج کا حصہ نہیں ہے بلکہ ٹھہرنے اور اترنے کی ایک جگہ تھی۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ محصب

میں اترنا اور ٹھہرنا ایک مستحب عمل ہے کیونکہ نبی اکرم نے یہ عمل کیا ہے اور خلفاء راشدین نے کیا ائمہ احناف کی کتابوں میں اس کو سنت لکھا ہے چنانچہ درمختار کی عبارت اس طرح ہے ''واذا نفر الی مکة نزل استنانا ولو ساعة بالمحصب ''قال ابن عابدین ولو ساعة فیحصل بذلک اصل السنة واما الکمال فما ذکره الکمال من انه یصلی فیه الظهر والعصر والمغرب والعشاء (فتح الملہم) بہرحال اس کو حج کا حصہ نہ بھی سمجھا جائے پھر بھی اتباع رسول ﷺ تو بڑی چیز ہے تو سنن زوائد میں سے اس کو سمجھنا چاہئے۔ آئندہ روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ آنحضرت محصب میں اس لئے اترتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کیونکہ قریش نے جو ظالمانہ صحیفہ لکھا تھا وہ اسی جگہ میں لکھا تھا تو ٹھہرنا بطور شکر تو استحباب اور سنت سے خالی نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ آج کل ان چیزوں کا لحاظ رکھنا یا ان کو برقرار کرنا آسان کام نہیں ہے۔ صاحب لباب علی بن زکریا منجی حنفیؒ متوفی ۶۸۶ھ نے اللباب میں لکھا ہے بدل علی انه علیه السلام قصد النزول به اراءة للمشرکین لطیف صنع الله به فکان سنة کالرمل (لباب ج۱ص۴۶۹)

۳۱۶۶۔ **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَرَى التَّحْصِيبَ سُنَّةً وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْحَصْبَةِ. قَالَ نَافِعٌ: قَدْ حَصَّبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ.

حضرت نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک تحصیب یعنی محصب میں اترنا سنت ہے اور وہ کوچ کے روز ظہر کی نماز محصب میں ادا کرتے تھے۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء اربعہ بھی تحصیب پر عمل فرماتے تھے۔

۳۱۶۷۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نُزُولُ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ إِذَا خَرَجَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وادی ابطح میں اترنا سنت نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ تو وہاں اس لئے اترے تھے کہ جب آپ مکہ سے نکلے تو وہاں سے نکلنا آسان تھا۔

۳۱۶۸۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت ہشام سے سابقہ حدیث کے مثل مضمون اس سند سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

۳۱۶۹۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَابْنَ

عُمَرَ كَانُوا يَنْزِلُونَ الْأَبْطَحَ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُ ذَلِكَ وَقَالَتْ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَنَّهُ كَانَ مَنْزِلًا أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ.

حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر اور ابن عمر سب ابطح میں نزول فرماتے تھے۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھے عروہؓ نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں بتلایا کہ وہ وہاں نہیں اترتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ وہاں اس لئے اترے تھے کہ وہاں سے نکلتے وقت نکلنا آسان ہوتا ہے (وہ جگہ نکلنے کے لئے موزوں اور سہولت والی تھی)

۳۱۷۰۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

حضرت عطاء، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: تحصیب (وادی محصب میں اترنا) کوئی چیز نہیں ہے (یعنی یہ کوئی حج کا حکم نہیں ہے) یہ راہ کی ایک منزل تھی جہاں رسول اللہ ﷺ نے نزول فرمایا تھا۔

۳۱۷۱۔ **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: قَالَ أَبُو رَافِعٍ: لَمْ يَأْمُرْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَنْزِلَ الْأَبْطَحَ حِينَ خَرَجَ مِنْ مِنًى وَلَكِنِّي جِئْتُ فَضَرَبْتُ فِيهِ قُبَّتَهُ فَجَاءَ فَنَزَلَ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فِي رِوَايَةِ صَالِحٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ. وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ: عَنْ أَبِي رَافِعٍ وَكَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابورافع نے فرمایا: رسول اللہ جب منیٰ سے نکلے تو مجھے ابطح میں اترنے کا حکم نہیں فرمایا لیکن میں آگیا اور وہاں خیمہ لگایا نبی ﷺ وہاں تشریف لائے اور وہاں قیام کیا۔ قتیبہ کی روایت میں ہے کہ: ابورافع نبی کے سامان کے نگراں مقرر تھے۔

تشریح:

"ابورافع" یہ آنحضرت ﷺ کے غلام کی کنیت ہے ان کا نام اسلم تھا مشہور یہی ہے "فنزل" گویا کہ ابورافع یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ آنحضرت کا ابطح میں اترنا ایک اتفاقی اور انتظامی معاملہ تھا "ثقل النبی" مسافر اپنے کندھوں پر جو سامان اٹھاتا ہے یا جانوروں پر لادتا ہے اس کو ثقل کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے۔

۳۱۷۲۔ **حَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: نَنْزِلُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ

تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم انشاء اللہ کل ''خیف بنی کنانہ'' (وادی محصب) میں پڑاؤ کریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔'' (یہ پیچھے بیان کیا جاچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ بطور تحدیث بالنعمہ کے یہاں اترے تھے، اور آپ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی یہی بات مترشح ہے)۔

تشریح:

''حيث تقاسموا على الكفر '' یہ قسم کھانے کے معنی میں ہے لیکن یہاں مراد معاہدہ ہے مختصر قصہ یہ ہے کہ کفار قریش نے ابوطالب سے اور بنوہاشم سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو ان کے حوالہ کردیں تاکہ وہ آنحضرت کو قتل کردیں ابوطالب نے انکار کیا تو قریش نے خیف بنی کنانہ یعنی محصب میں بیٹھ کر ایک دستاویز تیار کی جس میں بنوہاشم سے مکمل سوشل بائیکاٹ پر تحالف وتعاهد وتقاسم ہوگیا تھا تین سال تک بنوہاشم شعب ابی طالب میں محبوس ومحصور ومجبور تھے پھر ایک دیمک نے اس ظالم صحیفہ کے تمام مندرجات کو چاٹ لیا صرف اللہ تعالیٰ کا نام باقی رہ گیا جبریل امین نے حضور اکرم کو بتادیا حضور اکرم نے ابوطالب کو بتادیا ابوطالب نے جاکر قریش سے کہا قریش نے جب دیکھا تو سب مجبور ہوگئے اور اس معاہدہ کو ختم کردیا، اس حدیث میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے بہرحال اس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نزول کے کئی اسباب تھے لہٰذا اس کے استحباب کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے احناف میں سے صاحب لباب نے اس کو مسنون کہا ہے۔

۳۱۷۳۔حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُونَ غَداً بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ .وَذَلِكَ إِنَّ قُرَيْشاً وَبَنِي كِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لاَ يُنَاكِحُوهُمْ وَلاَ يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوا إِلَيْهِمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَعْنِي بِذَلِكَ الْمُحَصَّبَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منیٰ میں ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل ہم ''خیف بنی کنانہ'' جہاں کافروں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں، پڑاؤ کریں گے، اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب قریش اور بنوکنانہ نے بنو ہاشم اور بنوعبدالمطلب پر قسمیں اٹھائی تھیں کہ ان سے یہاں نکاح نہ کریں گے نہ ان سے خرید وفروخت کے معاملات کریں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے سپرد نہ کریں (یہ واقعہ شعب ابی طالب کا ہے جہاں آپ ﷺ ہجرت سے قبل اپنے خاندان کے ساتھ تین سال تک قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور قریش نے آپ کا تجارتی، معاشی ومعاشرتی بائیکاٹ کررکھا تھا) اور خیف بنی کنانہ سے وادی محصب مراد ہے۔

۳۱۷٤۔وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ

النبی ﷺ قَالَ: مَنْزِلُنَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ إِذَا فَتَحَ اللّٰهُ الْخَيْفُ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "ہماری منزل انشاء اللہ جب اللہ تعالیٰ نے فتح دی تو "خیف" ہوگی جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

تشریح:

"منزلنا" یعنی کل ہمارے اترنے اور ٹھہرنے کی جگہ انشاء اللہ خیف بنی کنانہ ہوگی۔

"اذا فتح اللّٰہ" یعنی جب اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ فتح کرا کر ہمیں دیدیا ہے تو بطور شکر ہم خیف بنی کنانہ میں اتر کر قیام کریں گے

"الخیف" یہ لفظ مرفوع ہے یہ مبتدأ مؤخر ہے اور منزلنا خبر مقدم ہے اور انشاء اللہ وغیرہ جملہ معترضہ ہے عبارت اس طرح ہے منزلنا الخیف اذافتح الله المکة ان شاء الله .

باب الوجوب المبیت بمنی ایام التشریق

ایام تشریق میں منیٰ میں رات گزارنا واجب ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۱۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے رسول اللہ ﷺ سے منیٰ کی راتوں میں مکہ میں رات گذارنے کی اجازت چاہی کہ ان کے ذمہ سقایہ (حجاج کے پانی و زمزم پلانے کی خدمت) تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دیدی۔

تشریح:

"فاذن له" یعنی حضرت عباس نے ایام منیٰ میں آنحضرت سے یہ اجازت مانگی کہ میں چونکہ حاجیوں کو زمزم کا پانی پلاتا ہوں اس لئے آپ مجھے مکہ میں رات گذارنے کی اجازت دیدیں تو آنحضرت نے ان کو اجازت دیدی کہ مکہ میں رات گزارا کرو مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بیت اللہ کے پاس زمزم کے کنوئیں کے نگران تھے چنانچہ آپ کی نگرانی میں حاجیوں کو زمزم کا پانی پلایا جاتا تھا اسی خدمت کے لئے حضرت عباسؓ نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت مانگی کہ میں منیٰ کی رات مکہ مکرمہ میں گزار دوں گا تا کہ

حاجیوں کی خدمت کرسکوں حضور اکرم نے آپ کو اجازت دیدی رمی جمار کے ایام منیٰ میں تین راتیں گزارنے کو لیالی منیٰ اور مبیت منیٰ کہتے ہیں اب شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ منیٰ کی تین راتیں منیٰ ہی میں گزارنا چاہئے کسی دوسری جگہ مبیت اختیار نہیں کرنا چاہئے لیکن اس میں بحث ہے کہ مبیت منیٰ کی حیثیت واجب کی ہے یا یہ سنت ہے چنانچہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ تین راتیں منیٰ میں گزارنا واجب ہے اس کے ترک کرنے پر دم نہیں آتا امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور ایک قول میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مبیت منیٰ سنت ہے اس کے ترک پر دم نہیں آتا البتہ بلا عذر اس کا ترک کرنا بہت برا ہے زیر بحث حدیث سے امام ابوحنیفہؒ نے استدلال کیا ہے کہ مبیت منیٰ سنت ہے کیونکہ اگر یہ مبیت واجب ہوتا تو حضور اکرم ﷺ حضرت عباسؓ کو اجازت نہ دیتے۔ بہرحال یہ اجتہادی موقف اپنی جگہ پر درست سہی لیکن نبی اکرم ﷺ کا اپنا عمل نقشہ حج کے لئے معیار ہے آپ نے فرمایا ''خذوا عنی مناسککم'' لہذا عارضی اعذار اپنی جگہ پر اعذار ہیں۔

٣١٧٦۔**وَحَدَّثَنَاهُ** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعاً عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كِلاَهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت ہی کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

باب السقاية بالنبيذ

نبیذ پلانے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے

٣١٧٧۔**وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ قَالَ: كُنْتُ جَالِساً مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَأَتَاهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَا لِي أَرَى بَنِي عَمِّكُمْ يَسْقُونَ الْعَسَلَ وَاللَّبَنَ وَأَنْتُمْ تَسْقُونَ النَّبِيذَ أَمِنْ حَاجَةٍ بِكُمْ أَمْ مِنْ بُخْلٍ فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا بِنَا مِنْ حَاجَةٍ وَلاَ بُخْلٍ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَخَلْفَهُ أُسَامَةُ فَاسْتَسْقَى فَأَتَيْنَاهُ بِإِنَاءٍ مِنْ نَبِيذٍ فَشَرِبَ وَسَقَى فَضْلَهُ أُسَامَةَ وَقَالَ: أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ كَذَا فَاصْنَعُوا .فَلاَ نُرِيدُ تَغْيِيرَ مَا أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

حضرت بکر بن عبدالمزنی کہتے ہیں کہ میں کعبہ کے پاس حضرت ابن عباسؓ کے ہمراہ بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک بدو آیا اور کہنے لگا کہ کیا معاملہ ہے کہ میں تمہارے ابناء عم (چچازاد بھائیوں) کو دیکھتا ہوں کہ وہ تو (حجاج کو) شہد اور دودھ پلاتے ہیں جب کہ تم صرف نبیذ (کھجور ملا ہوا پانی) پلاتے ہو، کیا تنگدستی کی وجہ سے ایسا کرتے ہو یا بخل کی بناء پر؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: الحمدللہ! نہ ہم ضرورت مند ہیں اور نہ ہی بخل و کنجوسی کرتے ہیں۔ نبی ﷺ تشریف

لائے اپنی سواری پر اور حضرت اسامہؓ آپ کے پیچھے سوار تھے۔آپ نے پانی مانگا تو ہم آپ ﷺ کے پاس نبیذ کا برتن لے آئے ،آپ ﷺ نے اسمیں سے پیا اور آپ کا بچا ہوا اسامہؓ نے پیا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" تم نے بہت اچھا کیا،خوب کام کیا اسی طرح کیا کرو"۔لہذا ہم نہیں چاہتے کہ جس بات کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے اسے ہم تبدیل کریں۔

تشریح:

"تسقون النبیذ "یعنی تمہارے چچازاد بھائیوں کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ حاجیوں کو دودھ اور شہد پلا رہے ہیں اور تم حاجیوں کو نبیذ پلا رہے ہو؟ کیا یہ فقر و فاقہ کی وجہ سے ہے یا کنجوسی نے آپ حضرات کو گھیر لیا ہے؟ اس دیہاتی نے چچازاد بھائیوں سے بنوامیہ کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ بنو ہاشم پر سبقت لے جانے کی غرض سے حاجیوں کو نبیذ کی جگہ دودھ اور شہد پلاتے تھے۔

"فقال ابن عباس "حضرت ابن عباس نے اس دیہاتی کو ایسا جواب دیا ہے،جس کا ایک پس منظر اور تاریخ ہے وہ اس طرح کہ نبی اکرم ﷺ کا پانچواں دادا قصی بن کلاب جب مکہ اور حرم کا متولی بن گیا تو آپ نے حجاج کے لئے اور اہل مکہ کی خدمت کے لئے اپنے ذمہ پر چند امور لے لئے ان میں سے ایک کام حاجیوں کو پانی پلانا تھا اس وقت زمزم کا کنواں ایسا ویران ہو گیا تھا کہ اس کی جگہ بھی غائب ہو گئی تھی توقصی اور اس کے بیٹے اونٹوں پر پانی بھر بھر کر کعبہ کے پاس لا کر حوضوں میں ڈالتے تھے اور پھر حاجیوں کو پلاتے تھے قصی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عبد مناف نے یہ کام سنبھال لیا اس کے بعد اس کے بیٹے ہاشم نے اس خدمت کو سنبھال لیا ہاشم کے انتقال کے بعد اس کے بھائی مطلب نے یہ خدمت سنبھال لی مطلب کے بعد عبد المطلب نے یہ کام سنبھال لیا پھر عبد المطلب نے خواب میں زمزم کے کنوئیں کی جگہ کو دیکھ لیا تو آپ نے اس کو کھود کر صحیح کنواں بنا لیا جب کنواں بن گیا تو عبد المطلب موسم حج میں اس میں کشمش ڈالا کرتا تھا اور نبیذ بنا کر لوگوں کو پلاتا تھا جب عبد المطلب یعنی نبی اکرم ﷺ کے دادا کا انتقال ہو گیا اس کے بڑے بیٹے عباسؓ نے اس ذمہ داری کو اپنے سر پر لیا حضرت عباس اس ذمہ داری کو ادا کر رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نبی بن کر تشریف لائے تو حجۃ الوداع میں حضور اکرم نے ان کو اسی ذمہ داری پر برقرار رکھا اسی خدمت کے لئے حضرت عباس نے آنحضرت سے اس خدمت کے پیش نظر رخصت مانگی کہ میں منیٰ کے بجائے مکہ میں راتیں گزاروں گا یہ میری مجبوری ہے چنانچہ وہ نبیذ ملا پانی حاجیوں کو پلاتے تھے جس پر دیہاتی نے اعتراض کیا کہ کیا تم بنو ہاشم فقیر محتاج ہو گئے یا کنجوس ہو گئے کہ شہد اور دودھ کے بجائے لوگوں کو نبیذ پلاتے ہو حضرت عباس نے مکمل تفصیل کے ساتھ جواب دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ نبی اکرم کا جاری کردہ پسند فرمودہ معاملہ ہے اس کو ہم تبدیل نہیں کر سکتے ہیں۔امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں مذکورہ روایت کو بیان کیا ہے لیکن امام بخاری نے صحیح بخاری میں مزید تفصیل کو بیان کیا ہے میں اس کا خلاصہ اور تشریح بھی یہاں لکھ دیتا ہوں انشاء اللہ فائدہ ہو گا۔

''السقایة'' زمزم کے کنوئیں کے پاس زمزم کی سبیل لگی ہوئی تھی عام لوگ اس سے پانی پیتے تھے آنحضرت ﷺ نے وہیں پراتر کر پینے کے لئے پانی مانگا حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے حضرت فضل سے فرمایا کہ جا کر گھر سے زمزم کا پانی لا کر حضور اکرم ﷺ کو پلادو کیونکہ سبیل کے اس پانی میں عام لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں آنحضرت نے اعلیٰ تواضع کا مظاہرہ فرمایا اور حکم دیا کہ اسی عام پانی سے مجھے پلادو۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کے کنوئیں پر آگئے جہاں سے پانی ڈول کے ذریعہ سے نکالا جاتا تھا آنحضرت نے خواہش ظاہر کی کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی اونٹنی سے اتر کر خود زمزم کے کنوئیں سے بذریعہ ڈول پانی کھینچ لوں لیکن اگر میں ایسا کروں تو پھر سارے لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور یہ خدمت تم سے چھین لیں گے لہذا یہ بہتر کام ہے تم اس کو سرانجام دیتے رہو اس روایت میں اسی طرح قصہ ہے ایک اور روایت میں دوسری طرح قصہ ہے کہ حضور ﷺ اونٹنی سے اتر گئے اور ڈول کے ذریعہ سے پانی حاصل کیا اور بقیہ پانی پھر کنوئیں میں ڈالدیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ الگ الگ واقعے ہیں۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباس سے یہ روایت منقول ہے **قال ابن عباس رضی اللہ عنہ فرضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذلک احب من ان تسیل شعابنا لبنا و عسلا** یعنی آنحضرت نے ہمارے لئے جو کچھ پسند فرمایا یہ ہمیں اس سے زیادہ پسند ہے کہ ہماری وادیاں دودھ اور شہد سے بھر کر بہہ جائیں کچھ تفصیلات منۃ المنعم سے لی ہیں۔

باب التصدق بلحوم الهدی و جلودها

ہدی کے جانور کے گوشت اور کھال صدقہ کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۱۷۸۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ أَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا وَجُلُودِهَا وَأَجِلَّتِهَا وَأَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا قَالَ: نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں کی ذمہ داری اٹھاؤں اور ان کا گوشت کھالیں اور اوجھڑی وغیرہ سب صدقہ کردوں اور قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دوں (بطور اجرت) اور فرمایا: قصاب کو ہم اپنی جانب سے مزدوری دیں گے۔

تشریح:

''ان اقوم'' اس سے نگرانی مراد ہے خواہ پالنے کے وقت ہو خواہ ذبح کے وقت میں ہو خواہ گوشت کاٹنے اور سنبھالنے کے وقت میں ہو

"بدنہ" با پر ضمہ ہے اور دال ساکن ہے بدنۃ کی جمع ہے اہل لغت کے نزدیک اونٹ گائے بھینس کو بدنۃ کہتے ہیں مگر اس کا اکثر اور مشہور استعمال صرف اونٹوں میں ہے آنحضرت کے لائے ہوئے اونٹ ایک سو تھے تریسٹھ آپ نے اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے اور ۳۷ حضرت علی نے نحر کئے اس باب کی بعض روایات میں بدنۃ اور بقرۃ ایک دوسرے کے تقابل میں واقع ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدنۃ بقرۃ کو شامل نہیں ہے مگر حضرت جابر کی روایت میں بدنۃ جزور کے مقابلہ میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدنۃ گائے کو شامل ہے۔

"اجلتها" یہ جلال کی جمع ہے اور جلال جل کی جمع ہے جھول کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہدایا کے جانوروں کا گوشت پوست اور رسی مہار اور جھول چونکہ اس کے توابع ہیں تو سب کو صدقہ کرنا چاہئے اور ان چیزوں کو قصائی کے عوض مزدوری میں نہیں دینا چاہئے "من عندنا" یعنی ہم قصاب کو اپنے جیب سے پیسہ وغیرہ دیا کرتے تھے اور قربانی کے اجزاء میں سے کوئی چیز نہیں دیتے تھے "الجاز" یہ جزار اور قصائی کو کہتے ہیں "الجزارۃ" یہ بھی قصائی کی محنت و مزدوری کو کہتے ہیں۔

۳۱۷۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت عبدالکریم جزری رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت ہی کی طرح روایت منقول ہے۔

۳۱۸۰۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ وَقَالَ: إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي كِلاَهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا أَجْرُ الْجَازِرِ.

حضرت علیؓ سے یہی سابقہ حدیث (کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو حکم فرمایا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی ذمہ داری اٹھاؤں اور اس کا گوشت وغیرہ صدقہ کر دوں) مروی ہے لیکن اس روایت میں قصاب کی اجرت کا ذکر نہیں ہے۔

۳۱۸۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ. أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلاَلَهَا فِي الْمَسَاكِينِ وَلاَ يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا.

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں اونٹوں کی نگرانی پر مقرر فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ اونٹ کا پورا کا پورا گوشت کھال اور جھول وغیرہ سب مساکین میں تقسیم کر دیں، اور کاٹنے کی اجرت (قصاب کی اجرت) کے طور پر اس میں سے کچھ نہ دیں۔

۳۱۸۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ مَالِكٍ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِداً أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ بِمِثْلِهِ.

اس طریق کے ساتھ روایت مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی خبر دیتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اسی طرح کرنے کا حکم فرمایا۔

باب جواز الاشتراک فی البعیر والبقرة سبعة

اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۱۸۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ والے سال اونٹ کو اور گائے کو سات افراد کی طرف سے (مشترک طور پر) ذبح کیا۔

تشریح:

"عن سبعة" بھیڑ بکری کی قربانی میں بالاتفاق شراکت ناجائز ہے ہاں اونٹ اور گائے میں سات آدمیوں کی شراکت جائز ہے بشرطیکہ سب کی نیت قربانی ہی کی ہو، اور قربانی و ہدی سے قرابت مقصود ہو خواہ قرابت کی نوعیت الگ کیوں نہ ہو مثلاً ایک کی نیت قربانی کی ہے دوسرے کی نیت ہدی کی ہے تیسرے کی نیت عقیقہ وغیرہ کی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک کسی بھی جانور میں شراکت جائز نہیں خواہ قربانی ہو خواہ ہدی ہو خواہ اونٹ ہو خواہ گائے اور بکری ہو۔ جن روایات میں پانچ آدمیوں کی شراکت ایک گائے میں اور دس آدمیوں کی شراکت کا ذکر ایک اونٹ میں ہے وہ روایات قربانی سے متعلق نہیں ہیں عام ذبائح سے اس کا تعلق ہے اگلی روایت میں ہے کہ آنحضرت نے حضرت عائشہ کی طرف سے گائے ذبح کرائی اس سے مراد تمام ازواج ہیں صرف عائشہ کی طرف سے ایک گائے ہو اور باقی ازواج کی طرف سے ایک گائے ہو تفضیلا لعائشة۔

۳۱۸۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کا احرام باندھ کر نکلے، رسول اللہ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سے ہر بدنہ میں سات آدمی شریک ہوجائیں۔

۳۱۸۵۔**وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَنَحَرْنَا الْبَعِيرَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ ذبح کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔

۳۱۸۶۔**وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: اشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كُلُّ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ فَقَالَ: رَجُلٌ لِجَابِرٍ أَيُشْتَرَكُ فِي الْبَدَنَةِ مَا يُشْتَرَكُ فِي الْجَزُورِ قَالَ: مَا هِيَ إِلَّا مِنَ الْبُدْنِ. وَحَضَرَ جَابِرٌ الْحُدَيْبِيَةَ قَالَ: نَحَرْنَا يَوْمَئِذٍ سَبْعِينَ بَدَنَةً اشْتَرَكْنَا كُلُّ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حج وعمرہ کی قربانی میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے ہر قربانی میں سات افراد۔ ایک شخص نے جابرؓ سے کہا کیا بدنہ میں بھی اتنے ہی شریک ہوتے ہیں جتنے جزور میں؟ جابرؓ نے فرمایا کہ جزور بھی تو بدنہ ہی ہے۔ اور حضرت جابرؓ حدیبیہ میں شامل ہوئے تھے فرماتے ہیں کہ: ہم نے اس دن ستر اونٹ قربان کئے ہر بدنہ میں سات شریک تھے۔

۳۱۸۷۔**وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فَأَمَرَنَا إِذَا أَحْلَلْنَا أَنْ نُهْدِيَ وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ مِنَّا فِي الْهَدِيَّةِ وَذَلِكَ حِينَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا مِنْ حَجِّهِمْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ.

حضرت جابر بن عبداللہ نبی ﷺ کے حج سے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: آپ نے ہمیں حکم فرمایا کہ جب ہم حلال ہوں تو قربانی کریں اور ہم میں سے کئی نفر ایک قربانی میں شریک ہوجائیں اور یہ اس وقت ہوا جب آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حج کا احرام عمرہ میں تبدیل کرا کے کھلوایا تھا حجۃ الوداع کے موقع پر۔

۳۱۸۸۔**حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا نَتَمَتَّعُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْعُمْرَةِ فَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيهَا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عمرہ کے ساتھ تمتع کیا کرتے تھے اور گائے ذبح کرتے تو اس کو سات شرکاء کی طرف سے ذبح کرتے تھے۔

۳۱۸۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کو حضرت عائشہؓ کی جانب سے گائے ذبح فرمائی۔

۳۱۹۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ نَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ. وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً فِي حَجَّتِهِ.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی جانب سے قربانی فرمائی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہؓ کی جانب سے ایک گائے اپنے حج میں ذبح فرمائی۔

باب نحر البدن قياما مقيدة

اونٹ کو باندھ کر کھڑے کھڑے نحر کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو نقل کیا ہے

۳۱۹۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَتَى عَلَى رَجُلٍ وَهُوَ يَنْحَرُ بَدَنَتَهُ بَارِكَةً فَقَالَ: ابْعَثْهَا قِيَاماً مُقَيَّدَةً سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ ﷺ.

زیاد بن جبیر سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ ایک شخص کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ اونٹ کو گھٹنوں کے بل بٹھا کر نحر کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اسے اٹھا کر باندھ کر (ذبح کرو) یہی تمہارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

تشریح:

''بــارکة'' بروک الابل سے ہے اونٹ کے بیٹھنے کو کہتے ہیں یعنی ایک شخص بیٹھے ہوئے اونٹ کا نحر کر رہا تھا حضرت ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ اس کو کھڑا کر دو اور پھر نحر کرو جو سنت طریقہ ہے ''ابعثها'' یعنی اس کو کھڑا کر دو ''مقيدة'' یعنی اس کے بائیں پاؤں کو موڑ کر گھٹنے کے پاس رسی سے باندھ لو اس کو مقیدہ بھی کہتے ہیں اور معقولہ بھی کہتے ہیں۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اونٹ کا نحر کھڑے کھڑے کرنا سنت ہے امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ فضیلت میں قائما اور بارکۃ دونوں برابر ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جیسا نے

ایک دفعہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر شروع کیا تو وہ بدک گیا قریب تھا کہ کئی لوگوں کو ہلاک کر دیتا پھر میری رائے اس پر آ گئی کہ آئندہ میں بٹھلا کر ہی نحر کروں گا خلاصہ یہ ہے کہ نحر قائما افضل ہے مگر مجبوری کی صورت میں بارکۃ افضل ہوگا ہاں البتہ اونٹ کا نحر ہی افضل ہے اونٹ کا ذبح کرنا خلاف اولیٰ ہے (فتح الملہم)۔

باب من يبعث الهدى الى الحرم وهو فى بلده لايصير محرما

جو آدمی ہدی کا جانور حرم بھیجدے اور خود نہ جائے تو وہ محرم نہیں بنتا

اس باب میں امام مسلم نے چودہ احادیث کو بیان کیا ہے

٣١٩٢۔وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ سے ہدی روانہ فرماتے تو میں ان کے گلوں کے ہار بٹ دیتی پھر وہ کسی ایسی چیز سے جس سے محرم پرہیز کرتا ہے پرہیز نہیں فرماتے تھے۔ (مطلب یہ ہے کہ صرف جانور کے روانہ کر دینے سے احرام کی پابندیاں لازم نہیں ہوتیں اور نہ ہی وہ محرم ہوتا ہے، جمہور علماء کا یہی مذہب ہے)۔

تشریح:

"ثم لایجتنب" یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ سے ہدی کے جانور مکہ روانہ فرماتے تھے میں اس کے لئے اپنے ہاتھوں سے قلادہ کی رسیاں بٹ لیتی تھی آنحضرت مدینہ میں قیام فرماتے اور ہدایا کے جانور مکہ چلے جاتے اور آنحضرت غیر محرم رہتے محرم حضرات جن اشیاء سے اجتناب کرتے ہیں آپ اس سے اجتناب نہیں فرماتے تھے اس کلام سے حضرت عائشہ حضرت ابن عباس کے اس فتویٰ پر رد فرماتی ہیں جس میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے حرم مکہ کی طرف ہدی کا جانور بھیجدیا تو محض اس بھیجنے سے وہ آدمی محرم ہو جائے گا اور وہ احرام کے منافی تمام اشیاء سے اجتناب کرے گا سلف صالحین میں ایک زمانہ میں یہ مسئلہ اتفاقی تھا کچھ حضرات ابن عباس کے ساتھ تھے مگر بعد میں اختلاف خود بخود ختم ہو گیا اب مسئلہ وہی ہے جو حضرت عائشہ بتاتی ہیں اس باب میں تقریباً تمام احادیث اسی موضوع سے متعلق ہیں حضرت عائشہ نے نہایت تاکید سے حضرت ابن عباس کے فتوے پر رد کیا ہے "افتل" فتل نصر سے رسی بنانے اور بٹنے کے معنی میں ہے "العھن" یہ اون کو کہتے ہیں "قلائد" یہ قلادۃ کی جمع ہے ہار کو کہتے ہیں "مع ابی" یعنی صدیق اکبر کے ساتھ حضرت نے جانور بھیج دیئے۔

"تصفق" یعنی حضرت عائشہ پردہ کے پیچھے سے ہاتھ پر ہاتھ مار رہی تھیں اور بتا رہی تھیں کہ میں نے ان دونوں ہاتھوں سے قلادے بنائے ہیں اور حضور اکرم نے جانور بھیجد یے یہ اس باب میں مختلف الفاظ کے معانی ہیں۔

٣١٩٣۔ وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت ابن شہاب سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث کا مضمون منقول ہے۔

٣١٩٤۔ وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيَّ أَفْتِلُ قَلاَئِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِنَحْوِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: گویا کہ میں اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی ہدی کے گلے کا ہار بٹتے (بناتے) دیکھ رہی ہوں۔

٣١٩٥۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلاَئِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ ثُمَّ لاَ يَعْتَزِلُ شَيْئاً وَلاَ يَتْرُكُهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہدی کے گلوں کا ہار بٹا کرتی تھی اپنے ان ہاتھوں سے پھر آپ ﷺ نہ کسی چیز سے اجتناب کرتے نہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے۔

٣١٩٦۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَتَلْتُ قَلاَئِدَ بُدْنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَىْءٌ كَانَ لَهُ حِلاًّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں کے ہار بناتی تھی۔ پھر آپ ﷺ ان کے کوہان چیر کران کے گلے میں ہار ڈالتے پھر اسے بیت اللہ کی طرف روانہ فرماتے اور آپ ﷺ مدینہ ہی میں ٹھہرتے تو آپ ﷺ پر کوئی چیز حرام نہیں ہوئی جو آپ کے لئے حلال تھی۔

٣١٩٧۔ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ: ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ وَأَبِي قِلاَبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَبْعَثُ بِالْهَدْىِ أَفْتِلُ قَلاَئِدَهَا بِيَدَيَّ ثُمَّ لاَ يُمْسِكُ عَنْ شَىْءٍ لاَ يُمْسِكُ عَنْهُ الْحَلاَلُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ قربانی کا جانور بھیجا کرتے تھے اور میں اپنے ہاتھوں سے ہار بنا کر اس کے گلے میں ڈالا کرتی تھی پھر آپ ﷺ کسی چیز کو نہ چھوڑتے کہ جس کو حلال نہ چھوڑتا ہو۔

۳۱۹۸۔وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ أَنَا فَتَلْتُ تِلْكَ الْقَلَائِدَ مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدَنَا فَأَصْبَحَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَلَالًا يَأْتِي مَا يَأْتِي الْحَلَالُ مِنْ أَهْلِهِ أَوْ يَأْتِي مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ.

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان ہاروں کو روئی (اون) سے بٹا جو ہمارے پاس تھی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان حلال کی طرح رہے (بغیر احرام والے شخص کی طرح رہے) جو کام غیر محرم اپنے گھر والوں کے ساتھ یا آدمی اپنے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے وہی کرتے تھے۔

۳۱۹۹۔وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِهَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْغَنَمِ فَيَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يُقِيمُ فِينَا حَلَالًا.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی ہدی کے بھیڑ بکریوں کے ہار بٹتے دیکھا آپ ﷺ انہیں بھیج دیا کرتے تھے اور ہمارے درمیان حلال (غیر احرام) کی حالت میں رہتے تھے۔

۳۲۰۰۔وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ:يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ:الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رُبَّمَا فَتَلْتُ الْقَلَائِدَ لِهَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَيُقَلِّدُ هَدْيَهُ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يُقِيمُ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کے جانوروں کے ہار زیادہ تر میں ہی بنایا کرتی تھی پھر آپ ﷺ ان جانوروں کے گلوں میں ڈال کر انہیں بھیجتے پھر آپ ﷺ ٹھہرتے اور ان چیزوں میں کسی چیز سے نہیں بچتے تھے کہ جن سے احرام والا بچتا ہے۔

۳۲۰۱۔وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ:يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْدَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَرَّةً إِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بار بیت اللہ کو بکریاں روانہ کیں تو ان کے گلوں میں قلادہ (ہار) ڈالے۔

۳۲۰۲۔وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نُقَلِّدُ الشَّاءَ فَنُرْسِلُ بِهَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَلَالٌ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم بکریوں کے قلادہ ڈالتے تھے اور انہیں بھیج دیا کرتے تھے (بیت اللہ کے

لئے) اور رسول اللہ ﷺ غیر احرام کی حالت میں رہتے تھے کوئی چیز حرام نہ کرتے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ محض ہدی کے کعبہ کو بھیجنے سے آدمی محرم نہیں ہوجاتا)۔

۳۲۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ ابْنَ زِيَادٍ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ الْهَدْيُ وَقَدْ بَعَثْتُ بِهَدْيِي فَاكْتُبِي إِلَيَّ بِأَمْرِكِ. قَالَتْ عَمْرَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللَّهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ.

حضرت عبداللہ بن ابی بکر، عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ ابن زیاد نے حضرت عائشہؓ کو لکھا کہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: جس نے ہدی روانہ کردی تو اس پر بھی وہ تمام باتیں حرام ہوجاتی ہیں جو حاجی پر ہوتی ہیں (احرام کی حالت میں) یہاں تک کہ وہ ہدی ذبح کردی جائے، جب کہ میں نے بھی ہدی روانہ کردی ہے اب آپ اس معاملہ کے بارے میں مجھے لکھئے (کہ کیا کروں)۔ عمرہؒ فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جیسا ابن عباسؓ نے کہا ایسا نہیں ہے۔ میں خود رسول اللہ ﷺ کی ہدی کے قلادے (ہار) بٹتی تھی اپنے ہاتھوں سے، پھر رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے جانور کے گلے میں اسے ڈال کر میرے والد کے ساتھ بھیجتے تھے، لیکن اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں میں سے آپ ﷺ پر کوئی چیز حرام نہیں ہوئی قربانی ہونے تک۔

۳۲۰۴۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ تُصَفِّقُ وَتَقُولُ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهَا وَمَا يُمْسِكُ عَنْ شَيْءٍ مِمَّا يُمْسِكُ عَنْهُ الْمُحْرِمُ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ.

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ پردہ کے پیچھے تھیں اور ہاتھ سے تالی بجا کر فرماتی تھیں کہ میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کی ہدی کے قلادہ کو بٹا کرتی تھی اور آپ ﷺ اسے بھیج دیا کرتے تھے اور اس ہدی کے ذبح ہونے تک کسی ایسی چیز سے رکتے نہ تھے جس سے محرم رکتا ہے۔

۳۲۰۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا دَاوُدُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِمِثْلِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس طریق کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ روایت کی طرح حدیث نقل کی ہے۔

باب جواز رکوب البدن لمن احتاج الیها

مجبور حاجی ہدی کے جانور پر سواری کرسکتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۰۶۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ: ارْكَبْهَا .قَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ.فَقَالَ: ارْكَبْهَا وَيْلَكَ .فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اونٹ ہنکا کر لے جارہا ہے۔آپ نے فرمایا کہ:اس پر سوار ہو جا اس نے کہا یہ قربانی کا جانور ہے تو آپ نے دوسری یا تیسری بار میں فرمایا کہ تیرا ستیاناس ہو جائے سوار ہو جا۔

تشریح:

"ارکبھا ویلک "یعنی تیرا بھلا ہو سوار ہو جاؤ ویلک کا لفظ واضع نے بددعاء کے لئے وضع کیا ہے لیکن اس کا استعمال بددعاء کے لئے نہیں ہوتا ہے بلکہ کلام لغو کے طور پر زبان پر لایا جاتا ہے جیسے لام لک. لاابالک .تربت یمینک یہاں آنحضرت ﷺ نے برانگیختہ کرنے کے انداز میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں تا کہ وہ شخص سوار ہو جائے۔عتاب کا یہ انداز اس لئے بھی ہے کہ اس شخص نے غیر شعوری طور پر آنحضرت کے حکم ماننے میں تاخیر کی کیونکہ نسائی کی روایت میں ہے کہ یہ شخص سواری کے لئے مجبور تھا مگر پھر بھی سوار نہیں ہو رہا تھا نسائی میں ہے کہ انه رأی رجلا یسوق بدنة وقد اجهد فقال له ارکبها اھ عتاب کا یہ انداز حضور اکرم ﷺ کی طرف سے اس لئے بھی ہے کہ آپ نے بار بار سوار ہونے کا حکم دیا مگر اس شخص نے غیر شعوری طور پر حکم بجالانے میں تاخیر کی اب یہ مسئلہ رہ گیا کہ ہدی کا جانور چونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہو چکا ہوتا ہے اس لئے اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اسی وجہ سے ہدی کے جانور پر سواری کے مسئلہ میں علماء کا معمولی سا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

تمام ائمہ اور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ ہدی کے جانور پر بلاضرورت سوار ہونا جائز نہیں ہے۔لیکن امام احمد بن حنبل اور حضرت اسحٰق بن راھویہ سے ایک قول یہ بھی ہے کہ بلاضرورت سوار ہونا بھی جائز ہے اور ضرورت کے وقت بطریق اولیٰ سوار ہونا جائز ہے۔

دلائل

امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کو فرمایا کہ تیرا ناس ہو سوار ہو جاؤ۔ جمہور نے اس باب کے آخر میں حضرت جابر کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہدی کے جانور پر سواری کے لئے ایک قید اور شرط کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جب آدمی شدید مجبوری میں ہو تو دستور کے مطابق ہدی کے اونٹ پر سوار ہونا جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے بغیر سوار ہونا جائز نہیں ہے۔ بہر حال ہدی پر سواری کے جواز میں جو مطلق روایات ہیں وہ مجبوری کی قید کے ساتھ مقید ہیں۔

۳۲۰۷۔ **وحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً.

حضرت ابو الزناد سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی قربانی کے اونٹ کو ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا اس حال میں کہ اس کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈالا ہوا تھا۔

۳۲۰۸۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً قَالَ: لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَيْلَكَ ارْكَبْهَا. فَقَالَ: بَدَنَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: وَيْلَكَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ ارْكَبْهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث روایت کیں پھر انہیں نے بعض احادیث ذکر کیں ان میں سے ایک حدیث یہ بیان کی کہ: ایک شخص قلادہ ڈالا ہوا اونٹ ہانک رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرا ناس ہو اس پر سوار ہو جا اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے آپ نے فرمایا تیرا ناس ہو اس پر سوار ہو جا تیرا ناس ہو سوار ہو جا۔

۳۲۰۹۔ **وحَدَّثَنِي** عَمْرٌو النَّاقِدُ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: وَأَظُنُّنِي قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرَجُلٍ يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ: ارْكَبْهَا. فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ارْكَبْهَا. مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسے آدمی پر گزر ہوا جو کہ قربانی کے اونٹ کو ہانک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سوار ہو جا اس نے عرض کیا کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سوار ہو جا اس نے عرض کیا یہ اونٹ قربانی کا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا کہ سوار ہو جا۔

۳۲۱۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِبَدَنَةٍ أَوْ هَدِيَّةٍ فَقَالَ: ارْكَبْهَا. قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ أَوْ هَدِيَّةٌ. فَقَالَ: وَإِنْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے کوئی قربانی کا اونٹ یا قربانی کا جانور لے کر گزرا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا، یہ اونٹ قربانی کا ہے یا کہا کہ یہ قربانی کا جانور ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چہ قربانی کا جانور ہے (سوار ہو جا)۔

"مر" یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی آنحضرت پر گذارا گیا راوی کو شک ہے کہ بدنۃ کا لفظ ہے یا هدیۃ کا لفظ ہے دونوں الفاظ کا مطلب ایک ہی ہے **"فقال وان"** یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ اگر چہ ہدی کا جانور ہو تم مجبور ہو اس پر سوار ہو جاؤ" **ای وان کانت بدنة**"

۳۲۱۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ الْأَخْنَسِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ، مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِبَدَنَةٍ. فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

بکیر بن اخنس نے بھی انس سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

۳۲۱۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ سُئِلَ عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہدی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: اس پر بہتر طریقہ سے سوار ہو کہ اسے تکلیف نہ ہو جب تم مجبور ہو جاؤ (یعنی جب تمہیں سوار ہونے کی ضرورت پڑے تو اسے بغیر تکلیف پہنچائے سوار ہو جاؤ) یہاں تک کہ کوئی سواری مل جائے۔

تشریح:

"بالمعروف" یعنی دستور کے مطابق سوار ہو جایا کرو جانور زیادہ لاغر نہ ہو جائے اور اس کو ضرر لاحق نہ ہو جائے۔

"اذا الجئت" یہ الجاء باب افعال سے ہے مجبور محتاج ہونے کے معنی میں ہے یعنی اگر مجبور ہو گئے تو دستور کے مطابق سوار ہو جایا کرو ورنہ نہیں اس لفظ سے جمہور کا مسلک خوب واضح ہو گیا **"حتی تجد ظهرا"** یعنی جب تک اپنی سواری نہیں ملتی ہے اس وقت تک تم ہدی کے جانور پر سواری کر سکتے ہو کیونکہ یہ مجبوری کی حالت ہے لیکن اگر اپنی سواری مل گئی تو پھر ہدی کے جانور کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے پھر اپنی سواری کو استعمال کرو اس حدیث سے جمہور کی مکمل تائید ہوتی ہے اور عرف میں بھی اسی طرح ہے کہ **"الضرورات تبيح المحظورات والضرورة تتقدر بقدر الضرورة"**

۳۲۱۳۔وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ:سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ فَقَالَ:سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا .

حضرت ابوزبیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے قربانی کے جانور کی سواریوں کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے ہیں: دستور کے مطابق (شدید مجبوری میں) جب تک دوسری سواری نہ ملے سوار ہو جا۔

باب مايفعل بالهدى اذا عطب فى الطريق

اگر ہدی کا جانور راستے میں مر جائے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۱۴۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ سَلَمَةَ الْهُذَلِيُّ قَالَ:انْطَلَقْتُ أَنَا وَسِنَانُ بْنُ سَلَمَةَ مُعْتَمِرَيْنِ قَالَ:وَانْطَلَقَ سِنَانٌ مَعَهُ بِبَدَنَةٍ يَسُوقُهَا فَأَزْحَفَتْ عَلَيْهِ بِالطَّرِيقِ فَعَيِيَ بِشَأْنِهَا إِنْ هِيَ أُبْدِعَتْ كَيْفَ يَأْتِي بِهَا.فَقَالَ لَئِنْ قَدِمْتُ الْبَلَدَ لَأَسْتَحْفِيَنَّ عَنْ ذَلِكَ. قَالَ:فَأَضْحَيْتُ فَلَمَّا نَزَلْنَا الْبَطْحَاءَ قَالَ:انْطَلِقْ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ نَتَحَدَّثْ إِلَيْهِ.قَالَ:فَذَكَرَ لَهُ شَأْنَ بَدَنَتِهِ. فَقَالَ: عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسِتَّ عَشْرَةَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ وَأَمَّرَهُ فِيهَا قَالَ: فَمَضَى ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا أُبْدِعَ عَلَيَّ مِنْهَا قَالَ: انْحَرْهَا ثُمَّ اصْبُغْ نَعْلَيْهَا فِي دَمِهَا ثُمَّ اجْعَلْهُ عَلَى صَفْحَتِهَا وَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ رُفْقَتِكَ .

حضرت موسیٰ بن سلمہ الہذلی کہتے ہیں کہ میں اور سنان بن سلمہ دونوں عمرہ کرنے کے لئے چلے۔ حضرت سنان نے ساتھ میں ایک اونٹ بھی لیا جسے وہ ہانکتے رہے۔ وہ اونٹ راہ میں بالکل درماندہ ہو گیا اور اس کی حالت دیکھ کر سنان بھی عاجز ہو گئے کہ اگر یہ بالکل ہی رک گیا تو کیسے اسے حرم تک لائیں گے، انہوں نے فرمایا کہ اگر میں مکہ مکرّمہ پہنچ گیا تو اس بارے میں ضرور سوال کروں گا۔ میں دوپہر میں پہنچا تو ہم بطحا (مکہ) میں سواری سے اترے تو سنان نے کہا کہ میرے ساتھ ابن عباسؓ کے پاس چلو ہم ان سے اس بارے میں بات کریں گے۔ چنانچہ ان سے اونٹ کا سارا حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم باخبر آدمی تک ہی پہنچے، رسول اللہ ﷺ نے سولہ اونٹ ایک شخص کے ہمراہ بھیجے اور

اسے اس بارے میں امیر بنا دیا۔ وہ چلا پھر لوٹ آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اونٹ تھک کر رک جائے تو کیا کروں؟ فرمایا: اسے نحر کر کے اس کے گلے میں پڑے ہوئے قلادہ کی جوتیاں اس کے خون میں رنگ کر اس کے کوہان پر مارو اور اس میں سے نہ تم کھاؤ نہ تمہارے رفقاء کھائیں۔

تشریح:

"فازحفت" زحف یزحف یہ فتح بفتح مجرد سے گھسٹ کر چلنے کو کہتے ہیں اگر نسبت اونٹ کی طرف ہو تو اونٹ کے تھکنے اور چلنے سے عاجز آنے کو کہتے ہیں "زحفت البعير كلت واعيت حتى توقفت عن السير اس وقت یہ باب لازم ہوگا اور اگر زحفت مجہول کا صیغہ ازحاف سے ہو جائے تو پھر یہ متعدی ہوگا ای ازحفها اليسر چلنے نے اس کو تھکا کر رکھ دیا کبھی باب افعال سے بھی لازمی مستعمل ہوتا ہے جیسے ازحفت البعير معروف اور مجہول دونوں مستعمل ہیں "فعيى" عی یعی اعیاء سے عاجز آنے کے معنی میں ہے یہاں مجرد عی یعی سمع یسمع سے ہے بات کرنے سے عاجز آجانے کیلئے زیادہ استعمال ہوتا ہے اعیاء الماشی چلنے والا تھک کر چلنے سے عاجز آنے کو کہتے ہیں یہاں مسئلہ معلوم کرنے اور اس کے حکم سے عاجز آنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے "شانها" سے یہی مراد ہے ای عجز عن معرفة حكمها وماذا ينبغي ان يفعل بها، شاعر ساحر کہتے ہیں۔

وقدفارق الناس الاحبة قبلنا   واعی دواء الموت كل طيب

"ان هی ابدعت" ابداع بھی جانور کا سست ہو کر چلنے سے عاجز ہونے کو کہتے ہیں یہ مستقبل کے بارے میں فرضی کلام ہے کہ اگر یہ تھکا ہوا اونٹ عاجز آکر بالکل نہ چلے تو میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں گا، آگے اس جملہ کی تفصیل آرہی ہے۔

"لئن قدمت البلد" یعنی اگر میں مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو میں علماء سے خوب مسئلہ معلوم کروں گا "لاستحفين" یہ استحفاء سے ہے سین اور تا مبالغہ کے لئے ہے مجرد حفی یحفی سمع سے ہے کھوج لگانے اور تفتیش کر کے معلوم کرنے کو کہتے ہیں "كانك حفى" جو قرآن کی آیت ہے وہ اسی معنی پر ہے "لاسئلن سو الا ابليغا" "فاضحيت" ای صرت فی وقت الضحى یعنی ایمرجنسی میں چاشت کے وقت دھوپ ہی میں چل پڑا۔

"البطحاء" مکہ مکرمہ کا نام بھی ہے اور جنت المعلات سے حرم تک جو حصہ ہے اس کو بھی کہتے ہیں اس وقت مدینہ سے آنے والوں کے لئے اترنے کا مقام یہی تھا۔ "على الخبير سقطت" یہ ایک کہاوت ہے سب سے پہلے حکماء عرب میں سے مالک بن جبیر نے اس جملہ کو استعمال کیا ہے کتاب الطہارۃ میں انما الماء من الماء کی حدیث کی بحث میں امام مسلم نے ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ کا یہی جملہ نقل کیا ہے تحفۃ المنعم جلد دوم میں اس پر کلام ہو چکا ہے یہاں حضرت ابن عباسؓ نے اس جملہ کو استعمال کیا ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کا واسطہ واقف کار اور اس مسئلہ کے ماہر اور جاننے والے عالم سے پڑا ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تم جاننے والے پر گر گئے ہو ماہر سے ٹکرا گئے ہو۔

''ابدع علی '' ابداع سے مجہول کا صیغہ ہے جو سواری تھک کر چلنے سے عاجز آجائے یا کمزوری کی وجہ سے چلنے سے عاجز آجائے اس کو ابدع اور ابداع کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے ابدع کا صلہ عام طور پر ''ب'' آتی ہے لیکن یہاں ابدع حبس کے معنی کو متضمن ہے اس لئے صلہ میں علی لایا گیا ہے چونکہ یہ ہدایا کے اونٹ تھے اس لئے اس پر سوار ہونا جائز نہیں تھا لہذا علی کا صلہ لانا ضروری تھا تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ اس پر کوئی سوار نہیں ہوا کیونکہ جب صلہ میں ب آتی ہے تو وہ سوار کے لئے بولا جاتا ہے جیسے ''ابدع بی '' میں سواری پر سوار تھا کہ وہ مجھے لے چلنے سے عاجز آگئی۔

''انحرھا'' اونٹ کے سینے میں نیزہ یا برچھی مارنے کا نام نحر ہے گائے بکری وغیرہ کا گلا چھری سے کاٹنے کا نام ذبح ہے، نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے بائیں ٹانگ کو رسی سے باندھ دیا جائے اور پھر اس کے سینے میں برچھی ماری جائے تاکہ خون نکل کر وہ زمین پر گر جائے۔ ''اصبغ '' باب ضرب اور سمع سے ہے رنگ کرنے کے معنی میں ہے مراد یہ ہے کہ اس جانور کے خون سے اس کے گلے کے دونوں جوتیوں کو رنگین کر دو۔ اور پھر اس کے پہلو اور کوہان پر مار کر نشان بنالو۔

''نعلیھا'' اس سے مراد یہی جوتے ہیں جو ہدیہ کے جانور کے گلے میں بطور نشان پہلے ہار بنا کر ڈالے گئے تھے مطلب یہ ہے کہ اس قریب المرگ جانور کو ذبح کر دو اور اس کے گلے میں پڑے ہوئے دونوں جوتے اس کے خون سے رنگین کر دو تاکہ کوئی مالدار آدمی اس کا گوشت استعمال نہ کرے ''اجعلھا'' میں ضمیر مفرد لائی گئی ہے یہ ''کل واحد منھا '' کی تاویل کی بنیاد پر ہے۔

''علی صفحتھا'' مطلب یہ کہ اس قلادہ کو خون سے رنگین کر کے کوہان کی طرف اس کا نشان لگا دے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ ہدی کا نور ہے جو حرم پہنچنے سے پہلے ذبح کر دیا گیا ہے اور اس کا گوشت اغنیاء کو کھانا جائز نہیں ہے۔

''ولاتاکل منھا'' یعنی اس ہدی سے نہ تم خود کھاؤ نہ قافلہ کا کوئی ساتھ کھائے خواہ قافلہ کا کوئی ساتھی فقیر و مسکین کیوں نہ ہو، ہدی کے گوشت کھانے کی اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اگر محافظ اور قافلے والوں کو گوشت کھانے کی اجازت دی جائے تو ممکن ہے کہ وہ لوگ گوشت کھانے اور بنانے کے لئے بہانہ بنائے اور تندرست جانور کو پکڑ کر ذبح کر دے اس لئے قافلہ کے کسی فرد کے لئے کھانے کی ممانعت کر دی گئی، اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح کرنے سے تو جانور کا گوشت صحراء میں ضائع ہوجائے گا اس کا جواب شارحین نے یہ دیا ہے کہ آس پاس کے فقراء کھانے کے لئے ہونگے اگر آبادی نہ ہو تو راہ گیر مسافر قافلے آئیں گے ان میں غریب اور فقراء ہونگے وہ ہدی کو پہچان کر کھالیں گے اغنیاء نہیں کھائیں گے۔

فقہی تفصیل

اس حدیث سے متعلق فقہی تفصیل اس طرح ہے کہ ہدی کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ ہدی ہے جو زمین حرم تک پہنچ گئی ہو، اس کا حکم یہ ہے؟

کہ وہ ہدی تطوع ہو یا ہدی قران ہو یا ہدی تمتع ہو صاحب ہدی اس سے کھا سکتا ہے اور اس کے ساتھی بھی کھا سکتے ہیں خواہ غریب ہوں یا اغنیاء ہوں ہاں اگر یہی ہدی نذر کی ہو یا جنایت کی ہو تو صاحب ہدی بھی اس سے نہیں کھا سکتا ہے اور دیگر اغنیاء بھی نہیں کھا سکتے ہیں یہ صرف فقراء کا حق ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ ہدی ہے جو زمین حرم تک پہنچنے سے پہلے عاجز آنے یا کمزور ہونے کی وجہ سے ذبح کردی گئی ہو اس کا حکم اور تفصیل ائمہ احناف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر یہ ہدی واجب ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اس میں جو تصرف چاہے کرے خود کھائے دوسروں کو کھلائے یا فروخت کرے۔ اور اگر یہ ہدی تطوع اور نفلی ہے اور مالک کو اس کے بدلے میں کسی اور قربانی کرنے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو اس صورت میں نہ مالک اس کو کھا سکتا ہے نہ اغنیاء کھا سکتے ہیں اور نہ اس قافلہ میں شریک فقراء اس کو کھا سکتے ہیں اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ ذبح کرنے کے بعد جوتے خون میں لت پت کر کے اس کے پہلو کے ساتھ لگا دے تا کہ آنے والے فقراء اس کو کھالیں۔ ائمہ احناف نے زیر بحث حدیث کے حکم کو ہدی تطوع پر حمل کیا ہے یہ حدیث اگرچہ اس حکم سے بالکل ساکت ہے لیکن بیہقی نے سنن کبریٰ میں ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے اس میں اس ہدی کے ساتھ تطوع اور نفل کے الفاظ موجود ہیں اس کی وجہ سے احناف نے یہ فیصلہ کیا ہے۔

وجہ فرق

اب اس میں کیا فرق ہے کہ واجب ہدی سے مالک بھی کھا سکتا ہے اغنیاء بھی اور رفقاء اور فقراء بھی کھا سکتے ہیں لیکن ہدی تطوع سے نہ مالک کھا سکتا ہے نہ اغنیاء اور نہ رفقاء میں سے فقراء کھا سکتے ہیں؟

اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ ہدی واجب ہو تو اس کے بدلے میں دوسری ہدی دینی واجب ہوگی اس لئے پہلی ہدی مالک کی ملکیت میں رہ گئی اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے لیکن ہدی تطوع میں اس کا بدل نہیں ہے اس لئے وہ مالک کے ذمہ پر اس طرح لازم ہو گیا گویا اس نے نذر کرلی ہے نیز مالک اس کے بدل دینے کے لئے بالکل تیار نہیں لہذا اب یہ ہدی مکمل طور پر مالک کے اختیار سے باہر ہوگئی اس لئے وہ اس میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا ہے اگر مالک اس نفلی ہدی کے بدل دینے کا وعدہ کرلے تو پھر اس ہدی تطوع کا کھانا بھی جائز ہو جائے گا ورنہ یہ صرف فقراء کا حق ہے بشرطیکہ وہ قافلہ والے نہ ہوں۔

۳۲۱۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الآخَرَانِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ مُوسَى بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بِثَمَانَ عَشْرَةَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ الْحَدِيثِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ روایت منقول ہے مگر اس میں ۱۶ کے بجائے ۱۸ اونٹوں کا

ذکر ہے اور اس روایت میں حدیث کا ابتدائی حصہ ذکر نہیں فرمایا۔

تشریح:

''بثمان عشرة بدنة'' یعنی آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے ساتھ اٹھارہ جانور بطور ہدایا حرم شریف کی طرف روانہ کردیے

سوال: اب سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے حدیث میں ان ہدایا کے جانوروں کی تعداد سولہ مذکور ہے جب کہ اس حدیث میں اٹھارہ کا ذکر ہے دونوں میں تعارض ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں ایک واقعہ نہیں ہے۔ یہ جواب واضح نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں کہ جس میں زیادہ جانوروں کا ذکر ہے کیونکہ قابل اعتماد راوی کی زیادت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف راوی کے بیان کی وجہ سے ہے وہ بھول گئے تو کبھی سولہ کا ذکر کیا کبھی اٹھارہ کا ذکر کیا لیکن اگر اصل قصہ کو دیکھا جائے تو اس میں نہ سولہ جانوروں کا ذکر ہے اور نہ اٹھارہ کا ذکر ہے وہ تو اس طرح ہے کہ عمرۃ الحدیبیہ میں آنحضرت نے ستر اونٹ ہنکا کر لائے تھے اور حجۃ الوداع میں آپ تریسٹھ اونٹ لائے تھے مذکورہ حدیث میں معلوم نہیں ہے کہ یہ اونٹ کس موقع پر لائے تھے ہاں اتنا معلوم ہے کہ اونٹوں کی تعداد جو اس حدیث میں مذکور ہے یہ صرف وہ عدد ہے جو اس شخص کی سرپرستی اور نگرانی میں بھیجے گئے تھے سارے اونٹوں کی بات نہیں ہے۔

''عطب'' یہ سمع یسمع سے ہلاک ہونے کے معنی میں ہے ''اغمس'' خون میں ڈبونے کے معنی میں ہے ضرب سے ہے یہ الفاظ ساتھ والی حدیث میں ہیں۔

۳۲۱۶۔ حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ ذُؤَيْبًا أَبَا قَبِيصَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَبْعَثُ مَعَهُ بِالْبُدْنِ ثُمَّ يَقُولُ إِنْ عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَخَشِيتَ عَلَيْهِ مَوْتًا فَانْحَرْهَا ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا ثُمَّ اضْرِبْ بِهِ صَفْحَتَهَا وَلَا تَطْعَمْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ رُفْقَتِكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذویب ابو قبیصہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ اونٹ بھیجے اور فرمایا: جب ان میں سے کوئی تھک جائے اور تمہیں ان کے مرنے کا اندیشہ ہو تو اسے نحر کرکے اس کے گلے میں پڑے جوتوں کو اس کے خون میں ڈبو کر اس کی کوہان پر مار دینا اور نہ تم اور نہ تمہارے رفقاء میں سے کوئی اس کا گوشت کھائے۔

باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض

طواف وداع واجب ہے مگر حائضہ سے ساقط ہوجاتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۱۷۔ **حَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُونَ فِي كُلِّ وَجْهٍ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ. قَالَ: زُهَيْرٌ يَنْصَرِفُونَ كُلَّ وَجْهٍ. وَلَمْ يَقُلْ فِي.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ لوگ ادھر ادھر ہوکر حج سے لوٹ رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ہرگز کوچ نہ کرے یہاں تک کہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف نہ کرلے۔

تشریح:

"فی کل وجه "یعنی لوگ افعال حج سے فارغ ہوکر جہاں سے چاہتے اور جیسے چاہتے اپنے اپنے وطن کو واپس جاتے طواف وداع اور طواف رخصت کی پرواہ نہیں رکھتے اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص طواف وداع کے بغیر نہ جائے، افعال حج سے فارغ ہونے کے بعد اور مکہ مکرمہ سے اپنے وطن واپس لوٹنے کے وقت جو آخری طواف کیا جاتا ہے اس کو طواف وداع کہتے ہیں نیز اس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں وداع کا معنی رخصت کا ہے یہ شخص بھی بیت اللہ سے رخصت ہورہا ہے۔طواف وداع جمہور کے نزدیک واجب ہے اس کے چھوڑنے پر دم آتا ہے اور امام مالک کے نزدیک سنت ہے یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے۔طواف وداع کے بعد اگر حاجی مکہ میں کچھ رک گیا تو دوبارہ طواف وداع ضروری نہیں ہے البتہ بہتر یہی ہے کہ طواف وداع بیت اللہ کے پاس حاجی کا آخری عمل ہو یہ طواف آفاقی پر واجب ہے جو لوگ مکہ میں رہتے ہیں یا میقات کے اندر رہتے ہیں ان پر طواف وداع نہیں ہے عمرہ کرنے والے لوگوں پر بھی طواف وداع واجب نہیں ہے اگرچہ لوگ کرتے ہیں اگر عورت کو حیض کا عذر ہو یا دیگر اصحاب عذر ہوں تو ان سے یہ طواف ساقط ہوجاتا ہے۔

۳۲۱۸۔ **حَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْمَرْأَةِ الْحَائِضِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہئے، البتہ اس معاملہ میں حائضہ عورت پر تخفیف کی گئی ہے (کہ اگر کسی عورت کو ایام شروع ہوجائیں تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ طواف وداع کرے)۔

۳۲۱۹۔ **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: تُفْتِي أَنْ تَصْدُرَ الْحَائِضُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ. فَقَالَ: لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِمَّا لَا فَسَلْ فُلَانَةَ الْأَنْصَارِيَّةَ هَلْ أَمَرَهَا بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فَرَجَعَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَضْحَكُ وَهُوَ يَقُولُ مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ صَدَقْتَ.

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ تھا جب زید بن ثابتؓ نے ان سے فرمایا کہ: آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طواف وداع سے پہلے واپس جائے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں تسلیم کرتے اس بات کو تو فلاں انصاری خاتون سے دریافت کر لیجئے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کا حکم فرمایا تھا؟ (یا نہیں چنانچہ زیدؓ گئے اور) جب واپس لوٹے ابن عباسؓ کے پاس تو مسکرا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میں یہی جانتا ہوں کہ آپ نے سچ کہا ہے۔

تشریح:

''تفتی'' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباسؓ کے اس فتویٰ پر اعتراض نہیں کیا بلکہ ان سے پوچھا کہ کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہو کہ حائضہ عورت طواف وداع کے بغیر اپنے وطن جا سکتی ہے؟ یہ کیا عجیب فتویٰ ہے؟ اس کے جواب میں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تم میرے فتویٰ کو مان لو اور اگر نہیں مانتے ہو تو فلاں انصاری عورت سے معلوم کر و وہ تمہیں حقیقت بتا دیگی۔

''واما لا'' اصل میں یہ کلمہ ان ماتھا ان شرطیہ اور ما زائد ہے نون کو میم میں مدغم کر دیا تو اما ہو گیا اس کا معنی یہ ہے ای ان کنت لاتسلم ما اقول ولا تقربه فسئل فلانة الانصارية حضرت زید نے جب معلوم کیا اور اس خاتون نے بتا دیا کہ حائضہ عورت سے طواف وداع ساقط ہے تو حضرت زید ہنستے ہوئے حضرت ابن عباس کے پاس آئے اور حضرت ابن عباس کے مسئلے کی تصدیق کر لی آپ سچ فرما رہے ہیں۔

۳۲۲۰۔ **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَذَكَرْتُ حِيضَتَهَا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحَابِسَتُنَا هِيَ. قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا قَدْ كَانَتْ أَفَاضَتْ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلْتَنْفِرْ.

حضرت ابو سلمہ وعروہؓ دونوں حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''ام المؤمنین صفیہ بنت حیی کو حیض آیا میں نے ان کے حیض کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں روک

دے گی؟ (یعنی ہمارے سفر میں اس کی بناء پر رکاوٹ ہوگی) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! انہوں نے طواف زیارت تو کرلیا ہے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد ایام شروع ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تو وہ روانہ ہو جائیں۔

۳۲۲۱۔ **حَدَّثَنِي** أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ: الآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَتْ طَمِثَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ طَاهِراً بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ.

اس طریق سے حضرت ابن شہاب سے روایت ہے کہ (حضرت عائشہؓ) فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہؓ بنت حیی نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حجۃ الوداع میں حالت پاکی میں طواف افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہوگئیں۔ (آگے بقیہ حدیث سابقہ حدیث لیث کی طرح بیان فرمائی)۔

۳۲۲۲۔ **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ صَفِيَّةَ قَدْ حَاضَتْ. بِمَعْنَى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر فرمایا کہ حضرت صفیہؓ حائضہ ہوگئیں ہیں (آگے بقیہ حدیث زہری کی روایت کی طرح نقل کی گئی ہے)۔

۳۲۲۳۔ **وَحَدَّثَنَا** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَتَخَوَّفُ أَنْ تَحِيضَ صَفِيَّةُ قَبْلَ أَنْ تُفِيضَ قَالَتْ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَحَابِسَتُنَا صَفِيَّةُ. قُلْنَا قَدْ أَفَاضَتْ. قَالَ: فَلاَ إِذًا

أم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ہم کو ڈر تھا کہ حضرت صفیہؓ طواف افاضہ سے پہلے حائضہ ہوجائے گی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا صفیہ ہم کو روک رکھیں گی؟ ہم نے عرض کیا کہ وہ طواف افاضہ کرچکی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب (رکنا) نہیں ہے۔

۳۲۲٤۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا أَلَمْ تَكُنْ قَدْ طَافَتْ مَعَكُنَّ بِالْبَيْتِ. قَالُوا بَلَى. قَالَ: فَاخْرُجْنَ.

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

حضرت صفیہ بنت حیی حائضہ ہوگئیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید کہ وہ ہم کو روک رکھیں گی کیا انہوں نے سب کے ساتھ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر نکلو۔

۳۲۲۵۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ لَعَلَّهُ قَالَ: عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَرَادَ مِنْ صَفِيَّةَ بَعْضَ مَا يُرِيدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ. فَقَالُوا إِنَّهَا حَائِضٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: وَإِنَّهَا لَحَابِسَتُنَا. فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا قَدْ زَارَتْ يَوْمَ النَّحْرِ. قَالَ: فَلْتَنْفِرْ مَعَكُمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت صفیہؓ سے وہ ارادہ کیا جو مرد اپنی بیوی سے چاہتا ہے۔ عرض کیا کہ وہ تو ناپاکی میں ہیں یا رسول اللہ! فرمایا کہ وہ تو پھر ہمیں روک دے گی۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ یوم النحر کو طواف زیارت کر چکی ہیں۔ فرمایا کہ پھر تو وہ تمہارے ساتھ ہی کوچ کریں گی۔

۳۲۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَنْفِرَ إِذَا صَفِيَّةُ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً حَزِينَةً. فَقَالَ: عَقْرَى حَلْقَى إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا. ثُمَّ قَالَ لَهَا أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ. قَالَتْ نَعَمْ. قَالَ: فَانْفِرِي.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ نے روانگی کا ارادہ کیا تو حضرت صفیہؓ اپنے خیمہ کے دروازہ پر رنجیدہ غمگین بیٹھی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ارے لنگڑی گنجی! تو تو ہمیں روک دے گی؟ پھر ان سے فرمایا: کیا تو نے یوم النحر کو طواف افاضہ (زیارت) کیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! فرمایا کہ بس پھر چلو (طواف وداع کی ضرورت نہیں)

تشریح:

''لما اراد النبی'' یعنی آنحضرت ﷺ نے جب لیلۃ النفر میں محصب سے مدینہ کی طرف کوچ کا ارادہ کیا تو حضرت صفیہ خیمہ کے دروازہ پر سخت غمگین بیٹھی ہوئی تھی بہرحال اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ ہو۔

''لیلۃ النفر'' محصب میں جو رات آنحضرت ﷺ نے گذاری تھی اور پھر وہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تھے اسی کو لیلۃ النفر یعنی کوچ کی رات فرمادیا ہے اس سے کوچ کا وہ دن مراد ہے جس میں تیرہ ذوالحجہ میں منیٰ سے روانگی ہوئی تھی مگر یہ بات یاد رہے کہ ایام حج میں آنے والی رات گذشتہ دن کے لئے شمار ہوتی ہے۔ بہرحال حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو محصب کی رات میں ماہواری شروع ہوگئی آپ نے خیال کیا کہ اب طواف وداع کے لئے رکنا پڑے گا اور اس وجہ سے حجاج کرام کا پورا قافلہ رک جائے گا اسی خدشہ کا اظہار آپ نے ''انی

حابستکم " سے کیا حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ طواف زیارت کیا ہے یا نہیں جواب ملا کہ کیا ہے اس پر آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ طواف وداع چھوڑ کر ہمارے ساتھ چلی جاؤ۔ اس نے یہ ضابطہ حاصل ہو گیا کہ حیض وغیرہ شدید مجبوری اور شرعی عذر کے پیش نظر طواف وداع کو ترک کیا جا سکتا ہے حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صفیہؓ اور آنحضرت ﷺ کی یہ گفتگو بالواسطہ ہوئی ہے آمنے سامنے نہیں ہوئی، صرف فانفری کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ آمنے سامنے گفتگو ہوئی ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ پہلے آنحضرت نے حضرت صفیہؓ سے گفتگو نہیں فرمائی آخری جملہ میں ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب چلی جاؤ۔" عقری " زخمی اور ہلاک ہونے کی بددعا ہے "حلقی " گلے میں درد اٹھنے یا چوٹ آنے یا سر کے بال اکھڑنے کے لئے بددعا ہے۔ یعنی اے اللہ زخمی وہلاک کر دے اس کے گلے میں درد اٹھے اور چوٹ لگے ان الفاظ کے دیگر معنی بھی آتے ہیں اصل " عقرها الله عقرا " اور " حلقها الله حلقا " ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ کلمات اگر چہ بددعا کے لئے ہوتے ہیں لیکن اس سے بددعا مراد نہیں ہوتی بلکہ عرب کی عادت کے مطابق اس کو صرف تلطف اور دل لگی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جیسے تربت یداک اور ثکلتک امک کے الفاظ دل لگی اور پیار کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں حالانکہ الفاظ بددعا کے ہیں۔

۳۲۲۷۔**وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ جَمِيعاً عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ الْحَكَمِ غَيْرَ أَنَّهُمَا لَا يَذْكُرَانِ كَئِيبَةً حَزِينَةً.

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث حکم کی طرح نقل کی ہے لیکن اس روایت میں دو لفظ کئیبة (اداس) اور حزینة (غمزدہ) کا ذکر نہیں ہے۔

باب دخول الكعبة والصلوة فيها وقصة عثمان بن طلحة

کعبہ میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے اور عثمان بن طلحہ کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۲۸۔**حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ مَكَثَ فِيهَا. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَسَأَلْتُ بِلَالاً حِينَ خَرَجَ مَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: جَعَلَ عَمُودَيْنِ عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُوداً عَنْ يَمِينِهِ وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلَّى.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہ حضرت اسامہؓ بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کرلیا اور کچھ دیر وہاں رہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ سے جب وہ باہر نکلے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا عمل کیا؟ فرمایا کہ: آپ ﷺ نے دو ستون اپنے بائیں جانب اور ایک ستون دائیں جانب اور تین ستون اپنے پیچھے کئے اور کعبہ کے اندر اس روز چھ ستون تھے پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔

تشریح:

''عثمان بن طلحة الحجبی'' ایک عثمان بن عفان ہیں جو قدیم الاسلام ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں دوسرا عثمان بن مظعون ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں اور قدیم الاسلام صحابی ہیں تیسرا عثمان بن طلحہ حجبی ہیں یہ شخص صلح حدیبیہ اور عمرۃ القضاء کے وقت مسلمان نہیں تھے اس وقت آنحضرت نے ان سے کعبہ کی چابی مانگی تھی مگر اس نے دینے سے انکار کیا آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ عثمان ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی میں جسے دینا چاہوں گا ان کو دوں گا، عثمان نے کہا کہ اس وقت تو قریش بہت ذلیل ہونگے جب چابی کا اختیار آپ کو ملے گا آنحضرت نے فرمایا کہ اس وقت قریش بڑے سرخرو اور باعزت ہونگے چنانچہ فتح مکہ سے کچھ پہلے یہ عثمان مسلمان ہوگیا جب فتح مکہ کے موقع پر نبی مکرم تشریف لائے تو آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ جا کر چابی لے آؤ عثمان بن طلحہ کی ماں مسلمان نہیں ہوئی تھی وہ چابی دینے میں پس وپیش کر رہی تھی حضرت علی نے دھمکی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ حضور اکرم انتظار کر رہے ہیں چابی جلدی دیدو ورنہ معاملہ خراب ہوگا تب عثمان نے اپنی والدہ سے کہا کہ چابی جلدی دیدو ورنہ تلوار میری کمر سے آر پار نکل جائے گی۔ یا چابی برداری کا عہدہ مجھ سے چھن جائے گا جب لائی گئی تو عثمان بن طلحہ نے دروازہ کھول دیا پہلے صحابہ نے بتوں کو نکال پھینکا پھر حضور اکرم اندر داخل ہوگئے اور دو رکعت نفل ادا فرمائی۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ دو ستون آپ نے بائیں جانب کردیئے اور ایک ستون دائیں جانب میں رہا اور تین ستونوں کو آپ نے پیچھے رکھا بیت اللہ اس وقت چھ ستونوں پر قائم تھا۔ بعض شارحین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کے دروازہ کی طرف جو دیوار ہے اس لائن میں تین ستون تھے اور اس کے مقابل رکن یمانی کی طرف جو دیوار ہے اس لائن میں بھی تین ستون تھے چنانچہ آنحضرت نے کعبہ کے دروازہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تو دو ستون بائیں جانب اور ایک ستون دائیں جانب میں رہا اور تین ستون پیچھے کی جانب میں رہے۔ امام بخاری کی روایت میں ہے کہ دو ستون آپ کے دائیں جانب میں تھے اور ایک ستون بائیں جانب میں تھا مگر بخاری میں یہ اضافہ ہے انه جعل الباب وراء ظهره تو ممکن ہے چہرہ رکن یمانی کی دیوار کی طرف ہو۔ بعد میں چابی حوالہ کرنے کا معاملہ پیش آیا تو حضرت عباسؓ نے خواہش ظاہر کی حضرت علی نے بھی لینے کا ارادہ کیا مگر قرآن کی آیت نازل ہوئی ''ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها'' اس پر آنحضرت نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ عثمان اب

یہ چابی میں اللہ کے حکم پر تم کو دے رہا ہوں تم سے کوئی نہیں لے گا جو لے گا وہ ظالم ہوگا چنانچہ یہ چابی ان کے پاس پھر ان کے خاندان بنو شیبہ کے پاس رہی آج تک انہیں کے پاس ہے اسی لئے اس کو عثمان بن طلحہ حجبی کہتے ہیں یہ حجابہ سے ہے جو چابی بردار کو کہتے ہیں ان لوگوں کو حجون کہتے ہیں۔

"ثم صلی" حضرت بلال فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی یہی راجح ہے کیونکہ ان کا مشاہدہ ہے حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی تھی وہ اپنی معلومات کی بنیاد پر کہتے ہیں وہ شاید اس وقت کعبہ دھونے کے لئے پانی لانے کے لئے گئے تھے یا اگر اندر بھی تھے تو دیکھا نہیں ہوگا خود دعا میں مشغول ہونگے اندر اندھیرا بھی تھا۔ علامہ نووی اور ابن حجر رحمہما اللہ کے کلام کا یہی خلاصہ ہے آج کل بیت اللہ کی تعمیر میں اندر کی طرف سے کافی تغیر آگیا ہے اب اس طرح چھ ستون نہیں ہیں بہرحال زیادہ واضح یہی ہے کہ آنحضرت نے رکن یمانی کی طرف دیوار کے پاس نماز پڑھی بیت آپ کی پشت کی طرف تھا۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا حکم

جمہور علماء کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز بھی جائز ہے اور نفل بھی جائز ہے جب کہ کعبہ کی کسی دیوار کی طرف منہ ہو۔ جمہور فقہاء کے مقابلہ میں امام مالک کا یہ موقف ہے کہ کعبہ میں نفل نماز جائز ہے فرض جائز نہیں ہے وتر بھی جائز نہیں ہے اور صبح کی دو سنت بھی جائز نہیں ہے علماء کا ایک تیسرا طبقہ اس طرف گیا ہے کہ کعبہ کے اندر مطلقاً کوئی نماز جائز نہیں ہے نہ نفل نہ فرض نہ واجب اور نہ سنت وغیرہ۔ جمہور کی دلیل زیر بحث اس باب کی تمام روایات ہیں اور حضرت اسامہ کی روایت مؤول ہے۔ شوافع بیت اللہ کے اوپر نماز کو جائز نہیں کہتے ہیں کیونکہ جہت کعبہ سامنے نہیں ہے احناف کے ہاں جائز ہے اور آسمان تک پوری فضا کعبہ کا حصہ ہے۔

٣٢٢٩۔حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ:أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ فَنَزَلَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ وَأَرْسَلَ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ فَجَاءَ بِالْمِفْتَحِ فَفَتَحَ الْبَابَ قَالَ: ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَبِلاَلٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَأَمَرَ بِالْبَابِ فَأُغْلِقَ فَلَبِثُوا فِيهِ مَلِيًّا ثُمَّ فَتَحَ الْبَابَ.فَقَالَ:عَبْدُ اللَّهِ فَبَادَرْتُ النَّاسَ فَتَلَقَّيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَارِجاً وَبِلاَلٌ عَلَى إِثْرِهِ فَقُلْتُ لِبِلاَلٍ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ:نَعَمْ.قُلْتُ أَيْنَ قَالَ:بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ.قَالَ:وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز تشریف لائے اور کعبہ کے صحن میں سواری سے اترے اور حضرت عثمان بن طلحہؓ کو بلا بھیجا۔ وہ چابی لے کر آئے اور دروازہ کھولا پھر نبی ﷺ حضرت بلالؓ اسامہؓ بن زید اور عثمان بن طلحہؓ اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ وہ بند کر دیا گیا پھر تھوڑی دیر

وہاں ہی ٹھہرے رہے پھر دروازہ کھولا تو عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سب لوگوں سے زیادہ جلدی کی اور کعبہ سے باہر سب سے پہلے میں رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ حضرت بلالؓ آپ کے عین پیچھے تھے میں نے بلال سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اندر نماز پڑھی ہے؟ فرمایا کہ ہاں! میں نے کہا کہاں؟ فرمایا: اپنے سامنے کے رخ پر دوستونوں کے درمیان۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعات پڑھیں۔

۳۲۳۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ عَلَى نَاقَةٍ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ حَتَّى أَنَاخَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ ثُمَّ دَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَقَالَ: ائْتِنِي بِالْمِفْتَاحِ. فَذَهَبَ إِلَى أُمِّهِ فَأَبَتْ أَنْ تُعْطِيَهُ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَتُعْطِينِيهِ أَوْ لَيَخْرُجَنَّ هَذَا السَّيْفُ مِنْ صُلْبِي قَالَ: فَأَعْطَتْهُ إِيَّاهُ. فَجَاءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَفَتَحَ الْبَابَ. ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال ایک اونٹنی پر جو حضرت اسامہؓ بن زید کی تھی تشریف لائے حتی کہ اسے کعبہ کے صحن میں بٹھایا پھر عثمان بن طلحہؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ میرے پاس چابی لاؤ۔ وہ اپنی والدہ کے پاس گئے تو انہوں نے چابی دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! تم ضرور چابی دوگی ورنہ میری کمر سے تلوار ضرور نکلے گی۔ تو یہ سن کر ان کی ماں نے انہیں چابی دے دی۔ وہ اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے حوالہ کر دی آپ ﷺ نے دروازہ کھولا۔ آگے سابقہ حدیث حماد بن زید کی مانند بیان کیا۔ واللہ اعلم۔

تشریح:

"الى امه" اس عورت کا نام سلام بنت سعید تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک یہ کافرہ تھی "هذالسيف من صلبى" اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ چابی دیدو ورنہ وہ لوگ میری پیٹھ سے تلوار آر پار نکالیں گے یعنی مجھے قتل کر دیں گے دوسرا مطلب یہ ہے کہ سیف سے عزت مراد ہے یعنی چابی برداری کی عزت مجھ سے چھین لیں گے۔

۳۲۳۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْبَيْتَ وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَجَافُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ طَوِيلًا ثُمَّ فُتِحَ فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَلَقِيتُ بِلَالًا فَقُلْتُ: أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ. فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے ہمراہ

اسامہؓ بلالؓ اور عثمان بن طلحہ تھے۔ آپ ﷺ کے جانے کے بعد ان لوگوں نے بڑی دیر تک دروازہ بند رکھا پھر دروازہ کھولا تو سب سے پہلا داخل ہونے والا میں تھا۔ میں حضرت بلال سے ملا تو میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کہاں نماز پڑھی؟ فرمایا کہ: دونوں اگلے ستونوں کے درمیان۔ پس میں ان سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنی رکعات نماز پڑھی۔

۳۲۲۲۔وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْكَعْبَةِ وَقَدْ دَخَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ وَأَجَافَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْبَابَ قَالَ: فَمَكَثُوا فِيهِ مَلِيًّا ثُمَّ فُتِحَ الْبَابُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَقِيتُ الدَّرَجَةَ فَدَخَلْتُ الْبَيْتَ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ قَالُوا هَا هُنَا. قَالَ: وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُمْ كَمْ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کعبہ کی طرف پہنچا تو نبی کریم ﷺ اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ کعبہ میں داخل ہو گئے تھے اور ان پر حضرت عثمانؓ نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کعبہ میں کچھ دیر ٹھہرے پھر دروازہ کھولا گیا تو نبی کریم ﷺ باہر نکلے اور میں سیڑھی سے اندر گیا اور بیت اللہ میں داخل ہوا اور میں نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہاں، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں یہ بھول گیا کہ میں ان سے پوچھتا کہ آپ ﷺ نے کتنی رکعت پڑھی۔

۳۲۲۳۔وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ فِي أَوَّلِ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: نَعَمْ صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (رسول اللہ بیت اللہ میں داخل ہوئے، آپ کے ساتھ حضرت اسامہ، بلال، اور حضرت عثمان بھی تھے پھر بیت اللہ کا دروازہ بند ہو گیا اور جب دروازہ کھلا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا اور بلالؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟) ہی منقول ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ بلالؓ نے فرمایا: آپ نے دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔

تشریح:

"العمودين اليمانيين" دو یمنی ستونوں سے مراد کیا ہے تو اس کے سمجھنے کے لئے یہ سمجھ لیں کہ بیت اللہ اس وقت چھ ستون پر قائم تھا کعبہ

کے دروازہ کی طرف دیوار کے پاس تین ستونوں کی ایک لائن تھی اور اس کے جانب مقابل باب عمرہ اور باب ملک فہد کی جانب دیوار کے پاس تین ستونوں کی دوسری لائن تھی اس میں میزاب رحمت کی طرف شمالی جانب میں ایک ستون تھا اور جنوبی جانب رکن یمانی کی طرف دوسرا ستون تھا اور درمیان میں تیسرا ستون تھا اس درمیانی ستون کو اگر شمالی ستون سے ملایا جائے تو بطور تغلیب اس کو عمودان شامیان کہتے ہیں اور اگر جنوبی جانب کے ستون سے ملایا جائے تو بطور تغلیب عمودان الیمانیان کہتے ہیں اب ان ستونوں کے درمیان جب آنحضرت نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو دو ستون آپ کے دائیں ہاتھ کی طرف ہو گئے اور ایک ستون بائیں جانب ہو گیا اور آپ کی پشت مبارک باب کعبہ کی طرف ہو گئی امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں اسی نقشہ کو لیا ہے، بہر حال یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ آنحضرت کا چہرۂ انور کس طرف تھا، حدیث کے الفاظ میں دونوں احتمال ہیں کہ چہرہ باب کعبہ کی طرف ہو یا رکن یمانی والی دیوار کی طرف ہو آج کل یہ ستون نہیں رہے کچھ باقی ہوں گے۔

٣٢٣٤ـ **وحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَلَمْ يَدْخُلْهَا مَعَهُمْ أَحَدٌ ثُمَّ أُغْلِقَتْ عَلَيْهِمْ. قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَأَخْبَرَنِي بِلَالٌ أَوْ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور حضرت اسامہ، بلال اور عثمان (بھی آپ ﷺ کے ساتھ داخل ہوئے) اور ان کے ساتھ کوئی داخل نہیں ہوا پھر ان پر دروازہ بند کر دیا گیا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت بلال یا عثمان بن ابی طلحہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے وسط میں دو یمانی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔

٣٢٣٥ـ **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ بَكْرٍ قَالَ عَبْدٌ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَسَمِعْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالطَّوَافِ وَلَمْ تُؤْمَرُوا بِدُخُولِهِ. قَالَ: لَمْ يَكُنْ يَنْهَى عَنْ دُخُولِهِ وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا دَخَلَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ حَتَّى خَرَجَ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ فِي قُبُلِ الْبَيْتِ رَكْعَتَيْنِ. وَقَالَ: هَذِهِ الْقِبْلَةُ. قُلْتُ لَهُ مَا نَوَاحِيهَا أَفِي زَوَايَاهَا قَالَ: بَلْ فِي كُلِّ قِبْلَةٍ مِنَ الْبَيْتِ.

حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاءؒ سے کہا کہ کیا آپ نے ابن عباسؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''تمہیں حکم ہوا ہے بیت اللہ کے طواف کا نہ بیت اللہ میں دخول کا''۔ حضرت عطاء نے فرمایا کہ اصل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ دخول بیت اللہ سے منع نہیں کرتے تھے لیکن میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: مجھے اسامہ بن زید نے بتلایا کہ نبی

ﷺ جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس کے تمام کونوں میں دعاء مانگی لیکن نماز نہ پڑھی بلکہ جب باہر تشریف لائے تو بیت اللہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ: ''یہی قبلہ ہے'' میں نے کہا کہ اس کے نواحی سے کیا مراد ہے کیا اس کے تمام گوشے مراد ہیں؟ (ان کا کیا حکم ہے) فرمایا کہ: بلکہ بیت اللہ کے ہر قبلہ میں (نماز جائز ہے)۔

۳۲۳۶۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَفِيهَا سِتُّ سَوَارٍ فَقَامَ عِنْدَ سَارِيَةٍ فَدَعَا وَلَمْ يُصَلِّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے، اس میں چھ ستون تھے، آپ نے ہر ایک کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگی اور نماز نہیں پڑھی۔

تشریح:

"ست سوار" یعنی اس وقت کعبہ میں چھ ستون تھے اب اس طرح نہیں ہے ''سوار'' ساریۃ کی جمع ہے ستون کو کہتے ہیں۔

"ولم یصل" حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے اندر نماز نہیں پڑھی، ابن عباس کی روایت مراسیل صحابہ میں سے ہے کیونکہ آپ اس وقت چھوٹے تھے اندر داخل نہیں ہوئے تھے، حضرت اسامہ کے حوالہ سے بیان کر رہے ہیں اور اسامہ کے مقابلہ میں حضرت بلال کا قول فیصل ہے کیونکہ وہ ساتھ تھے اسامہ تو پانی لانے کے لئے باہر گئے تھے نیز اندھیرے کی وجہ سے آپ نے حضور اکرم ﷺ کو اس طرح نہیں دیکھا جس طرح کہ حضرت بلال دیکھ سکتے تھے لہذا بلال کا قول راجح ہے "قال لا" اس سے عمرۃ القضاء کا عمرہ مراد ہے اس وقت آنحضرت کو چابی بھی نہیں ملی اور اندر اصنام نصب تھے اس لئے بھی آپ داخل نہیں ہوئے تھے فتح مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔

۳۲۳۷۔ وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنِي هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ فِي عُمْرَتِهِ قَالَ: لَا.

حضرت اسماعیل بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ السلام عمرہ میں بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے؟ فرمایا کہ نہیں!

باب نقض الكعبة وقصة بنائها

کعبہ کی عمارت توڑنے اور از سر نو بنانے کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے نو احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۳۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ: لِي

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ وَلَجَعَلْتُهَا عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّ قُرَيْشًا حِينَ بَنَتِ الْبَيْتَ اسْتَقْصَرَتْ وَلَجَعَلْتُ لَهَا خَلْفًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی تو میں بیت اللہ کو توڑ کر اسے اساس ابراہیم علیہ السلام پر تعمیر کرتا کیونکہ قریش نے جب اس کی تعمیر کی تو اسے چھوٹا کردیا اور میں اس میں پچھلا دروازہ بھی بناتا''۔

تشریح:

''حداثة عهد ''یعنی یہ قریش نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اگر میں بیت اللہ کو گرادوں گا تو یہ لوگ شکوک میں مبتلا ہو کر مرتد ہوجائیں گے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو قواعد ابراہیم پر بنا کر استوار کردیتا''استقصرت ''یعنی قریش نے کعبہ کی عمارت میں کمی کردی اور حطیم کا حصہ باہر کردیا جو چھ گز پر مشتمل ہے اس کے لئے قریش کے پاس حلال پیسہ نہیں تھا۔''خلفا ''یعنی مغربی جانب رکن یمانی کی دیوار میں ایک اور دروازہ بنادیتا اور دونوں دروازوں کو زمین پر قائم کرنا قریش نے اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کے لئے کعبہ کے دروازہ کو بلند رکھا جس میں سیڑھی کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا آج کل بھی اسی طرح ہے یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر پر اور اس کی تاریخ پر ایک مختصر نظر ڈالی جائے۔

حرم کعبہ کی تعمیر کی تاریخ

قال الله تعالى ﴿ان اول بيت وضع للناس للذى ببكة مباركا وهدى للعالمين فيه آيات بينات مقام ابراهيم ومن دخله كان امنا﴾

۱۔ایک لفظ مکہ ہے یہ بیت اللہ کے اردگرد پورے شہر کا نام ہے اس منطقہ کا الگ گورنر ہوتا ہے۔

۲۔دوسرا لفظ حرم ہے یہ زمین کے اس مقدس قطعہ کو کہتے ہیں جو مکہ شہر کے اردگرد ہے اس کو حرم اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی وجہ سے اس مقدس قطعہ کو بھی واجب احترام بنایا ہے اور اس کو عظمتوں اور بزرگیوں سے مالا مال کیا اس قطعہ کو اس لئے بھی حرم کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے ایسے کاموں کو حرام قرار دیا ہے جو اس خطہ سے باہر جائز ہیں مثلاً حدود حرم میں شکار کرنا یا کسی قسم کی خودرو گھاس کاٹنا یا کسی انسان یا حیوان کو ایذا پہنچانا جھگڑا اور فساد ڈالنا یہ سب حرام ہیں۔اب یہ بات کہ یہ خطہ کس طرح حرم مقرر ہوا تو بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اتارے گئے تو مکہ میں آپ نے جنات سے جان کا خطرہ محسوس کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے اردگرد فرشتوں کو مقرر فرمایا ان فرشتوں نے مکہ کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا فرشتوں نے چاروں طرف سے جہاں جہاں حد بندی کی وہ جگہیں حدود حرم مقرر ہوئیں۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب کعبہ بنایا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود رکھا تو اس سے نور کا ایک شعلہ اٹھا جس سے چاروں طرف زمین روشن ہوگئی جہاں جہاں تک یہ روشنی پہنچ گئی وہیں سے حرم کی حدود مقرر ہوئیں۔ چنانچہ زمین حرم کی حدود اس طرح ہیں مدینہ کی طرف سے تنعیم حد ہے جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے مکہ سے یمن کی طرف سات میل تک حد ہے۔ جدہ، طائف اور جعرانہ بھی اسی طرح سات سات میل ہے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مکہ جدہ کی جانب دس میل پر حد ہے اور جعرانہ کی طرف نو میل تک حد حرم ہے۔

۳۔ تیسرا لفظ مسجد الحرام ہے۔ بیت اللہ کے اردگرد جو بہت بڑی مسجد بنی ہوئی ہے اس کو مسجد الحرام کہتے ہیں موجودہ سعودی حکومت سے پہلے مسجد الحرام کا رقبہ گیارہ ہزار پانچ سو مربع میٹر تھا مگر موجودہ حکومت کی توسیع کے بعد مسجد حرام کا رقبہ چونسٹھ ہزار مربع میٹر ہے۔ موجودہ حکومت نے صفا مروہ یعنی مسعی کو حرم میں شامل کردیا ہے مسعی کا رقبہ سولہ ہزار میٹر ہے اس طرح فی الوقت مسجد حرام میں بیک وقت نو لاکھ نمازیوں کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے مسجد حرام کی صرف بالائی چھت پر ایک لاکھ اڑسٹھ ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔

مسجد الحرام کے کل سات بڑے مینار ہیں مسجد الحرام کے کل ۹۵ دروازے ہیں جن میں چار بڑے دروازے ہیں یعنی باب الفتح باب العمرہ باب ملک فہد اور باب ملک عبد العزیز۔

مسجد الحرام میں اندر کی جانب ایک گول میدان ہے جس کو مطاف کہتے ہیں اس کا رقبہ پندرہ ہزار مربع میٹر ہے مطاف اور آل سعود کی عمارت کے درمیان ترکوں کے زمانہ کی مسجد الحرام ہے جو خوبصورتی اور مضبوطی اور کشش و قبولیت کا ایک شاہکار ہے جس کی تعمیر میں تعبیر بھی ہے اور تاریخ بھی ہے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک عمدہ تعمیر بھی ہے اور اس میں اسلاف و اسلام کی تاریخی تعبیر بھی ہے۔ گول دائرہ کے وسیع مطاف کے بالکل بیچ میں پرشوکت و پرعظمت مربع شکل میں ایک عمارت ہے جو کافی بلند ہے جس میں ایک دروازہ ہے اور چاروں طرف دیواروں کے اوپر چھت بھی ہے دیواروں پر اوپر سے لیکر نیچے تک نہایت عمدہ ریشم کا سیاہ غلاف چڑھا ہوا ہے جس پر قرآن کی آیات اور حدیث کی عبارات سونے اور ریشم کے تاروں سے لکھ کر ٹکی ہوئی ہیں دلہن کی طرح یہی عظیم الشان عمارت اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جسے کعبہ بھی کہتے ہیں اور جسے بیت اللہ بھی کہتے ہیں جو تخلیق کائنات میں بطور عبادت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اقبال مرحوم نے کہا۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

صاحب تاریخ القدیم محمد طاہر الکردی نے جب کعبہ مشرفہ کی تمام دیواروں کے پتھر شمار کیے تو ان کی مجموعی تعداد ایک ہزار چھ سو چودہ نکلی، جن میں سے ۴۱۹ پتھر باب کعبہ کی مشرقی دیوار میں لگے ہوئے ہیں اس دیوار میں بیت اللہ کا دروازہ ہے۔ کعبہ کی مغربی عقبی دیوار میں ۴۴۹ پتھر لگے ہوئے ہیں یہ دونوں دیوار ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور دیگر دیواروں سے لمبی ہیں۔ کعبہ کی شمالی میزابی دیوار میں ۳۱۸ پتھر لگے ہیں یہ حطیم والی دیوار ہے جس کے اوپر میزاب رحمت ہے کعبہ کی جنوبی دیوار میں ۴۲۸ پتھر لگے ہوئے ہیں یہ دیوار رکن یمانی اور حجر

اسود کے درمیان ہے اس کا مقابل حطیم والی دیوار ہے۔ کعبہ کے اکثر پتھروں کی موٹائی ۹۰ سینٹی میٹر کے قریب ہے کچھ اس سے چھوٹے بھی ہیں اور بیشتر پتھر وہی ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیواروں میں لگائے تھے اتنی مدت تک ان پتھروں کا باقی رہنا بڑی کرامت ہے

حدود کعبہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی جو تعمیر فرمائی تھی اس کی اونچائی ۹ گز تھی صرف دیواریں تھیں اوپر چھت نہیں تھی زمین سے ملے ہوئے دروازے تھے ایک رکن یمانی کی طرف مغربی دیوار میں تھا اور دوسرا وہیں پر تھا جو آج کل ہے بعد میں قریش نے صرف ایک دروازہ چھوڑ دیا مگر زمین کی سطح سے کافی اونچا بنا دیا اور دوسرا دروازہ بند کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت بیت اللہ کی چوڑائی چار اطراف سے اس طرح تھی حجر اسود سے لیکر رکن عراقی تک ۳۲ گز کا فاصلہ تھا اسی حصہ میں آج کل دروازہ ہے اس پیائش میں گز سے مراد شرعی گز ہے جو ایک ہاتھ یعنی انگلیوں سے کہنی تک ہوتا ہے۔ رکن عراقی سے لیکر مغربی کونے رکن شامی تک ۲۲ گز فاصلہ تھا اسی حصہ میں آج کل حطیم اور میزاب رحمت ہے۔ یہ پورا مغربی حصہ ہے اس کے سامنے باب عمرہ واقع ہے رکن یمانی سے حجر اسود تک ۲۰ گز کا فاصلہ تھا اس حصہ کے سامنے نیا اذان خانہ ہے جہاں امام کھڑے ہو کر ظہر کی نماز کی امامت کراتا ہے یہ جانب جنوب ہے ان فاصلوں سے معلوم ہو گیا کہ بیت اللہ کی مشرقی اور مغربی دیواروں کے فاصلے سب سے زیادہ تھے اور ان کے آپس میں صرف ایک گز کا فرق تھا یعنی مشرقی دیوار ۳۲ اور مغربی دیوار ۳۱ گز تھی اسی طرح جنوبی اور شمالی دیواروں کے فاصلے ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور ان کے فاصلے کم تھے جانب شمال ۲۲ اور جانب جنوب ۲۰ گز پر مشتمل تھی آج کل کے بیت اللہ میں چونکہ حطیم باہر ہے اس لئے دیواروں کی پیائش میں فرق ہوگا حطیم کو حجر اسماعیل بھی کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حطیم میں مدفون ہیں۔

بیت اللہ کی تعمیر کے مختلف مراحل

سب سے پہلے فرشتوں نے بیت اللہ کی بنیاد کو کھود کر بڑے بڑے پتھروں سے بھر دیا جب بنیادیں ہموار ہو گئیں تو اوپر آسمانوں سے بیت اللہ المعمور کو اتار کر ان بنیادوں پر رکھ دیا گیا قرین قیاس یہی ہے کہ اس تعمیر میں حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے۔ اس کے بعد حضرت شیث علیہ السلام نے بیت اللہ کی دیکھ بھال کی لیکن جب طوفان نوح آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے بیت المعمور کو واپس آسمانوں پر اٹھا لیا اور بیت اللہ کی بنیادیں مٹی تلے غائب ہو گئیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر پر مامور فرمایا آپ نے مٹی کھود کر ان بنیادوں کو ظاہر کیا اور پھر اس پر کعبہ تعمیر کیا جس کی حدود اربعہ کی تفصیل گزر چکی ہے اس کے بعد عمالقہ پھر بنو جرھم پھر بنو خزاعہ اور پھر قصی بن کلاب نے بیت اللہ کے انہدام کے بعد

اپنے اپنے وقت میں تعمیر کیا ہے۔

حضرت ابراہیم کی تعمیر بیت اللہ کے ۲۶۴۵ سال بعد بعثت نبوی سے پانچ سال قبل قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی، اس تعمیر میں حضور اکرم ﷺ نے حصہ لیا آپ کی عمر اس وقت ۳۵ سال تھی۔ قریش نے اس تعمیر میں کچھ ردوبدل بھی کیا کہ حطیم کا حصہ باہر کر دیا دروازہ ایک کر دیا اور زمین سے اونچا کر دیا۔ دیواروں کی بلندی بڑھا کر ۱۹ گز کر دی اوپر لکڑی کی چھت ڈال دی اور لکڑی کے چھ ستون کھڑے کئے حطیم کی طرف ایک پرنالہ نصب کیا تاکہ چھت کا پانی محفوظ مقام حطیم میں گر کر زیادہ نہ پھیلنے پائے حطیم کے گرد ایک چھوٹی سی دیوار کھینچ لی باب کعبہ کو چار گز ایک بالشت بلندی پر لگایا اور اندر کی زمین اوپر دروازہ تک مٹی سے بھر دی تاکہ دروازہ کے چوکھٹ کے ساتھ برابر ہوجائے۔

اس کے بعد جب فتح مکہ ہوا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طرز تعمیر پر بیت اللہ کے بنانے کی خواہش ظاہر فرمائی مگر یہ تمنا آپ کی حیات میں پوری نہ ہوسکی۔ پھر ۶۴ھ میں عبداللہ بن زبیر نے بیت اللہ کو شہید کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا کے مطابق ابراہیم علیہ السلام کے طرز پر تعمیر کیا جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا تو اس کے بعد اس نے بیت اللہ کو شہید کیا اور پھر اسی طرز پر تعمیر کیا جس طرز پر جاہلیت میں قریش نے تعمیر کیا تھا اور کہا کہ میں اپنے دشمن کی یادگار باقی نہیں رہنے دوں گا پھر ہارون الرشید کا دور خلافت جب آیا تو آپ نے امام مالکؒ سے اجازت مانگی کہ بیت اللہ کو اس طرز پر تعمیر کروں جس کی تمنا حضور اکرم ﷺ نے کی تھی امام مالکؒ نے ایک عام فتوی دیا کہ اب بیت اللہ کو اس طرز سے ادلنا بدلنا حرام ہے کیونکہ اس طرح بیت اللہ بادشاہوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائے گا اس کے بعد بیت اللہ میں ترکی کے خلیفہ سلطان مراد خان نے کچھ مرمت کی اور آج تک کچھ نہ کچھ مرمت ضرورت کے مطابق ہوتی رہتی ہے لیکن بیت اللہ کی بنیادوں میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت سے پہلے ایک سیاہ فام غلام بیت اللہ کو گرائے گا اور اس کا خزانہ لوٹ کر لیجائے گا۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ قیامت سے کچھ قبل جب بیت اللہ کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرف اٹھائے گا تو بیت اللہ کا گزر روضۂ رسول پر ہوگا بیت اللہ روضۂ رسول پر اس طرح سلام کرے گا السلام علیک یارسول اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیں گے وعلیک السلام یابیت اللہ تم مجھے بتادو کہ میری امت نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تم نے میری امت کے ساتھ کیا معاملہ کیا بیت اللہ جواب دے گا کہ جو امتی مجھ تک پہنچا ہے میں اس کی شفاعت کی ذمہ داری لیتا ہوں اور جو مجھ تک نہیں پہنچ سکا اس کی شفاعت آپ پر چھوڑتا ہوں اس کے بعد قیامت قائم ہوجائے گی۔

۳۲۳۹۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

حضرت ہشام سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت ہی کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

۳۲۴۰۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَلَمْ

تَرَىٰ أَنَّ قَوْمَكِ حِينَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ. فَقَالَ: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا أُرَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ.

زوجۂ مطہرۂ رسول، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نہیں دیکھتیں کہ تمہاری قوم (قریش) نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے چھوٹا کر دیا''۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ اسے ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ نہیں لوٹا سکتے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے تمہاری قوم کے نئے نئے کفر سے نکلنے کا اندیشہ نہ ہوتا (تو میں ضرور ایسا کرتا)۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے تو صحیح سنا ہے یہی وجہ ہے کہ میں آپ کو نہ دیکھتا کہ آپ نے حطیم کی طرف والے دونوں کونوں کا استلام ترک کر دیا تھا، کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں پورا کیا گیا تھا۔

۳۲۴۱۔**حَدَّثَنِي** أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ أَوْ قَالَ: بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ وَلَأَدْخَلْتُ فِيهَا مِنَ الْحِجْرِ.

حضرت عائشہ زوجہ نبی ﷺ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا آپ فرماتے تھے کہ: ''اگر تمہاری قوم جاہلیت یا کفر سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں کعبہ کے خزانوں کو فی سبیل اللہ خرچ کر دیتا اور کعبہ کے دروازہ کو زمین سے ملا دیتا اور حطیم کے حصہ کو کعبہ میں داخل وشامل کر لیتا''۔

۳۲۴۲۔**وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنِي ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ مِينَاءَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ حَدَّثَتْنِي خَالَتِي يَعْنِي عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِشِرْكٍ لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ فَأَلْزَقْتُهَا بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا وَزِدْتُ فِيهَا سِتَّةَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ فَإِنَّ قُرَيْشًا اقْتَصَرَتْهَا حَيْثُ بَنَتِ الْكَعْبَةَ.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ

نے ان سے فرمایا: ''اے عائشہ اگر تمہاری قوم شرک کے دامن سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں کعبۃ اللہ کو منہدم کر کے زمین سے اس کے دروازے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے ایک مشرقی اور دوسرا مغربی رخ پر بناتا اور اس میں حطیم کی چھ ہاتھ (گز) زمین بھی شامل کر دیتا کیونکہ قریش نے تعمیر کعبہ کے وقت اسے چھوٹا کر دیا تھا۔

۳۲۴۲۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: لَمَّا احْتَرَقَ الْبَيْتُ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ حِينَ غَزَاهَا أَهْلُ الشَّامِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ تَرَكَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ حَتَّى قَدِمَ النَّاسُ الْمَوْسِمَ يُرِيدُ أَنْ يُجَرِّئَهُمْ أَوْ يُحَرِّبَهُمْ عَلَى أَهْلِ الشَّامِ فَلَمَّا صَدَرَ النَّاسُ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي الْكَعْبَةِ أَنْقُضُهَا ثُمَّ أَبْنِي بِنَاءَهَا أَوْ أُصْلِحُ مَا وَهَى مِنْهَا قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنِّي قَدْ فُرِقَ لِي رَأْيٌ فِيهَا أَرَى أَنْ تُصْلِحَ مَا وَهَى مِنْهَا وَتَدَعَ بَيْتاً أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَأَحْجَاراً أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهَا وَبُعِثَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ. فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: لَوْ كَانَ أَحَدُكُمُ احْتَرَقَ بَيْتُهُ مَا رَضِيَ حَتَّى يُجِدَّهُ فَكَيْفَ بَيْتُ رَبِّكُمْ إِنِّي مُسْتَخِيرٌ رَبِّي ثَلَاثاً ثُمَّ عَازِمٌ عَلَى أَمْرِي فَلَمَّا مَضَى الثَّلَاثُ أَجْمَعَ رَأْيَهُ عَلَى أَنْ يَنْقُضَهَا فَتَحَامَاهُ النَّاسُ أَنْ يَنْزِلَ بِأَوَّلِ النَّاسِ يَصْعَدُ فِيهِ أَمْرٌ مِنَ السَّمَاءِ حَتَّى صَعِدَهُ رَجُلٌ فَأَلْقَى مِنْهُ حِجَارَةً فَلَمَّا لَمْ يَرَهُ النَّاسُ أَصَابَهُ شَيْءٌ تَتَابَعُوا فَنَقَضُوهُ حَتَّى بَلَغُوا بِهِ الْأَرْضَ فَجَعَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَعْمِدَةً فَسَتَّرَ عَلَيْهَا السُّتُورَ حَتَّى ارْتَفَعَ بِنَاؤُهُ. وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: إِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنَّ النَّاسَ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ وَلَيْسَ عِنْدِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يُقَوِّي عَلَى بِنَائِهِ لَكُنْتُ أَدْخَلْتُ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَ أَذْرُعٍ وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَاباً يَدْخُلُ النَّاسُ مِنْهُ وَبَاباً يَخْرُجُونَ مِنْهُ. قَالَ: فَأَنَا الْيَوْمَ أَجِدُ مَا أُنْفِقُ وَلَسْتُ أَخَافُ النَّاسَ قَالَ: فَزَادَ فِيهِ خَمْسَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ حَتَّى أَبْدَى أُسًّا نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَبَنَى عَلَيْهِ الْبِنَاءَ وَكَانَ طُولُ الْكَعْبَةِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ ذِرَاعاً فَلَمَّا زَادَ فِيهِ اسْتَقْصَرَهُ فَزَادَ فِي طُولِهِ عَشْرَ أَذْرُعٍ وَجَعَلَ لَهُ بَابَيْنِ أَحَدُهُمَا يُدْخَلُ مِنْهُ وَالْآخَرُ يُخْرَجُ مِنْهُ. فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَتَبَ الْحَجَّاجُ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُخْبِرُهُ بِذَلِكَ وَيُخْبِرُهُ أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ قَدْ وَضَعَ الْبِنَاءَ عَلَى أُسٍّ نَظَرَ إِلَيْهِ الْعُدُولُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ. فَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ إِنَّا لَسْنَا مِنْ تَلْطِيخِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي شَيْءٍ أَمَّا مَا زَادَ فِي طُولِهِ فَأَقِرَّهُ وَأَمَّا مَا زَادَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ فَرُدَّهُ إِلَى بِنَائِهِ وَسُدَّ الْبَابَ الَّذِي فَتَحَهُ. فَنَقَضَهُ وَأَعَادَهُ إِلَى بِنَائِهِ.

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ جب یزید بن معاویہ کے دور میں کعبہ کی عمارت خاکستر ہوگئی جب اہل شام نے حضرت ابن زبیر سے آ کر جنگ کی تھی تو کعبہ کا جو حال ہوا تھا سو ہوا تو ابن زبیرؓ نے کعبہ کو اسی حال پر رہنے دیا یہاں تک کہ موسم حج میں لوگ آنے لگے۔ اور حضرت ابن زبیر کا ارادہ یہ تھا کہ اہل شام کی حرکت پر لوگوں کو جرأت دلائیں (ان

کی دینی غیرت کا) تجربہ کریں۔ چنانچہ جب لوگ آ گئے تو انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! مجھے مشورہ دو کہ کعبہ کے معاملہ میں کہ اسے گرا کر از سرِ نو اس کی تعمیر کروں یا جو اس کی تعمیر میں کمزوری آ گئی ہے اسے ہی درست کروں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: میری رائے میں تو یہی بات واضح ہو رہی ہے کہ آپ اس کی کمزور بنیادوں کی درستگی کر دیں اور بیت اللہ اور اس کے پتھروں کو ایسا ہی رہنے دیں کہ یہی وہ عمارت ہے جس پر لوگ اسلام لائے اور نبی ﷺ کی بعثت بھی اسی پر ہوئی (اس زمانہ میں جیسا تھا ویسا ہی رہنے دو)۔ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ: تم میں سے کسی کا گھر جل جائے تو وہ جب تک نیا نہ کرے کبھی اسی حالت پر رکھنے میں راضی نہیں ہوتا تو اپنے رب کے گھر کے ساتھ ایسا کیسے ہوگا؟ میں اپنے رب سے تین یوم استخارہ کرتا ہوں پھر اپنے فیصلہ پر عزم کروں گا۔ تین روز گزرنے کے بعد ان کی رائے اس پر جم گئی کہ کعبۃ اللہ کو توڑ کر دوبارہ بنائیں۔ اب لوگ ڈرنے لگے اس خدشہ سے کہ جو سب سے پہلے کعبہ کے انہدام کے لئے اوپر چڑھے اس پر کوئی آسمانی آفت نازل نہ ہو جائے۔ آخر کار ایک شخص اوپر چڑھا اور اس نے اوپر سے ایک پتھر گرا دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اسے کچھ گزند نہیں پہنچی تو ایک دوسرے کے پے در پے (انہدام کے عمل میں حصہ لینے کے لئے) اور اسے (نئی تعمیر کے لئے) گرا کر زمین کے برابر ہموار کر دیا۔ اور حضرت ابن زبیرؓ نے چند ستون کھڑے کئے اور ان پر پردہ ڈال دیا (تا کہ لوگ جب تک نئی تعمیر ہو اس طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہیں) یہاں تک کہ اس کی عمارت بلند ہو گئی۔

اور حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے وہ فرماتی تھیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اگر لوگ کفر سے نئے نئے نکل کر نہ ہوتے اور میرے پاس اتنا خرچ بھی نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ سے اسے تعمیر کر سکوں (ان دو وجوہات کی بناء پر میں تعمیرِ کعبہ نہیں کر رہا) ورنہ حطیم کے پانچ گز کے حصہ کو کعبہ میں داخل کر لیتا اور کعبہ کا ایک داخلی دروازہ بناتا جس سے لوگ داخل ہوتے اور ایک خارجی جس سے نکلتے"۔ تو ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ لیکن آج میں تو اتنا خرچ اٹھانے کی قوت بھی رکھتا ہوں اور مجھے لوگوں کی مزاحمت کا بھی خوف نہیں ہے (لہٰذا میں حضور اکرم ﷺ کی خواہش پوری کرتا ہوں) چنانچہ انہوں نے حطیم کے پانچ گز کے حصہ کا کعبہ میں اضافہ کر دیا اور وہاں پر (کھدائی کے دوران) ایسی بنیاد نظر آئی جسے لوگوں نے خوب دیکھا (وہ بنیادِ ابراہیمی تھی) چنانچہ اسی بنیاد پر عمارت تعمیر کی گئی، اور کعبہ کی لمبائی اٹھارہ گز تھی اب اس متروکہ حصہ (حطیم) کے اضافہ کے بعد اس کا طول کم نظر آنے لگا تو انہوں نے طول میں بھی دس گز اضافہ کر دیا اور اس کے دروازے بنا دیئے ایک سے داخل ہوا جاتا اور دوسرے سے نکلا جاتا۔

پھر جب ابن زبیرؓ کو شہید کر دیا گیا تو حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کی تعمیر میں تبدیلی کر دی ہے اور اس کی بناء اسی بنیاد پر رکھی گئی ہے جسے اشراف اہلِ مکہ نے دیکھ لیا ہے۔ تو اس کے جواب میں عبدالملک نے لکھا کہ ہمیں ابن زبیر کی ملاوٹ (اضافہ و تبدیلی) سے کوئی سروکار نہیں انہوں نے جو لمبائی

میں اضافہ کیا ہے اسے تو باقی رہنے دو البتہ حطیم کے حصہ کا اضافہ کیا اسے سابقہ تعمیر پر لوٹا دو اور وہ (دوسرا) دروازہ جو انہوں نے کھولا ہے اسے بند کر دو۔ چنانچہ حجاج نے حطیم کے اضافہ کو توڑ دیا اور سابقہ تعمیر بحال کر دی۔

تشریح:

''زمن یزید'' یعنی یزید بن معاویہ کے عہد حکومت میں جب اس نے اہل مدینہ کو تہس نہس کر کے رکھدیا تو اس کے بعد اس نے مکہ کا رخ کیا تا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کرے شامیوں کا ایک بڑا لشکر تیار کر کے روانہ کیا فوجی قیادت کے لئے کوئی تیار نہیں ہو رہا تھا پھر ایک بے عقل بد بخت تیار ہو گیا جس کا نام مسلم بن عقبہ مری تھا جو کانا دجال تھا اور پراگندہ بال تھا چلنے میں ایسا لگتا تھا گویا کیچڑ میں پاؤں رکھ کر اٹھا رہا ہے اس نے اہل شام کا بارہ ہزار لشکر اکٹھا کیا جو اکثر نوجوان تھے اصل تنخواہ سے مزید بطور انعام ہر فوجی کو سو سو دینار دیئے گئے یزید نے اس بد بخت سے کہا کہ جب تم مدینہ پہنچ جاؤ تو ان کو تین دن تک سوچنے کا الٹی میٹم دیدو اگر انہوں نے بیعت کر لی اور اطاعت پر آگئے تو پھر عبداللہ بن زبیر کی طرف مکہ چلے جاؤ اور اس کو ختم کر دو اور اگر اہل مدینہ نے بات نہیں مانی تو ان کو جنگ کی دعوت دیدو اگر تم اہل مدینہ پر غالب آگئے تو تین دن تک مدینہ میں لوٹ مار کی اجازت دیدو چنانچہ یہ بد بخت جب مدینہ پہنچا تو اہل مدینہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے شدید جنگ ہوئی واقعہ حرہ پیش آیا اور اہل مدینہ کو شکست ہو گئی سات سو بڑے بڑے نامور اشخاص قریش وانصار سے شہید ہو گئے اور عام لوگ دس ہزار مارے گئے عورتیں اور بچے مدینہ کی گلیوں میں تڑپتے رہے تین دن تک مسجد نبوی میں اذان اور نماز نہیں ہوئی مدینہ میں ایسا اندھیرا چھا گیا کہ دن رات کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں روضۂ رسول کے پاس بیٹھا رہتا تھا نماز کے وقت کا اندازہ اس سے ہوتا تھا کہ روضۂ رسول سے فریاد کی آواز آتی تھی۔ پھر مسلم بن عقبہ شیطان نے باقی ماندہ لوگوں سے ان الفاظ کے ساتھ بیعت لی کہ ''تم یزید کے غلام ہو چاہے وہ تم کو قتل کرے یا زندہ رکھے علامہ ابی کے الفاظ یہ ہیں'' **ثم اخذ البیعة علیهم لیزید علی انهم عبید له ان شاء قتل وان شاء عتق** ''پھر یہ بد بخت مسلم بن عقبہ اپنی فوجوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گیا جب قدید مقام پر پہنچا تو وہاں مردار ہو گیا مگر اس نے یزید کے حکم کے مطابق حصین بن نمیر کو فوج کا قائد بنا دیا حصین بن نمیر مکہ پہنچا تو انہوں نے بیت اللہ کا محاصرہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے زبردست مقابلہ کیا وہ حطیم میں اکثر بیٹھتے تھے تو شامی افواج نے منجنیقوں سے بیت اللہ پر بمباری کی جس سے بیت اللہ کا غلاف جل گیا چونسٹھ دن تک بیت اللہ کا محاصرہ جاری تھا کہ شام میں یزید مر گیا۔ علامہ ابی لکھتے ہیں کہ یزید کی عمر اڑتیس سال تھی اور تین سال کچھ ماہ تک اس نے حکومت کی ہے دیگر حضرات یزید کی عمر کم بتاتے ہیں کہ وہ کوئی چوبیس سال کے لگ بھگ کی عمر میں تھے بہر حال یزید کے مرنے پر شامی افواج نے مکہ کا محاصرہ ختم کر دیا اور واپس شام چلی گئیں، تفصیلات بہت ہیں میں نے علامہ ابی مالکی کی شرح مسلم سے یہ خلاصہ کچھ کمی بیشی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی ایمانی اخلاقی حیثیت پر کچھ لکھ دوں شاید آئندہ یہ بحث نہ آئے۔

یزید کی ایمانی حیثیت پر علماء کا کلام

وعن انس قال اتی عبیدالله بن زیاد برأس الحسین فجعل فی طست فجعل ینکث وقال فی حسنه شیئا قال انس فقلت واللہ انہ کان اشبههم برسول الله صلی الله علیه وسلم و کان مخضوبا بالوسمة (رواه البخاری وفی روایة الترمذی قال کنت عند ابن زیاد فجیء برأس الحسین فجعل یضرب بقضب فی ویقول مارأیت مثل هذا حسنا فقلت اما انه کان من اشبههم برسول الله صلی الله علیه وسلم وقال هذا حدیث صحیح حسن غریب)

''عبید اللہ بن زیاد'' یزید کی طرف سے عبداللہ ابن زیاد بصرہ کا گورنر تھا مگر یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے بطور خاص عبید اللہ بن زیاد کو فوراً بصرہ سے ہٹا کر کوفہ کا گورنر بنا دیا تا کہ ابن زیاد کی ذاتی دلچسپی سے حسین کو قتل کردے، یہ بد بخت کوفہ آگیا پہلے اس نے مسلم بن عقیل کو شہید کیا اور قصر امارت پر قبضہ کیا اور اس کے بعد فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر حضرت حسین کو کربلا کے میدان میں شہید کیا۔ حضرت حسین کا سرتن سے جدا کیا گیا اور پلیٹ میں رکھا گیا اور ابن زیاد پر پیش کیا گیا اس بد بخت کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اس کو حضرت حسین کی ناک اور آنکھ میں چبھورہا تھا اور بطور استہزاء کہہ رہا تھا کہ کیا ہی خوبصورت ہے؟ حسین بہت خوبصورت ہے اچھا!! خوبصورت یہ ہے؟ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا۔ ''فی حسنه شیئا'' اس لفظ کا یہی مطلب ہے کہ بطور استہزاء!! حضرت حسین کے حسن میں کچھ بکواس کر رہا تھا، کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ابن زیاد کو مختار بن عبید نے قتل کیا اور اس کا سر لا کر لوگوں کے سامنے اسی مسجد کے چبوترے پر رکھا اچانک شور ہو گیا کہ آگیا آگیا! جب دیکھا گیا تو ایک سانپ آیا اور ابن زیاد کی ناک میں گھس گیا اور پھر نکل گیا، دو تین مرتبہ ایسا ہو گیا لوگ بھاگ گئے۔ حضرت حسین پر وار کرنے والے قاتل کا نام سنان ابن انس نخعی ہے، اس بد بخت نے جب حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا تو یہ شعر پڑھا۔

أوقر رکابی فضة وذهبا انی قتلت الملک المحجبا

قتلت خیر الناس أما وأبا

ترجمہ: میری سواری کو سونے اور چاندی سے بھردو میں نے بڑے محفوظ بادشاہ کو قتل کیا جو نسب حسب میں سب سے زیادہ بہتر تھا۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو یزید نے یہ شعر پڑھا۔

نفلق هاما من رجال اعزة علینا وکانوا اعق واظلما

ترجمہ: ہم باعزت لوگوں کی کھوپڑیاں اڑاتے ہیں، اس لئے کہ وہ ہمارے حق میں بے حد نافرمان اور بڑے ظالم تھے۔

یزید کے بارے میں صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی تحقیق

سورۂ محمد کی آیت نمبر ۲۳ کی تفسیر میں علامہ روح المعانی نے یزید اور قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے اپنے والد احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ یزید پر لعنت بھیجنا کیسا ہے؟ امام احمد رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت بھیجی ہے اس پر کیونکر لعنت نہ بھیجی جائیگی، بیٹے نے کہا ابا جان! میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اس میں یزید پر کہیں بھی لعنت نہیں ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فساد کرنے اور صلہ رحمی توڑنے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور یزید نے جو کچھ حضرت حسین کے ساتھ کیا ہے اس سے بڑا فساد کیا ہوسکتا ہے اور اس سے زیادہ صلہ رحمی کا توڑنا کہاں ہوسکتا ہے (روح المعانی: جلد ۹ صفحہ: ۷۲)

علامہ روح المعانی مزید لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص پر معین اور نامزد کر کے لعنت بھیجنا جائز ہے مگر اس میں کچھ اختلاف ہے ہاں جمہور کے نزدیک کسی معین شخص پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے خواہ وہ فاسق ہو یا غیر فاسق ہو خواہ وہ زندہ ہو یا مرگیا ہو جب کہ اس کی موت کفر پر یقینی نہ ہو۔ ہاں جس کی موت یقینی طور پر کفر پر آئی ہو اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے جیسے ابوجہل وغیرہ مگر شیخ الاسلام علامہ بلقینی رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ ایک فاسق فاجر شخص پر بھی یقین کے ساتھ لعنت بھیجنا جائز ہے، کئی احادیث میں اس کے شواہد موجود ہیں۔

علامہ روح المعانی لکھتے ہیں کہ ہم علامہ بلقینی کی تحقیق کی روشنی میں یزید کی لعنت میں کوئی تردد نہیں کریں گے کیونکہ یزید کی صفات خبیثہ اور کبائر کا ارتکاب حد سے زیادہ ہے، اس نے اپنے دور اقتدار میں اہل مکہ اور اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا، حسین کے قتل پر جو خوشی کا اظہار کیا ان کے گھر والوں کی جو توہین کی وہ اس پر لعنت کے لئے کافی ہے۔ علامہ مزید لکھتے ہیں کہ یزید پر لعنت بھیجنے اور اس کے کفر پر علماء کی ایک جماعت کی تصریحات موجود ہیں انہیں میں سے حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ ہیں اور ان سے پہلے قاضی ابویعلی رحمہ اللہ ہیں۔

علامہ تفتازانی نے کہا ہے کہ ہم یزید کی لعنت میں بلکہ اس کے ایمان میں کوئی توقف نہیں کرتے، اس پر اور اس کے اعوان وانصار پر اللہ کی لعنت ہو، علامہ آلوسی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ یزید کی لعنت پر علامہ سیوطی کی تصریح بھی موجود ہے۔ اور ابن وردی کی تاریخ میں اور کتاب الوافی بالوفیات میں لکھا ہے کہ جب عراق سے حضرت حسین کے پس ماندگان عورتیں اور بچے گرفتار ہوکر یزید کے پاس پہنچ گئے تو یزید ان کو دیکھنے کے لئے مقام جیرون تک باہر آگیا حضرت حسین اور علی بن حسین کے بچے اور عورتیں گرفتار تھیں، حسین اور ان کے ساتھیوں کے سر نیزوں پر اٹھالئے گئے تھے کہ ایک کوے نے کائیں کائیں کی آوازیں شروع کیں اس پر یزید نے یہ شعر پڑھے۔

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُوْلُ وَاَشْرَقَتْ تِلْكَ الرُّؤُسُ عَلٰى شَفَا جَيْرُوْنِ

ترجمہ: جب یہ سواریاں قریب آکر نمودار ہوئیں اور مقام جیرون کے کنارے پر نیزوں پر اٹھائے ہوئے سر آگئے۔

نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ قُلْ اَوْلَا تَقُلْ فَقَدِ اقْتَضَيْتُ مِنَ الرَّسُوْلِ دُيُوْنِىْ

تو ایک کوے نے نحوست کی آواز دی، میں نے کوے سے کہا کہ تو بول یا نہ بول میں نے رسول سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا۔

علامہ روح المعانی فرماتے ہیں کہ بدر کی جنگ میں یزید کا دادا عتبہ وغیرہ مارا گیا تھا، یزید نے ان اشعار میں اسی بدلے کا ذکر کیا ہے۔ علامہ لکھتے ہیں کہ اگر یہ اشعار صحیح ثابت ہو جائیں تو اس سے یزید کافر ہو جائے گا اسی طرح کچھ اور اشعار بھی یزید نے پڑھے ہیں اس سے بھی اس کا کافر ہونا ثابت ہو جائے گا۔ (روح المعانی: جلد ۹ صفحہ: ۷۲)

بہر حال جمہور علماء اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ یزید کا کفر پر مرنا یقینی نہیں ہے لہذا اس پر مرنے کے بعد لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ روح المعانی اپنی تحقیق میں مزید فرماتے ہیں کہ دوسری طرف امام غزالی اس طرف گئے ہیں کہ یزید پر لعنت بھیجنا حرام ہے بلکہ مسلمانوں کی دعائیں اس کو شامل ہیں کیونکہ وہ مسلمان ہو کر مرا ہے۔

علامہ سفارینی نے امام غزالیؒ کا قول رد کیا ہے، علامہ روح المعانی نے سفارینی کے قول کو پسند کیا ہے جس میں آپ نے امام غزالی کے قول کو رد کیا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک یزید پر لعنت بھیجنا مکروہ ہے ادھر ابوبکر بن العربی نے یزید کی بہت حمایت کی ہے اور لکھا ہے کہ ''ان الحسین قتل بسیف جده'' یعنی آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق بغاوت کے تحت حسین قتل کر دیئے گئے، اس کلام کی وجہ سے علامہ آلوسی نے یزید پر تنقید سے زیادہ سخت انداز میں ابن عربی پر تنقید کی ہے۔ (ابن عربی اس تنقید کا مستحق بھی ہے)۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس پورے اختلاف کا خلاصہ اس طرح نکال کر لکھا ہے کہ جو کچھ یزید کے بارے میں کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہے اس پر لعنت بھیجنا صحیح نہیں ہے تاہم وہ اہل بیت کے بارے میں معصیت کا مرتکب ہوا ہے وہ اس کا مجرم ہے۔ علماء کا دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ یزید مسلمان ہے مگر کراہت کے ساتھ اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا بغیر کراہت بھی جائز ہے تیسرا طبقہ کہتا ہے کہ یزید کافر اور ملعون ہے اس پر لعنت جائز ہے۔ چوتھا طبقہ کہتا ہے کہ یزید پاک وصاف ہے اس نے جو کچھ لکھا ہے'' کوئی گناہ تھا۔

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ میرے غالب گمان میں یزید خبیث نے رسول کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق نہیں کی تھی اور اس نے جن مکروہ افعال کا ارتکاب کیا تھا جیسے بیت اللہ اور اس کے بسنے والوں کے ساتھ جو کچھ کیا اور مدینہ والے مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا اور نبی پاک ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ جو کچھ کیا اور ذاتی طور پر وہ جن قبائح کا مرتکب ہو رہا تھا یہ اس کے عدم تصدیق پر اس سے بڑھ کر دلیل ہے کہ کوئی شخص قرآن پاک کے اوراق کو گندگی اور غلاظت میں پھینک دے اور کافر ہو جائے، مجھے ذرا بھی شبہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ یزید کے یہ کافرانہ افعال اس زمانے کے بزرگ اور پائے کے مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں تھے لیکن انہوں نے اس

لئے صبر کیا کہ وہ مغلوب و مجبور تھے اور وہ صبر کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ حکم اپنے انجام تک پہنچ جائے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید خبیث مسلمان تھا اور کافر نہیں تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اپنے اوپر گناہوں کے اتنے انبار جمع کر لئے تھے جس کو بیان کرنا احاطۂ بیان میں نہیں آسکتا۔ میں توکھل کر یزید پر لعنت کا قائل ہوں اور ان پر خصوصی تعیین کے ساتھ لعنت کو جائز مانتا ہوں اور ظاہر یہی ہے کہ یزید نے ان کبائر کے ارتکاب کے بعد کوئی توبہ بھی نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے زیادہ کمزور ہے، اس لعنت میں یزید کے ساتھ ابن زیاد اور ابن سعد اور ان کی جماعت برابر کی شریک ہے۔ "فلعنہ اللہ عزوجل علیھم اجمعین وعلی انصارھم واعوانھم وشیعتھم ومن مال الیھم الی یوم الدین" (روح المعانی جلد: ۹ صفحہ: ۷۲)

علامہ روح المعانی مزید لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یزید پر خصوصیت کے ساتھ لعنت بھیجنے سے ڈرتا ہے تو وہ اجمالی طور پر اس طرح لعنت بھیجا کرے کہ: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ رَضِيَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَمَنْ آذٰى عِتْرَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اس طرح عموم کے ساتھ لعنت کرنے میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے اور یزید اس عموم کا پہلا مصداق بنے گا۔ (حوالا بالا)

علامہ روح المعانی کی تحقیق ناظرین کے سامنے ہے اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے، البتہ دو باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں: ایک یہ کہ مرنے کے بعد کسی پر لعنت بھیجنا یا نہ بھیجنا اس متعلقہ شخص کے خاتمہ پر مبنی ہے، اگر وہ شخص کفر پر مرا ہے تو لعنت جائز ہے اور اگر ایمان پر مرا ہے تو لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے، جمہور امت اس پر قائم ہے کہ یزید کا خاتمہ کفر پر یقینی نہیں ہے لہذا لعنت بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے کہ جس شخص کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہو جائے تو اس شخص کا فاسق و فاجر ہونا یقینی ہو جاتا ہے یزید کا معاملہ ایسا ہی ہے، اس کی نظیر یہ پیش کی جاتی ہے کہ جس شخص کے نبی ہونے یا نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہو جائے تو وہ شخص یقینی طور پر کامل ولی ہوتا ہے جس طرح حضرت لقمان کا معاملہ ہے لہذا یزید کا فاسق و فاجر ہونا یقینی ہے اور حضرت لقمان کا ولی ہونا یقینی ہے۔

سوال: یہاں ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ یزید حضرت معاویہ کا بیٹا ہے حضرت معاویہ نے ان کو ولی عہد بنایا تھا لہذا یزید کو برا کہنا جائز نہیں ہے

جواب: یہ شبہ غلط ہے اس لئے کہ بہت سارے انبیاء کرام ایسے گزرے ہیں جن کے بیٹے کافر ہو گئے تھے اس سے اس کے باپ پر کوئی طعن نہیں آسکتا جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کافر تھا اور کافر مرا ہے، یزید پہلے اچھا ہوگا بادشاہ بن جانے کے بعد خراب ہو گیا ہوگا، اس میں حضرت معاویہ کا کیا قصور ہے؟

دوسرا شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں غزوہ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے لئے مغفرت کی بشارت دی

گئی ہے جب کہ اس غزوہ میں یزید شریک تھا لہذا اس کا بڑا مقام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی بشارت اس غزوہ میں شریک ہونے والے مجاہدین کے آئندہ مستقبل میں صالح رہنے اور متقی اور پرہیزگار رہنے کے ساتھ مشروط ہے ورنہ فرض کرلو اگر کوئی شخص اس غزوہ میں شریک ہوگیا اور پھر بعد میں مرتد ہوگیا تو کیا وہ بھی **مغفور لهم** یعنی مغفرت پانے والوں میں شمار ہوگا؟ اس سوال کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے قسطنطنیہ کا لشکر روانہ کیا تو یزید کو حکم دیا کہ تم بھی جاؤ! اس نے بہانہ کیا کہ میں بیمار ہوں اور نہیں گیا بعد میں جب لشکر والوں کو سخت تکلیف پہنچی تو یزید نے خوشی میں یہ اشعار پڑھے۔

لَسْتُ اُبَالِیْ بِمَالَاقَتْ جُمُوْعُهُمْ ۔۔۔ بِفَرْقَدُونَةَ مِنْ حِمَی وَمِنْ حَوْمِ

ترجمہ: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ مجاہدین کی اس جماعت کو مقام فرقدونہ میں بخار چڑھ آیا اور جسم میں پھوڑے نکل آئے۔

اِذَاجَلَسْتُ عَلَی الْاَنْمَاءِ مُتَّكَأً ۔۔۔ بِدِيْرِ مَرَّانَ عِنْدَامِّ كَلْثُوْمِ

ترجمہ: جب کہ میں دیر مران مقام میں ام کلثوم کے ساتھ مخمل کے غالیچوں سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوں۔

یزید کے یہ اشعار جب حضرت معاویہ تک پہنچ گئے تو آپ نے یزید کو زبردستی اس غزوہ میں شرکت کے لئے روانہ کردیا گویا یزید غزوۂ قسطنطنیہ میں جانے کا قائل ہی نہ تھا تو بشارت کیسے ملے گی؟ بہر حال کربلا میں حضرت حسین کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ اسلام کی سفید چادر پر ایک بدنما دھبہ ہے جس سے یزید بری الذمہ نہیں ہوسکتا آج نہ یزید ہے نہ اس کی حکومت ہے! اور قتل حسین کا خون اس کی گردن پر ہے، نواسۂ رسول اگر حکومت بھی مانگتا تو یزید کو کیا حق تھا کہ وہ حکومت پر قائم رہتا! یہ یزید کی بڑی غلطی تھی علامہ اقبال نے کہا ہے:

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے ۔۔۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

''الموسم'' اس سے موسم حج مراد ہے جس میں لوگ دنیا کے مختلف اطراف سے مکہ آتے ہیں عبداللہ بن زبیر کا مقصد یہ تھا کہ یزید کی وجہ سے جو بیت اللہ کے پردے جلے ہوئے ہیں اور دیواریں کمزور ہوگئیں ہیں لوگ اس کو دیکھ کر غصہ ہوجائیں گے اور یزید کے خلاف جنگ کے لئے کھڑے ہوجائیں گے اس لئے آپ نے فوری مرمت کو چھوڑ دیا ''یجرئهم'' ''باب تفعیل سے جرأت دلانے کے معنی میں ہے۔ ای یشجعهم علی قتال اهل الشام برویة مافعلوه بالکعبة المشرفة من الرمی و التحریق (منۃ المنعم) ''اویحربهم'' یہ بھی باب تفعیل سے ہے جو حرب ومحاربہ اور لڑائی کے معنی میں ہے راوی کو شک ہے أو شک کے لئے ہے ای یحملهم علی الحرب ویحرضهم علیها. ''فلما صدر الناس'' یعنی لوگ جب حج سے فارغ ہوکر واپس ہوگئے۔ ''ماوهی منها'' وہی بھی ضرب سے کمزور ہونے اور بوسیدہ ہونے کے معنی میں ہے یعنی مجھے مشورہ دیدو کہ میں کعبہ کے ضعیف حصوں کو بنا کر مرمت کروں یا بالکل بیت اللہ کو شہید کر کے نئے سرے سے بناؤں۔

''فرق'' یہ مجہول کا صیغہ ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میری رائے مجھ پر اس طرح منکشف ہوگئی ہے بہر حال حضرت ابن عباس نے

عبداللہ بن زبیر کو بیت اللہ گرانے سے منع کر دیا اور اصلاح اور مرمت کا مشورہ دیا "حتی یجدہ" اجد یجد شد کے ساتھ ہے ایک نسخہ میں یجد د ہے، جو تجدید کے معنی میں ہے "مستخیر" استخارہ کے معنی میں ہے "عازم" پکا ارادہ کرنے کے معنی میں ہے "اجد ما انفق" یعنی آنحضرت ﷺ کے وقت نقشہ کا انتظام نہیں تھا آج میرے پاس انتظام ہے "طول الکعبۃ" اس سے آسمان کی طرف بلندی مراد ہے کہ اٹھارہ گز کی بلندی تھی اس باب کی پہلی حدیث کے ضمن میں کعبہ کے مختلف حصوں کی پیمائش میں نے لکھ دی ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے بلندی میں دس ذراع کا اضافہ کیا تو مجموعی بلندی اٹھائیس ذراع بن گئی، "استقصرہ" اس کا مطلب یہی ہے کہ اٹھارہ ذراع کی بلندی کو عبداللہ بن زبیر نے کم سمجھا تو اضافہ کر دیا۔ "فلما قتل ابن زبیر" حضرت عبداللہ بن زبیر کو حجاج بن یوسف کی فوج نے عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں ۷۳ھ میں شہید کر دیا تھا۔

"علی اُسّ" یعنی عبداللہ بن زبیر نے بیت اللہ کو اسی بنیادوں پر قائم کیا ہے جو حضرت ابراہیم کی بنیادیں تھیں اور ان بنیادوں کو اہل مکہ کے قابل اعتماد لوگوں نے خود دیکھا ہے اب میں کیا کروں، اس کو باقی رکھوں یا گرا کر پرانی تعمیر پر لے آؤں، یہ خط حجاج نے عبدالملک کے نام بھیجا جو اس سے مشورہ مانگ رہا تھا، عبدالملک بن مروان تو حجاج سے زیادہ سخت نکلا اس نے حجاج کے نام اس طرح خط لکھا۔ "انا لسنا من تلطیخ ابن زبیر فی شیء" یعنی ہمیں ابن زبیر کی لت پت اور گندگی کی کوئی ضرورت نہیں، اس نے جو حصہ بلند کیا ہے اس کو تو رہنے دو اور جو حصہ حطیم کی طرف سے چوڑا کیا ہے اس کو ختم کرو اور پرانے نقشہ پر لے او، چنانچہ حجاج نے ایسا ہی کیا مگر بلندی کو نہیں چھیڑا صرف حطیم کو باہر کر دیا اور دروازہ کو بلند رکھا اور صرف ایک رکھا، آج کل وہی نقشہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تکوینی فیصلہ تھا آج ایک غریب آدمی اگر کعبہ کے اندر نہیں جا سکتا ہے تو حطیم میں جا کر نماز پڑھتا ہے جو بیت اللہ کا حصہ ہے۔ حضرت عثمان بن عفان نے حطیم میں نماز پڑھی اور ساتھیوں کے پاس آکر کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں نے ابھی ابھی جنت میں نماز پڑھی ہے۔

۳۲۴۴۔ **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ وَالْوَلِيدَ بْنَ عَطَاءٍ يُحَدِّثَانِ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدٍ وَفَدَ الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فِي خِلَافَتِهِ فَقَالَ: عَبْدُ الْمَلِكِ مَا أَظُنُّ أَبَا خُبَيْبٍ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ مَا كَانَ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهَا. قَالَ: الْحَارِثُ بَلَى أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْهَا. قَالَ: سَمِعْتَهَا تَقُولُ مَاذَا قَالَ: قَالَتْ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوا مِنْ بُنْيَانِ الْبَيْتِ وَلَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِهِمْ بِالشِّرْكِ أَعَدْتُ مَا تَرَكُوا مِنْهُ فَإِنْ بَدَا لِقَوْمِكِ مِنْ بَعْدِي أَنْ يَبْنُوهُ فَهَلُمِّي لِأُرِيَكِ مَا تَرَكُوا مِنْهُ. فَأَرَاهَا قَرِيبًا مِنْ سَبْعَةِ أَذْرُعٍ. هَذَا حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدٍ وَزَادَ عَلَيْهِ الْوَلِيدُ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ مَوْضُوعَيْنِ فِي الْأَرْضِ شَرْقِيًّا وَغَرْبِيًّا وَهَلْ تَدْرِينَ لِمَ كَانَ قَوْمُكِ رَفَعُوا بَابَهَا. قَالَتْ قُلْتُ لَا. قَالَ: تَعَزُّزًا أَنْ

لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا مَنْ أَرَادُوا فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَهَا يَدْعُونَهُ يَرْتَقِي حَتَّى إِذَا كَادَ أَنْ يَدْخُلَ دَفَعُوهُ فَسَقَطَ. قَالَ: عَبْدُ الْمَلِكِ لِلْحَارِثِ أَنْتَ سَمِعْتَهَا تَقُولُ هٰذَا قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَنَكَتَ سَاعَةً بِعَصَاهُ ثُمَّ قَالَ: وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُ وَمَا تَحَمَّلَ.

حضرت عبداللہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عبید اللہ نے کہا کہ حارث بن عبداللہ، حضرت حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عبید اللہ نے کہا کہ حارث بن عبداللہ، عبدالملک بن مروان کے پاس وفد کی صورت میں گئے اس کے دورِ خلافت میں تو عبدالملک نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ ابوخبیب عبداللہ بن زبیر جو حضرت عائشہؓ سے (بنائے کعبہ والی) حدیث سننے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ انہوں نے نہیں سنی۔ حارث نے فرمایا کہ کیوں نہیں! یہ حدیث تو میں نے بھی حضرت عائشہؓ سے سنی ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ تم نے سنی ہے تو وہ کیا فرماتی تھیں؟ حارث نے کہا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری قوم نے بیت اللہ کی عمارت کو چھوٹا کر دیا، اگر یہ لوگ شرک سے حال ہی میں نہ نکلے ہوتے (اور ایمان میں قدیم اور پختہ ہوتے) تو جو حصہ انہوں نے چھوڑ دیا ہے اسے میں بنا دیتا۔ اور اگر (ممکن ہے) تمہاری قوم کو میرے بعد اس کی تعمیر کا احساس ہو جائے تو آؤ میں تمہیں دکھلا دیتا ہوں کہ کونسا حصہ انہوں نے چھوڑ دیا ہے، چنانچہ انہیں تقریباً سات گز کا حصہ دکھایا۔ (اسی حدیث کے دوسرے طریق میں یہ اضافہ ہے کہ) نبی ﷺ نے فرمایا: میں کعبہ کے دروازے بھی بناؤں جو زمین پر ہی لگائے گئے ہوں (کیونکہ تعمیر قریش میں دروازہ زمین سے اوپر قدِ آدم پر لگا تھا) ایک دروازہ شرقی اور دوسرا غربی۔ اور کیا تم جانتی ہو کہ تمہاری قوم نے بیت اللہ کے دروازے کو اتنا بلند کیوں رکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! فرمایا کہ اس تکبر اور بڑائی میں کہ کعبہ میں جسے وہ چاہیں وہی داخل ہو سکے (دوسرے نہ جا سکیں) چنانچہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی کعبہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا تو اسے سیڑھی پر چڑھنے دیتے اور جب وہ بالکل داخلہ کے قریب ہوتا تو اسے دھکا دے کر گرا دیتے تھے۔ عبدالملک بن مروان نے حارث سے کہا: کیا تم نے حضرت عائشہؓ کو یہ فرماتے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! عبدالملک نے یہ سن کر کچھ دیر کے لئے اپنی چھڑی سے زمین کریدنا شروع کر دی پھر کہا کہ میں اس کو پسند کرتا کہ میں اسے ویسا ہی چھوڑ دیتا جس حال میں تھا۔

تشریح:

''وفد الحارث'' یعنی حارث بن عبداللہ نے وفد بنا کر شام میں جا کر عبدالملک بن مروان سے ملاقات کی، لیکن اگلی روایت میں ہے کہ عبدالملک بن مروان طواف میں تھے کہ ان سے حارث بن عبداللہ کی گفتگو ہوئی یہ بظاہر تعارض ہے مگر اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ شام کی ملاقات کے بعد جب عبدالملک مکہ آئے دوبارہ حارث کی ان کے ساتھ گفتگو ہوئی۔ تطبیق کی دوسری صورت یہ ہے کہ وفد الحارث سے مراد مکہ ہی کی ملاقات ہے شام جانے کی بات نہیں ہے یہ مطلب کچھ بعید ہے۔

"ینکت" "یعنی عبدالملک سر جھکا کر لاٹھی سے زمین کرید نے لگا جس طرح متفکر لوگ ایسا کرتے ہیں"ابا خبیب" یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی کنیت ہے"وماتحمل" "یعنی ابن زبیر نے جو بیڑ ھا اٹھا رکھا تھا اور اس کام کو برداشت کیا تھا میں اس کو وہیں پر چھوڑ دیتا

۳۲۴۵۔وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ بَكْرٍ.

ابن جریج سے اسی سند کے ساتھ سابقہ روایت منقول ہے جس طرح ابن بکر نے حدیث روایت کی ہے۔

۳۲۴۶۔وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ عَنْ أَبِي قَزَعَةَ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ بَيْنَمَا هُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ إِذْ قَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حَيْثُ يَكْذِبُ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ يَقُولُ سَمِعْتُهَا تَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا عَائِشَةُ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ حَتَّى أَزِيدَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ فَإِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرُوا فِي الْبِنَاءِ. فَقَالَ: الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ لَا تَقُلْ هَذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَأَنَا سَمِعْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ تُحَدِّثُ هَذَا. قَالَ: لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُهُ قَبْلَ أَنْ أَهْدِمَهُ لَتَرَكْتُهُ عَلَى مَا بَنَى ابْنُ الزُّبَيْرِ.

حضرت ابوقزعہ سے روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہا کہ: "اللہ تعالیٰ ہلاک کرے ابن زبیرؓ کو (نعوذ باللہ) کہ اس نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر جھوٹ باندھا کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے انہیں یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تیری قوم کفر سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں بیت اللہ کو گرا کر حطیم کی جگہ کو اس میں شامل کر دیتا کیونکہ تیری قوم نے تعمیر کعبہ میں اسے چھوٹا کر دیا"۔ تو یہ سن کر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ نے فرمایا کہ: امیر المؤمنین! یہ مت کہیے، میں نے بھی ام المؤمنین سے یہ حدیث سنی ہے وہ یہ حدیث بیان کرتی تھیں۔ عبدالملک نے (یہ سن کر) کہا اگر میں انہدام بیت اللہ سے قبل یہ سن لیتا (کہ واقعتاً ام المؤمنین نے یہ حدیث بیان کی ہے اور ابن زبیرؓ نے اپنی طرف سے نہیں کہا) تو میں بیت اللہ کو بناء ابن زبیرؓ پر ہی باقی رہنے دیتا۔

باب جدار الكعبة وبابها

کعبہ کی دیواریں اور اس کا دروازہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۲۴۷۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ: نَعَمْ .قُلْتُ فَلِمَ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ قَالَ: إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ .قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعاً قَالَ: فَعَلَ ذٰلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاؤُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاؤُوا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ لَنَظَرْتُ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْزِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ .

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دیوار حطیم کے بارے میں پوچھا کہ وہ بیت اللہ میں سے ہے؟ فرمایا کہ ہاں! میں نے عرض کیا کہ پھر اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہ کیا؟ فرمایا کہ: تمہاری قوم (قریش) کے پاس اخراجات کم پڑ گئے تھے (اس لئے اسے شامل نہ کیا)۔ میں نے پوچھا کہ اچھا دروازہ اونچا رکھنے کا کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: یہ بھی تمہاری قوم کی حرکت ہے اور یہ اس لئے کہ وہ جسے چاہیں اندر داخل کریں اور جسے چاہیں روک دیں اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت تازہ تازہ نہ ہوتا اور مجھے یہ خوف دامن گیر نہ ہوتا کہ ان (نو واردان اسلام) کے قلوب بدل جائیں گے تو میں یہی ارادہ کرتا کہ حطیم کے حصہ کو بیت اللہ میں داخل کردوں اور اس کے دروازہ کو زمین کی سطح سے ہموار کردوں۔

۳۲۴۸۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ:حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحِجْرِ .وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَقَالَ:فِيهِ فَقُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعاً لَا يُصْعَدُ إِلَيْهِ إِلَّا بِسُلَّمٍ وَقَالَ: مَخَافَةَ أَنْ تَنْفِرَ قُلُوبُهُمْ.

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حطیم کے بارے میں دریافت کیا پھر سابقہ حدیث ابی الاحوص کی طرح بیان فرمائی۔ اور اس روایت میں یہ ہے کہ بیت اللہ کا دروازہ اتنا بلند کیوں ہے کہ سوائے سیڑھی کے اس کی طرف نہیں چڑھا جاسکتا، فرمایا کہ ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے کا ڈر ہے۔

باب الحج عن الغير لعجزه

عاجز کی طرف سے حج بدل کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۲۴۹۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ:كَانَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ تَسْتَفْتِيهِ فَجَعَلَ

الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الآخَرِ. قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخاً كَبِيراً لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَثْبُتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ: نَعَمْ. وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فضلؓ بن عباسؓ، رسول اللہ ﷺ کے ردیف تھے (سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے تھے) قبیلہ **خثعم** کی ایک خاتون آپ ﷺ کے پاس آئیں مسئلہ پوچھنے کے لئے۔ فضلؓ ان خاتون کو دیکھنے لگے اور وہ فضل کو دیکھنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے فضلؓ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ ان خاتون نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا جو فرض بندوں پر حج کا عائد ہوتا ہے (اس میں صورتحال یہ ہے کہ) میرے والد بوڑھے ہو چکے ہیں بڑی عمر کے ہیں وہ سواری پر مستقل بیٹھنے پر قادر نہیں ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ فرمایا کہ ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا قصہ ہے۔

تشریح:

"**افاحجُّ عنه**" یعنی میرے ابا پر حج فرض ہوگیا ہے مگر وہ ضعیف ہے سواری پر بیٹھ نہیں سکتے ہیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہوں "**قال نعم**" یعنی حضور اکرم نے فرمایا کہ اپنے والد کی طرف سے حج کرلو، حج بدل کے بارے میں ائمہ احناف کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی شخص مر گیا اور اس کے ذمہ فرض حج رہ گیا تو اس کے ورثاء پر لازم نہیں ہے کہ اس کی طرف سے حج کریں، اگر تبرعاً ورثاء نے حج کیا تو یہ ایک احسان ہے جائز ہے حج ادا ہو جائے گا لیکن اگر میت مالدار ہو اور ثلث مال سے حج ادا ہو سکتا ہو اور اس نے حج کی وصیت نہیں کی تو پھر بھی ورثاء پر حج لازم نہیں ہے اور وصیت نہ کرنے کی وجہ سے میت گناہ گار ہوگا اور اگر میت نے وصیت کی اور مال بھی ہے تو اب ورثاء پر لازم ہے کہ اس کی طرف سے حج کریں اگر ثلث مال سے حج ممکن نہیں ہے خرچہ زیادہ ہے پیسہ کم ہے تو بہتر ہے کہ ورثاء اس علاقہ اور ملک سے حج کا انتظام کریں جہاں سے ثلث مال سے حج ہو سکتا ہو اور اگر کسی معذور مریض یا بوڑھے شخص نے حج بدل کے لئے کسی کو تیار کیا تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ایسا بوڑھا یا مریض ہو جس کا صحیح تندرست ہونا ممکن نہ ہو ایسے دائمی عاجز شخص کی طرف سے بھی حج بدل جائز ہے بہرحال دائمی معذور و مجبور لنگڑے لولے نابینا اور بوڑھے کی طرف سے حج بدل جائز ہے۔

٣٢٥٠ـ **حَدَّثَنِي** عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ عَلَيْهِ فَرِيضَةُ اللَّهِ فِي الْحَجِّ وَهُوَ لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى ظَهْرِ بَعِيرِهِ. فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ فَحُجِّي عَنْهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، فضل بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ **خثعم** کے ایک خاتون نے نبی اکرم

ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور ان پر اللہ کا فریضہ حج فرض ہے جب کہ وہ (بڑھاپے کی وجہ سے) اونٹ کی پشت پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو تم ان کی طرف سے حج کرلو''۔

باب صحة حج الصبی

بچے کے حج کے صحیح ہونے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَقِيَ رَكْباً بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ. قَالُوا الْمُسْلِمُونَ. فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ. فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ أَلِهَذَا حَجٌّ قَالَ: نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو ''روحاء'' میں کچھ سوار ملے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا مسلمان ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سن کر عورت نے اپنے بچہ کو بلند کر کے کہا کہ کیا اس کا حج ہے؟ فرمایا کہ ہاں! اور تمہارے واسطے اجر ہوگا

تشریح:

''أَلِهَذَا حَجٌّ'' یعنی ایک ماں نے اپنے بچے کو گود میں اٹھا کر فرمایا کہ یارسول اللہ اس کے لئے حج ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں! اور ثواب تیرے لئے ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نابالغ بچے پر حج فرض نہیں ہے اور قبل البلوغ حج کرنے سے بعد البلوغ حج کا ذمہ ساقط نہیں ہوگا البتہ اگر نابالغ بچے نے حج کے افعال ادا کر لئے تو حج صحیح ہوگا ثواب والدین کو ملے گا ہاں اگر نابالغ بچہ سمجھدار نہیں ہے اور احرام کی حفاظت نہیں کرسکتا ہے تو ایسے بچے کو محظورات احرام سے بچانا اور اس سے افعال حج کرانا یہ والدین کی ذمہ داری ہے اب احناف نے کہاں حدیث کی خلاف ورزی کی ہے کہ علامہ نووی اور پھر غیر مقلدین طعن کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے حدیث کی مخالفت کی ہے ہمارے فقہائے احناف کی تصریح موجود ہے کہ بچے کا حج صحیح ہے البتہ افعال کی پابندی ان کے سرپرستوں کا کام ہے علامہ بنوریؒ معارف السنن میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت میں دیگر علماء نے غلطی کی ہے اس مسئلہ کی تفصیل اس سے پہلے حدیث نمبر ۲۹۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَفَعَتِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ: نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ ایک عورت نے اپنے بچہ کو اٹھا کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس کا حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور تجھ کو اس کا اجر ملے گا۔

۳۲۵۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ امْرَأَةً رَفَعَتْ صَبِيًّا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ: نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ.

حضرت کریب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بچہ کو اٹھا کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس کا حج ہو جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور تجھ کو اس کا اجر ملے گا۔

۳۲۵٤۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِهِ.

اس سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

باب فرض الحج مرة في العمر

حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو نقل کیا ہے

۳۲۵۵ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا. فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ: ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے، لہذا حج کیا کرو''۔ ایک شخص نے کہا ''یا رسول اللہ! کیا ہر سال؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے تین بار یہی سوال دہرایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں نعم (ہاں) کہہ دیتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا، جب کہ یہ تمہاری طاقت واستطاعت سے باہر کی بات تھی کہ تم ہر سال حج کرتے''۔ پھر فرمایا: جس بات پر میں تمہیں چھوڑ دوں تم مجھے اسی بات پر رہنے دیا کرو، اس لئے کہ تم سے پہلے کی (کئی) امتیں کثرت سوال (یعنی غیر ضروری سوال)

اور انبیاء کے بارے میں اپنے اختلافات کی بناء پر ہلاک ہوگئیں، لہذا جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اپنی حسب استطاعت اسے بجالاؤ اور جس سے منع کر دوں اسے چھوڑ دو''۔

تشریح:

''فقال رجل ''یعنی ایک آدمی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ہر سال میں حج فرض ہوگا؟ سوال کرنے والے اس شخص کا نام اقرع بن حابس تھا''فسکت'' آنحضرت شاید وحی کے انتظار میں خاموش ہوگئے''ثلاثا''یعنی اس شخص نے تکرار کیساتھ تین بار سوال کیا تب آنحضرت نے عتاب آمیز انداز میں فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو اللہ تعالی کی طرف سے ہر آدمی پر ہر سال حج فرض ہو جاتا جس کی طاقت تم میں نہیں ہوتی لہذا جب تک میں نہ بتاؤں تم سوال نہ کرو''ذرونی ''یعنی جب مطلق بات آجاتی ہے تو اس کو اسی طرح مطلق چھوڑا کرو اور قیودات نہ بڑھاؤ اس میں تم پر تنگی آجائے گی ۔ علمائے اصول نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، شرع کے حکم آنے کے بغیر کسی چیز پر وجوب اور عدم وجوب کا حکم نہیں لگانا چاہئے بہر حال کسی حکم کے تکرار کے لئے سبب کا تکرار ضروری ہوتا ہے حج کا سبب بیت اللہ ہے اس میں تکرار نہیں ہے لہذا حج میں تکرار نہیں ہے

باب سفر المرأة مع محرم الی الحج وغیرہ

حج وغیرہ کے لئے عورت کا اپنے محرم کے ساتھ جانا

اس باب میں امام مسلم نے سترہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۵۶۔حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی عورت تین روز کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے''۔

تشریح:

''لاتسافرن المرأة ثلاثا''یعنی کوئی بھی عورت اپنے ذی محرم یا شوہر کے بغیر تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے۔

عورت کا تنہا سفر کیسا ہے؟

عورت کتنی مسافت کا سفر شوہر یا محرم کے بغیر کر سکتی ہے اور کتنی مسافت کا سفر اکیلی نہیں کر سکتی ہے؟ اس میں احادیث اور روایات مختلف ہیں زیر بحث حدیث میں یہ ہے کہ عورت تین دن کی مسافت کی مقدار سفر محرم کے بغیر نہیں کر سکتی ہے اس کے بعد بعض روایات میں دو دن کا

سفر بغیر محرم کے ممنوع قرار دیا ہے بعض روایات میں ایک دن کا سفر ممنوع قرار دیا گیا بعض روایات میں عورت کی خلوت محرم کے بغیر مطلقاً ممنوع قرار دی گئی ہے سنن کی بعض روایات میں محرم کے بغیر سفر کو مطلقاً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اب ان تمام روایات کے پیش نظر خلاصہ یہ نکلا کہ ایک قسم کی روایات بتاتی ہیں کہ تین دن کی مسافت اور اس سے زیادہ سفر محرم کے بغیر منع ہے اس سے کم جائز ہے دوسری قسم کی روایات بتاتی ہیں کہ دو دن کی مسافت کا سفر محرم کے بغیر منع ہے اس سے کم جائز ہے بعض روایات بتاتی ہیں کہ بغیر محرم ایک دن کی مسافت کی مقدار سفر منع ہے اس سے کم جائز ہے۔ ایک قسم کی روایات بالکل منع کرتی ہیں اس میں کسی مسافت کی قید اور حد نہیں ہے ان تمام روایات میں بظاہر تعارض اور تضاد ہے۔ اس تعارض کا حل یہ ہے کہ اصل مدار انہی روایات پر ہے جن میں تین دن کی مسافت کا ذکر ہے وہ مسافت قصر ہے جو ۴۸ میل ہے جو قریباً ۷۵ کلو میٹر ہے اور اس سے زیادہ سفر کوئی عورت محرم کے بغیر نہیں کر سکتی ہے حکم یہی ہے لیکن اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو دو دن کی مسافت کے سفر سے بھی روکا جا سکتا ہے اور اگر فتنہ کا خطرہ اور خدشہ اس سے بڑھ کر ہو تو ایک دن کی مسافت کے برابر بھی عورت کو اکیلے سفر کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے کلام سے بالکل واضح ہے کہ ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت تنہا سفر بالکل نہ کرے چاہے مسافت کم ہو یا زیادہ ہو مسافت پر مدار نہیں بلکہ فساد احوال پر مدار ہے۔

٣٢٥٧- **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي جَمِيعاً عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الإِسْنَادِ. فِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ فَوْقَ ثَلاَثٍ. وَقَالَ: ابْنُ نُمَيْرٍ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَبِيهِ ثَلاَثَةً إِلاَّ وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے) مروی ہے اس میں تین دن سے زائد کا ذکر ہے۔

٣٢٥٨- **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لاَ يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ ثَلاَثِ لَيَالٍ إِلاَّ وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے جائز نہیں کہ وہ تین رات کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ ذو رحم محرم ہو"۔

٣٢٥٩- **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعاً عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثاً فَأَعْجَبَنِي فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فَأَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا لَمْ أَسْمَعْ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ تَشُدُّوا الرِّحَالَ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الأَقْصَى. وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ

لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا أَوْ زَوْجُهَا.

حضرت قزعہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوسعیدؓ سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی اور میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے؟ ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ (تمہارا کیا خیال ہے کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کر کے کہی ہے جو میں نے نہیں سنی؟ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: "(سفر کے لئے سواریوں پر) کجاوے مت باندھو سوائے تین مساجد کے سفر کے لئے، ایک تو میری یہ مسجد، دوسرے مسجد حرام اور تیسری مسجد اقصیٰ، اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: کوئی عورت زمانہ بھر میں دو دن سے زائد کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے مگر اس کے ہمراہ اس کا محرم یا شوہر ہونا چاہئے"۔

تشریح:

"لا تشدوا الرحال" یعنی سواریوں کو مضبوط باندھ کر قصد و ارادہ کے ساتھ کسی بھی بعید مسجد کے لئے رختِ سفر باندھنا جائز نہیں ہے مگر صرف تین مسجدوں کے لئے اہتمام کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے ایک مسجد حرام ہے دوسری مسجد نبوی ہے اور تیسری مسجد اقصیٰ ہے۔ اب عورت کے اکیلے سفر کی بحث کے درمیان مسجدوں کے سفر اور مقدس مقامات کے سفر کی بات آگئی تو مناسب ہے کہ اس پر کلام ہو جائے۔ شد یشد نصر ینصر سے باندھنے کے معنے میں ہے اور "الرحال" سے کجاوے مراد ہیں یہ پورا جملہ سفر سے کنایہ ہے اور نفی کا صیغہ نہی کے معنی میں ہے مطلب یہ ہوا کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لئے کجاوے باندھ کر سفر نہ کیا جائے۔ اس حدیث کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ یہاں مستثنیٰ مفرغ ہے اور مستثنیٰ مفرغ کے لئے مستثنیٰ منہ محذوف نکالنا ضروری ہوتا ہے۔ اب محذوف مستثنیٰ منہ نکالنے اور اس کو متعین کرنے میں علماء کے درمیان اختلاف آگیا ہے ایک طرف جمہور امت ہے اور دوسری طرف شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ہے حافظ ابن تیمیہ یہاں مستثنیٰ منہ کو عام مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں "مکان یا موضع" کے الفاظ نکالے جائیں عبارت اس طرح ہوگی "لا تشدوا الرحال الی موضع الا الی ثلاثة مساجد" یعنی تین مساجد کے سفر کے علاوہ کسی قسم کا سفر جائز نہیں ہے اس عموم امکنہ میں حافظ ابن تیمیہ نے مساجد کے علاوہ مقدس مقامات اور تمام مزارات کی زیارت کو ناجائز قرار دیا یہاں تک کہ اس عموم کی وجہ سے آپ نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی غرض سے مستقل سفر کرنے کو بھی ناجائز کہہ دیا ان کا مقصد روضہ رسول کی زیارت سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ سفر میں نیت مسجد نبوی کی کی جائے اور اس کے ضمن میں روضۂ رسول کی زیارت کی جائے اس صورت میں زیارت مستحب ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے آپ پر بڑی تکالیف اور آزمائشیں آئیں اور آپ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم بھی ان مصائب کا شکار ہوئے حافظ ابن تیمیہ تو گرفتار بھی ہوئے اور جیل سے ان کا جنازہ بھی اٹھا آج کل سعودی حکومت کا بھی یہی عقیدہ ہے؟

لیکن عمل کرلوگوں کوروک نہیں سکتی ہے۔ جمہورامت کے نزدیک یہاں مستثنیٰ منہ عموم امکنہ نہیں بلکہ عموم مساجد ہیں اور تقدیر عبارت اس طرح ہے "لا تشدوا الرحال الی مسجدالا الی ثلاثۃ مساجد" یعنی ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے لئے بطور خاص سفر نہ کیاجائے کیونکہ باقی تمام مساجد فضیلت وثواب میں یکساں ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اس حدیث میں سفر کی ممانعت کا تعلق صرف مساجد سے ہے دیگر اسفار سے بحث نہیں وہ اسفار اس حدیث کے مفہوم سے خارج ہیں کیونکہ مستثنیٰ جنس مستثنیٰ منہ سے ہوتا ہے جب استثنا مساجد کی ہے تو مستثنیٰ منہ بھی مساجد ہی ہونگی۔

شیخ عبدالحق نے لمعات میں اس حدیث کے سمجھنے کے لئے کئی توجیہات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک توجیہ یہ ہے کہ شاید اس حدیث میں ان تین مساجد کی شان بڑھانا مقصود ہو اور عظمت و برکت وفضیلت ومرتبت میں ان مساجد کو دوسری مساجد کی نسبت امتیازی شان دینا مطلوب ہو کہ اگر کوئی شخص سفر کی مشقت اٹھانا چاہتا ہے تو ان کو چاہئے کہ وہ ان تین مساجد کی طرف سفر کا اہتمام کرے کیونکہ ان مساجد کی بڑی شان ہے (لمعات ج ۳ ص ۴۲)

اس توجیہ کا مقصد وخلاصہ یہ ہوا کہ اس حدیث میں صرف ان تین مساجد کی طرف سفر کرنے کی ترغیب ہے دیگر اسفار سے بحث نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مشہور تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث پر تحقیقی کلام کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چند مقامات کو متبرک سمجھ کر اس کی عظمت کی وجہ سے اس کا سفر کیا کرتے تھے اور اس سفر کو باعث برکت تصور کرتے تھے ظاہر ہے کہ اس طرح عقیدہ رکھنا کہ کسی مقام کو متبرک سمجھ کر اس کی عظمت کی وجہ سے اس کا سفر کرنا نہ صرف یہ کہ حقیقت سے انحراف اور ذہنی وفکری کمزوری تھی بلکہ فتنہ وفساد کا ذریعہ بھی تھا اس لئے حدیث میں ایسے اسفار کی ممانعت کردی گئی تاکہ شعائر اللہ کے ساتھ غیر شعائر کا التباس نہ آئے اور آدمی غیر اللہ کی عبادت میں نہ پڑ جائے۔

لہٰذا میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ مزارات اولیاء اللہ اور ان حضرات کی عبادت کے مقامات کی طرف حتیٰ کہ کوہ طور کی طرف سفر کرنا یہ سب اس ممانعت میں برابر ہیں کہ بطور خاص اس کی طرف سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ) شاہ ولی اللہ کی تحقیق کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اس حدیث میں مستثنیٰ منہ کا تعلق اہل عرب وغیرہ کے وہ مقامات ہیں جہاں جاہلیت قدیمہ اور جاہلیت جدیدہ کے میلے لگتے ہیں وہاں شرکیات وبدعات کا ارتکاب ہوتا ہے عرس ہوتے ہیں اور خاص خاص مواسم میں خاص خاص مقامات کی طرف دور دراز سے قافلوں کی شکل میں سفر کئے جاتے ہیں۔ بعض حضرات نے یہ توجیہ کی ہے جس طرح کہ اشعۃ اللمعات میں بھی اس کا بیان ہے کہ ان تین مساجد و مقامات کے علاوہ کسی جگہ کا سفر بطور تقرب اور بطور عبادت جائز نہیں ہے گویا حدیث کی اس نہی کا تعلق صرف اس سفر سے ہے جو تقرب اور عبادت کے لئے جاتا ہو اس کے علاوہ دیگر اسفار اپنی جگہ پر درجہ جواز میں ہیں ہاں مزارات کے لئے دور دراز کا اہتمام کے ساتھ سفر کرنا مختلف فیہ ہے۔

بعض علماء نے اسے مباح قرار دیا ہے اور بعض علماء اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ قاضی عیاض مالکی قاضی حسین اور ابو محمد جوینی مقامات متبر کہ اور زیارات قبور صالحین کی طرف سفر کو حرام قرار دیتے ہیں (کذافی مجمع البحار) حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام سے بھی عدم جواز معلوم ہوتا ہے شیخ التفسیر علامہ احمد علی لاہوری کے کلام میں بھی عدم جواز کا بیان ہے شاہ انور شاہ کاشمیری بھی فرماتے ہیں کہ زیارت قبور اولیاء کے لئے سفر جائز نہیں ہے۔

بہر حال جب اباحت اور حرمت کا اختلاف آ گیا ہے تو لامحالہ حرمت کو ترجیح ہوگی جیسا کہ مشہور قاعدہ یہی ہے حدیث میں مسجد اقصیٰ کا لفظ آیا ہے اقصیٰ بعید کے معنی میں ہے اور یہ مسجد بھی مکہ اور مدینہ سے بہت دور ہے اس لئے اقصیٰ کہدیا یہ ایک وجہ تسمیہ ہے۔

روضۂ رسول کی زیارت کے لئے سفر کرنا

اس مقام پر اس حدیث کی تشریح وتوضیح سے ایک اور مسئلہ سامنے آیا ہے وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ کے روضۂ اطہر کے لئے قصد وارادہ کے ساتھ سفر کرنا کیسا ہے؟ آیا حدیث کی عام نہی میں یہ سفر بھی داخل ہے یا نہیں؟ تو جمہور امت کا مسلک یہ ہے کہ روضہ رسول پر حاضری کے لئے سفر کرنا اعلیٰ قربات میں سے ہے اور اس مذکورہ حدیث کی ممانعت کا تعلق اس خاص زیارت سے نہیں ہے۔ امام غزالی نے اسی کو اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مستثنیٰ منہ صرف مساجد ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ نے حدیث کی ممانعت کو عام رکھا ہے اور ان کے نزدیک روضۂ رسول ﷺ کے لئے قصد وارادہ کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔ اس مسئلہ کی وجہ سے امت کے علماء نے ان کے خلاف قلم اٹھا کر بہت کچھ لکھدیا ہے اور خود حاکم شام نے ان کو جیل میں بند کر دیا۔

دلائل

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے موقف کے لئے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ وہ مستثنیٰ منہ عموم امکنہ قرار دیتے ہیں اور عام امکنہ میں روضۂ رسول بھی داخل مانتے ہیں وہ روضہ رسول کی زیارت کو مستحب کہتے ہیں لیکن فرماتے ہیں کہ اس کے لئے مستقل سفر نہ کیا جائے سفر مسجد نبوی کی نیت سے کرنا چاہئے۔

جمہور کی پہلی دلیل وہ تمام احادیث ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کی زیارت کرنے کا بیان ہے جیسے وعن ابن عمرؓ مرفوعا من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی : (بیہقی مشکوۃ: ص ۲۴۱) وفاء الوفاء کتاب میں اس قسم کی کئی روایات ہیں۔

دوسری دلیل حضرت امام غزالی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے "کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا وتذکر الاخرة" (ص ۱۵۴) مشکوۃ شریف کی اسی صفحہ میں مسلم شریف کی روایت بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "عن بریدةؓ

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها'' (ص۱۵۴)

نمبری دلیل ابن حجر عسقلانیؒ ''فتح الباری شرح بخاری میں زیارت رسول کے بارے میں فرماتے ہیں ''فانها من افضل الاعمال واجل القربات الموصلة الی ذی الجلال وان شرعیتها محل اجماع بلانزاع '' ترجمہ: روضۂ رسول کی زیارت بہترین اعمال میں سے ہے اور اللہ تک پہنچانے والی بڑی نیکیوں میں سے ہے اور اس کی مشروعیت پر اجماع ہے کوئی نزاع نہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۶: بحوالہ اشرف التوضیح) یہی بات ارشادالساری شرح بخاری میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ کوکب الدری کے حاشیہ میں شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں قلت وکذاحکی الاجماع علیه النووی وابن الهمام وغیر هما (الکوکب الدری ج ۱ ص ۳۳۹ بحوالہ بالا)۔

شاہ ولی اللہ المصفی شرح المؤطاء میں لکھتے ہیں ''سنت است زیارت قبر شریف آنحضرت ﷺ بعد فراغ حج باتفاق اہل علم '' (المصفی ج ۱ ص ۳۳۹ بحوالہ بالا) جمہور کی چوتھی دلیل مسند احمد کی یہی شد الرحال والی حدیث ہے۔ جس میں مستثنیٰ منہ مذکور ہے جو خاص ہے عام نہیں ہے اور وہ لفظ مسجد ہے الفاظ یہ ہیں ''لاینبغی للمطی أن یشد رحله الی مسجد تبتغی فیه الصلوٰة الا المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی هذا (رواہ احمد فی مسندہ)

حدثنا هاشم قال حدثنا عبدالحمید قال حدثنی شهر (بن حوشب) قال سمعت اباسعید الخدری ذکر عنده صلوة فی الطور فقال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا ینبغی للمطی ان یشد رحله الی مسجد یبتغی فیه الصلوة غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی هذا (واسنادہ حسن: بحوالہ التعلیق الفصیح ص ۱۰۰ نقلاً عن عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۸۷)

جواب

حافظ ابن تیمیہؒ کی جلالت شان اور دبدبۂ علمی اپنی جگہ مسلم ہے۔ مگر زیر بحث حدیث سے زیارت النبی ﷺ کے عدم جواز پر استدلال کرنا بہت ہی بعید بلکہ ابعد بلکہ غیر اصوب ہے کیونکہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ کو عام مواضع اور عام امکنہ لیا جائے تو پھر جیسا روضۂ رسول کی طرف سفر ممنوع ہوگا اسی طرح تجارت کا سفر، طلب علم کا سفر، جہاد کا سفر اور دیگر تمام اسفار سب کے سب ممنوع قرار پائیں گے جس کا کوئی قائل نہیں ہے خود رسول اللہ ﷺ اپنے والدین کی قبر پر گئے اور احد کی قبور پر مسلسل حاضری دی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب مسند احمد کی حدیث میں واضح طور پر مستثنیٰ منہ مذکور اور مخصوص ہے اور وہ لفظ ''مسجد'' ہے تو پھر زیر بحث حدیث میں مستثنیٰ منہ کو عام لینے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟ بہر حال زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روکنے کا جو قول حافظ ابن تیمیہؒ نے کیا ہے یہ ان کے تفردات میں سے ایک تفرد ہے اور تفردات تو علماء کرام کے ہوتے ہیں مگر کسی کے تفرد سے ان کا سارا علم ناقابل اعتماد نہیں ہوتا۔ حضرت قاسم الخیرات قاسم نانوتویؒ نبی

اکرم ﷺ پر متعارف موت آنے کے قائل نہیں تھے بلکہ ایک اور قسم موت کے قائل تھے۔

مگر ان تفردات سے ان حضرات کا علمی مقام اپنی جگہ پر قائم ہے علامہ ابن تیمیہ کے متعلق ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ ان کی طرف جو قول منسوب ہے یہ نسبت غلط ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں وما نسب الی الحافظ ابن تیمیه الحنبلی من انه یقول بالنهی عن زیارة قبره الشریف فقد قال بعض العلماء انه لا اصل له وانما یقول بالنهی عن شد الرحال الی غیر المساجد الثلاث اما نفس الزیارة فلا یخالف فیها کزیارة سائر القبور ومع هذا فقد رد کلامه کثیر من العلماء (فتح الملہم ج ۶ ص ۲۳۳ بیروت) ساتھ والی روایت میں "اعجبنی و آنقننی" کے الفاظ ہیں قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آنقننی کا معنی بھی اعجبنی ہے یہ لفظ تاکید ہے اور کلام عرب میں تاکید پر مبنی کلام بہت آتے ہیں۔

۳۲۶۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَرْبَعاً فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي نَهَى أَنْ تُسَافِرَ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ. وَاقْتَصَّ بَاقِيَ الْحَدِيثِ.

حضرت قزعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدریؓ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے چار باتیں سنیں جو مجھے پسند آئیں اور عمدہ لگیں۔ آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ عورت دو دن کی مسافت بغیر شوہر یا محرم کے سفر کرے، آگے پوری حدیث سابقہ حدیث کے مانند بیان کی۔

۳۲۶۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثاً إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے مگر یہ کہ محرم اس کے ساتھ ہو۔

۳۲۶۲۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعاً عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ: أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا تُسَافِرِ امْرَأَةٌ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی عورت تین راتوں سے اوپر سفر نہ کرے مگر یہ کہ محرم اس کے ساتھ ہو۔

۳۲۶۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ: أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ

إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.

اس سند کے ساتھ حضرت قتادہ سے روایت ہے فرمایا کہ (کوئی) عورت تین دن سے زیادہ (سفر نہ کرے) مگر یہ کہ محرم اس کے ساتھ ہو۔

٣٢٦٤۔ **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ لَيْلَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُو حُرْمَةٍ مِنْهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لئے ایک رات کی مسافت سفر کرنا بھی حلال نہیں سوائے اس کے کہ ایک آدمی محرم اس کے ساتھ ہو۔

٣٢٦٥۔ **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لئے جو کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ وہ ایک دن کی مسافت سفر کرے سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔

٣٢٦٦۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لئے جو کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ وہ ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔

٣٢٦٧۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سفر کرے مگر یہ کہ اس کا محرم اس کے ساتھ ہو۔

٣٢٦٨۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا أَوِ ابْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو عورت بھی اللہ اور یوم آخرت

پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے تین یوم یا اس سے زائد کا سفر کرنا جائز نہیں الا یہ کہ اس کے ہمراہ اس کا باپ، بیٹا، شوہر بھائی، یا کوئی ذی رحم محرم ہو"۔ (مثلاً سگا بھانجا، بھتیجا، ماموں، چچا وغیرہ)۔

٣٢٦٩ ـ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت اعمش رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث کی روایت نقل کی گئی ہے۔

٣٢٧٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ يَقُولُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا. قَالَ: انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: کوئی مرد کسی (نامحرم) عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو الا یہ کہ اس عورت کے ساتھ کوئی ذی رحم محرم ہو، نہ ہی کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے۔" ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لئے جا چکی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ کے لئے لکھا جا چکا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو"۔

تشریح:

"اکتتبت" باب افتعال سے یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے یعنی میں نے اپنا نام جہاد کی ایک تشکیل میں لکھوا دیا ہے اب مجھے اس میں جانا ہے ادھر میری بیوی نے حج پر جانے کا ارادہ کیا ہے "خرجت حاجة" بمعنی "ارادت سفر الحج" اب میں کیا کروں؟ آنحضرت نے جواب دیا کہ اپنی بیوی کے ساتھ چلے جاؤ اس ترتیب کی وجہ یہ تھی کہ عورت محرم یا شوہر کے بغیر سفر پر نہیں جا سکتی تھی کوئی ذو رحم محرم نہیں تھا ادھر جہاد میں جانے کے لئے اس شخص کا متبادل کوئی دوسرا شخص ہو سکتا تھا اس لئے آنحضرت نے ان کو حکم دیدیا کہ اپنی بیوی کے ساتھ حج پر چلے جاؤ، یہاں سے ایک پوشیدہ بات سمجھ میں آگئی کہ یہ تبلیغی حضرات جو ہر بیان کے بعد تشکیل کے لئے کاپیوں میں نام لکھواتے ہیں یہ سلف صالحین کے زمانہ میں جہاد کا نقشہ تھا تبلیغ والوں نے ہٹا مٹا کر اپنی بنائی ہوئی ترتیب پر چسپاں کر دیا۔ پھر جہاد میں مجاہدین کے کیمپ کو اس زمانے میں مرکز کہا جاتا تھا تبلیغی حضرات نے اپنی مسجدوں کو مسجد کے بجائے مرکز کے نام سے متعارف کرایا ہے پھر مجاہدین کے قافلوں کو روانہ کرنے کے لئے اس زمانہ میں **تجهيز الجيوش** کا نام دیا جاتا تھا آج یہ حضرات اپنے قافلوں کے روانہ کرنے کو تشکیل کا نام دیتے ہیں جو تجہیز کا ترجمہ ہے ان حضرات نے بالکل جہاد کے نقشہ پر قبضہ جمالیا ہے اور جہاد کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔

۳۲۷۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث کی طرح روایت منقول ہے۔

۳۲۷۲۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُومِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت کی طرح روایت نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہے مگر یہ کہ اس کا محرم اس کے ساتھ ہو۔

باب مايقول اذا ركب فى سفر الحج وغيره

سفرِ حج وغیرہ پر نکلنے والا مسافر کیا دعاء پڑھے؟

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۷۳۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّ عَلِيًّا الأَزْدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ عَلَّمَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجاً إِلَى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثاً ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الأَهْلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالأَهْلِ. وَإِذَا رَجَعَ قَالَ: هُنَّ. وَزَادَ فِيهِنَّ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے اونٹ پر سوار ہوجاتے کسی سفر کے لئے روانگی کے موقع پر تو تین بار تکبیر کہتے پھر یہ دعائیں پڑھتے: **سبحن الذى سخر لنا الخ** پڑھتے: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے واسطے مسخر کردیا اس (سواری) کو اور ہم تو (خود) اس کو تابع کرنے والے نہ تھے۔ اور ہمیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ **اللھم انا نسئلک** سے **فی المال والاھل** تک۔ اے اللہ! آپ ہی اس سفر میں ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے پیچھے گھر میں آپ ہی خلیفہ ہیں (اھل وعیال کی حفاظت کرنے کے لئے)۔ اے اللہ! میں سفر کی کلفتوں، ہولناک مناظر کی اذیتوں اور مال واہل وعیال میں برے حال میں لوٹنے سے پناہ مانگتا ہوں آپ کی۔ اور جب واپس تشریف لاتے سفر سے تو بھی یہی کلمات کہتے اور مزید یہ کلمات کہتے: **آئبون** سے آخر تک: ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں‘‘۔

تشریح:

''خارجا الی سفر ''یعنی آنحضرت ﷺ جب سفر کے لئے نکلتے تھے اور سواری پر سوار ہوتے تھے تو آپ دعاء سفر پڑھتے تھے معلوم ہونا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت سے پہلے نو عمری میں ایک سفر شام کی طرف کیا تھا جس میں آپ کو یہود کی شرارت کے خطرے کے پیش نظر ابوطالب نے راستے سے واپس کر دیا تھا دوسرا سفر بھی نبوت سے پہلے آپ نے شام کی طرف کیا تھا جس میں آپ اپنے ساتھ حضرت خدیجہ کا مال تجارت کی غرض سے شام لے گئے تھے خوب نفع کر کے آپ واپس لوٹ گئے نبوت ملنے کے بعد آنحضرت نے ایک سفر طائف کا کیا تھا جس میں آپ کو تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا دوسرا سفر آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا سفر کیا تھا تیسرا سفر آپ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا چوتھا سفر آپ نے عمرۃ القضاء کے لئے کیا تھا پانچواں سفر آپ نے حجۃ الوداع کے لئے کیا تھا۔ان اسفار کے علاوہ آنحضرت کے جتنے سفر ہوئے ہیں وہ سب جہاد کے لئے تھے ان میں جنگ بدر غزوۂ تبوک فتح خیبر غزوۂ بنی المصطلق کے اسفار مشہور اسفار ہیں۔

''مقرنین ''قران قابو کرنے کے معنی میں ہے یعنی ہم اس کے قابو کرنے پر قادر نہیں تھے اگر اللہ تعالی ہمارے لئے اس کو مسخر نہ کرتا

''اللھم ھون ''تھوین باب تفعیل سے امر کا صیغہ ہے آسان کرنے کے معنی میں ہے''ای تیسر وسھل''

''واطوعنا''یہ باب ضرب یضرب سے امر کا صیغہ ہے لپیٹ لینے اور مختصر کرنے کے معنی میں ہے سفر کی تمام سہولیات کے لئے یہ دعاء ہے''الصاحب فی السفر ''یعنی سفر میں ہماری حفاظت فرما ہم پر عنایات فرما''والخلیفۃ''جو کسی کی اصلاح احوال کے لئے اس کا نائب بنے اس کو نائب اور خلیفہ کہتے ہیں مطلب یہ کہ ہمارے پیچھے ہمارے بال بچوں اور گھر بار کے احوال کو درست فرما ان کے دین و دنیا کی حفاظت فرما۔

''وعثاء''شدت ومشقت کو وعثاء کہتے ہیں خاص کر جب کیچڑ میں چلنا دشوار ہو''کآبۃ المنظر ''کئب باب سمع سے ایسے ناقابل برداشت غم کو کہتے ہیں جو کمر توڑ کر رکھ دے''المنظر ''مصدر میمی ہے انقلاب اور لوٹنے کے معنی میں ہے ای من سوء الرجوع بان یصیبنا حزن او مرض یعنی گھر لوٹنے کے بعد کوئی ایسی صورت پیش نہ آئی ہو جسے دیکھ کر پریشانی لاحق ہو یا گھر لوٹنے کی صورت ایسی ہو کہ سفر میں نقصان ہوا ہو سامان گم ہوا یا تجارت میں نقصان ہوا۔

''کآبۃ المنقلب ''اس حدیث میں یہ کلمہ اس طرح ہے مگر اس سے پہلے حدیث نمبر ٦ میں کآبۃ المنظر کے الفاظ بھی مذکور ہیں اور سوء المنقلب کے الفاظ بھی ہیں لیکن یہ سارے الفاظ معنی کے اعتبار سے قریب قریب ہیں کوئی فرق نہیں ہے وہاں اور یہاں کی وضاحت ایک جیسی ہے۔''والحور بعد الکور ''دونوں لفظوں میں حا اور کاف پر فتحہ ہے اور واو ساکن ہے اصل میں کور پگڑی باندھنے اور پیچ کو کہتے ہیں اور حور کھولنے کے معنی میں ہے یہاں مراد ترقی سے تنزل کی طرف جانے سے پناہ مانگی گئی ہے۔تو کور زیادت اور اصلاح

کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور حور فساد اور نقصان کے لئے استعمال کیا گیا ہے مطلب یہ کہ زیادت کے بعد نقصان کی طرف اور اصلاح کے بعد فساد کی طرف آنے سے تیری پناہ مانگتے ہیں عام نسخوں میں کور کا لفظ ہے مطلب ایک ہی ہے۔

"آئبون" یہ خبر کے معنی میں ہے یعنی ہم خیریت وعافیت کے ساتھ اپنے وطن اور گھر لوٹ کر واپس آنے والے ہیں "تـائبون" یعنی سفر میں جو گناہ اور کمزوریاں ہوئیں ہم اس سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اس کی تعریف کرنے والے ہیں یہ سب اس باب کی مشکل لغات کا حل لکھا گیا ہے۔

٣٢٧٤۔**حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ.

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں جاتے تو سفر کی کلفتوں، واپسی کی مشقتوں اور بھلائی سے برائی کی طرف لوٹنے اور اہل وعیال اور مال میں برے منظر کے دیکھنے سے پناہ مانگتے۔

٣٢٧٥۔**وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَاحِدِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ. وَفِي رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ خَازِمٍ قَالَ: يَبْدَأُ بِالْأَهْلِ إِذَا رَجَعَ. وَفِي رِوَايَتِهِمَا جَمِيعاً اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ.

حضرت عاصم رحمہ اللہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔مگر عبدالواحد کی روایت میں فی المال والاھل ہے اور محمد بن خازم کی روایت میں یہ ہے کہ اہل کا لفظ پہلے بولتے جب لوٹتے اور دونوں کی روایتوں میں یہ لفظ ہے اللھم سے آخر تک یعنی یا اللہ! سفر کی مشقتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

باب مايقول اذا قفل من سفر الحج وغيره

سفر حج وغیرہ سے لوٹنے پر کیا دعا پڑھنی چاہئے؟

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے لیکن اس باب کی ضرورت نہیں تھی

٣٢٧٦۔**حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوشِ أَوِ السَّرَايَا أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ إِذَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لشکروں سے یا سرایا (چھاپہ ماردستوں) سے یا حج وعمرہ سے واپس لوٹتے تو جب کسی ٹیلہ پر یا اونچی زمین پر پہنچتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ کلمات فرماتے: لاالہ الااللہ وحدہ، الخ ۔''اللہ کے علاوہ کوئی قابل بندگی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے، تمام تعریفیں اسی کے لائق ہیں، اور ہر چیز پر قدرت (تامہ) رکھتا ہے، ہم لوٹتے ہیں، توبہ ورجوع کرتے ہیں، بندگی کرتے، سجدے کرتے، اور اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ (فتح ونصرت کا) سچا کردیا، اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد فرمائی اور تمام لشکروں کو تنہا ہزیمت دی''۔

تشریح:

''قفل'' کسی بھی سفر سے واپس لوٹنے کے لئے قفل کا لفظ استعمال ہوتا ہے یہ لفظ غزوات میں زیادہ استعمال ہوتا ہے جیسے قفلة كغزوة ''من الجيوش '' یہ جیش کی جمع ہے لشکر کو کہتے ہیں ''والسرايا'' یہ سریہ کی جمع ہے جس جہاد میں آنحضرت نے صحابہ کو بھیجا اور خود نہیں گئے اس کو سریہ کہتے ہیں اور جس میں آپ خود گئے ہوں اس کو غزوہ کہتے ہیں یہاں سریہ کا اطلاق چھوٹے لشکر پر ہوا ہے کیونکہ اگر حضور اکرم نہیں گئے تو واپسی کا کیا مطلب اور دعا پڑھنے کا کیا مطلب؟''ثنية '' گھاٹی کو کہتے ہیں جو پہاڑی راستوں میں ہوتی ہے''اوفی''بلند جگہ پر چڑھنے کو کہتے ہیں۔

''أَوْ فَدْفَدٍ''فا پر زبر ہے دال ساکن ہے دوسرا دال متحرک ہے، ہموار زمین میں جو بلند ٹیلہ ہوتا ہے اسی کو فدفد کہتے ہیں''وهزم الاحزاب وحده ''غزوۂ احزاب میں نصرت خداوندی کی طرف اشارہ ہے دس ہزار قریش نے اٹھائیس دن تک مدینہ کا محاصرہ کیا تھا پیچھے سے یہود نے بغاوت کی تھی ایک خطرناک صورت پیدا ہوگئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی ، ہوا آگئی اور کفار نامراد لوٹ کر چلے گئے آنحضرت نے اللہ کی اس خصوصی مدد پر زندگی بھر شکر ادا کیا ہے اس جملہ میں اسی کا اظہار ہے''عبده'' سے نبی مکرم کی ذات اقدس مراد ہے۔

۳۲۷۷۔وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. بِمِثْلِهِ إِلَّا حَدِيثَ أَيُّوبَ فَإِنَّ فِيهِ التَّكْبِيرَ مَرَّتَيْنِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے یہی سابقہ حدیث کی طرح روایت فرماتے ہیں البتہ اس روایت ایوب

میں (تین مرتبہ تکبیر کے بجائے) دو مرتبہ تکبیر کا تذکرہ ہے۔

۳۲۷۸۔ **وَحَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: قَالَ: أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَأَبُو طَلْحَةَ. وَصَفِيَّةُ رَدِيفَتُهُ عَلَى نَاقَتِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ قَالَ: آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذَلِكَ حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم اور ابوطلحہؓ، نبی ﷺ کے ہمراہ واپس آئے اور ام المؤمنین صفیہؓ آپ ﷺ کی اونٹنی پر آپ کے پیچھے سوار تھیں، جب ہم مدینہ منورہ کی پشت پر پہنچ گئے تو آپ نے یہ کلمات فرمائے: آئبون تائبون سے حامدون تک۔ اور مدینہ پہنچنے تک یہی کلمات کہتے رہے۔

۳۲۷۹۔ **وَحَدَّثَنَا** حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل کی ہے۔

باب التعريس بذى الحليفة اذا صدر من الحج

حج سے واپس لوٹنے پر ذوالحلیفہ میں رات گزارنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۸۰۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلَّى بِهَا. وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی الحلیفہ کے بطحاء میں اونٹ کو بٹھایا اور وہاں نماز پڑھی۔ (روای کہتے ہیں کہ) چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تشریح:

"اناخ" باب افعال سے اونٹ بٹھانے اور خود اترنے کے معنی میں ہے "ینیخ" اسی سے ہے "بالبطحاء" سنگریزوں پر مشتمل ہموار زمین کو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ باریک ریت کو کہتے ہیں جو سیلاب کی وجہ سے زمین پر پھیل جاتی ہے یہ بطحاء مدینہ کے قریب ذوالحلیفہ کے مقام پر ایک جگہ کا نام ہے جس کا ایک حصہ وادی عقیق میں جا لگتا ہے یہ ایک مبارک مقام ہے جس طرح اگلی روایت میں "اتی" کا لفظ ہے کہ حضور نے خواب دیکھا مکہ مکرمہ میں بھی بطحاء ایک مقام ہے جو جنت المعلاۃ کے پاس سے بیت اللہ تک ہے وہ اور جگہ ہے

۳۲۸۱۔ **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ:

حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُنِيخُ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُنِيخُ بِهَا وَيُصَلِّي بِهَا.

حضرت نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ ذی الحلیفہ کے بطحاء (سنگلاخ پتھریلی زمین) میں اونٹ کو بٹھاتے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کو بٹھایا تھا اور وہاں نماز پڑھتے تھے۔

۳۲۸۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي أَبَا ضَمْرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ يُنِيخُ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

حضرت نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ سے واپس ہوتے تو ذی الحلیفہ کے بطحاء میں وہیں اونٹ کو بٹھاتے جہاں رسول اللہ ﷺ بٹھایا کرتے تھے (اتباع سنت کے کمال کے حصول کے لئے)۔

۳۲۸۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أُتِيَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ.

حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد (ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخر شب میں ذوالحلیفہ میں اترے آپ سے کہا گیا کہ "آپ بے شک بطحاء مبارک میں ہیں"۔

۳۲۸۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَاللَّفْظُ لِسُرَيْجٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي فَقِيلَ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. قَالَ: مُوسَى وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُنِيخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَسَطًا مِنْ ذَلِكَ.

حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ آخر شب میں ذی الحلیفہ کی وادی کے درمیان اترے ہوئے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ: بے شک آپ بطحاء مبارک میں ہیں۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضرت سالمؒ نے بھی ہمارے ہمراہ اسی جگہ اونٹ کو بٹھایا جہاں ان کے والد عبداللہ بھی اونٹ کو بٹھا کر نماز پڑھتے تھے اس جستجو میں کہ رسول اللہ ﷺ کے آخر شب میں اترنے کی جگہ پر وہ بھی اترے۔ اور وہ مقام وادی کے درمیان موجود مسجد سے نیچے اور مسجد اور اس کے قبلے کے درمیان واقع ہے۔

باب لايحج بالبيت مشرك ولايطوف بالبيت عريان وبيان الحج الاكبر

مشرک حج کو نہ آئے اور نہ ننگا بیت اللہ کا طواف کرے اور حج اکبر کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو نقل کیا ہے

۳۲۸۵۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُونَ فِي النَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَقُولُ يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ. مِنْ أَجْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس حج میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحج بنایا تھا اس میں حج سے پہلے صدیق اکبرؓ نے مجھے ایک جماعت کیساتھ بھیجا جو یوم النحر کو لوگوں میں یہ اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا اور نہ ہی آیندہ بیت اللہ کا عریاناً طواف کیا جاسکتا ہے (جیسا کہ اہل جاہلیت کا زمانہ جاہلیت میں دستور تھا)۔ حضرت ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ حمید بن عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے کہ یوم النحر کا دن ہی حج اکبر کا دن ہے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کی وجہ سے۔

تشریح:

"امرہ" یعنی نبی اکرم ﷺ نے حج فرض ہونے کے پہلے سال ۹ ھ میں حضرت ابوبکر کو امیر بنا کر حج کے لئے روانہ کیا بعد میں حضرت علی کو بھیجا حضرت صدیق نے پوچھا کہ کیا آپ کو نبی اکرم ﷺ نے میری جگہ امیر بنادیا ہے حضرت علی نے فرمایا نہیں مجھے صرف چند اعلانات کرنے کے لئے بھیجا ہے کیونکہ وہ ایسے اعلانات ہیں کہ عرب معاشرہ میں یا خود صاحب واقعہ اس کے توڑنے جوڑنے کا فیصلہ کرسکتا ہے یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ایسا کرسکتا ہے اگر حضرت ابوبکر صدیق یہ اعلانات کرتے تو عرب معاشرہ میں اس کا کوئی اعتبار نہ تھا اس لئے حضرت علی کو آنحضرت نے بعد میں بھیجا۔ شیعہ روافض صدیق اکبر پر طعن کرتے ہیں کہ وہ امارت وقیادت کے اہل نہیں تھے اس لئے حضرت علی کو بھیجا یہ روافض کی جہالت اور عداوت ہے حضرت ابوہریرہ کو صدیق اکبر نے ان اعلانات کے لئے روانہ کردیا جو وہ کرسکتے تھے چنانچہ عام اعلان ہوا کہ آج کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرسکتا ہے اور نہ زمین حرم میں قدم رکھ سکتا ہے اور نہ کوئی مشرک ننگا طواف کرسکتا

''یوم الحج الاکبر'' اس میں بہت زیادہ بحث ہے کہ حج اکبر کس دن کا نام ہے۔ اس حدیث کے تفصیلی الفاظ میں الحج الاکبر کا لفظ آیا ہے اسی لئے ابن شہاب نے اس کی نشاندھی کی ہے۔

۱۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ حج اکبر سے ذوالحجہ بقرعید کا دن مراد ہے کیونکہ اس دن حج کے تمام بڑے افعال مکمل ہو جاتے ہیں نیز ''واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر'' کا اعلان دس ذوالحجہ کو ہوا تھا اور اسی دن کو حج اکبر کہا گیا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جمرات کے پاس عید کے دن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ھذا یوم الحج الاکبر''

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ کو کہا گیا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے یوم عرفہ کو حج قرار دیا ''الحج العرفة'' لہذا اس کے مقابلہ میں عمرہ حج اصغر ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حجۃ الوداع کو حج اکبر کہا گیا ہے کیونکہ اس دن مسلمانوں کی طرح تمام ادیان کے پیروکاروں کی عیدیں تھیں

۴۔ چوتھا قول یہ ہے کہ حجۃ الوداع کو اس لئے حج اکبر کہا گیا کہ اس دن اسلام کو مکمل طور پر شوکت حاصل ہوگئی تھی۔ اور کافر ذلیل ہوگئے تھے۔

۵۔ یا اس لئے اس کو حج اکبر کہا گیا کہ یہ خود نبی اکرم ﷺ کا حج تھا۔

۶۔ یا اس لئے اس کو حج اکبر کہا گیا کہ یہ حج جمعہ کے دن واقع تھا اور عوام کے ہاں مشہور یہی ہے کہ جب عرفہ کا دن اور جمعہ کا دن دونوں اکٹھے ہو جائیں تو یہی حج اکبر ہوتا ہے۔

باب فضل یوم عرفه

یوم عرفہ کی فضیلت کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو نقل کیا ہے

٣٢٨٦ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ يُوسُفَ يَقُولُ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللَّهُ فِيهِ عَبْداً مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلاَئِكَةَ فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هَؤُلاَءِ.

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ عزوجل عرفہ سے زیادہ اپنے بندوں کو جہنم کی آگ سے آزاد فرماتے ہوں۔ اور حق تعالیٰ اس روز بندوں سے بہت قریب ہوتے ہیں (یا زریؒ نے فرمایا کہ اس کے قریب ہونے سے مراد اس کی رحمت ومغفرت کا قریب ہونا ہے) پھر حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ذریعہ ملائکہ پر فخر فرماتے ہوئے بطور فخر

ارشاد فرماتے ہیں یہ سب کس کے لئے جمع ہوئے ہیں؟

تشریح:

"لیدنوا" یعنی اللہ تعالیٰ عرفات کے میدان کے دن حجاج کرام کے قریب ہوجاتے ہیں یہ متشابہ الفاظ ہیں "مایلیق بشانه" کے ساتھ اس کی توجیہ کی جاتی ہے "ثم یباهی" یہ مباہات سے ہے فخر کرنے کے معنیٰ میں ہے "بهم" یعنی اہل عرفہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر جتلاتے ہیں کہ دیکھو تم کہتے تھے کہ انسان کو پیدا نہ کرو اب یہ میرے سامنے کیسے گڑگڑا رہے ہیں۔

"ما اراد هولاء" یعنی یہ لوگ میری رضا کے سوا کچھ نہیں چاہتے ہیں ان کی بیشمار مجبوریاں ہیں لیکن سب کو چھوڑ کر یہ لوگ صرف مغفرت اور میری رضا اور قربت کو تلاش کرتے ہیں اے فرشتو! تم خود سمجھ لو کہ ان کا درجہ تم پر کتنا بلند و بالا ہوگا، ایک حدیث میں ہے کہ عرفات کے میدان میں سب سے زیادہ گناہ گار وہ شخص ہوتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ آج میرے رب نے مجھے معاف نہیں کیا ہے

باب فضل الحج والعمرة

حج اور عمرہ کی فضیلت

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۸۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے وقت کے گناہوں کا کفارہ ہے اور مقبول و مبرور حج کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں ہے"۔

تشریح:

"کفارة لما بینهما" یعنی ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک درمیان میں جتنے صغائر گناہ ہوتے ہیں سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور کبائر کمزور پڑ جاتے ہیں اگر توبہ کیا تو کبائر بھی معاف ہوجاتے ہیں "الحج المبرور" جس حج میں فسق و فجور اور جنگ و جدال نہ ہو وہ حج مبرور ہوتا ہے اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ حج کے بعد حاجی کی حالت دین اور دنیا کے اعتبار سے اچھی ہوجاتی ہے۔ "الا الجنة" اس سے معلوم ہوا کہ حج سے صغائر و کبائر قدیم و جدید سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں بعض علماء کا یہی موقف ہے علامہ طیبی نے اس پر خوب دلائل دیئے ہیں کتاب الایمان میں اس پر کلام ہوچکا ہے۔

۳۲۸۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ جَمِيعاً عَنْ سُفْيَانَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ.

اس سند (سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ... ابوکریب، وکیع، محمد بن مثنی، عبدالرحمٰن، سفیان اور ابی صالح) کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے حضرت مالک بن انسؓ والی حدیث کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

۳۲۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَتَى هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو اس بیت اللہ کو آئے (حج وعمرہ کے لئے) پس وہ نہ شہوت کے تقاضوں کی تکمیل کرے نہ فسق وفجور کی باتیں کرے تو وہ ایسا (پاک ہوکر) واپس لوٹتا ہے گویا اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا''۔

تشریح:

''فلم یرفث'' رفث عورتوں کے سامنے عورتوں کے محاسن بیان کرنے کا نام ہے نصر ضرب اور سمع سے ہے ''لم یفسق'' فسق وفجور اور معصیت کو کہتے ہیں یہ نصر ینصر سے ہے اصل میں خروج عن الطاعۃ کا نام ہے۔ ''رجع'' یعنی حج سے جب لوٹ آئے گا تو گناہوں سے ایسا پاک ہوگا گویا کہ ابھی ابھی ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاک ہوکر آیا ہے ان شرائط میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے ﴿فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج﴾ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج سے صغائر اور کبائر سب معاف ہوجاتے ہیں علامہ طیبیؒ اسی پر زور دیتے ہیں اور ''الحج یھدم ما کان قبلہ'' اس پر دال ہے ان احادیث سے عمرہ کی کثرت کی ترغیب بھی معلوم ہوتی ہے اور کثرت عمرہ کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے امام مالک سال میں ایک سے زیادہ عمروں کو مکروہ کہتے ہیں۔

۳۲۹۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ وَأَبِي الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعاً مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ.

حضرت سعید بن منصور سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔ اور ان ساری روایتوں

میں یہ ہے کہ جس آدمی نے حج کیا اور پھر نہ تو کوئی بیہودہ باتیں کیں اور نہ ہی کوئی گناہ کا کام کیا۔

۳۲۹۱۔ **حَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

اس سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت نقل فرمائی ہے

باب توريث دور مكة المكرمة

مکہ مکرمہ کے گھروں کے وارث بننے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۹۲۔ **حَدَّثَنِي** أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَخْبَرَهُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ: وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُورٍ. وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ مکہ میں اپنے (آبائی) گھر میں نزول فرمائیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟ حقیقت اس کی یہ ہے کہ عقیل اور طالب (جو ابو طالب کے بیٹے تھے) ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفرؓ اور حضرت علیؓ ان کے وارث نہ ہوئے تھے، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے جب کہ عقیل اور طالب دونوں کافر تھے (اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا)۔

تشریح:

"اتنزل فی دارک بمکة" فتح مکہ یا حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت اسامہؓ نے آنحضرت سے یہ سوال کیا کہ آپ مکہ میں اپنے گھر میں اتر کر قیام کریں گے؟ آنحضرت نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارا کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟ صحابہ کرام نے جب مکہ سے ہجرت کی تو پیچھے لوگوں نے ان کے گھروں کو قبضہ میں لے لیا بنو مطلب کے گھروں پر عقیل نے قبضہ جما لیا اور ایک ایک کو فروخت کر کے پیسہ چبا لیا آنحضرت کا مکہ میں پہلے سے کوئی ذاتی مکان نہیں تھا آپ ابو طالب کے مکان میں رہتے تھے آپ کی طرف مکان کی نسبت ادنیٰ تعلق کی وجہ سے تھی کیونکہ آپ اس میں رہ رہے تھے اب یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ مکہ مکرمہ کی زمین اور مکانات کی حیثیت کیا ہے آیا اس کو میراث میں لیکر خریدنا بیچنا جائز ہے یا نہیں لیکن اس سے قبل یہ مسئلہ معلوم کرنا چاہئے کہ آیا مکہ عنوۃ غلبۃ قہراً فتح ہوا تھا یا صلحاً اور معاہدۃً فتح ہوا تھا تو امام شافعی

"فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ ایک صلح کے تحت ہاتھ میں آ گیا تھا لہذا ان کے مکانات اور زمین انہیں لوگوں کے ہاتھ میں رہے گی جو پہلے سے ان کے مالک تھے اس لئے اس کا خریدنا بیچنا اور کرایہ پر دینا لینا سب جائز ہے۔

امام مالک امام ابوحنیفہ اور اوزاعی شام اور جمہور کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ بزور شمشیر فتح ہو گیا تھا اور اس کی زمین سرکاری ہو گئی تھی اور آنحضرت نے اس کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا تھا تو یہ وقفی زمین ہے اس کا خریدنا بیچنا اور کرایہ پر دینا یا دیگر تصرفات کرنا جائز نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے احناف کا ایک قول اس طرح ہے کہ زمین کا بیچنا مکروہ ہے مگر مکانات کا کرایہ پر دینا جائز ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ زمین کا بیچنا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ بتایا جاتا ہے۔ بہر حال ابوسفیان کیساتھ مر الظھران میں آنحضرت کے مذاکرات ہوئے تھے اور آنحضرت نے اہل مکہ کو امن بھی دیا تھا لیکن اہل مکہ کے ایک بڑے طبقے نے امن کو نظر انداز کیا اور جنگ پر اتر آئے مقابلے میں حضرت خالد نے زبردست جنگ لڑی عکرمہ اور کفار قریش نے شکست کھائی مکہ کے تقریباً چوبیس آدمی مارے گئے اور چھ مسلمان شہید ہو گئے تو مکہ یقیناً قہراً فتح ہوا تھا اور چونکہ یہ مرکز اسلام ہے اور اس میں خانۂ خدا ہے اس لئے اس کی زمین وقف کے طور پر جوں کی توں چھوڑ دی گئی تاکہ تمام اطراف سے حجاج آ کر اس وقفی زمین میں عارضی قیام کریں اور واپس جائیں یہ خطہ فری پورٹ ہے اس کا کرایہ پر دینا یا بیچنا جائز نہیں ہے۔ ائمہ احناف اور مالکیہ جمہور کا فتویٰ بہت ہی عمدہ فتویٰ ہے کاش اس پر عمل ہوتا تو حج بالکل سستا رہتا۔ امام ابوحنیفہ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ مکہ میں مستقل سکونت نہ کرو بس حج وعمرہ کرو اور جلدی واپس جاؤ تاکہ بیت اللہ کی عظمت دلوں میں برقرار رہو۔ شوافع نے مکہ کے فتح کو صلحاً قرار دیا اس لئے زمین ومکانات لوگوں کے مملوک رہے تو خرید وفروخت اور کرایہ جائز ہے آج کل مسلمانوں نے مکہ کی سرزمین تجارت اور دنیا کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے حج کا عمل بھی تجارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے تو حج بے انتہا مہنگا ہو گیا" وذالک زمن الفتح "اس سے پہلے گزرا ہے کہ وذلک فی حجتہ تو اس میں تعارض ہے تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت اسامہ نے یہ سوال حجۃ الوداع اور فتح مکہ دونوں کے موقع پر کیا ہو۔

۳۲۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعاً عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ مِهْرَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَداً وَذَلِكَ فِي حَجَّتِهِ حِينَ دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ. فَقَالَ: وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلاً.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے زمانہ میں جب وہ حج کے سلسلہ میں مکہ کے قریب تھے عرض کیا یا رسول اللہ! کل آپ کہاں نزول فرمائیں گے؟ فرمایا کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی منزل یا ٹھکانہ چھوڑا بھی ہے؟

۳۲۹٤۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَزَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ

قالا حدثنا ابن شهاب عن علي بن حسين عن عمرو بن عثمان عن أسامة بن زيد أنه قال: يا رسول الله أين تنزل غدا إن شاء الله وذلك زمن الفتح. قال: وهل ترك لنا عقيل من منزل.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر اللہ نے چاہا کل آپ ﷺ کہاں اتریں گے؟ اور یہ فتح مکہ کا زمانہ تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

باب لایقیم المهاجر بمكة بعد قضاء الحج الا ثلاثا

مہاجر حج کے بعد مکہ میں صرف تین دن ٹھہر سکتا ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۲۹۵۔ **حدثنا** عبد الله بن مسلمة بن قعنب حدثنا سليمان يعني ابن بلال عن عبد الرحمن بن حميد أنه سمع عمر بن عبد العزيز يسأل السائب بن يزيد يقول هل سمعت في الإقامة بمكة شيئا فقال: السائب سمعت العلاء بن الحضرمي يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول للمهاجر إقامة ثلاث بعد الصدر بمكة كأنه يقول لا يزيد عليها.

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ نے مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کرنے کے بارے میں کچھ سنا ہے حضرت سائب نے فرمایا کہ میں نے حضرت علاء بن الحضرمی سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مہاجر کے لئے حج سے مکہ مکرمہ واپسی کے بعد تین دن وہاں کی اقامت ہے''۔ گویا آپ ﷺ یہ فرمارہے تھے کہ وہ اس سے زائد نہ رہے۔

تشریح:

"اقامۃ ثلاث ''یعنی منیٰ سے جب مہاجرین میں سے کوئی لوٹ کر مکہ آجائے تو آنحضرت نے فرمایا کہ وہ مہاجر مکہ میں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا ہے کیونکہ مہاجرین نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور نبی مکرم کی اطاعت کے لئے ایک شہر کو چھوڑ کر ہجرت کرلی اب وہ کسی نیت پر مکہ میں قیام نہیں کرسکتے ہیں صرف واپسی کی تیاری کے لئے تین دن ٹھہر جائیں اور پھر مدینہ جائیں تاکہ ان کی ہجرت کا عظیم ثواب ضائع نہ ہو جائے چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ مکہ میں کسی پکے مکان میں نہیں ٹھہرے اور نہ تین دن سے زیادہ قیام کیا بس ایک زمین اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ دی تو پھر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی ''بعد الصدر ''یعنی منیٰ سے واپس مکہ آنے کو الصدر کہتے ہیں۔

۳۲۹۶۔ **حدثنا** يحيى بن يحيى أخبرنا سفيان بن عيينة عن عبد الرحمن بن حميد قال: سمعت عمر بن

عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُولُ لِجُلَسَائِهِ مَا سَمِعْتُمْ فِي سُكْنَى مَكَّةَ فَقَالَ: السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ أَوْ قَالَ: الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُقِيمُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثاً.

حضرت عبدالرحمن بن حمید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنے اہل مجلس سے یہ فرماتے سنا کہ: کیا تم نے مکہ کی سکونت کے بارے میں کچھ سن رکھا ہے؟ تو حضرت سائب بن یزید نے فرمایا: میں نے حضرت علاء بن الحضرمی سے سنا فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مہاجر مناسک حج سے فراغت کے بعد تین دن تک مکہ میں اقامت رکھ سکتا ہے''۔

۳۲۹۷۔وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعاً عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ فَقَالَ: السَّائِبُ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ثَلَاثُ لَيَالٍ يَمْكُثُهُنَّ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ الصَّدَرِ

حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا: آپ فرماتے ہیں: منیٰ سے واپسی پر مہاجر تین رات تک مکہ مکرمہ ٹھہر سکتا ہے۔

۳۲۹۸۔وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَمْلَاهُ عَلَيْنَا إِمْلَاءً أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ أَخْبَرَهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مُكْثُ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثٌ.

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ خبر دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مہاجر تین (دن) ٹھہر سکتا ہے۔

۳۲۹۹۔وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت ابن جریج سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت (مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مہاجر تین دن تک ٹھہر سکتا ہے) کی طرح منقول ہے۔

باب تحريم مكة المكرمة

مکہ مکرمہ کا احترام

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۰۰۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ

عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ یوم الفتح فتح مکۃ لا ھجرۃ ولکن جھاد ونیۃ وإذا استنفرتم فانفروا وقال یوم الفتح فتح مکۃ إن ھذا البلد حرمہ اللہ یوم خلق السموات والأرض فھو حرام بحرمۃ اللہ إلی یوم القیامۃ وإنہ لم یحل القتال فیہ لأحد قبلی ولم یحل لی إلا ساعۃ من نھار فھو حرام بحرمۃ اللہ إلی یوم القیامۃ لا یعضد شوکہ ولا ینفر صیدہ ولا یلتقط إلا من عرفھا ولا یختلی خلاھا ۔ فقال العباس یا رسول اللہ إلا الإذخر فإنہ لقینھم ولبیوتھم ۔ فقال: إلا الإذخر ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا: ”فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی (یعنی ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا کیونکہ ہجرت کا سبب جو ایذاء کفار تھا وہ بھی باقی نہیں رہا) البتہ جہاد اور نیت (ہجرت پر اجر) باقی ہے۔ اور جب تمہیں نکالا جائے جہاد کے لئے تو نکل چلا کرو“۔ اسی طرح فتح مکہ کے روز یہ بھی ارشاد فرمایا: ”بے شک یہ شہر اللہ تعالیٰ نے محترم و معزز بنا دیا تھا تخلیق سماوات و کرہ ارض کے دن ہے، چنانچہ یہ بلد حرام (محترم) ہے اللہ کی عطا کی ہوئی حرمت کے ساتھ قیامت کے روز تک اور بے شک اس بلد حرام میں کسی کے لئے بھی مجھ سے پہلے قتال جائز نہیں ہوا اور نہ میرے لئے سوائے دن کی چند ساعتوں میں۔ اور یہ قیامت کے دن تک اللہ کی عطا کی ہوئی حرمت کے ساتھ محترم ہے، نہ تو اس کے کانٹے کاٹے جائیں، نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے نہ ہی اس شہر میں گری پڑی چیزوں کو اٹھایا جائے الا یہ کہ وہ اس کی تشہیر کرے (کہ یہ کس کی ہے) اور نہ ہی اس کی گھاس کاٹی جائے“۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! سوائے اذخر کے (یعنی اذخر جو ایک خاص قسم کی خوشبودار گھاس ہے اسے اس حکم عدم قطع سے مستثنیٰ کر دیجئے) کیونکہ وہ لوہاروں اور ڈھلائی کرنے والوں اور گھروں میں کام آتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: سوائے اذخر کے (یعنی اس گھاس کی اجازت ہے)

تشریح:

”لا ھجرۃ بعد الفتح“ یعنی فتح مکہ کے بعد وہ ہجرت باقی نہیں رہی جو مکہ سے مدینہ کی طرف فرض ہجرت تھی اس لئے کہ اب مکہ فتح ہو گیا اور دار اسلام بن گیا تو اب یہ مخصوص ہجرت ختم ہوگئی البتہ عام ہجرت تو قیامت تک جاری رہے گی ہجرت چونکہ جہاد کے لئے پیش خیمہ ہوتی ہے اس لئے یہ وہم پیدا ہو گیا کہ جہاد بھی ختم ہو گیا اس لئے آنحضرت نے بطور استدراک فرمایا کہ ”لکن جھاد ونیۃ“ یعنی جہاد باقی ہے اور جہاد کی نیت باقی ہے اسی طرح اچھے اعمال کی نیت باقی ہے جہاد کی نیت اس طرح کہ مثلاً وقتی طور پر کسی جگہ جہاد موقوف ہو گیا تو مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دل و دماغ میں یہ جذبہ اور نیت رکھے کہ جب بھی جہاد کا میدان قائم ہو گیا میں جہاد کے لئے نکلوں گا۔ ”واذا استنفرتم“ یعنی جب بادشاہ کی طرف سے نفیر عام ہو جائے تو بلا چوں و چرا جہاد کے لئے نکلا کرو ”فھو حرام“ یہ شہر قابل احترام ہے

اس میں کسی معصیت کا ارتکاب کرنا حرام ہے تو حرم شریف کو دو وجہوں سے حرم کہتے ہیں ایک یہ کہ یہ قابل احترام ہے دوسرا یہ کہ اس میں معصیت کا ارتکاب حرام ہے۔

"لا یعضد شوکھا" "عضد یعضد نصر ینصر سے کاٹنے کے معنی میں ہے یہ مجہول کا صیغہ ہے ای لا یقطع شوکہ" "ولا ینفر" باب تفعیل سے تنفیر بھگانے ہٹانے اور اڑانے کو کہتے ہیں مثلاً ایک ہرن درخت کے نیچے سائے میں بیٹھا ہے کوئی شخص جا کر اس کو بھگائے اور وہاں خود بیٹھ جائے یہ نا جائز ہے اىْ لَايُصَاحُ عَلَيْهِ وَلَايُزْعَجُ عَنْ مَوْضِعِهِ وَلَايُطْرَدُ۔

"ولا یلتقط لقطتہ" "التقاط چگنے اور چننے اور اٹھانے کے معنی میں ہے یعنی حرم کی گری پڑی چیز کو جس کو لقطہ کہتے ہیں اس کو نہیں اٹھایا جائے گا ہاں جو شخص تشہیر و تعریف کے لئے اٹھائے تو وہ جائز ہے "منشد" "تشہیر و تعریف کرنے والے کو کہتے ہیں منشد اور معرف ایک ہی چیز ہے تشہیر کرنے والا اور گمشدہ چیز کا اعلان کرنے والا کہے کہ یہ چیز کس کی ہے یہ حکم لقطۂ حرم کے ساتھ خاص ہے غیر حرم کا نہیں ہے۔" ولا یختلی خلاھا" "مجہول کا صیغہ ہے جو اختلاء سے ہے کاٹنے کو کہتے ہیں "خلاھا" "تر گھاس کو کہتے ہیں جب سوکھ جائے تو اس کو الحشیش اور الھیشم کہتے ہیں اور الکلا دونوں پر بولا جاتا ہے۔" "الا الاذخر" "یہ ایک قسم کی گھاس ہے جو پہاڑوں میں ہوتی ہے یہ قبروں میں اور مسجدوں میں بچھائی جاتی ہے اور لوہاروں کے کام آتی ہے پشتو میں اس کو "سرگڑے" کہتے ہیں ہمارے علاقے میں "بروزہ" کہتے ہیں اسی کی ایک عمدہ قسم ہے۔ حضرت عباس نے اس کو خودرو گھاس کے استعمال کی اجازت مانگی تو آنحضرت نے اجازت دیدی لوہار لوگ اس کو کوئلہ پر رکھتے ہیں اور چقماق سے آگ کے شعلے اس گھاس پر چھوڑتے ہیں جس سے آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ حرم میں خودرو گھاس کاٹنا منع ہے کسی نے باغ بنایا تو اس کا کاٹنا منع نہیں ہے احناف کے نزدیک اس کی جزا قیمت لگا کر دینا پڑتا ہے شوافع کے ہاں جانور کا فدیہ دینا ہوگا بڑا درخت ہے تو بڑا جانور چھوٹا درخت ہے تو چھوٹا جانور ہوگا۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ اس حدیث میں تحریم بیت اللہ اور تحریم مکہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روز اول سے اس کو واجب احترام بنایا ہے اور دیگر احادیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا ہے یہ واضح تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اصل حقیقت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے روز اول سے واجب احترام بنایا تھا مگر یہ تقدس و احترام پوشیدہ تھا حضرت ابراہیمؑ نے اس حرمت و احترام اور تقدس کو ظاہر کیا تو دونوں نسبتیں جائز ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں مکہ کا احترام لکھا تھا تو روز اول سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا کہ اس زمین کو حرمت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے قابل احترام بنایا ہے اور پھر آخری دور میں حضرت ابراہیم نے اس کو واجب الاحترام قرار دیا ہے۔

۳۳۰۱۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ عَنْ مَنْصُورٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ. وَقَالَ: بَدَلَ الْقِتَالِ الْقَتْلَ. وَقَالَ: لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

منصور سے اسی سند کے ساتھ اسی طرح روایت منقول ہے۔ باقی اس حدیث میں آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے دن کا تذکرہ نہیں ہے اور ''قتال'' کے لفظ کی جگہ ''قتل'' کا لفظ ہے اور یلتقط الامن عرفھا کے الفاظ ہیں۔

۳۳۰۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ أَنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ.

حضرت ابوشریح العدوی سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرو بن سعید سے جب وہ مکہ مکرمہ کو لشکر بھیج رہا تھا کہا کہ اے امیر! مجھے ایک حدیث بیان کرنے کی اجازت دیجئے جو نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کی اگلی صبح کو بیان کی تھی اور میرے کانوں نے اسے سنا، میرے قلب نے اسے محفوظ رکھا اور جب آپ ﷺ گفتگو کر رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں آپ نے اللہ کی تعریف اور حمد وثناء بیان فرمائی پھر ارشاد فرمایا: ''بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا بنایا ہے لوگوں نے نہیں، لہذا کسی شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ اس بلد حرام میں خون ریزی کرے، نہ ہی کوئی اس کے درختوں کو اکھاڑے، اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے قتال کو جواز بنائے (اس شہر میں قتال وجدال کے لئے) تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اجازت عطا فرمائی تھی اور تمہیں اس نے اجازت نہیں دی اور میرے لئے بھی جو اجازت تھی وہ صرف دن کی چند ساعتوں تک کے لئے تھی اور بے شک آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی ہے جیسے کہ کل تھی، اور چاہئے کہ یہاں موجود افراد، یہاں سے غائب لوگوں تک یہ باتیں پہنچادیں''۔ حضرت ابوشریح سے کہا گیا (جب آپ ﷺ نے یہ حدیث عمرو بن سعید سے بیان کی) تو عمرو بن سعید نے کیا کہا؟ فرمایا کہ اس نے کہا میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں یہ حدیث اے ابوشریح! بے شک حرم، پناہ گاہ نہیں ہے کسی نافرمان، خون ناحق کر کے بھاگنے والے اور تخریب وفساد کر کے بھاگنے والے کی یہ گویا ابن زبیرؓ کو کہا کہ وہ نافرمان یا قتل وتخریب کے مفرور ہیں نعوذ باللہ۔

تشریح:

یزید کی فوجوں نے مکہ میں جنگ کی

''ابوشریح العدوی''ان کا نام خویلد بن عمرو ہے شان والے صحابی ہیں فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

''عمرو بن سعید''ملاعلی قاری شیخ عبدالحق مظاہر حق اور دیگر شارحین نے عمرو بن سعید کو عبدالملک بن مروان کی طرف سے مدینہ کا گورنر بتایا ہے لیکن شارحین نے لکھا ہے کہ عمرو بن سعید یزید بن معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا حضرت اقدس محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ نے بھی ہمیں بخاری شریف کے درس میں بتایا تھا کہ عمرو بن سعید یزید کا گورنر تھا اور یہ بات سمجھنے کے لحاظ سے زیادہ قابل فہم ہے کیونکہ مدینہ سے پہلی دفعہ مکہ پر چڑھائی کے لئے یزید کی افواج آئی تھیں، یزید کے مرنے کے بعد مروان بن الحکم کی حکومت آئی ہے اور اس کے بعد عبدالملک بن مروان کی حکومت آئی اس وقت حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر کے خلاف فوجیں روانہ کیں اور ان کو شہید کیا اس کی تفصیلات کتاب الفتن میں انشاء اللہ آجائیں گی۔ مجھے تعجب ہے کہ ملاعلی قاری شیخ عبدالحق اور اس کے بعد تمام شارحین اس بڑی غلطی کا شکار کیسے ہوئے میں نے حضرت مفتی نظام الدین شہیدؒ کی تقریر بخاری میں دیکھا تو وہاں صحیح لکھا تھا پھر فتح الباری میں ابن حجرؒ کی مندرجہ ذیل عبارت دیکھی تو دل خوش ہوا وہ فرماتے ہیں.........

''ای یرسل الجیوش الی مکة لقتال ابن الزبیر لکونه امتنع من مبایعة یزید بن معاویة واعتصم بالحرم وکان عمرو بن سعید والی یزید علی المدینة والقصة مشهورة''(فتح الباری)

اب اس حدیث کا تھوڑا سا پس منظر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسین نے خلافت سے دست برداری کا اعلان فرمایا تو حضرت معاویہ پوری امت کے خلیفہ بن گئے آپ نے بحسن وخوبی اسلام کی خدمت کی اور اسلامی سلطنت کو وسیع تر کردیا آپ نے وفات سے کچھ پہلے اپنے بیٹے یزید کو اس لئے ولی عہد بنایا کہ پہلے کی طرح مسلمانوں میں خلافت کے مسئلہ پر نزاع پیدا نہ ہو آپ نے یزید کو بلاکر مستقبل کے بارہ میں عجیب مدبرانہ مشورہ دیا فرمایا کہ تیری حکومت کے خلاف چار آدمی اٹھیں گے ایک محمد بن ابی بکر ہے لیکن شاید اس کی عمر وفا نہ کرے اس لئے خطرہ نہیں دوسرا عبداللہ بن عمر ہیں یہ صوفی اور عابد زاہد آدمی ہیں ان کا بھی خطرہ نہیں تیسرا حسینؓ ہیں یاد رکھو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہے ان کا نہایت احترام کرو چوتھا عبداللہ بن زبیر ہیں یہ انتہائی چالاک آدمی ہیں ان سے بچ کر رہنا۔

حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے اہل مدینہ سے بزور شمشیر بیعت لینا شروع کردیا محمد بن ابی بکر کی زندگی نے واقعی وفا نہ کی وہ مر

گئے حضرت ابن عمرؓ نے بھی خاموشی اختیار کی لیکن حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر مکہ کی طرف بغرض پناہ چلے گئے حضرت حسین کو اہل کوفہ کے اٹھارہ ہزار آدمیوں کے خطوط موصول ہوئے جس میں کوفہ آنے کی دعوت تھی باوجودیکہ اہل مشورہ نے حضرت حسینؓ کو جانے سے روکا لیکن وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں کربلا میں جو کچھ ہوا وہ ہوگیا۔ حضرت حسینؓ سے فارغ ہوکر یزید نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے مارنے کے لئے افواج بھیجنے کا حکم دیا مدینہ میں یزید کی طرف سے عمرو بن سعید گورنر تھا اس نے جب افواج روانہ کی تو حضرت ابو شریح صحابی نے ان کو پرزور انداز میں پرمغز تقریر کی اور سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کو اقتدار کا نشہ تھا اس نے غلط سلط باتیں کرکے صحابی کا مذاق اڑایا اور کہا میں تم سے زیادہ جانتا ہوں عبداللہ بن زبیر باغی ہے یزید خلیفہ ہے اس باغی کا مارنا حرم میں بھی جائز ہے کیونکہ حرم کسی قاتل یا ڈاکو کو پناہ نہیں دیتا ہے عمرو بن سعید کو اشدق یعنی منہ پھٹ کا لقب دیا گیا اسی طرح ان کو لطیم الشیطان بھی کہا گیا یعنی شیطان نے اس کو تھپڑ رسید کیا، یہ شخص نہ صحابی ہے اور نہ ان کو تابعی کا رتبہ ملا ہے حضرت ابو شریح انہیں کو نصیحت فرما رہے ہیں۔

"قام به" یہ قول کے معنی میں ہے ای قولا قال به۔ "الغد" یعنی فتح مکہ کے روز فرمایا "ترخص" یعنی اگر کوئی شخص مکہ میں لڑنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کو بنیاد بنا کر اپنی لڑائی کے لئے اجازت و رخصت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے "انا اعلم" کتنا نااہل ہے جو صحابی کے مقابلے میں اپنے آپ کو زیادہ عالم بتاتا ہے اور کام غلط کر رہا ہے یہی وطیرہ رہا ہے تمام اسلامی منافق حکمرانوں کا جو شراب پیتے ہوئے بھی اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ اور بہتر کہتے ہیں۔

"ولا فارا بدم" یعنی حرم اس شخص کو پناہ نہیں دیتا جو کسی کا خون کرکے اس کی طرف بھاگ آیا ہو۔ "بخربة" یعنی جنایت وقصور اور فساد کرکے اس میں پناہ لینے والے کو بھی پناہ نہیں دیتا، عمرو بن سعید نے یہاں صریح جھوٹ بولا ہے کیونکہ عبداللہ بن زبیر شان والے صحابی ہیں نہ معصیت کرنے والے تھے اور نہ خون وفساد کرنے والے تھے بلکہ یہ کام خود اس فاسق لطیم الشیطان کے تھے۔ "لا یعیذ عاصیا" اس جملہ سے فقہاء کرام کے درمیان ایک اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔

فقہاء کے اختلاف کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص حرم کے اندر قتل یا زخمی کرنے کی جنایت کرے تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ حرم میں اس شخص سے بدلہ لیا جائے گا اور اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر کوئی شخص حرم سے باہر جنایت کرکے اندر حرم میں آکر پناہ پکڑ لے تو اگر قتل انسان کے علاوہ جنایت ہو تو اتفاقاً قصاص لیا جائے گا اور اگر باہر قتل کرکے اندر آجائے اور حرم میں پناہ پکڑ لے تو اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس پر سزا نافذ کی جائے گی یا نہیں۔

فقہاء کا اختلاف

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حرم میں پناہ پکڑنے والے ایسے شخص کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص سے حرم میں قصاص نہیں لیا جاسکتا ہے۔ اور نہ اس کو حرم میں سزا دی جاسکتی ہے البتہ اس سے سوشل بائیکاٹ کیا جائے گا تا کہ وہ نکلنے پر خود مجبور ہو جائے اور نکل کر سزا کا سامنا کرے۔

دلائل

شوافعؒ اور مالکیہؒ نے زیر بحث ابوشریح کی روایت میں عمرو بن سعید کے قول سے استدلال کیا ہے کہ حرم کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا ہے۔ ان حضرات نے دوسرا استدلال ابن خطل کے واقعہ سے کیا ہے کہ ان کو بیت اللہ کے پردوں سے چپکا ہوا مارا گیا، یہ قصاص میں مارا گیا تھا کیونکہ یہ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور اس نے ایک مسلمان کو بھی قتل کیا تھا۔ اسی کے قصاص میں مارا گیا تھا۔

احناف اور حنابلہ نے ابوشریح کی روایت سے استدلال کیا ہے جس کے بعض طرق میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں "فلا یحل لامرء یؤمن باللہ والیوم الاخر لیسفک فیھا دما" اس سے معلوم ہوا کہ حرم میں کسی طرح قتل کرنا جائز نہیں ہے "ومن دخلہ کان امنا" سے بھی ان حضرات نے استدلال کیا ہے۔

جواب:

شوافع نے جو ایک فاسق فاجر شخص کے قول سے استدلال کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے اس پر ہم افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں اشدق لطیم الشیطان کے قول سے کیسے استدلال کیا گیا ہے۔ شوافع کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ابن خطل ارتداد کی پاداش میں قتل کیا گیا تھا قتل کی وجہ سے قصاص نہیں لیا گیا۔

۳۳۰۳۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعاً عَنِ الْوَلِيدِ قَالَ:زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ وَإِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَإِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُفْدَى وَإِمَّا أَنْ يُقْتَلَ .فَقَالَ:الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي قُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا.فَقَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا الْإِذْخِرَ .فَقَامَ أَبُو شَاهٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ:اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ.فَقَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ .قَالَ:الْوَلِيدُ فَقُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ:هَذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مکہ کی فتح نصیب فرمائی تو آپ

لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور پھر فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے مکہ سے فیل (اصحاب فیل) کو روک دیا اور اپنے رسول اور اہل ایمان کو اس پر سلطنت عطا فرمائی، اس میں لڑائی بے شک مجھ سے قبل کسی کے لئے جائز نہ تھی اور میرے لئے بھی دن کی ایک گھڑی میں حلال کی گئی، اور بے شک میرے بعد بھی کسی کے لئے حلال نہیں ہے، لہٰذا اس کے شکار کو بھگایا نہ جائے، اس کے کانٹوں کو توڑا نہ جائے، اس میں گری پڑی چیزوں کو اٹھایا نہ جائے الا یہ کہ کوئی اعلان کرنے (اور صاحب حق کو پہنچانے) کی نیت سے اٹھائے، جس شخص کا کوئی آدمی مارا جائے تو اسے دونوں اختیار ہیں، خواہ فدیہ وصول کرے اور خواہ قصاصاً قاتل کو قتل کر ڈالے''۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! اذخر گھاس کا استثناء فرما دیجئے کہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (ٹھیک ہے) سوائے اذخر کے اسی اثناء میں اہل یمن کا ایک شخص ابو شاہ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! (یہ باتیں) میرے لئے لکھوا دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابو شاہ کے لئے لکھ دو''۔ حضرت ولیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی سے پوچھا کہ ابو شاہ کا یہ قول کہ میرے لئے لکھ دو یا رسول اللہ! کا کیا مطلب ہے؟ اوزاعی نے کہا کہ اس سے مراد یہی ہے کہ وہ خطبہ جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ لکھ دیا جائے۔

۳۳۰٤۔ **حَدَّثَنِي** إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلاً مِنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ أَلاَ وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لأَحَدٍ قَبْلِي وَلَنْ تَحِلَّ لأَحَدٍ بَعْدِي أَلاَ وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ أَلاَ وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ لاَ يُخْبَطُ شَوْكُهَا وَلاَ يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلاَ يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا إِلاَّ مُنْشِدٌ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُعْطَى يَعْنِي الدِّيَةَ وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ. قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شَاهٍ فَقَالَ: اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ: اكْتُبُوا لأَبِي شَاهٍ. فَقَالَ: رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلاَّ الإِذْخِرَ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلاَّ الإِذْخِرَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو خزاعہ نے بنولیث کے ایک آدمی کو اپنے ایک مقتول کے عوض جسے انہوں نے (بنولیث نے) قتل کیا تھا فتح مکہ والے سال قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے اصحاب فیل کو روک دیا اور اپنے رسول و اہل ایمان کو اس پر حکومت عطا فرمائی، خبردار! مجھ سے قبل کسی کے لئے حرم مکہ میں قتال جائز نہیں تھا اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لئے جائز ہوگا، آگاہ رہو! میرے لئے بھی دن کے ایک متعین وقت میں حلال کیا گیا ہے اور وہ اب اس

وقت مجھ پر بھی حرام ہو چکا ہے۔لہذا اس کے کانٹوں کو کاٹا نہ جائے، اس کے خود رو درختوں کو کاٹا نہ جائے، اس میں گری پڑی چیزوں کو اٹھایا نہ جائے مگر یہ کہ کوئی اعلان کرنے کے لئے اٹھائے جس کا کوئی آدمی مارا گیا اسے دونوں طرح کا اختیار ہے یا تو اسے دیت دی جائے گی یا اس کے عوض مقتول کے ورثاء قصاص لیں گے"۔اسی اثناء میں اہل یمن کا ایک شخص آیا جسے "ابوشاہ" کہا جاتا تھا اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے لئے (یہ خطبہ اور سارے احکامات) لکھ دیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔قریش کے ایک شخص (حضرت عباس ؓ) نے فرمایا سوائے اذخر کے (یعنی آپ نے جو نباتات کے کاٹنے سے منع فرمایا ہے تو اس میں سے اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیجئے) کیونکہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں استعمال کرتے ہیں۔(نوویؒ نے فرمایا کہ قبر کی لحد کے درزوں کو بند کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے اور گھروں کی چھتوں میں استعمال کرتے تھے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ٹھیک ہے) سوائے اذخر کے۔

تشریح:

"رجلا من بنی لیث "یعنی خزاعہ نے فتح مکہ کے موقع پر بنولیث کا ایک آدمی قتل کیا اور اپنے مقتول کا بدلہ لیا جس کو کافی عرصہ پہلے بنولیث نے قتل کیا تھا اس حدیث میں یہ جو مذکورہ آدمی ہے اس کا نام جنیدب بن ادلع تھا اس نے بنوخزاعہ کے ایک بڑے بہادر آدمی کو پہلے مارا تھا سوتے میں جنیدب نے اس کو قتل کر دیا تھا۔فتح مکہ کا سبب چونکہ بنوخزاعہ بنے تھے جن پر بنوبکر نے حملہ کیا اور صلح حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا تو فتح مکہ کے دن خزاعہ کو اپنا بدلہ لینے کے لئے صرف ایک دن کا وقفہ دیا گیا تھا جنیدب فتح مکہ کے ایک دن بعد مکہ مکرمہ آ گیا اور ادھر ادھر دیکھا کہ امن ہے جا کر بیت اللہ کے ساتھ لپٹ گیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام خراش تھا آ گیا اور تلوار لہرا کر حملہ آور ہوا لوگ راستے سے ہٹ گئے تو اس شخص نے سیدھا جا کر جنیدب کے پیٹ میں تلوار گھونپ دی اور اس کو قتل کر دیا لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی آنحضرت سواری پر بیٹھ کر تشریف لائے اور پھر خطبہ دیا کہ مکہ میں قتل کی اجازت صرف ایک دن کے تھوڑے سے وقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیا تھا اس کے بعد جس نے قتل کیا تو مقتول کے ورثاء کو اختیار ہے یا اپنا قصاص لے لیں اور یا قاتل سے دیت لے لیں چنانچہ خزاعہ کے خلاف فیصلہ سنایا گیا یہ پُر مغز خطبہ تھا تو ابوشاہ یمنی نے لکھنے کی اجازت مانگی آنحضرت نے فرمایا کہ ابوشاہ کے لئے لکھ دو اس سے احادیث کے لکھنے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ابوشاہ کے نام کا پتہ نہیں چلا ہے صرف کنیت سے مشہور ہیں۔

باب النهي عن حمل السلاح بمكة

مکہ مکرمہ میں اسلحہ اٹھا کر چلنا منع ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو نقل کیا ہے

۳۳۰۵۔حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ

ﷺ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: ''کسی کے لئے جائز نہیں کہ مکہ میں اسلحہ اٹھائے''۔

تشریح:

"لایحل لاحد" یعنی کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ مکہ مکرمہ میں اسلحہ اٹھا کر چلے یہ دنیا کے لئے مرکز امن ہے ہاں اگر شدید ضرورت پیش آئی تو جمہور کے نزدیک اسلحہ اٹھانا جائز ہے مگر حسن بصری کسی صورت میں اسلحہ اٹھانے کو جائز نہیں سمجھتے ہیں انہوں نے مذکورہ حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ضرورت کے تحت حضور اکرم اور صحابہ نے اسلحہ اٹھایا تھا وہ دلیل کافی شافی ہے عمرۃ القضاء میں معاہدہ کے تحت صحابہ کرام اسلحہ لائے تھے وہ بھی واضح دلیل ہے۔

باب جواز دخول مكة بغير احرام

بوقت ضرورت احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۰۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَمَّا الْقَعْنَبِيُّ فَقَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَأَمَّا قُتَيْبَةُ فَقَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَقَالَ: يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قُلْتُ لِمَالِكٍ أَحَدَّثَكَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ مِغْفَرٌ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ: اقْتُلُوهُ. فَقَالَ: مَالِكٌ نَعَمْ.

حضرت یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے مالکؒ سے کہا کہ آپ سے ابن شہاب زہری نے حضرت انسؓ بن مالک کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا، آپ نے جب اسے اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے چپکا ہوا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اسے قتل کر دو''۔ حضرت مالک نے یہ حدیث سن کر کہا کہ ہاں! (ابن شہاب نے یہ حدیث ہم سے بیان کی ہے

تشریح:

"مغفر" لوہے کی ٹوپی کو مغفر کہتے ہیں جس طرح آج کل فوجی پہنتے ہیں، مغفر کا اطلاق لوہے کی اس جالی دار ٹوپی پر بھی ہوتا ہے جس کو ٹوپی یا عمامہ کے نیچے پہنتے ہیں مغفر کا مصداق کچھ بھی ہو یہ سر کی حفاظت کے لئے ہوتا تھا کیونکہ اس پر تلوار وغیرہ اثر نہیں کرتی ہے آج کل اس کی

ضرورت نہیں ہے شاید فوج کے لوگ پتھراؤ کے خوف سے پہنتے ہیں ورنہ گولی کیلئے یہ مفید نہیں ہے۔

سوال: آنے والی تمام روایات میں مذکور ہے کہ آنحضرت جب حرم شریف تشریف لائے تھے تو آپ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے یہاں مغفر کا ذکر ہے دونوں روایتوں میں تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ابتداء میں آپ مغفر پہن کر آئے تھے اور بعد میں عمامہ پہن لیا ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مغفر کے اوپر بھی عمامہ پہننا ممکن ہے شاید دونوں ہوں جس نے جو دیکھا نقل کیا بہر حال ضرورت کے تحت مکہ میں بغیر احرام داخل ہونا ثابت ہوگیا۔

''ابن خطل'' علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ ابن خطل پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا اور ایک مسلمان کو شہید کیا پھر اسلام کی بدگوئی میں لگا رہتا تھا حضور اکرم ﷺ جب مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو آپ نے چند مردوں اور چند عورتوں کو واجب القتل قرار دیا انہیں میں ایک ابن خطل تھا یہ کعبہ کے غلاف سے چمٹ کر چھپ گیا تھا کسی نے دیکھ لیا تو حضور ﷺ کو اطلاع دیدی آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو قتل کردو چنانچہ ابن خطل دیوار کعبہ کے ساتھ لگا ہوا تھا کہ اسے قتل کر دیا گیا معلوم ہوا کہ کافر کا قتل جنگ کے دوران ثواب کا کام ہے گناہ نہیں جس طرح تبلیغی حضرات گناہ سمجھتے ہیں۔ ابن خطل کا قتل کوئی قصاص کے ضابطہ کے تحت نہیں تھا بلکہ اس کا خون ہدر قرار دیا گیا تھا لہذا اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ حرم کے اندر قصاص ہے یا نہیں۔

۳۳۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمَّارٍ الدُّهْنِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَقَالَ: قُتَيْبَةُ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ. وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے فتح مکہ کے دن تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا بغیر احرام کے آپ داخل ہوئے۔ اگلی روایت میں بھی یہی ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا (اس روایت میں احرام کا ذکر نہیں ہے)۔

۳۳۰۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

۳۳۰۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ

عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

حضرت جعفر بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا تو آپ ﷺ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

۳۳۱۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنِي وَفِي رِوَايَةِ الْحُلْوَانِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ. وَلَمْ يَقُلْ أَبُو بَكْرٍ عَلَى الْمِنْبَرِ.

جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ منبر پر تشریف فرما ہیں، سیاہ عمامہ سر پر ہے جس کے کنارے اپنے کندھوں پر لٹکائے ہوئے ہیں"، اور ابوبکر نے منبر کا لفظ ذکر نہیں فرمایا۔

تشریح:

علی المنبر "منبر سے بلند جگہ مراد لینا ہوگا اس لئے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت نے کعبہ کے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو خطبہ دیا منبر اس وقت کہاں تھا یہی دروازہ مراد ہے "عمامة سوداء" آنحضرت نے شاید فتح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیاہ عمامہ پہنا تھا ویسے سفید عمامہ بھی پہنا ہے شاید وہ افضل بھی ہو جیسا کہ علامہ نوویؒ نے لکھا ہے لیکن سیاہ عمامہ کو نفرت کی نگاہ سے یا خطرہ کی نگاہ سے دیکھنا ٹھیک نہیں ہے کچھ لوگ تو جہاد سے عدم دلچسپی کی وجہ سے سیاہ عمامہ کو مکروہ سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ روافض کی وجہ سے اس کو مکروہ سمجھتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ دونوں وجہ صحیح نہیں ہیں جہاد تو ایک مقدس فریضہ ہے جو کرتے ہیں وہ اچھے ہیں جو نہیں کرتے ہیں تو ان کی کمزوری ہے اپنی کمزوری کو دوسروں پر ڈالنا اچھا نہیں ہے۔ باقی روافض کی عمامہ اور اہل سنت کی سیاہ عمامہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے ان کی عمامہ میں ٹوپی نہیں ہوتی ہے جو مشرکین کی عمامہ کے ساتھ مشابہت ہے دوسری بات یہ کہ روافض کی عمامہ میں شملے نہیں ہوتے ہیں جب کہ اہل سنت کی عمامہ میں دو شملے اور ایک ٹوپی ہوتی ہے جو اچھی لگتی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں طرفیھا سے زیادہ طرفھا زیادہ معروف ہے لہذا ایک شملہ مسنون ہے بہرحال حدیث میں دو شملوں کا ذکر ہے تو یہی بہتر ہے۔

باب فضل المدينة المنورة

مدینہ منورہ کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے تیئس احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۱۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِأَهْلِهَا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ وَإِنِّي دَعَوْتُ فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا بِمِثْلَيْ مَا دَعَا بِهِ إِبْرَاهِيمُ لِأَهْلِ مَكَّةَ.

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا بنایا تھا (ان کے بیان سے حرمت مکہ کا اظہار ہوا ورنہ اصلی حرمت تو من جانب اللہ تھی) اور اس کے بسنے والوں کے لئے انہوں نے دعا کی تھی (رزق، ایمان وغیرہ کی) اور بے شک میں مدینہ کو حرمت والا بناتا ہوں، جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا قرار دیا تھا اور بے شک میں نے اس کے صاع، مد کے لئے دگنا ہونے کی دعا کی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے دعا کی تھی''۔

تشریح:

''خیر ارض اللہ'' اس پر تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اس کائنات میں سب سے افضل دو شہر ہیں ایک مکہ ہے اور دوسرا مدینہ ہے البتہ اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ ان میں افضل کونسا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حرم مکہ افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک حرم مدینہ افضل ہے بعض علماء نے اس میں یہ تاویل کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ حیات تھے اور مدینہ منورہ میں موجود تھے اس وقت مدینہ افضل تھا اب مکہ افضل ہے زیر بحث حدیث امام مالک کی دلیل ہے۔

جمہور کو اس میں تاویل کرنی پڑے گی کیونکہ وہ مطلقاً مکہ کو مدینہ سے افضل مانتے ہیں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ مدینہ میں جو حضور اکرم ﷺ کا روضہ ہے وہ حصہ مکہ سے کیا بلکہ عرش سے بھی افضل ہے اس پر اجماع ہے (مرقاۃ ج ۵ ص ۶۰۲)

''وانی حرمت المدینۃ'' ایک حدیث میں احرم کا لفظ آیا ہے ایک حدیث میں حرام کا لفظ آیا ہے یہاں اس حدیث میں حرمت المدینہ کے الفاظ ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ اس تحریم سے مدینہ کا حرم اور محترم ہونا مراد ہے یا اس میں قانونی طور پر شکار کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے اس دوسری صورت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

مدینہ منورہ کے حرم ہونے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے البتہ مدینہ کے درخت کاٹنے اور شکار کرنے میں اختلاف ہے امام شافعی امام احمد اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حرم مدینہ کا حکم مکہ کی طرح ہے جس طرح وہاں شکار وغیرہ درخت کاٹنا منع ہے اسی طرح مدینہ میں منع ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ حرم مدینہ مکہ کے حرم کی طرح نہیں ہے لہذا حرم مدینہ میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا جائز ہے البتہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔

دلائل

ائمہ ثلاثہ نے اس باب کی اکثر روایات سے استدلال کیا ہے ان روایات میں شکار کی ممانعت مذکور ہے اور درخت کاٹنے کی ممانعت بھی ہے اسلحہ اٹھانے اور لڑنے کی ممانعت بھی موجود ہے یہ سب اس کے حرم ہونے کی دلیل ہے جزاء وسزا کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کا ایک قول اس طرح ہے کہ مکہ کی طرح جزا وسزا ہوگی ۔ دوسرا قول اس طرح ہے کہ جنایت کرنے والے کا ساز وسامان اور کپڑے چھین لیا جائے گا۔

ائمہ احناف اور سفیان ثوری نے مشکوۃ شریف باب المزاح میں حضرت انسؓ کے سوتیلے بھائی ابوعمیر کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ اس نے پنجرہ میں ایک پرندہ پال رکھا تھا حضور اکرم نے منع نہیں کیا بلکہ پرندہ کے مرنے پر تعزیت کی اور فرمایا ''یا ابا عمیر ما فعل النغیر '' احناف نے حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کو ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع نے شکار کا گوشت حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اگر تو وادی عقیق میں شکار کے لئے جاتا تو جاتے وقت میں تجھے رخصت کرتا اور واپسی پر استقبال کرتا یاد رہے وادی عقیق حرم مدینہ میں ہے۔ احناف نے اگلے باب میں مذکور ابوسعید خدری کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے جہاں واضح طور پر مذکور ہے کہ چارہ کے لئے درختوں کے پتے کاٹنا جائز ہے حالانکہ مکہ میں اس طرح جائز نہیں معلوم ہوا دونوں حرمین میں فرق ہے۔ احناف نے طبرانی کی ایک حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں ''احد جبل یحبنا ونحبه فاذا جئتموه فکلوا من شجره ولو من عضاه '' احد پہاڑ حرم مدینہ میں داخل ہے پھر اس کے درخت سے لازمی طور پر کچھ توڑ کر کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ حرم مدینہ اور حرم مکہ میں فرق ہے۔

جواب

جب حضور اکرم ﷺ سے حرم مدینہ میں شکار کرنے اور شکار کو پنجرہ میں بند کرنے کی اجازت ثابت ہے احد پہاڑ کے درختوں سے کچھ کاٹ کر کھانے کی ترغیب ثابت ہے، جانوروں کے چارہ کے لئے درخت کے پتے توڑنے کی اجازت ثابت ہے تو ائمہ ثلاثہ کے مستدلات میں تاویل کرنی پڑے گی تاکہ تمام احادیث میں تطبیق آجائے۔ وہ تاویل اس طرح ہوگی کہ آنحضرت نے جو مدینہ کے درخت کاٹنے سے اور شکار کرنے سے منع فرمایا ہے یہ نہی تنزیہی اور خلاف اولیٰ پر محمول ہے اور اس میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی رونق اور سبزہ ختم نہ ہو جائے لہٰذا یہ ممانعت انتظامی مصلحت کی وجہ سے تھی حرم مدینہ کی حرمت کی وجہ سے نہیں تھی یہ حکم ایسا ہی ہے کہ آنحضرت نے مدینہ کے خوبصورت ٹیلوں کے ختم کرنے سے منع فرمایا تھا جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ سے جب کسی نے حرم مدینہ کے درخت کاٹنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مدینہ کے ٹیلوں کے منہدم کرنے کے مانند ہے اور فرمایا ''الهازينة المدينة '' کے جو الفاظ ہیں یہ حرمت تعظیم کے لئے ہیں مکہ کی طرح حرمت کے لئے نہیں ہیں بہرحال جمہور نے محتمل روایات سے استدلال کیا ہے جو یقینی نہیں ہے الزامی

جواب یہ ہے کہ مکہ کی طرح کفارہ تو جمہور کے ہاں بھی جائز نہیں ہے پھر وجوب کیسا؟ بہر حال ائمہ احناف کے نزدیک مدینہ منورہ بھی حرم ہے ان کے خلاف یہ الزام و بہتان صحیح نہیں ہے کہ احناف مدینہ کو حرم نہیں مانتے ہیں احناف مدینہ منورہ کو حرم مانتے بھی ہیں اور کہتے بھی ہیں عظمت واحترام اور شرافت و مقام کے اعتبار سے مدینہ منورہ اسی طرح حرم ہے جس طرح مکہ مکرمہ حرم ہے لیکن احناف حرم مکہ اور حرم مدینہ میں شکار اور درخت کاٹنے یا شکار کھیلنے کی سزا میں فرق کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مکہ میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام بھی ہے اور جنایت بھی ہے لہذا جنایت کی صورت میں مکہ میں جرم بھرنا جزا کے طور پر ہوگا لیکن مدینہ میں شکار کی صورت میں اس طرح سزا لازم نہیں ہے جس طرح حرم مکہ میں ہے ائمہ ثلاثہ بھی اسکے قائل ہیں اور احناف کا بھی یہی موقف ہے اس باب میں مختلف قسم کی احادیث آئی ہیں اس میں فقہاء کرام کے اس اجتہاد کی پوری پوری گنجائش ہے۔

۳۳۱۲۔ **وَحَدَّثَنِيهِ** أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى هُوَ الْمَازِنِيُّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا حَدِيثُ وُهَيْبٍ فَكَرِوَايَةِ الدَّرَاوَرْدِيِّ بِمِثْلَيْ مَا دَعَا بِهِ إِبْرَاهِيمُ. وَأَمَّا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ فَفِي رِوَايَتِهِمَا مِثْلَ مَا دَعَا بِهِ إِبْرَاهِيمُ

حضرت عمرو بن یحیی رضی اللہ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ان دعاؤں سے دگنی دعائیں کرتا ہوں جو ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں مانگی تھیں۔سلیمان بن بلال اور عبدالعزیز کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے برابر دعا کی۔

۳۳۱۳۔ **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا. يُرِيدُ الْمَدِينَةَ.

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی حرمت قائم فرمائی اور میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان میں اس کی حرمت قائم کر رہا ہوں"۔(لابہ سے مراد پتھریلی سنگلاخ زمین ہے جو مدینہ کے دونوں اطراف میں واقع ہے۔فرمایا کہ میں ان کے درمیان کے حصہ کو حرام قرار دیتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے لابتین حدود ہیں حرم مدینہ کے)۔

۳۳۱۴۔ **وَحَدَّثَنَا** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ خَطَبَ النَّاسَ فَذَكَرَ مَكَّةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَدِينَةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا

فَنَادَاهُ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ فَقَالَ: مَا لِي أَسْمَعُكَ ذَكَرْتَ مَكَّةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا وَلَمْ تَذْكُرِ الْمَدِينَةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا وَقَدْ حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا وَذٰلِكَ عِنْدَنَا فِي أَدِيمٍ خَوْلَانِيٍّ إِنْ شِئْتَ أَقْرَأْتُكَهُ. قَالَ: فَسَكَتَ مَرْوَانُ ثُمَّ قَالَ: قَدْ سَمِعْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ.

حضرت نافعؒ بن جبیر کہتے ہیں کہ مروان بن حکم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے مکہ کا ذکر کیا، اس کے باشندگان اور اس کے حرم وحرمت کا ذکر کیا تو حضرت رافع بن خدیجؓ نے اسے پکارا اور فرمایا کہ کیا بات ہے میں تجھے مکہ اور اس کے باشندگان اور اس کی حرمت کا تذکرہ کرتے تو سنتا ہوں لیکن تو مدینہ کا اس کے باشندوں اور اس کی حرمت کا ذکر نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے دونوں اطراف (شرقی وغربی) کے مابین حصہ کو حرم قرار دیا، اور یہ حدیث ہمارے پاس ایک خولانی چمڑے پر لکھی ہوئی موجود ہے، اگر تو چاہے تو میں تجھے وہ پڑھوا سکتا ہوں"۔ یہ سن کر مروان خاموش ہو گیا پھر کہنے لگا کہ میں نے بعض باتیں اس حدیث کی سن لی ہیں۔

تشریح:

"فناداه رافع بن خديج" مروان بن الحکم مدینہ کا گورنر تھا خطبہ کے دوران اس نے مکہ مکرمہ کی حیثیت خوب بیان کی اس کی عظمت وفضیلت کا ذکر کیا مگر مدینہ منورہ کا تذکرہ نہیں کیا اس پر صحابی رسول حضرت رافع بن خدیج غصہ میں آئے اور کہا کہ آپ نے مدینہ کی فضیلت وعظمت کیوں بیان نہیں کی میرے پاس وہ ساری حدیثیں موجود ہیں اگر تم چاہو تو میں ابھی پڑھ کر سنا سکتا ہوں میں نے وہ حدیثیں ایک مضبوط کھال میں محفوظ کر رکھی ہیں۔

"اديم خولانی" یعنی یہ کھال خولان گاؤں میں تیار ہوئی ہے جو مضبوط ومحفوظ ہوتی ہے خولان یمن کے علاقوں میں ایک علاقہ ہے وہاں کی کھال مشہور تھی۔ ایک دوسرا شہر دمشق کے پاس ہے، جس کی طرف ابو مسلم خولانی منسوب ہیں وہ الگ علاقہ ہے صحابی کا مقصد یہ ہے کہ میرے پاس یہ حدیثیں صرف یاد نہیں بلکہ محفوظ طور پر مکتوب بھی ہیں۔

"مابين لابتيها" یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد لابۃ ہے "وهی الارض ذات الحجارة السود کانها احرقت بالنار" یعنی مدینہ دو سیاہ سنگریزوں کے درمیان ہے اس کو "حرتین" بھی کہتے ہیں ایک حرہ جانب مشرق میں واقع ہے "جو حرہ واقم" کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا حرہ جانب مغرب میں ہے جو "حرۃ الوبرہ" کے نام سے مشہور ہے عوام الناس اس کو آج کل "الحرۃ الشرقیۃ والحرۃ الغربیۃ" کے نام سے یاد کرتے ہیں مدینہ منورہ مشرق ومغرب کی جانب سے انہیں دو مقامات کے درمیان ہے۔

"عضاهها" یہ کیکر وغیرہ ہر اس درخت کو کہتے ہیں جس میں کانٹے ہوں اور درخت بڑا ہو۔

۳۳۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي أَحْمَدَ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

عَبدِ اللّٰہِ الأَسدِیُّ حَدَّثَنَا سُفیَانُ عَن أَبِی الزُّبَیرِ عَن جَابِرٍ قَالَ:قَالَ:النَّبِیُّ ﷺ إِنَّ إِبرَاھِیمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَإِنِّی حَرَّمتُ المَدِینَۃَ مَا بَینَ لَابَتَیھَا لَا یُقطَعُ عِضَاھُھَا وَلَا یُصَادُ صَیدُھَا .

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی حرمت قائم کی اور میں مدینہ کی حرمت قائم کرتا ہوں، مدینہ کے دونوں اطراف کا درمیانی حصہ حرم ہے اس حصہ کے اندر موجود پودے نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی اس کے شکار کو نشانہ بنایا جائے''۔

۳۳۱۶۔**حَدَّثَنَا** أَبُو بَکرِ بنُ أَبِی شَیبَۃَ حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰہِ بنُ نُمَیرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابنُ نُمَیرٍ حَدَّثَنَا أَبِی حَدَّثَنَا عُثمَانُ بنُ حَکِیمٍ حَدَّثَنِی عَامِرُ بنُ سَعدٍ عَن أَبِیہِ قَالَ:قَالَ:رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ إِنِّی أُحَرِّمُ مَا بَینَ لَابَتَیِ المَدِینَۃِ أَن یُقطَعَ عِضَاھُھَا أَو یُقتَلَ صَیدُھَا وَقَالَ: المَدِینَۃُ خَیرٌ لَھُم لَو کَانُوا یَعلَمُونَ لَا یَدَعُھَا أَحَدٌ رَغبَۃً عَنھَا إِلَّا أَبدَلَ اللّٰہُ فِیھَا مَن ھُوَ خَیرٌ مِنہُ وَلَا یَثبُتُ أَحَدٌ عَلَی لَأوَائِھَا وَجَھدِھَا إِلَّا کُنتُ لَہُ شَفِیعاً أَو شَھِیداً یَومَ القِیَامَۃِ .

حضرت عامر بن سعد اپنے والد سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک میں مدینہ کے دونوں اطراف کے درمیانی حصہ کو حرم قرار دیتا ہوں اس بات سے کہ ان کے پودے وغیرہ کاٹے جائیں یا اس کے شکار کو قتل کیا جائے، اور فرمایا کہ: ''مدینہ ان لوگوں کے لئے بہت بہتر ہے کاش یہ جانتے ہوتے کہ جو اس سے اعراض کر کے اور منہ موڑ کے چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ بہتر آدمی مدینہ میں اس کے بدلہ میں عطا فرمائیں گے، اور جو کوئی اس کی بھوک پیاس سختی اور مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے روز اس کا شفیع (شفاعت کرنے والا) یا گواہ ہونگا۔

تشریح:

''رغبۃ عنھا'' یہ کراہت اور اعراض کے معنی میں ہے''لاوائھا''ای شدۃ جوعھا''وجھدھا''ای مشقتھاتو لاواء کا تعلق بھوک وافلاس سے ہے اور جہد کا تعلق دیگر مشقتوں سے ہے''کنت لہ شفیعا او شھیدا'' یہاں اس جملہ میں او کا کلمہ تنویع اور تقسیم کے لئے ہے یعنی بعض کے لئے آنحضرت شفیع بنیں گے اور یہ خاص شفاعت ہوگی اور بعض کے لئے گواہ بنیں گے یہ خصوصی گواہی ہوگی ورنہ آنحضرت تو عام مومنین مذنبین کے لئے شفیع اور گواہ ہونگے۔

۳۳۱۷۔**وَحَدَّثَنَا** ابنُ أَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا مَروَانُ بنُ مُعَاوِیَۃَ حَدَّثَنَا عُثمَانُ بنُ حَکِیمٍ الأَنصَارِیُّ أَخبَرَنِی عَامِرُ بنُ سَعدِ بنِ أَبِی وَقَّاصٍ عَن أَبِیہِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:ثُمَّ ذَکَرَ مِثلَ حَدِیثِ ابنِ نُمَیرٍ وَزَادَ فِی الحَدِیثِ وَلَا یُرِیدُ أَحَدٌ أَھلَ المَدِینَۃِ بِسُوءٍ إِلَّا أَذَابَہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ ذَوبَ الرَّصَاصِ أَو ذَوبَ المِلحِ فِی المَاءِ .

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سابقہ مضمون پورا بیان کیا اور فرمایا: ''اہل مدینہ کے ساتھ جو بھی برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں اس طرح پگھلا دیں گے جیسے سیسہ آگ میں یا نمک پانی میں گھل جاتا ہے''۔

تشریح:

''ذوب الرصاص'' تانبے کو رصاص کہتے ہیں اور ذوبان پگھلنے کے معنی میں ہے اس جملہ میں دو عذابوں کا ذکر ہے ایک آخرت کا عذاب ہے کہ مرنے کے بعد آگ میں پگھل جائے گا۔ اور ایک دنیا کا عذاب ہے کہ پانی میں نمک کی طرح پگھل جائے گا یعنی بہت جلدی مرجائے گا جس طرح یزید کے ساتھ ہوا۔

۳۳۱۸۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعاً عَنِ الْعَقَدِيِّ قَالَ: عَبْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ سَعْداً رَكِبَ إِلَى قَصْرِهِ بِالْعَقِيقِ فَوَجَدَ عَبْداً يَقْطَعُ شَجَراً أَوْ يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَهُ أَهْلُ الْعَبْدِ فَكَلَّمُوهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى غُلَامِهِمْ أَوْ عَلَيْهِمْ مَا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ: مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئاً نَفَّلَنِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. وَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ.

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعدؓ، وادی عقیق میں اپنے محل کو چلے، راہ میں ایک غلام کو دیکھا کہ وہ کوئی درخت کاٹ رہا ہے یا اس کی شاخیں وغیرہ توڑ رہا ہے، سعدؓ نے اس کے کپڑے وسامان وغیرہ چھین لیا۔ جب سعدؓ واپس لوٹے تو غلام کے گھر والے آئے اور سعدؓ سے بات چیت کی کہ اس کی چیزیں اسے واپس لوٹائیں یا انہیں دیدیں جو کچھ بھی انہوں نے غلام سے لیا تھا۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ کہ میں وہ چیزیں لوٹاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے بطور انعام کے مجھے عطا کی ہیں اور چیزیں واپس کرنے سے انکار کر دیا''۔

تشریح:

''ان سعدا'' اس سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں ان کا مکان وادی عقیق میں تھا آج کل بھی معروف و مشہور ہے ان کا انتقال بھی یہیں ہوا پھر بقیع غرقد لائے گئے ''فسلبہ'' یعنی اس غلام کے پاس جو شاخ تراشی اور درخت کاٹنے کے آلات تھے اور زائد کپڑے تھے وہ سب چھین لئے چونکہ مدینہ منورہ میں درختوں کے کاٹنے کی یہی سزا ہوتی تھی اس لئے حضرت سعد نے اس غلام کے ساتھ یہی معاملہ کیا غلام کے آقا حضرت سعد کے پاس آئے اور کپڑے وغیرہ واپس کرنے کی درخواست کی حضرت سعد نے انکار کیا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مجھے مفت کا مال ملا ہے میں اس کو واپس نہیں کروں گا ہاں اگر آپ لوگ اس کی قیمت مجھ سے لینا چاہتے ہو تو میں قیمت دے سکتا ہوں یہ حدیث بھی احناف کی دلیل ہے کہ مدینہ منورہ کی حیثیت اور مکہ مکرمہ کی حیثیت حرم ہونے میں الگ الگ ہے

رہا تھا یا درخت کاٹ رہا تھا ایک اور حدیث میں ''یقطع شجرا'' یعنی درخت کاٹ رہا تھا ''او یخبطه'' راوی کو شک ہے کہ یا پتے جھاڑ رہا تھا یا درخت کاٹ رہا تھا ایک اور حدیث میں شکار کرنے کا ذکر ہے تو شاید یہ دو الگ الگ واقعے ہیں یا ایک ہی واقعہ میں شکار بھی ہوا اور درخت اور پتوں کا قصہ بھی ہوا۔

''او علیهم'' راوی کو شک ہو گیا کہ غلام کو کپڑے غلام کو واپس کرنے کا کہا یا یہ کہا کہ ہمارے غلام کے کپڑے لئے ہیں وہ ہمیں واپس کردو۔ ''نفلنیه'' یعنی حضور اکرم ﷺ کی وصیت تھی کہ اگر کوئی شخص مدینہ میں درخت کاٹ لے یا اس کے پتے جھاڑ لے تو اس شخص کے کپڑے چھین لو یہی مدینہ کے درخت کاٹنے کی سزا ہے تو میں نے حضور اکرم ﷺ کی وصیت کے مطابق لیا ہے اس کو میں کبھی واپس نہیں کروں گا البتہ اگر تم زیادہ شور کرتے ہو تو میں اپنی طرف سے تم کو قیمت ادا کردوں گا امام مالک وشافعی کے نزدیک ایسے شخص پر جو مدینہ میں درخت کاٹے مکہ کی طرح جزا نہیں ہے البتہ یہ کام مدینہ میں کفارہ ادا کرنے کے بغیر حرام ہے بعض دوسرے علماء مکہ کی طرح کفارہ کے قائل ہیں احناف کے نزدیک مدینہ میں یہ عمل مکروہ ہے یہاں درخت کاٹنے کا ذکر ہے ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ نے شکار سے متعلق شکاری کا سامان چھینا تھا شاید دو الگ واقعے ہوں گے دونوں قصوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حرم مدینہ میں شکار وغیرہ کی باقاعدہ جزا وسزا نہیں ہے۔ جس طرح حرم مکہ میں ہے یہاں لوگوں کو صرف روکنا ہے کہ وہ حرم مدینہ کی زینت کو نقصان نہ پہنچائیں، اسی وجہ سے احناف نے کہا کہ مدینہ منورہ حرم ہے لیکن احترام وعظمت کی وجہ سے ہے کفارہ اور بدلہ کی وجہ سے نہیں ہے اگر باقاعدہ کفارہ ہوتا تو شکار کی قیمت لگا کر صدقہ کرنا چاہئے تھا جیسا حرم مکہ کا حکم ہے حرم مدینہ کی مجموعی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جنایت کرنے کی جزا بطور سزا یہ ہے کہ جنایت کرنے والے کا سامان چھین لیا جائے۔

۳۳۱۹۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعاً عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ:ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ الْتَمِسْ لِي غُلَاماً مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي .فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَرَاءَهُ فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُلَّمَا نَزَلَ وَقَالَ:فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ: هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ .فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا: اپنے لڑکوں میں سے کوئی لڑکا ڈھونڈ لو میرے لئے جو میری خدمت کرے۔ چنانچہ ابوطلحہؓ مجھے لیکر نکلے اور مجھے اپنے پیچھے بٹھایا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا جب بھی آپ ﷺ نیچے اترتے سواری سے۔ پھر اسی حدیث میں فرمایا کہ: ''پھر آپ ﷺ تشریف لائے۔ جب احد سامنے نظر آنے لگا تو فرمایا'' یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس

سے محبت کرتے ہیں''۔ پھر جب مدینہ کے سامنے تشریف لائے تو فرمایا: اے اللہ! میں مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیانی حصہ کو حرم قرار دیتا ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دے دیا تھا''۔ اے اللہ! اہل مدینہ کو ان کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما''۔ (مدینہ کے دونوں پہاڑ سے مراد جبل عیر (جو جہنم کا پہاڑ ہے) اور جبل احد جو جنت کا پہاڑ ہے مراد ہیں)۔

تشریح:

"جبل یحبنا" یہ جملہ اپنے حقیقی معنی پر ہے کہ واقعی پہاڑ محبت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جمادات ونباتات میں بھی ان کے حال کے مطابق شعور رکھا ہے پھر انبیاء کرام کا معاملہ ہی کچھ اور ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا کیا کہنا۔ بعض عارفین کہتے ہیں کہ احد پہاڑ پر زرد رنگ چڑھا ہوا ہے یہ اس کی محبت اور حضور ﷺ سے عشق کی نشانی ہے کیونکہ عاشق کی علامات یہ ہیں۔

عاشقاں را سہ علامت اے پسر رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

عاشق سڑے نه خطا کیگی رنگ پئے زیڑیگی ستر گے بیابیاتوروینه

احد پہاڑ کی محبت ہی تو تھی کہ اس نے ستر نفوس قدسیہ کو اپنے آغوش میں لیا اور سب کی قبریں وہیں پر بنیں اور لاکھوں زائرین ہر سال حج وعمرہ میں احد پہاڑ کے پاس جا کر شہداء کو سلام بھی پیش کرتے ہیں اور احد کا دیدار بھی کرتے ہیں "مابین جبلیها" ان دو پہاڑوں سے جبل احد اور جبل عیر مراد ہے احد مدینہ سے شمال میں واقع ہے اور عیر جنوب میں واقع ہے اس کے درمیان مدینہ ہے تو یہ مدینہ کی وہ حد بندی ہے جو جانب شمال اور جنوب میں ہے اور "لابتها" میں جانب مشرق ومغرب کی حد بندی ہے

۳۳۲۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالاَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لاَبَتَيْهَا .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل فرمائی ہے۔

۳۳۲۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: قُلْتُ لأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ قَالَ: نَعَمْ مَا بَيْنَ كَذَا إِلَى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثاً قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِي: هَذِهِ شَدِيدَةٌ مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثاً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لاَ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفاً وَلاَ عَدْلاً .

قَالَ: فَقَالَ: ابْنُ أَنَسٍ أَوْ آوَى مُحْدِثاً.

حضرت عاصم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک ؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا؟ فرمایا کہ ہاں فلاں جگہ سے فلاں جگہ کے درمیانی حصہ کو۔ لہذا جو کوئی بھی اس کے اندر کوئی گناہ کی بات ایجاد کرے

(نئی بدعت نکالے) تو اس پر اللہ کی، ملائکہ کی اور اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ نہ اس کے فرائض کو قبول کریں گے نہ نوافل کو۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ "یا کسی بدعتی یا گناہ کرنے والے کو پناہ دے"۔ (یعنی آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ خود گناہ کرے یا کسی بدعتی گناہ گار کو پناہ اور ٹھکانہ دے)۔

تشریح:

"فمن احدث فيها حدثا" حدث سے مراد نوایجاد چیز ہے ای منکرا و بدعة یہ منکر خواہ عرفاً منکر ہو جیسے فتنہ لا کھڑا کیا جھگڑا کیا جرم کیا یا شرعاً منکر ہو جیسے بدعت ہے فواحش ہے اور فحش آلات ہیں مثلاً ٹی وی وی سی آر ہیں ڈش اینٹینا اور کیبل وغیرہ یہ سب منکرات شرعیہ ہیں "صرفا و لا عدلا" منکر شرعی کا مرتکب یا منکر عرفی کا مرتکب دونوں کی نفلی عبادت بھی قبول نہیں اور فرضی عبادت بھی قبول نہیں "او آوی محدثا" یعنی یا جس نے مدینہ منورہ میں کسی بدعتی کو ٹھکانا دیا مثلاً بدعتی مشرک کو سہولت دی رافضی قادیانی آغانی ذکری اور منکر حدیث کو سنبھال لیا اور ان کی حفاظت کی ان کو چھپائے رکھا سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو "آوی" ایواء سے ممدود ہے ٹھکانا دینے کو کہتے ہیں "هذه شديدة" یعنی حضرت انس نے عاصم سے کہا کہ یہ وعید اور لعنت کی بات، بہت سخت ہے "قال ابن انس" یہاں ایک نسخہ ابن انس ہے دوسرا نسخہ صرف انس ہے یہ زیادہ واضح ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ اس حدیث کی ابتداء میں "آوی" کا لفظ نہ ہو میں نے دیکھا کہ صحیح مسلم میں یہ لفظ نہیں ہے اکثر شارحین نے یہ لفظ ذکر نہیں کیا ہے بعض نے ذکر کیا ہے مکتبہ بشری کے نسخہ میں یہ لفظ دونوں جگہ میں ہے جو باعث تشویش ہے علامہ نووی نے اس پر مکمل بحث لکھی ہے۔

۳۳۲۲۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا أَحَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ قَالَ: نَعَمْ هِيَ حَرَامٌ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

حضرت عاصم احول فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو بھی حرم قرار دیا ہے؟ فرمایا کہ ہاں! یہ حرام ہے (حرمت والا ہے) اس کے درخت وغیرہ تو توڑے نہیں جائیں گے جو ایسا کرے تو اس پر اللہ کی، ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی پھٹکار ہو۔

۳۳۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے اللہ! اہل مدینہ کے مکیال (وزن کے پیمانے) صاع اور مد میں برکت عطا فرما"۔

۳۳۲۴۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّامِيُّ قَالاَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يُونُسَ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکت عطا فرما (کہ اب تیرے حبیب ﷺ کا وطن یہی ہے)۔

تشریح:

''ضعفی'' مطلب یہ کہ مکہ میں جو برکات ہیں اے اللہ مدینہ میں اس کا دوگنا عطا فرما۔ یہ حدیث امام مالکؒ کی دلیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے کیونکہ حضور اکرم کی دعا مقبول ہے۔ جمہور امت کے نزدیک مکہ افضل ہے کیونکہ حسنات کے اعتبار سے مکہ کو سبقت حاصل ہے لیکن علماء نے لکھا ہے کہ مدینہ میں حضور اکرم ﷺ کا جسد مبارک روضہ کے جس حصہ سے پیوست ہے وہ حصہ زمین مکہ ہے کیا بلکہ عرش سے بھی افضل ہے اسی طرح مرقات وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے اور اسی طرح ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے مدینہ اعلیٰ وارفع ہے۔

۳۳۲۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعاً عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئاً نَقْرَؤُهُ إِلاَّ كِتَابَ اللَّهِ وَهَذِهِ الصَّحِيفَةَ قَالَ: وَصَحِيفَةٌ مُعَلَّقَةٌ فِي قِرَابِ سَيْفِهِ فَقَدْ كَذَبَ فِيهَا أَسْنَانُ الإِبِلِ وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِيهَا قَالَ: النَّبِيُّ صلى الله تعالى عليه وسلم الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثاً أَوْ آوَى مُحْدِثاً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لاَ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفاً وَلاَ عَدْلاً وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ وَمَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لاَ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفاً وَلاَ عَدْلاً وَانْتَهَى حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ وَزُهَيْرٍ عِنْدَ قَوْلِهِ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ. وَلَمْ يَذْكُرَا مَا بَعْدَهُ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا مُعَلَّقَةٌ فِي قِرَابِ سَيْفِهِ.

حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''حضرت علی بن ابی طالب نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اس صحیفہ کے علاوہ کچھ اور ہے جسے ہم پڑھتے ہیں تو اس نے جھوٹ کہا، راوی کہتے ہیں کہ ایک صحیفہ حضرت علیؓ کی تلوار کے میان میں لٹکا ہوا

تھا، فرمایا کہ اس صحیفہ میں اونٹوں کی عمروں (کے حساب سے زکوۃ کی تفصیلات) اور زخموں کی تفصیلات (قصاص ودیت کی تعیین کے لئے) لکھی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جبل عیر سے جبل ثور کے درمیان مدینہ حرم ہے، لہذا جو شخص بھی اس میں کوئی گناہ کی بات جاری کرے یا کسی گناہ یا نئی بدعت نکالنے والے کو پناہ دے تو اس پر لعنت ہے اللہ کی، ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی، اللہ تعالیٰ اس کے نہ فرائض قبول کرے گا نہ نوافل۔ مسلمانوں میں سے ہر ایک کا ذمہ (پناہ وامن دینا) برابر ہے کہ ان میں سے ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے (اس میں امیر وغریب اور ادنیٰ واعلیٰ کا کوئی فرق نہیں)۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے یا کوئی آزاد شدہ غلام اپنے (آزاد کرنے والے) مالکوں کے علاوہ دوسرے مالکوں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی، ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے فرائض ونوافل کچھ قبول نہیں فرمائیں گے''۔

تشریح:

''من زعم'' یعنی جس نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ ہمارے پاس کچھ حصہ وصیتیں ہیں تو وہ آدمی جھوٹا ہے ''فی قراب سیفه'' یعنی وہ صحیفہ تلوار کے ساتھ تلوار کے نیام میں رکھا ہوا تھا جس سے اشارہ ملتا ہے کہ دین کی حفاظت تلوار سے ہوتی ہے ''فیھا اسنان الابل'' یعنی صدقات وزکوۃ اور دیات میں جو اونٹ قابل صدقہ ہوں ان کی عمریں لکھی ہوئی ہیں۔

''ھذہ الصحیفة'' کئی بار یہ بات لکھی گئی ہے کہ شیعہ روافض کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وفات سے کچھ پہلے حضرت علیؓ کو خلافت وغیرہ کی وصیت فرمائی تھی حضرت علیؓ کے زمانہ میں بھی یہ نظریہ پیدا ہوگیا تھا اسی لئے لوگ، حضرت علی سے پوچھتے رہتے تھے کہ کیا حضور نے آپ کو کسی چیز کی وصیت فرمائی ہے حضرت علی ہمیشہ اس کی تردید کرتے رہے ہیں لیکن شیعہ روافض ان کی بات بھی نہیں مانتے ہیں ''المدینة حرم'' یعنی مدینہ قابل احترام اور قابل عزت ہے اس کی توہین حرام ہے شوافع کے ہاں حرام بمعنی حرم شریف ہے۔

''مابین عیر الی ثور'' یعنی حرم مدینہ کی حدود عیر پہاڑ سے لیکر ثور پہاڑ تک ہیں۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ عیر اور ثور مدینہ کے کنارے پر دو پہاڑ ہیں عیر تو مدینہ میں مشہور ہے لیکن ثور پہاڑ مدینہ میں مشہور نہیں بلکہ مکہ میں مشہور ہے جہاں غار ثور ہے۔

علامہ علی بن احمد سمہودیؒ نے اپنی کتاب وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی میں کئی اقوال معتبر علماء سے نقل کیے ہیں جنہوں نے مدینہ میں ثور پہاڑ کا انکار کیا ہے اور زیر بحث حدیث میں بے جا تاویلات کی ہیں پھر علامہ سمھودی نے ان اکابر علماء کے اقوال بھی نقل کیے ہیں جنہوں نے مدینہ میں ثور پہاڑ کو ثابت کیا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا بلغنی ان بالمدینة جبلا یقال له ثور، قال المجد وثور جبل عند احد قال عبدالسلام البصری ان حذاء احد عن یساره جائحا الی ورائه جبل صغیر یقال له ثور ،قال ابن تیمیه عیر جبل

عند الميقات يشبه العير وهو الحمار وثور، جبل في ناحية احد وهو غير جبل ثور الذي بمكة (وفاء الوفاء ج ا ص ۹۴)
حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے صاحب قاموس کے حوالہ سے لکھا ہے اور علامہ ابن حجر نے محققین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عیر اور ثور دونوں پہاڑ مدینہ میں ہیں احد کے پاس ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے، جس کا نام ثور ہے اگر چہ مشہور نہیں ہے اس تحقیق کے بعد یہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ مدینہ میں ثور پہاڑ نہیں ہے۔ عیر پہاڑ مدینہ کے جنوب میں واقع ہے اور ثور شمال میں ہے تو یہ مدینہ کی جنوباً وشمالاً حد بندی ہے "حدثا" بدعت اور کسی قسم کے حادثہ اور فساد کو کہتے ہیں "اوی" ٹھکانہ دینے کو کہتے ہیں۔ "صرف" فرض مراد ہے "عدل" نفل مراد ہے۔
"ذمة المسلمين" یعنی تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے جس نے کسی کو امن دیا یا کوئی معاہدہ کیا تو تمام مسلمانوں پر اس کا احترام لازم ہے "يسعى بها" یعنی مسلمان بمنزلہ جز واحد ہیں کسی ادنی یا اعلیٰ نے یا قلیل یا کثیر نے معاہدہ کیا تو ادنیٰ واعلیٰ ہر طبقہ کا فرد اس کو کامیاب بنائے گا اور اس کا احترام کرے گا۔ "فمن احفر" یعنی کسی مسلمان کا معاہدہ توڑ دیا اور اس کی خلاف ورزی کی۔ "ومن والى قوما" ولاء سے ولاء موالات بھی مراد ہو سکتی ہے اور ولاء عتاقہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔
"ولاء" کی دو قسمیں ہیں اول قسم موالات ہے یعنی کسی نے کسی شخص کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا دور جاہلیت میں اس طرح معاہدہ کرنے سے آدمی گھر کا فرد بن جاتا تھا اور ایک دوسرے کے وارث ہو جاتے تھے۔
دوسری قسم ولاء عتاقہ ہے وہ یہ کہ کوئی شخص اپنے غلام کو آزاد کر دے جب وہ مرجائے تو اس کی میراث اس کے آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے بشرطیکہ غلام کا کوئی وارث نہ ہو اب معتق اور معتَق ایک دوسرے کے دوست ہو گئے۔
اب حدیث کو سمجھئے کہ جس شخص نے اپنے معاہدین کے علاوہ کسی اور کی طرف معاہدہ منسوب کیا تو اس نے اپنے دوستوں کو تکلیف پہنچائی اس لئے یہ گناہ ہے منع ہے اگر ولاء عتاقہ مراد ہو تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جس غلام نے اپنی آزادی کی نسبت اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کی تو چونکہ بعد میں اس کی میراث کا مسئلہ پیدا ہوگا اس لئے یہ گناہ کا کام ہے اور ناجائز ہے۔ علامہ طیبی نے یہی دوسرا مطلب بیان کیا ہے کہ یہ نسبت اسی طرح حرام ہے جس طرح اپنے باپ کے بجائے کسی غیر کی طرف نسبت ناجائز ہے۔
رہ گئی یہ بات کہ اپنے آقا کی اجازت کا مطلب کیا ہے اس کی طرف سے اگر اجازت ہو تو یہ نسبت جائز ہو جائے گی؟ تو علماء نے لکھا ہے کہ اس کی اجازت دینے سے بھی جائز نہیں ہے۔ "الى غير ابيه" یعنی باپ ایک ہے اور کوئی شخص کسی دوسرے مشہور آدمی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے "انتمى" یہ انتماء سے ہے نسبت کرنے کے معنی میں ہے یعنی اپنے آپ کو اصلی آقاؤں کے بجائے دوسروں کی طرف منسوب کیا۔ "اذن موالى" کی قید اکثری واغلبی ہے کوئی احترازی نہیں ہے۔ اس حدیث میں شیعہ شنیعہ پر واضح رد ہے جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بوقت وفات حضرت علی کے لئے خلافت کا پروانہ لکھوا دیا تھا اور ان کو خلافت کے علاوہ دیگر وصیتیں بھی کی تھیں جو اہل بیت کے ساتھ خاص تھیں شیعہ کے اذان میں دین کی یہ تحریف علی الاعلان موجود ہے۔

۳۳۲۶۔وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ جَمِيعاً عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ إِلَى آخِرِهِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِماً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ. وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ. وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ وَكِيعٍ ذِكْرُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث مروی ہے۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ فرمایا: ”جس نے کسی مسلمان کی پناہ توڑی (اور اس کی پناہ کا احترام نہ کیا) تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے فرائض ونوافل قبول نہیں فرمائے گا۔ اور ان دونوں حدیثوں میں غیر باپ کی طرف نسبت کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور وکیعؒ کی روایت میں قیامت کا دن مذکور نہیں۔

۳۳۲۷۔وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَوَكِيعٍ إِلَّا قَوْلَهُ مَنْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ وَذِكْرَ اللَّعْنَةِ لَهُ.

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے ان سندوں کے ساتھ ابن مسہر اور وکیع کی حدیث کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

۳۳۲۸۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْمَدِينَةُ حَرَمٌ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثاً أَوْ آوَى مُحْدِثاً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مدینہ حرم ہے، لہٰذا جس نے اس میں گناہ کیا یا کسی گناہ کرنے والے کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ کی، ملائک کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے فرائض ونوافل کو قبول نہیں فرمائیں گے“۔

۳۳۲۹۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. مِثْلَهُ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزَادَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِماً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ.

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے ان سندوں کے ساتھ سابقہ حدیث ہی نقل کی گئی ہے لیکن اس روایت میں یوم قیامت کا ذکر نہیں اور اس روایت میں یہ زائد ہے کہ تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہی ہے اور ایک عام مسلمان کے پناہ دینے کا

اعتبار کیا جاسکتا ہے تو جو آدمی کسی مسلمان کی پناہ کو توڑے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی قیامت کے دن اس سے کوئی نفل اور نہ کوئی فرض قبول کیا جائے گا۔

۳۳۳۰۔**حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ تَرْتَعُ بِالْمَدِينَةِ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگر ہرنوں کو مدینہ میں چرتا دیکھوں تو میں انہیں خوفزدہ نہ کروں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مدینہ کے دونوں پتھریلے مقامات کے درمیان حرم ہے"۔

تشریح:

"الظباء" یہ جمع ہے اس کا مفرد "ظبی" ہرن کو کہتے ہیں "ماذعرتها" فتح عین سے ہے ای ما افزعتها ولا خوفتها بالصیحة او بطردها "ڈرانے اور بھگانے کے معنی میں ہے۔ "لابتیها" یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد لابۃ ہے دوسرے الفاظ میں اس کو حرۃ کہا گیا ہے یہ اس زمین کو کہتے ہیں جس میں ایسے سیاہ سنگریزے ہوں جیسے کسی نے آگ جلائی ہو مدینہ منورہ مشرقی اور مغربی جانب سے دو لابتین کے درمیان واقع ہے یہ دونوں لابتین اور حرتین بھی مدینہ کے حرم میں داخل ہیں اگلی حدیث میں مدینہ منورہ کی چاروں اطراف کی حدبندی بارہ میل بتا کر کی گئی ہے یہ بہت آسان ہے کہ مدینہ کی حدود بارہ بائی بارہ میل ہیں۔

حرم مدینہ کی حدود اربعہ

۳۳۳۱۔**وَحَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ. قَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ فَلَوْ وَجَدْتُ الظِّبَاءَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا مَا ذَعَرْتُهَا. وَجَعَلَ اثْنَيْ عَشَرَ مِيلًا حَوْلَ الْمَدِينَةِ حِمًى.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا مدینہ کے دونوں اطراف کے درمیانی حصہ کو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگر ہرنوں کو مدینہ کے اطراف کے درمیانی حصہ میں پاؤں تو انہیں خوفزدہ نہ کروں، اور آپ نے مدینہ کے اردگرد بارہ میل تک حدود مقرر کر دیں (چراگاہ کی)، (حمی اس چراگاہ کو کہتے ہیں جہاں سرکاری حکام یہ کہدیں کہ یہ سرکاری چراگاہ ہے اس میں عام مویشی نہیں چر سکتے، تو مدینہ کے اردگرد بارہ میل گویا اللہ کی حمی ہے)۔

تشریح:

"لابتی المدینة" دو سنگریزوں کے درمیان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لابتین بھی حدود مدینہ میں داخل ہیں "حمی" بکسر الحاء

مقصوراً هو ما يحميه السلطان من الارض فيكون محظوراً على غيره ان يصيد اويرعى فيهااويقطع شجرها ونباتها فهو هنا بمعنى الحرم '' بہرحال بادشاہوں کا رواج ہے کہ ان کے مال مویشی کے لئے اور مخصوص افراد کے لئے ایک مخصوص اور ممنوع علاقہ ہوتا ہے اسی کو حمی کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے حمی کا ذکر کیا ہے

حرم مدینہ

اس سے پہلے حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ حرم مدینہ کی حد بندی عیر پہاڑ سے لیکر ثور تک ہے زیر بحث حدیث میں لابتی المدينة کے الفاظ آئے ہیں ایک حدیث میں ''مازميها'' کے الفاظ آئے ہیں ان الفاظ میں اطراف اور جہات کا اندازہ بتایا گیا ہے خاص تحدید نہیں ہے کیونکہ لابتی سے وہ دو جانب مراد ہیں جہاں پہاڑ واقع ہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ''لابة'' سیاہ سنگریزوں کو کہتے ہیں۔اور ''مازميها'' دو پہاڑوں کے درمیان تنگ مقام کو کہتے ہیں جس کو پہاڑوں نے گھیر رکھا ہو اس سے بھی مدینہ منورہ کے دو جانب مراد ہیں ان روایات میں حدود حرم کا اندازہ تو ہے مگر تحدید وتعیین نہیں ہے۔اس کے بالمقابل وہ احادیث ہیں جن میں مدینہ کے چاروں اطراف کا تعین برید سے کیا گیا ہے یہ بہترین تحدید وتعیین ہے کیونکہ برید میں چار فرسخ ہوتے ہیں اور ایک فرسخ میں تین میل ہوتے ہیں لہٰذا ایک برید بارہ میل کا فاصلہ ہے یعنی حرم مدینہ ہر چار جوانب سے ایک برید کی مقدار تک ہے۔زیر بحث حدیث مسلم کی روایت میں ہے ''وجعل اثنى عشر ميلا حول المدينة حمى '' وروىٰ ابوداود من حديث عدى بن زيد قال حمى رسول الله صلى الله عليه وسلم كل ناحية من المدينة بريدا بريدا (رواہ ابوداود)

امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک حرم الشجر ہے دوسرا حرم الصید ہے۔ایک برید کی مسافت میں درخت کا ٹنا ناجائز ہے یہ حرم الشجر ہے اور مابین اللابتین کی مسافت میں شکار کرنا منع ہے وہ حرم الصید ہے۔

بہرحال مدینہ منورہ جن مقامات کے بیچ میں ہے ان مقامات کے نام یہ ہیں ذات الجيش ، شريب ، اشراف المخيض، اشراف المجتهر، الحفياء، ذوالعشيرة ، يئب ، ثنية ، ثنية المحدث ، مضرب القبة۔

۳۳۳۲۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ .قَالَ: ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلِيدٍ لَهُ فَيُعْطِيهِ ذَلِكَ الثَّمَرَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ لوگ جب موسم کا سب سے پہلا پھل دیکھتے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس لاتے، رسول اللہ ﷺ اسے لیتے اور فرماتے۔ ''اے اللہ! ہمارے پھل میں برکت عطا فرما، ہمارے شہر مدینہ میں برکت عطا فرما، ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! بے شک ابراہیم آپ کے بندے، خلیل اور آپ کے نبی تھے، میں بھی آپ کا بندہ اور نبی ہوں اور انہوں نے آپ سے مکہ کے لئے دعا کی تھی میں آپ سے مدینہ کے لئے دعا مانگتا ہوں جیسی دعا ابراہیم نے مانگی تھی اور ویسی ہی مزید بھی۔ (یعنی مکہ کی بہ نسبت مدینہ میں دوگنی برکت ہو)۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ سب سے چھوٹے بچہ کو بلاتے اور وہ پھل اسے دیتے۔

۳۳۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِأَوَّلِ الثَّمَرِ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَفِي ثِمَارِنَا وَفِي مُدِّنَا وَفِي صَاعِنَا بَرَكَةً مَعَ بَرَكَةٍ. ثُمَّ يُعْطِيهِ أَصْغَرَ مَنْ يَحْضُرُهُ مِنَ الْوِلْدَانِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلا پھل دیا جاتا تو فرماتے: ''اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما، ہمارے پھلوں میں، مد اور صاع میں برکت مع برکت کے (دوگنی) عطا فرما۔ پھر جو لڑکے موجود ہوتے ان میں سب سے چھوٹے کو وہ پھل عطا فرما دیتے۔ (بچوں پر شفقت اور اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے، اس لئے مستحب ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں ابتداء چھوٹے بچوں سے کرنی چاہئے)۔

تشریح:

''من الولدان'' یہ ولد کی جمع ہے مطلب یہ ہے کہ چھوٹے بچوں میں جو کوئی بچہ حاضر ہوتا آنحضرت ﷺ مدینہ کے پہلے پھل اس کو دیتے تھے اور پھلوں کے لئے برکت کی دعا فرماتے چھوٹے بچے کو اس لئے خاص کرتے کہ بچے بھی نو مولود ہوتے ہیں اور یہ پھل بھی نو مولود ہوتے تھے نیز بچوں کی معصومیت کی وجہ سے یہ پھل دیتے تھے نیز بچوں کی حرص وطمع اور رغبت وشوق سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان کو خاص طور پر دیا کرتے تھے۔ ''برکة مع برکة'' اس باب کے چند الفاظ میں دوگنا برکت کی دعا مانگی گئی ہے جس کو حضرت امام مالکؒ نے بطور دلیل پیش کیا ہے کہ مدینہ میں ہر چیز کا ثواب وبرکت مکہ کی نسبت دوگنا ہے۔ جمہور کا مسلک ایسا نہیں ہے۔

باب الترغيب فی سكنى المدينة والصبر على لأوائها

مدینہ میں رہنے کی ترغیب اور اس کی مشقت پر صبر کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چودہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۳۴۔ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ وُهَيْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ أَنَّهُ حَدَّثَ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ أَنَّهُ أَصَابَهُمْ بِالْمَدِينَةِ جَهْدٌ وَشِدَّةٌ وَأَنَّهُ أَتَى أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ فَقَالَ لَهُ إِنِّي كَثِيرُ الْعِيَالِ وَقَدْ أَصَابَتْنَا شِدَّةٌ فَأَرَدْتُ أَنْ أَنْقُلَ عِيَالِي إِلَى بَعْضِ الرِّيفِ. فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ لَا تَفْعَلِ الْزَمِ الْمَدِينَةَ فَإِنَّا خَرَجْنَا مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ أَظُنُّ أَنَّهُ قَالَ: حَتَّى قَدِمْنَا عُسْفَانَ فَأَقَامَ بِهَا لَيَالِيَ فَقَالَ: النَّاسُ وَاللَّهِ مَا نَحْنُ هَا هُنَا فِي شَيْءٍ وَإِنَّ عِيَالَنَا لَخُلُوفٌ مَا نَأْمَنُ عَلَيْهِمْ. فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: مَا هَذَا الَّذِي بَلَغَنِي مِنْ حَدِيثِكُمْ مَا أَدْرِي كَيْفَ قَالَ: وَالَّذِي أَحْلِفُ بِهِ أَوْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ إِنْ شِئْتُمْ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَ: لَآمُرَنَّ بِنَاقَتِي تُرْحَلُ ثُمَّ لَا أَحُلُّ لَهَا عُقْدَةً حَتَّى أَقْدَمَ الْمَدِينَةَ وَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَمًا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَأْزِمَيْهَا أَنْ لَا يُهَرَاقَ فِيهَا دَمٌ وَلَا يُحْمَلَ فِيهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا يُخْبَطَ فِيهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِعَلْفٍ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا اللَّهُمَّ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنَ الْمَدِينَةِ شِعْبٌ وَلَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتَّى تَقْدَمُوا إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ: لِلنَّاسِ ارْتَحِلُوا. فَارْتَحَلْنَا فَأَقْبَلْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَوَالَّذِي نَحْلِفُ بِهِ أَوْ يُحْلَفُ بِهِ الشَّكُّ مِنْ حَمَّادٍ مَا وَضَعْنَا رِحَالَنَا حِينَ دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ حَتَّى أَغَارَ عَلَيْنَا بَنُو عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمَا يَهِيجُهُمْ قَبْلَ ذَلِكَ شَيْءٌ.

حضرت ابوسعید مولی المہری سے روایت ہے کہ انہیں مدینہ منورہ میں مشقت اور سختی کا سامنا ہوا تو وہ حضرت ابوسعید خدری کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ میں کثیر اہل وعیال والا ہوں، بڑے سخت حالات میں گرفتار ہوں اور میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اپنے عیال کو کسی سرسبز مقام پر منتقل کردوں۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ نے فرمایا کہ ایسا مت کرنا، مدینہ میں ڈٹے رہو، ہم ایک بار نبی ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے نکلے تھے (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ ہم مقام ''عسفان'' میں آئے اور چندرات وہاں قیام کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم تو یہاں پر بیکار ٹھہرے ہوئے ہیں، اور ہمارے اہل وعیال پیچھے رہ گئے ہیں (ہم سے چھٹے ہوئے ہیں) ہمیں ان کے بارے میں بے خوفی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا: یہ کیا بات ہے جو تمہاری گفتگو مجھ تک پہنچی ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا آپ نے کیسے کہا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی میں قسم کھاتا ہوں یا فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے (مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں سے کیا جملہ کہا) میں نے یہ ارادہ کیا ہے یا فرمایا اگر تم چاہو تو میں اپنی اونٹنی کے اوپر کجاوہ کسنے کا حکم دوں پھر میں اس کے کجاوہ کی ایک گرہ بھی کھولے بغیر روانہ ہوجاؤں اور مدینہ جا پہنچوں۔ اور فرمایا: ''اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے حرمت مکہ قائم فرمائی اور اسے حرم

بنادیا اور میں نے مدینہ کی حرمت قائم کی اور اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیانی حصہ کو حرام بنادیا کہ اس میں خونریزی نہ کی جائے، نہ اسلحہ برداری کی جائے جنگ وجدل کے لئے، نہ اس کے درختوں کے پتوں کو کاٹا جائے سوائے چارہ کے لئے''۔ اے اللہ! برکت عطا فرما ہمارے مدینہ (شہر) میں، اے اللہ! برکت عطا فرما ہمارے صاع میں، اے اللہ! برکت نصیب فرما ہمارے مد میں، اے اللہ! برکت عطا فرما ہمارے صاع میں، اے اللہ برکت نصیب فرما ہمارے مد میں، اے اللہ ہمارے مدینہ (شہر) میں برکت عطا فرما، اے اللہ اس برکت کے ساتھ دو برکتیں (دوگنی برکتیں) نصیب فرما''۔ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مدینہ میں کوئی گھاٹی اور ناکہ ایسا نہیں ہے کہ اس پر دو فرشتے محافظ مقرر ہیں جب تک تم وہاں پہنچو گے وہ اس کی حفاظت کریں گے پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: اب کوچ کرو، چنانچہ ہم نے روانگی اختیار کی اور مدینہ آ گئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کا ہم حلف اٹھاتے ہیں یا جس کا حلف اٹھایا جاتا ہے ابھی (مدینہ پہنچ کر) ہم نے اپنے کجاوے اونٹوں پر سے اتارے بھی نہیں تھے کہ بنو عبداللہ بن غطفان نے ہم پر غارتگری کرتے ہوئے حملہ کردیا اور اس سے قبل انہیں حملہ کی جرأت نہ ہوئی۔ اس سے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تصدیق ہوگئی کہ فرشتے مدینہ کے محافظ ہیں)۔

تشریح:

''الریف'' یہ مفرد ہے اس کی جمع ارياف ہے سرسبز وشاداب زمین کو کہتے ہیں جس میں ہر قسم کی فصلیں ہوتی ہیں ''عسفان'' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں کا نام ہے مکہ سے دو مرحلہ دور ہے یعنی دو دن کے فاصلے پر ہے ۳۶ میل کا فاصلہ لکھا گیا ہے عسفان سے ملل تک پورے علاقے کو ساحل کہتے ہیں جو شارع ہجرت میں سڑک کنارہ پر بورڈ پر لکھا نظر آتا ہے جحفہ کے قریب ہے آنحضرت نے یہاں بنولحیان سے جنگ لڑی تھی۔

''فاقام بها'' یعنی آنحضرت چند ایام عسفان میں ٹھہرے شارحین لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قیام سفر حدیبیہ کے موقع پر تھا کیونکہ بنو غطفان نے اسی سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا، عسفان کا نام اس لئے آیا کہ یہ کلام عسفان ہی میں ہوا تھا ''اظن'' راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ ابوسعید نے یہ کہا تھا ''الخلوف'' خ پر ضمہ ہے مردوں سے جب گھر خالی ہو اور اس کی حفاظت کے لئے کوئی نہ ہو تو اس کو خلوف کہتے ہیں ''ما نأمن عليهم'' یہ خلوف کی تفسیر و بیان ہے کہ گھر جب خالی ہیں تو ہم دشمن کے حملے سے محفوظ نہیں ہیں کسی وقت بھی دشمن ہمارے گھروں پر حملہ کرسکتے ہیں ''ما ادری کیف قال'' یعنی راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کونسے الفاظ استعمال فرمائے تھے ''لا ادری ایها قال'' راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ آنحضرت نے کونسا جملہ ارشاد فرمایا تھا یعنی ''لقد هممت'' فرمایا تھا یا ''ان شئتم'' فرمایا تھا۔

اسی طرح اس میں بھی راوی کا شک ہے کہ آنحضرت نے "والذی احلف به" فرمایا تھا یا "والذی نفسی بیده" فرمایا تھا۔ "تُرحل" یعنی اونٹنی پر کجاوہ کس لیا جائے "لا أحلّ" یعنی میں نہ کھولوں "عقدة" یعنی کجاوہ کی کسی گرہ کو نہ کھولوں یہاں تک کہ میں مدینہ پہنچ جاوں "مازمیها" یہ تثنیہ ہے زا پر کسرہ ہے اور میم پر فتحہ ہے اس کا مفرد مازم ہے جس میں ہمزہ ساکن ہے پہاڑ مراد ہے ای جبلیها۔ تخبط پتے جھاڑنے کے معنی میں ہے "الا العلف" یعنی اونٹوں وغیرہ حیوانات کے لئے بطور چارہ جھاڑ دوں اور نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کا حرم احترام اور عظمت کے طور پر ہے یہ مکہ کی طرح جنایت نہیں ہے کیونکہ وہاں خودرو درخت کے پتے کسی صورت میں جھاڑنا جائز نہیں ہے "شعب" یہ گھاٹی کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان میں ہوتی ہے۔ "نقب" یہ مفرد ہے اس کی جمع انقاب ہے سرنگ اور غار کو کہتے ہیں اور پہاڑوں کے درمیان راستوں کو بھی کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے قال الاخفش انقاب المدینة طرقها وفجاجها "وما یهیجهم" بھڑکانے اور ابھارنے کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت نے جو بتایا کہ تمہاری عدم موجودگی کے وقت فرشتے مدینہ کا پہرہ دیتے ہیں وہ قول سچا ثابت ہوا کیونکہ جب تک ہم نہیں تھے کسی نے حملہ کا سوچا بھی نہیں لیکن جب ہم آگئے تو ان لوگوں کو چھیڑے بغیر انہوں نے حملہ کردیا اس سے مدینہ کی سکونت کی فضیلت واضح ہوگئی کہ فرشتے مدینہ کی حفاظت اور چوکیداری کرتے ہیں۔

۳۳۳۵۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا وَاجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ.

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے اللہ! برکت عطا فرما ہمارے مد اور صاع میں اور برکت پر مزید دو برکتیں عطا فرما"۔

۳۳۳۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ يَعْنِي ابْنَ شَدَّادٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

حضرت یحیی بن ابی کثیر سے ان سندوں کے ساتھ سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

۳۳۳۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ أَنَّهُ جَاءَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ فَاسْتَشَارَهُ فِي الْجَلَاءِ مِنَ الْمَدِينَةِ وَشَكَا إِلَيْهِ أَسْعَارَهَا وَكَثْرَةَ عِيَالِهِ وَأَخْبَرَهُ أَنْ لَا صَبْرَ لَهُ عَلَى جَهْدِ الْمَدِينَةِ وَلَأْوَائِهَا. فَقَالَ: لَهُ وَيْحَكَ لَا آمُرُكَ بِذَلِكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا يَصْبِرُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا فَيَمُوتَ إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا.

حضرت ابوسعید مولی المہری سے روایت کہ وہ ابوسعید الخدری کے پاس آئے حرہ کی راتوں میں (حرہ سے مراد فتنۂ حرہ ہے یعنی ٦٣ھ کا فتنہ) اوران سے مشورہ طلب کیا مدینہ سے جلاء وطنی کے بارے میں۔ اوران سے شکایت کی مہنگائی اور گرانی اور کثرتِ عیال کی۔ اور انہیں بتایا کہ ان سے مدینہ کی مشقت اور بھوک پیاس پر صبر اور تحمل نہیں ہوسکتا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہائے افسوس تیرے لئے میں توتمہیں مدینہ سے جانے کا حکم (مشورہ) نہیں دوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ: "جو شخص بھی مدینہ کے بھوک پیاس پر صبر کرتے اسلام پر مرگیا تو قیامت کے روز میں اس کے لئے شافع یا گواہ ہوں گا"۔

تشریح:

"لیالی الحرة" یزید بدبخت کی طرف سے شامی افواج نے مدینہ کی تخت وتاراج کیا تھا تین دن تک مدینہ کی عظمت کو پامال کرنے کی اجازت دی چنانچہ مدینہ اندھیرے میں ڈوب گیا نمازوں کے اوقات کا پتہ نہیں چلتا تھا تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی نہ جماعت کی نماز ہوئی واقعہ حرہ میں چیدہ چیدہ تابعین کو چن چن کر شہید کردیا گیا اسی کو یہاں یاد کیا گیا ہے یہ واقعہ ٦٣ھ میں پیش آیا تھا اس سے پہلے میں نے نقض کعبہ کے بیان میں خوب تفصیل ذکر کی ہے "لاوائها" ای علی بلائها وشدتها وجوعها شدت ومشقت اور بھوک وافلاس مراد ہے "شفيعا" یعنی خصوصی شفاعت کرنے والا ہوں گا عام شفاعت تو عام مسلمانوں کے لئے ہوگی یہ خاص شفاعت ہے "شهيدا" ایمان پر گواہ بننے کے معنی میں ہے "فيفكه" یعنی پکڑے ہوئے پرندے کو اڑا کر چھوڑ دیتے تھے کیونکہ حرم میں کسی پرندہ کو پنجرہ میں بند نہیں رکھا جاسکتا ہے۔

٣٣٣٨۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعاً عَنْ أَبِي أُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ قَالاَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنِّي حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لاَبَتَيِ الْمَدِينَةِ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ. قَالَ: ثُمَّ كَانَ أَبُو سَعِيدٍ يَأْخُذُ وَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ يَجِدُ أَحَدَنَا فِي يَدِهِ الطَّيْرُ فَيَفُكُّهُ مِنْ يَدِهِ ثُمَّ يُرْسِلُهُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: "میں نے مدینہ کی دونوں پتھریلی زمینوں کے درمیانی حصہ کو حرم قرار دے دیا جیسا کہ ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔" راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعیدؓ کسی کے ہاتھ میں پرندہ دیکھ لیتے تو اس کے ہاتھ سے اسے چھڑا لیتے۔

٣٣٣٩۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَهْلِ بْنِ

حُنَيْفٍ قَالَ: أَهْوَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ: إِنَّهَا حَرَمٌ آمِنٌ .

حضرت سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ”بے شک یہ امن کی جگہ حرم ہے“۔

۳۳۴۰۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ وَبِيئَةٌ فَاشْتَكَى أَبُو بَكْرٍ وَاشْتَكَى بِلَالٌ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَكْوَى أَصْحَابِهِ قَالَ: اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَحَوِّلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو وہ وبازدہ شہر تھا۔ حضرت ابوبکر اور بلال بیمار ہوگئے، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی بیماری ملاحظہ فرمائی تو دعا کی: ”اے اللہ! مدینہ کو بھی ہمارے لئے ایسا دوست بنادے جیسا مکہ کو ہمیں محبوب بنادیا تھا، بلکہ اس سے بھی زیادہ کردے، اور صحت عطا فرما اور اس کے صاع، مد میں ہمارے لئے برکت عطا فرما، اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرمادے“۔

تشریح:

”وبیئة“ وبأ یبأ وبأ ووباء ووبیئة وبائی مرض ہیضہ وغیرہ کو کہتے ہیں مدینہ منورہ چونکہ ساحل سمندر پر واقع ہے اس لئے اس کی آب وہوا میں ایک قسم وبائی بیماری تھی کہ جو اس کے پانی کو پی لیتا تھا اس وبائی مرض کا شکار ہوجاتا تھا پیٹ خراب اور سخت بخار میں مبتلا ہوجاتا تھا **”فاشتکی ابوبکر“** یعنی حضرت ابوبکر وبلال جب مدینہ ہجرت کر کے آئے اور بخار میں مبتلا ہوگئے تو دونوں نے اپنے اپنے انداز میں شعر کہے۔ **”الجحفة“** مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جس کو آج کل رابغ کہتے ہیں اس وقت اس میں یہود رہتے تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔ **”وعک“** شدید بخار کو کہتے ہیں مکہ مکرمہ کی آب وہوا زیادہ صحت مند تھی یہاں سے صحابہ جب مدینہ گئے تو بیمار ہوگئے کیونکہ مدینہ ساحل سمندر کے پاس ہے اس کی آب وہوا اتنی صحت مند نہیں تھی تب حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کے وبائی امراض کو جحفہ کی طرف منتقل کرنے کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی دعا یہ تھی **”اللھم حبب الینا المدینة الخ“** **”وعک ابوبکر وبلال“** حضرت ابوبکر اور بلال کا نام بالخصوص اس لئے آیا کہ انہوں نے بخار کی مصیبت کے وقت مکہ کو یاد کر کے کچھ اشعار کہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

کل امرئ مصبح فی اھلہ والموت ادنی من شراک نعلہ

ترجمہ: ہر آدمی اپنے اہل وعیال کیساتھ صبح کرتا ہے لیکن موت اس کے جوتے کے تسمہ سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔

حضرت بلالؓ نے مکہ کے پانی کے چشموں اور گھاس کا نام لیکر اس طرح فرمایا:

الالیت شعری ہل ابیتن لیلۃ بوادو حولی اذخر وجلیل

کاش مجھے معلوم ہوجائے کہ میں کبھی کوئی رات اس وادی کے درمیان گزاروں گا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل نامی گھاس ہوگی

وہل اردن یوما میاہ مجنۃ وہل تبدون لی شامۃ وطفیل

اور کاش مجھے معلوم ہوجائے کہ میں کبھی مجنہ نامی پانی کی گھاٹ پر آسکوں گا اور کیا کبھی میرے سامنے شامہ اور طفیل مقامات ظاہر ہوجائیں گے۔

۳۳۴۱۔وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ. نَحْوَهُ.

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے اس اسناد کے ساتھ سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔(جحفہ مدینہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں اس وقت یہودیوں کی آبادی تھی کما قالہ الخطابی (نووی) نووی نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کفار یہود وغیرہ کے لئے بددعا کرنا جائز ہے)

۳۳۴۲۔حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ صَبَرَ عَلَى لأْوَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَفِيعاً أَوْ شَهِيداً يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: "جس نے مدینہ کے بھوک پیاس وغیرہ پر صبر کیا میں اس کے لئے شفیع گواہ ہوں گا قیامت کے روز"۔

۳۳۴۳۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ قَطَنِ بْنِ وَهْبِ بْنِ عُوَيْمِرِ بْنِ الأَجْدَعِ عَنْ يُحَنَّسَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ جَالِساً عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْفِتْنَةِ فَأَتَتْهُ مَوْلاَةٌ لَهُ تُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَقَالَتْ إِنِّي أَرَدْتُ الْخُرُوجَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ اشْتَدَّ عَلَيْنَا الزَّمَانُ. فَقَالَ: لَهَا عَبْدُ اللَّهِ اقْعُدِي لَكَاعِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لاَ يَصْبِرُ عَلَى لأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ إِلاَّ كُنْتُ لَهُ شَهِيداً أَوْ شَفِيعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت یحنس آزاد کردہ غلام ہیں زبیرؓ کے۔ بتلاتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس فتنہ کے زمانہ میں بیٹھے تھے تو ان کی ایک باندی ان کے پاس آئی، سلام کیا اور کہنے لگی: اے ابوعبدالرحمن! میں نے یہاں سے نکلنے کا ارادہ کرلیا ہے کہ زمانہ بہت سخت ہوگیا ہے ہم پر، ابن عمرؓ نے فرمایا: اری بیوقوف! بیٹھ جا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو شخص مدینہ کے قحط بھوک اور سختی پر صبر کرے تو میں اس کے لئے قیامت کے روز شفیع یا شہید (گواہ) ہوں گا"۔

تشریح:

"لکاع" احمق اور بے وقوف اور کمینہ لئیم کے معنی میں ہے اس روایت اور اس سے پہلے روایات میں اور بعد کی روایات میں مدینہ منورہ

کی سکونت کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اس لئے حنابلہ وغیرہ کے نزدیک حرمین میں سکونت اختیار کرنا جائز بلکہ بہتر ہے۔امام صاحب کے دونوں ساتھیوں کا بھی یہی موقف ہے البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سکونت مکروہ ہے کیونکہ طویل قیام سے حرمین کی عظمت دلوں سے نکل جائے گی۔

٣٣٤٤۔وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ قَطَنٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ يُحَنَّسَ مَوْلَى مُصْعَبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ صَبَرَ عَلَى لأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا كُنْتُ لَهُ شَهِيداً أَوْ شَفِيعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ .يَعْنِي الْمَدِينَةَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی مدینہ کی تکلیفوں اور اس کی سختیوں پر صبر کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا یا فرمایا: میں اس کے لئے سفارش کروں گا۔

٣٣٤٥۔وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعاً عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لاَ يَصْبِرُ عَلَى لأْوَاءِ الْمَدِينَةِ وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي إِلاَّ كُنْتُ لَهُ شَفِيعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ شَهِيداً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے جو کوئی بھی مدینہ کی تکلیفوں اور اس کی سختیوں پر صبر کرے گا تو میں اس کے لئے قیامت کے دن سفارش کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

٣٣٤٦۔وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَارُونَ مُوسَى بْنِ أَبِي عِيسَى أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا (جو کوئی مدینہ کی تکلیفوں پر صبر کرے گا میں اس کی سفارش کروں گا)۔

٣٣٤٧۔وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ يَصْبِرُ أَحَدٌ عَلَى لأْوَاءِ الْمَدِينَةِ .بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی بھی مدینہ کی تکلیفوں پر صبر کرے تو (میں اس کے حق میں سفارش کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا)۔

باب لا یدخل المدینة الطاعون ولا الدجال

مدینہ میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہوسکتے ہیں

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۳۴۸۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مدینہ کے ناکوں پر فرشتے مقرر ہیں جو طاعون اور دجال کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے''۔

تشریح:

''الطاعون'' یہ ایک وبائی تباہ کن بیماری ہے جب آجائے تو موت کے بغیر اس کا واپس ہونا مشکل ہوجاتا ہے انسان کے جسم کے نازک حصوں میں پھوڑوں کی شکل میں ظاہر ہوجاتی ہے زخم کے اردگرد سیاہ وسرخ دائرے بن جاتے ہیں قے شروع ہوجاتی ہے اور خفقان قلب کے بعد آدمی مرجاتا ہے یہ بیماری جنات کے نیزہ مارنے سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس کی موت شہادت کی موت قرار دی گئی ہے مقدمہ مسلم میں اس کی بہت تفصیل طاعون جارف کے تحت میں نے لکھ دی ہے۔ طاعون چونکہ ہوا میں شامل ہوکر آتا ہے لہذا فرشتے اس کو موڑتے ہیں اور منع کرتے ہیں مدینہ منورہ میں کبھی طاعون نہیں آیا ہے اور نہ آئے گا کیونکہ یہ سچے پیغمبر کی پیشگوئی ہے جھوٹے غلام احمد قادیانی نے بڑی قسمیں کھائیں کہ قادیان میں طاعون نہیں آئے گا لیکن وہ جھوٹا تھا اس کی پیشگوئی جھوٹی تھی قادیان میں ایسا طاعون آیا کہ غلام قادیانی دجال دیکھ رہا تھا اور اس کے کئی رشتہ دار ہلاک ہو رہے تھے دجال بھی ایک بڑا فتنہ ہے یہ بھی مدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا آخر زمانہ میں دجال احد پہاڑ کے پیچھے تک آجائے گا پھر فرشتے اس کو موڑ کر شام کی طرف متوجہ کردیں گے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیل کے مرکزی مقام تل ابیب کے پاس مقام ''باب اللد'' میں اس کو قتل کردیں گے۔ مسلم کی دوسری جلد میں تفصیلات ہیں ''انقاب'' اس کا مفرد نقب ہے پہاڑوں کے درمیان تنگ راستے کو کہتے ہیں یا عام کھلے راستے کے منہ کو کہتے ہیں جس کو شہر کا پھاٹک کہتے ہیں۔

۳۳۴۹۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعاً عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِينَةُ حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا،

اس کا ارادہ مدینہ کا ہوگا احد کے پیچھے پڑاؤ کرے گا پھر ملائکہ اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہیں وہ تباہ و برباد ہو جائے گا"۔

باب المدينة تنفي شرارها

مدینہ منورہ شریر لوگوں کو اپنے اندر سے دور کرتا ہے

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۵۰۔ **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُو الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ وَقَرِيبَهُ هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ فِيهَا خَيْرًا مِنْهُ أَلَا إِنَّ الْمَدِينَةَ كَالْكِيرِ تُخْرِجُ الْخَبِيثَ. لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَنْفِيَ الْمَدِينَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اپنے بھتیجے اور قرابت دار کو بلائے گا کہ آؤ ارزاں اور سستے ملک میں، آؤ ارزاں علاقہ میں۔ جب کہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا کاش وہ جانتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مدینہ سے جو بھی اعراض کر کے نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر آدمی مدینہ میں اس کی جگہ بھیج دے گا، آگاہ رہو! مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جو برائی اور خبیث چیز کو نکال پھینکے گا، اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مدینہ اپنے برے اور شرار لوگوں کو نکال نہ دے جیسے کہ بھٹی لوہے کی خرابی اور بیکار کوڑے کباڑے کو باہر کر دیتی ہے"۔

تشریح:

"الرخاء" ہر آدمی اپنے رشتہ دار سے کہے گا کہ آؤ بھائی راحت اور کشادگی کی طرف چلتے ہیں وہ شام وغیرہ کے علاقے ہیں مدینہ میں گرمی بھی ہے تنگی بھی ہے سہولیات کم ہیں۔

"والمدينة خير لهم" یعنی مدینہ ہر حال میں ان لوگوں کے لئے بہتر ہے ظاہری امن بھی ہے سکون بھی ہے برکت بھی ہے اور باطنی ثواب بھی ہے "رغبة عنها" یعنی مدینہ سے اعراض اور بے رغبتی کے ساتھ جو شخص چلا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر آدمی کو مدینہ کے لئے مہیا کرے گا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ کیفیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ خاص تھی علامہ نووی نے اس پر سخت رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کیفیت قیامت تک قائم ودائم رہے گی۔ "الكير" یہ لفظ شہری لوگ نہیں جانتے ہیں دیہاتی اور قبائل کے

لگ اس کو سمجھتے ہیں دیہاتوں میں مقامی لوہار ہوتے ہیں اور مقامی اوزار لوہے سے بناتے ہیں لوہا گرم کرنے کے لئے وہ اپنی دکان اور بھٹی میں مٹی کی ایک کوٹھری بناتے ہیں اور اس میں بکری یا دنبہ کی کھال سے دو مشکیزے بناتے ہیں اور دائیں بائیں ہاتھوں میں رکھ کر اس میں ہوا پیدا کر کے سامنے کوئلے کی آگ کی طرف ہوا بھیجتے ہیں تیز ہوا آگ کو تیز کرتی ہے کوئلے کے انگاروں کے اوپر لوہار کھا ہوتا ہے وہ خوب گرم سرخ ہوجاتا ہے پھر اس کو نکال کر ہتھوڑوں سے سندان پر مارتے ہیں اور مطلوبہ اوزار بناتے ہیں اس لوہے سے جو میل کچیل نکلتا ہے اسکو" خبث الحدید " کہا گیا ہے اور اس مشکیزے کو الکیر کہا گیا۔ یہ عموماً دو مشکیزے ہوتے ہیں الكير بكسر الكاف واسكا ن الياء المشهور انه الزق الذى ينفخ فيه الحداد۔

۳۳۵۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُولُونَ يَثْرِبَ وَهِيَ الْمَدِينَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے ایسی بستی کی طرف (ہجرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسری تمام بستیوں کو کھالے گی یثرب کی طرف یعنی مدینہ کی طرف جو لوگوں کو ایسے نکال دے گی جیسے بھٹی لوہے کی بیکار اور کوڑے کباڑے کو نکال دیتی ہے"۔

تشریح:

"امرت بقرية" یعنی مجھے ایسے شہر کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے کہ جب تک وہ دار الخلافہ رہے گا تو وہ تمام شہروں کو کھالیگا اور سب فتح ہوجائیں گے ایک اور حدیث ہے جس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے مطلع کیا کہ ان تین شہروں میں سے جس کو بھی آپ اختیار کرو گے اور ہجرت کر کے وہاں اترو گے تو وہی آپ کی ہجرت گاہ ہوگی ان میں سے ایک بحرین ہے یاد رہے موجودہ بحرین متعدد جزیروں کے مجموعہ کا نام ہے۔ جو خلیج غربی گوشے میں واقع ہے ان جزیروں میں سب سے بڑا جزیرہ منامہ ہے جس کا دوسرا نام بحرین ہے اسی جزیرہ کے نام سے پورے ملک کا نام بحرین ہے علماء نے لکھا ہے کہ زیر بحث حدیث میں اور دیگر تاریخ کی کتابوں میں بحرین کا یہ لفظ اسی علاقہ پر بولا گیا ہے جو جزیرۃ العرب کے مشرقی ساحل پر خلیج بصرہ سے لیکر قطر اور عمان تک پھیلا ہوا ہے جو موجودہ بحرین کے مغرب میں واقع ہے آج کل اس علاقہ کو" احساء " کہتے ہیں زیر بحث حدیث میں بحرین سے مراد یہی احساء ہے جو حکومت بحرین کے تحت بڑا شہر ہے۔

"قنسرين" ملک شام کے ایک بڑے شہر کا نام ہے تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر ملک شام میں بڑا مقدس شہر سمجھا جاتا تھا جب صحابہ نے اس کو فتح کرلیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور سب کو اندازہ ہوگیا کہ اب پورا شام ہاتھ میں آنے والا ہے۔ تاریخ مدینہ میں لکھا

ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ اختیار ابتدا میں دیا گیا تھا بعد میں مدینہ ہی ہجرت کے لئے متعین کر دیا گیا۔ ''تا کل القری ''یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے جو دنیا کے تمام شہروں کو کھا جائے گا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مدینہ کو اپنا مسکن بناتے ہیں تو وہ دوسرے لوگوں پر غالب آجاتے ہیں اور مدینہ کا شہر دنیا کے تمام شہروں کو فتح کر لیتا ہے اور اپنے ماتحت بناتا ہے اس شہر کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جن لوگوں کا مرکز بن گیا باقی علاقے ان لوگوں کے ہاتھ میں رہیں گے چنانچہ تاریخی اعتبار سے علماء نے لکھا ہے کہ جب عمالقہ نے مدینہ کو مرکز بنایا تو وہ دیگر علاقوں کے لئے فاتح رہے پھر جب یہود نے اس کو مرکز بنایا تو وہ عمالقہ پر غالب آئے پھر اوس خزرج نے جب اس کو اپنا مسکن بنایا تو وہ یہود پر غالب آئے۔ پھر جب یہ شہر اسلامی خلافت کا مرکز بن گیا تو اس نے دنیا کے تمام شہروں کو فتح کر لیا یعنی دور نبوی دور صدیقی اور عمری اور دور عثمانی میں جب تک مدینہ خلافت کا مرکز رہا اسلام فاتحانہ انداز سے آگے بڑھتا رہا پھر حضرت علی کے دور میں مرکز خلافت مدینہ کے بجائے کوفہ بن گیا تو اسلامی فتوحات رک گئیں۔

''یقولون یثرب ''مدینہ کا پرانا قدیمی نام یثرب اور اثرب تھا جس کے معنی ہلاک وفساد اور زجر وتوبیخ کے آتے ہیں یا کسی ظالم شخص کے نام پر یہ نام تھا آنحضرت ﷺ نے اس کا نام مدینہ رکھا کیونکہ یثرب معنی کے اعتبار سے اچھا نہیں تھا یہ یثرب بن قانیہ بن سام کے نام پر تھا یا کسی کافر کی تاریخی یادگار پر یہ نام تھا اور حضور اکرم ﷺ برے ناموں کو اچھے ناموں سے تبدیل فرماتے تھے۔ اب یثرب کہنا جائز نہیں ہے ''وفاء الوفاء'' میں علامہ علی بن احمد سمہودیؒ نے مدینہ کے سارے نام وجہ تسمیہ کے ساتھ لکھے ہیں اور ہر نام کی ایک تاریخ بیان فرمائی ہے یہ سارے نام ۹۴ ہیں بعض عجیب نام ہیں میں صرف نام لکھ دیتا ہوں چنانچہ فرماتے ہیں۔

''یثرب ، ارض اللہ ، ارض الھجرۃ ، اکالۃ البلدان، اکالۃ القری ، الایمان ، البارۃ ، البحرۃ، البحیرۃ، البلاط ، البلط ، بیت الرسول ، تندد، تندر ، الجابرۃ، جبار ،الجبارۃ، جزیرۃ العرب، الجنۃ، الحصینۃ، الحبیبۃ، الحرم، حرم رسول اللہ ، حسنۃ، الخیرۃ، ذات الحرار ، ذات النخل ، السلقۃ، سیدۃ البلدان ، الشافیۃ، طابۃ، طیبہ، طائب، طباب، العاصمۃ، العذراء، العسراء، العروض، الغراء ، غلبۃ ، الفاضحۃ،القاصمۃ،قریۃ الاسلام،قریۃ رسول اللہ، قلب الایمان،المومنۃ،المبارکۃ، مثوی الحلال والحرام،مبین الحلال والحرام، المجبورۃ،المحبۃ، المحببۃ ، الحبیبۃ ، المبجورۃ، المحرمۃ، المحفوفۃ، المحفوظۃ، المختارۃ، مدخل الصدق، المدینۃ، مدینۃ الرسول، المرحومۃ، المرزوقۃ، مسجدالاقصی، المسکینۃ، المسلمۃ،مضجع الرسول، المطیۃ، المقدسۃ، المکتان ، المکینۃ، مھاجر الرسول، الموفیۃ، الناجیۃ، نبلاء ، النحر ، الھذراء ، یندد، یندر، اثرب''

یہ کل چورانوے نام ہیں اس میں سے یثرب اور اثرب ممنوع ہے باقی سب مبارک نام ہیں۔ وفاء الوفاء میں لکھا ہے کہ جو شخص ان اسماء کو لکھ دے اور بخار کے مریض کے گلے میں ڈالدے اللہ تعالیٰ بخار کو دور کرتا ہے۔

"الکیر" لوہار جب لوہے کو کوئلے میں رکھتا ہے تو وہ کوئلہ مٹی سے بنے ہوئے ایک گول چبوترے میں ہوتا ہے گویا یہ بھٹی ہے اس چبوترے میں پیچھے سے ایک سوراخ آگے رکھے ہوئے کوئلے کی طرف نکلتا ہے اس سوراخ میں لوہار مشکیزہ رکھتا ہے اور ایک آدمی اس مشکیزہ کو دونوں ہاتھوں سے حرکت دیکر ہوا بھراتا ہے اور پھر آگے بھٹی کی طرف چھوڑتا ہے جس سے لوہا گرم ہو کر نرم ہو جاتا ہے اسی مشکیزہ کو اس حدیث میں الکیر کہا گیا ہے۔"الناس" سے شریر اور ذلیل قسم کے لوگ مراد ہیں"خبث الحدیث" اس سے مراد لوہے کا میل کچیل ہے لوہا جب گرم ہو کر سرخ ہو جاتا ہے تو اس کا میل اتر جاتا ہے اور اوزار بنانے کے لئے لوہا خالص رہ جاتا ہے اسی طرح مدینہ منورہ خبیث اور بدعقیدہ منافق لوگوں کو اپنے اندر سے نکال باہر کر دیتا ہے۔

۳۳۵۲۔وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالاَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ جَمِيعاً عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالاَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ الْخَبَثَ. لَمْ يَذْكُرَا الْحَدِيدَ.

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت ہی کی طرح روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں حدید (لوہے) کا ذکر نہیں ہے۔

۳۳۵۳۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَصَابَ الأَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَقِلْنِي بَيْعَتِي. فَأَبَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ جَائَهُ فَقَالَ: أَقِلْنِي بَيْعَتِي. فَأَبَى ثُمَّ جَائَهُ فَقَالَ: أَقِلْنِي بَيْعَتِي. فَأَبَى فَخَرَجَ الأَعْرَابِيُّ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر اس کو مدینہ کے بخار نے شدت سے جکڑ لیا تو وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! میری بیعت واپس کر دو، (یعنی میں اپنی بیعت ختم کرتا ہوں) آپ ﷺ نے انکار فرما دیا، پھر آیا اور کہا کہ میری بیعت واپس کر دو، آپ نے انکار فرمایا تو وہ اعرابی نکل گیا مدینہ سے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مدینہ تو ایک بھٹی کی طرح ہے جو اپنے کوڑے اور خراب چیزوں کو باہر کر دیتی ہے اور پاکیزہ مال کو خالص اور ملاوٹ سے پاک کر دیتی ہے"، (گویا مدینہ میں خالص ایمان والے ہی رہیں گے خواہ ان پر شدائد و مصائب آئیں اور جو کمزور عقیدہ و ایمان والے ہوں گے یہاں نہیں رہ سکیں گے۔ بیعت کی واپسی سے مراد بیعت کو ختم کرنا ہے تاکہ آزاد ہو جائے بیعت کی پابندیوں سے)۔

تشریح:

"اقلنی بیعتی" اس دیہاتی نے ایمان کے اس سودا کو گویا ٹماٹر کا سودا سمجھ رکھا تھا کہ خریدنے کے بعد اگر پسند نہ آیا تو واپس کر دوں گا

حضور اکرم ﷺ نے ان کا مطالبہ مسترد کردیا کیونکہ اسلام کی بیعت کا فسخ کرنا جائز نہیں تھا اسی طرح اگر یہ بیعت مدینہ میں رہنے کی تھی تو بھی اس کا فسخ کرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ اس سے ہجران مدینہ لازم آتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف انکار فرمایا وہ شخص بغیر اجازت چلا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کی مثال لوہے کی بھٹی کی سی ہے اگر لوہا میلا ہے تو اس کے میل کچیل کو بھٹی دور کردیتی ہے اور اگر لوہا صاف ہے تو اس کو مزید نکھارتی ہے اسی طرح مدینہ میں اگر برے لوگ بسیں گے تو مدینہ ان کو نکال کر باہر کرتا ہے اور اگر اچھے لوگ بسنے لگتے ہیں تو مدینہ ان کو مزید صاف کر کے نکھارتا ہے۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ فی الحال مدینہ میں بہت سارے خبیث لوگ چھپے ہوئے ہیں اہل بدعت بریلیوں کے ٹھکانے ہیں اور بہت سارے بدباطن لوگ وہاں رہ رہے ہیں تو مدینہ کی یہ مذکورہ خاصیت کیوں ظاہر نہیں ہوتی؟

جواب: پہلا جواب یہ ہے کہ مدینہ کی یہ خاصیت حضور اکرم ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مدینہ کی خاصیت کے ظہور کا یہ حکم قرب قیامت کے وقت میں ہوگا کہ جب دجال مدینہ کے قریب آجائے گا تو مدینہ میں تین بار زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے اندر بسنے والے تمام منافقین مدینہ کو چھوڑ کر دجال کے ساتھ ملاقات کے لئے چلے جائیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس خاصیت کا تعلق ہر زمانہ کے ساتھ نہ ہو بلکہ مفسد لوگوں کو مدینہ گاہ گاہ مار بھگا دیتا ہو زمانے کے حالات اس پر گواہ ہیں کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔

٣٣٠٤۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ وَهُوَ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّهَا طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ وَإِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ .

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''مدینہ، طیبہ (پاکیزہ) ہے اور یہ کوڑے کباڑے کو دور کردیتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے''۔

٣٣٠٥۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةَ .

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام ''طابہ'' رکھا ہے''۔

باب من اراد اهل المدينة بسوء اذابه الله

جو شخص اہل مدینہ کی برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ماردیگا

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۵٦۔ **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يُحَنَّسَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظِ أَنَّهُ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ: أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ مَنْ أَرَادَ أَهْلَ هَذِهِ الْبَلْدَةِ بِسُوءٍ يَعْنِي الْمَدِينَةَ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

حضرت ابوعبداللہ القراظ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوالقاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے اس شہر والوں کے ساتھ یعنی مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ اسے ایسا پگھلادیں گے جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے''۔

تشریح:

''عبداللہ'' یہ لفظ اسی طرح ہے بعض نے عبیداللہ بتایا ہے جو غلط ہے ''یحنس'' ی پر ضمہ ہے اور ح پر فتحہ ہے اور نون مشدد پر فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں اس کے ساتھ مولیٰ مصعب بھی آتا ہے کہ یہ اس کا غلام تھا اور مولیٰ الزبیر بھی آتا ہے کہ یہ اس کا غلام تھا تو دونوں صحیح ہیں البتہ ایک میں حقیقت ہے ایک میں مجاز ہے ''القراظ'' کھال کو دباغت دینے کے لئے قرظ کے پتے استعمال ہوتے ہیں یہ شخص اس کا کاروبار کرتا تھا اس لئے قراظ کہا گیا ان کا نام ''دینار'' ہے ''اذابه الله'' یعنی دنیا میں بہت جلد ہلاک ہوجائے گا اور پھر دیر سے آخرت میں ہلاک ہوتا رہے گا یزید اور اس کے کمانڈروں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگیا مسلم بن عقبہ مدینہ پر کاروائی سے فارغ ہوتے ہی مکہ کے راستے میں مردار ہوگیا اور کچھ عرصہ کے بعد یزید بھی ہلاک ہوگیا ایک روایت میں بسوء کے ساتھ ''یدہم'' کا لفظ آیا ہے یہ بھی بڑی تباہی اور آفت کو کہتے ہیں۔

۳۳۵۷۔ **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ح وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَرَّاظَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ يُرِيدُ الْمَدِينَةَ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ. قَالَ: ابْنُ حَاتِمٍ فِي حَدِيثِ ابْنِ يُحَنَّسَ بَدَلَ قَوْلِهِ بِسُوءٍ شَرًّا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی مدینہ والوں کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا پگھلادیں گے جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ حضرت ابن حاتم نے ابن یُحَنِّس کی حدیث میں بسوء شرا کا قول نقل کیا ہے۔

۳۳۵۸۔ **حَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَارُونَ مُوسَى بْنِ أَبِي عِيسَى ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو جَمِيعاً سَمِعَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. بِمِثْلِهِ.

صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل فرمائی ہے۔

۳۳۵۹۔ **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عُمَرَ بْنِ نُبَيْهٍ أَخْبَرَنِي دِينَارٌ الْقَرَّاظُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی مدینہ والوں کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا پگھلادیں گے جیسا کہ پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

۳۳۶۰۔ **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نُبَيْهٍ الْكَعْبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم. بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: بِدَهْمٍ أَوْ بِسُوءٍ.

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا (جو آدمی مدینہ والوں کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پگھلادیں گے)

۳۳۶۱۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظِ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَعْداً يَقُولَانِ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي مُدِّهِمْ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ! اہل مدینہ کے مد (پیمانۂ غلہ واناج) میں برکت عطا فرما اور پوری طویل حدیث (جو پہلے گزر چکی ہے) بیان کی اور اسی میں یہ بھی فرمایا کہ: ''جس نے اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اللہ اسے گھلادیں گے جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے''۔

باب الترغيب فى المدينة عندفتح الامصار

شہروں کے فتوحات کے وقت مدینہ میں رہنے کی ترغیب

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو نقل کیا ہے

۳۳۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُفْتَحُ الشَّامُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شام فتح ہوگا اور مدینہ سے کچھ لوگ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے نکلیں گے (تاکہ ملک شام میں جاکر آباد ہوں جونہایت زرخیز خطہ ہے) حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا اگر وہ جانیں۔ پھر یمن فتح کیا جائے گا تو کچھ لوگ اہل وعیال کے ہمراہ اونٹوں کو ہانکتے نکلیں گے مدینہ سے جب کہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا کاش وہ جانیں۔ پھر عراق فتح کیا جائیگا تو مدینہ سے کچھ لوگ اہل وعیال کے ہمراہ اونٹوں کو ہانکتے نکلیں گے (نقل مکانی کریں گے) جب کہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا اگر وہ جانیں''۔

تشریح:

"یفتح الشام" اس روایت میں فتوحات کی ابتداء کا ذکر شام سے کیا گیا ہے جب کہ ساتھ والی روایت میں فتوحات کی ابتداء کا ذکر یمن سے کیا گیا ہے خارجی اور تاریخی ترتیب سے یمن کا ذکر پہلے ہونا چاہئے کیونکہ یمن سب سے پہلے آنحضرت کے عہد مبارک میں فتح ہوا تھا پھر شام پھر مصر پھر عراق پھر خراسان فتح ہوا یمن ہی کی ترتیب سے میں شرح کروں گا "یفتح الیمن" یعنی جہاد مقدس کی مقدس تلوار سے یمن مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوجائے گا۔

"فیاتی قوم" اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ جب یمن فتح ہوجائے گا تو مدینہ میں اس وقت کچھ ایسے لوگ پیدا ہوچکے ہوں گے جو مدینہ کی سکونت چھوڑ کر یمن کی طرف دوڑ کر چلے جائیں گے حالانکہ ان کے لئے مدینہ بہتر ہوگا اس صورت میں یہ آنحضرت کی طرف سے مستقبل کے بارہ میں پیشنگوئی ہے بعض شارحین نے اسی طرح مطلب لیا ہے۔

اس جملہ کا دوسرا مفہوم اس طرح ہے کہ جب یمن فتح ہوجائے گا تو کچھ لوگ مدینہ سے یمن آجائیں گے اور اس کا معاینہ کرلیں گے ان کو یمن پسند آجائے گا تو واپس آکر مدینہ سے اپنے اہل وعیال کو اٹھا کر یمن لے جائیں گے حالانکہ ان کے لئے مدینہ بہتر ہے اگر ان میں ذرا

بھی شعور ہو کیونکہ مدینہ دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے برکات سے مالا مال شہر ہے یہ مہبط وحی ہے اور یہاں عظیم پیغمبر آرام فرما ہیں۔

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه　فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه　فیه العفاف وفیه الجود والکرم

فلک پہ ڈھونڈتا تھا جس کو احقر　　زمین پہ وہ خزانہ مل گیا ہے

جو تشریح اوپر یمن کے بارے میں کی گئی ہے یہی تشریح شام اور عراق کے متعلق بھی ہے حضور اکرم ﷺ نے پیشگوئی فرمائی کہ یمن شام اور عراق فتح ہونگے یہ علاقے سرسبز ہونگے تو مدینہ کے کچھ لوگ وہاں جانے کی خواہش ظاہر کریں گے نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کو ترغیبی انداز سے سمجھا دیا کہ مدینہ بہتر ہے اس کو خالی کر کے دوسرے علاقوں میں نہ جاؤ اس سے اس شہر کی رونقیں کم ہو جائیں گی۔ "یُبُسُّون" یہ نصر ینصر سے ہے اونٹ وغیرہ کے ہنکانے اور تیز دوڑانے کو کہتے ہیں۔ عرب کا مقولہ ہے "یقال بسست الناقة" ای سقیتها وزجرتها" تیز دوڑانے کے معنی میں ہے۔

۳۳۶۳۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبُسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الشَّامُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبُسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبُسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ .

حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یمن فتح کیا جائے گا تو ایک قوم اپنے گھر والوں کو اور اپنے خادموں کو لئے ہوئے اور اپنا سامان اٹھائے ہوئے اپنے اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے چلی جائیگی اور مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا اگر وہ جانیں۔ پھر شام فتح کیا جائے گا تو ایک قوم اپنے گھر والوں اور اپنے خادموں کو لئے ہوئے اپنے اونٹوں کو ہانکتے ہوئے چلی جائے گی حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانیں پھر عراق فتح کر لیا جائے گا تو مدینہ کے کچھ لوگ اپنے اہل وعیال اور اپنے ماننے والوں کے ہمراہ اونٹوں کو ہانکتے ہوئے نکلیں گے حالانکہ ان کے لئے مدینہ بہتر ہے اگر وہ جانیں۔

باب في المدينة حين يتركها اهلها

جب مدینہ کو لوگ خالی چھوڑ دیں گے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٣٣٦٤۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْمَدِينَةِ لَيَتْرُكَنَّهَا أَهْلُهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ مُذَلَّلَةً لِلْعَوَافِي. يَعْنِي السِّبَاعَ وَالطَّيْرَ. قَالَ: مُسْلِمٌ أَبُو صَفْوَانَ هَذَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ يَتِيمُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَشْرَ سِنِينَ كَانَ فِي حَجْرِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مدینہ کے لئے: ''اس کے رہنے والے اسے ضرور چھوڑ دیں گے بہترین حالت پر اور وہ درندوں اور پرندوں کا مسکن بن جائے گا''۔ صاحب مسلمؒ فرماتے ہیں کہ ابو صفوان یتیم تھے اور وہ ابن جریج کی گود (پرورش) میں دس سال رہے۔

تشریح:

''علی خیر ما کانت'' یعنی مدینہ کی دینی اور دنیوی اعتبار سے بہت اچھی حالت میں ہوگی مگر لوگ اس کو چھوڑ کر چلے جائیں گے پرندے چرندے اور درندے اس پر راج کریں گے علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ نقشہ قیامت کے قریب پیش آئے گا کہ مدینہ خالی ہو جائے گا دو آدمی چرواہوں کی شکل میں مدینہ کی طرف آئیں گے لیکن قیامت قائم ہو جائے گی تو یہ بھی زمین میں دھنس جائیں گے۔ لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ مدینہ کے ساتھ اس طرح معاملہ گذشتہ زمانہ میں ہو چکا ہے لوگوں نے مدینہ کو خالی چھوڑا اور خلافت عراق کی طرف منتقل کر دی پھر شام کی طرف منتقل کر دی حالانکہ اس وقت مدینہ دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے نہایت اچھی حالت میں تھا پھر کچھ عرصہ بعد لوگ واپس مدینہ آگئے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آج کل بھی مدینہ کے اطراف ویران پڑے ہوئی ہیں۔ ''مذللة للعوافی'' ای خاضعة للوحوش من السباع والطیر. مذللة عاجز تابع کے معنی میں ہے اور العوافی عافیة کی جمع ہے اڑتے ہوئے مردار خور پرندوں کو کہتے ہیں یہاں درندے پرندے چرندے وحشی جانور مراد ہیں جو خوراک کی تلاش میں گھومتے ہیں۔

٣٣٦٥۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ. يَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِي يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيدَانِ

الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحْشاً حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ''لوگ مدینہ کو بہترین حالت پر چھوڑ جائیں گے اور سوائے عوافی یعنی درندوں اور پرندوں کے کوئی وہاں نہ رہے گا، پھر مزینہ قبیلہ کے دو چرواہے نکلیں گے مدینہ کا ارادہ کر کے اور اپنی بکریوں کو پکارتے للکارتے (جب وہاں پہنچیں گے) تو مدینہ کو ویران پائیں گے حتیٰ کہ جب ثنیۃ الوداع کی گھاٹی پر پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے''۔ (نووی نے فرمایا کہ یہ واقعہ بالکل قیامت کے وقت ہوگا اور جونہی وہ ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو قیامت آجائے گی اور وہ منہ کے بل گر پڑ کر ختم ہوجائیں گے۔ واللہ اعلم)

تشریح:

''**لا یغشاھا** ''یعنی اس میں نہیں آئیں گے مگر صرف مردار خور پرندے جیسے چیل گدھ اور کوے وغیرہ ''**مزینۃ**'' ایک قبیلے کا نام ہے ''**ینعقان** ''ضرب یضرب سے تثنیہ ہے جانوروں کو ہنکانے کے لئے چرواہوں کے پاس مختلف آوازیں ہوتی ہیں یہی آوازیں مراد ہیں ''**ثنیۃ الوداع** ''مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے ''خرا'' یعنی منہ کے بل گر کر مر جائیں گے یہ قیامت کی وجہ سے ہوجائے گا اس سے علامہ نووی ؒ کی تائید ہوتی ہے کہ یہ نقشہ قرب قیامت کے وقت کا ہے لیکن قاضی عیاض اس کو گذشتہ زمانہ پر حمل کرتے ہیں اور وقتی عارضی ویرانی کو مانتے ہیں اور ''احسن ماکانت '' سے استدلال کرتے ہیں اور تاریخی واقعات سے اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

باب مابين قبر النبی ومنبره روضة من رياض الجنة

نبی مکرم کی قبر اور منبر کے درمیان جنت کا باغیچہ ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۶۶. **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِءَ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ .

حضرت عبداللہ بن زید المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے''۔

تشریح:

''**مابین بیتی ومنبری** ''یہاں بیتی کا لفظ ہے مسند بزار اور طبرانی کی حدیث میں بیتی کے بجائے قبری کا لفظ ہے ایک حدیث میں ''**حجرتی** ''کا لفظ ہے علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کے معانی ایک ہیں کوئی تفاوت نہیں ہے کیونکہ آنحضرت کی قبر مبارک آپ

کے گھر اور آپ کے حجرہ مبارکہ میں ہے تو گھر کہو یا حجرہ کہو یا قبر کہو سب کا مطلب ایک ہی ہے گھر سے حضرت عائشہؓ کا گھر مراد ہے دیگر ازواج کے گھر مراد نہیں ہیں۔ حدیث کے اس جملے کا ایک مطلب یہ ہے کہ گھر اور قبر کے درمیان یہ جگہ منتقل ہو کر جنت کا باغیچہ بنے گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس ریاض الجنہ میں عبادت کرنا جنت تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا یہ توجیہ کچھ کمزور ہے کیونکہ عبادت تو جس جگہ پر ہو وہ جنت کا ذریعہ بنتی ہے کوئی تخصیص نہیں ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ گھر اور منبر کے درمیان یہ حصہ جنت سے آیا ہے جس طرح حجر اسود جنت سے آیا ہے مقام ابراہیم اور رکن یمانی جنت سے آئے ہیں تو یہ مقام قیامت کے دن اپنی جگہ پر واپس ہو جائے گا تو جنت کا حصہ بن جائے گا حدیث کا اگلا جملہ کہ ''ومنبری علی حوضی'' اس توجیہ کی تائید کرتا ہے ''ومنبری علی حوضی'' اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس وقت میں جس منبر پر بیٹھا ہوں اس کے نیچے میرا حوض کوثر ہے تو یہ کلام حقیقت پر مبنی ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ میر منبر ذریعہ ہے نیک اعمال کا جو ذریعہ ہے جنت کا جہاں حوض کوثر ہوگا۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس منبر کی طرح مجھے قیامت میں ایک منبر ملے گا جو حوض کوثر کے پاس رکھا ہوگا میں اس پر بیٹھ کر اپنی امت کے مومنین کو پانی پلاؤں گا بہر حال اگر ریاض الجنہ کا مقام جنت سے آیا ہے تو اس کے انوارات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے ورنہ جنت کی کسی چیز کے سامنے دنیا کا سورج کام نہیں کرسکتا ہے۔

۳۳۶۷۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا بَيْنَ مِنْبَرِي وَبَيْتِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے منبر اور میرے گھر کا درمیانی حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

۳۳۶۸۔ **حَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے''۔

نبی مکرم ﷺ کی قبر کی شان

مکہ اور مدینہ میں جمہور کے نزدیک مکہ سے افضل ہے امام مالک کے نزدیک مدینہ افضل ہے ہاں علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا جسم اطہر جہاں لگا ہے وہ جگہ ہر چیز سے افضل ہے۔ درمختار میں ہے ''ومکة افضل من المدينة على الراجح الاماضم اعضائه

عليه السلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسى اهـ وقال فى اللباب والخلاف فيما عدا موضع القبر المقدس فماضم اعضائه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع اهـ قال شارحه فان الكعبة افضل من المدينة ماعدا الضريح الاقدس وكذا الضريح افضل من المسجد الحرام وقد نقل القاضى عياض وغيره الاجماع على تفضيله حتى على الكعبة اهـ وقد صرح التاج الفاكهى بتفضيل الارض على السموات لحلوله صلى الله عليه وسلم بها وحكاه بعضهم عن الاكثرين لخلق الانبياء منها ودفنهم فيها اهـ

وقال النووى الجمهور على تفضيل السماء على الارض فينبغي ان يستثنى منها مواضع صم اعضاء الانبياء للجمع بين اقوال العلماء كذافى رد المحتار (فتح الملهم ج٦ص٣٠٢)

نقل التاج السبكى عن ابن عقيل الحنبلى انها اى البقعة التى قُبر فيهاالمصطفى افضل من العرش قال النووى والجمهور على تفضيل السماء على الارض اى ما عدا ماضم الاعضاء الشريفة فانها افضل اجماعا بل قال البرماوى عن شيخه السراج البلقينى ، الحق ان مواضع اجساد الانبياء وارواحهم اشرف من كل ماسواها من الارض والسماء اهـ

وقال الشهاب الخفاجى فى شرح الشفاء نعم قديقال تفضيلهاعلى الكعبة والعرش والكرسى انما ثبت بعد دفنه فيها لشرفها به لاقبله اهـ

وهل البقعة المذكورة افضل من منزله عليه السلام فى الجنة اومنزله فيها افضل كما يسبق الى الفهم وقديقال هذه افضل مادام فيهافاذاصارفى الجنة صارمنزله افضل اهـ وفى المواهب وشرحه واجمعواعلى ان الموضع الذى ضم اعضائه الشريفة صلى الله عليه وسلم افضل بقاع الارض حتى موضع الكعبة كماقال ابن عساكر والباجى والقاضى عياض رحمهم الله وقال القائل فى قصيدته

جزم الجميع بان خيرالارض ما	قدحاط ذات المصطفى وحواها
ونعم لقدصدقوابساكنهاعلت	كالنفس حين زكت زكى ماواها

دارالحبيب احق ان تهواها

بہرحال یہ اکابرامت کے مستند اقوال ہیں جس کو علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم ج ٦ ص ٣٠٢ سے آگے تک نقل کیا ہے میں نے چند اقوال کو یہاں نقل کیا ہے۔ تفصیل وہاں پر بہت ہے علامہ عثمانیؒ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتاویٰ سے بھی چند کلمات نقل کئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اور بدن کا جہاں تک مسئلہ ہے اس میں تو بحث نہیں کائنات میں کوئی چیز

اللہ تعالی کے ہاں نبی اکرم ﷺ کی ذات سے زیادہ مکرم ومعزز نہیں ہے رہ گئی قبر کی مٹی جس میں آپ مدفون ہیں تو مجھے معلوم نہیں کہ کسی عالم نے یہ کہا ہو کہ آپ کی قبر کی مٹی کعبہ سے یا مسجد نبوی اور مسجد اقصی سے افضل ہے۔صرف قاضی عیاض نے اس طرح کہا ہے لیکن اس کے علاوہ کسی نے اس طرح بات نہیں کہی ہے اور قاضی عیاض کی بات صحیح نہیں ہے عربی کی ایک عبارت ملاحظہ ہو قال الحافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فی فتاواہ اما نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم فما خلق اللہ خلقا اکرم علیہ منہ واما نفس التراب فلیس ھو افضل من الکعبۃ البیت الحرام بل الکعبۃ افضل منہ ولا یعرف احد من العلماء فضل تراب القبر علی الکعبۃ الا القاضی عیاض ولم یسبقہ احد الیہ اھ بندہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ اس نازک تر اور پر خطر مقام پر کلام کرنا تو بہت مشکل ہے مگر میں ڈرڈر کر ایک بات لکھتا ہوں شاید مفید ثابت ہو۔یہ بات تو اتفاقی اور اجماعی ہے کہ اللہ تعالی کی ذات کائنات سے الگ اور وراء الوریٰ ہے اگر اللہ تعالی کی ذات کا حلول العیاذ باللہ کسی چیز میں ہو جاتی تو پھر اس مقام کا مقابلہ کسی چیز سے کرنا محال ہو جاتا لیکن جب اللہ تعالی کی ذات کا حلول کسی چیز میں نہیں ہے تو پھر برکات کے نزول اور نگاہ کرم کی توجہ اور رحمتوں کے ورود کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے کہ رحمتوں کا نزول اور ورود کہاں پر زیادہ ہے جہاں پر زیادہ ہے تو وہ مقام باقی مقامات سے افضل واعلیٰ ہوگا تو اگر دیکھا جائے اور غور کر کے سوچا جائے تو کائنات میں رحمتوں کا نزول شاید سب سے زیادہ روضہ رسول پر ہوگا۔تو اس اعتبار سے آپ کی قبر اور اس کی مٹی اور اس کا ماحول بوجہ بدن مبارک سب کائنات سے افضل ہونا چاہئے اس میں کسی نص کی مخالفت بھی نہیں ہے اور نہ عقلاً اس میں کوئی استبعاد ہے۔الحمد للہ میں نے جب یہ بات لکھدی تو اس کے بعد مجھے علامہ ابن قیم جوزی کا ایک طویل کلام مل گیا جس کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں نقل کیا ہے چند جملے میں بھی یہاں نقل کرتا ہوں کلام بہت طویل ہے۔

اعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھا فان الانوار والتجلیات التی یتجلی بہ الحق سبحانہ وتعالیٰ الاشرف خلیقتہ علی الاطلاق اعظم واعلی من سائر التجلیات التی یتجلی بھا لغیرہ کائناما کان وھذا یستلزم ان کل محل حل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ اشرف وافضل من سائر البقاع من ھذہ الجھۃ الی ان یفارقہ وامابعد وفاتہ فروحہ المقدسۃ قداستقرت فی الرفیق الاعلی مع ارواح الانبیاء علیھم السلام ولایتوھم من ھذا انکار حیاتہ فی قبرہ الشریف فان لروحہ اشرافا علی البدن المبارک الطیب واشراقا وتعلقا بہ ، وبدنہ فی ضریحہ غیر مفقود ، واذا سلم علیہ المسلم رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام کما ورد فی الحدیث والحاصل ان للہ تعالیٰ اقبالا خاصا عظیما علی روحہ الکریمۃ المشرفۃ علی بدنہ المبارک الحال بقبرہ الشریف لایشارکہ فیہ غیرہ فاما المزیۃ التی تحصل لموضع قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم بذلک الاقبال الالھی بتلک الوسائط ھل ھی ازید واعظم مما یحصل للعرش الکریم من التجلی الرحمانی بلا واسطۃ؟فانی لاجزم

بنفیه ولا اثباته والله سبحانه وتعالیٰ اعلم بمقادیر الفضل وتفاوت مابین انواع التجلیات واثارها اھ
علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے اس عاشقانہ اور پرمغز کلام سے سب کچھ حل ہو جاتا ہے الحمدللہ میرا دل تو ٹھنڈا ہو گیا مگر جو لوگ نہیں سمجھنا چاہتے ہیں ان کو کون سمجھائے وہ کہتے ہیں کہ نبی مکرم اس قبر میں نہیں ہیں ہم وہاں سلام نہیں کرتے ہیں بلکہ درود ابراہیمی پڑھتے ہیں نیز ہم مسجد نبوی کی نیت سے مدینہ جاتے ہیں قبر کی نیت نہیں کرتے ہیں میرے خیال میں یہ ان لوگوں کی سختی اور بدبختی ہے علامہ ابن قیم کے کلام سے تو علامہ ابن تیمیہ کی رائے کی بھی تردید ہوگئی؟ الحمدللہ اب ہمیں بھی اس مسئلہ کی وضاحت میں جرأت حاصل ہوگئی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا قبر کھودی گئی تو ایک اور شخص نے اس میں جھانک کر دیکھا اور کہا کہ یہ مؤمن کہ بہت بری جگہ ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے بہت غلط بات کہدی ہے اس پر اس شخص نے وضاحت کر کے کہا کہ یا رسول اللہ! میرا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص مدینہ کے اندر اپنی طبعی موت پر مر کر قبر میں دفن ہو گیا ہے اس کے بجائے اگر وہ شہید ہو جاتا اور ان کی قبر باہر کسی جگہ میں شہید کی قبر بن جاتی تو اچھا ہوتا اس پر حضور ﷺ نے اس شخص کی بات کی تحسین فرمائی کہ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ فی سبیل اللہ میں قتل ہونے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے لیکن یہ بات بھی تو ہے کہ پوری دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ اس میں میری قبر بنے اور وہ مدینہ سے زیادہ محبوب ہو، آنحضرت نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا الفاظ یہ ہیں ما علی الارض بقعة احب الی ان یکون قبری بها منها ثلاث مرات اس کلام سے آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں موت آنے اور مدینہ میں دفن ہونے کی فضیلت ظاہر فرمائی حضرت ابوسفیانؓ بن حارث نے آنحضرت کی وفات پر حضرت فاطمہؓ سے اس طرح تعزیت کی اور قبر رسول ﷺ کی عظمت بیان کی۔

افاطم ان جزعت فذاک عذر وان لم تجزعی ذاک السبیل
فقبر ابیک سید کل قبر وفیه سید الناس الرسول

اے فاطمہ! اگر تو جزع فزع کرتی ہو تو تم معذور ہو اور اگر جزع فزع نہیں کرتی ہو تو اصل راستہ یہی ہے پس آپ کے والد کی قبر ہر قبر کی سردار ہے اور اس میں تمام انسانوں کے سردار محمد رسول اللہ موجود ہیں۔

باب احد جبل یحبنا ونحبه

احد پہاڑ ہم سے اور ہم ان سے محبت رکھتے ہیں

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

٣٣٦٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ

سَهْلٍ السَّاعِدِيّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ ثُمَّ أَقْبَلْنَا حَتَّى قَدِمْنَا وَادِيَ الْقُرَى فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي مُسْرِعٌ فَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فَلْيُسْرِعْ مَعِي وَمَنْ شَاءَ فَلْيَمْكُثْ. فَخَرَجْنَا حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ: هَذِهِ طَابَةُ وَهَذَا أُحُدٌ وَهُوَ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ.

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ تبوک کے لئے نکلے۔اس کی طویل حدیث بیان کر کے آخر میں فرمایا کہ: "پھر ہم مدینہ کو آئے، جب ہم وادی القریٰ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو تیز چلنے والا ہوں، تم میں سے جو چاہے وہ میرے ساتھ تیز رفتاری کا مظاہرہ اور جو چاہے ٹھہر کر آئے، چنانچہ ہم نکلے جب ہم مدینہ کے روبرو پہنچے تو فرمایا: "یہ طابہ ہے اور یہ احد ہے وہ پہاڑ کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہم سے محبت کرتا ہے"۔

تشریح:

"جبل یحبنا" یہ جملہ اپنے حقیقی معنی پر ہے کہ واقعی پہاڑ محبت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جمادات ونباتات میں بھی ان کے حال کے مطابق شعور رکھا ہے پھر انبیاء کرام کا معاملہ ہی کچھ اور ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا کیا کہنا۔بعض عارفین کہتے ہیں کہ احد پہاڑ پر زرد رنگ چڑھا ہوا ہے یہ اس کی محبت اور حضور ﷺ سے عشق کی نشانی ہے کیونکہ عاشق کی علامات یہ ہیں۔

عاشقاں راسہ علامت اے پسر رنگ زرد وآہ سرد وچشم تر

عاشق سڑے نہ خطا کیگی رنگ یئے زیڑ گی سترگے بیا بیا تورو ینہ

احد پہاڑ کی محبت ہی تو تھی کہ اس نے ستر نفوس قدسیہ کو اپنے آغوش میں لیا اور سب کی قبریں وہیں پر بنیں۔اس طرح حدیث پر پہلے بھی کلام ہو چکا ہے۔

۳۳۷۰۔حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أُحُداً جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ.

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک اُحد وہ پہاڑ ہے کہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"۔

۳۳۷۱۔وَحَدَّثَنِيهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنِي حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: نَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى أُحُدٍ فَقَالَ: إِنَّ أُحُداً جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُحد (پہاڑ) کی طرف نظر کی اور فرمایا:

اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

باب فضل الصلوة بمسجدی مكة والمدينة

مکہ ومدینہ کی مسجدین میں نماز کی فضیلت کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۷۲۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد (نبوی ﷺ) میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے''۔

تشریح:

''الا المسجد الحرام'' یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز دوسری مساجد کی نسبت ایک ہزار نمازوں سے زیادہ ہے مگر مسجد حرام کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ اختلاف ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ افضل ہے تو جمہور علماء اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ مکہ افضل ہے مدینہ سے اور مکہ کی مسجد مدینہ کی مسجد سے افضل ہے امام مالک کا مسلک اس کے برعکس ہے ان کے نزدیک مکہ سے مدینہ افضل ہے اور مسجد حرام سے مسجد نبوی افضل ہے مذکورہ حدیث میں ''الا المسجد الحرام'' کی جو استثنیٰ ہے اس کے مطلب سمجھنے سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ جمہور اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مسجد حرام کی نماز مسجد نبوی سے بڑھ کر ہے مالکیہ حضرات یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ مسجد حرام کی نماز سے میری مسجد کی نماز افضل ہے یہ عجیب مطلب ہے جو مالکیہ نے لیا ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ مکہ مکرمہ مطلقاً مدینہ سے افضل ہے بشرطیکہ مدینہ میں روضہ اطہر نہ ہو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر نبی مکرم کی قبر کی جگہ سب سے افضل ہے پھر روئے زمین پر مکہ اور مدینہ سب سے افضل ہے پھر مکہ اور مدینہ کے آپس میں افضل غیر افضل ہونے میں علماء کا اختلاف ہے حضرت عمر اور بعض صحابہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مدینہ افضل ہے اور اہل مکہ اور اہل کوفہ اور شوافع کہتے ہیں کہ مکہ افضل ہے پھر مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نمازوں کا فرق احادیث میں واضح طور پر مذکور اور مشہور ہے کہ مسجد حرام میں ایک لاکھ اور مسجد نبوی میں ایک ہزار کا ذکر ہے مالکیہ حضرات مدینہ کا ثواب دوگنا مانتے ہیں اس اختلاف کے دلائل واضح ہیں مسجد نبوی کے لئے خیراً، افضل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو ایک ہزار سے بہت آگے تک جا سکتا ہے مدینہ کے لئے دوگنا کا لفظ بھی ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ:

فضیلت کسی نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ فرائض اور نوافل دونوں کے لئے عام ہے اس کے علاوہ ایک اہم مسئلہ ہے وہ یہ کہ ان دو مسجدوں میں جب اضافہ ہو جائے جیسا کہ بہت سارا ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے تو کیا یہ فضیلت اس زائد اور اضافہ شدہ حصہ میں بھی ہے یا نہیں؟ تو مکہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہاں اضافہ شدہ حصہ بھی اصل حصہ کے حکم میں ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کے اصل حصہ میں نماز پڑھنے کی یہ فضیلت ہے اضافی حصہ میں نہیں ہے کیونکہ آنحضرت نے ''مسجدی'' کے ساتھ ''ھذا'' اشارہ تاکید کے لئے بڑھایا ہے کہ یہ ثواب میری مسجد کی حدود کے ساتھ خاص ہے دیگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے جب مسجد نبوی میں اضافہ کیا تو فرمایا کہ یہ مسجد اگر ذوالحلیفۃ تک بڑھ جائے تو سب مسجد نبوی ہوگی حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

''وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لوزيد في هذا المسجد ما زيد كان الكل مسجدي وفي رواية لو بني هذا المسجد الى صنعاء كان مسجدي (فتح الملہم)

٣٣٧٣۔ **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ: ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي غَيْرِهِ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز دوسری مساجد میں ہزار نمازوں سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے''۔

٣٣٧٤۔ **حَدَّثَنِي** إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَغَرِّ مَوْلَى الْجُهَنِيِّينَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ مَسْجِدَهُ آخِرُ الْمَسَاجِدِ قَالَ: أَبُو سَلَمَةَ وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَمْ نَشُكَّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ عَنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَنَعَنَا ذَلِكَ أَنْ نَسْتَثْبِتَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيثِ حَتَّى إِذَا تُوُفِّيَ أَبُو هُرَيْرَةَ تَذَاكَرْنَا ذَلِكَ وَتَلَاوَمْنَا أَنْ لَا نَكُونَ كَلَّمْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِي ذَلِكَ حَتَّى يُسْنِدَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ سَمِعَهُ مِنْهُ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ جَالَسَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ الْحَدِيثَ وَالَّذِي فَرَّطْنَا فِيهِ مِنْ نَصِّ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْهُ فَقَالَ: لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَإِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ مَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی ایک نماز اس کے علاوہ دوسری مساجد کی ہزار

نمازوں سے زیادہ افضل ہے سوائے مسجد حرام کے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی یہ مسجد تمام مساجد میں سب سے آخری ہے (بناء انبیاء کے اعتبار سے)۔ حضرت ابوسلمہ وابوعبداللہ (راوی) دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے سن کر ہی بیان کر رہے ہوں گے (از خود یہ بات نہیں کہتے ہوں گے) لہذا ہم نے صراحت کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے کبھی اس کی وضاحت بھی نہ چاہی یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی وفات ہوگئی اور ان کی وفات کے بعد جب ہم نے اس کا تذکرہ کیا تو ہم نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ اس بارے میں ہم نے کیوں نہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بات کرلی تاکہ وہ اس حدیث کی سند رسول اللہ ﷺ تک بتلا دیتے اگر آپ ہی سے سنی ہوتی۔ ہم اسی صورتحال سے دوچار تھے کہ حضرت عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ کے پاس جا بیٹھے اور ان سے اس حدیث کا ہم نے ذکر کیا اور حضرت ابو ہریرہ سے وضاحت نہ کرنے کی وجہ بھی بیان کی تو حضرت عبداللہ بن ابراہیم قارظ نے ہم سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمام انبیاء میں آخری نبی ہوں اور میری یہ مسجد آخری مسجد ہے''۔ (جسے نبی نے بنایا)۔

تشریح:

''اخر المساجد'' یعنی نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تابع کی حیثیت سے امتی بن کر آئیں گے اگرچہ نبوت آپ کے پاس ہوگی اسی طرح آنحضرت کی مسجد نبوی آخری مسجد ہے جس کو کسی نبی نے بنایا ہے دنیا میں اس کے بعد کوئی ایسی مسجد نہیں آئے گی جو کسی نبی نے خود بنائی ہو بعد میں جو مسجدیں بنیں گی وہ سب مسجد نبوی کے تابع ہوں گی اگرچہ مسجدیں ہونگی ''قال ابو سلمة'' ابوسلمہ اور ابو عبداللہ دونوں کہتے ہیں کہ چونکہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ نے بیان فرمائی اس لئے ہمیں ذرہ بھر شک نہیں تھا کہ یہ حدیث مرفوع حدیث ہے اس لئے ہم نے ابو ہریرہ سے پوچھا نہیں اور اس کے مرفوع ہونے کی تصدیق نہیں کی ''منعنا'' یعنی ہمیں اس بات نے روکا کہ ابو ہریرہ غیر مرفوع حدیث بیان نہیں کرتے ہیں۔

''اَنْ نَسْتَثْبِتَ'' یعنی یہ کہ ہم حضرت ابو ہریرہ سے اس کی توثیق وتصدیق کرلیں کہ یہ حدیث مرفوع ہے یا موقوف ہے ''وتلاومنا'' یعنی ہم نے ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کردیا کہ اگر ہم ابو ہریرہ سے ان کی زندگی میں معلوم کرلیتے کہ آیا یہ حدیث مرفوع ہے یا موقوف ہے ''فرطنافیه'' یعنی ہم نے جو کوتاہی کی اور ان سے سوال نہیں کیا ''من نص'' یعنی حضرت ابو ہریرہ کی تصریح اور وضاحت معلوم کرنے میں جو کوتاہی ہم نے کی اس پریشانی کو جب ہم نے عبداللہ بن قارظ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے حضرت ابو ہریرہ سے یہی حدیث مرفوع بیان کی۔

٣٣٧٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعاً عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ

قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ سَأَلْتُ أَبَا صَالِحٍ هَلْ سَمِعْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَذْكُرُ فَضْلَ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: لَا وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ أَوْ كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوصالح سے سوال کیا کہ کیا تم نے حضرت ابوہریرہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز کی فضیلت کا تذکرہ سنا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ نہیں! لیکن حضرت عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز ہزار نمازوں سے زیادہ بہتر ہے یا ہزار نمازوں کی طرح ہے (ثواب میں برابر ہے) دوسری مساجد سے الا یہ کہ مسجد حرام میں نماز ہو (کہ اس کی فضیلت میری مسجد سے بھی زائد ہے)۔

۳۳۷۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

حضرت یحییٰ بن سعید سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت کی طرح حدیث مروی ہے۔

۳۳۷۷۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کہ ہزار نماز سے زیادہ افضل ہے''۔

۳۳۷۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

حضرت عبید رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث (میری مسجد میں نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے) مروی ہے۔

۳۳۷۹۔ وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا (میری مسجد میں نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے)۔

٣٣٨٠۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. بِمِثْلِهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں (کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری مسجد میں نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے)۔

٣٣٨١۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعاً عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ امْرَأَةً اشْتَكَتْ شَكْوَى فَقَالَتْ إِنْ شَفَانِي اللَّهُ لَأَخْرُجَنَّ فَلَأُصَلِّيَنَّ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ. فَبَرَأَتْ ثُمَّ تَجَهَّزَتْ تُرِيدُ الْخُرُوجَ. فَجَاءَتْ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَأَخْبَرَتْهَا ذَلِكَ فَقَالَتْ: اجْلِسِي فَكُلِي مَا صَنَعْتِ وَصَلِّي فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ صَلَاةٌ فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا مَسْجِدَ الْكَعْبَةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک عورت بیمار ہوگئی اس نے (منت مانی اور یہ) کہا کہ: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفادی تو میں ضرور نکلوں گی اور بیت المقدس میں نماز پڑھوں گی''۔ پھر وہ بیماری سے صحت یاب ہوگئی تو اس نے بیت المقدس کی طرف نکلنے کی تیاری شروع کردی اور زوجہ رسول ﷺ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پاس آئی اور انہیں سلام کر کے اپنے ارادہ کی خبر دی تو انہوں نے فرمایا کہ: بیٹھ جاؤ اور جو کچھ تم نے (زادِ راہ) تیار کیا ہے اسے کھالو اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھ لو، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اس مسجد میں ایک نماز دیگر مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے کعبۃ اللہ کی مسجد کے علاوہ''۔

تشریح:

''شکوی'' یعنی ایک خاتون بیمار ہوگئی تو اس نے نذر مانی کہ اگر میں تندرست ہوگئی تو میں بیت المقدس میں جا کر اتنی رکعات نماز پڑھوگی ''فبرأت'' یعنی بیماری سے شفایاب ہوگئی ''تجهزت'' یعنی جانے کے لئے تیار ہوگئی ''فکلی'' یعنی ادھر مدینہ میں بیٹھو اور جو سفر خرچ ساتھ لیا ہے وہ ادھر ہی کھالو ''صنعت'' یعنی جو سامان بنا کر تیار کر لیا ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اعلیٰ جگہ کی نذر مانی مثلاً مسجد حرام کی نذر مانی تو وہ ادنیٰ جگہ میں پوری نہیں ہوسکتی ہے مثلاً مدینہ کی مسجد میں یا مسجد اقصی کی مسجد میں یہ نذر پوری نہیں ہوگی لیکن اگر کسی نے ادنی جگہ کی نذر مانی مثلاً مسجد اقصی کی نذر مانی تو وہ مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ادا ہوسکتی ہے یہاں اس خاتون نے مسجد اقصی کی نذر مانی تھی تو حضرت میمونہ نے اس کو بتادیا کہ مسجد نبوی مسجد اقصی سے اعلیٰ اور افضل ہے

لہذا تمہاری نذر مسجد نبوی میں پوری ہو جائے گی مسجد اقصی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض روایات میں ہے اور عوام الناس میں بھی یہی مشہور ہے کہ مسجد اقصی تیسرے نمبر پر ہے یعنی مکہ میں ایک لاکھ مدینہ میں پچاس ہزار اور مسجد اقصی میں پچیس ہزار کا تناسب ہے۔

باب لاتشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد

تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے لئے سفر کرنا جائز نہیں ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۸۲۔**حَدَّثَنِي** عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هَذَا وَمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رخت سفر نہ باندھا جائے کسی جگہ کے لئے سوائے تین مساجد کے، ایک میری یہ مسجد (مسجد نبوی) و مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ''۔

۳۳۸۳۔**وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ.

حضرت زہری رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے۔

۳۳۸٤۔**وَحَدَّثَنَا** هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ أَبِي أَنَسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ سَلْمَانَ الْأَغَرَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا يُسَافَرُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ وَمَسْجِدِي وَمَسْجِدِ إِيلِيَاءَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سفر تو صرف تین مساجد کا کیا جائے، کعبہ کی مسجد حرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد ایلیاء (بیت المقدس)''۔

تشریح:

''**ومسجد ایلیاء**'' بیت المقدس کی فتح سے پہلے اور اسلام کے دور سے پہلے بیت المقدس کا نام ایلیاء تھا ایل عبرانی میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے جیسے اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے جو عبداللہ کے معنی میں ہے اس باب کی تینوں احادیث میں ایک ہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ

تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف اہتمام کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ عظمت کے لحاظ سے یہی مسجدیں بڑی ہیں البتہ اسلام میں عظمت کے اعتبار سے چوتھے نمبر پر مسجد قباء ہے لیکن تاریخی اعتبار سے وہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ امام مسلم کو اس قسم کی حدیثیں ایک جگہ پر ذکر کرنا چاہئے تھا مگر اس سے پہلے بھی اس طرح احادیث آئی ہیں اور علامہ نووی نے اسی طرح باب بھی باندھا ہے اور ہم نے ساری تحقیق وہاں لکھدی ہے اب یہاں کیا لکھوں؟ المسجد الحرام اور المسجد الاقصی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے کوفہ کے نحاۃ کے نزدیک بلاتاویل اضافت صحیح ہے لیکن نحاۃ بصرہ تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ المسجد المکان الحرام اور المسجد المکان الاقصی ہے اقصی دور کے معنی میں ہے یہ مکہ ومدینہ سے دور واقع ہے۔

باب المسجد الذی اسس علی التقوی

وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۳۳۸۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدٍ الْخَرَّاطِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: مَرَّ بِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ: قُلْتُ لَهُ كَيْفَ سَمِعْتَ أَبَاكَ يَذْكُرُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى قَالَ: قَالَ: أَبِي دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِ بَعْضِ نِسَائِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْمَسْجِدَيْنِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى قَالَ: فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصْبَاءَ فَضَرَبَ بِهِ الْأَرْضَ ثُمَّ قَالَ: هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا لِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ قَالَ: فَقُلْتُ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ أَبَاكَ هَكَذَا يَذْكُرُهُ.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن سعید الخدری رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ نے اپنے والد (ابوسعید خدری) سے اس مسجد کے بارے میں کیا سنا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر اٹھائی گئی تھی؟ انہوں نے کہا کہ میرے والد نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ازواج مطہرات میں سے کسی کے گھر میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! دونوں مساجد (مسجد حرام ومسجد نبوی) میں سے کون سی مسجد ہے جس (کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا) "اسکی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے"۔ آپ نے مٹھی بھر کنکر اٹھائے اور زمین پر دے مارے پھر فرمایا: وہ تمہاری مسجد ہے یعنی مدینہ کی مسجد"۔ ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بھی تمہارے والد سے اسی طرح سنا ہے۔

تشریح:

"ھو مسجدکم ھذا" یعنی مسجد نبوی کی طرف آنحضرت نے اشارہ کیا اور فرمایا کہ تقویٰ پر جس مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ یہی مسجد نبوی ہے

سوال: اب سوال یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں بڑی وضاحت کے ساتھ مسجد قباء کو اس فضیلت کا مصداق قرار دیا ہے شان نزول کا ذکر بھی احادیث میں ہے پوری تصریح موجود ہے پھر یہاں اتنی تاکید کیساتھ کیسے فرمایا گیا کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد نبوی ہے اس سوال کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے مسجد قباء اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے لیکن قرآن کی آیت جس مسجد کی بنیاد کا ذکر تقویٰ پر رکھنے کا کرتی ہے اس کا مصداق مسجد قباء ہے وہ من اول یوم کا مصداق بھی ہے کہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھنے کا ذکر ہے وہ مسجد نبوی ہے تو آیت کا مصداق مسجد قباء ہے اور حدیث کا مصداق مسجد نبوی ہے۔ بعض شارحین نے اسی بات کو دوسرے انداز سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مسجد نبوی اور مسجد قباء دونوں کی بنیادیں پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہیں لیکن جب آنحضرت سے سوال ہوا کہ آپ تعیین کریں تو آپ نے وصف تقویٰ کی کثرت کے اعتبار سے مسجد نبوی کو آیت کا مصداق قرار دیا کیونکہ جس طرح دوام کے ساتھ اور کثرت کے ساتھ تقویٰ کے اعمال مسجد نبوی میں ہوتے ہیں وہ مسجد قباء میں نہیں ہوتے ہیں تو وصف تقویٰ اور اعمال تقویٰ کے اعتبار سے آنحضرت نے مسجد نبوی کا تعیین فرمادیا۔

۳۳۸۶۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ قَالَ:سَعِيدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ:أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ فِي الإِسْنَادِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت نقل کی ہے۔ لیکن اس روایت کی سند میں عبدالرحمن بن ابی سعید کا ذکر نہیں ہے

باب فضل مسجد قباء وزيارته

مسجد قباء کی فضیلت اور اس کی زیارت ونماز کی فضیلت

اس باب میں امام مسلم نے نو احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۸۷۔حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَزُورُ قُبَاءً رَاكِباً وَمَاشِياً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا کی زیارت فرمایا کرتے تھے سوار ہو کر بھی اور پیدل چل کر بھی۔

۳۳۸۸۔**وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ رَاكِباً وَمَاشِياً فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ: ابْنُ نُمَيْرٍ فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا تشریف لاتے تھے، سواری پر سوار ہو کر بھی اور پیدل چل کر بھی، اور وہاں دو رکعات نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابوبکر نے اپنی روایت میں فرمایا کہ ابن نمیر کہتے ہیں کہ آپ مسجد قباء میں دو رکعات نماز پڑھتے تھے۔

۳۳۸۹۔**وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْتِي قُبَاءً رَاكِباً وَمَاشِياً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا سواری پر اور پیدل بھی جاتے تھے۔

۳۳۹۰۔**وَحَدَّثَنِي** أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ زَيْدُ بْنُ يَزِيدَ الثَّقَفِيُّ بَصْرِيٌّ ثِقَةٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى الْقَطَّانِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یحیٰ قطان کی حدیث ہی کی طرح روایت بیان کی ہے۔

۳۳۹۱۔**وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْتِي قُبَاءً رَاكِباً وَمَاشِياً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا سواری پر سوار ہو کر اور پیدل چل کر بھی تشریف لے جاتے تھے۔

۳۳۹۲۔**وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ: ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْتِي قُبَاءً رَاكِباً وَمَاشِياً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا سواری پر سوار ہو کر اور پیدل چل کر تشریف لے جاتے تھے۔

۳۳۹۳۔**وَحَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَأْتِي قُبَاءً كُلَّ سَبْتٍ وَكَانَ يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ.

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر شنبہ (ہفتہ) کے روز مسجد قبا

آتے تھے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہر ہفتہ مسجد قبا تشریف لاتے تھے''۔

۳۳۹۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْتِي قُبَاءَ يَعْنِي كُلَّ سَبْتٍ كَانَ يَأْتِيهِ رَاكِبًا وَمَاشِيًا. قَالَ ابْنُ دِينَارٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہفتہ کے روز مسجد قباء تشریف لاتے سوار ہو کر بھی اور پیدل بھی۔ (کبھی سواری پر کبھی پیدل) حضرت ابن دینار کہتے ہیں کہ ابن عمر بھی یونہی کیا کرتے تھے۔

۳۳۹۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ. وَلَمْ يَذْكُرْ كُلَّ سَبْتٍ.

حضرت ابن دینار سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت کی طرح حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں ہر ہفتہ کا ذکر نہیں ہے۔

تشریح:

''ولم يذكر كل سبت ''یعنی ایک راوی نے کل سبت کا لفظ ذکر نہیں کیا ہے باقی روایات میں یہ لفظ ہے ''قباء'' قاف پر ضمہ ہے آخر میں ہمزہ اور مد ہے مد کے بغیر بھی پڑھا گیا ہے مدینہ منورہ کے عوالی میں مسجد قباء واقع ہے مسجد نبوی سے جنوب کی جانب پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

آنحضرت کبھی سوار ہو کر اور کبھی پیدل مسجد قباء کی زیارت کے لئے ہر ہفتہ کے دن تشریف لے جاتے تھے اور دو رکعات نفل پڑھتے تھے ہفتہ کے دن کی تخصیص سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال کو بعض ایام کے ساتھ خاص کیا جاسکتا ہے لیکن یہ شارع کی طرف سے ہونا چاہئے خود کوئی آدمی شریعت میں تخصیص نہیں کر سکتا ہے۔ مسجد قباء کی ایک فضیلت تو یہ ہے کہ یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے جو ہجرت کے بعد مدینہ کے عوالی میں بنائی گئی ہے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ ہفتہ کے دن جا کر اس میں دو رکعات نفل جس نے ادا کردیئے اس کو ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے، بہر حال یہاں تک مدینہ منورہ کے فضائل کا بیان اور مسائل وفضائل مکمل ہو گئے جس کے ساتھ کتاب الحج کا طویل ترین کتاب اور لمبے مسائل وفضائل بھی مکمل ہو گئے الحمد للہ آج تین صفر المظفر پیر کے دن ۱۴۳۴ھ کو میں اس کی تحریر سے فارغ ہوا۔

گلہائے عقیدت ومحبت

چونکہ مدینہ منورہ کے فضائل اور روضۂ رسول پر حاضری سے متعلق احادیث کی توضیح وتشریح یہاں مکمل ہوگئی اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اور دیار حبیب سے متعلق چند ابیات بصورت گلہائے عقیدت پیش کیا جائے۔

حرم مدینہ میں گنبد خضراء کے سامنے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے فرمایا

پھر پیش نظر گنبد خضراء ہے حرم ہے
پھر نام خدا روضۂ جنت میں قدم ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
پھر شکر خدا سامنے محراب نبی ہے
پھر سر ہے میرا اور تیرا نقش قدم ہے
محراب نبی ہے کہ کوئی طور تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
پھر منت دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا غم ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
پھر بارگاہ سید کونین میں پہنچا
یہ ذرہ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا ان کی عنایات سے کم ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
رگ رگ میں محبت ہو رسول عربی کی
جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے
وہ رحمت عالم ہے شہ اسود و احمر
وہ سید کونین ہے آقائے امم ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
وہ عالم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے
دل نعت رسول عربی کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے

عشق نبی عظمت آدم کا نشان ہے

زکی کیفی

پھر سوئے حرم یہ دل شوریدہ رواں ہے
پھر ہر غم ہستی سے حفاظت ہے اماں ہے
پھر سایہ میں ہم روضۂ اطہر کے رہیں گے
دیکھیں گے تجھے تو غم ایام کہاں ہے
انوار ہی انوار! تجلی ہی تجلی!
گلیوں میں مدینے کی بہشتوں کا سماں ہے

اک عالم حیرت میں نظر کھوئی ہوئی ہے | جلوے ہیں مگر طاقت دیدار کہاں ہے
کانٹے بھی عرب کے گل ولالہ سے حسیں ہیں | ذروں پہ چمکتے ہوئے سورج کا گماں ہے
جس نام کے صدقے میں ملی دولت کونین | وہ نام مرے صل علی ورد زباں ہے
گرمی بازار محبت ترے دم تک ہے | تو عشق نبی ! عظمت آدم کا نشاں ہے
کیفی ! میں درشافع محشر کا گدا ہوں | کیا غم ہے گناہوں کا اگر بار گراں ہے ؟

مولانا منظور احمد صاحب دامت برکاتہم استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس: نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سرکار دو عالم کے رخ پر انوار کا عالم کیا ہوگا
جب زلف کا ذکر ہے قرآں میں رخسار کا عالم کیا ہوگا
معراج کی شب جب اللہ نے محبوب کو اپنے بلوایا
سوچو تو سہی ان دونوں میں گفتار کا عالم کیا ہوگا
بوبکر وعمر ، عثمان وعلی ہیں اور سارے صحابہ دو زانو
جب بیٹھتے ہونگے مجلس میں ، سردار کا عالم کیا ہوگا
کھائی ہے قسم خود قرآں نے اصحاب کے دوڑتے گھوڑوں کی
اصحاب کا جب یہ عالم ہے سرکار کا عالم کیا ہوگا
کہتے ہیں عرب کے ذروں پر انوار کی بارش ہوتی ہے
اے ظفر نہ جانے طیبہ کے گلزار کا عالم کیا ہوگا

یہ نعتیہ کلام علامہ سید سلیمان ندوی کا ہے جو انہوں نے روضۂ اطہر کے سامنے پڑھا تھا۔

آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے | مکی مدنی ہاشمی ومطلبی ہے
پاکیزہ تر از عرش وسما جنت فردوس | آرام گاہ پاک رسول عربی ہے
آہستہ قدم نیچی نگاہ ، پست صدا ہو | خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے
اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ | بے قاعدہ یہاں جنبش لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی   محبوب خدا ہے وہ ، جومحبوب نبی ہے
بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرکرم آج   جوآگ میرے سینے میں مدت سے لگی ہے

سوئے حرم

اقبال عظیم

سجدیں جبیں جبیں ہیں،دعائیں زباں زباں
سوئے حرم چلے ہیں مسافر کشاں کشاں
احساس معصیت سے ہے لرزاں بدن بدن
اور چشم شرمسار سے آنسو رواں رواں
طے ہو رہی ہے راہ طلب یوں قدم قدم
شاداں عیاں عیاں ہیں ، پشیماں نہاں نہاں
جلوے فلک فلک ہیں ، اجالے فضا فضا
چمکا ہے آفتاب رسالت کہاں کہاں
پھوٹی وہیں سے تجلی کرن کرن
لوح جبیں پاک جھکی ہے جہاں جہاں
مانو تو ہر صدائے مؤذن ہے اک پیام
سمجھو تو ہے ندائے محمد اذاں اذاں
گزرے جو ہم مدینے کی گلیوں سے یوں لگا
خوشبو چمن چمن ہے ، بہاریں جناں جناں
بیٹھا ہے آستانے پہ اقبال گو خموش
برپا ہے دل میں ایک تلاطم نہاں نہاں

اقبال عظیم

مدینہ کا سفر ہے اور میں نمدیدہ نمدیدہ
جبیں افسردہ افسردہ ، قدم لغزیدہ لغزیدہ
چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانب طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ، بدن لرزیدہ لرزیدہ
کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دیدیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستہ پیچیدہ پیچیدہ
کہاں میں اور کہاں اس روضہ اقدس کا نظارہ
نظر اس سمت اٹھتی ہے مگر دزدیدہ دزدیدہ
غلامان محمد ﷺ دور سے پہچانے جاتے ہیں
دل گرویدہ گرویدہ، سر شوریدہ شوریدہ
مدینہ جا کے ہم سمجھے تقدس کس کو کہتے ہیں
ہوا پاکیزہ پاکیزہ ، فضاء سنجیدہ سنجیدہ
بصارت کھوگئی لیکن بصیرت تو سلامت ہو
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ
وہی اقبال جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر
فراق طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

۱۴۰۹ھ میں حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد کچھ اشعار حرم پاک میں اور کچھ جدہ میں ہوئے۔ نفیس

میں تو اس قابل نہ تھا

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا
گرد کعبے کے پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا
مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا
جام زمزم کا پلایا، میں تو اس قابل نہ تھا
ڈال دی ٹھنڈک مرے سینے میں تو نے ساقیا

اپنے سینے سے لگایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔ بھا گیا میری زبان کو ذکر الا اللہ کا

یہ سبق کس نے پڑھایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔ خاص اپنے در کا رکھا تو نے اے مولا مجھے

یوں نہیں در در پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔ میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا

پر نہیں تو نے بھلایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔ میں کہ تھا بے راہ تو نے دستگیری آپ کی

تو ہی مجھ کو رہ پہ لایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔ عہد جور وز ازل تجھ سے کیا تھا یاد ہے

عہد وہ کس نے نبھایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔ تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب

گنبد خضراء کا سایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔ میں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قدس میں

اور جو پایا، سو پایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔ بارہ گاہ سید کونین (ﷺ) میں آکر نفیس

سوچتا ہوں کیسے آیا میں تو اس قابل نہ تھا

مجاہد کبیر عاشق رسول پشتو زبان کے مشہور مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاجی ترنگزئی کے رفیق خاص حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

زړګيه سترګي لګوه ده قدم لارنه ده

حضرت پری ایخي قدمونه دومره خواره نه ده

ترجمہ: اے دل آنکھیں بچھا کر چلو مدینہ پاؤں رکھ کر چلنے کی جگہ نہیں ہے کیونکہ محبوب خدا نے اس پر قدم رکھے ہیں کوئی معمولی جگہ نہیں ہے

چه ده حرم په زمکه ګدی قدم اوسترګي نګدی

زړه دی زخمي نه دے سينه دے هم بيماره نه ده

جب تم حرم مدینہ کی زمین پر آنکھوں کے بجائے قدم رکھ کر چلتے ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تیرا دل نہ زخمی ہے اور نہ سینہ میں درد ہے۔

دامښامښ قبه چه ښکاري زرغونه ده محبوب

مانړے ده عرش ددښه لوړه اونامداره نه ده

یہ سامنے محبوب خدا کا جو سبز گنبد نظر آرہا ہے اس سے عرش کا گنبد نہ زیادہ بلند ہے اور نہ زیادہ نامور ہے۔

دغه پنځه منارے ښکلے ده محبوب ده حرم

بوه هم کمه د فردوس له لوړ مناره نه ده

محبوب خدا کے حرم کے یہ جو پانچ خوبصورت مینار ہیں اس میں سے کوئی بھی جنت فردوس کے بلند مینار سے کم نہیں ہے۔

اوس به پهٔ باب السلام ور شوده محبوب له روضے له
جولئے خالي راوړے چاده دے درباره نه ده

آیئے باب السلام سے ہوکر محبوب خدا کے روضہ پر چلیں کیونکہ اس دربار سے کوئی شخص خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں آیا ہے۔

ډیرپه ادب او هوش ولاړ یم دمحبوب روضے ته
مینه ده هیڅ عاشق ذه دے درده قراره نه ده

میں محبوب خدا کے روضہ کے سامنے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ کھڑا ہوں کیونکہ ہر عاشق کی محبت اس درد سے بے قرار ہے۔

سلام ده محمد امین عرض کړئے په در ده محبوب
یے دمنولي نه م سپارلے دغه چاره نه ده

امین کا سلام محبوب کے روضہ پر پہنچادو میں نے اس آرزو کو اپنے رب ہی پر چھوڑ رکھا ہے وہ اسے پورا کریگا۔

كتاب النكاح

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (سورۃ نساء)

نکاح کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

نکاح من وجہ عبادت ہے اور من وجہ معاملہ ہے اس لئے عبادات اور معاملات کے درمیان ذکر کیا گیا، لفظ نکاح لغت میں ضم اور ملنے کو کہتے ہیں اور ''ثقب'' سوراخ کو بھی کہتے ہیں دونوں مفہوم موجود ہیں۔ شاعر ساحر ابوالطیب کہتا ہے۔

أَنْسَاعُهَا مَمْغُوْطَةٌ وَخِفَافُهَا　　　مَنْكُوْحَةٌ وَطَرِيْقُهَا عَذْرَاءُ

اس شعر میں ''منكوحة'' کا لفظ زخم اور سوراخ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

نکاح کی اصطلاحی تعریف عربی الفاظ میں فقہاء کرام کے ہاں اس طرح ہے ''اَلنِّكَاحُ هُوَ عَقْدٌ وُضِعَ لِتَمْلِيْكِ الْمُتْعَةِ بِالْأُنْثٰى قَصْدًا'' اردو میں نکاح کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے، نکاح اس عقد اور معاہدہ کا نام ہے جو مرد اور عورت کے درمیان قرار پاتا ہے جس سے ان دونوں کے درمیان زوجیت کے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔

لغوی اور اصطلاحی معنی قریب قریب ہیں کیونکہ عقد میں ضم ملنا بھی ہے اور وطی میں ثقب بھی ہے شوافع حضرات کے ہاں ''نکاح'' عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے ائمہ احناف کے ہاں نکاح وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے بعض فقہاء کے ہاں نکاح وطی اور عقد میں مشترک ہے قرینہ اور مقام سے کسی ایک معنی کا تعین اور امتیاز آتا ہے۔

اس میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ نکاح ایک مسنون شرعی طریقہ ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا نکاح معاملات کے قبیلہ سے ہے یا عبادات کے قبیلہ سے ہے شوافع کے ہاں نکاح معاملات کے اقسام میں سے ایک قسم ہے جو باقی ''عقود اور فسوخ'' کی طرح ایک رضا کارانہ عقد ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں طرفین یعنی میاں بیوی جس طرح راضی ہو گئے یہ عقد مکمل ہو جائے گا کسی مقرر مقدار مہر کی پابندی نہیں البتہ مہر کے نام سے کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔ (میاں بیوی راضی کیا کرے گا قاضی)

نیز یہاں یہ بحث بھی ہے کہ شوافع کے ہاں ''تخلی بالعبادة النافلة'' نکاح سے افضل ہے اس مدعا پر وہ حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ''سيدا و حصورا'' فرمایا ہے اور ''حصور'' وہ ہوتا ہے جو شادی بیاہ نہ کرے اور مسلسل عبادت میں لگا رہے۔

امام ابوحنیفہ اپنی گہری نگاہ اور شرعی نقطہ نگاہ کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ نکاح پر نوع انسانی کا دار و مدار ہے یہ انسان کے توالد و تناسل کا ذریعہ ہے یہ دو افراد کا آپس میں کوئی ذاتی بندھن یا صرف شخصی اور طبعی خواہش ہی نہیں بلکہ یہ عمل انسانی معاشرہ کے وجود، اس کی تشکیل، اس کی

بقاءاوراس کی ترقی کا بنیادی ستون ہے، یہی وجہ ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے لیکر شریعت محمدیہ تک تمام آسمانی مذاہب اور شریعتوں میں نکاح مسلسل چلا آیا ہے کوئی شریعت ایسی نہیں آئی جو اس عمل نکاح سے خالی رہی ہو، اگرچہ بعض شریعتوں میں بعض عبادات میں تغیر وتبدل آتا رہا ہے لیکن شرائط وضوابط کے تغیر کو چھوڑ کر نفس نکاح کا وجود ہر مذہب میں رہا ہے کسی آسمانی مذہب میں یہ اجازت کبھی نہیں دی گئی ہے کہ بغیر عقد نکاح اور بغیر معاہدہ ومعاقدہ مرد اور عورت کا جنسی تعلق قائم ہو۔

نکاح کیوں ضروری ہے؟

انسان کے اندر دو قوتیں نمایاں طور پر موجود ہیں جس کے افراط وتفریط اور اس کی بے قاعدگی سے انسان تباہ وبرباد ہوجاتا ہے
(۱) قوت غضبیہ: (۲) قوت شہویہ۔ قوت غضبیہ میں افراط اور زیادتی ''تہور'' اور ظلم ہے اور اس میں تفریط اور کمی جبن اور بزدلی ہے اور اس میں توسط اور اعتدال شجاعت ہے جو شرعاً مطلوب ومقصود ہے۔ قوت شہویہ میں افراط فسق وفجور اور زنا ہے اور اس میں تفریط خمود وجمود اور نامردی ہے اور اس کا وسط عفت ہے جو مطلوب ومقصود ہے۔ نکاح سے انسان میں یہی دو بنیادی قوتیں قابو میں آکر کنٹرول ہوجاتی ہیں اور انسان کی زندگی میں اعتدال کا راستہ پیدا ہوجاتا ہے، مثلاً رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے آدمی کے تعلقات میں وسعت پیدا ہوجاتی ہے کوئی اس کا سسر بن جاتا ہے کوئی ساس ہے کوئی بہنوئی اور کوئی سالہ ہے قسم قسم کے رشتے پیدا ہوجاتے ہیں اور دور دور تک جاکر پھیلتے ہیں اس سے آدمی کے غضب کے مواقع کم ہوجاتے ہیں تو قوت غضبیہ میں اعتدال آتا ہے۔

☆ اسی طرح ایک شخص مثلاً کمزور ہے ان کی افرادی قوت نہ ہونے کے برابر ہے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے ان کو افرادی قوت حاصل ہوجاتی ہے نئے رشتہ داروں کی طرف سے ان کی پشتی اور مدد ونصرت ہوتی ہے تو ان کو حوصلہ مل جاتا ہے بزدلی سے بچ جاتا ہے اب یہ شخص نہ ظالم رہتا ہے اور نہ مظلوم بلکہ اس کے درمیان شجاعت کے مطلوبہ مقام پر قائم رہتا ہے۔

☆ اسی طرح نکاح قوت شہویہ کو اعتدال پر لاتا ہے مثلاً قضائے شہوت کے لئے جب صحیح اور جائز محل آدمی کو مل جاتا ہے تو فسق وفجور اور حیوانیت سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر چودہ سال کی لڑکی اور پندرہ سال کے لڑکے کو نکاح کا پابند بنایا جائے تو بڑی حد تک زنا کا وجود ختم ہوجائے گا۔ اسی طرح طویل عرصہ تک عدم نکاح سے جو عضو مخصوص میں تذابل وخمود وجمود اور نامردی پیدا ہوجاتی ہے صحیح نکاح سے آدمی اس مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔

☆ جالینوس نے لکھا ہے کہ انسان کے کسی عضو کو جب اس کے تخلیقی عمل سے دیر تک روکا جائے تو وہ اپنا تخلیقی عمل چھوڑ کر بے کار ہوجاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنے سے آدمی اپنی اصلی صفت اعتدال اور عفت پر قائم رہتا ہے نہ فسق وفجور اور زنا میں پڑتا ہے اور نہ نامردی کا شکار بنتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نکاح سے جنسی ہیجان میں مکمل سکون آجاتا ہے۔

☆ فوائد نکاح میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے انسان کے عزائم اور حوصلوں میں بلندی آتی ہے کیونکہ شوہر بننے کے بعد آدمی سوچتا ہے کہ خود کماؤں گا خود کھاؤں گا بیوی بچوں اور رشتہ داروں کو کھلاؤں گا اس سے انسان میں اچھی صفات مثلاً ہمت سخاوت عزیمت وجرأت آتی ہے نیز نکاح کرنے والا مجاہدات کا عادی ہو جاتا ہے کیونکہ پورا گھریلو نظام اس کے سر پر آپڑتا ہے، اس سے وہ سستی کاہلی لاپرواہی اور غفلت جیسی بری صفات سے بچ جاتا ہے۔

☆ نیز نکاح صالح اولاد کا واحد ذریعہ ہے اور صالح اولاد میں دین اور دنیا کے بڑے بڑے فوائد موجود ہیں۔ اسی طرح تند مزاج آدمی کے مزاج میں ٹھہراؤ آتا ہے بیوی کی فرمائشوں کو سن سن کر مزاج میں اعتدال آتا ہے۔قوم کا نمائندہ اور پیشوا جب گھر جاتا ہے تو بیوی اس سے پودینہ اور ہلدی لانے کے لئے بازار دوڑاتی ہے یہ چل کر خود سامان خرید کر لاتا ہے اس سے اس کی زندگی میں عاجزی آتی ہے اور نخوت وتکبر سے بچ جاتا ہے اور اس کی روحانی اصلاح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے مزاج کا حال ہر واقف حال پر عیاں ہے کہ وہ کتنے نازک طبع تھے ان کی بیوی اتنی ہی بد اخلاق تھی جتنا کہ یہ حضرت نازک مزاج تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے میری اصلاح کے لئے مجھے اس طرح بیوی دے رکھی ہے۔ ان بے شمار فوائد کو دیکھ کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نکاح کرنا نفلی عبادات سے افضل ہے اور محمد عربی ﷺ کی ''سنت نکاح'' حضرت یحیٰ علیہ السلام کے عدم نکاح سے بدرجہا افضل اور قابل عمل ہے اگر حضرت یحیٰ نے نکاح نہیں کیا تو محمد عربی ﷺ نے کئی نکاح کئے ہیں اگر حضرت یحیٰ علیہ السلام نے نکاح کی ترغیب اپنی امت کو نہیں دی تو نہ سہی محمد عربی ﷺ نے بار ہا نکاح کی ترغیب دے دی ہے، جو رجال قال اور جو رجال حال کے لئے شاہراہ اعظم ہے۔ علماء سے سنا ہے کہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا مقام احمد بن حنبل سے اونچا تھا لیکن وہ مجھ سے آگے بڑھ گئے اس لئے کہ وہ شادی شدہ تھے اور میری شادی نہیں۔

نکاح کب ضروری ہو جاتا ہے؟

مسلک احناف میں نکاح اس وقت فرض ہو جاتا ہے جب کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں جنسی ہیجان کی وجہ سے زنا میں پڑ جانے کا یقین ہو اور حق مہر ادا کرنے پر شوہر قادر ہو یہی مطلب ہے فقہاء کرام کے اس جملے کا ''وعند التوقان فرض ''یعنی دو طاقتوں کی موجودگی میں نکاح فرض ہو جاتا ہے ہاں اگر اس صورت میں بیوی پر ظلم کرنے کا خوف ہو تو پھر فرض نہیں۔ نکاح اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب جنسی ہیجان کا غلبہ ہو مگر زنا میں پڑنے کا یقین نہ ہو صرف خطرہ ہو اور حق مہر اور نان ونفقہ پر آدمی قادر ہو اور بیوی پر ظلم کا کوئی خطرہ نہ ہو۔

مندرجہ بالا دونوں صورتوں میں جب اعتدال ہو تو اس وقت نکاح سنت مؤکدہ ہو جاتا ہے، اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ جنسی ہیجان کا غلبہ نہیں اور نان ونفقہ پر آدمی قادر ہے۔ عام اوقات میں نکاح احناف کے ہاں بھی مباح ہے جیسا کہ شوافع کے ہاں نکاح مطلقاً مباح ہے

اس صورت میں شریعت مطہرہ نے نکاح کی بہت ترغیب دیدی ہے اس کو نصف ایمان قرار دیا ہے اور صالح مستقبل کا ضامن بتایا ہے۔
نکاح اس وقت مکروہ ہو جاتا ہے جب بیوی پر ظلم کرنے کا خوف وخطرہ لاحق ہو کر مزاج اتنا سخت ہو کہ اگر نکاح کیا تو ظلم کا خطرہ ہے۔ نکاح اس وقت حرام ہو جاتا ہے جب کہ نکاح کرنے کے بعد بوجہ سخت مزاجی بیوی پر ظلم کرنا یقینی ہو۔ مندرجہ بالا صورتوں کی روشنی میں ہر شخص یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ کن حالات میں نکاح کرنا فرض ہے اور کن حالات میں واجب یا سنت یا مستحب ہے اور کن حالات میں نکاح نہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

نکاح کے مستحبات

آنے والی احادیث میں نکاح کے سارے مستحبات آئیں گے مگر میں ابتداء میں چند مستحبات کا ذکر کرتا ہوں تا کہ تمام مباحث پر روشنی پڑ جائے۔

☆ مستحب یہ ہے کہ آدمی پہلے مخطوبہ منسوبہ عورت کو دیکھ کر تسلی لے دونوں جانب سے تمام احوال کو ٹٹولا جائے کیونکہ یہ عمر بھر کا سودا ہے۔

☆ یہ بھی مستحب ہے کہ بیوی عمر میں کم ہو شان وشوکت میں کم ہو اور مال بھی کم ہو تا کہ شوہر کو غلام نہ بنائے۔

☆ یہ بھی مستحب ہے کہ عورت خوبصورتی میں شوہر سے زیادہ ہو سنجیدگی حلم وادب اور وقار وتحمل میں شوہر سے زیادہ اور کنواری ہو۔

☆ یہ بھی مستحب ہے کہ نکاح اعلانیہ ہو دونوں طرف سے بزرگ حضرات کھلے مقام یا مسجد میں تقریب میں شریک ہوں۔ نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے، جس میں دونوں صیغے ماضی کے ہوں یا ایک صیغہ مستقبل یعنی حال کا ہو۔ مردوں میں سے دو گواہ ہوں، یا ایک مرد دو عورتیں بطور گواہ ہوں اور دوراز کار بیکار شرائط نہ ہوں۔

نکاح کی اقسام

عرب میں جاہلیت کے دور میں آٹھ قسم کے نکاح ہوتے تھے، اسلام نے ان میں سے صرف ایک قسم کو جائز قرار دیا اور باقی تمام کو رد کر دیا۔

(۱) نکاح عام

یہ وہی نکاح تھا جو آج کل مسلمانوں میں رائج ہے عرب میں جب یہ نکاح اپنے خاندان میں ہوتا تو لڑکی کا باپ لڑکی کے حق میں یہ دعا کرتا تھا کہ اللہ تجھے اس گھرانے میں خوش رکھے تیری اولاد پھیل جائے تجھے اللہ تعالیٰ لڑکے دیدے اور عزت وعظمت کے ساتھ رکھے۔ اور اگر لڑکی دوسرے خاندان میں بیاہی جاتی تو باپ یوں دعا مانگتا تھا اللہ تجھے خوش رکھے تیرا پانی میٹھا ہو تجھے اللہ لڑکے نہ دے کیونکہ اس سے ہمارے دشمن بڑھیں گے تم اپنے شوہر کی عزت کرو سسرال کی خدمت کرو ان کے عزیز واقارب کی قدر کرو۔ یہ نکاح عرب میں عام شرفاء کا

نکاح تھااور اس کا نام نکاح الشرفاء بھی تھا۔

(۲) نکاح استبضاع

عورت جب حیض سے پاک ہوجاتی تو شوہر کہتا تھا کہ فلاں سردار سے جاکر جماع کروتا کہ شریف بہادراور نجیب بچہ پیدا ہوجائے عورت ایسا کرتی اور حمل کے ظہور تک شوہر اپنی بیوی سے جماع نہیں کرتا تھا۔

(۳) نکاح تعیین ونامزدگی

عورت نوبت بنوبت دس آدمیوں سے جماع کرتی جب لڑکا پیدا ہوجاتا تو یہ عورت ان سب مردوں کو بلاتی کوئی بھی آنے سے انکار نہیں کرسکتا تھا پھر یہ عورت ان سے کہتی تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے اے فلاں یہ لڑکا تیرا ہے وہ شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا تھا اور یہ لڑکا اس نامزدگی اور تعیین سے اس شخص کا ہوجاتا تھا۔

(۴) نکاح الرایات

یہ بازاری اور فاحشہ عورتوں کا نکاح تھا ان میں سے ہر عورت اپنے گھر کے اوپر جھنڈا نصب کرتی تھی اور جو شخص بھی زنا کرنا چاہتا تھا اس کو معلوم ہوجاتا اور وہ ان کے پاس چلا آتا جب بچہ پیدا ہوجاتا تو یہ لوگ قیافہ شناس کو بلاتے تھے وہ دیکھ کر فیصلہ کرتا تھا کہ یہ بچہ فلاں شخص کے مشابہ ہے لہذا یہ اس کا بچہ ہے۔

(۵) نکاح الخدن

یہ یارباشی کا چھپا ہوا نکاح تھا اس میں دوستی اور یارانہ کے طور پر خفیہ زنا ہوتا تھا اسلام نے اس کو ﴿ولا متخذات اخدان﴾ کہہ کر رد فرمایا ہے۔

(۶) نکاح متعہ

یہ موقت سازشی نکاح ہوتا تھا کہ کوئی شخص کسی شہر یا گاؤں جاتا وہ وہاں ٹھہرنے اور سامان سنبھالنے اور جنسی خواہش پورا کرنے کی غرض سے بغیر کسی گواہ کے کچھ معاوضہ پر کسی عورت سے نکاح کرتا تھا اور ان کے ہاں ٹھہر جاتا تھا، آج کل شیعہ روافض کے ہاں اس کا پورا انتظام اور سہولیات موجود ہیں اسلام نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(۷) نکاح البدل

جاہلیت میں ایک شخص دوسرے سے کہتا تھا کہ تم میرے لئے اپنی بیوی سے الگ ہوجاؤ میں تیرے لئے اپنی بیوی سے علیحدہ ہوجاؤں گا یہ

ان کے ہاں نکاح کی ایک صورت تھی اسلام نے اس کو منع کردیا مگر آج کل بے غیرت دنیاداروں میں یہ رواج وقتی طور پر نائٹ کلبوں میں ہوتا ہے۔

(۸) نکاح شغار

یہ دولڑکیوں کے تبادلے کی صورت ہے جس کے بیچ میں مہر نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ میری بیٹی ہے اس کو تم اپنے نکاح میں اپنی بیٹی کے عوض قبول کرلو، وہ جواب میں کہتا تھا کہ تم میری بیٹی کو اپنی بیٹی کے عوض میں قبول کرلو اور ان دونوں لڑکیوں کے درمیان مہر نہیں ہوتا تھا۔ شغر اور شغار کتے کے پیشاب کے وقت ٹانگ اٹھانے کو کہتے ہیں، گویا یہاں ہر ایک نے دوسرے کو کہا کہ میں تیری لڑکی اور تم میری لڑکی کی ٹانگ اٹھاؤ اور یہی دونوں کا مہر ہے، اسلام نے اس کو منع کردیا ہے۔ (بحوالہ رسوم جاہلیت)

باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه

شوق ومستی کے وقت نکاح کرنا ضروری ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے

۳۳۹۶۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ جَمِيعاً عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بِمِنًى فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ: لَهُ عُثْمَانُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ. قَالَ: فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَقَدْ قَالَ: لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعو کے ساتھ منیٰ میں چل رہا تھا، ان سے حضرت عثمانؓ کی ملاقات ہوئی تو عثمانؓ ان سے کھڑے ہوکر باتیں کرنے لگے (دوران گفتگو) عثمانؓ نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا ہم آپ کی شادی کسی نوجوان لڑکی سے نہ کردیں، شاید وہ تمہیں تمہاری عمر رفتہ کی یاد دلادے؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ: اگر تم یہ کہتے ہو تو ٹھیک ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی قدرت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نگاہوں کو نیچا کرنے والا، اور شرمگاہ کی

حفاظت کرنے والا ہے اور جسے قدرت نکاح نہ ہو تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے کیونکہ وہ اس کے لئے بمنزلہ خصی کرنے کے ہے''۔ (یعنی روزہ، قوت شہوانیہ کی توڑ دیتا ہے جس کی بناء پر اس کے لئے شرمگاہ کی حفاظت آسان ہو جاتی ہے)۔

تشریح:

''مع عبدالله ''یعنی علقمہ کہتے ہیں کہ میں حج کے موسم میں منیٰ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ جا رہا تھا کہ ان سے خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان کی ملاقات ہوگئی ''شابة ''یعنی ایک دوشیزہ جوان لڑکی سے آپ کی شادی نہ کراؤں؟ ''بعض مامضى ''یعنی آپ کو وہ لڑکی قوت وشہوت کا پرانا زمانہ یاد دلائے گی علماء واطباء نے لکھا ہے کہ جوان لڑکی کے جماع سے بوڑھے آدمی کی قوت بڑھ جاتی ہے بلکہ لوٹ کر واپس آجاتی ہے۔ حکایت ہے کہ ایک نامرد آمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے اپنی نامردی کا تذکرہ کیا، عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ دوسری شادی کرلو اس نے کہا کہ ایک نہیں سنبھالی جاتی ہے دوسری کیسے کروں؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ شادی کرو جب اس شخص نے شادی کرلی تو اس کی قوت نے جوش مارا اور دونوں بیویوں کے لئے مرد کامل بن گیا۔ علامہ نوویؒ نے خود تو شادی نہیں کی لیکن یہاں جوان لڑکی سے نکاح کے فوائد میں لکھتے ہیں

''فيه استحباب نكاح الشابة لانها المحصلة لمقاصد النكاح فانها الذ استمتاعا واطيب نكهة واحسن عشرة وافكه محادثه واجمل منظرا والين ملمسا وارغب في الاستمتاع''

''لئن قلت ذاک لقد قال لنا ''یعنی اگر آپ یہ ترغیب دیتے ہیں تو یہ اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر ہمیں نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عثمان کو کیسا جواب دیا ہے آیا نفی ہے یا اثبات ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عثمان کی بات کی موافقت کی اور فرمایا کہ اگر آپ ہمیں ترغیب دیتے ہیں تو اسی طرح ترغیب نبی اکرم نے ہمیں یامعشر الشباب کے الفاظ سے دی تھی تو سوال اور جواب مطابق ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عثمان کی بات رد فرمادی کہ شادیوں کا زمانہ جوانی کا زمانہ ہوتا ہے نبی اکرم نے یامعشر الشباب سے جوانوں کو مخاطب کیا ہے بوڑھوں سے نہیں کہا ہے اب مجھ بوڑھے کا شادی سے کیا کام ہے۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حدیث کو بیان کر کے جواب دیا ہے اس میں احتمال ہے کہ آپ نے حضرت عثمان کی بات کا انکار کیا ہے جو ظاہر حدیث میں ہے لیکن اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عثمان کی بات سے موافقت کی ہے لیکن حدیث میں اس کا ذکر نہیں آیا ہے کسی نے اختصار کیا ہے۔

''یامعشر الشباب ''معشر اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی خاص وصف پر مشتمل ہو، مثلاً معشر الرجال مردوں کی جماعت، معشر النساء

عورتوں کی جماعت، معشر الجن جنات کی جماعت، معشر الشیوخ بوڑھوں کی جماعت اور معشر الشباب جوانوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ شباب جمع ہے اس کا مفرد شاب ہے، شبان اور شببۃ بھی جمع آتی ہے، جوان کو کہتے ہیں، جوانی کی آخری عمر اور آخری حد میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، شوافع حضرات کے ہاں جوانی کی آخری حد تیس سال ہے ائمہ احناف کے ہاں ایک شخص چالیس سال تک جوان کہلائے جانے کا حق رکھتا ہے اور بلوغ کے وقت سے جوانی شروع ہو جاتی ہے۔

"الباءۃ" ای مؤنۃ الباءۃ" یہ کلمہ چار لغات پر پڑھا جاتا ہے (۱) "باءۃ" اس میں مد بھی اور تا بھی ہے (۲) "باء" اس میں مد تو ہے لیکن آخر میں تا نہیں ہے (۳) "باھۃ" اس میں مد نہیں مگر آخر میں ایک ہا اور ایک تا ہے (۴) "باۃ" اس میں مد نہیں ہے مگر آخر میں ہا موجود ہے، باہ اور مباھات جماع اور نکاح کے معنی میں آتا ہے جو دراصل ہمزہ کے ساتھ مباءۃ مکان دینے کے معنی میں ہے کیونکہ جو شخص نکاح کرتا ہے وہ بیوی کو جگہ اور مکان دیتا ہے۔ باہ قوت باہ کو بھی کہا جاتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں حدیث میں اس لفظ کا کیا معنی ہے اور مراد کیا ہے۔

شارحین حدیث میں سے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس لفظ سے جماع اور نکاح دونوں مراد لیا جاسکتا ہے اور جماع مراد لینا راجح ہے، لیکن اس صورت میں مضاف محذوف ماننا پڑے گا، یعنی مؤنۃ الجماع واسباب الجماع، اس محذوف کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ بعد میں ومن لم یستطع کا جملہ آیا ہے اس کا عطف "باءۃ" پر صحیح نہیں کیونکہ معنی یہ ہو جائے گا کہ جو شخص تم میں سے جماع کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے، یہ معنی غلط ہے کیونکہ جو شخص جماع پر قادر نہیں اسے شہوت کنٹرول کرنے کے لئے روزے رکھنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو پہلے سے جماع پر قادر نہیں ہاں اگر "باءۃ" کے لفظ سے نکاح مراد لیا تو پھر یہ عطف صحیح ہو جائے گا۔

مسلم شریف کے شارح علامہ محمد بن خلیفہ متوفی ۸۲۸ھ مسلم شریف کی شرح اُبی میں فرماتے ہیں کہ "الباءۃ" نکاح ہی کے معنی میں ہے، جماع کا معنی مراد لینا غلط ہے کیونکہ اس صورت میں ومن لم یستطع کا مفہوم غلط ہو جائے گا یعنی جس کو جماع کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے یہ غلط ہے اس لئے نکاح ہی مراد ہے علامہ اُبی کی تشریح زیادہ بہتر اور آسان تر ہے۔

"اغض" نگاہ نیچے رکھنے کے معنی میں ہے یعنی نکاح کرنے سے آدمی غلط نظر بازی سے بچ جاتا ہے۔ "واحصن للفرج" شرم گاہ کی حفاظت اور آدمی کے پاک دامن رہنے کے معنی میں ہے نکاح کرنے سے آدمی حرام کاری سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہاں نبی کریم ﷺ نے نکاح کے دو بڑے فائدے بتائے ہیں ایک یہ کہ نکاح سے آدمی غلط نظر بازی سے بچتا ہے، دوسرا یہ کہ حرام کاری سے بچ جاتا ہے۔ "ومن لم یستطع" اس جملے کا عطف اس سے پہلے من استطاع کے جملے پر ہے اور "باءۃ" نکاح کے معنی میں ہے تب معنی صحیح ہوگا، اور اگر بسائۃ جماع کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ علامہ طیبی کی رائے ہے تو پھر مضاف محذوف ماننا پڑے گا تاکہ معنی درست ہو جائے یعنی مؤنۃ الباءۃ ای اسباب الجماع۔

وجاء: خصیتین کے کچلنے کو وجاء کہتے ہیں اس سے مراد کسر شہوت ہے کیونکہ خصیتین مرکز شہوت ہے۔ "فعلیہ بالصوم" علی لزوم اور رکوب کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے جس سے یہ اشارہ کیا گیا کہ ایک دو روزوں سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا بلکہ مسلسل روزے رکھنے سے حاصل ہوگا کیونکہ روزہ رکھنے سے انسانی رگوں میں خون کا دوڑنا بند ہوجاتا ہے اور شیطان اسی خون کے راستوں سے داخل ہوتا ہے تو اس کا داخلہ جسم میں بند ہوجاتا ہے جس سے مستی کے راستے بند ہوجاتے ہیں، ورنہ روزہ سے آدمی خصی نہیں ہوتا صرف شہوت کنٹرول ہوجاتی ہے جانوروں کو بدھیا بنانے میں شوافع حضرات فرماتے ہیں کہ ماکول اللحم چھوٹے جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے بڑوں کا جائز نہیں ہے اور حرام جانوروں کا خصی کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔ احناف کے ہاں جانوروں کے خصی کرنے کا ذکر تو ہے مگر مزید تفصیل نہیں ہے۔

۳۳۹۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: إِنِّي لَأَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ بِمِنًى إِذْ لَقِيَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ: هَلُمَّ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: فَاسْتَخْلَاهُ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللَّهِ أَنْ لَيْسَتْ لَهُ حَاجَةٌ قَالَ: قَالَ: لِي تَعَالَ يَا عَلْقَمَةُ قَالَ: ـ فَجِئْتُ فَقَالَ: لَهُ عُثْمَانُ أَلَا نُزَوِّجُكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ جَارِيَةً بِكْرًا لَعَلَّهُ يَرْجِعُ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ. فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ.

(۲) حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ منیٰ جا رہا تھا کہ (راستہ میں) حضرت عبداللہؓ کی عثمان بن عفانؓ سے ملاقات ہوئی، حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اے ابو عبدالرحمٰن! ادھر آؤ۔ راوی کہتے ہیں حضرت عثمان، حضرت عبداللہؓ کو علیحدہ لے گئے جب حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ کو کوئی حاجت نہیں ہے تو مجھے فرمایا: اے علقمہ تم بھی آجاؤ، سو میں بھی آگیا تو حضرت عثمان نے حضرت عبداللہ سے فرمایا: اے ابو عبدالرحمٰن کیا ہم تیرا نکاح نوجوان کنواری سے نہ کرادیں تاکہ گزرے ہوئے زمانہ کی یاد پھر سے تازہ ہوجائے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا: اگر آپ یہ کہتے ہو (بقیہ حدیث حضرت معاویہؓ کی حدیث کی طرح نقل کی گئی ہے)

تشریح:

"فاستخلاہ" یہ لفظ خلوت سے بنا ہے چونکہ یہ شادی کی بات ہے اور بڑھاپے کا وقت تھا تو مناسب تھا کہ حضرت عثمان حضرت ابن مسعود کو تنہائی میں لے جا کر بات کرتے اور ایسا ہی ہوا۔ "فلما رأی عبداللہ" اس جملے کے سمجھنے کی ضرورت ہے ایک مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو شادی کی ضرورت نہیں ہے تو حضرت عثمان نے علقمہ کو بھی بلالیا اور پھر حضرت ابن مسعود کو نکاح کی ترغیب دیدی مگر فائدہ نہیں ہوا اس صورت میں رأی کا فاعل حضرت عثمان ہے اور عبداللہ کا لفظ مفعول بہ منصوب واقع

ہے۔ اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ رأی کا فاعل عبداللہ ہے یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود نے جب دیکھا کہ حضرت عثمان کو نکاح کی ترغیب کے سوا کوئی حاجت نہیں ہے اور بات چھپانے کی اب ضرورت نہیں ہے تو حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت علقمہ کو بھی بلالیا پھر حضرت عثمان نے نکاح کی ترغیب حضرت ابن مسعود کو دیدی صحیح مسلم کے دو نسخے ہیں عبداللہ مرفوع بھی ہے اور منصوب بھی ہے "حاجة" ای ان لیست لعثمان حاجة الا الترغیب فی النکاح۔

۳۳۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ: لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا: "اے گروہ نوجواناں! جو تم میں سے قدرت نکاح رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرلے کیونکہ یہ نظر کو نیچا اور فرج (شرمگاہ کی) کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح کی قدرت نہ رکھے اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کہ یہ اس کی شہوت کو توڑتا ہے"۔

۳۳۹۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعَمِّي عَلْقَمَةُ وَالْأَسْوَدُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: وَأَنَا شَابٌّ يَوْمَئِذٍ فَذَكَرَ حَدِيثًا رُئِيتُ أَنَّهُ حَدَّثَ بِهِ مِنْ أَجْلِي قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَزَادَ قَالَ: فَلَمْ أَلْبَثْ حَتَّى تَزَوَّجْتُ.

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں اور میرے چچا، علقمہ اور اسود، حضرت عبداللہ بن مسعو کے پاس گئے، میں ان دنوں نوجوان تھا، حضرت عبداللہؓ نے ایک حدیث بیان کی (وہی حدیث جو اوپر گزری) میرا خیال ہے کہ انہوں نے وہ حدیث میری وجہ سے بیان کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔ (جیسا کہ حدیث ابو معاویہ میں گزرا) چنانچہ اس کے بعد میں نے تھوڑے دنوں میں ہی نکاح کرلیا۔

تشریح:

"قال" اس کا فاعل عبدالرحمٰن بن یزید ہے جو ابن مسعود کے شاگرد ہیں "وانا شاب" یہ بھی عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں اسوقت جوان تھا "فذکر حدیثا" یعنی ابن مسعود نے ایک حدیث بیان کی "رئیت" یہ مجہول کا صیغہ ہے عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے یہ حدیث میرے لئے بیان کی تاکہ میں جوانی میں شادی کرلوں چنانچہ استاذ کے اس اشارے کی وجہ سے میں نے جلدی میں شادی کرلی۔

٣٤٠٠ـ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَنَا أَحْدَثُ الْقَوْمِ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ فَلَمْ أَلْبَثْ حَتَّى تَزَوَّجْتُ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں قوم میں سے نوجوان تھا (بقیہ حدیث سابقہ روایت کی طرح بیان کی) لیکن اس روایت میں یہ (میں نے تھوڑے ہی دنوں میں شادی کر لی) نہیں ہے۔

٣٤٠١ـ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ فَقَالَ: بَعْضُهُمْ لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ. وَقَالَ: بَعْضُهُمْ لَا آكُلُ اللَّحْمَ. وَقَالَ: بَعْضُهُمْ لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ. فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ. فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت نے نبی ﷺ کی ازواج سے آپ کی خفیہ عبادت کے بارے میں پوچھا اور اس کے بعد ان میں سے بعض نے تو یہ کہا میں تو کبھی عورتوں سے نکاح وغیرہ نہیں کروں گا (تاکہ زیادہ سے زیادہ عبادت کروں)۔ بعض نے کہا کہ آیندہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا، بعض نے کہا میں کبھی بستر پر سوؤں گا نہیں آپ ﷺ نے (یہ سن کر) اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی باتیں کہہ رہے ہیں، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں (تہجد کی) اور سوتا بھی ہوں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں''۔ جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ میری (امت) سے نہیں ہے (یا میرے طریقہ پر نہیں ہے)۔

تشریح:

''ان نفرا '' نفر ایک سے لیکر نو تک پر بولا جاتا ہے دوسری حدیث میں اس کو ''رھط'' کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے بخاری میں ہے کہ یہ تین آدمی تھے۔ فتح الباری میں ابن حجرؒ نے مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ تین آدمی حضرت علی عبداللہ بن عمرو اور حضرت عثمان بن مظعون تھے۔ ''عن عمله فی السر ''یعنی نبی مکرم کے گھر کے اندر عبادت کا طریقہ کیا تھا کتنی دیر عبادت کرتے تھے، اس حدیث میں کچھ اختصار ہے تفصیلی روایت میں ہے کہ جب ان کو نبی اکرم کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور پھر اپنے اپنے انداز سے عہد کیا کہ ہم اس طرح عبادت کریں گے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے آنحضرت ﷺ نے

ناراضگی کا اظہار فرمایا "مابال اقوام" "ای حال اقوام" "قالوا کذا و کذا" یہ ان حضرات کے عہد و معاہدہ اور التزام عبادت کی طرف اشارہ ہے "عن سنتی" یہاں سنت سے مراد فرض اور واجب کے مقابل سنت مراد نہیں ہے بلکہ الطریقة المسلوکة من النبی صلی الله علیه وسلم مراد ہے گویا ان لوگوں نے جن چیزوں کے التزام کا وعدہ کیا تھا اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ تو رہبانیت ہے عیسائیت ہے محمدیت نہیں ہے اور جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے محمدیت تو یہ ہے کہ میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں میں شادیاں بھی کرتا ہوں میں رات کو جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ "فلیس منی" یعنی اگر یہ اعراض کسی تاویل کی وجہ سے ہے تو وہ آدمی معذور ہوگا ملت سے خارج نہیں ہوگا اور اگر یہ اعراض سرکشی اور نفرت وانکار کی بنیاد پر ہو تو اس سے آدمی دین اسلام سے نکل جائے گا تو معنی یہ کہ یہ آدمی کافر ہو گیا

شارحین کہتے ہیں کہ اس طرح کا کلام اسلوب حکیم کی بنیاد پر ہوتا ہے مثلاً بڑا آقا اپنے ماتحتوں سے کہتا ہے کہ اگر میری مخالفت کی تمہارا تعلق مجھ سے نہیں ہوگا اور نہ میرا تعلق تم سے ہوگا، اس طرح کلام کرنے سے ماتحتوں کو اس کام سے روکنا ہوتا ہے چنانچہ وہ روتے ہونگے اور دوڑتے ہونگے اور اس کام کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔ ایک جواب یہ بھی ہے کہ اس خاص کام اور خاص شعبہ میں وہ شخص دین اسلام اور نبی آخرالزمان کے طریقے پر نہیں ہے یہ مطلب نہیں کہ پورے اسلام سے وہ خارج ہو گیا یا یہ کلام تشدیداً تغلیظاً تہدیداً زجراً وتوبیخاً ہے کئی جوابات لکھے گئے ہیں۔

اسلام میں ترک نکاح منع ہے

۳۴۰۲۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون ؓ کے لئے عبادت کے لئے عورتوں سے دور رہنے کی بات رد کردی (اور منع کر دیا اس بات سے کہ عبادت کے لئے مستقل دوری اختیار کر لی جائے) اور اگر آپ ﷺ اجازت دے دیتے حضرت عثمان ؓ کو تو ہم سب خصی ہو جاتے (اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا ضروری ہے اور تبتل اور خصی ہونا حرام ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ مرد کے لئے خصی ہونا خواہ کسی عمر میں ہو جائز نہیں حرام ہے۔ واللہ اعلم)۔

تشریح:

''التبتل'' عورتوں سے انقطاع اور ترک نکاح کو تبتل کہتے ہیں ھو الانقطاع عن النکاح ومایتبعہ من الملاذ الی عبادۃ اللہ

امراء القیس کہتا ہے۔

تضیء الظلام بالعشی کانها منارة ممسی راهب متبتل

محبوبہ رات کے اندھیرے کو اس طرح روشن کردیتی ہے جیسے کسی راہب تارک دنیا کی روشنی کا مینار ہوتا ہے

حضرت مریم کو بتول ترک نکاح کی وجہ سے کہتے ہیں اور حضرت فاطمہ کو بتول یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے دنیا کو ترک کیا تھا اور یا اس لئے کہ وہ اس امت کی عورتوں سے حسب، نسب، دین اور درجہ کے اعتبار سے الگ تھلگ اور ممتاز تھیں۔ تبتل رہبانیت ہے جو نصاریٰ کے ہاں اعلیٰ عبادت ہے ان کے ہاں لذائذ دنیا اور عورتوں کے نکاح اور اختلاط سے بچنا تقویٰ ہے۔ اگرچہ خود راہب دیگر تمام گناہوں میں آلودہ پڑا ہو کسی نے خوب کہا ہے۔

وَالْوَطُ مِنْ رَاهِبٍ يَدَّعِيْ بِاَنَّ النِّسَاءَ عَلَيْهِ حَرَامٌ

مگر اسلام افزائش نسل، کثرت اولاد اور عورتوں بچوں میں رہتے ہوئے عبادت کرنے کو افضل قرار دیتا ہے۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے شاید فرمایا کہ میرا درجہ امام احمد بن حنبل سے بڑا تھا لیکن وہ مجھ سے مقام میں آگے بڑھ گئے کیونکہ ان کے بیوی بچے ہیں اور میں مجرد ہوں بہرحال نکاح میں تکثیر امت کا راز مضمر ہے اور اس سے بقاء جہاد کے لئے افراد مہیا ہوتے ہیں جو نہایت ضروری ہے۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے اسی ترک نکاح کو حضور اکرم ﷺ سے مانگا تھا کہ بس عورتوں اور بیوی بچوں کے جھگڑوں اور بکھیڑوں سے فارغ ہو کر خوب عبادت کروں گا لیکن حضور اکرم ﷺ نے انکا مطالبہ مسترد فرمایا جس پر حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ اگر حضور اکرم ﷺ عثمان کو ترک نکاح کی اجازت دیتے تو ہم تبتل سے بڑھ کر اپنے آپ کو خصی کر کے رکھدیتے تاکہ شہوت کا مادہ ہی ختم ہوجائے۔ حضرت سعدؓ نے یہ کلام بطور مبالغہ فرمایا ہے حقیقتاً خصی کرنے کا نہ ارادہ تھا نہ یہ مقصد تھا کیونکہ اسلام میں یہ ناجائز ہے۔

''لاختصینا'' الاختصاص نزع الخصيتين واخراجهما حتى لاتبقى شهوة کو کہتے ہیں۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ اپنے آپ کو خصی کرنا تو جائز نہیں ہے تو یہاں کیسے فرمایا کہ ہم ایسا کردیتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد شہوت کو دفع کرنا ہے خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو حقیقتاً خصی بنانا مراد نہیں ہے۔ لیکن علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ صحابہ نے خیال کیا کہ خصی کرنا جائز ہوگا لہٰذا انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر سوال کیا تو آنحضرت نے منع کردیا۔ اچھا جواب یہ ہے کہ صحابہ نے حقیقتاً اختصاء کی اجازت مانگی مگر ان کو اجازت نہیں ملی تو قصہ ختم ہوگیا۔ اب خصی کرنے کا حکم یہ ہے کہ انسانوں میں مطلقاً حرام ہے اور جانوروں میں جو جانور ماکول اللحم نہیں اس کو بھی بدھیا بنانا جائز نہیں ہے اور جو جانور ماکول لحم ہیں اس میں چھوٹی عمر میں جائز ہے بڑے جانوروں میں جائز نہیں ہے یہ شوافع کا مسلک ہے احناف

کے مسلک میں زیادہ تفصیل نہیں ہے۔

۳۴۰۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْداً يَقُولُ رُدَّ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلُ وَلَوْ أُذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا.

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے میں نے حضرت سعد کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے عثمان بن مظعون کے مجرد رہنے کو رد فرمایا، اگر آپ ﷺ اس کو اجازت عطا فرماتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

۳۴۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ أَرَادَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ أَنْ يَتَبَتَّلَ فَنَهَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَوْ أَجَازَ لَهُ ذَلِكَ لَاخْتَصَيْنَا.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے مجرد (غیر شادی شدہ) رہنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو منع فرما دیا اور اگر آپ اس کو اجازت مرحمت فرماتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

باب من رأى امرأة فوقعت في نفسه فليأت اهله

اجنبی عورت کو دیکھنے سے شوق پیدا ہو جائے تو اپنی بیوی سے جماع کرے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۳۴۰۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى امْرَأَةً فَأَتَى امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ وَهِيَ تَمْعَسُ مَنِيئَةً لَهَا فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک مرتبہ کسی عورت پر نظر پڑی تو آپ اپنی زوجہ مطہرہ زینب کے پاس تشریف لائے وہ اس وقت کھال کو دباغت دینے کے لئے مل رہی تھیں، آپ نے ان سے اپنی حاجت پوری کی پھر صحابہ کے پاس باہر آئے اور فرمایا: "عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، لہذا تم میں سے جب کسی کی نظر (اجنبی) عورت پر پڑے تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس

آکر (صحبت کرلے) کیونکہ اس سے اس کے دل کے خیالات دفع ہو جائیں گے"۔

تشریح:

"رای امرأة" راستے میں گزرنے والی کوئی عورت تھی اس پر اچانک نظر پڑنے سے جنس عورت کی طرف خواہش پیدا ہوئی آپ نے اس خواہش کو اپنی بیوی سے پورا کر دیا اس میں کہیں بھی نہیں ہے کہ آنحضرت کو اسی عورت کی خواہش پیدا ہوئی تھی تاہم سنن دارمی میں فاعجبته کا لفظ ہے جس کو صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے اب اس کی تشریح ضروری ہے۔

فاعجبته: سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اس طرح خیال کیوں اور کیسے آیا آپ تو معصوم ہیں؟

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ بشری اور طبعی تقاضے کے تحت آپ کو اس عورت کی پسندیدگی کا خیال آیا یہ خیال صرف "ہاجس" اور "خاطر" کے درجہ میں تھا جس پر کوئی مواخذہ نہیں لہٰذا مسئلہ بے غبار ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے عملاً اس مسئلہ کو ظاہر فرمایا تاکہ امت کے لئے تعلیم اور نمونہ کا ذریعہ بن جائے اور تعلیم امت کے لئے کبھی کبھی مکروہ تنزیہی فعل کا ارتکاب بھی مباح قرار دیا گیا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ اچانک کی نظر تھی جس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

فان معها: یعنی اصل مقصود قضائے شہوت ہے وہ تو اپنی بیوی سے بھی پوری ہو سکتی ہے اس میں کوئی تفاوت نہیں ہاں حکم میں تفاوت ضرور ہے کہ اپنی بیوی سے جماع حلال ہے اور اجنبی عورت سے حرام ہے۔

"تمعس" یہ واحد مؤنث کا صیغہ ہے باب فتح یفتح سے کسی چیز کو سخت ملنے اور رگڑنے کے معنیٰ میں ہے "منیئة" یہ ذبیحة کے وزن پر ہے میم پر فتحہ ہے نون مکسور ہے ہمزہ پر فتحہ ہے یہ اس کچی کھال کو کہتے ہیں جو بالکل ابتدائی مرحلہ میں ہوتی ہے اس کو پکانے اور صاف کرنے کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ آدمی ہاتھ میں لکڑی یا لوہے کا ایک ٹکڑا پکڑتا ہے اور اس کے سامنے حصہ کو مضبوطی سے کھال پر لگا کر دباتا ہے اس کو دیر تک رگڑنے سے کھال کا اوپر والا حصہ پک کر رنگ چھوڑتا ہے اور مزیدار ہو جاتا ہے اسی کیفیت کا تذکرہ اس حدیث میں ہے یہ قبائل کے لوگوں کے اعمال وافعال کا نقشہ ہے شہری لوگ اس کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اس باب کی آخری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنا واقعہ بیان نہیں کیا ہے بلکہ اس طرح صورت پیش آنے پر علاج بتایا ہے گویا وہ ایک فرضی کلام ہے کہ اگر کسی کے ساتھ ایسا ہو جائے تو وہ ایسا عمل کرے وہاں "فلیعمد" کا لفظ آیا ہے جس کا معنی ارادہ کرنے کا ہے وہاں "فلیواقعها" کا لفظ بھی ہے جس سے جماع کرنا مراد ہے

"یرد ما فی نفسه" یعنی دل میں جو خواہش پیدا ہوگئی ہے اس کا علاج ہو جائے گا۔

٣٤٠٦۔ **حَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ أَبِي الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى امْرَأَةً. فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَأَتَى امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ وَهِيَ تَمْعَسُ

مَنِيئَةً. وَلَمْ يَذْكُرْ تُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا (پھر سابقہ حدیث کی طرح حدیث بیان کی) لیکن اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے پاس آئے اور وہ کھال کو دباغت دے رہی تھیں اور نہ اس روایت میں یہ ہے وہ (عورت) شیطانی صورت میں جاتی ہے۔

٣٤٠٧۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: قَالَ: جَابِرٌ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِذَا أَحَدُكُمْ أَعْجَبَتْهُ الْمَرْأَةُ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ فَلْيَعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهِ فَلْيُوَاقِعْهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ.

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: "جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کے دل میں برا خیال پیدا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس سے صحبت کرے کیونکہ ایسا کرنا اس کے دل کے خیال کو دفع کردے گا"۔

باب نكاح المتعة ونسخها

نکاح متعہ اور اس کے منسوخ ہونے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چھبیس احادیث کو بیان کیا ہے

٣٤٠٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ وَابْنُ بِشْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَسْتَخْصِي فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَنْكِحَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ إِلَى أَجَلٍ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا کرتے تھے، ہماری عورتیں ساتھ نہیں ہوتی تھیں، لہذا ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے ہمیں منع فرمادیا، پھر آپ نے ہمیں اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض بھی مقررہ وقت تک کے لئے نکاح کرلیں"، پھر حضرت عبداللہؓ نے یہ آیت پڑھی: "اے ایمان والو! وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کردیں انہیں

حرام مت کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔(المائدہ)

تشریح:

''رخص لنا ''یعنی پھر ہمارے لئے متعہ کرنے کی اجازت دی گئی۔اس روایت میں واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ رخصت واجازت شدید مجبوری واضطرار اور حالت سفر میں دی گئی تھی، مذکورہ باب میں مختلف احادیث ہیں بعض ظاہر بین اس کو دیکھ کر تعارض وتضاد کا خیال کر کے متعہ کو جائز کہتے ہیں۔

متعہ کی حرمت کب آئی ہے؟اس بارے میں احادیث مختلف ہیں زیادہ مشہور تو یہی ہے کہ جنگ خیبر کے موقع پر متعہ کی حرمت آئی تھی اور گھریلو پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی ممانعت کردی گئی تھی،لیکن بعض روایات میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی تحریم کا حکم آیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ جنگ حنین واوطاس کے موقع پر یہ حرمت آئی تھی ان روایات میں تطبیق وترتیب کی چند صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ متعہ کی حرمت تو جنگ خیبر کے موقع پر ہوئی تھی لیکن پھر فتح مکہ کے موقع پر رخصت ہوئی اس کے بعد اوطاس کے موقع پر ہمیشہ کے لئے حرمت ہوگئی تو دو دفعہ رخصت اور دو دفعہ حرمت آئی۔

دوم یہ کہ جنگ خیبر کے موقع پر جو حرمت ہوئی تھی وہ ایسی تھی جس طرح مردار اور میتہ کی حرمت ہے کہ حالت اختیار میں حرام ہے اور حالت اضطرار میں جائز ہے،جن صحابہ کی طرف جواز کا قول منسوب کیا جاتا ہے جیسے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ تو وہ اسی طرح اضطرار کی حالت میں ابتداء میں قائل تھے پھر اس سے بھی رجوع کرلیا۔

بہر حال جن لوگوں کو جس وقت معلوم ہوا کہ متعہ حرام ہے اس نے اس وقت کی طرف نسبت کی یہ کوئی تعارض نہیں ہے۔فتح مکہ اور جنگ حنین ساتھ ساتھ دو واقعے ہیں اگر کسی نے نسبت فتح مکہ کی طرف کی کہ اس دن متعہ حرام ہوا تو وہ بھی صحیح ہے اور جنہوں نے اوطاس کے موقع کی طرف نسبت کی تو وہ بھی صحیح ہے کیونکہ فتح مکہ کے سال میں فتح مکہ بھی ہے اور جنگ حنین واوطاس اور طائف بھی ہے۔

امام حازمیؒ نے لکھا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حضور اکرم ﷺ نے متعہ کو ہمیشہ کے لئے حرام ٹھہرایا ہے۔ابوداؤد شریف میں بھی ایک حدیث ہے جس میں حجۃ الوداع کے موقع پر متعہ کی حرمت کا ذکر ہے تعمیم وتفہیم اور تشہیر کے لئے اس وقت بھی اعلان ہوا تھا تو جس نے جس وقت حرمت کا سنا اسی کی طرف حرمت کو منسوب کیا یہ کوئی تعارض نہیں ہے۔

متعة النساء: کسی معینہ مدت کے لئے معینہ رقم کے عوض نکاح کرنے کا نام متعہ ہے مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہدے کہ میں دو سال کے لئے یا ایک ماہ کے لئے بعوض اتنی رقم تم سے نکاح کرتا ہوں۔گویا متعہ ایک سازشی نکاح ہے نہ اس میں گواہ ہے نہ اولیاء کی اجازت ہے نہ کفو اور خاندان کا سوال ہے نہ ایجاب ہے نہ قبول ہے،متعہ جاہلیت کے باطل نکاحوں میں سے ایک نکاح تھا۔ابتداء اسلام میں یہ اسی طرح چلتا رہا کوئی نیا حکم نہیں آیا تھا،جنگ خیبر کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی پھر فتح مکہ کے بعد جنگ اوطاس کے

موقع پر تین دن کی اجازت کے بعد قیامت تک متعہ کو مسلمانوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا گیا گویا نکاح متعہ کی دو مرتبہ اباحت آئی اور دو مرتبہ حرمت آئی اور پھر ہمیشہ کے لئے حرام ٹھہرا، ابوداؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت حجۃ الوداع کے موقع پر آئی تھی ممکن ہے کہ یہ اعلان حرمت کے بعد مزید تشہیر وتفہیم کے لئے کیا گیا ہو۔

بہر حال متعہ نکاح کے اغراض کے سراسر منافی ہے اور بے شمار مفاسد کا منبع ہے مثلاً ایک عورت نے ایک ماہ میں تین شوہروں سے دس دس دن کے لئے متعہ کیا پھر سال کے بعد بچہ پیدا ہو گیا تو اب تین شوہروں کے اشتراک عمل سے جو بچہ پیدا ہوا ہے یہ بچہ کس کا ہے؟ کس کا وارث بنے گا کون اس کا سرپرست اور وارث ہوگا؟ متعہ کے اس عمل بد سے تلبیس نسل اور ابطال میراث لازم آتا ہے۔ لہذا اجماع امت کے فیصلے سے متعہ حرام ہے فقہاء اربعہ کے اتفاق سے متعہ حرام ہے شرافت کے اصولوں سے متعہ حرام ہے۔ صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں امام مالکؒ کی طرف متعہ کی جواز کی نسبت کی ہے لیکن اس نسبت میں غلطی ہوگئی ہے کیونکہ مؤطا مالک میں اس کو ناجائز لکھا ہے۔

روافض: شیعہ روافض اس سازشی نکاح اور بے غیرتی سے لبریز عمل کو جائز کہتے ہیں اور اس کا بڑا ثواب بیان کرتے ہیں اور جواز پہ قرآن کی آیت کو دلیل کے طور پر پیش کر کے کہتے ہیں کہ ﴿فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن﴾ میں استمتاع کا ذکر ہے جو متعہ سے ماخوذ ہے اور اجورھن میں اجرت کا ذکر ہے مہر کا نہیں ہے لہذا متعہ مستقل حکم ہے۔ نیز روافض حضرت ابن عباسؓ کی طرف متعہ کے جواز کا قول منسوب کرتے ہیں اور مشکوۃ ص ۲۷۳ پر ابن مسعودؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

جمہور فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیت ﴿فمن ابتغى وراء ذلك فاولئك هم العادون﴾ (سورہ مومنون) حرمت متعہ پر یہ آیت نص قطعی ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت حرمت متعہ پر اسی طرح واضح دلیل ہے ''وان الله قد حرم ذلك الى يوم القيامة'' مشکوۃ ص ۲۷۳ پر حضرت علی روایت حرمت پر دال ہے اس کے ساتھ ساتھ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت ہے جو متعہ کی حرمت پر دال ہے۔ اسی طرح مشکوۃ صفحہ ۲۷۳ پر ابن عباس کی روایت حرمت متعہ پر دال ہے اجماع امت بھی حرمت متعہ پر قائم ہے۔

الجواب: جمہور شیعہ شنیعہ اور رافضہ مرفوضہ کی دلیل قرآنی آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ''فما استمتعتم'' کی آیت سے پہلے اور آیت کے بعد نکاح کا ذکر ہے لہذا ''اجورهن'' سے مراد مہر ہے اور ''استمتعتم'' سے نکاح مراد ہے۔ اجور کا اطلاق مہر پر ہوتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے ﴿فانكحوهن باذن اهلهن واتوهن اجورهن﴾ یہاں اجور سے مزدوری مراد نہیں بلکہ حق بضعہ کا معاوضہ مراد ہے جو مہر ہے۔ باقی ابن مسعودؓ اگر کسی وقت ابتداء میں متعہ کے قائل تھے تو ہوں گے بعد میں آپ نے رجوع کر لیا تھا اور حضرت ابن عباسؓ اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن جب حضرت علیؓ نے آپ کو سختی سے منع کر دیا تو آپ نے رجوع کیا اور فرمایا: ''فكل فرج سواهما فهو حرام'' شیعہ روافض پر تعجب ہے کہ حضرت علی نے جس متعہ سے سختی سے منع کر دیا ہے شیعوں کا محبوب مشغلہ یہی متعہ بن کر رہ گیا ہے۔ حضرت ابن عباس سے آپ کے شاگرد سعید بن جبیر نے ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت! متعہ کے متعلق آپ کا فتویٰ تو دنیا میں پھیل گیا اور قافلوں اور مجالس

میں اس کے تذکرے ہورہے ہیں ۔حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ کیا فتویٰ اور کیا تذکرے ہیں؟ تو شاگرد نے کہا کہ لوگ آپ کی طرف اس طرح فتویٰ منسوب کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے اشعار میں ایک شاعرہ عورت نے اس طرح کیا ہے۔

هل لک فی رخصة الاطراف آنسة　　یکون مثواک حتی مصدر الناس

کیا تجھے نازک اندام محبت کرنے والی لڑکی میں رغبت نہیں کہ لوگوں کے واپس لوٹنے تک تم ان کے پاس ٹھہرے رہوگے

فقال ابن عباس سبحان الله مابهذا افتیت وماهی الا کالمیتة والدم والخمر ولحم الخنزیر بہرحال متعہ کو نکاح میں داخل کرنا ایسا مشکل ہے جیسا کسی نے کہا ہے۔

کسے در صحن کاچی قلیہ جوید　　اضاع العمر فی طلب المحال

یعنی جو شخص فیرنی اور کھیر کے پلیٹ میں گوشت کی بوٹیاں تلاش کرتا ہے اس نے محال کی تلاش میں اپنی عمر ضائع کردی۔

٣٤٠٩۔وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ.مِثْلَهُ وَقَالَ:ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا هَذِهِ الآيَةَ.وَلَمْ يَقُلْ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ.

اس طریق نے بھی سابقہ حدیث کی طرح روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ پھر انہوں نے ہمارے سامنے یہ آیت (مذکورہ) تلاوت کی،اور یہ نہیں کہا کہ عبداللہؓ نے تلاوت کی۔

٣٤١٠۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ: كُنَّا وَنَحْنُ شَبَابٌ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلاَ نَسْتَخْصِي وَلَمْ يَقُلْ نَغْزُو.

سابقہ حدیث ان اسناد سے بھی مروی ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ ہم نوجوان تھے،ہم نے عرض کیا کہ:یارسول اللہ!کیا ہم خصی نہ ہوجائیں؟اور یہ نہیں کہا کہ ہم جہاد کرتے تھے۔

٣٤١١۔وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ:سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُحَمَّدٍ يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ قَالاَ خَرَجَ عَلَيْنَا مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَذِنَ لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوا.يَعْنِي مُتْعَةَ النِّسَاءِ.

جابر بن عبداللہ وسلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا منادی ہماری طرف نکلا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بے شک تمہیں اجازت دی ہے کہ عورتوں سے نکاح متعہ کرلو"۔

٣٤١٢۔وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَانَا فَأَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ.

حضرت سلمہ بن الاکوع اور جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور نکاح متعہ کی ہمیں اجازت دی۔

٣٤١٣۔وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ:قَالَ:عَطَاءٌ قَدِمَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مُعْتَمِراً فَجِئْنَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَسَأَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ أَشْيَاءَ ثُمَّ ذَكَرُوا الْمُتْعَةَ فَقَالَ:نَعَمِ اسْتَمْتَعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ.

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہؓ عمرہ کی نیت سے (مکہ) تشریف لائے تو ہم ان کے پڑاؤ میں ان کے پاس آئے اور لوگوں نے ان سے بہت سی باتیں اور مسائل دریافت کیے۔ پھر لوگوں نے متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا ہاں! ہم نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمرؓ کے ادوار میں متعہ کیا۔

٣٤١٤۔حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ:سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقُبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ وَالدَّقِيقِ الْأَيَّامَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ حَتَّى نَهَى عَنْهُ عُمَرُ فِي شَأْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کے عہد میں ایک مٹھی کھجور اور آٹے کے عوض میں متعہ کیا کرتے تھے۔ حتی کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن حریث کے واقعہ کے بعد اس سے منع کر دیا۔

٣٤١٥۔حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ:كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَأَتَاهُ آتٍ فَقَالَ:ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ اخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ:جَابِرٌ فَعَلْنَاهُمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا.

حضرت ابونضرہ فرماتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ کے پاس تھا کہ اس اثناء میں ان کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے

کہا کہ ابن عباس اور ابن زبیر کے مابین دونوں متعوں یعنی عورتوں سے متعہ اور حج تمتع کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے۔تو جابرؓ نے فرمایا کہ:''ہم نے دونوں پر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عمل کیا پھر ہمیں عمرؓ نے دونوں سے منع کردیا تو اس کے بعد ہم نے ان پر دوبارہ عمل نہیں کیا۔

٣٤١٦. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهَى عَنْهَا.

حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد سلمہؓ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:''رسول اللہ ﷺ نے غزوہ اوطاس والے سال تین دن کے لئے متعہ کی اجازت دی پھر اس سے منع فرمادیا۔

٣٤١٧ـوَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ سَبْرَةَ أَنَّهُ قَالَ:أَذِنَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمُتْعَةِ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ إِلَى امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ كَأَنَّهَا بَكْرَةٌ عَيْطَاءُ فَعَرَضْنَا عَلَيْهَا أَنْفُسَنَا فَقَالَتْ مَا تُعْطِي فَقُلْتُ رِدَائِي.وَقَالَ:صَاحِبِي رِدَائِي.وَكَانَ رِدَاءُ صَاحِبِي أَجْوَدَ مِنْ رِدَائِي وَكُنْتُ أَشَبَّ مِنْهُ فَإِذَا نَظَرَتْ إِلَى رِدَاءِ صَاحِبِي أَعْجَبَهَا وَإِذَا نَظَرَتْ إِلَيَّ أَعْجَبْتُهَا ثُمَّ قَالَتْ أَنْتَ وَرِدَاؤُكَ يَكْفِينِي.فَمَكَثْتُ مَعَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ الَّتِي يَتَمَتَّعُ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهَا .

حضرت سبرہ الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں (صحابہ کو) متعہ کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ پھر میں اور ایک شخص بنی عامر کی ایک عورت کے پاس گئے جو (گویا) ایک دراز گردن والی حسین وجوان اونٹنی تھی ہم دونوں نے اپنا آپ اسے پیش کیا تو اس نے کہا تم مجھے کیا دوگے؟ میں نے کہا چادر! میرے ساتھی نے بھی کہا چادر، اور میرے ساتھی کی چادر میری چادر سے زیادہ عمدہ تھی جب کہ میں اس سے زیادہ بھرپور جوان تھا، وہ عورت جب میرے ساتھی کی چادر کو دیکھتی تو اسے چادر اچھی لگتی اور جب میری طرف دیکھتی تو میں اسے پسند آتا آخر اس نے مجھ سے کہا کہ''تم اور تمہاری چادر میرے لئے کافی ہے'' چنانچہ میں اس کے ہمراہ تین روز رہا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس کے پاس ایسی عورتوں میں سے کوئی عورت ہو جن سے متعہ کیا ہے تو وہ اسے چھوڑ دے''۔

تشریح:

''اذن لنا'' یہ اجازت حالت سفر میں اضطرار کی صورت میں تھی پھر غزوہ اوطاس میں اس کو بھی ہمیشہ کے لئے منع کردیا گیا''بکرة'' قوی اور جوان خوبصورت اونٹنی کو کہتے ہیں''العیطاء''العیط عین پر فتحہ ہے ی پر سکون ہے طاء پر زبر ہے گردن کو کہتے ہیں پھر جب طاء پر مدآجانے

لمبی گردن کے معنی میں ہوجاتا ہے یہاں یہی مراد ہے یعنی اعتدال کے ساتھ خوبصورت گردن
"الشب" یہ جوان کو کہتے ہیں "یکفینی" یعنی تمہاری چادر پرانی سہی مگر تم جوان ہو میرے لئے یہی کافی ہے

۳۴۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ أَنَّ أَبَاهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم فَتْحَ مَكَّةَ قَالَ: فَأَقَمْنَا بِهَا خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثِينَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ فَأَذِنَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَخَرَجْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنْ قَوْمِي وَلِي عَلَيْهِ فَضْلٌ فِي الْجَمَالِ وَهُوَ قَرِيبٌ مِنَ الدَّمَامَةِ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَّا بُرْدٌ فَبُرْدِي خَلَقٌ وَأَمَّا بُرْدُ ابْنِ عَمِّي فَبُرْدٌ جَدِيدٌ غَضٌّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَسْفَلِ مَكَّةَ أَوْ بِأَعْلَاهَا فَتَلَقَّتْنَا فَتَاةٌ مِثْلُ الْبَكْرَةِ الْعَنَطْنَطَةِ فَقُلْنَا هَلْ لَكِ أَنْ يَسْتَمْتِعَ مِنْكِ أَحَدُنَا قَالَتْ وَمَاذَا تَبْذُلَانِ فَنَشَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا بُرْدَهُ فَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ وَيَرَاهَا صَاحِبِي يَنْظُرُ إِلَى عِطْفِهَا فَقَالَ: إِنَّ بُرْدَ هَذَا خَلَقٌ وَبُرْدِي جَدِيدٌ غَضٌّ. فَتَقُولُ بُرْدُ هَذَا لَا بَأْسَ بِهِ. ثَلَاثَ مِرَارٍ أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اسْتَمْتَعْتُ مِنْهَا فَلَمْ أَخْرُجْ حَتَّى حَرَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

حضرت ربیع بن سبرہ کہتے ہیں کہ ان کے والد سبرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ فتح مکہ کے موقع پر جہاد کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے مکہ میں پندرہ رات اور دن قیام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عورتوں سے متعہ کی اجازت دے دی۔ چنانچہ میں اور میری قوم کا ایک اور شخص نکلے، مجھے حسن و جمال میں اس پر برتری تھی اور وہ بدصورتی کے قریب تھا ، جب کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس چادر تھی۔ میری چادر پرانی تھی اور میرے ابن عم (چچازاد) کی چادر نئی اور عمدہ تھی۔ جب ہم مکہ کے نشیب میں تھے یا اوپری حصہ میں تھے تو ہمیں ایک دوشیزہ ملی جو دراز صراحی دار گردن والی جوان اونٹنی کی طرح تھی۔ ہم نے اس سے کہا کہ کیا تجھے ہم میں سے کسی کے ساتھ متعہ کرنے کی رغبت ہے؟ اس نے کہا: بدلے میں تم کیا دوگے تو ہم دونوں نے اپنی اپنی چادر پھیلا دی پس وہ دونوں کی طرف دیکھنے لگی جب کہ میرا ساتھی اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتا اس کے میلان طبع کو جانچنے کے لئے اور اس سے کہتا کہ اس کی (میری) چادر پرانی ہے جب کہ میری چادر نئی اور عمدہ ہے تو وہ عورت کہتی کہ اس کی چادر میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ غرض دو تین بار یہ گفتگو ہوئی۔ پھر میں نے اس سے استمتاع کیا اور اس کے پاس سے نہیں نکلا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کو حرام قرار دے دیا۔

تشریح:

''الدمامة'' بدشکل اور بدصورت کو کہتے ہیں ''عنطنطة'' بکرۃ نوجوان اونٹنی کو کہتے ہیں اور عنطنطہ خوبصورت لمبی گردن کو کہتے ہیں یہ بکرۃ عطاء کے معنی میں ہے ''عض'' تازہ اورنئی خوبصورت چیز کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے یہاں نئی چادر مراد ہے بدنما آدمی نے اپنی چادر کی تعریف کی اور اپنے ساتھی کی چادر کی شکایت کی تا کہ چادر کے زور پر وہ لڑکی کو راغب کرے مگر لڑکی نے طبعی رجحان پر فیصلہ دیا اور اس بے چارے کو مایوس کیا ''مَحٌّ'' یعنی میرے ساتھی کی چادر تو محو اور ختم ہے پرانی ہے یہ لفظ اگلی روایت میں ہے ان روایات کے بعد آخر تک روایات میں متعہ کی ممانعت اور منسوخیت کے بیانات ہیں۔

٣٤١٩۔**وحَدَّثَنِي** أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ. فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ بِشْرٍ. وَزَادَ قَالَتْ وَهَلْ يَصْلُحُ ذَاكَ وَفِيهِ قَالَ: إِنَّ بُرْدَ هَذَا خَلَقٌ مَحٌّ.

حضرت ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے (بقیہ حدیث بشر کی طرح ذکر کی) لیکن اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس عورت نے کہا یہ درست ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھی نے کہا یہ چادر پرانی اور گئی گزری ہے۔

٣٤٢٠۔**حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الِاسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهُ وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا.

حضرت ربیع بن سبرہ الجہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! میں نے تمہیں متعۃ النساء (خواتین سے متعہ) کی اجازت دی تھی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام قرار دے دیا۔ لہٰذا جس کے پاس بھی ایسی خواتین میں سے کوئی ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دے، اور کچھ تم ان کو دے چکے ہو وہ واپس نہ لو''۔

٣٤٢١۔**وحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَائِماً بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے یہ ارشاد فرماتے دیکھا (جیسا کہ حدیث ابن نمیر میں ہے)۔

٣٤٢٢۔ **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمُتْعَةِ عَامَ الْفَتْحِ حِينَ دَخَلْنَا مَكَّةَ ثُمَّ لَمْ نَخْرُجْ مِنْهَا حَتَّى نَهَانَا عَنْهَا.

حضرت عبدالملک بن الربیع بن سبرۃ الجہنی اپنے والد سے اور وہ ان کے (عبدالملک) کے دادا (سبرۃ الجہنی) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فتح مکہ والے سال جب ہم مکہ میں داخل ہوئے تو متعہ کی اجازت عطا فرمائی اور ابھی ہم مکہ سے نکلے بھی نہ تھے کہ آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا"۔

٣٤٢٣۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي رَبِيعَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالتَّمَتُّعِ مِنَ النِّسَاءِ قَالَ:- فَخَرَجْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ حَتَّى وَجَدْنَا جَارِيَةً مِنْ بَنِي عَامِرٍ كَأَنَّهَا بَكْرَةٌ عَيْطَاءُ فَخَطَبْنَاهَا إِلَى نَفْسِهَا وَعَرَضْنَا عَلَيْهَا بُرْدَيْنَا فَجَعَلَتْ تَنْظُرُ فَتَرَانِي أَجْمَلَ مِنْ صَاحِبِي وَتَرَى بُرْدَ صَاحِبِي أَحْسَنَ مِنْ بُرْدِي فَآمَرَتْ نَفْسَهَا سَاعَةً ثُمَّ اخْتَارَتْنِي عَلَى صَاحِبِي فَكُنَّ مَعَنَا ثَلَاثاً ثُمَّ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِفِرَاقِهِنَّ.

حضرت ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سبرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال اپنے صحابہ کو عورتوں سے تمتع (متعہ) کی اجازت عطا فرمائی، فرماتے ہیں کہ چنانچہ میں اپنے ایک بنی سلیم کے ساتھی کے ہمراہ نکلا، راہ میں ہمیں بنی عامر کی ایک لڑکی ملی گویا کہ وہ دراز گردن جوان حسین اونٹنی کی طرح تھی، ہم دونوں نے اپنے آپ کے لئے اسے پیغام دیا اور اپنی چادریں اس کے سامنے پیش کیں، وہ دیکھنے لگی تو اس نے مجھے میرے ساتھی سے زیادہ خوبصورت دیکھا، جب کہ چادر میرے ساتھی کی میری چادر سے زیادہ اچھی پائی، اس نے ایک ساعت اپنے آپ سے مشورہ کیا پھر میرے ساتھی پر مجھے ترجیح دے کر میرا انتخاب کیا۔ چنانچہ متعہ کی عورتیں ہم لوگوں کے ساتھ تین دن رہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کو چھوڑنے کا حکم دے دیا۔

٣٤٢٤۔ **حَدَّثَنَا** عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ.

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمادیا

٣٤٢٥۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ الْفَتْحِ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ.

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمادیا

٣٤٢٦۔ **وَحَدَّثَنِيهِ** حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ زَمَانَ الْفَتْحِ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَأَنَّ أَبَاهُ كَانَ تَمَتَّعَ بِبُرْدَيْنِ أَحْمَرَيْنِ.

حضرت ربیع بن سبرہ الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے زمانہ میں عورتوں سے متعہ سے منع فرمادیا تھا، اور ان کے والد نے دو سرخ چادروں کے عوض متعہ کیا تھا۔

٣٤٢٧۔ **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَامَ بِمَكَّةَ فَقَالَ: إِنَّ نَاسًا أَعْمَى اللَّهُ قُلُوبَهُمْ كَمَا أَعْمَى أَبْصَارَهُمْ يُفْتُونَ بِالْمُتْعَةِ يُعَرِّضُ بِرَجُلٍ فَنَادَاهُ فَقَالَ: إِنَّكَ لَجِلْفٌ جَافٍ فَلَعَمْرِي لَقَدْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ تُفْعَلُ عَلَى عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ يُرِيدُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَجَرِّبْ بِنَفْسِكَ فَوَاللَّهِ لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَأَرْجُمَنَّكَ بِأَحْجَارِكَ. قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ بْنِ سَيْفِ اللَّهِ أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَاهُ فِي الْمُتْعَةِ فَأَمَرَهُ بِهَا فَقَالَ: لَهُ ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيُّ مَهْلًا. قَالَ: مَا هِيَ وَاللَّهِ لَقَدْ فُعِلَتْ فِي عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ. قَالَ: ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ إِنَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لِمَنِ اضْطُرَّ إِلَيْهَا كَالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ ثُمَّ أَحْكَمَ اللَّهُ الدِّينَ وَنَهَى عَنْهَا. قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ: قَدْ

كُنْتُ اسْتَمْتَعْتُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ امْرَأَةً مِنْ بَنِي عَامِرٍ بِبُرْدَيْنِ أَحْمَرَيْنِ ثُمَّ نَهَانَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُتْعَةِ. قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ وَسَمِعْتُ رَبِيعَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ ذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَأَنَا جَالِسٌ.

حضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ عروہ بن الزبیرؓ نے انہیں بتلایا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ میں کھڑے ہو کر (خطبہ دیتے ہوئے) فرمایا کہ: ''بعض لوگوں کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے اعمیٰ (اندھا) کر دیا ہے جیسا کہ ان کی بصارت اور نگاہ کو بھی اندھا کر دیا ہے کہ وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں (یہ تعریض اور اشارہ ہے ابن عباسؓ کی طرف کہ جو آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے جب کہ وہ اس وقت حلت متعہ کا فتویٰ بھی دیتے تھے مضطر کے لئے) اور ابن زبیرؓ اشارہ کر رہے تھے ایک شخص (ابن عباسؓ) کی طرف تو ابن زبیرؓ کو اس شخص (یعنی ابن عباسؓ نے پکارا اور کہا کہ: تم کم فہم، تند خو انسان ہو، میری زندگی کی قسم! متعہ امام المتقین یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت ابن زبیر نے فرمایا کہ: تو ٹھیک ہے آپ اپنے آپ پر تجربہ کر کے دیکھ لیں، خدا کی قسم! اگر آپ نے ایسا کیا (متعہ کیا) تو میں ضرور آپ کو آپ کے ہی پتھروں سے سنگسار کر دوں گا (کیونکہ یہ زنا ہوگا اور زنا کی سزا رجم ہے)۔ حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ مجھے خالد بن مہاجر بن سیف اللہؓ (خالد بن ولیدؓ) نے بتلایا کہ وہ ایک شخص کے پاس بیٹھے تھے (مراد ابن عباسؓ) ہیں کہ اس اثناء میں ایک دوسرا شخص آیا اور متعہ کے بارے میں ان سے فتویٰ پوچھا، تو انہوں نے اس کے کرنے کا حکم دے دیا (یعنی جواز متعہ کا فتویٰ دے دیا) تو ابن ابی عمرہ الانصاری نے ان سے کہا کہ ذرا ٹھہرو! انہوں نے کہا کیا ہوا؟ خدا کی قسم! میں نے امام المتقین (رسول اللہ ﷺ) کے زمانہ میں کیا ہے تو ابن ابی عمرہؓ نے فرمایا کہ: بے شک اول وابتداء اسلام میں اس کی رخصت و اجازت تھی مضطر اور مجبور کے لئے (اور مجبور سے مراد وہ شخص ہے جس پر شہوت کا غلبہ ہو اور نکاح کی قدرت نہ ہو) جیسے مضطر و مجبور کے لئے اسلام میں مردار، خنزیر کے گوشت اور خون کی بھی اجازت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دین کو محکم اور مضبوط فرما دیا اور اس متعہ سے منع فرما دیا۔ حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ مجھے ربیع بن سبرہؓ الجہنی نے بتلایا کہ ان کے والد نے فرمایا کہ: ''میں نے نبی ﷺ کے عہد میں بنی عامر کی ایک عورت کے ساتھ دو سرخ چادروں کے عوض متعہ کیا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں متعہ سے منع فرما دیا۔ حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بن سبرہؓ سے یہ حدیث سنی ہے جب کہ وہ اسے عمر بن عبدالعزیز سے بیان کر رہے تھے اور میں وہاں بیٹھا تھا'۔

تشریح:

''قام بمکۃ'' یعنی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے کسی موقع پر عام بیان اور خطبہ میں یہ اعلان فرمایا ہے ''ان ناسا'' یعنی کچھ لوگوں کا متعہ کے بارے میں جواز کا خیال ہے عبداللہ بن زبیرؓ

نے اس سے حضرت ابن عباس مراد لیا ہے بعد میں حضرت ابن عباس نے متعہ سے رجوع کیا اور حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ ''کما اعمی ابصارھم'' حضرت ابن عباسؓ نابینا ہو گئے تھے حضرت ابن زبیر نے ہی تعریض کی ہے کہ جس طرح ان کی ظاہری بصارت چلی گئی اور آنکھوں سے اندھا ہو گیا ہے اسی طرح متعہ کا غلط فتویٰ دیکر ان کا دل اندھا ہو گیا ہے،

''برجل'' جس شخص پر وہ تعریض فرما رہے تھے وہ حضرت ابن عباس تھے ''فناداہ'' حضرت ابن عباس ان کی تقریر سن رہے تھے تو تقریر کے دوران آواز دی ''جلف'' جیم پر کسرہ ہے اور لام ساکن ہے کم فہم اور سخت مزاج آدمی کو کہتے ہیں ''جاف'' یہ بھی جلف کے معنی میں ہے گویا یہ تاکید ہے البتہ جاف میں گنوار پن کا مفہوم زیادہ واضح ہے ای غلیظ الطبع قلیل الفھم قلیل العلم والادب 'فجرب بنفسک ''یعنی اپنے آپ پر تجربہ کریں اور متعہ کریں تاکہ میں تجھے سنگسار کروں۔ ''باحجارک ''یعنی جن پتھروں کے آپ مستحق ہونگے میں انہیں پتھروں سے تم کو رجم کردوں گا۔ یہ بات حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس وقت جبکہ آپ نے حضرت ابن عباس کو متعہ کی حرمت کی آخری حکم پر مشتمل حدیث بتادی تھی گویا وہ بتا رہے ہیں کہ اب کے بعد اگر تم نے متعہ کیا تو یہ زنا ہوگا اور زنا کی سزا رجم ہے تم اس کے مستحق ہونگے۔ اس سے پہلے ایک حدیث میں بین الرکن والباب کا لفظ گزر گیا ہے اس سے حجر اسود اور کعبہ کا دروازہ مراد ہے ''فامرت'' یہ مشورہ کرنے کے معنی میں ہے یعنی اس عورت نے کچھ دیر اپنے نفس کے ساتھ مشورہ کیا اور سوچ لیا۔

٣٤٢٨۔وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنِ ابْنِ أَبِي عَبْلَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ:حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ: أَلَا إِنَّهَا حَرَامٌ مِنْ يَوْمِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَانَ أَعْطَى شَيْئاً فَلَا يَأْخُذْهُ

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ مجھ سے ربیع بن سبرہ الجہنی نے اپنے والد کے حوالہ سے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ خبردار! بے شک متعہ آج کے اس دن سے قیامت کے روز تک کے لئے حرام ہے، اور جس نے (ان عورتوں کو جن سے متعہ کیا ہے) کچھ دے دیا ہو (متعہ کے عوض) تو وہ واپس نہ لے۔

٣٤٢٩۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور شہری گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

۳۴۳۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ: سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ لِفُلَانٍ إِنَّكَ رَجُلٌ تَائِهٌ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ .بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ.

حضرت مالک رحمہ اللہ سے اس سند سے سابقہ حدیث منقول ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: ایک شخص (ابن عباسؓ) راہ سے بھٹکا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا ہے (متعہ سے)۔ بقیہ حدیث یحییٰ بن مالک کی روایت کی طرح ہے۔

تشریح:

"علی بن ابی طالب" حضرت علی نکاح متعہ کے سخت مخالف تھے آپ نے حضرت ابن عباس کو سختی کے ساتھ متعہ کرنے سے منع کیا تھا "یقول لفلان" اس فلاں شخص سے حضرت ابن عباس مراد ہیں "تائه" حیران و متحیر شخص کو تائه کہتے ہیں چونکہ حضرت ابن عباس اس مسئلہ میں اشتباہ میں پڑ گئے تھے اس لئے ان کو متحیر سرگرداں کہا گیا۔ "تائه" "هو الحائر الذاهب عن الطريق المستقيم" ۔ روافض اور شیعہ کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ جس چیز سے حضرت علی نے اتنی سختی سے منع کیا ہے یہ دن رات اسی میں پڑے ہوئے ہیں۔

۳۴۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن نکاح متعہ اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

۳۴۳۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُلَيِّنُ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ: مَهْلاً يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ سے سنا کہ وہ متعہ کے بارے میں نرمی اختیار کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: اے ابن عباسؓ! ٹھہر جاؤ (اس فتوے سے رک جاؤ) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے

روز متعہ سے اور شہری گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا ہے۔

٣٤٣٣۔ وَحَدَّثَنِی أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ لِابْنِ عَبَّاسٍ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر متعۃ النساء اور شہری گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا ہے''۔

باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها في النكاح

کسی عورت کو پھوپھی کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

مرد پر حرام عورتوں کا بیان

نکاح ایک اسلامی رشتہ ہے صرف شہوت رانی نہیں ہے اس لئے اس کی صحت وحرمت کی نہایت ضرورت ہے نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ عورت محرمات سے نہ ہو اس ''باب المحرمات'' میں یہی بیان ہے کہ کونسی عورت کس مرد پر حرام ہے۔ حرمت دو قسم پر ہے ایک حرمت مؤبدہ ہے یعنی وہ عورت جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ دوسری حرمت غیر مؤبدہ ہے یہ وہ عورت ہے جو عارض کی وجہ سے حرام ہوتی ہے۔

حرمت نکاح کے اسباب

حرمت نکاح کے مختلف اسباب ہیں سب کا بیان کرنا مشکل بھی ہے اور طویل بھی ہے صرف نو اسباب کا بیان مختصر طور پر یہاں ہوگا، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) پہلا سبب نسبی رشتہ ہے، جو عورتیں نسبی رشتے کی وجہ سے حرام ہیں وہ یہ ہیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی۔ لہذا ان عورتوں سے نکاح حرام ہے اسی طرح والدین کے اصول اوپر تک اور ان کے فروع نیچے تک حرام ہیں۔

(۲) دوسرا سبب سسرالی رشتہ ہے جیسے ساس، بہو، ام مزنیہ وغیرہ۔

(۳) چوتھا سبب عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کا سبب ہے جس سے حرمت آتی ہے جیسے چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں اکٹھا

کرلیا، یا دو بہنیں یا پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو جمع کرلیا یا ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کردیا کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد تصور کیا جائے تو وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ یا اجنبیات کو چار سے زیادہ اکٹھا کرنا یا ذوات الارحام میں سے دو یا دو سے زیادہ اکٹھا کرنا یہ سب حرام ہیں۔

(۵) پانچواں سبب عورت کا مملوکہ ہونا ہے یعنی پہلے سے منکوحہ آزاد بیوی موجود ہے تو اس پر لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(٦) چھٹا سبب تعلق حق الغیر ہے یعنی دوسرے کی منکوحہ سے نکاح ہے۔

(۷) ساتواں سبب اختلاف مذہب ہے یعنی مشرکہ، آتش پرست، دھریہ، آغانیہ، قادیانیہ، رافضیہ سے نکاح حرام ہے صرف اہل کتاب کی عورتیں اگر واقعی اہل کتاب ہوں ان سے نکاح جائز ہے لیکن مسلمان لڑکی کا اہل کتاب مرد سے نکاح حرام ہے۔

(۸) آٹھواں سبب عورت کا مالکہ ہونا ہے یعنی عورت مالکہ ہے وہ اپنے مملوک غلام سے نکاح نہیں کرسکتی ہے۔

(۹) نواں سبب طلاق ہے یعنی تین طلاق دینے کے بعد بغیر حلالہ یہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہوگئی ہے نیز لعان سے جو عورت شوہر کے لئے ہمیشہ حرام ہوجاتی ہے وہ بھی طلاق کے زمرے میں آتی ہے۔

٣٤٣٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت اور اس کی پھوپھی اور عورت واس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع نہ کیا جائے''۔

تشریح:

''لایجمع'' اس حدیث میں ایک ضابطہ اور ایک اصولی قاعدہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور علماء امت نے اس قاعدہ کی تشریح کرکے واضح فرمایا ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ ان دو عورتوں کو کہ جن میں قرابت محرمیت ہو اگر ان میں سے ایک کو مرد اور دوسری کو عورت فرض کیا جائے تو دونوں کا نکاح درست نہ ہوتا ہو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں اکٹھا کرنا حرام ہے۔ اس کی مثال مذکورہ حدیث میں پھوپھی اور بھتیجی کی ہے اگر پھوپھی کو مرد فرض کیا جائے تو بھتیجی سے چچا کا نکاح حرام ہے اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کیا جائے تو بھتیجے سے پھوپھی کا نکاح حرام ہے۔ اس قاعدہ کے متعلق ایک بات ذہن میں رکھنی چاہئے وہ یہ کہ حرمت دونوں طرف سے ضروری ہے یعنی جانبین میں سے جس کو بھی مرد فرض کرلو تو نکاح حرام ہوجاتا ہے اگر ایسا نہیں بلکہ ایک طرف سے تو حرمت آتی ہے لیکن اس کے برعکس میں حرمت نہیں آتی ہے تو یہ قاعدہ اس صورت کو شامل نہیں ہے بلکہ ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں اکٹھا کیا جاسکتا ہے مثلاً بیوی اور اس کے پچھلے شوہر کی بیٹی کو جمہور کے نزدیک

ایک نکاح میں اکٹھا کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ لڑکی اس بیوی سے نہ ہو اب اگر پچھلے خاوند کی اس بیٹی کو مرد فرض کیا جائے تو یہ بیوی اس کے باپ کی بیوی یعنی "زوجۃ الاب" بنتی ہے اور زوجۃ الاب سے نکاح حرام ہے لیکن اگر اس بیوی کو مرد فرض کیا جائے تو اس لڑکی سے نکاح کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں بنتی ہے لہٰذا مذکور بالا قاعدہ طرفین کی حرمت پر مبنی ہے ایک طرف کافی نہیں ہے۔

٣٤٣٥۔**وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُنَّ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَالْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ: بھتیجی کی (اپنے نکاح میں) موجودگی میں پھوپھی سے نکاح نہ کیا جائے اور نہ بھانجی کے نکاح میں موجودگی میں اس کی خالہ سے نکاح کیا جائے"۔

٣٤٣٦۔**وَحَدَّثَنَا** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ:ابْنُ مَسْلَمَةَ مَدَنِيٌّ مِنَ الأَنْصَارِ مِنْ وَلَدِ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لاَ تُنْكَحُ الْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ الأَخِ وَلاَ ابْنَةُ الأُخْتِ عَلَى الْخَالَةِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ پھوپھی کا نکاح بھائی کی بیٹی پر اور بہن کی بیٹی کی موجودگی میں خالہ کا نکاح نہ کیا جائے۔

٣٤٣٧۔**وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ الْكَعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا.قَالَ:ابْنُ شِهَابٍ فَنُرَى خَالَةَ أَبِيهَا وَعَمَّةَ أَبِيهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس سے کہ کوئی آدمی بیوی اور اس کی پھوپھی کو یا بیوی اور اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کرلے، حضرت ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ہم بیوی کے باپ کی خالہ اور باپ کی پھوپھی کو بھی اسی حکم کے تحت داخل کرتے ہیں۔

٣٤٣٨۔**وَحَدَّثَنِي** أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى أَنَّهُ كَتَبَ إِلَيْهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلاَ عَلَى خَالَتِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کا نکاح اس کی خالہ یا اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نہ کیا جائے۔

٣٤٣٩۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سابقہ حدیث کی طرح بیان فرمایا۔

٣٤٤٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ وَلَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى خَالَتِهَا وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْتَفِءَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَإِنَّمَا لَهَا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے اور نہ ہی کوئی اپنے (مسلمان) بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ تاؤ کرے اور پھوپھی کے اوپر کوئی عورت نکاح میں نہ لائی جائے اور نہ ہی خالہ پر، نہ ہی کوئی عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ نکاح میں نہ آئے (اس وجہ سے کہ پہلی بیوی موجود ہے) کیونکہ جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے اسے ملے گا۔''

تشریح:

''لایخطب'' یعنی کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے جب تک کہ ان کی بات چل رہی ہو۔

''ولایسوم'' سوم سودا کو کہتے ہیں یعنی کوئی شخص کسی شخص کے سودا پر سودا نہ لگائے کیونکہ اس سے آپس کے تنازعات پیدا ہو جائیں گے جھگڑے قائم ہو جائیں گے اور بغض وحسد کا میدان قائم ہو جائے گا'' ولا تسال ''یعنی کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ اپنے شوہر سے نہ کرے ''لتکتفیء ''بالهمزه افتعال من كفات الاناء اذا قلبته وافرغت ما فيه و كذا اكفاء وجاء اكفات الاناء اذا املته قال الكسائي واكفات الاناء كببته برتن کو الٹ کر رکھنے کے معنی میں ہے ایک حدیث میں لتستفرغ کا لفظ آیا ہے ایک ہی مطلب ہے جو خالی کرنے کے معنی میں ہے۔

''صحفتها '' سے مراد بڑا پیالہ اور کاسہ ہے جس میں پانچ آدمی کھانا کھا سکتے ہیں اس حدیث کے دو مفہوم ہیں، پہلا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص کی ایک بیوی ہے اس پر وہ دوسری بیوی کرنا چاہتا ہے لیکن یہ نئی آنے والی نامزد بیوی کہتی ہے کہ میں تب نکاح کرونگی کہ تم اس پہلی

بیوی کو طلاق دیکر گھر سے ہٹادو تاکہ کیچن اور جگہ میرے لئے خالی ہوجائے" ولتنکح "یعنی سابقہ بیوی کے خاوند سے یہ نئی آنے والی خود نکاح کرے۔
اس حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایک شخص کے نکاح میں دو بیویاں ہیں مگر ایک سوکن کہتی ہے کہ اس دوسری کو فارغ کردو تاکہ اس کا کاسہ میرے لئے فارغ ہوجائے" ولتنکح "اس دوسرے مفہوم کے مطابق اس کلمہ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ مطلقہ سابقہ بیوی کہیں اور جاکر کسی اور مرد سے نکاح کرے حضور اکرم ﷺ نے اس سے مسلمان عورتوں کو منع فرمایا ہے کیونکہ ہر ایک بیوی کے ساتھ اس کی قسمت آتی ہے تو اس بداخلاقی اور بدخواہی کا کیا فائدہ ہے۔

۳۴۴۱۔وَحَدَّثَنِي مُحْرِزُ بْنُ عَوْنِ بْنِ أَبِي عَوْنٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا أَوْ أَنْ تَسْأَلَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ مَا فِي صَحْفَتِهَا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ رَازِقُهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے منع فرمایا اس بات سے کہ پھوپھی پر کوئی عورت (بھتیجی) سے نکاح کیا جائے یا خالہ پر (بھانجی) سے نکاح کیا جائے یا یہ کہ کوئی عورت اپنی (مسلمان) بہن کے لئے طلاق مانگے تاکہ جو کچھ اس کی پلیٹ میں ہے وہ اسے بھی اپنی پلیٹ میں انڈیل لے کیونکہ رازق صرف اللہ ہی ہے"۔

۳۴۴۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى وَابْنِ نَافِعٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا: کسی عورت کو اس کی خالہ اور پھوپھی کے ساتھ ایک نکاح میں جمع کیا جائے۔

۳۴۴۳۔وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.
ان طرق سے بھی سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

باب تحريم نكاح المحرم و كراهة خطبته

حالت احرام میں نکاح اور پیغام نکاح کا حکم

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٤٤٤ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ يَحْضُرُ ذَلِكَ وَهُوَ أَمِيرُ الْحَجِّ فَقَالَ: أَبَانُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''محرم (احرام والا شخص) نہ نکاح کرسکتا ہے کسی کا نہ خود اس کا نکاح ہوسکتا ہے اور نہ ہی پیغام نکاح دے سکتا ہے''۔

تشریح:

''لاینکح المحرم'' نکح ینکح ضرب یضرب سے نکاح کرنے کے معنی میں ہے اور انکح ینکح باب افعال سے نکاح کرانے کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ حالت احرام میں محرم نہ اپنا نکاح کرسکتا ہے اور نہ کسی کے لئے وکیل یا ولی بن کر نکاح کراسکتا ہے۔

''ولا یخطب'' یعنی پیغام نکاح بھی نہیں دے سکتا ہے یہ تینوں صیغے نہی کے معنی میں ہیں اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ نکاح کے بعد حالت احرام میں جماع کرنا حرام ہے، اس پر بھی تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ حالت احرام میں پیغام نکاح دینا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولی ہے لیکن نکاح کرنے کرانے یعنی نکاح اور انکاح کے بارے میں فقہاء کرام کا آپس میں اختلاف ہوگیا ہے۔

فقہاء کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک محرم کے لئے نکاح کرنا کرانا دونوں ناجائز ہے اگر کسی نے کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ ائمہ احناف کے نزدیک نکاح کرنا کرانا مناسب نہیں مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر کسی نے نکاح کیا تو ایجاب وقبول کے بعد نکاح منعقد ہوجائے گا البتہ احرام میں وطی حرام ہے خلاصہ یہ کہ جمہور کے نزدیک حالت احرام میں نکاح ناجائز ہے احناف کے نزدیک جائز ہے مگر خلاف اولی ہے۔ فقہاء کے اختلاف کا سبب روایات کا تعارض ہے کل چار روایات ہیں ان میں حضرت عثمانؓ کی روایت میں نکاح کرنے کرانے کی ممانعت ہے اور حضرت یزید بن اصم اور خود حضرت میمونہؓ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت میمونہؓ سے اس حالت میں ہوا تھا کہ آپ احرام میں نہیں تھے۔ دوسری طرف حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میمونہؓ سے آنحضرت ﷺ کا

نکاح احرام کی حالت میں ہوا تھا۔

دلائل

ائمہ ثلاثہ نے زیر بحث حضرت عثمانؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں محرم کو نکاح سے منع کیا گیا ہے جمہور نے حضرت یزید بن اصم کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو نکاح حضرت میمونہؓ سے کیا تھا اس وقت آپ احرام کی حالت میں نہیں تھے بلکہ حلال تھے۔جمہور نے حضرت ابورافع کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے ایسی حالت میں نکاح کیا تھا کہ آپ احرام میں نہیں تھے۔امام ابوحنیفہ سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباسؓ کی آئندہ اس باب میں آنے والی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں واضح طور پر مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا تھا نیز ان حضرات نے قیاس اور عقلی دلیل سے بھی استدلال کیا ہے کہ محرم کے لئے دیگر تمام عقود وفسوخ جائز ہیں تو عقد نکاح بھی جائز ہے محرم کے لئے عطر لگانا منع ہے مگر خریدنا جائز ہے سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے مگر خریدنا جائز ہے اسی طرح وطی منع ہے مگر نکاح جائز ہے ہاں چونکہ محرم عبادت کے لئے آیا ہے لہٰذا ان کو شادیوں کے شغل میں پڑنا مناسب نہیں ہے خلاف اولیٰ ہے۔

منشاء اختلاف

فقہاء کرام کے درمیان اختلاف کا منشاء ایک تو روایات کا اختلاف ہے اور تعارض ہے۔دوسرا اس پورے واقعہ کا پس منظر اور تفصیل ہے وہ یہ کہ حضرت میمونہؓ کے ساتھ نکاح کا واقعہ اس طرح ہوا کہ حضور اکرم ﷺ جب ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابورافع کو حضرت میمونہ کے پاس بھیجا جو مکہ مکرمہ میں رہتی تھیں ان کی بہن ام الفضل حضرت عباسؓ کی بیوی تھیں حضرت میمونہؓ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں نکاح اور پیغام نکاح کا سارا معاملہ حضرت عباسؓ کے ہاتھ میں تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اس واقعہ سے حضرت عباسؓ کا بیٹا اور حضرت میمونہؓ کا بھانجا حضرت ابن عباسؓ آخر وقت تک لاعلم ہو۔ائمہ احناف نے اپنے مستدل کو کئی وجوہ سے راجح قرار دیا ملاحظہ ہو۔

ا:یہ طے ہے کہ مقام سرف میقات کے اندر داخل ہے یہ بھی طے ہے کہ اہل مدینہ کا میقات ذوالحلیفہ ہے جو مدینہ سے دس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اب حضرت میمونہ سے نکاح مکہ جاتے ہوئے ہوا ہوگا یا عمرہ سے فارغ ہو کر واپس آتے ہوئے ہوا ہوگا اگر جاتے ہوئے ہوا ہے تو یقیناً آنحضرت احرام میں تھے اور اگر واپسی پر ہوا ہے تو یقیناً آپ بغیر احرام کے تھے اب یہ بات بھی طے ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اہل مکہ سے مزید ٹھہرنے کی مہلت مانگی تھی اور ولیمہ کی دعوت دی تھی جس کو انہوں نے قبول نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح جاتے وقت ہوا تھا ورنہ ولیمہ کی دعوت کیسے دیتے ؟اور جاتے وقت آنحضرت احرام میں تھے کیونکہ میقات سے بغیر احرام گزرنا جائز نہیں۔

۲: احناف کے ہاں دوسری ترجیح یہ ہے کہ حضرت عباسؓ اور ابن عباسؓ تزویج میمونہ میں ایک گھر کے افراد ہیں اور "صاحب البیت ادری بما فیه" مسلّم قول ہے لہٰذا ان کی روایت راجح ہے۔

۳: احناف کے ہاں تیسری ترجیح یہ ہے کہ نکاح محرم میں روایات متعارض ہیں اور تعارض کی صورت میں قیاس کی طرف جانا ہوتا ہے اور قیاس یہ فیصلہ کرتا ہے کہ حاجی محرم کے لئے جب تمام عقود وفسوخ جائز ہیں تو عقد نکاح بھی جائز ہے محرم وطی کے لئے لونڈی خرید سکتا ہے اگرچہ وطی نہیں کرسکتا ہے اسی طرح نکاح کا معاملہ ہے کہ عقد جائز مع الکراہت ہے، جماع ناجائز ہے۔

٣٤٤٥۔وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ حَدَّثَنِي نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: بَعَثَنِي عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْمَرٍ وَكَانَ يَخْطُبُ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ عَلَى ابْنِهِ فَأَرْسَلَنِي إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ فَقَالَ: أَلاَ أُرَاهُ أَعْرَابِيًّا إِنَّ الْمُحْرِمَ لاَ يَنْكِحُ وَلاَ يُنْكَحُ. أَخْبَرَنَا بِذَلِكَ عُثْمَانُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

حضرت نبیہ بن وہب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبیداللہ بن معمر نے شیبہ بن عثمان کی بیٹی سے اپنے بیٹے کے نکاح کے لئے پیغام دے کر ابان بن عثمان کے پاس بھیجا اور وہ (ابانؓ) موسم حج میں حجاج کے امیر تھے تو انہوں نے فرمایا کہ: میں تو اسے عمر بن عبیداللہ کو دیہاتی گنوار سمجھتا ہوں۔ محرم شخص نہ اپنا نکاح کرسکتا ہے نہ دوسرے کا۔ مجھے عثمانؓ بن عفان نے رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے یہ بات بتلائی ہے۔

٣٤٤٦۔وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ قَالاَ جَمِيعاً حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ مَطَرٍ وَيَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لاَ يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلاَ يُنْكَحُ وَلاَ يَخْطُبُ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محرم نکاح نہ کرے اور نہ اس کا نکاح کیا جائے اور نہ وہ پیغام نکاح دے۔

٣٤٤٧۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الْمُحْرِمُ لاَ يَنْكِحُ وَلاَ يَخْطُبُ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: محرم نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کا پیغام دے۔

۳۴۴۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْمَرٍ أَرَادَ أَنْ يُنْكِحَ ابْنَهُ طَلْحَةَ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ فِي الْحَجِّ وَأَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْحَاجِّ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانٍ إِنِّي قَدْ أَرَدْتُ أَنْ أُنْكِحَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ فَأُحِبُّ أَنْ تَحْضُرَ ذَلِكَ. فَقَالَ لَهُ أَبَانُ أَلَا أُرَاكَ عِرَاقِيًّا جَافِيًا إِنِّي سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ.

حضرت نبیہ بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر نے اپنے بیٹے طلحہ بن عمر کا نکاح شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے کرنے کا ارادہ کیا حج میں اور ابان بن عثمانؓ اس وقت امیر الحج تھے، تو عمر بن عبید اللہ نے ابانؓ کو پیغام بھیجا کہ ''میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے طلحہ بن عمر کا نکاح کروں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس میں حاضر ہوں۔ تو ابانؓ نے ان سے کہا کہ: میں تو تمہیں عراقی (یا دیہاتی) عقل سے خالی خیال کرتا ہوں۔ میں نے عثمانؓ بن عفان سے سنا فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''محرم نکاح نہ کرے''۔

۳۴۴۹۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحَاقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ الزُّهْرِيَّ فَقَالَ أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ أَنَّهُ نَكَحَهَا وَهُوَ حَلَالٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح فرمایا۔ ابن نمیر نے کہا کہ میں نے زہری سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یزید بن الاصم نے بتلایا کہ آپ ﷺ نے حلال ہونے کی حالت میں نکاح فرمایا۔

۳۴۵۰۔وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں سیدہ میمونہؓ سے نکاح فرمایا۔

٣٤٥١۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو فَزَارَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ قَالَ: وَكَانَتْ خَالَتِي وَخَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ.

حضرت یزید بن الاصم فرماتے ہیں کہ مجھ سے ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح فرمایا۔ حضرت یزید کہتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ میری اور ابن عباس دونوں کی خالہ تھیں۔

باب تحريم الخطبة على خطبة اخيه

بلا اجازت دوسرے کے پیغام نکاح پر پیغام دینا جائز نہیں ہے

اس باب میں امام مسلم نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٤٥٢۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا يَخْطُبْ بَعْضُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ بَعْضٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی بعض کی بیع پر بیع نہ کرے، اور نہ ہی کوئی کسی کے پیغام نکاح پر پیغام دے"۔

٣٤٥٣۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى جَمِيعاً عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ: زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، نہ ہی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اس کی اجازت کے بغیر پیغام دے"۔

٣٤٥٤۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

اس طریق سے بھی سابقہ روایت منقول ہے۔

٣٤٥٥۔وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ.

ان راویوں سے بھی سابقہ روایت نقل کی گئی ہے۔

٣٤٥٦۔وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ:زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ أَوْ يَتَنَاجَشُوا أَوْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ أَوْ يَبِيعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلاَ تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلاَقَ أُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ مَا فِي إِنَائِهَا أَوْ مَا فِي صَحْفَتِهَا. زَادَ عَمْرٌو فِي رِوَايَتِهِ وَلاَ يَسُمِ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ شہری آدمی گاؤں والے کا مال بیچے، یا تناجش کریں، (جس کی صورت یہ ہے کہ دکاندار کچھ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرے کہ جب کسی سے معاملہ چلے خرید وفروخت کا تو یہ بھی اپنے کو خریدار ظاہر کر کے اس کی زیادہ قیمت لگائے تا کہ اس کا مال زیادہ قیمت پر فروخت ہو اور اصل خریدار یہ سمجھے کہ واقعتاً یہ چیز زیادہ مہنگی ہے اور یہ دھوکہ ہے جو حرام ہے) اور اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام دے، اور کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تا کہ وہ اپنے برتن میں ہی انڈیل لے وہ سب جو دوسرے کے برتن میں ہے، اور ایک روایت میں اس کا بھی ہے کہ: کوئی آدمی اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ تاؤ نہ کرے''۔

٣٤٥٧۔وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ تَنَاجَشُوا وَلاَ يَبِعِ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلاَ يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلاَ يَخْطُبِ الْمَرْءُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ وَلاَ تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلاَقَ الأُخْرَى لِتَكْتَفِئَ مَا فِي إِنَائِهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خریدنے کے ارادہ کے بغیر چیز کی قیمت نہ بڑھاؤ اور کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ بیچے دیہاتی شہری کا مال اور نہ کوئی آدمی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام دے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کی طلاق کا سوال کرے تا کہ وہ انڈیل لے اپنے لئے وہ جو اس کے برتن میں ہے۔

٣٤٥٨۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ

جَمِيعاً عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ .مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ وَلَا يَزِدِ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ

ان اسناد سے بھی سابقہ روایت مروی ہے۔البتہ معمر کی روایت میں یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کے بیع پر زیادتی نہ کرے۔

تشریح:

"ولا یبع "یعنی کسی شخص کے سودا پر سودا نہ لگائے اس سے دشمنیاں اور عداوتیں بڑھتی ہیں انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے خطبہ خ کے کسرہ کے ساتھ پیغام نکاح کو کہتے ہیں" **ولا یسم الرجل** " یہ سوم الشراء سے ہے دوسرے کے سودا پر سودا لگانا مراد ہے۔
"ولا تناجشوا "یعنی ایک دوسرے پر قیمتیں نہ بڑھاؤ اور نہ دیہاتی کے لئے شہری سودا لگائے۔"ولا یزد الرجل "یعنی اپنے بھائی کے سودا پر قیمت نہ بڑھاؤ یہ کتاب البیوع کی اصطلاحات ہیں وہاں تفصیل آئے گی اگر میں زندہ رہا" حتی یذر "وذر یذر ترک کرنے کے معنی میں ہے۔

۳۴۵۹. **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعاً عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ:ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبْ عَلَى خِطْبَتِهِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان مسلمان کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے (بولی پر بولی نہ لگائے) اور نہ اس کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دے۔

۳۴۶۰۔**وَحَدَّثَنِي** أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ وَسُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے (سابقہ حدیث ہی کی طرح) روایت کی ہے۔

۳۴۶۱۔**وَحَدَّثَنَاهُ** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا أَنَّهُمْ قَالُوا عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ وَخِطْبَةِ أَخِيهِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے حدیث مبارکہ روایت فرماتے ہیں اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اپنے بھائی کے بھاؤ پر اور اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر۔

٣٤٦٢۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ وَغَيْرِهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شُمَاسَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَبْتَاعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَذَرَ.

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منبر پر سنا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مؤمن، مؤمن کا بھائی ہے، لہذا کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کی بیع پر کوئی بیع وفروخت کرے، اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام دے یہاں تک کہ پہلا وہاں پیغام ختم کردے''۔

باب تحريم نكاح الشغار وبطلانه

نکاح شغار کی حرمت وبطلان کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

٣٤٦٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ. وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ ابْنَتَهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''شغار'' سے منع فرمایا اور شغار یہ ہے کہ آدمی اپنی بیٹی کی شادی کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرے اور دونوں کے درمیان کوئی مہر وغیرہ طے نہ ہو (بلکہ دونوں کی طرف سے تکمیل شرط ہی مہر کا عوض ہو جائے)۔

تشریح:

''نهى عن الشغار'' شغار شغر سے ماخوذ ہے اور شغر اٹھانے کے معنی میں آتا ہے چنانچہ کتا جب ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتا ہے تو کہتے ہیں ''شغر الكلب'' ادھر شغار کے اس معاملہ میں مہر کو بیچ سے اٹھایا جاتا ہے اس لئے اس کو بھی شغر کہا گیا یا یہ کہ ہر ایک دوسرے کی بیٹی یا بہن کی ٹانگ اٹھانے پر عقد کرتا ہے اس لئے یہ شغار ہوا اس میں ہر قسم کے عار کی طرف اشارہ ہے۔ شغار کی صورت تو اس حدیث میں ترجمہ کے ساتھ بیان ہو چکی ہے ذرا مزید وضاحت سے یوں سمجھیں کہ شغار یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہدے کہ مجھے اپنی بیٹی نکاح میں دیدو وہ کہتا ہے تم اپنی بیٹی میری بیٹی کے عوض نکاح میں دیدو، اس طرح دونوں کے راضی ہونے پر عقد ہو جاتا ہے اور درمیان میں مہر

نہیں ہوتا بلکہ لڑکیوں کا یہ تبادلہ ہی مہر مانا جاتا ہے فقط یہی عقد گویا ایک دوسرے کے لئے مہر ہے۔

فقہاء کا اختلاف

نکاح شغار میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ یہ عقد باطل ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں عقد صحیح ہے نکاح تو ہو گیا البتہ مہر مثل ادا کرنا پڑے گا۔ احناف حدیث کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں "لا شغار فی الاسلام" یعنی اسلام میں کسی عقد میں اس طرح شرط صحیح نہیں تو شرط باطل ہے نفس عقد ہو گیا مہر مثل دینا لازم ہوگا۔

احناف فرماتے ہیں کہ کئی مسائل میں اس کے نظائر موجود ہیں کہ عقد صحیح ہے اور شرط باطل ہے مثلاً نکاح کر لیا اور مہر میں خمر یا خنزیر مقرر کر لیا تو سب کے نزدیک عقد صحیح ہے لیکن مہر مثل دینا ہوگا، احناف فرماتے ہیں کہ احادیث میں جس شغار سے نہی اور ممانعت آئی ہے وہ اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن اس کے ضمن میں عقد نکاح منعقد ہو جاتا ہے خلاصہ یہ کہ شغار کا یہ طریقہ اور معاملہ باطل ہے مگر نفس نکاح صحیح ہے تو مہر مثل ادا کرنا پڑے گا زیلعی نے لکھا ہے کہ یہ عقد اور معاملہ مکروہ ہے لیکن کراہت سے کسی چیز میں فساد نہیں آتا ہے۔ مہر مثل کے ادا کرنے کے بعد شغار باقی نہیں رہتا ہے، بہر حال یہ بحث و تحقیق اپنی جگہ پر ہے اور اجتہادی معاملہ ہے لیکن حکم یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح کے نکاح سے سختی سے اجتناب کرنا چاہئے اور حدیث میں نہی اسی کراہت پر محمول ہے علامہ نوویؒ اپنے مسلک کی بنیاد پر عنوان باندھتا ہے یہ جانب داری ہے امام زہری امام مکحول سفیان ثوری لیث اور ایک قول میں امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کی رائے بھی احناف کی رائے کی طرح ہے احناف تو اکیلے نہیں ہیں۔

٣٤٦٤۔ **وَحَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا الشِّغَارُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث کی طرح روایت نقل کرتے ہیں اور عبید اللہ کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے حضرت نافع سے کہا شغار کیا ہے؟

٣٤٦٥۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّرَّاجِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

٣٤٦٦۔ **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ

ﷺ قَالَ: لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اسلام میں شغار کی کوئی حیثیت نہیں ہے"۔

٣٤٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشِّغَارِ. زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَالشِّغَارُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ زَوِّجْنِي ابْنَتَكَ وَأُزَوِّجُكَ ابْنَتِي أَوْ زَوِّجْنِي أُخْتَكَ وَأُزَوِّجُكَ أُخْتِي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا۔ ابن نمیر نے اپنی روایت میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ: شغار یہ ہے کہ آدمی کسی سے کہے کہ تم اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دو، میں اپنی بیٹی تم سے بیاہ دوں گا، یا تم اپنی بہن کو مجھ سے اور میں اپنی بہن کو تم سے بیاہ دوں گا"۔

٣٤٦٨ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ زِيَادَةَ ابْنِ نُمَيْرٍ.

اس طریق سے بھی سابقہ روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں ابن نمیر کا اضافہ (شغار یہ ہے الخ) ذکر نہیں فرمایا۔

٣٤٦٩ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشِّغَارِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

باب الوفاء بالشروط في النكاح

نکاح کی شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

٣٤٧٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ

أَحَقُّ الشُّرُطِ أَنْ يُوفَى بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ .هَذَا لَفْظُ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ وَابْنِ الْمُثَنَّى .غَيْرَ أَنَّ ابْنَ الْمُثَنَّى قَالَ: الشُّرُوطِ .

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پوری کرنے کے لائق سب سے زیادہ وہ شرط ہے جن کی بناء پر تم فروج (عورتوں کی شرمگاہوں) کو حلال کرتے ہو''۔ اور حضرت ابن مثنی کی روایت میں شروط کا لفظ مذکور نہیں۔

تشریح:

''احق الشروط'' سب سے اہم شرط سے مراد بیوی کا مہر ہے، اب سوال یہ ہے یہاں شرائط کہاں ہیں جن میں سے اس کو سب سے اہم کہہ دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرط سے مراد یا تو مہر ہے جیسا لکھا گیا ہے اور یا میاں بیوی کے درمیان زوجیت کے حقوق مراد ہیں جو شوہر کے ذمہ ہوتے ہیں جیسے نان نفقہ اور مکان وغیرہ کی ضروریات ہیں اب رہی یہ بات کہ ان چیزوں کو ''شرط'' کے نام سے کیوں یاد کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عقد نکاح کے وقت شوہر صراحتاً یا دلالۃً اقرار اور عہد کرتا ہے کہ میں ان تمام حقوق کو پورا کروں گا اسی عزم اور عہد کو شرط کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دور از کار شروط کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو روافض وغیرہ کے ہاں رائج ہیں۔

نکاح میں تین قسم کی شروط ہو سکتی ہیں۔

(۱) وہ شرطیں جو عقد نکاح کے تقاضوں کے موافق ہوں اور لوازم نکاح میں سے ہوں جیسے روٹی، کپڑا اور مکان وغیرہ۔ ان شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے۔

(۲) وہ شرائط جو عقد نکاح کے تقاضوں کے منافی ہوں، اس قسم کی شرط کا پورا کرنا ضروی نہیں ہے اور نہ ان کا کوئی اعتبار ہے۔

(۳) وہ جائز شرائط جو نہ عقد نکاح کے تقاضوں کے منافی ہوں اور نہ عقد نکاح کے لوازمات میں سے ہوں جیسے خاص گھر میں رہنے کی شرط، خاص علاقہ میں ٹھہرنے کی شرط، ایسی شرطوں کا پورا کرنا حسن سلوک کی بنیاد پر تو صحیح ہے لیکن یہ کوئی شرعی ضابطہ اور ایسا قاعدہ نہیں جس کی پابندی لازم ہو۔ احق الشروط مبتدا ہے اور ما استحللتم خبر ہے اور ان توفوا بہ شروط سے بدل ہے۔

باب استئذان الثيب والبكر

ثیبہ اور باکرہ سے نکاح میں اجازت لینے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٤٧١ ـ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى

بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ. قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے (زبانی) اجازت لے لی جائے، اور باکرہ (کنواری) کا بھی نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس کی مرضی معلوم کر لی جائے''۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کنواری کی اجازت اور مرضی کیسے معلوم ہوگی؟ فرمایا: اس کا سکوت اور خاموشی اس کی اجازت ہے''۔

تشریح:

''لاتنکح الایم'' ''ایم'' کا لفظ شد کے ساتھ ہے یہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، مطلقہ ہو یا شوہر کا انتقال ہو گیا ہو۔ لیکن یہاں اس حدیث میں صرف ثیبہ مراد ہے یعنی جن کی بکارت زائل ہو چکی ہو خواہ نکاح صحیح سے زائل ہوئی ہو یا نکاح فاسد سے یا شبہ سے یا زنا سے اور یا چھلانگ وغیرہ سے ختم ہو گئی ہو۔ علامہ طیبی نے ایسا ہی لکھا ہے۔

اس باب میں ''الایم'' کے ساتھ امر اور حکم کا لفظ آیا ہے کیونکہ ثیبہ میں اصل نسوانی حیا باقی نہیں رہی تو وہ اپنے نکاح کا خود حکم دیگر الفاظ کی قطار لگا دیگی۔ اور ''البکر'' کیساتھ اذن اور اجازت کا لفظ لگا ہوا ہے کیونکہ وہ دوشیزہ ہے اس میدان میں نسوانی حیاء اس میں کامل ہوتی ہے تو زبان سے حکم نہیں دے سکتی ہے اس لئے اس کا چپ رہنا اور سکوت اس کی رضامندی پر دلالت کرے گی

ولایت اجبار میں فقہاء کا اختلاف

سب سے پہلے یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ ولایت اجبار اور عدم اجبار میں عورتوں کی چار اقسام ہیں۔

(۱) اول ثیبہ بالغہ ہے اس قسم کی عورتوں میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ ثیبہ کی اجازت ضروری ہے بغیر اجازت نکاح درست نہیں ہے،

(۲) دوسری قسم باکرہ صغیرہ ہے اس میں بھی تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس کے نکاح کے لئے اس سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) تیسری قسم ثیبہ صغیرہ ہے اس میں جمہور کا خیال ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا ہے، مگر احناف کہتے ہیں کہ یہاں اس کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ ثیبہ صغیرہ کی صورت یہ ہے کہ لڑکی چھوٹی ہے اور بلوغ سے پہلے بیوہ ہو گئی۔

(۴) چوتھی قسم باکرہ بالغہ ہے اس میں بھی اختلاف ہے، علماء احناف فرماتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ بالغہ خود مختار ہے۔ لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اس کا نکاح اس کا ولی کرا سکتا ہے کیونکہ یہ باکرہ ہے یہ خود مختار نہیں ہے اور یہی مطلب ولایت اجبار کا ہے کہ ولی جبری طور پر اس کا نکاح کرا دیتا ہے۔

ولایت کی دوقسمیں ہیں (۱) ولایت اجبار (۲) ولایت استحباب۔ ولایت اجبار کا مطلب تو اوپر بیان میں گزر گیا ولایت استحباب کا مطلب یہ ہے کہ جس کا نکاح کرا گیا ہے اس میں اس کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو یعنی لڑکی کی مرضی کا خیال رکھنا مناسب ہو۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ احناف کے نزدیک ولایت اجبار کا مدار صغر پر ہے یعنی نابالغ کم سن لڑکی پر اولیاء کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کرائے خواہ ثیبہ ہو خواہ باکرہ ہو۔

جمہور حضرات کے نزدیک مدار اجبار بکارت پر ہے ولی کو جبر کا حق صرف اس صورت میں حاصل ہوگا جب لڑکی کنواری باکرہ ہو خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہو۔ تو دو صورتوں یعنی ثیبہ بالغہ اور باکرہ صغیرہ میں سب کا اتفاق ہے اسی طرح ثیبہ صغیرہ اور باکرہ بالغہ دونوں صورتوں میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ یہاں جب فقہاء کے اختلاف کی بات آتی ہے تو اس سے یہی دو نزاعی صورتیں مراد ہوتی ہیں۔

دلائل

جمہور کے پاس ولایت اجبار کے لئے ایسی کوئی صریح حدیث نہیں ہے جو جبر کی تمام صورتوں کے لئے دلیل بن جائے صرف ایک حدیث کے مفہوم مخالف سے اپنے مدعا پر دلیل قائم کرتے ہیں وہ حدیث اس طرح ہے "الثیب بنفسها من ولیها" (رواہ مسلم) اس روایت میں ثیب کا لفظ آیا ہے کہ وہ اپنے نکاح کا اختیار خود رکھتی ہے تو مفہوم مخالف یہ ہوا کہ باکرہ اپنے نکاح کا اختیار خود نہیں رکھتی ہے بلکہ اس کا ولی اس کے نفس کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ جمہور نے خنساء بنت خذام کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ وہ ثیب تھیں تو حضور اکرم ﷺ نے اس کے نکاح کو رد کر دیا جو اس کے والد نے کرایا تھا اس سے بھی استدلال مفہوم مخالف کے طور پر کیا ہے کہ ثیب کا نکاح رد کر دیا لہذا اس کو اختیار ہے اور باکرہ کو اختیار نہیں۔

ائمہ احناف نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے "ولا تنکح البکر حتی تستأذن" احناف کی دوسری دلیل ساتھ والی حضرت ابن عباس کی روایت ہے جس میں والبکر تستأذن وتستامر والایم احق بنفسها من ولیها وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں اسی طرح آئندہ فصل ثانی کی چوتھی حدیث بھی احناف کی دلیل ہے جس میں "الیتیمة تستامر فی نفسها" کے الفاظ آئے ہیں، یتیمہ باکرہ کے معنی میں ہے۔ احناف نے اس باب کی فصل ثالث کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے جس میں واضح طور پر باکرہ کو نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ متعدد احادیث اس پر واضح دلائل ہیں کہ باکرہ جب بالغہ ہو وہ اپنے نکاح کا اختیار خود رکھتی ہے اس پر کوئی جبر نہیں کر سکتا ہے ہاں یہ الگ بات ہے کہ شرافت ومروت اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ عورت اپنے نکاح کا معاملہ اپنے بزرگوں کے حوالہ کرے، حدیث شریف میں احق کے اسم تفضیل سے بھی اشارہ ہوتا ہے کہ خود عورت زیادہ حقدار ہے اور ولی کو بھی حق حاصل ہے۔

الجواب: جمہور حضرات نے جن حدیثوں کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے تو ان کا پہلا جواب یہ ہے کہ ہم مفہوم مخالف کو نہیں مانتے ہیں کیونکہ مفہوم مخالف کو اگر بطور قاعدہ اور ضابطہ تسلیم کیا جائے تو شریعت کے بعض نصوص کے مفہوم مخالف کے ماننے سے شریعت کی کھلی خلاف ورزی آئے گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب مفہوم موافق موجود ہے اور حکم منطوق ثابت ہے تو مفہوم مخالف کی طرف اور غیر منطوق حکم کی طرف جانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ مناسب ہے اس لئے ہمارے دلائل راجح ہیں۔

۳٤٧٢۔وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ. بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ هِشَامٍ وَإِسْنَادِهِ. وَاتَّفَقَ لَفْظُ حَدِيثِ هِشَامٍ وَشَيْبَانَ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ سَلَّامٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ.

اس سند (زہیر بن حرب، اسماعیل بن ابراہیم، حجاج بن ابی عثمان، ابراہیم بن موسی..... حسین بن محمد، شیبان، عمرو الناقد، محمد بن رافع،..... معاویہ، یحیی بن کثیر) سے بھی سابقہ روایت ہی کی طرح روایت منقول ہے۔

۳٤٧٣۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ جَمِيعاً عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ قَالَ: ذَكْوَانُ مَوْلَى عَائِشَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْجَارِيَةِ يُنْكِحُهَا أَهْلُهَا أَتُسْتَأْمَرُ أَمْ لَا فَقَالَ: لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَعَمْ تُسْتَأْمَرُ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّهَا تَسْتَحْيِي. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَذَلِكَ إِذْنُهَا إِذَا هِيَ سَكَتَتْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس (کنواری) لڑکی کے بارے میں سوال کیا جس کا نکاح اس کے گھر والے (ولی) کردیں کہ کیا اس سے اجازت لی جائے گی یا نہیں؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: ہاں! اس سے اجازت لی جائے گی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ: کنواری تو حیا و شرم میں رہے گی (اجازت کیسے دے) فرمایا کہ جب وہ خاموش ہوجائے تو اس کا سکوت ہی اس کی رضا اور اجازت ہے''۔

٣٤٧٤۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ: قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا . قَالَ: نَعَمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیوہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حقدار ہے اور نوجوان کنواری سے اس کے نفس کے بارے میں اجازت لی جائے گی اور اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔

٣٤٧٥۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیوہ عورت اپنے آپ کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ خود استحقاق رکھتی ہے اور باکرہ (کنواری) سے اس کے بارے میں اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے''۔

٣٤٧٦۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا . وَرُبَّمَا قَالَ: وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا .

حضرت سفیان سے اس سند سے سابقہ حدیث منقول ہے اور فرمایا کہ: بیوہ عورت اپنے بارے میں ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے جب کہ کنواری سے اس کا باپ اس کے بارے میں اجازت لے گا اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور بعض مرتبہ یہ فرمایا کہ: اس کی خاموشی ہی اس کا اقرار ہے۔

باب تزويج الاب ابنته الصغيرة وقصة زواج عائشة

چھوٹی عمر میں حضرت عائشہ کے نکاح کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٣٤٧٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: وَجَدْتُ

فِي كِتَابِي عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِسِتِّ سِنِينَ وَبَنَى بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ. قَالَتْ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَوُعِكْتُ شَهْرًا فَوَفَى شَعْرِي جُمَيْمَةً فَأَتَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَأَنَا عَلَى أُرْجُوحَةٍ وَمَعِي صَوَاحِبِي فَصَرَخَتْ بِي فَأَتَيْتُهَا وَمَا أَدْرِي مَا تُرِيدُ بِي فَأَخَذَتْ بِيَدِي فَأَوْقَفَتْنِي عَلَى الْبَابِ. فَقُلْتُ هَهْ هَهْ. حَتَّى ذَهَبَ نَفَسِي فَأَدْخَلَتْنِي بَيْتًا فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ. فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَغَسَلْنَ رَأْسِي وَأَصْلَحْنَنِي فَلَمْ يَرُعْنِي إِلاَّ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضُحًى فَأَسْلَمْنَنِي إِلَيْهِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمایا تو میں اس وقت چھ برس کی لڑکی تھی اور جب رخصتی ہوئی اور زفاف فرمایا تو میں نو برس کی لڑکی تھی۔ فرماتی ہیں کہ ہم مدینہ آئے تو مجھے ایک ماہ تک بخار نے آلیا اور میرے بال کانوں تک رہ گئے (جھڑتے جھڑتے) ام رومان میری والدہ میرے پاس آئیں تو میں اس وقت جھولے پر سوار تھی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ، انہوں نے مجھے پکارا تو میں ان کے پاس آگئی، مجھے علم نہیں تھا کہ وہ کیا چاہتی ہیں مجھ سے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ پر مجھے کھڑا کر دیا، میں ہوں، ہوں کر رہی تھی (سانس پھولنے کی وجہ سے) یہاں تک کہ میرا سانس جاتا رہا (یعنی سانس کا پھولنا بند ہوگیا) ام رومان نے مجھے گھر میں داخل کر دیا تو وہاں پر چند انصاری خواتین موجود تھیں جنہوں نے خیر و برکت کی دعائیں دینی شروع کر دیں کہ تمہیں خیر میں سے بڑا حصہ نصیب ہو۔ میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انہوں نے میرا سر دھویا اور میرا بناؤ سنگھار کیا اور مجھے ذرا گھبراہٹ نہ ہوئی۔ الا یہ کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کے وقت تشریف لائے اور ان خواتین نے مجھے آپ ﷺ کے سپرد کر دیا"۔

تشریح:

"لست سنین" اگلی روایت میں نکاح کا زمانہ سات سال بیان کیا گیا ہے یہ تعارض نہیں ہے بلکہ اصل عمر چھ سال تھی مگر کچھ دن زیادہ تھے اسی کسر کو بعض روایات میں چھ کے بجائے سات کے نام سے یاد کیا گیا ہے "فوعکت" وعک یعک وعکا ضرب سے ہے سخت بخار کو کہتے ہیں "فوفی شعری" ایک ماہ کے شدید بخار سے حضرت عائشہ کے سر کے بال جھڑ گئے تھے وفی یفی بال کے پورے ہونے کو کہتے ہیں یعنی بال کچھ بڑھ گئے "جمیمة" یہ جمة کی تصغیر ہے بالوں کے کم ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی ابھی میرے سر پر تھوڑے سے بال آگئے تھے جو کانوں تک پہنچ رہے تھے۔

"علی ارجوحة" عام لوگ اس کا ترجمہ جھولے سے کرتے ہیں مگر چونکہ یہ قبائلی نظام کا ایک کھیل ہے تو شہری علماء اس سے واقف نہیں ہیں لہذا جان چھڑانے کے لئے اس کا ترجمہ جھولے سے کر کے گزر جاتے ہیں حالانکہ یہ جھولا نہیں ہے بلکہ دیہاتوں میں ایک لمبی لکڑی کو درمیان سے کسی اور لکڑی پر رکھ کر جوڑ دیا جاتا ہے اور اس کی دو جانبوں پر دو لڑکے یا لڑکیاں بیٹھ کر جھولتے ہیں ایک سرا اوپر جاتا ہے دوسرا نیچے آتا ہے اس کو پشتو میں "چچی کانڑا" کہتے ہیں آج کل شہر کے پارکوں میں اس قسم کا جھولا موجود ہے "فصرخت" زوردار کرخ دار آواز کو کہتے ہیں "ھہ ھہ" ہانپنے کی وجہ سے جو آواز نکلتی ہے اس ہوں ہوں کو کہتے ہیں "طائر" بخت اور اچھی قسمت مراد ہے اس لئے خیر کا لفظ ساتھ لگا ہے۔ "فلم یرعنی" یہ راع یروع سے ہے ڈرانے کے معنی میں ہے یعنی مجھے کسی چیز نے نہیں ڈرایا مگر رسول اللہ ﷺ کے موجود ہونے نے ڈرادیا جو چاشت کے وقت حاضر ہو گئے تو ان خواتین نے مجھے ان کے سپرد کیا اس باب کی اگلی احادیث تفصیل کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی زندگی کے ابتدائی دور کا نقشہ پیش کر رہی ہیں اور ان کی نوعمری کے تین اہم مرحلوں کی نشاندہی کرتی ہیں چنانچہ سات سال کی عمر میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی اور نو سال حضور اکرم ﷺ کی رفاقت کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں نبی اکرم سے دنیوی رفاقت ختم ہوگئی جب کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا۔ نو سال کی عمر میں لڑکی بالغ ہوسکتی ہے یہ اقل مدت بلوغ ہے اور اس کم عمری میں دربار نبوی میں پہنچنا حضرت عائشہؓ کے لئے اعزاز ہے نادان ہیں وہ لوگ جو اس صریح اور صحیح حدیث کو اس لئے رد کرتے ہیں کہ ان کے خیال میں اس سے حضرت عائشہؓ کی شان گھٹتی ہے غلط سلط مفروضوں سے صحیح حدیث رد کرنا گمراہی بلکہ احمد سعید خان ملتانی نے اس حدیث پر ایسا کلام کیا ہے جو کفر کے قریب ہے۔ حضرت عائشہؓ چونکہ نوعمر تھیں اس لئے اپنے کھلونے ساتھ لائی تھیں یہ کھلونے کپڑوں اور لکڑیوں سے بنی ہوئی گڑیاں تھیں، علماء نے لکھا ہے کہ بچیوں کے لئے اس سے کھیلنا بہتر ہے تاکہ وہ خانہ داری امور سیکھ لیں اس سادہ نظام پر آج کل کے پلاسٹک کی گڑیاں قیاس کرنا جائز نہیں ہے یہ بت ہیں جو ناجائز ہیں "لعب" یہ لعبة کی جمع ہے کھلونے مراد ہیں۔

۳۴۷۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ وَبَنَى بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمایا تو میں چھ برس کی لڑکی تھی اور مجھ سے خلوت فرمائی (رخصتی ہوئی) تو میری عمر نو برس تھی۔

۳۴۷۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت منقول ہے۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ رخصتی کے وقت ان کی گڑیاں بھی ساتھ تھیں اور جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔

۳۴۸۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: يَحْيَى وَإِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا تو چھ برس کی لڑکی تھیں اور جب ان سے خلوت فرمائی تو وہ نو برس کی تھیں اور جب آپ ﷺ نے انتقال کیا تو ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

باب استحباب التزویج فی شوال

شوال میں نکاح کرنے کا استحباب

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۴۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي شَوَّالٍ وَبَنَى بِي فِي شَوَّالٍ فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَحْظَى عِنْدَهُ مِنِّي. قَالَ: وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ تُدْخِلَ نِسَائَهَا فِي شَوَّالٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں نکاح فرمایا اور شوال ہی میں رخصتی اور زفاف فرمایا، پس آپ ﷺ کی ازواج میں سے کون ہے جو آپ ﷺ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک یہ بات پسندیدہ تھی کہ ان کی خواتین سے (جو ان کے قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں) شوال ہی میں دخول اور ہم بستری کی جائے

٣٤٨٢۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِعْلَ عَائِشَةَ.
ان اسناد سے بھی سابقہ روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں حضرت عائشہؓ کے فعل کا ذکر نہیں ہے۔

باب النظر الی وجه المرأة قبل التزويج

نکاح سے پہلے مخطوبہ کے چہرہ کو دیکھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٣٤٨٢۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ فَقَالَ: لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا. قَالَ: لاَ. قَالَ: فَاذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الأَنْصَارِ شَيْئاً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک بار) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو بتلایا کہ اس نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھ لیا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھ لو، کیونکہ انصاری خواتین کی آنکھ میں کچھ عیب ہوتا ہے''۔

تشریح:

"انه تزوج امرأة'' اس سے نکاح کرنے کا ارادہ مراد ہے ورنہ نکاح کے بعد دیکھنے کا کوئی مطلب نہیں ہے "فاذهب فانظر'' یعنی جا کر اس مخطوبہ اور منسوبہ کو دیکھ لو۔

"النظر الی المخطوبة'' مخطوبہ وہ عورت ہے جس کے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو جس کو اردو میں منسوبہ کہتے ہیں، نکاح سے پہلے مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے یا نا جائز ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

اہل ظواہر کے نزدیک مخطوبہ کو کسی صورت میں دیکھنا جائز نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ایک قول کے مطابق مطلقاً ممنوع ہے اور ایک قول کے مطابق عورت کی اجازت سے جائز ہے بغیر اجازت منع ہے۔ جمہور فقہاء اور عام علماء فرماتے ہیں کہ مخطوبہ کو دیکھنا مطلقاً جائز ہے خواہ ان کی اجازت ہو یا نہ ہو۔

دلائل:

اہل ظواہر نے مشکوۃ شریف ص۲۶۹ پر حضرت علی کی روایت سے استدلال کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ''یاعلی لاتتبع النظرۃ النظرۃ ' اہل ظواہر کہتے ہیں کہ اس سے مطلقاً دیکھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

جمہور نے کئی احادیث سے استدلال کیا ہے زیر بحث باب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ص:۲۶۸ پر ہے جس میں ''فانظر الیھا'' واضح الفاظ آئے ہیں، اسی صفحہ پر فصل ثانی میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے اس کے ساتھ مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت ہے ان احادیث میں واضح طور پر مخطوبہ کو دیکھنے کا حکم ہے اور تاکید ہے تو یہ کس طرح ممنوع ہو سکتا ہے۔ نیز یہ زندگی کا مسئلہ اور معاملہ ہے تو خوب تسلی کرنی چاہئے۔

جواب:

اہل ظواہر نے حضرت علیؓ کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ غلط استدلال ہے کیونکہ اس حدیث کا تعلق اجنبیات کی بدنظری سے ہے اور ہماری بحث مخطوبہ منسوبہ میں ہے۔ ہاں اختلاف سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ کسی تجربہ کار عورت کو اس لڑکی کے ہاں بھیجا جائے وہ تسلی سے دیکھ کر صورت حال بتا دیگی، لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ مخطوبہ کو دیکھنے کی مردوں کو جو اجازت ہے وہ صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کے ایک بار دیکھنے کی اجازت ہے دیگر اعضاء نہیں اور بار بار دیکھنا بھی نہیں۔

''فان فی اعین الانصار شیئا ''یعنی مشورہ کا تقاضا یہی تھا جس طرح حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کو صاف صاف بتلا دیا کیونکہ ''المستشار مؤتمن '' کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین بنایا جاتا ہے تو ان کو صاف بتلانا چاہئے۔ ''شیء'' اس سے مراد یا یہ کہ انصاری عورتوں کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں، یا مطلب یہ کہ اس میں پیلا پن ہوتا ہے۔

سوال: اب شارحین نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اجنبی عورتوں کی آنکھوں کا کیسے علم ہوا؟

جواب: پہلا جواب یہ کہ مردوں کو قیاس کیا مردوں کی آنکھیں ایسی تھیں۔ دوسرا جواب یہ کہ وحی کے ذریعے سے معلوم ہوا۔ تیسرا جواب یہ کہ آنحضرت ﷺ امت کے روحانی باپ تھے آپ سے شرعاً کسی کا پردہ نہیں تھا یا یہ کہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے آپ نے دیکھ لیا تھا۔ یا امہات المؤمنین کے ذریعے سے معلوم ہو گیا تھا۔

یہ چند جوابات ہو گئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال بالکل بے وزن اور بے جا ہے کیونکہ ایک ہی ماحول و معاشرہ میں رہتے ہوئے اپنی قوم وطبقہ کے حالات سے کون واقف نہیں ہوتا۔ کیا انصار کی عورتیں سب بالغہ پیدا ہوئیں تھیں ان پر بچپن کا زمانہ نہیں گزرا تھا یا ان کی آنکھوں پر پیدائش کے وقت سے بلوغ تک پردے پڑے تھے کسی کی نظر ان پر نہیں پڑی؟

۳۴۸۴۔وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ:إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ.فَقَالَ:لَهُ النَّبِيُّ ﷺ هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي عُيُونِ الأَنْصَارِ شَيْئاً .قَالَ:قَدْ نَظَرْتُ إِلَيْهَا.قَالَ: عَلَى كَمْ تَزَوَّجْتَهَا .قَالَ:عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ.فَقَالَ:لَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ كَأَنَّمَا تَنْحِتُونَ الْفِضَّةَ مِنْ عُرْضِ هَذَا الْجَبَلِ مَا عِنْدَنَا مَا نُعْطِيكَ وَلَكِنْ عَسَى أَنْ نَبْعَثَكَ فِي بَعْثٍ تُصِيبُ مِنْهُ .قَالَ:فَبَعَثَ بَعْثاً إِلَى بَنِي عَبْسٍ بَعَثَ ذَلِكَ الرَّجُلَ فِيهِمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے انصاری کی ایک خاتون سے نکاح کیا ہے۔حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھ بھی لیا تھا؟ کیونکہ انصار (کی خواتین) کی آنکھ میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔اس نے کہا میں دیکھ چکا ہوں۔فرمایا کتنے مہر پر نکاح کیا؟ کہا کہ چار اوقیہ (چاندی) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گویا کہ تم لوگ شاید اسی پہاڑ کے عرض (کنارہ) میں سے چاندی کھود کر کو نکالتے ہو (جو اتنا زیادہ مہر مقرر کیا) ہمارے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، لیکن یہ ہے کہ ہم ممکن ہے جلد ہی کوئی لشکر بھیجیں (جو مال غنیمت حاصل کرے) تو تمہیں بھی کچھ مل جائے اس میں سے۔چنانچہ آپ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس میں اسے بھی بھیج دیا۔

تشریح:

"علی کم تزوجتھا "یعنی تم نے کتنے مہر پر عقد نکاح کیا ہے؟"اواق "یہ اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے چار اوقیہ ایک سو ساٹھ درہم بنتے ہیں "تنحتون "یہ نحت سے ہے کرید نے کے معنی میں ہے "عوض "کنارہ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم نے اتنا زیادہ مہر رکھا ہے گویا اس پہاڑ کے کنارہ سے تم لوگ کھود کرید کر چاندی نکالتے ہو اور پھر زیادہ مہر رکھتے ہو۔

"مانعطیک "یعنی ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے کہ ہم تم کو دیدیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے اپنے مہر کی رقم میں آنحضرت ﷺ سے مدد مانگی تھی تو آنحضرت نے یہ جواب دیا "نبعثک "یعنی کسی چھاپہ مار جنگ اور جہاد میں تم کو بھیجدیں گے وہاں مال غنیمت مل جائے گا تو تمہارا مہر ادا ہو جائے گا۔

باب الصداق وجواز كونه تعليم القران

مہر کا بیان اور تعلیم قرآن بھی مہر بن سکتی ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

٣٤٨٥ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي. فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأْسَهُ فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئاً جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا. فَقَالَ فَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ. فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ: اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئاً. فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئاً. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ انْظُرْ وَلَوْ خَاتِماً مِنْ حَدِيدٍ. فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ. فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا خَاتِماً مِنْ حَدِيدٍ. وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي قَالَ: سَهْلٌ مَا لَهُ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهُ. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ. فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُوَلِّياً فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ. قَالَ: مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا عَدَّدَهَا. فَقَالَ: تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ. هَذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ وَحَدِيثُ يَعْقُوبَ يُقَارِبُهُ فِي اللَّفْظِ.

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ یارسول اللہ! میں اپنا آپ، آپ کو ہبہ کرنے اور پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور اوپر سے نیچے تک اس کی طرف خوب اچھے طریقہ سے دیکھا پھر سر جھکا لیا، عورت نے جب دیکھا کہ آپ نے کچھ فیصلہ نہیں کیا اس کے بارے میں تو وہ بیٹھ گئی۔ اس اثناء میں ایک شخص آپ ﷺ کے صحابہ میں سے اٹھے اور کہا کہ یارسول اللہ! اگر آپ کو ان خاتون سے کوئی حاجت نہ ہو تو میرا نکاح ان سے کردیں۔ آپ

ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ (نکاح اور مہر وغیرہ کے لئے) انہوں نے کہا نہیں! واللہ! یا رسول اللہ! (کچھ نہیں ہے) فرمایا، اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور دیکھو شاید کچھ مل جائے، چنانچہ وہ چلے گئے، تھوڑی دیر میں واپس لوٹے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے کچھ نہیں ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھو (ڈھونڈو) خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی مل جائے۔ پھر وہ گئے اور پھر واپس آئے کہا یا رسول اللہ! کچھ نہیں پاسکا، نہ لوہے کی انگوٹھی ہی ملی، البتہ یہ میرا ازار (تہبند) ہے۔ سہلؓ فرماتے ہیں کہ اس غریب کے پاس چادر بھی نہ تھی، انہوں نے کہا کہ اس تہبند میں سے آدھا اس عورت کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس تہبند سے کیا کرے گی؟ اگر تم اس کو پہنتے ہو تو اس کا اس پر کوئی حق نہ رہے گا اور اگر وہ اسے پہنتی ہے تو تمہارا کچھ حق نہیں رہے گا (یعنی وقت واحد میں وہ دونوں کی ملک میں اور فائدہ میں نہیں رہ سکتی)۔ وہ صاحب یہ سن کر بیٹھ گئے حتی کہ جب دیر تک بیٹھے رہے (اور کوئی حل نہ نکلا) تو اٹھ کھڑے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس جاتے دیکھ لیا تو انہیں بلانے کا حکم فرمایا، جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہیں قرآن کتنا یاد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ فلاں فلاں سورت اور انہیں گنوا دیا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں حفظ یاد ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ جاؤ، تمہیں تمہارے حفظ شدہ قرآن کے بدلے میں اس عورت کو تمہارا مملوک (منکوح) بنا دیا۔

تشریح:

"اهب لک نفسی" "کسی عورت کا مہر کے بغیر اپنے آپ کو کسی کے لئے ہبہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں پیغمبر کے لئے نفس ہبہ کر سکتی ہے یہ خصوصیت ہے۔ "فصعد النظر" "یعنی آنحضرت نے اس عورت کو دیکھنے کے لئے اوپر نگاہ اٹھائی "وصوبہ" "تصویب ہے نگاہ نیچے لے جانے کے معنی میں ہے "طأطأ" "یعنی آنحضرت نے پھر سر نیچے جھکا لیا اور عنوان میں مہر کے لئے صداق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو کچھ تفصیل ملاحظہ ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّاوَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ﴾ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿قَدْعَلِمْنَا مَافَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ﴾ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا﴾ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾

صداق بروزن کتاب عورت کے مہر کو کہتے ہیں اس کی جمع صُدُق کتب کی طرح آتی ہے صداق میں صاد کا کسرہ زیادہ فصیح اور فتح بھی مشہور ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مہر کو صداق اس لئے کہا گیا "لانہ یظهر به صدق میل الرجل الی المراۃ" "المہر بھی عربی میں بولا جاتا ہے جس کی جمع مھور آتی ہے۔ شوہر کی طرف سے بیوی کو حقوق زوجیت کے معاوضہ میں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ مہر ہے نکاح کی صحت کے لئے مہر کا ہونا ضروری ہے اس کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہاں اگر تذکرہ نہیں کیا تو مہر مثل لازم آئے گا نکاح صحیح ہوگا۔

مہر، خالص عورت کا حق ہے جو لوگ بیٹی یا بہن کے نام مہر وصول کر کے خود اپنے مصرف میں لاتے ہیں یہ عورتوں کے حق میں بڑے ظالم

لوگ ہیں اور بڑی بے شرمی کی بات ہے کہ بیٹیاں فروخت کرتے ہیں علماء حق پر فرض ہے کہ اس رسم بد اور ظلم کے خلاف حق کا نعرہ بلند کریں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے مہر کی حکمتوں سے متعلق حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ نکاح ایک نظم وضبط اور جوڑ و ترتیب کا نام ہے اور میاں بیوی کے درمیان دائمی معاونت اور نصرت و مدد کا نام ہے۔

اسی جوڑ اور نظم وضبط کے پیش نظر مہر مقرر ہوا تا کہ بلا ضرورت خاوند اس نظم کے توڑنے میں اپنے مال یعنی مہر کے ضائع ہونے کا خطرہ محسوس کرتا ہے گویا مہر مقرر کرنا نکاح کے دوام اور پائیداری کے لئے ضروری ہے مہر میں دوسری حکمت یہ ہے کہ مہر مقرر کرنے سے نکاح میں عظمت اور اہتمام پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ لوگ طبعی طور پر مال کے بارے میں حریص ہیں تو جب ایک شخص ملک بضعہ کے عوض مال دیتا ہے تو دینے والے اور لینے والے دونوں کی آنکھوں میں نکاح کی عظمت پیدا ہوگی اور لڑکی والوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں کہ ہمارے لخت جگر کا ایک شخص مفت میں مالک نہیں بنا ہے۔

تیسری حکمت یہ کہ مہر مقرر کرنے سے زنا اور نکاح میں امتیاز آ جاتا ہے، پھر مال کے دینے اور لینے میں چونکہ لوگوں کی عادت اور ان کے حرص کے درجات نیز انسانوں کے طبقات مختلف ہیں اس لئے شریعت نے کسی کو مہر کے کم اور زیادہ مقرر کرنے میں پابند نہیں کیا (یعنی جانب اکثر میں مہر میں پابندی نہیں لگائی)

اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ مقدار مہر کی کیا تفصیل ہے مہر کتنا ہونا چاہئے تو اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

مقدار مہر میں فقہاء کا اختلاف

اس بات پر سارے فقہاء متفق ہیں کہ مہر کی جانب اکثر میں کوئی حد مقرر نہیں بلکہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے ''قنطارا'' کا ذکر فرمایا ہے اگر چہ مستحب یہ ہے کہ مہر میں غلو نہ ہو اور وہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ لوگ نکاح کرنے کے قابل ہی نہ رہیں اور مہر تلے دب کر رہ جائیں البتہ مہر کی جانب اقل میں اختلاف ہے۔

امام مالکؒ کے ہاں کم از کم مہر ربع دینار ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اقل مہر کی بھی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ زوجین جس پر راضی ہوگئے وہی درست ہے ان کے نزدیک نکاح بیع وشراء کی طرح مالی معاملہ ہے مال ہونا چاہئے کم ہو یا زیادہ، میاں بیوی راضی کیا کرے گا قاضی۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اقل مہر دس دراہم ہیں اس سے کم جائز نہیں یہ آخری حد ہے۔

دلائل:

امام مالک کی دلیل حدیث المجن ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں ''ثمن المجن'' پر نکاح ہوا ہے اور ڈھال کی قیمت ربع دینار ہوتی

تھی۔امام مالکؒ کا استدلال حد سرقہ اور قطع ید سے بھی ہے فرماتے ہیں کہ ہاتھ ربع دینار کے بدلے چوری میں کاٹا جاتا ہے تو ایک عضو کی قیمت ربع دینار ہے یہاں نکاح میں ملک بضعہ بھی ایک عضو ہے اس کا بدلہ بھی ربع دینار ہونا چاہیئے۔

امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے دلائل وہ اکثر احادیث ہیں جن میں شی قلیل من المال کا ذکر ہے جیسے بخاری کی ایک روایت ہے ''ولو خاتما من حدید '' ایک روایت میں ''ستو'' کا ذکر آیا ہے ایک میں ''چھوہارے'' کا ذکر ہے ایک میں ''نعلین'' کا ذکر ہے لہذا مہر کی کوئی حد نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے قرآن عظیم کی آیت ﴿قد علمنا مافرضنا علیھم فی ازواجھم﴾ سے استدلال کیا ہے طرز استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مفروض ومقرر فرمایا ہے اس کی کوئی معتد بہ معین مقدار ہونی چاہیئے اسی طرح آیت ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ بھی ایک معین ومقرر مقدار کا تقاضا کرتی ہے یہ مقدار ضرور معلوم ہونی چاہئے تو اس مجمل آیت کی تفصیل کے لئے حضرت ابن مسعودؓ کی وہ حدیث آگئی جو دارقطنی اور بیہقی نے نقل کی ہے ''لا مھر دون عشرۃ دراھم '' انہیں دو کتابوں میں حضرت علیؓ کی وہ موقوف روایت بھی ہے ''ولا یکون المھر اقل من عشرۃ دراھم '' ان روایات میں اگر چہ انفرادی طور پر ضعف ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔ابن ابی حاتم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا مھر اقل من عشرۃ '' اس روایت کو ابن حجرؒ نے حسن کہا ہے۔

الجواب:

امام مالکؒ کا مستدل ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ابتدائی دور میں ربع دینار یا ثمن مجن یہ چیزیں دس درہم کے برابر تھیں اور قطع ید کے مسئلہ کو تو ہم بھی اپنی عقلی دلیل میں پیش کرتے ہیں کیونکہ وہاں دس دراہم کا ذکر ہے وہی ربع دینار ہے،

امام شافعی اور احمد بن حنبلؒ کے مستدلات کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں قلیل اشیاء کا مہر میں دینے کا ذکر آیا ہے اس سے مہر معجل مراد ہے عرب کی عادت تھی کہ پہلی ملاقات میں بیوی کو کچھ نہ کچھ بطور تحفہ دیا کرتے تھے، جو مہر کے علاوہ منہ دکھائی کا تحفہ ہوتا تھا یا مہر کا کچھ حصہ ہوتا تھا، جس طرح حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ کو ایک زرہ دی تھی حالانکہ مہر الگ مقرر تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کی بات تھی جب مہر کی حد مقرر نہیں ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ احادیث میں تعلیم قرآن کو مہر میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ وہ مال نہیں ہے۔ ''زوجتکھا بما معک من القرآن'' حدیث کے اس لفظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم قرآن کو مہر مقرر کیا گیا ہے امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ نے اس کو جائز مانا ہے لیکن امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے مہر مثل لازم آئے گا۔

البتہ ابتداء اسلام میں آنحضرت ﷺ قرآن عظیم کو ہر شعبۂ زندگی میں عام کرنا چاہتے تھے اس لئے کبھی کسی محلہ میں اس شخص کو امام مقرر فرمایا

جوزیادہ قرآن کا حافظ ہوتا خواہ چھوٹا بچہ کیوں نہ ہو جہاد پر بھیجنے والی جماعت کا امیر بھی اسی کو مقرر فرمایا جوزیادہ حافظ ہوتا۔اسی طرح اجتماعی قبر میں قبلہ کی طرف آگے اس کو رکھا جوزیادہ حافظ ہوتا،قرآن عظیم کی وجہ سے مہر کے بغیر ان کا نکاح کیا جن کے پاس بالکل مال نہ ہوتا گویا یہ مہر مقرر کرنے کا ضابطہ نہیں تھا بلکہ قرآن کو عام کرنے کا ایک اعزاز تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح کے لئے مہر کا ہونا ضروری ہے بغیر مہر کے کسی کا نکاح جائز نہیں صرف نبی کریم ﷺ کے لئے جائز تھا۔﴿**خالصة لک من دون المؤمنین**﴾ ہاں اگر مہر کا انکار نہ ہو اور بوقت نکاح تذکرہ بھی نہ ہو تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل دیا جائے گا۔مہر مثل باپ کے خاندان کی لڑکیوں کی مہر کی مانند ہوتا ہے،اس حدیث سے اشارہ کے طور پر یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن اس شخص کے لئے بدرجہ مجبوری مہر بن سکتا ہے جس کے پاس پوری مالیت میں ایک لوہے کی انگوٹھی بھی نہ ہوا یسا شخص دنیا میں کون ہو سکتا ہے تو یہ ایک نادر صورت تھی،**والنادر کالمعدوم** نیز سعید بن منصور کی ایک حدیث اس طرح بھی ہے،''**عن ابی النعمان الازدی قال زوج رسول الله صلی الله علیه وسلم امرأة علی سورة من القرآن ثم قال لایکون لاحد بعد مهرا**''(مشکوۃ المحشی ج ۲ص ۲۳۵)

ابوداؤد شریف میں بروایت مکحول یہ منقول ہے''**انه کان یقول لیس ذالک لاحدبعد رسول الله صلی الله علیه وسلم**''معلوم ہوا یہ خصوصیت پیغمبری تھی۔

''**قال سهل ماله رداء**'' یہ سہل راوی کی طرف سے جملہ معترضہ ہے یہ اس صحابی کے کلام کا مطلب بیان کرنا چاہتا ہے کہ اس نے ہذا ازاری فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس دھوتی کے علاوہ کوئی چادر نہیں تھی،''**فلها نصفه**'' یہ اس صحابی نے کہا کہ آدھی چادر مہر میں بیوی کی ہو جائے گی''**مولیا**''یعنی پیٹھ پھیر کر جانے لگے''**عن ظهر قلبک**''یعنی یاد سے پڑھتے ہو؟اس نے کہاہاں یاد ہے ''**بما معک**''یعنی اس اعزا کی وجہ سے کہ تیرے پاس قرآن کا حصہ ہے ہم نے اس عورت کا نکاح تم سے کر دیا۔اور تم کو اس کا مالک بنا دیا۔

٣٤٨٦ـ**وَحَدَّثَنَاهُ** خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ زَائِدَةَ قَالَ: انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ .

اس سند سے بھی مذکورہ حدیث منقول ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''چلو، میں نے اس سے تمہارا نکاح کر دیا،اب اسے قرآن سکھاؤ''۔

٣٤٨٧ـ**حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ

الْهَادِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَمْ كَانَ صَدَاقُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشًّا. قَالَتْ أَتَدْرِي مَا النَّشُّ قَالَ: قُلْتُ لَا. قَالَتْ نِصْفُ أُوقِيَّةٍ. فَتِلْكَ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ فَهَذَا صَدَاقُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِأَزْوَاجِهِ.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ زوجہ مطہرہ رسول اللہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے لئے مہر کتنا مقرر کیا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ازواج مطہرات کے لئے آپ ﷺ کا مہر بارہ اوقیہ چاندی اور نش تھا؟ فرمانے لگیں کیا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں! تو فرمایا نش آدھا اوقیہ کو کہتے ہیں پس یہ پانچ سو درہم ہوتے ہیں، یہ مہر تھا رسول اللہ کی طرف سے اپنی ازواج کیلئے۔

تشریح:

''ثنتی عشرة اوقية ونش ''اوقیہ کی جمع اواق ہے۔ایک اوقیہ چالیس دراہم کا ہوتا ہے اور ''نش'' نصف اوقیہ ہوتا ہے، یعنی بیس دراہم نش ہے تو ساڑے بارہ اوقیہ سے پانچ سو دراہم پورے ہوگئے عام ازواج مطہرات کا مہر اتنا ہی تھا اور اسی کا ذکر عام روایات میں ملتا ہے ہاں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار دراہم تھا لیکن وہ آنحضرت کی طرف سے حبشہ کے نجاشی بادشاہ نے مقرر کر کے ادا کر دیا تھا لہذا اس روایت کا اس سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

آج کل ایک درہم جو متحدہ عرب امارات میں چلتا ہے وہ پاکستانی روپے کے حساب سے ۲۵ روپے بنتے ہیں اس حساب سے پانچ سو دراہم بارہ ہزار اور پانچ سو روپے بنتے ہیں، اور دس دراہم دو سو پچاس روپے بنتے ہیں اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ دس دراہم سے مہر کم نہ ہو جائے دس دراہم غالباً ڈھائی تولہ چاندی کے وزن کے برابر ہے مظاہر حق میں لکھا ہے کہ پانچ سو درہم چاندی کی مقدار ایک کلو پانچ سو تیس گرام ہوتی ہے اور آج کل کے نرخ کے مطابق بازار میں سناروں سے قیمت معلوم کرنا چاہیے۔

۳۴۸۸۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ: مَا هَذَا. قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: فَبَارَكَ اللَّهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے (کپڑوں) پر زرد رنگ کے نشانات دیکھے۔ فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ کہا کہ یارسول اللہ! میں نے ایک خاتون سے نکاح کرلیا ہے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کے عوض۔ آپ نے فرمایا بارک اللہ لک: پھر تو اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک فرمائے۔ ''ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو''۔

تشریح:

''ماھذا'' یہ سوال اس لئے کیا کہ آپ نے صحابہ کو خلوق یعنی زعفران کے عطر لگانے سے روکا تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عذر پیش کیا کہ بیوی سے لگ گیا ہے''اولم'' جو لوگ ولیمہ کو واجب کہتے ہیں یہ ان کی دلیل ہے''ولو بشاۃ''یعنی بڑی چیز اونٹ وغیرہ نہ سہی لیکن بکری ہی ذبح کرلو، بعض علماء نے اس کو تکثیر پر حمل کیا ہے کہ ولیمہ کرو اگرچہ بکری کیوں نہ ہو، یہ مفہوم بعید ہے تقلیل زیادہ واضح ہے''وزن نواۃ''بعض نے نواۃ سے مراد پانچ درہم لیا ہے جو بعید ہے بلکہ نواۃ سے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا مراد ہے اگلی روایت میں بشاشۃ العروس کا لفظ ہے جس کا معنی ہے شادی کی خوشی اور فرحت۔

٣٤٨٩. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف پر زردی کا نشان دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے ایک خاتون سے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کرلیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ مبارک کرے آپ کے لئے۔ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو۔

٣٤٩٠ـ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لَهُ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے گٹھلی برابر سونے کے عوض نکاح کیا ایک عورت سے نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا: ولیمہ کرو چاہے ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو۔

٣٤٩١ـ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالاَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُمَيْدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ

غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً.

ان اسناد سے بھی سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

٣٤٩٢۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَا: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَساً يَقُولُ قَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيَّ بَشَاشَةُ الْعُرْسِ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ. فَقَالَ: كَمْ أَصْدَقْتَهَا. فَقُلْتُ نَوَاةً. وَفِي حَدِيثِ إِسْحَاقَ مِنْ ذَهَبٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے پر شادی کی بشاشت تھی۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک انصاری خاتون سے شادی کر لی ہے۔ فرمایا مہر کتنا رکھا؟ میں نے عرض کیا گٹھلی (برابر سونا)۔

٣٤٩٣۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: شُعْبَةُ وَاسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک خاتون سے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے پر نکاح فرمایا۔

٣٤٩٤۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَقَالَ: رَجُلٌ مِنْ وَلَدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ ذَهَبٍ.

ان اسناد سے بھی سابقہ روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ کے بیٹوں میں ایک نے مِنْ ذَهَبٍ کے الفاظ کہے ہیں۔

باب فضيلة اعتاق الامة وقصة صفيةؓ

باندی آزاد کرنے کی فضیلت اور حضرت صفیہ کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٤٩٥۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

ﷺ غَزَا خَيْبَرَ قَالَ:فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ فَأَجْرَى نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَانْحَسَرَ الْإِزَارُ عَنْ فَخِذِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ فَإِنِّي لَأَرَى بَيَاضَ فَخِذِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ .قَالَ:هَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ:وَقَدْ خَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ.قَالَ:عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ:بَعْضُ أَصْحَابِنَا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ.قَالَ:وَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً وَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَهُ دِحْيَةُ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ.فَقَالَ: اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً .فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدِ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ مَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ.قَالَ: ادْعُوهُ بِهَا .قَالَ:فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا .قَالَ:وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا.فَقَالَ:لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ:نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَرُوساً فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ قَالَ:وَبَسَطَ نِطَعاً قَالَ:فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالْأَقِطِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ فَحَاسُوا حَيْساً.فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر میں جہاد کیا، ہم نے وہاں پر فجر کی نماز ادا کی پھر رسول اللہ ﷺ اور ابوطلحہ سواری پر سوار ہوئے، میں ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہوگیا، نبی ﷺ روانہ ہوئے خیبر کی گلیوں میں اور میرا گھٹنا نبی ﷺ کی ران سے چھو رہا تھا جس کی بناء پر نبی ﷺ کی ران پر سے ازار کھسک گیا تھا اور میں آپ ﷺ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ جب ہم بستی میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے کہا۔ اللہ اکبر خربت خیبر (یعنی نعرہ لگایا کہ اللہ سب سے بڑا ہے، خیبر تباہ ہوگیا) ہم جب کسی قوم کے آنگن میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے''، یہ کلمات تین بار کہے۔ جب وہاں کے لوگ اپنے کاموں سے نکلے تو (لشکر دیکھ کر) کہنے لگے محمد اور لشکر۔ غرض ہم نے خیبر پر زبردستی قبضہ کرلیا اور قیدیوں کو جمع کیا گیا۔ اسی اثناء میں حضرت دحیہ کلبی تشریف لائے اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! قیدیوں میں سے ایک باندی مجھے عطا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جاؤ اور ایک باندی لے لو، چنانچہ انہوں نے صفیہ بنت حیی کا انتخاب کیا (جو بعد میں ام المؤمنین بنیں اس وقت قیدیوں میں تھیں)۔ یہ دیکھ کر ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے دحیہ کو صفیہ دے دی ہے جو حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں (جو یہود خیبر کا سردار تھا) اور وہ بنو قریظہ اور بنو نظیر کی سردار ہیں۔ وہ تو آپ ہی کے قابل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دحیہ کو بلاؤ صفیہ کے ساتھ۔ چنانچہ دحیہ انہیں لے کر آئے تو آپ ﷺ نے جب ایک نظر انہیں دیکھا تو دحیہؓ سے فرمایا تم ان کے علاوہ کوئی دوسری باندی قیدیوں میں سے لے لو۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ثابت رحمۃ اللہ علیہ (راوی) نے انسؓ سے کہا کہ اے ابوحمزہ! آپ ﷺ نے انکا مہر کیا مقرر کیا تھا؟ فرمایا کہ یہی ان کی آزادی ہی ان کا مہر تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا یہاں تک کہ جب راستہ میں تھے (واپسی کے سفر میں) تو ام سلیمؓ نے صفیہ کا بناؤ سنگھار کر دیا اور رات میں آپ ﷺ کے لئے پیش کر دیا۔ نبی ﷺ صبح کو دولہا کے طور پر سامنے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس کچھ بھی چیز ہو کھانے کی وہ لے آئے اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ تو کوئی آدمی تو پنیر لاتا اور کوئی کھجور لاتا اور کوئی گھی لاتا، پھر سب کو ملا کر حیس (مالیدہ) تیار کر لیا اور وہی رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

تشریح:

"ثلاث مرات" یعنی آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ اللہ اکبر خربت خیبر کا نعرہ لگایا، اسی کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

حکم دیتا سمندر کو تو راستہ چھوڑ دیتا تھا   لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا

"محمد والله" ای هذا محمد صلى الله عليه وسلم او جاء محمد صلى الله عليه وسلم **"والخميس"** آنحضرت ﷺ کا لشکر چونکہ پانچ حصوں پر مشتمل ہوتا تھا اس لئے اس کو الخمیس کہا جاتا تھا یعنی قسم بخدا محمد پانچ پرّے کا لشکر لیکر آگئے مقدمۃ الجیش ساقۃ الجیش میمنۃ الجیش میسرۃ الجیش اور قلب الجیش، "فحاسوا حيسا" یعنی ایک مخلوط نما حلوہ بنا دیا جس کو مالیدہ کہتے ہیں۔

٣٤٩٦ـ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ وَشُعَيْبِ بْنِ حَبْحَابٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ وَعُمَرُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعاً

عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسٍ كُلُّهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا. وَفِي حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ تَزَوَّجَ صَفِيَّةَ وَأَصْدَقَهَا عِتْقَهَا.

ان مختلف اسناد کیساتھ روایت مذکور ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نبی کریم ﷺ سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر فرمایا اور حضرت معاذؓ نے اپنے والد سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے شادی کی اور ان کا مہر ان کی آزادی کو مقرر فرمایا۔

تشریح:

حضرت صفیہ خیبر کے یہود کے سردار حُیی بن اخطب کی بیٹی تھیں جنگ خیبر کے موقع پر انہوں نے خواب دیکھا کہ یثرب سے ایک چاند آکر ان کی گود میں اترا ہے انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کو بتادیا اس نے ان کے چہرہ پر تھپڑ مار دیا کہ تم یثرب یعنی مدینہ کے بادشاہ (محمد) سے شادی کرنے کی تمنا کرتی ہو، وہ خود فرماتی ہیں کہ اس تھپڑ کی وجہ سے ابھی تک میری آنکھ اور چہرہ نیلا تھا کہ میں دوسری عورتوں کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں آگئی شام کے وقت حضور اکرم میرے پاس آئے مجھ سے گفتگو فرمائی اس گفتگو کا خلاصہ یہ تھا۔

حضرت صفیہؓ سے آنحضرت نے فرمایا کہ تم اگر اپنے دین پر قائم رہتی ہو تو تم پر کوئی جبر نہیں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرو گی تو یہ تیرے لئے بہتر ہوگا، حضرت صفیہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اسلام کو اختیار کرتی ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کیا، صحابہ کرام کو معلوم نہ تھا کہ صفیہ لونڈی ہے یا ام المؤمنین بن گئیں بعض صحابہ نے فرمایا اگر پردہ کیا تو نکاح ہوا ہوگا اور ام المؤمنین بن گئی ہوں گی اور اگر پردہ نہ کیا تو باندی ہوں گی چنانچہ سواری کے وقت جب میرا پردہ کیا گیا تو صحابہ کو اندازہ ہوا کہ ام المؤمنین بن گئیں۔

اب یہاں ایک فقہی مسئلہ اٹھتا ہے کہ اس حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ **"جعل عتقها صداقها"** کہ حضور اکرم ﷺ نے صفیہ کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا تو امام احمد بن حنبلؒ اسحٰق بن راہویہ، اوزاعیؒ شام اور قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عتق کو مہر بنایا جاسکتا ہے یہ جائز ہے۔

امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک عتق کو مہر قرار دینا درست نہیں ہے فریق اول نے مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت صفیہ کا مہر ان کا عتق قرار دیا گیا تھا جمہور دلیل پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ان تبتغوا باموالكم﴾ اور عتق مال نہیں تو مہر نہیں فریق اول کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو صداق کا لفظ آیا ہے یہ حضرت انسؓ کا کلام ہے اور قرآنی آیت کے مقابلے میں قابل استدلال نہیں ہے، دوسرا جواب یہ کہ یہ خصوصیت پیغمبری تھی آپ کے لئے بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز تھا تو

حق کو اگر مہر بنایا تو بوجہ خصوصیت جائز تھا کسی اور کے لئے جائز نہیں یا حضرت صفیہؓ نے مہر معاف کیا تھا یہ بھی خصوصیت پیغمبری تھی۔

۳۴۹۷۔**وحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ:قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الَّذِي يُعْتِقُ جَارِيَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا لَهُ أَجْرَانِ .

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جو باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیتا ہے فرمایا کہ اس کے لئے دوہرا اجر ہے (ایک تو عتق اور آزاد کرنے کا جب کہ دوسرا باندی کو نکاح میں لینے کا، کیونکہ شرعاً وہ بغیر نکاح کئے بھی باندی سے ہر قسم کا تمتع اور فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن اس نے اسے حرہ (آزاد) بنا کر اسے کامل حقوق عطا کر دیئے لہذا اس پر وہ دوہرے اجر کا مستحق ہے)۔

۳۴۹۸۔**حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ أَبِي طَلْحَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدَمِي تَمَسُّ قَدَمَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:- فَأَتَيْنَاهُمْ حِينَ بَزَغَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ أَخْرَجُوا مَوَاشِيَهُمْ وَخَرَجُوا بِفُئُوسِهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ وَمُرُورِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ قَالَ:- وَقَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ .قَالَ:وَهَزَمَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَوَقَعَتْ فِي سَهْمِ دَحْيَةَ جَارِيَةٌ جَمِيلَةٌ فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تُصَنِّعُهَا لَهُ وَتُهَيِّئُهَا قَالَ:وَأَحْسِبُهُ قَالَ:- وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا وَهِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَ:- وَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلِيمَتَهَا التَّمْرَ وَالأَقِطَ وَالسَّمْنَ فُحِصَتِ الأَرْضُ أَفَاحِيصَ وَجِيءَ بِالأَنْطَاعِ فَوُضِعَتْ فِيهَا وَجِيءَ بِالأَقِطِ وَالسَّمْنِ فَشَبِعَ النَّاسُ قَالَ:- وَقَالَ:النَّاسُ لاَ نَدْرِي أَتَزَوَّجَهَا أَمِ اتَّخَذَهَا أُمَّ وَلَدٍ.قَالُوا إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَبَ حَجَبَهَا فَقَعَدَتْ عَلَى عَجُزِ الْبَعِيرِ فَعَرَفُوا أَنَّهُ قَدْ تَزَوَّجَهَا .فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَدَفَعْنَا قَالَ:-.فَعَثَرَتِ النَّاقَةُ الْعَضْبَاءُ وَنَدَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَدَرَتْ فَقَامَ فَسَتَرَهَا وَقَدْ أَشْرَفَتِ النِّسَاءُ فَقُلْنَ أَبْعَدَ اللَّهُ الْيَهُودِيَّةَ .قَالَ:قُلْتُ يَا أَبَا حَمْزَةَ أَوَقَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ:إِي وَاللَّهِ لَقَدْ وَقَعَ .قَالَ:أَنَسٌ وَشَهِدْتُ وَلِيمَةَ زَيْنَبَ فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزاً وَلَحْماً وَكَانَ يَبْعَثُنِي

فَأَدْعُو النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ وَتَبِعَتُهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلَانِ اسْتَأْنَسَ بِهِمَا الْحَدِيثُ لَمْ يَخْرُجَا فَجَعَلَ يَمُرُّ عَلَى نِسَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَيْفَ أَنْتُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ. فَيَقُولُونَ بِخَيْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ فَيَقُولُ بِخَيْرٍ. فَلَمَّا فَرَغَ رَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ إِذَا هُوَ بِالرَّجُلَيْنِ قَدِ اسْتَأْنَسَ بِهِمَا الْحَدِيثُ فَلَمَّا رَأَيَاهُ قَدْ رَجَعَ قَامَا فَخَرَجَا فَوَاللَّهِ مَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ أَمْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بِأَنَّهُمَا قَدْ خَرَجَا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ الْبَابِ أَرْخَى الْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ (لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے روز میں ابوطلحہ کا ردیف تھا اور میرے قدم، رسول اللہ کے قدموں کو چھو رہے تھے، ہم طلوع آفتاب کے وقت اہل خیبر کے پاس پہنچے ان لوگوں نے اپنے مویشی وغیرہ باہر نکال لئے تھے (کاشتکاری اور چرانے کے لئے) اور اپنے کدال، ٹوکرے اور پھاوڑے وغیرہ لے کر نکل چکے تھے کہ (سامنے لشکر اسلام کو دیکھ کر) پکار اٹھے۔ محمد اور لشکر! رسول اللہ ﷺ نے فوراً فرمایا: خیبر برباد ہوگیا، ہم جب کسی قوم کے آنگن میں جا اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے"۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انہیں ہزیمت دی، (فتح کے بعد) دحیہؓ کے حصہ میں ایک خوبصورت باندی آئیں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں خرید لیا سات شخصوں کے بدلے (یعنی ان کے عوض سات قیدیوں کو رہا کیا) پھر ان کو ام سلیمؓ کے حوالہ کردیا کہ انہیں تیار کر کے ان کا سنگھار کردیں۔ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ باندی ان کے (ام سلیم کے) گھر میں عدت پوری کردیں۔ اور وہ باندی صفیہ بنت حیی تھیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کیا کھجور، پنیر اور گھی سے، اور لوگ خوب سیر ہوگئے، فرماتے ہیں کہ لوگوں کو نہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا ہے یا انہیں ام ولد بنایا ہے۔ لہذا لوگوں نے (آپس میں) یہ کہا کہ اگر انہوں نے پردہ کیا تو (اس کا مطلب ہے کہ) آپ ﷺ کی زوجہ ہوگئیں ہیں اور اگر پردہ نہیں کیا تو (ظاہر ہے) وہ ام ولد ہیں (ام ولد وہ باندی جس سے آقا نے صحبت کی ہو اور وہ آقا کے بچہ کی ماں ہوگئی ہو) یہاں پر تغلیباً ام ولد کہہ دیا ورنہ فی الوقت ام ولد ہونے کا تصور بھی نہیں تھا۔ پھر جب سواری پر سوار ہونے لگیں تو انہوں نے پردہ کیا اور اونٹ کی سرین (کی طرف) بیٹھ گئیں، اس سے لوگوں نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا ہے (اب وہ باندی نہیں رہیں)۔ جب مدینہ سے قریب ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے بھی تیز دوڑایا اور ہم نے بھی۔ اس (تیزی کے چکر) میں عضباء اونٹنی لڑکھڑا گئی اور رسول اللہ ﷺ اور صفیہ بھی گر گئے، آپ ﷺ فوراً اٹھے اور صفیہ کو چھپالیا (ان پر پردہ کردیا تاکہ بے پردگی نہ ہو) اور اس وقت تک

عورتیں دیکھنے لگی تھیں اور کہہ رہی تھیں: اللہ یہود یہ کو دور کرے (کیونکہ صفیہؓ یہودی سردار کی صاحبزادی تھیں اور مدینہ کی عورتوں کو معلوم نہ تھا کہ وہ مسلمان ہو چکی ہیں)۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے ابوحمزہ! کیا (واقعی) رسول اللہ ﷺ گر گئے تھے؟ فرمایا: ہاں خدا کی قسم! انسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام المومنین زینب کے ولیمہ میں بھی حاضر ہو چکا تھا، لوگوں کو روٹی اور گوشت سے آپ ﷺ نے سیر کر دیا۔ اور آپ ﷺ لوگوں کو بلانے کے لئے مجھے بھیجتے تھے، جب سب سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا، حجرۂ مبارک میں دو آدمیوں کو باتوں نے روک لیا اور وہ باہر نہیں نکلے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج میں سے ہر ایک کے حجرہ پر گزرتے، ان میں سے ہر ایک کو سلام فرماتے کہ: تم پر سلامتی ہو، اے اہل بیت! تم کیسے ہو؟ وہ کہتے یا رسول اللہ! بخیریت ہیں۔ آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسے پایا؟ آپ فرماتے اچھا پایا۔ پھر جب آپ ﷺ اس سے فارغ ہوئے تو واپس تشریف لائے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی واپس ہوا جب حجرۂ مبارک کے دروازہ پر پہنچے تو وہاں دو آدمیوں کو گفتگو نے روک رکھا تھا، انہوں نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ واپس تشریف لا چکے ہیں کھڑے ہو گئے اور باہر چلے گئے۔ پس اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو بتلایا یا آپ پر وحی نازل ہوئی کہ وہ دونوں باہر جا چکے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ واپس (حجرہ میں) لوٹے اور میں بھی آپ کے ہمراہ واپس ہوا (کیونکہ انسؓ آپ ﷺ کے خادم خاص تھے اور کم عمر تھے) جب آپ ﷺ نے دروازہ کی دہلیز پر قدم رکھا تو اپنے اور میرے درمیان پردہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یاایھا الذین امنوا... الخ اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں مت داخل ہو سوائے اس کے کہ تمہیں اجازت دی جائے کسی کھانے کی دعوت کی تو ایسے طور پر ان کی دعوت کے منتظر نہ رہو، لیکن جب تمہیں بلایا جائے (کہ کھانا تیار ہو چکا) تب جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ نہ یہ کہ گفتگو کے لئے بیٹھ جاؤ، اس بات سے بلاشبہ نبی کو ایذاء ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا"۔

تشریح:

"تمس" یعنی میری ران سے آنحضرت کی ران سواری کی حالت میں لگ رہی تھی۔ یہ غیر اختیاری اضطراری معاملہ تھا یہ ران کے عدم عورت ہونے کے لئے دلیل نہیں بن سکتی ہے "بزعت الشمس" سورج کے ابتداء میں طلوع ہونے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے "فئوس" یہ فاس کی جمع ہے کلہاڑی کو کہتے ہیں "مکاتلھم" یہ مکتل کی جمع ہے بڑے تھیلے اور ٹوکرے کو کہتے ہیں "ومرودھم" یہ جمع ہے اس کا مفرد مرّ ہے پھاوڑے اور کدال کو کہتے ہیں۔

"بسبعة ارؤس" یہ رأس کی جمع ہے سات لونڈیاں مراد ہیں "فحصت الارض" زمین میں گڑھا بنانے کو کہتے ہیں "افاحیص" یہ جمع ہے اس کا مفرد افحوص عصفور کی طرح ہے یعنی زمین میں کئی گڑھے بنائے گئے ریت کے اندر معمولی سے گڑھے بنا کر اس میں دسترخوان

کو دبا کر کٹورا اور پیالہ کی طرح جگہ بن جاتی ہے جس میں گھی رکھا جاتا ہے تاکہ ادھر ادھر پھیلنے سے محفوظ رہ جائے اس منظر کو مجاہدین بچھو سکتے ہیں "انطاع" "نطع کی جمع ہے چمڑے کے دسترخوان کو کہتے ہیں پورے جملے کو شارحین نے اس طرح بیان کیا ہے ای حفرت الارض شیئا یسیرا لجعل الانطاع فی المحضور ویصیب فیه السمن فلا یخرج من الجوانب اھ "دفع" یعنی آنحضرت نے اپنی سواری کو تیز کر دیا تو ہم نے بھی تیز دوڑایا "عثرت" ٹھوکر کھانے کو کہتے ہیں "فصرع" یعنی آنحضرت سواری سے گر گئے اور حضرت صفیہ بھی گر گئیں "لم نظر" یعنی ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا "وندر" گرنے کے معنی میں ہے خاص کر دانت ٹوٹ کر جب گر جائے اس کو کہتے ہیں یہاں صرف گرنا مراد ہے۔

"وشهدت وليمة زينب" یہ الکلام یجر الکلام اور الشی ءبالشی ءیذکر کے طور پر حضرت انس نے شادی کی مناسبت سے حضرت زینب کی شادی کا ذکر کیا ورنہ اس کی یہاں کوئی ضرورت نہیں تھی "مكفة الباب" "دروازہ کی چوکھٹ مراد ہے "ابعد الله اليهودية" یہ بطور بدفالی ازواج مطہرات نے کہا کہ اس کی شادی گویا نحوست ہوئی کہ نبی پاک اپنی سواری سے نیچے گر گئے۔

٣٤٩٩۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ وَحَدَّثَنِي بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ حَيَّانَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ:صَارَتْ صَفِيَّةُ لِدَحْيَةَ فِي مَقْسَمِهِ وَجَعَلُوا يَمْدَحُونَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ:- وَيَقُولُونَ مَا رَأَيْنَا فِي السَّبْيِ مِثْلَهَا قَالَ:- فَبَعَثَ إِلَى دِحْيَةَ فَأَعْطَاهُ بِهَا مَا أَرَادَ ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّي فَقَالَ: أَصْلِحِيهَا .قَالَ:ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا جَعَلَهَا فِي ظَهْرِهِ نَزَلَ ثُمَّ ضَرَبَ عَلَيْهَا الْقُبَّةَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَأْتِنَا بِهِ .قَالَ:فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِفَضْلِ التَّمْرِ وَفَضْلِ السَّوِيقِ حَتَّى جَعَلُوا مِنْ ذَلِكَ سَوَاداً حَيْساً فَجَعَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ ذَلِكَ الْحَيْسِ وَيَشْرَبُونَ مِنْ حِيَاضٍ إِلَى جَنْبِهِمْ مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ قَالَ:- فَقَالَ:أَنَسٌ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهَا قَالَ:- فَانْطَلَقْنَا حَتَّى إِذَا رَأَيْنَا جُدُرَ الْمَدِينَةِ هَشِشْنَا إِلَيْهَا فَرَفَعْنَا مَطِيَّنَا وَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَطِيَّتَهُ قَالَ:- وَصَفِيَّةُ خَلْفَهُ قَدْ أَرْدَفَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ:- فَعَثَرَتْ مَطِيَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصُرِعَ وَصُرِعَتْ قَالَ:فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَلاَ إِلَيْهَا حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَتَرَهَا قَالَ: فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ: لَمْ نُضَرَّ .قَالَ:فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ فَخَرَجَ جَوَارِي نِسَائِهِ يَتَرَاءَيْنَهَا وَيَشْمَتْنَ بِصَرْعَتِهَا.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صفیہؓ، دحیہؓ کے حصہ میں آ گئیں تقسیم (غنیمت) میں۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے صفیہؓ کی تعریف شروع کر دی، اور کہنے لگے کہ قیدیوں میں ان جیسی کوئی دوسری نہیں دیکھی (لہذا وہ آپ کے قابل ہیں)۔ آپ ﷺ نے دحیہؓ کو بلا بھیجا اور ان کو انکی منہ مانگی قیمت عطا کر کے صفیہؓ کو خرید لیا اور پھر میری والدہ (ام سلیمؓ) کے حوالے کر دیا اور ان سے کہا کہ اس کو ذرا درست کر دو (بناؤ سنگھار کر کے)۔ پھر رسول اللہ ﷺ خیبر سے (واپسی کے لئے) نکلے اور جب خیبر کو اپنی پشت کی طرف کر دیا (اس سے آگے آ گئے) تو سواری سے اترے، آپ ﷺ کے لئے خیمہ لگا دیا گیا (رات وہاں پڑاؤ کیا) صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس زائد از ضرورت زاد سفر ہو (کھانے پینے کی اشیاء میں سے) لے آئے ہمارے پاس۔ چنانچہ لوگ بچی ہوئی کھجوریں، بچا ہوا ستو وغیرہ لانے لگے، یہاں تک کہ مالیدہ کا ایک ڈھیر سا بنا دیا اور اس سے حیس (مالیدہ) کو کھانے لگے اور بازو میں جو آسمانی پانی کا حوض تھا اس سے پانی پینے لگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ تھا ولیمہ رسول اللہ ﷺ کا صفیہؓ سے نکاح کا۔

فرماتے ہیں پھر ہم چلے یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کے درو دیوار دیکھے تو شوق و وارفتگی میں سواریاں دوڑائیں (وارفتگی کی کئی وجوہات تھیں، ایک تو فتح عظیم جو یہودیوں پر حاصل ہوئی، دوسرے اپنے گھر بار اور اہل وعیال سے اتنی دور اور اتنی دیر باہر رہنے کے بعد گھر واپس ہو رہے تھے، تیسری نبی علیہ السلام کے زواج کی خوشی وشوق) اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی سواری دوڑائی، صفیہؓ آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھی تھیں اونٹنی پر، اس تیزی میں نبی علیہ السلام کی سواری نے ٹھوکر کھائی اور آپ اور حضرت صفیہ گر پڑے۔ لوگوں میں سے کسی نے بھی آپ کو اور انہیں نہیں دیکھا تھا، رسول اللہ ﷺ خود اٹھے اور صفیہ پر پردہ کیا۔ اس کے بعد ہم آپ کے پاس آئے، آپ نے فرمایا: ہمیں کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ کی ازواج کی باندیاں باہر نکل آئیں اور صفیہ کو دیکھ کر گرنے کی وجہ سے طعنہ دینے لگیں (کہ اس یہودیہ کی وجہ سے آپ گر پڑے)۔

تشریح:

"جدر المدینة" یہ جدار کی جمع ہے دیوار کو کہتے ہیں "هشنا الیها" مدینہ کی محبت کی وجہ سے شوق ونشاط اور چستی کے لئے یہ لفظ بولا گیا ہے ای نشطنا فرحا وسرورا "ینظر الیه" یعنی نبی پاک کے گرنے کے بعد صحابہ کرام نے منہ موڑ لیا کہ کہیں بے پردگی کی حالت میں آنحضرت اور حضرت صفیہ پر نظر نہ پڑ جائے۔

"یتراٸینها" یعنی ازواج مطہرات حضرت صفیہ کو غور سے دیکھ رہی تھیں کہ یہ نئی ام المؤمنین کیسی ہے "یشمتن" دشمن کی تکلیف پر خوش ہونے کو شماتت کہتے ہیں حضرت صفیہ چونکہ اس وقت سوکن بن گئی تھی اس لئے باقی ازواج اپنے سوکن کے گرنے سے خوش ہو گئیں اور اس

کو گویا خاموش انداز سے ملامت کیا کہ تیری وجہ سے نبی اکرم کو تکلیف پہنچی ہے یہ سوکنوں کے جذبات ہیں اور بشری تقاضا اسی طرح ہے اور ہونا چاہئے۔

باب زواج زينب بنت جحش ونزول الحجاب

حضرت زینب کے نکاح اور نزول حجاب کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۳۵۰۰۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالاَ جَمِيعاً حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ وَهَذَا حَدِيثُ بَهْزٍ قَالَ:لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِزَيْدٍ فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ .قَالَ:فَانْطَلَقَ زَيْدٌ حَتَّى أَتَاهَا وَهِيَ تُخَمِّرُ عَجِينَهَا قَالَ: فَلَمَّا رَأَيْتُهَا عَظُمَتْ فِي صَدْرِي حَتَّى مَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَهَا فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي وَنَكَصْتُ عَلَى عَقِبِي فَقُلْتُ يَا زَيْنَبُ أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَذْكُرُكِ .قَالَتْ مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئاً حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي .فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا وَنَزَلَ الْقُرْآنُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَدَخَلَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ قَالَ: فَقَالَ:وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَطْعَمَنَا الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ حِينَ امْتَدَّ النَّهَارُ فَخَرَجَ النَّاسُ وَبَقِيَ رِجَالٌ يَتَحَدَّثُونَ فِي الْبَيْتِ بَعْدَ الطَّعَامِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَاتَّبَعْتُهُ فَجَعَلَ يَتَتَبَّعُ حُجَرَ نِسَائِهِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيَقُلْنَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ قَالَ:فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوا أَوْ أَخْبَرَنِي قَالَ:- فَانْطَلَقَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ مَعَهُ فَأَلْقَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَنَزَلَ الْحِجَابُ قَالَ: وَوُعِظَ الْقَوْمُ بِمَا وُعِظُوا بِهِ .زَادَ ابْنُ رَافِعٍ فِي حَدِيثِهِ (لاَ تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلاَّ أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ) إِلَى قَوْلِهِ (وَاللَّهُ لاَ يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب زینبؓ کی عدت گزر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے زیدؓ سے کہا کہ ان کے سامنے میرا تذکرہ کرو، چنانچہ زیدؓ چلے اور ان کے پاس پہنچے تو زینبؓ اپنا آٹا گوندھ رہی تھیں۔ زیدؓ فرماتے ہیں کہ

جب میں نے انہیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی بڑائی اور عظمت پیدا ہوئی اور میں ان کی طرف دیکھنے کی بھی قدرت نہ رکھ سکا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا تذکرہ کیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی پیٹھ ان کی طرف موڑی اور اپنی ایڑیوں پر گھوم گیا اور کہا کہ اے زینب! رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے تمہارا ذکر کر کے (پیغام نکاح) انہوں نے فرمایا کہ جب تک میں اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں (استخارہ نہ کرلوں) میں کچھ نہ کروں گی۔ چنانچہ وہ اپنی جائے نماز پر کھڑی ہوگئیں، اور قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ تشریف لائے اور بغیر اجازت کے ان کے پاس داخل ہوگئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں روٹی اور گوشت کھلایا جب دن خوب چڑھ گیا۔ پھر لوگ وہاں سے باہر نکل گئے جب کہ کچھ لوگ کھانے کے بعد باتوں میں لگے گھر میں ہی رہے۔ رسول اللہ باہر تشریف لے گئے اور آپ کے پیچھے پیچھے میں بھی نکلا، آپ اپنی ازواج مطہراتؓ کے حجروں میں جاتے، ان کو سلام فرماتے اور وہ کہتیں یارسول اللہ! آپ نے اپنی (نئی) زوجہ کو کیسا پایا؟ انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں (یاد نہیں) کہ میں نے آپ کو بتلایا یا آپ نے مجھے بتلایا کہ لوگ باہر نکل چکے ہیں آپ کے حجرہ سے۔ چنانچہ پھر آپ چلے اور گھر میں داخل ہوگئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ گھر میں داخل ہونے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے مابین پردہ ڈال دیا اور آیت حجاب کا نزول ہوا اور ان لوگوں کو نصیحت کی گئی (جو کھانے کے بعد گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے) حضرت ابن رافع نے اپنی روایت میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ (آیت نازل ہوئی) لاتدخلوا بیوت النبی الآیۃ۔ کہ تم لوگ نبی علیہ السلام کے گھروں میں مت داخل ہوا کرو سوائے اس کے جب تمہیں کسی کھانے کی دعوت دی جائے اور کھانا پکنے کا انتظار نہ کرو آخر تک نازل ہوئی۔

تشریح:

"انقضت عدۃ زینب" حضرت زینب کے والد کا نام جحش تھا جو جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے اور اس وقت میدان احد میں حضرت حمزہ اور حضرت مصعب بن عمیر کی قبروں کے ساتھ تیسری قبر ان کی ہے حضرت زینب کی والدہ کا نام امیمہ ہے جو خواجہ عبدالمطلب کی بیٹی تھی اور حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی تھی اس طرح حضرت زینب نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھی ان کا پہلا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت زید بن حارثہ سے ہوا تھا مگر کچھ عرصہ بعد دونوں کے درمیان موافقت نہیں رہی اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی حضور اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ کو کافی سمجھایا مگر بات نہیں بن سکی آنحضرت اس وجہ سے پریشان تھے کہ میرے کہنے پر زینب نے زید کے ساتھ شادی کی تھی اب طلاق پڑنے پر اس کی نئی شادی کیسے ہوگی؟ بیوہ کو لوگ قبول نہیں کرتے ہیں اور اگر میں خود نکاح کرلوں گا تو منہ بولے بیٹے کی بیوہ سے نکاح کیسے ہوگا اس کو تو لوگ حقیقی بہو سمجھتے ہیں ادھر یہ پریشانی تھی اور ادھر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ منہ بولے بیٹے کی حیثیت کو ختم کیا جائے اور عرب کے ایک رسم ورواج کو توڑ کر شریعت کے حکم کو ظاہر کیا جائے اس لئے جب حضرت زینب کو طلاق پڑ گئی اور

عدت ختم ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو پیغام نکاح دیدیا۔ عجیب قصہ یہ کہ پیغام پہنچانے والا حضرت زینب کا سابق شوہر تھا وہ جب پیغام دینے چلا گیا تو حضرت زینب آٹا گوندھ رہی تھی، حضرت زید پر رعب پڑ گیا اور ادب واحترام کی وجہ سے پیٹھ پھیر لی کہ آنحضرت ﷺ کی منسوبہ پر نگاہ نہ پڑ جائے بہرحال پیغام دینے کے جواب میں حضرت زینب نے کہا کہ میں استخارہ کروں گی چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے تھا کہ یہ نکاح ہوجائے اور رواج ٹوٹ جائے اور شاید اللہ تعالیٰ کو پسند بھی نہ آیا کہ نبی اکرم ﷺ کے پیغام کے بعد استخارہ کا کیا مطلب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر خود نکاح باندھا اور بذریعہ وحی اطلاع کردی کہ نکاح ہوگیا ہے، زینب کو پتہ بھی نہیں تھا کہ نبی اکرم ﷺ شوہر کی حیثیت سے ان کے پاس بلا اجازت تشریف لائے اس کے بعد حضرت زینب کے ولیمہ کا شاندار اہتمام کیا گیا شاید یہ اس کی دلجوئی کے لئے ہو یا نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لئے شکر کے طور پر یہ اہتمام فرمایا تھا ولیمہ کی دعوت میں کچھ لوگ آنحضرت کے گھر میں دیر تک بیٹھ گئے جو آنحضرت پر شاق گزرا تو آسمان سے حجاب کا حکم آ گیا ادھر حجاب کا نزول ہوا اور ادھر گھروں کے اندر پردے لٹکنے لگے۔

اس باب کی احادیث میں انہیں باتوں کا بیان ہے۔

"**فما ادری انا اخبرته**" آنحضرت نے ان لوگوں کے بیٹھنے پر بوجھ محسوس کیا کیونکہ انہوں نے دیر کردی آپ باہر چلے گئے تاکہ یہ لوگ چلے جائیں زبان سے آنحضرت نے نہیں بتایا کیونکہ مہمان ہیں ان کو کیسے کہدیں کہ چلے جاؤ بہرحال وہ جب چلے گئے تو حضرت انس کہتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو ان کے جانے کا بتایا یا حضور اکرم نے مجھے بتایا، اس کے بعد حجاب کا حکم آ گیا" **ووعظ القوم**" یعنی آنحضرت نے حجاب کی انہیں آیات کے ذریعہ سے لوگوں کو نصیحت فرمائی اور حجاب کے احکامات بتائے۔

۳۵۰۱۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كَامِلٍ سَمِعْتُ أَنَساً قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَوْلَمَ عَلَى امْرَأَةٍ وَقَالَ: أَبُو كَامِلٍ عَلَى شَيْءٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ فَإِنَّهُ ذَبَحَ شَاةً.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث ہی منقول ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ انسؓ نے فرمایا: "میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ نے اپنی ازواج میں سے کسی کا ایسا ولیمہ کیا ہو جیسا زینبؓ سے نکاح کے موقع پر کیا کہ آپ ﷺ نے اس ولیمہ میں بکری ذبح فرمائی۔

تشریح:

"**ما اولم علی زینب**" یعنی دیگر ازواج کی دعوت ولیمہ میں اتنا اہتمام نہیں کیا گیا جو حضرت زینب کے ولیمہ میں کیا اس میں تو بکری ذبح کی گئی اور لوگوں کو گوشت اور روٹی پیٹ بھر کر کھلایا گیا یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بکری کا ذبح کرنا عرب میں کوئی بڑی دعوت نہیں ہوتی

تھی، عرب کے ہاں تو کئی اونٹ ولیمہ کی دعوت میں ذبح ہوتے تھے اسی لئے تو حضور اکرم ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ ''اولم ولو بشاة'' یعنی دعوت ولیمہ کرو خواہ بکری سے کیوں نہ ہو تو بکری کو آنحضرت نے تقلیل دعوت کے لئے استعمال فرمایا ہے یہاں جو یہ کہا گیا ہے کہ حضرت زینب کی دعوت ولیمہ بہت بڑی تھی یہ دیگر ازواج کی دعوت ولیمہ کی نسبت فرمایا ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ اس دعوت میں تین سو آدمی تھے تو ایک بکری سے تین سو آدمیوں کو ایک ایک بوٹی مل سکتی ہے یہاں اس باب کی حدیثوں میں ہے کہ لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا بلکہ چھوڑ بھی دیا یہ کیسے ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوت میں معجزہ کا ظہور ہو گیا تھا آئندہ حدیث میں حلوہ مالیدہ کا ذکر ہے اس میں بھی معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ تھوڑے سے کھانے میں برکت آ گئی اور سینکڑوں لوگوں نے کھایا۔

۳۵۰۲۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَا أَوْلَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ أَكْثَرَ أَوْ أَفْضَلَ مِمَّا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ. فَقَالَ: ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بِمَا أَوْلَمَ قَالَ: أَطْعَمَهُمْ خُبْزاً وَلَحْماً حَتَّى تَرَكُوهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے نکاح پر زینب کے نکاح سے زیادہ اور افضل ولیمہ نہیں کیا۔ حضرت ثابت البنانیؒ نے فرمایا: آپ نے کس چیز کے ساتھ ولیمہ کیا؟ فرمایا کہ گوشت اور روٹی ان کو کھلائی یہاں تک کہ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی سیر ہو گئے)۔

۳۵۰۳۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَعَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى كُلُّهُمْ عَنْ مُعْتَمِرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوا ثُمَّ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ قَالَ: - فَأَخَذَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوا فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ مِنَ الْقَوْمِ. زَادَ عَاصِمٌ وَابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى فِي حَدِيثِهِمَا قَالَ: فَقَعَدَ ثَلَاثَةٌ وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوا فَانْطَلَقُوا قَالَ: - فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوا قَالَ: فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِي

وَبَيْنَهُ قَالَ: وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ) إِلَى قَوْلِهِ (إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيماً)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کیا تو لوگوں کو دعوت دی، انہوں نے کھانا کھایا، پھر (کھانے سے فراغت کے بعد) بیٹھ کر بات چیت کرنے لگے، آپ ﷺ گویا کہ اٹھنے کی تیاری کرنے لگے (یعنی آپ ﷺ نے ایسا اشارہ دیا کہ آپ جیسے مجلس سے اٹھ رہے ہیں تاکہ لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوں) لیکن وہ لوگ نہیں اٹھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ لوگ پھر بھی نہیں اٹھے تو آپ خود اٹھ گئے؛ لوگوں نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے لیکن تین افراد بیٹھے رہے، نبی علیہ السلام (باہر سے) تشریف لائے تاکہ گھر میں داخل ہوں لیکن وہاں تو لوگ بیٹھے تھے۔ پھر اس کے بعد (انجام کار) وہ اٹھے اور چل دیئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں آیا اور نبی ﷺ کو خبر دی کہ وہ لوگ چل دیئے ہیں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے، گھر میں داخل ہوئے، میں بھی داخل ہونے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے مابین پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: ﴿یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی﴾

٣٥٠٤۔ **وَحَدَّثَنِي** عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ إِنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجَابِ لَقَدْ كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِي عَنْهُ. قَالَ: أَنَسٌ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَرُوساً بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَ: وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِينَةِ فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَشَى فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ حُجْرَةَ عَائِشَةَ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا فَضَرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ بِالسِّتْرِ وَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ الْحِجَابِ.

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ حجاب کے متعلق واقف ہوں اور ابی بن کعب مجھ سے اس بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عروسی فرمائی حضرت زینب بنت جحشؓ سے جب کہ ان سے نکاح مدینہ میں ہو چکا تھا، لوگوں کو آپ نے دن چڑھے کھانے کے لئے بلایا

(ولیمہ کے طور پر)۔ رسول اللہ ﷺ اور چند افراد (کھانے سے فارغ ہونے کے بعد) بیٹھ گئے جب کہ سارے لوگ جا چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ (ان کے جانے کا انتظار کر کے آخر) خود اٹھ گئے اور چلے، میں بھی آپ کے ہمراہ چلا، جب حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے دروازہ پر پہنچے تو آپ کو خیال آیا کہ شاید وہ جا چکے ہوں۔ آپ واپس لوٹے میں بھی واپس آیا تو وہ لوگ وہیں بیٹھے تھے، آپ پھر حضرت عائشہ کے حجرہ تک واپس پہنچے میں بھی واپس آیا، پھر (کچھ دیر بعد) آپ دوبارہ واپس لوٹے میں بھی آپ کے ہمراہ لوٹا تو وہ لوگ اٹھ چکے تھے، آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ کھینچ دیا اور آیت حجاب کا نزول ہوا۔

۳۵۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَدَخَلَ بِأَهْلِهِ قَالَ: فَصَنَعَتْ أُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِي تَوْرٍ فَقَالَتْ يَا أَنَسُ اذْهَبْ بِهَذَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْ بَعَثَتْ بِهَذَا إِلَيْكَ أُمِّي وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُولُ إِنَّ هَذَا لَكَ مِنَّا قَلِيلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: فَذَهَبْتُ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنَّ أُمِّي تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُولُ إِنَّ هَذَا لَكَ مِنَّا قَلِيلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ: ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ: - اذْهَبْ فَادْعُ لِي فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا وَمَنْ لَقِيتَ. وَسَمَّى رِجَالًا قَالَ: فَدَعَوْتُ مَنْ سَمَّى وَمَنْ لَقِيتُ. قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ عَدَدَ كَمْ كَانُوا قَالَ: زُهَاءَ ثَلَاثِمِائَةٍ. وَقَالَ: لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَنَسُ هَاتِ التَّوْرَ. قَالَ: فَدَخَلُوا حَتَّى امْتَلَأَتِ الصُّفَّةُ وَالْحُجْرَةُ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيَتَحَلَّقْ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ وَلْيَأْكُلْ كُلُّ إِنْسَانٍ مِمَّا يَلِيهِ. قَالَ: فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا قَالَ: - فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتَّى أَكَلُوا كُلُّهُمْ. فَقَالَ: لِي يَا أَنَسُ ارْفَعْ. قَالَ: فَرَفَعْتُ فَمَا أَدْرِي حِينَ وَضَعْتُ كَانَ أَكْثَرَ أَمْ حِينَ رَفَعْتُ قَالَ: وَجَلَسَ طَوَائِفُ مِنْهُمْ يَتَحَدَّثُونَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ وَزَوْجَتُهُ مُوَلِّيَةٌ وَجْهَهَا إِلَى الْحَائِطِ فَثَقُلُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَلَمَّا رَأَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ رَجَعَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ ثَقُلُوا عَلَيْهِ قَالَ: - فَابْتَدَرُوا الْبَابَ فَخَرَجُوا كُلُّهُمْ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَرْخَى السِّتْرَ وَدَخَلَ وَأَنَا جَالِسٌ فِي الْحُجْرَةِ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى خَرَجَ عَلَيَّ. وَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ) إِلَى آخِرِ الآيَةِ. قَالَ: الْجَعْدُ قَالَ: أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَا أَحْدَثُ النَّاسِ عَهْداً بِهَذِهِ الآيَاتِ وَحُجِبْنَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا اور اپنی زوجۂ مطہرہ کے پاس داخل ہوئے تو میری والدہ ام سلیم نے ''حیس'' بنایا (حیس عرب میں ایک خاص مالیدہ کی قسم کا کھانا ہوتا تھا جس میں کئی چیزیں کھجور وغیرہ ملائی جاتی تھیں) اور اسے ایک رکابی میں رکھ کر مجھ سے کہا: ''اے انس! اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جا اور ان سے کہنا کہ: یہ آپ کے لئے میری والدہ نے بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور کہنا کہ یا رسول اللہ! یہ تھوڑا سا ہدیہ ہے، ہماری طرف سے آپ کے لئے۔ چنانچہ میں اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میری والدہ نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور وہ کہہ رہی تھیں کہ: یہ ہماری جانب سے تھوڑا سا ہدیہ ہے آپ کے لئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے رکھ دو اور جاؤ فلاں فلاں کو بلا لاؤ اور جس سے بھی تم ملو (اسے بلا لو) اور آپ ﷺ نے بعض افراد کے نام لیئے۔ چنانچہ میں نے ان سب کو بھی بلایا جن کے نام آپ نے لئے تھے اور ان کو بھی جو مجھے ملے۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے انس سے پوچھا کہ ان لوگوں کی کیا تعداد ہوگی؟ فرمایا تقریباً تین سو افراد ہوں گے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ اے انس! وہ رکابی لے آؤ، چنانچہ وہ سب افراد داخل ہوئے یہاں تک کہ صفہ اور حجرہ مبارکہ دونوں بھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس دس افراد کا حلقہ بنالیا جائے اور ہر آدمی اپنے سامنے سے کھائے۔ فرماتے ہیں کہ سب نے خوب کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے، ایک گروہ نکلتا اور دوسرا اندر آتا اس طرح سب نے کھایا۔ اس کے بعد فرمایا: اے انس! برتن اٹھاؤ۔ میں نے اٹھایا تو مجھے نہیں معلوم کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت اس میں زیادہ تھا یا جب میں نے اٹھایا اس وقت زیادہ تھا (سبحان اللہ! یہ معجزہ تھا رسول اللہ ﷺ کا)۔ فرماتے ہیں کہ ان میں سے کچھ لوگ گروہ کی شکل میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے گھر میں باتیں کرنے لگے حالانکہ رسول اللہ بھی تشریف فرما تھے اور زوجہ مطہرہ بھی پیٹھ موڑے دیوار کی طرف رخ کئے بیٹھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ پر ان کے بیٹھنے پر بوجھ ہوا، آپ باہر نکل گئے اور اپنی دیگر ازواج کو جا کر سلام کیا پھر واپس لوٹے۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ واپس آگئے ہیں تو انہیں خیال گزرا کہ ان کی وجہ سے آپ کو بوجھ ہو رہا ہے چنانچہ وہ جلدی سے دروازہ کی طرف لپکے اور سب کے سب باہر نکل گئے، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور پردہ کو کھینچ کر اندر داخل ہو گئے۔ میں اندر حجرہ میں بیٹھا تھا، ذرا دیر ہی ٹھہرے ہوں گے کہ باہر میری جانب نکلے اور یہ آیت (حجاب) نازل ہوئی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور لوگوں کے سامنے یہ آیت

پڑھی: یاایہا الذین امنوا.... الخ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں سے سب سے پہلے یہ آیات سنی ہیں۔ اس کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام کی ازواج پردہ میں کردی گئیں۔

تشریح:

"حیسا" قرط اور پنیر اور کھجور اور گھی سے مخلوط حلوہ کو حیسا کہا گیا ہے اس کو مالیدہ بھی کہتے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ذکر ہے کہ بکری ذبح کر کے روٹی کھلائی گئی یہاں حلوہ اور مالیدہ کا ذکر ہے تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ اصل دعوت تو بکری کی تھی مگر اسی دعوت میں حضرت ام سلیم نے مالیدہ تیار کر کے بھیجا گویا یہ کھانے کے بعد حلوہ تھا دونوں میں معجزہ کا ظہور ہو گیا تھا۔ "فی تور" تانبے پیتل یا پتھر کے برتن اور کاسہ کو تور کہتے ہیں یہ لگن شانک ترامی کی طرح بڑا کاسہ ہوتا ہے جس میں دس آدمی ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔

"عشرة عشرة" یعنی دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں اور کھائیں یہ قبائل کی طرح نظام ہے اس کو شہری لوگ نہیں جانتے ہیں ہمارے ہاں ایسا ہی ہوتا ہے اس حلقہ کو "پنیڈہ" کہتے ہیں۔

"من سمی ومن لقیت" یعنی آنحضرت ﷺ نے جو نام لیکر یاد کیا تھا میں جس سے بھی ملوں ان سب کو میں نے نبی اکرم کے حکم کے مطابق بلالیا تھا "شبعوا" چونکہ معجزہ کا ظہور ہو گیا ہے اس لئے کھانا بڑھ گیا تو تین سو آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھالیا۔

"زهاء ثلاثمائة" ای حوالی ثلاث مأة یعنی تین سو کے لگ بھگ تھے خواہ ایک آدھ کم ہو یا زیادہ یا پورا پورا ہو۔ "انا احدث الناس" یعنی آیات حجاب کا نزول اور پردہ کے حکم کی تنفیذ و تطبیق میں سب سے پہلا انسان میں ہوں کہ سب کچھ میرے سامنے رونما ہوا۔

٣٥٠٦۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ زَيْنَبَ أَهْدَتْ لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ حَيْساً فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ فَقَالَ: أَنَسٌ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مَنْ لَقِيتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. فَدَعَوْتُ لَهُ مَنْ لَقِيتُ فَجَعَلُوا يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ وَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ عَلَى الطَّعَامِ فَدَعَا فِيهِ وَقَالَ: فِيهِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَلَمْ أَدَعْ أَحَداً لَقِيتُهُ إِلَّا دَعَوْتُهُ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَخَرَجُوا وَبَقِيَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَطَالُوا عَلَيْهِ الْحَدِيثَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَحْيِي مِنْهُمْ أَنْ يَقُولَ لَهُمْ شَيْئاً فَخَرَجَ وَتَرَكَهُمْ فِي الْبَيْتِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ) قَالَ: قَتَادَةُ غَيْرَ مُتَحَيِّنِينَ طَعَاماً وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا حَتَّى بَلَغَ (ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب زینبؓ سے نکاح فرمایا تو ام سلیم نے آپ کی خدمت میں ''حیس'' بنا کر ہدیہ بھیجا پتھر کے ایک پیالہ میں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جا اور مسلمانوں میں سے جو بھی تجھے ملے اسے دعوت دے دے، چنانچہ میں نے جو مجھے ملا اسے دعوت دے دی۔ لوگ آپ کے حجرہ میں داخل ہوتے، کھاتے اور باہر نکل جاتے۔ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک کھانے پر رکھا اور وہ دعا فرمائی جو اللہ نے چاہا کہ آپ ﷺ کہیں۔ اور میں جس سے بھی ملا تھا ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا کہ اسے دعوت نہ دی ہو، سب نے خوب کھایا حتی کہ سیر ہو گئے اور (کھا کر) باہر نکل گئے۔ ان میں سے ایک گروہ وہیں رہ گیا اور لمبی گفتگو شروع کر دی، نبی ﷺ ان سے مارے شرم وحیا کے (خاموش رہے) اور کچھ نہ کہا۔ آپ باہر نکل گئے اور ان لوگوں کو گھر میں ہی چھوڑ دیا۔ اللہ تعالی نے اس وقت آیت ذیل نازل کی۔ یاایھاالذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الایۃ قتادہ نے کہا آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ کھانے کا انتظار نہ کرنے والے ہوں جب تمہیں بلایا جائے تب آؤ۔

باب اجابة الداعی الی الولیمة ونحوها

ولیمہ وغیرہ کی دعوت قبول کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سترہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۵۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب تم میں سے کسی کو ولیمہ میں بلایا جائے تو اسے ولیمہ میں آنا چاہئے''۔

تشریح:

دعوت ولیمہ

''الولیمة'' ولیمہ کی جمع ولائم ہے۔ ولم یلم ولما جمع ہونے جڑ جانے اور اکٹھا ہونے کے معنی میں ہے ولائم ان کھانوں کو کہا جاتا ہے جو جاہلیت کے دور میں غم یا خوشی میں کھلائے جاتے تھے عرب لوگ سب کو ولائم کہتے تھے پھر اضافت کے ساتھ فرق کیا کرتے تھے مثلاً ولائم العرس ولائم الخرس وغیرہ وغیرہ۔ آج کل ولیمہ صرف شادی کے کھانے کے ساتھ خاص ہو گیا ہے کیونکہ شریعت نے ولیمہ کا لفظ شادی اور نکاح کے لئے استعمال کیا ہے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ولیمہ اس کھانے کا نام ہے جو شب زفاف کے بعد یعنی میاں بیوی کی ملاقات کے

بعد کھلایا جاتا ہے، ولیمہ کی اصل سنت تو یہی ہے کہ میاں بیوی کی ملاقات کے بعد ہو لیکن اگر ملاقات نہ ہو تو کم از کم نکاح ہو چکا ہو اگر نکاح سے پہلے کوئی شخص ولیمہ کھلا رہا ہے تو یہ ولیمہ سنت نہیں صرف دعوت ہے۔

اسلام میں دعوت ولیمہ کو اہل ظواہر نے واجب کہا ہے بعض نے سنت مؤکدہ کہا اور بعض نے مستحب کہا ہے۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ایک مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے "ولیمة العرس سنة علی الراجح من مذهب الشافعي ومستحبة عند الثلاثة" (ص:۲۱۴) جن حضرات اہل ظواہر وغیرہ نے ولیمہ کو واجب کہا ہے انہوں نے "اولم ولو بشاة" امر کے صیغہ کو دیکھا ہے "الولیمة حق" کے الفاظ کو دیکھا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ امت کا تعامل لزوم اور وجوب پر نہیں رہا ہے البتہ سنت کا لفظ عام اور مشہور ہے مستحب اور سنن زوائد ایک ہی چیز ہے لہذا مستحب کہنا بھی صحیح ہے۔ "فلیأتها" یعنی جب کوئی تم کو ولیمہ کی دعوت دیدے تو تم اس میں آؤ اور اس کو قبول کرو۔

دعوت قبول کرنے کا حکم

دعوت کے قبول کرنے میں شرعی عذر نہ ہو تو اس کا قبول کرنا سنت ہے اگر عذر ہو کہ آدمی خود بیمار ہے یا جانے میں خطرہ ہے تو انکار جائز ہے اور اگر دعوت حرام مال سے ہے یا دعوت میں ناچ گانے ہیں یا بدعات ومنکرات ہیں تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے اگر جانے کے بعد پتہ چلا کہ منکرات ہیں تو اگر یہ شخص خود مقتدا بنا ہے تو وہاں نہ ٹھہرے بلکہ بھاگ کر واپس آجائے اور اگر مقتدا نہیں بنا ہے تو پھر کھانا کھا کر آجائے۔ مقتدا بننے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عالم بنا ہے کہ جس کے عمل سے لوگ دلیل پکڑتے ہیں اور اس کو سند سمجھتے ہیں یہ بات بھی ملحوظ نظر رہے کہ دعوت خاص کو قبول کرنا لازم ہے کہ خصوصی دعوت کسی نے دیدی ہو، اگر خصوصی دعوت نہ ہو تو عام دعوت کو قبول کرنا لازم اور واجب نہیں ہے، دعوت قبول کرنے کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ شریعت کا حکم ہے دوسری وجہ یہ کہ بلانے والے کی خصوصی دعوت کے بعد انکار کرنے سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا نفرت بڑھے گی اور عام دعوت میں یہ صورت نہیں ہوتی۔

دعوت کے منکرات میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی بڑا آدمی اپنی جاہ اور منصب کی بنیاد پر اپنی جاہ بڑھانے کے لئے خصوصی دعوت پر عالم کو بلا رہا ہے یا کسی باطل کی تقویت کے لئے اس کو بلا رہا ہے اور اس کے ذریعے سے دوسروں پر اثر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے یا کسی قاضی کو دعوت پر بلا رہا ہے یہ دعوت رشوت کی شکل اختیار کرتی ہے یا دیگر منکرات ہیں مثلاً ریشمی قالین وغیرہ یا حرام مال ریاکاری یا تکبر وتجبر وغیرہ منکرات ہیں۔

عرب جاہلیت کے ولیمے

• عرب جاہلیت میں ولائم کے نام سے پندرہ دعوتیں چلتی تھیں اضافت سے اس میں تخصیص کیا کرتے تھے ان سب کے نام مختصر تعارف کے

ساتھ لکھے جاتے ہیں۔

(۱)ولیمۃ العرس : یہ شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا تھا اسلام نے اسکو برقرار رکھا ہے عام طور پر یہی ولیمہ رہ گیا ہے۔

(۲)الخرس: بچہ کی پیدائش کے موقع پر جو کھانا دیا جاتا ہے وہ الخرس کہلاتا ہے۔

(۳)عقیقہ: ساتویں دن بچہ کا نام رکھتے وقت جو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ وہ عقیقہ ہے اسلام میں یہ مسنون ہے۔

(۴)اعذار: بچوں کے ختنہ کی تقریبات میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے، یہ اعذار کہلاتا ہے اسلام میں یہ نہیں صرف رواج ہے۔

(۵)ذو الحذاق: بچہ جب کسی فن میں کمال پیدا کرتا تھا مثلاً تیراندازی، تیراکی، شمشیرزنی، گھوڑ دوڑ وغیرہ اس وقت کمال حاصل کرنے پر یہ کھانا کھلایا جاتا تھا، اسلام میں یہ کھانا تحفیظ قرآن یا فارغ تحصیل ہونے پر کھلایا جاتا ہے۔

(۶)ملاک: منگنی کی تقریب میں جو کھانا کھلایا جائے وہ ملاک کہلاتا ہے۔

(۷)وضیمہ: کسی کے ہاں میت ہوجانے پر ان کے گھر جو کھانا بھیجا جاتا ہے وہ وضیمہ کہلاتا ہے اسلام نے اس کے دینے کی تاکید کی ہے جاہلیت میں وضیمہ کے تحت تیجہ، ساتواں، نواں، پندرھواں، اور برسی کے کھانے بھی آتے تھے جو آج کل بریلویوں نے سنبھال رکھے ہیں۔

(۸)وکیرہ: مکان بنانے کے موقع پر جو کھانا ہوتا تھا وہ وکیرہ کہلاتا تھا "وکر" گھونسلے کو کہتے ہیں۔

(۹)عقیرہ: یہ کھانا رجب کے چاند دیکھنے پر کھلایا جاتا تھا۔

(۱۰)شندخ: یہ کھانا اس وقت دیا جاتا تھا جب کسی کی کھوئی ہوئی چیز مل جاتی تھی۔

(۱۱)نقیعہ: یہ کھانا مسافر کے وطن اور گھر واپس لوٹنے پر دیا جاتا تھا۔

(۱۲)تحفہ: یہ کھانا ملاقات کے وقت کھلایا جاتا تھا۔

(۱۳)قِری: یہ عام مہمانوں اور نو وارد لوگوں کو کھلایا جانے والا کھانا ہوتا تھا۔

(۱۴)نِقری: یہ خاص کارڈ پر دعوتی کھانا ہوتا تھا۔

(۱۵)جفلی: یہ عام خیرات کا کھانا ہوتا تھا اس میں دوست اور دشمن سب ہی شریک ہوتے تھے۔

۳۵۰۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيُجِبْ . قَالَ: خَالِدٌ فَإِذَا عُبَيْدُ اللَّهِ يُنَزِّلُهُ عَلَى الْعُرْسِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو

ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرنا چاہئے"۔ خالد (راوی) کہتے ہیں کہ عبید اللہ اسے نکاح پر محمول کرتے تھے۔

٣٥٠٩۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى وَلِيمَةِ عُرْسٍ فَلْيُجِبْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جائے تو چاہئے کہ قبول کرے۔

٣٥١٠۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ائْتُوا الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم کو دعوت پر بلایا جائے تو آیا کرو"۔

٣٥١١۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ.

حضرت نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) "جب تمہارا (مسلمان) بھائی تم میں سے کسی کو دعوت پر بلائے خواہ شادی کی دعوت پر یا اس جیسی کسی تقریب پر تو دعوت کو قبول کرنا چاہئے"۔

٣٥١٢۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ دُعِيَ إِلَى عُرْسٍ أَوْ نَحْوِهِ فَلْيُجِبْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو شادی یا اس کی طرح کسی دعوت کے لئے بلایا جائے تو چاہئے کہ قبول کرے۔

٣٥١٣۔ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ائْتُوا الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کو دعوت کے لئے بلایا جائے تو (دعوت میں) آؤ۔

٣٥١٤۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَجِيبُوا هَذِهِ الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ لَهَا. قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَأْتِي الدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَيَأْتِيهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے سنا فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تمہیں اس دعوت (ولیمہ) پر بلایا جائے تو اسے قبول کرلیا کرو"۔ نافع کہتے ہیں کہ "اور حضرت عبداللہ بن عمر کا معمول یہ تھا کہ دعوت خواہ شادی کی ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور دعوت ہو اس میں آیا کرتے تھے حتیٰ کہ (نفلی) روزہ کی حالت میں بھی آیا کرتے تھے۔

٣٥١٥۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا دُعِيتُمْ إِلَى كُرَاعٍ فَأَجِيبُوا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر تمہیں بکری کے کھر کی بھی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرلو"۔

٣٥١٦۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ. وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ الْمُثَنَّى إِلَى طَعَامٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کھانے پر بلایا جائے تو وہ آیا کرے چاہے کھائے یا نہ کھائے"۔ لیکن ابن مثنیٰ نے روایت میں الی طعام کا ذکر نہیں فرمایا۔

٣٥١٧۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. بِمِثْلِهِ.

ان اسناد سے بھی سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت منقول ہے۔

٣٥١٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو دعوت پر بلایا

جائے تو اسے قبول کرے، پھر اگر روزہ دار ہے تو اس کے واسطے دعا کرے اور اگر غیر روزہ دار ہے تو کھانا بھی کھائے

٣٥١٩۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى إِلَيْهِ الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِينُ فَمَنْ لَمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے تھے کہ: "بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں محض مالداروں کو بلایا جائے اور مسکین کو چھوڑ دیا جائے۔ اور جو دعوت میں نہ آئے اس نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی"۔

تشریح:

"شر الطعام" یعنی بدترین کھانا وہ ہے جو ولیمہ کا کھانا ہے۔ ولیمہ کو برا کھانا ولیمہ کی وجہ سے نہیں کہا بلکہ اس وجہ سے اس کو شر الطعام کہا گیا ہے کہ دنیا والوں کے ہاں عادت ہے کہ ولیمہ میں نمائش کے طور پر مالدار، منصب دار، رعب دار اور شہرت یافتہ لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور غرباء و فقراء کو چھوڑ دیا جاتا ہے اگر یہ خارجی علت نہ ہو تو نفس ولیمہ تو شریعت کا مامور بہ مسنون یا مستحب حکم ہے اس کی ترغیب آپ ﷺ نے دی ہے تو اس کو شر الطعام کیسے فرمایا معلوم ہوا اس خارجی قید کی وجہ سے مذمت آگئی ہے اور وہ یہ کہ غریبوں کو چھوڑا جاتا ہے امیروں کو بلایا جاتا ہے اور پھر کھلایا جاتا ہے۔ نواز شریف ظالم نے دعوت ولیمہ پر پابندی لگائی

"فقد عصى الله" دعوت قبول کرنا ائمہ احناف کے نزدیک راجح قول کے مطابق مستحب ہے اور جمہور کے نزدیک مشہور قول کے مطابق واجب ہے۔ "رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ" میں اسی طرح لکھا ہے لیکن بعض کتابوں میں اس طرح لکھا ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو دعوت قبول کرنے کو واجب کہتے ہیں اور جمہور کے نزدیک دعوت قبول کرنا مستحب ہے یہ قول زیادہ واضح معلوم ہوتا ہے باقی دعوت میں اگر منکرات یا کوئی شرعی عذر ہو تو قبول کرنا ضروری نہیں تفصیل گزر چکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعوت ولیمہ کا حکم زیادہ مؤکد ہے اور عام دعوتوں کا حکم کچھ نرم ہے فقہاء کرام کے اقوال میں انتہائی انتشار ہے کسی جگہ میں ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کو کسی کے نزدیک واجب لکھا ہے تو کسی جگہ سنت لکھا ہے تو کسی جگہ فرض کفایہ لکھا ہے تو کسی جگہ مستحب لکھا ہے میں حیران ہوں کہ میں کیا کروں۔ فتح الملہم میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض اور نووی نے دعوت ولیمہ قبول کرنے کو اتفاقی طور پر واجب لکھا ہے علامہ فرماتے ہیں کہ اتفاق کہنے میں نظر ہے ہاں علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ واجب ہے، علامہ لخمی مالکی نے لکھا ہے کہ شوافع اور مالکیہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ دعوت ولیمہ قبول کرنا مستحب ہے احناف کی طرف بھی یہ قول منسوب ہے صاحب ہدایہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے مگر ان سے تصریح بھی ہے کہ یہ سنت ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ

وجوب سنت سے ثابت ہے بہر حال احادیث کو دیکھتے ہوئے واضح طور پر وجوب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔
''الی کراع'' آیندہ ایک حدیث میں یہ لفظ آیا ہے کاف پر ضمہ ہے پتلی پنڈلی کو کہتے ہیں اس کا ترجمہ پائے اور کھر سے کیا جاتا ہے مراد معمولی چیز ہے اس کی دعوت قبول کرنے میں تالیف قلوب ہے اور حسن معاشرت ہے۔

۳۵۲۰۔ **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ هَذَا الْحَدِيثُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْأَغْنِيَاءِ فَضَحِكَ فَقَالَ: لَيْسَ هُوَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامَ الْأَغْنِيَاءِ. قَالَ: سُفْيَانُ وَكَانَ أَبِي غَنِيًّا فَأَفْزَعَنِي هَذَا الْحَدِيثُ حِينَ سَمِعْتُ بِهِ فَسَأَلْتُ عَنْهُ الزُّهْرِيَّ فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ. ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ.

- سفیان کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری سے کہا کہ یہ حدیث کیسی ہے کہ بدترین کھانا امراء کا کھانا ہے؟ وہ ہنسے اور کہا کہ: بدترین کھانا وہ نہیں جو امراء کا کھانا ہو۔ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ چونکہ میرے والد مالدار تھے اس لئے میں نے جب یہ حدیث سنی تو اس نے مجھے پریشان کر دیا لہذا میں نے زہری سے اس بارے میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن الاعرج نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ: بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں امراء کو تو دعوت دی جائے اور مساکین کو چھوڑ دیا جائے (ورنہ امراء کی دعوت یا ان کے کھانے کی برائی مقصود نہیں ہے)۔ پھر اس کے بعد حدیث مالک کی طرح روایت بیان کی۔

۳۵۲۱۔ **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ. نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ برا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے پھر آگے حدیث مالک کی طرح روایت بیان کی۔

۳۵۲۲۔ **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. نَحْوَ ذَلِكَ.

اس سند سے بھی سابقہ روایت کی طرح روایت منقول ہے۔

۳۵۲۳۔ **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا الْأَعْرَجَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''برا ہے وہ کھانا جو ایسے ولیمہ کا ہو کہ جو اس میں آئے تو روکا جائے (یعنی مساکین وفقراء کو) اور جو اس میں آنے سے انکار کرے اسے بلایا جائے (یعنی امراء کو) اور جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نافرمانی کی''۔

باب لاتحل المطلقة ثلاثا للزوج الاول حتى تنكح زوجا غيره

مطلقہ مغلظہ زوج اول کے لئے بغیر حلالہ حلال نہیں ہے

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان ہے

٣٥٢٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ وَإِنَّ مَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ. قَالَتْ وَأَبُو بَكْرٍ عِنْدَهُ وَخَالِدٌ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَنَادَى يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ هَذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رفاعہ کی بیوی، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی انہوں نے مجھے طلاق دیدی تین طلاقیں۔ میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا مگر ان کے پاس تو کپڑے کے سرے کے مانند ہے اس کے سوا کچھ نہیں (یعنی وہ قابل جماع نہیں نامرد ہے) رسول اللہ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ کیا تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے، نہیں یہاں تک کہ تو اس (عبدالرحمٰن کا) مزہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ چکھ لے''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابوبکرؓ آپ کے پاس تھے اور خالد بن سعید دروازہ پر اجازت ملنے کے منتظر کھڑے تھے تو انہوں نے پکارا کہ اے ابوبکر! آپ سنتے نہیں کہ یہ عورت کیسے زور زور سے آنحضرت کے سامنے پکار رہی ہے۔

تشریح:

''امرأة رفاعة'' رفاعہ بن سموأل کا تعلق مدینہ کے یہود بنو قریظہ سے تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے ان کی بیوی کا نام تمیمہ تھا ان کا تعلق بھی بنو قریظہ سے تھا۔ امرأة مضاف ہے رفاعہ مضاف الیہ ہے۔ ''فبت طلاقی'' بت یبت نصر اور سمع سے کاٹنے اور ٹکڑے کرنے کے معنی میں ہے ''ای قطع طلاقی وانهاه ولم يترك منه شيئا'' یعنی اس نے مجھے تین طلاق دیدی اور آیندہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تو

میں مطلقہ مغلظہ بن گئی۔ ''عبدالرحمٰن بن الزبیر'' یہ شخص عبدالرحمٰن بن زبیر بن باطا قرظی تھے ان کا تعلق بھی بنو قریظہ سے تھا، زبیر میں زا پر فتحہ ہے اور با پر کسرہ ہے اس سے حضرت زبیر بن العوام مراد نہیں ہے وہ زا کے ضمہ اور با کے فتح کے ساتھ ہے۔ ''عسیلۃ'' عسل کی تصغیر ہے شہد کو کہتے ہیں مراد جماع کرنا ہے یعنی جب تک جماع کر کے دوسرے شوہر سے حلالہ نہیں کروگی اس وقت تک پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی ہو۔

''مثل ھدبۃ الثوب'' کپڑے کا وہ کنارہ جو لٹک رہا ہو اور بُنا ہوا نہ ہو اس کو (ھدبۃ الثوب) کہتے ہیں ھاء پر ضمہ ہے اور دال پر سکون ہے اس کو جھالر بھی کہہ سکتے ہیں یہ نامردی کی طرف اشارہ ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ''انما انفضھا نفض الادیم'' یعنی میں تو اس کو جھاڑ کر رکھتا ہوں میں نامرد نہیں ہوں، علماء نے تطبیق دی ہے کہ عبدالرحمٰن نے بھی سچ کہا ہے مگر یہ عورت اس سے زیادہ قوت کی خواہشمند تھی تو ان کا کہنا بھی صحیح ہے مگر اس نے تشبیہ دینے میں خوب زور دیا ہے اور بیوہ عورت کے ساتھ شادی کرنے میں یہ خرابی تو لازم ہے، اس حدیث سے ایک تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ تین طلاق تین ہی واقع ہو جاتی ہیں اور دوسری بات یہ ثابت ہوگئی کہ حلالہ کے بغیر عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی ہے اور تیسری بات یہ ثابت ہوگئی کہ حلالہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اس کی خراب صورتیں بہر حال خراب ہوں گی لیکن اس کے وجود کا انکار تو نہیں ہو سکتا البتہ اگر کوئی شخص اس نکاح اور اس حلالہ کو حلالہ کے بجائے کوئی اور نام تجویز کر کے دیتا ہے تو اصطلاحات کے تغیر میں کوئی بخل نہیں ہے چوتھی بات یہ ثابت ہوگئی کہ زوج ثانی کا جماع کرنا ضروری ہے اور ﴿حتی تنکح زوجا غیرہ﴾ میں صرف نکاح مراد نہیں ہے بلکہ وطی مراد ہے حضرت سعید بن مسیب نے پہلے صرف نکاح کو کافی قرار دیا تھا مگر بعد میں حدیث عسیلہ کی وجہ سے رجوع کیا۔

حلالہ کی حقیقت کیا ہے؟

سنن دارمی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں لعن رسول اللہ ﷺ المحلل والمحلل لہ اس روایت سے حلالہ کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے چنانچہ تفصیل اس طرح ہے۔

''لعن المحلل... مُحَلِّلٌ یعنی حلال کرنے والا، یہ زوج ثانی کو کہتے ہیں اور مُحَلَّلٌ لَہٗ یعنی جس کے لئے حلال کیا جاتا ہے یہ زوج اول کو کہتے ہیں۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں عدت گزرنے کے بعد یہ شخص دوبارہ اس مطلقہ مغلظہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ شخص اب نکاح نہیں کر سکتا ہاں اگر اس عورت نے کسی اور شخص سے نکاح کر لیا اور اس نے جماع بھی کر لیا اور پھر خود طلاق دیدی تو عدت گزرنے کے بعد یہ عورت اپنے پہلے والے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی، یہ حلالہ ہے اور یہ حلالہ کی وہ جائز صورت ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ﴿حتی تنکح زوجا غیرہ﴾ کے ساتھ کیا گیا ہے البتہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ

زوج ثانی پر کوئی لازم نہیں کہ وہ طلاق دیدے اگر وہ طلاق نہیں دیتا تو وہ اس کی بیوی ہے لیکن اگر اس نے رضا اور غبت کے ساتھ طلاق دیدی تو عورت پر عدت گذارنا لازم ہے پھر جا کر نکاح کر سکتی ہے۔

حلالہ کی مکروہ تحریمی صورت

اگر زوج ثانی نے شرط لگائی کہ جماع کے بعد طلاق دوں گا یا عورت نے یہی شرط لگائی یا زوج اول نے یہی شرط رکھی یا زوج ثانی نے زوج اول سے رقم طے کر لی کہ اتنا پیسہ دوگے تو میں حلالہ کروں گا یہ تمام صورتیں حلالہ کی مکروہ تحریمی ہیں کیونکہ یہ مقاصد نکاح کے منافی ہیں نکاح میں دوام ہوتا ہے اور اس میں عدم دوام کی شرط لگائی گئی ہے۔

جمہور ائمہ کے نزدیک یہ حلالہ صحیح نہیں اور جماع کے باوجود یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی کیونکہ یہ شرائط فاسد ہیں لہذا نکاح فاسد ہو گیا تو حلالہ صحیح نہیں ہوا ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ یہ فاسد شرائط خود فاسد ہو جائیں گی اور نکاح صحیح رہ جائے گا کیونکہ شرائط فاسدہ سے عقد نکاح فاسد نہیں ہوتا اور جب عقد نکاح صحیح ہوا تو حلالہ بھی صحیح ہو گیا تو عورت زوج اول کے لئے حلال ہو گئی، جمہور نے زیر بحث حدیث میں لفظ لعن کو دیکھا ہے لیکن لفظ محلل کو نہیں دیکھا جس میں حلال کرنے کا مفہوم پڑا ہوا ہے

اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں حلالہ کرنے والے پر لعنت کیوں کی گئی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ لعنت کا تعلق حلالہ کی ان صورتوں سے ہے جو مکروہ تحریمی ہیں انہیں صورتوں کے پیش نظر بعض روایات میں (محلل) کو (تیس مستعار) یعنی عاریت کا بکرا کہا گیا ہے اور زیر نظر حدیث میں اس پر لعنت کی گئی ہے۔اب دوسرا سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں (محلل لہ) یعنی زوج اول پر لعنت کی گئی ہے اس کا قصور کیا ہے تو علماء نے فرمایا ہے کہ چونکہ اس نے مغلظہ طلاق دیکر اس زوج ثانی کو حلالہ کی ان مکروہ صورتوں میں ڈالدیا ہے اس لئے وہ بھی مستحق لعنت ہوا، خلاصہ یہ کہ اگر حلالہ میں یہ مکروہ صورتیں نہ ہوں اور زبان قال و زبان حال سے واضح طور پر ان ناجائز شرائط کا اظہار نہ ہو تو فی نفسہ حلالہ قابل مواخذہ نہیں ہے بلکہ بعض انتہائی مجبوری میں قابل اجر بھی ہو سکتا ہے جب کہ نیت اصلاح احوال کی ہو کیونکہ قرآن کی آیت میں ﴿حتی تنکح زوجا غیره﴾ کا بھی ایک عام مفہوم ہے۔علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں حلالہ کی ممنوع اور قابل لعنت صورت یہ بتائی ہے کہ مطلقہ مغلظہ عورت نے خود بخود غیر کفو میں سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تو اس صورت میں اگر چہ زوج ثانی جماع بھی کر لے یہ حلالہ صحیح نہیں ہے اور زوج اول کے لئے یہ حلال نہیں ہو سکتی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

"وابوبکر عندہ" حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور خالد بن سعید حجرہ کے دروازے پر باہر بیٹھے تھے اور اس عورت کی باتیں سن رہے تھے ان کو اندر آنے کی اجازت نہیں ملی تھی انہوں نے باہر سے آواز دی کہ اے ابوبکر کیا آپ نہیں سن رہے ہو کہ یہ عورت بے ادب ہو کر کتنی بلند آواز سے حضور اکرم کے سامنے بولتی ہے پھر عورت ذات ہو کر اس طرح پوشیدہ باتیں

کھل کر بیان کرتی ہے آپ اس کو ڈانٹ کر منع کیوں نہیں کرتے ہو؟ بہر حال اس باب میں طلاق مغلظہ اور حلالہ کا بیان تھا آئندہ ایک باب کے تحت طلاق ثلاثہ کا بیان تفصیل کے ساتھ آئے گا۔

۳۵۲۵۔ **حَدَّثَنِي** أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ: أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا وَقَالَ: حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَبَتَّ طَلَاقَهَا فَتَزَوَّجَتْ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ فَتَزَوَّجَتْ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ وَإِنَّهُ وَاللَّهِ مَا مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ وَأَخَذَتْ بِهُدْبَةٍ مِنْ جِلْبَابِهَا. قَالَ: فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضَاحِكاً فَقَالَ: لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ. وَأَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ بِبَابِ الْحُجْرَةِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ قَالَ: فَطَفِقَ خَالِدٌ يُنَادِي أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَزْجُرُ هَذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رفاعہ قرظی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور تین طلاقیں دیں اس عورت نے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا پھر اس نے حضور اکرم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یارسول اللہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی اس نے مجھ کو آخری (تین) طلاقیں دیدیں تو میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا۔ اللہ کی قسم اس کے پاس کچھ نہیں سوائے کپڑے کے کنارے کے (یعنی نامرد ہے) اور اس نے اپنی چادر کا کنارہ پکڑ کر بتایا تو رسول اللہ ﷺ کھلکھلا کر مسکرائے پھر فرمایا: شاید تو رفاعہ کے پاس دوبارہ لوٹنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ نہیں یہاں تک کہ تو اس کا مزہ چکھ لے اور وہ (عبدالرحمٰن) تیرا مزہ چکھ لے۔ حضرت ابوبکر رسول اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور خالد بن سعید بن عاص حجرہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ ان کو اجازت نہیں دی گئی تھی، خالد نے ابوبکرؓ کو پکارنا شروع کیا: اے ابوبکر! تم اس عورت کو ڈانٹ کیوں نہیں دیتے کہ یہ رسول اللہ کے سامنے کیا گفتگو کر رہی ہے

۳۵۲۶۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الزَّبِيرِ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَهَا

آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ. بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ.

حضرت عائشہ سے مروی ہے: رفاعہ قرظی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ اس (عورت) سے عبدالرحمن بن زبیر نے شادی کرلی۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا یارسول اللہ! رفاعہ نے اس کو آخری (تین) طلاقیں دیدیں (بقیہ روایت حدیث یونس کی طرح بیان فرمائی)

٣٥٢٧۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ يَتَزَوَّجُهَا الرَّجُلُ فَيُطَلِّقُهَا فَتَتَزَوَّجُ رَجُلاً فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا أَتَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْأَوَّلِ قَالَ: لَا حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس سے کسی نے نکاح کیا اور پھر اسے طلاق دیدی۔ اس نے دوسرے مرد سے شادی کرلی اس نے دخول (جماع) سے قبل طلاق دیدی تو کیا وہ زوج اول کے لئے حلال ہوجائے گی؟ فرمایا نہیں جب تک کہ وہ دوسرا شوہر اس کا مزہ نہ چکھ لے۔

٣٥٢٨۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ جَمِيعاً عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

ان اسناد سے بھی سابقہ حدیث کی طرح روایت منقول ہے۔

٣٥٢٩۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ ثَلَاثاً فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا فَأَرَادَ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: لَا حَتَّى يَذُوقَ الْآخِرُ مِنْ عُسَيْلَتِهَا مَا ذَاقَ الْأَوَّلُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت کو شوہر نے تین طلاقیں دیدیں، اس سے کسی دوسرے مرد نے نکاح کرلیا پھر جماع سے قبل طلاق دیدی، اب پہلے شوہر نے چاہا کہ اس سے دوبارہ نکاح کرلے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "نہیں! یہاں تک کہ دوسرا شوہر بھی اس کا وہی مزہ نہ چکھ لے جو پہلے نے چکھا تھا (یعنی لذت جماع جو پہلے نے حاصل کی تھی وہی دوسرا بھی حاصل نہ کرلے)،

٣٥٣٠۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ

سَعِيدٍ جَمِيعاً عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهٰذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَهُ. وَفِي حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

باب مایستحب ان یقوله عندالجماع

جماع کے وقت مستحب دعاء پڑھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٣٥٣١۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالاَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ: بِاسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَداً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب ان لوگوں میں سے کوئی اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے تو یہ کہے: ''بسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان مارزقتنا ''۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اے اللہ! ہمیں بھی شیطان سے محفوظ رکھئے اور اس صحبت کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ فرما''۔ ان کلمات کے کہنے کی برکت سے اگر اللہ نے ان کے ملاپ کے اندر لڑکا (یا لڑکی) مقدر کی ہے تو اسے کبھی شیطان نقصان نہیں پہنچائے گا۔

٣٥٣٢۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعاً عَنِ الثَّوْرِيِّ كِلاَهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِمَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرٍ غَيْرَ أَنَّ شُعْبَةَ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ ذِكْرُ بِاسْمِ اللَّهِ. وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ بِاسْمِ اللَّهِ. وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ: مَنْصُورٌ أُرَاهُ قَالَ: بِاسْمِ اللَّهِ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے اور فرق صرف یہ ہے کہ اس کے بعض طرق میں بسم اللہ ہے اور بعض میں نہیں ہے۔

باب الرجل یأتی اھله فی قبلھامن قدامھااو خلفھا

اپنی بیوی سے قبل میں آگے پیچھے سے جائز ہے دبر میں نہیں

اس باب میں امام مسلمؒ تین احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٣٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لأَبِي بَكْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ كَانَتِ الْيَهُودُ تَقُولُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَنَزَلَتْ ﴿ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾

ابن المنکدر سے مروی ہے کہ انہوں نے جابرؓ کو یہ فرماتے سنا: ''یہودی یہ کہا کرتے تھے کہ مرد جب بیوی سے پیچھے کی جانب سے قبل (سامنے کی راہ) میں جماع کرتا ہے تو اولاد بھینگی ہوتی ہے'' (تو ان کے اس غلط تصور کی تردید میں) یہ آیت نازل ہوئی: نساء کم... الخ کہ عورتیں تمہارے واسطے بمنزلہ کھیتی کے ہیں لہٰذا اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ۔

٣٥٣٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ يَهُودَ كَانَتْ تَقُولُ إِذَا أُتِيَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا ثُمَّ حَمَلَتْ كَانَ وَلَدُهَا أَحْوَلَ. قَالَ: فَأُنْزِلَتْ ﴿ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود نے کہا جب عورت سے پیچھے کی جانب سے اگلے حصے میں جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ آیت **(نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم)** نازل ہوئی۔

٣٥٣٥۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ رَاشِدٍ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح

وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ النُّعْمَانِ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِنْ شَاءَ مُجَبِّيَةً وَإِنْ شَاءَ غَيْرَ مُجَبِّيَةٍ غَيْرَ أَنَّ ذَلِكَ فِي صِمَامٍ وَاحِدٍ.

اس سند مذکورہ سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ حضرت زہریؒ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے چاہے تو اوندھے منہ لٹا کر جماع کرلے اور چاہے تو سیدھا لٹا کر وطی کرے (دونوں طرح جائز ہے) لیکن یہ کہ دخول ایک ہی سوراخ میں ہو (جو قبل یعنی آگے کی راہ)۔

تشریح:

''وان شاء مُجَبِّيَةً '' یہ صیغہ باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے میم پر ضمہ ہے جیم پر فتح ہے ب پر شد اور کسرہ ہے اور ی پر زبر ہے یہ منہ کے بل سجدہ کی حالت میں لٹا کر بیوی سے جماع کرنے کی کیفیت کی طرف اشارہ ہے اسی طرح رکوع کی کیفیت میں جھکنے کی حالت میں ہو کر جماع کرنے کو بھی کہتے ہیں دونوں معنی لیے جاسکتے ہیں اور ''غیر مجبية '' کے لفظ میں قیام وقعود اور کروٹ اور چیت لیٹنے کی حالت میں جماع کی تمام کیفیات آگئیں ''صمام واحد '' ای ثقب واحد والمراد به القبل یعنی ایک سوراخ میں جماع ہو جو قبل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''حرث '' کا لفظ استعمال کیا ہے جو قبل اور فرج ہے جو مقام زرع اور اولاد ہے نہ کہ دبر کیونکہ دبر حرث کی جگہ نہیں بلکہ فرث اور گوبر کی جگہ ہے ''انی شئتم '' میں کیفیت کا عموم مقصود ہے مقام کا عموم مقصود نہیں ہے۔ شیعہ نے مقام کا عموم لیا ہے اور بیوی سے اغلام بازی کو جائز قرار دیا ہے لعنة الله عليهم۔

باب تحريم امتناع المرأة من فراش زوجها

بیوی کا شوہر سے جماع کا انکار کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٣٦ ـ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب عورت

اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گذارتی ہے تو صبح تک ملائکہ اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں"۔

۳۵۳۷. وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: حَتَّى تَرْجِعَ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس میں صبح تک کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ: جب تک لوٹے اس وقت تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

۳۵۳۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهَا فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطاً عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو مرد بھی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان پر ہے اس پر ناراض ہوتی ہے یہاں تک کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے"۔

۳۵۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے (صحبت و جماع کے لئے) اور وہ انکار کردے اور اس طرح رات گذارے کہ مرد اس پر غصہ اور ناراض ہو تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں"۔

تشریح:

"لعنتها الملائكة" یعنی رات سے صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں جس نے شوہر سے جماع کا انکار کیا خواہ دن کو انکار کیا یا رات کو انکار کیا "هاجرة" اس سے ماقبل حدیث میں یہ لفظ ہے اس سے شوہر کے فراش کو ترک کرنا اور جماع کرنا مراد ہے عورتوں کے پاس مختلف نخرے ہوتے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے "فراشها" اس سے بستر مراد ہے خواہ شوہر کا بستر ہو کہ عورت ان کے پاس آجائے یا

عورت کا بستر ہو کہ شوہر وہاں آجائے اور یہ نہ آئے۔

"فی السماء" اس سے وہ مخلوق مراد ہیں جو آسمان میں ہیں وہ فرشتے ہیں جس طرح دیگر آحادیث میں تصریح ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی مراد ہوسکتی ہے بظاہر یہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ غضبان اور سخط کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ جب ناراض ہوں گے تو فرشتے لعنت بھیجیں گے۔

باب تحریم افشاء سر المرأة

اپنی بیوی کا راز فاش کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۵۴۰۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ الْعُمَرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا .

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ برا شخص اللہ کے نزدیک وہ ہوگا کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کرے اور بیوی اس سے کرے، پھر وہ بیوی کا راز ظاہر کرتا پھرے"۔

۳۵۴۱۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا . وَقَالَ: ابْنُ نُمَيْرٍ إِنَّ أَعْظَمَ .

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑی امانت یہ ہوگی کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے صحبت کرے اور وہ عورت اس سے صحبت کرے پھر مرد، بیوی کے راز کو ظاہر کرے (یہ بات چھپانا سب سے بڑی امانت ہے اور اسے ظاہر کرنا امانت میں سب سے بڑی خیانت ہے)۔

تشریح:

"من اشر الناس" اوپر والی حدیث میں یہ لفظ آیا ہے نحات کہتے ہیں کہ اشر کا لفظ اور اسی طرح اخیر کا لفظ اسم تفضیل سے استعمال نہیں

ہوتا ہے بلکہ شر اور خیر استعمال ہوتا ہے۔ علماء محدثین کہتے ہیں کہ افصح العرب افصح بنی عدنان و ابلغ بنی قحطان نبی آخر زمان نے اس کو استعمال کیا ہے نحات کے قواعد قرآن و حدیث کے تابع ہیں متبوع نہیں ہیں۔ علماء لغت کہتے ہیں کہ اشر اور شر دونوں طرح عرب میں استعمال ہوتا ہے ہاں ہمزہ کے ساتھ قلیل ہے "یفضی" یہ افضاء سے ہے میلان کے معنی میں ہے یہاں جماع مراد ہے۔

"اعظم الامانۃ" یہاں عبارت محذوف ہے ای من اعظم ھتک الامانۃ و نقض الامانۃ و خیانۃ الامانۃ "وینشر سرھا" یعنی لوگوں کے درمیان رات کی پوشیدہ باتوں کو لوگوں میں پھیلاتا ہے کہ جماع ایسے کیا میں نے یہ کہا اس نے یہ کہا یہ سب بے حیائی اور بے غیرتی کی چیزیں ہیں جو شریعت میں منع ہے۔

باب حکم العزل

بیوی سے عزل کرنے کا حکم

اس باب میں امام مسلم نے اٹھارہ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٤٢۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو صِرْمَةَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَسَأَلَهُ أَبُو صِرْمَةَ فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ الْعَزْلَ فَقَالَ: نَعَمْ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم غَزْوَةَ بِالْمُصْطَلِقِ فَسَبَيْنَا كَرَائِمَ الْعَرَبِ فَطَالَتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَرَغِبْنَا فِي الْفِدَاءِ فَأَرَدْنَا أَنْ نَسْتَمْتِعَ وَنَعْزِلَ فَقُلْنَا نَفْعَلُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا لَا نَسْأَلُهُ. فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ خَلْقَ نَسَمَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَتَكُونُ.

حضرت ابن محیریز سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں اور ابوالصرمہ، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے، ابوالصرمہ نے ان سے سوال کیا کہ اے ابوسعید! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو عزل کا تذکرہ کرتے سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۃ المصطلق میں جہاد کیا اور عرب کے شرفاء اور معزز خواتین کو قیدی بنایا، دورانِ جہاد اپنی عورتوں سے ہمیں طویل عرصہ تک دور رہنا پڑا۔ ہماری خواہش تھی کہ ہم ان قیدی عورتوں کے بدلہ مالی فدیہ بھی حاصل کریں جب کہ ہم ان سے استمتاع بھی کرنا چاہتے تھے اس طرح کہ عزل کریں، پھر ہم نے باہم یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں ان سے پوچھے بغیر ہم یہ کیسے کرلیں (یہ نہیں

ہوسکتا)۔ پھر ہم نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم اگر نہ کرو تو بھی کچھ حرج نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس روح کا پیدا کرنا قیامت تک لکھا ہے وہ تو ضرور پیدا ہوگی۔

تشریح:

''ابو صرمۃ'' ص پر کسرہ ہے را ساکن ہے ان کا نام مالک یا قیس ہے مشہور صحابی ہیں جن کا تعلق انصار سے ہے۔

''غزونا بالمصطلق'' یعنی ہم نے بنو مصطلق سے جہاد کیا اس غزوہ کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں یہ غزوہ ٦ھ میں شعبان کے مہینہ میں ہوا تھا ''فسبینا'' یعنی ہم نے اس غزوہ میں بنو مصطلق کی عورتوں کو قید کرلیا ''کرائم العرب'' یہ کریمۃ کی جمع ہے نوجوان شریف خوبصورت لڑکیوں پر بولا جاتا ہے ''العزبۃ'' بیویوں کے بغیر زیادہ وقت گزرنے کو عزوبت کہتے ہیں۔

''ورغبنا فی الفداء'' یعنی ہم کو فدیہ لینے کی رغبت ہوگئی اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ بیویوں سے دور ہونے کی وجہ سے ہم نے چاہا کہ ان قیدی عورتوں سے جماع کریں لیکن جماع میں عزل کریں تاکہ یہ حاملہ نہ ہوجائیں کیونکہ ہمیں یہ رغبت پیدا ہوگئی کہ اگر یہ عورتیں قیمت پر بک جائیں تو ہم بیچ دیں گے اور چونکہ حاملہ عورت کو کوئی شخص نہیں خریدے گا تو ہم نے سوچا کہ ہم عزل کردیں گے یہ مطلب ہے کہ ہم کو فدیہ لینے میں رغبت پیدا ہوگئی۔

''ونعزل'' عزل کا لغوی معنی جدا کرنا الگ کرنا ہے جیسے ﴿فاعتزلوا النساء فی المحیض﴾ ہے۔ عزل کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے جماع کرتے وقت نطفہ کو بوقت انزال الگ کرکے ضائع کرنا۔ اس باب پر عزل کی احادیث حاوی ہیں بعض سے جواز کا پتہ چلتا ہے بعض سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اکثر علماء عزل کے قائل ہیں درمختار نے بھی جائز لکھا ہے۔ بعض صحابہ اور بعض سلف عزل کو ناجائز کہتے ہیں ابن حزم بھی عدم جواز کے قائل ہیں۔

بہرحال عام علماء فرماتے ہیں اور احادیث میں بھی اس طرح ہے کہ لونڈی سے بغیر اجازت عزل جائز ہے اور حرہ بیوی سے اجازتؒ کے بعد عزل جائز ہے کیونکہ تکمیل شہوت میں عورت کے لئے مرد کے پانی کی اشد ضرورت ہوتی ہے تو یہ اس کا حق ہے اگر وہ اجازت نہ دے تو ناجائز ہے۔ بہرحال اگر اجازت ہوجائے تو عزل صرف مباح کے درجہ میں ہے پوری احادیث کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی نظر میں عزل پسندیدہ کام نہیں ہے۔ بعض روایات میں تو اس کو واد خفی کہا گیا ہے یعنی پوشیدہ طریقہ سے بچے کو زندہ درگور کرنا۔ بہرحال صاحب ہدایہ نے جب عزل کے متعلق لکھا کہ ''وکرہ العزل'' عزل اگرچہ مباح ہے لیکن یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے اس پر ہدایہ کے شارحین کفایہ عنایہ اور فتح القدیر نے ضبط تولید کے متعلق لکھا ہے کہ آج کل اگر کوئی شخص ضبط تولید کے لئے حمل ٹھہرنے سے پہلے پہلے نطفہ کو کسی دوائی کے استعمال سے ضائع کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے وہ حضرات لکھتے ہیں کہ چونکہ آج کل اولاد کی تربیت تو ہوتی نہیں اس لئے فساق وفجار اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ان حضرات کی ایک اچھی نیت ہے اسی طرح اگر عورت کمزور ہو

بیمار ہو یا اولاد زیادہ ہو تو وہ بھی عذر کے طور پر دوائی استعمال کر سکتی ہے۔

لیکن آج کل جو طوفان بدتمیزی اٹھا ہے کہ منصوبہ بندی کرو بچے دو ہی اچھے وقفہ ضروری ہے تو ان لوگوں کی نیت کچھ اور ہوتی ہے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی عداوت پوشیدہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے پر عدم اعتماد ہوتا ہے اس نظریہ سے کوئی دوائی استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا علماء بہتر فتویٰ دے سکتے ہیں۔

"**نسمة**" روح اور انسان کو کہتے ہیں "**من سبی العرب**" علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عرب پر بھی غلامی طاری ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں بنو مصطلق کے لوگوں کو غلام اور لونڈی بنائے جانے کا ذکر ہے اور وہ عرب تھے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عرب قوم کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص شرف عطا کیا ہے ان پر غلامی نہیں آسکتی۔ "**لا علیکم ان لا**..." یہاں ان پر فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہے معنی یہ کہ اگر تم عزل نہ کرو تو اس میں کوئی نقصان نہیں بعض نے "لا" کلمہ کو زائد مانا ہے ترجمہ یہ کہ عزل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ای **ما علیکم ضرر فی ترک العزل لان کل نفس قدر الله خلقها لابد ان یخلقها سواء عزلتم ام لا**۔

۳۵٤۳۔**حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ بِهَذَا الإِسْنَادِ فِي مَعْنَى حَدِيثِ رَبِيعَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ كَتَبَ مَنْ هُوَ خَالِقٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ان اسناد سے بھی روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ قیامت کے دن تک پیدا ہونے والا کون ہے۔

۳۵٤٤۔**حَدَّثَنِي** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَصَبْنَا سَبَايَا فَكُنَّا نَعْزِلُ ثُمَّ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَنَا وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ .

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتلایا کہ: ہم کو کچھ قیدی عورتیں ملیں۔ ہم (جب ان سے صحبت کرتے تو) عزل کیا کرتے تھے پھر اس بارے میں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "یہ تم ضرور ہی کرتے رہو گے، تم یہ ضرور ہی کرتے رہو گے، تم یہ ضرور کرتے رہو گے، جو جان بھی قیامت تک پیدا ہونے والی ہے (تقدیر الٰہی میں) وہ ضرور ہو کر رہے گی"۔

٣٥٤٥۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قُلْتُ لَهُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: نَعَمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم عزل نہ کرو کیونکہ یہ طے شدہ معاملہ ہے۔

٣٥٤٦۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَبَهْزٌ قَالُوا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فِي الْعَزْلِ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَاكُمْ فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ وَفِي رِوَايَةِ بَهْزٍ قَالَ: شُعْبَةُ قُلْتُ لَهُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: نَعَمْ.

ان اسناد سے بھی سابقہ روایت منقول ہے ان روایات میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے عزل کے بارے میں فرمایا: نہیں تم پر لازم ہے کہ تم ایسا عمل نہ کرو کیونکہ یہ تقدیر کا معاملہ ہے اور بہز کی روایت میں ہے کہ شعبہ نے کہا کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے ابن ابی سعید سے سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں!

٣٥٤٧۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بِشْرِ بْنِ مَسْعُودٍ رَدَّهُ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ: لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَاكُمْ فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ. قَالَ: مُحَمَّدٌ وَقَوْلُهُ لَا عَلَيْكُمْ أَقْرَبُ إِلَى النَّهْيِ.

حضرت عبدالرحمن بن بشر بن مسعود، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا: "اگر تم نہ بھی کرو تب بھی تم پر کچھ نہیں ہے یہ تو صرف مقدر کی بات ہے"۔ محمد کہتے ہیں کہ آپ کے ارشاد "لا علیکم" یہ نہی سے زیادہ قریب ہے (یعنی اس سے عزل کی ممانعت کا ہونا معلوم ہوتا ہے)

۳۵۴۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بِشْرٍ الْأَنْصَارِيِّ. قَالَ: فَرَدَّ الْحَدِيثَ حَتَّى رَدَّهُ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: ذُكِرَ الْعَزْلُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: وَمَا ذَاكُمْ. قَالُوا الرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الْمَرْأَةُ تُرْضِعُ فَيُصِيبُ مِنْهَا وَيَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ مِنْهُ وَالرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الْأَمَةُ فَيُصِيبُ مِنْهَا وَيَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ مِنْهُ. قَالَ: فَلَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَاكُمْ فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ. قَالَ: ابْنُ عَوْنٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ الْحَسَنَ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَكَأَنَّ هَذَا زَجْرٌ.

حضرت عبدالرحمٰن بن بشر الانصاری سے روایت ہے انہوں نے ابوسعید الخدریؓ کی طرف یہ حدیث منسوب کی کہ انہوں نے فرمایا: نبی ﷺ کے سامنے عزل کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیوں کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا: کسی آدمی کی بیوی مرضعہ (دودھ پلانے والی) ہوتی ہے وہ اس سے صحبت کرتا ہے لیکن حمل ہونے کو ناپسند کرتا ہے (کیونکہ دودھ پلانے کی وجہ سے کمزوری، بیماری ودیگر عوارض کا خدشہ لاحق ہوتا ہے) اسی طرح کسی آدمی کی کوئی باندی ہوتی ہے، وہ اس سے صحبت کرتا ہے اور قرار حمل نہیں چاہتا (تاکہ کام کاج میں پریشانی نہ ہو)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نہ بھی کرو تو کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ یہ (حمل کا ہونا یا نہ ہونا) تو تقدیر الٰہی کے تابع ہے''۔ حضرت ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا: یہ تو عزل کے بارے میں آپ کی ڈانٹ اور زجر ہے۔

تشریح:

''**لکان هذا زجر**'' عزل کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا کلام عجیب معنی خیز ہے اور عجیب فصاحت وبلاغت وحکمت پر مبنی ہے۔ **لا علیکم الاتفعلوا** کا جملہ ذوجہتین ہے جس کو نہی اور اثبات دونوں پر حمل کیا جاسکتا ہے اسی لئے محمد بن سیرین نے فرمایا **هذا اقرب الی النهی**، تو اقرب کہدیا **صریح فی النهی** نہیں کہا اسی طرح حسن بصری نے فرمایا کہ گویا یہ کلام زجر اور توبیخ پر مبنی ہے اسی طرح **وانکم لتفعلون** استفہام تعجب کے ساتھ تین بار مکرر ذکر کرنا بھی نہ انکار کی طرف اشارہ ہے اور نہ صریح حرمت ہے عام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے اسی لئے ہدایہ میں ہے ''**وکره العزل**'' عزل مکروہ ہے ہاں البتہ شریف بیوی کی اجازت کے بغیر عزل ناجائز ہے اور لونڈی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۵۴۹۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ: حَدَّثْتُ مُحَمَّداً عَنْ إِبْرَاهِيمَ بِحَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بِشْرٍ يَعْنِي حَدِيثَ الْعَزْلِ فَقَالَ: إِيَّايَ حَدَّثَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ.

دیگر راویوں نے بھی سابقہ حدیث ابن عون بیان کردی۔

٣٥٥٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: قُلْنَا لأَبِي سَعِيدٍ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ فِي الْعَزْلِ شَيْئاً قَالَ: نَعَمْ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عَوْنٍ إِلَى قَوْلِهِ الْقَدَرُ.

٣٥٥١ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: ذُكِرَ الْعَزْلُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: وَلِمَ يَفْعَلُ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ وَلَمْ يَقُلْ فَلاَ يَفْعَلْ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَإِنَّهُ لَيْسَتْ نَفْسٌ مَخْلُوقَةٌ إِلاَّ اللَّهُ خَالِقُهَا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے عزل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کوئی ایسا کیوں کرتا ہے؟ البتہ یہ نہیں فرمایا کہ: کوئی بھی ایسا نہ کرے۔ اس لئے کہ جو بھی جان پیدا ہونے والی ہے اللہ ہی اس کا خالق ہے (تمہارا عزل کرنا نہ کرنا اس کی قدرت میں حائل نہیں ہو سکتا)۔

٣٥٥٢ـ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ سَمِعَهُ يَقُولُ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ: مَا مِنْ كُلِّ الْمَاءِ يَكُونُ الْوَلَدُ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ خَلْقَ شَيْءٍ لَمْ يَمْنَعْهُ شَيْءٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ہر پانی (منی) سے اولاد نہیں ہوتی ہے؟ اور جب اللہ تعالیٰ کسی نفس کے پیدا کرنے کا ارادہ کرلے تو کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی (لہذا عزل کرنا بے کار ہے)۔

٣٥٥٣ـ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْهَاشِمِيُّ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث ہی طرح روایت بیان فرمائی ہے۔

٣٥٥٤ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُولَ

اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ لِی جَارِیَةً هِیَ خَادِمُنَا وَسَانِیَتُنَا وَأَنَا أَطُوفُ عَلَیْهَا وَأَنَا أَکْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ. فَقَالَ: اعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ فَإِنَّهُ سَیَأْتِیهَا مَا قُدِّرَ لَهَا. فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ الْجَارِیَةَ قَدْ حَبِلَتْ. فَقَالَ: قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنَّهُ سَیَأْتِیهَا مَا قُدِّرَ لَهَا.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک باندی ہے، وہ ہماری خادمہ بھی ہے اور پانی بھی لاتی ہے، جب کہ میں اس سے صحبت بھی کرتا ہوں اور مجھے پسند نہیں کہ اسے حمل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو عزل کر لے، اس واسطے کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ پیدا کر دے گی۔ پھر وہ چند دنوں بعد آیا اور کہنے لگا کہ اس باندی کو تو حمل ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو تجھے بتلا دیا تھا کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ ضرور پیدا کر دے گی۔

تشریح:

"جاریة" یعنی میری ایک لونڈی ہے "هی خادمنا" یعنی ہماری خدمت کرتی ہے اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہے اس لئے خادمنا لونڈی کو کہہ دیا "وسانیتنا" سانیہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر پانی بھر کر لایا جاتا ہے اس لونڈی کو پانی لانے میں اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے "وانا اطوف علیها" یعنی میں اس کے ساتھ جماع کرتا ہوں لیکن یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو جائے کیونکہ پھر وہ کام نہیں کر سکے گی اس لئے عزل کرتا ہوں "قد حبلت" یعنی وہ لونڈی باوجود عزل کے حاملہ ہو گئی ہے

"انا عبدالله ورسوله" یعنی میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں مجھے وحی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بتاتا ہے جو میں نے کہا تھا وہی ہو گیا۔

٣٥٥٥ - حَدَّثَنَا سَعِیدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ سَعِیدِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عِیَاضٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِی جَارِیَةً لِی وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ ذٰلِكَ لَنْ یَمْنَعَ شَیْئًا أَرَادَهُ اللّٰهُ. قَالَ: فَجَاءَ الرَّجُلُ فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْجَارِیَةَ الَّتِی كُنْتُ ذَكَرْتُهَا لَكَ حَمَلَتْ. فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری ایک باندی ہے جس سے میں (جماع کے دوران) عزل کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس جان کے پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ کر لے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ راوی فرماتے ہیں کہ (کچھ دن بعد) وہ شخص پھر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! جس باندی کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا وہ حاملہ ہو گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں (یعنی میں نے جو بات تم سے کہی تھی اپنی طرف سے نہیں کہی تھی بلکہ وحی کے ذریعے سے بتائی، لہذا میری بات پوری ہوئی جو میری رسالت کی تصدیق ہے)۔

٣٥٥٦۔ **وَحَدَّثَنَا** حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ حَسَّانَ قَاصُّ أَهْلِ مَكَّةَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ عِيَاضِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ النَّوْفَلِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (بقیہ روایت حدیث سفیانؒ کی طرح بیان فرمائی)

٣٥٥٧۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ. زَادَ إِسْحَاقُ قَالَ سُفْيَانُ لَوْ كَانَ شَيْئًا يُنْهَى عَنْهُ لَنَهَانَا عَنْهُ الْقُرْآنُ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم عزل کرتے تھے جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ حضرت اسحاق نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ: سفیانؒ نے کہا کہ: اگر عزل برا ہوتا تو قرآن ہمیں اس سے منع کر دیتا۔

٣٥٥٨۔ **وَحَدَّثَنِي** سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ لَقَدْ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جابرؓ سے سنا فرماتے تھے کہ: "ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عزل کیا کرتے تھے"۔

٣٥٥٩۔ **وَحَدَّثَنِي** أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَلَغَ ذَلِكَ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَنْهَنَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عزل کیا کرتے تھے، اس کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔

باب تحریم وطی الحامل المسبیة

قیدی حاملہ عورت سے جماع کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٣٥٦٠۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ أَتَى بِامْرَأَةٍ مُجِحٍّ عَلَى بَابِ فُسْطَاطٍ فَقَالَ: لَعَلَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُلِمَّ بِهَا. فَقَالُوا نَعَمْ. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَلْعَنَهُ لَعْنًا يَدْخُلُ مَعَهُ قَبْرَهُ كَيْفَ يُوَرِّثُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک خیمہ کے دروازہ پر سے گزرے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو وضع حمل کے قریب تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید وہ شخص (جس کی قسمت میں یہ آ گئی ہے) اس سے جماع کا ارادہ رکھتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ اسے ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں جائے۔ وہ کیسے اس (ہونے والے) لڑکے کا وارث ہوسکتا ہے وہ اس کے لئے حلال نہیں اور وہ کیسے (اس ہونے والے لڑکے کو غلام بنا کر) اس سے خدمت لے گا حالانکہ وہ اس کے لئے حلال نہیں۔ (اگر چہ اس پر اتفاق ہے کہ جو عورتیں جہاد میں قیدی بن جائیں وہ اپنے شوہروں کے لئے حرام ہو جاتی ہیں اور ان سے صحبت کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی حاملہ عورت ہو تو اس سے وضع حمل سے قبل صحبت و جماع کرنا حرام ہے کیونکہ اس میں نسب مشکوک و مشتبہ ہو جائے گا۔ قاضی عیاض مالکیؒ نے فرمایا کہ یہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں فرمایا کہ: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنا پانی (منی) دوسرے کے لڑکے (نطفہ اور حمل) کو نہ پلائے۔

تشریح:

"بامرأة مجح" یہ موصوف صفت ہے اور مجح میں میم پر ضمہ ہے اور اس کے بعد جیم پر کسرہ ہے اور اس کے بعد حاء ہے جس پر شد ہے اور کسرہ کے ساتھ تنوین ہے قریب الولادت حاملہ عورت کو کہتے ہیں (یلم بھا) یہ المام سے جماع کے معنی میں آتا ہے مراد جماع ہے (یستخدمہ) یہ استخدام سے خادم اور غلام بنانے کے معنی میں ہے (وھو) کی ضمیر استخدام کی طرف لوٹتی ہے یعنی اپنے بیٹے کو غلام بنانا حرام ہے حلال نہیں ہے (کیف یورثہ) یہ باب تفعیل سے وارث بنانے کے معنی میں ہے یعنی دوسرے کے بیٹے کو اپنا وارث کیسے قرار دیے گا حالانکہ یہ اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ استبراء سے پہلے وطی اس لئے باعث لعنت ہے کہ اس نے نسب میں اشتباہ آتا ہے کیونکہ مثلاً استبراء سے پہلے وطی کی اور چھ مہینے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اب یہ بچہ کس کا ہوگا یہ بھی احتمال ہے کہ اس نئے مالک کا بیٹا ہو وہ اس کو بیٹے کے بجائے غلام قرار دے رہا ہو اور غلام کی طرح اس سے خدمت لے رہا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بچہ کسی اور کا ہو اور یہ نیا مالک اس کو بیٹا بنا کر وارث قرار دے رہا ہو یہ دونوں صورتیں حرام ہیں اور اس حرام میں یہ شخص استبراء نہ کرنے کی وجہ سے مبتلا ہو گیا معلوم ہوا کہ استبراء نہ کرنا باعث لعنت اور موجب حرمت ہے۔

٣٥٦١۔وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ جَمِيعاً عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الإِسْنَادِ.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث کی طرح روایت منقول ہے۔

باب جواز الغيلة وهي وطئ المرضع

غیلہ کا عمل جائز ہے جو مرضعہ سے جماع کا نام ہے

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٦٢۔وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الأَسَدِيَّةِ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتَّى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَصْنَعُونَ ذَلِكَ فَلاَ يَضُرُّ أَوْلاَدَهُمْ. قَالَ مُسْلِمٌ وَأَمَّا خَلَفٌ فَقَالَ:عَنْ جُذَامَةَ الأَسَدِيَّةِ.وَالصَّحِيحُ مَا قَالَهُ يَحْيَى بِالدَّالِ.

حضرت جدامہ بنت وہب الاسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ ''غیلہ'' سے منع کر دوں، پھر مجھے یاد آیا کہ روم اور فارس والے ''غیلہ'' کرتے ہیں تو ان کی اولاد کو تو نقصان نہیں ہوتا۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ خلف نے جذامہ الاسدیہ (بالذال) ذکر کیا ہے اور صحیح وہ ہے جو یحیٰ نے (جدامہ) دال کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تشریح:

''عن جدامة'' اس نام میں اختلاف ہے کہ اس میں ذال ہے یا دال ہے امام مسلم نے اس اختلاف کی طرف قال مسلم سے اشارہ کیا ہے

اوردال کوصحیح قرار دیا ہے جو یحیی بن یحیی کی روایت میں ہے"ھممت" یہ ھم سے ہے ارادہ کرنے کے معنی میں ہے

"أن أنهي عن الغيلة "غیلہ غین کے کسرہ کے ساتھ غیل بفتح الغین سے ماخوذ ہے الغیل اور غیلہ کی تفسیر اور توضیح میں اہل لغت کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) اصمعی اوران کے ہمنوا اہل لغت اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دودھ پلانے والی عورت سے جب اس کا شوہر جماع کرے اس خاص فعل کا نام غیلہ ہے، ابن سکیت کہتے ہیں کہ حاملہ عورت کے ساتھ جب شوہر حالت حمل میں جماع کرے تو اس مخصوص عمل کو غیلہ کہتے ہیں عرب اس عمل سے احتراز واجتناب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس سے بچہ کو نقصان پہنچتا ہے یہ عقیدہ ان کے ہاں شائع ذائع اور خاص وعام میں مشہور تھا آنحضرت نے ارادہ کیا کہ اس سے امت کو منع کریں لیکن جب آپ نے دیکھا کہ فارس اور روم کے لوگ یہ عمل کرتے ہیں اوران کو نقصان نہیں پہنچتا ہے نہ وہ اس چیز کی پرواہ کرتے ہیں پس آنحضرت نے اس عمل سے امت کو منع نہیں کیا۔ جمہور کے نزدیک غیلہ جائز ہے مگر بچہ کے نقصان کا خطرہ ہے اس لئے خلاف اولیٰ ہے۔

الواد الخفی: یعنی عزل پوشیدہ طور پر زندہ درگور کرنا ہے اس جملہ سے عزل کی کراہت کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے "الواد" زندہ درگور کرنے کے معنی میں ہے یعنی کسی کو جیتا گاڑ دینا، علماء کا ایک طبقہ عزل کے عدم جواز کی طرف گیا ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک عزل مباح ہے اگرچہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو عزل سے روکا ہے، حضرت عثمانؓ نے بھی روکا ہے تاہم یہ نہی کراہت تنزیہی اور خلاف اولیٰ پر حمل کی جائے گی

٣٥٦٣۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُقْرِءُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ أُخْتِ عُكَّاشَةَ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يُغِيلُونَ أَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذَلِكَ شَيْئًا . ثُمَّ سَأَلُوهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ . زَادَ عُبَيْدُ اللَّهِ فِي حَدِيثِهِ عَنِ الْمُقْرِءِ وَهِيَ (وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ)

حضرت جدامہ بنت وہب جو عکاشہ رضی اللہ تعالی عنہ کی بہن تھیں فرماتی ہیں کہ میں چند لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ فرما رہے تھے: میں نے "غیلہ" سے منع کرنے کا ارادہ کیا، پھر میں نے روم وفارس والوں کو دیکھا تو وہ غیلہ کرتے ہیں اپنی اولاد میں اور ان کی اولاد کو کوئی ضرر ونقصان کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے آپ سے عزل کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: وہ تو وادِ خفی (یعنی خفیہ طور پر زندہ درگور) کرنا ہے۔ عبید اللہ نے اپنی حدیث میں یہ بھی کہا کہ مقری نے یہ حدیث بیان کر کے قرآن کی آیت بھی پڑھی: واذا المؤدة سئلت کہ جب

زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔(یعنی عزل کرنا بھی درحقیقت ایک طرح سے زندہ درگور کرنا ہی ہے)۔

٣٥٦٤۔**وَحَدَّثَنَاهُ** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ فِي الْعَزْلِ وَالْغِيلَةِ. غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: الْغِيَالِ.

حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔(بقیہ حدیث سعید بن ابوایوب کی عزل اور غیلہ کے بارے میں ذکر کی) لیکن اس روایت میں غیلہ کی بجائے غیال کا لفظ ہے۔

٣٥٦٥۔**حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْبِرِيُّ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَ وَالِدَهُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي أَعْزِلُ عَنِ امْرَأَتِي. فَقَالَ: لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمَ تَفْعَلُ ذَلِكَ. فَقَالَ: الرَّجُلُ أُشْفِقُ عَلَى وَلَدِهَا أَوْ عَلَى أَوْلَادِهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ كَانَ ذَلِكَ ضَارًّا ضَرَّ فَارِسَ وَالرُّومَ. وَقَالَ: زُهَيْرٌ فِي رِوَايَتِهِ إِنْ كَانَ لِذَلِكَ فَلَا مَا ضَارَ ذَلِكَ فَارِسَ وَلَا الرُّومَ

حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور کہا کہ:"میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں۔ فرمایا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو؟ اس آدمی نے کہا میں اس کے لڑکے یا اولاد کے بارے میں ڈرتا ہوں (ہونے والی اولاد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس کا ضرر ہوتا تو یہ فارس وروم کے لوگوں کو بھی نقصان پہنچاتا۔ حضرت زہیر ؒ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہ عمل فارس وروم کے لوگوں کو نقصان کیوں نہیں پہنچاتا؟

تشریح:

"اشفق علی ولدھا "عام لوگوں کا خیال یہ تھا کہ رضاعت کی مدت میں جماع کرنے سے اور پھر حمل ٹھہر جانے سے عورت کے دودھ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے اس دودھ کو پینے سے شیر خوار بچے کو نقصان پہنچتا ہے اور عورت کا دودھ کم بھی ہو جاتا ہے اسی خوف کی وجہ سے اس شخص نے آنحضرت ﷺ سے عزل کی اجازت چاہی اس کے جواب میں آنحضرت نے فرمایا کہ اگر اس طرح دودھ پینے سے بچے کو نقصان ہوتا تو فارس اور روم کے لوگوں کو نقصان ہو جاتا کیونکہ وہ یہ عمل کرتے ہیں معلوم ہوا اس میں نقصان نہیں ہے تو پھر عزل کی کیا

ت ہے اس سے عزل کی ناپسندیدگی کا اشارہ ملتا ہے۔
ر طلباء پر واضح ہو کہ یہاں فتح الملہم کی شرح مکمل ہوگئی آگے کتاب الرضاع سے تکملہ فتح الملہم شروع ہو رہا ہے جو حضرت مولانا تقی
مد ظلہ کی تشریحات و تکمیلات ہیں میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے چند آخری کلمات یہاں نقل کرتا ہوں تا کہ
آجائے "**ما ضار ذلک فارس**" **هو بتخفيف الراء اى ماضرهم يقال ضاره يضره ضيرا او ضره يضره ضرا**
والله تعالىٰ اعلم.

کتاب الرضاع

رضاعت کا بیان

لفظ رضاع اور لفظ رضاعۃ ایک ہی معنی میں ہے را پر کسرہ اور فتحہ دونوں جائز ہے باب ضرب یضرب سے بھی ہے سمع اور فتح سے بھی ہے بچے کا ماں کے دودھ پینے کو رضاع کہتے ہیں باب افعال سے دودھ پلانے کے معنی میں ہے مرضع اور مرضعہ دودھ پلانے والی ماں کو کہتے ہیں اور رضیع اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کا دودھ پی رہا ہو۔ کرم یکرم سے لئیم اور کمینہ کے معنی میں آتا ہے جیسے ''الیوم یوم الرضع'' رضاعت کی تعریف اس طرح ہے ''الرضاعۃ ھی مص الولدمن ثدی المرأۃ لبنھافی وقت مخصوص''

باب یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة

جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٦٦۔**حدثنا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَإِنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ.قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّهِ هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ.فَقَالَ:رَسُولُ اللّهِ ﷺ أُرَاهُ فُلَانًا .لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ.فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللّهِ لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ قَالَ:رَسُولُ اللّهِ ﷺ نَعَمْ إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ .

حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتلایا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں تھے اور انہوں نے (عائشہؓ نے) ایک آدمی کی آواز سنی جو حضرت حفصہؓ کے گھر میں آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آدمی آپ کے گھر میں جانے کی اجازت مانگ رہا ہے (کون ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر فلاں شخص ان کا رضاعی چچا (حضرت عائشہ کا رضاعی چچا) زندہ ہوتا تو کیا وہ بھی میرے ہاں آسکتا تھا؟ فرمایا: ہاں ''رضاعت سے بھی وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو ولادت سے ہوتی ہے''۔

تشریح:

''لعم حفصة'' یعنی آنحضرت ﷺ نے فلاں کے لفظ سے حضرت حفصہ کے چچا کو مراد لیا کہ میرا خیال ہے یہ حفصہ کا چچا ہوگا اس پر حضرت عائشہؓ نے اپنے چچا کے بارے میں پوچھا ''لعمها'' یعنی اپنے چچا کے بارے میں پوچھا اور مراد لیا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے پاس داخل ہو سکتے تھے۔ حضرت عائشہ نے اپنے والد صدیق اکبر کے کسی رضاعی بھائی کے بارے میں پوچھا تھا بہرحال نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رضاعی چچا بھی رشتے کی طرح ہے۔

''ماتحرم الولادة'' یعنی رضاعت سے اسی طرح حرمت ثابت ہوتی ہے جس طرح نسب سے ثابت ہوتی ہے رشتے اور نسب میں خونی رشتہ کی وجہ سے جزئیت کی صورت متحقق ہو جاتی ہے لہذا ایسی صورت میں انسان اپنے جزء سے استمتاع حاصل کرتا ہے اس کو شریعت نے منع کر دیا ہے اسی طرح رضاعت کا معاملہ ہے کہ اس سے جزئیت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اپنے جزء سے فائدہ اٹھانے کو شریعت نے منع کر دیا ہے۔

اب یہ جزئیت کب متحقق ہوتی ہے اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ یہ دودھ بچہ اس وقت پی لے کہ دودھ اس کے جسم کا جزء بن جائے اور بچے کے بدن کی نشو و نما صرف اس دودھ سے ہو جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ بچہ دودھ دو سال کی عمر کے اندر پی لے کیونکہ اس سے زائد عمر میں بچہ دودھ کے علاوہ غذا کھاتا ہے تو نشو و نما کا انحصار صرف دودھ پر نہیں ہوتا ہے تو جزئیت کی صورت کمزور پڑ جاتی ہے۔ دوسری چیز اس جزئیت کے لئے یہ ہے کہ یہ دودھ اتنی مقدار میں ہو جو بدن میں جا کر پیوست ہو جائے اور بدن کی نشو و نما کو متاثر کر دے اسی لئے اتنا کم دودھ جو جسم میں حلول ہونے کے بجائے منہ اور گلے میں متلاشی اور فانی ہو جائے اس کا اعتبار نہیں۔ آئندہ فقہاء کرام کا لمبا چوڑا مدلل اختلاف اسی قاعدہ کی روشنی میں آ رہا ہے۔

۳۰۶۷ـ **وَحَدَّثَنَاه** أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ جَمِيعاً عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت (نسب) سے حرام ہوتے ہیں''۔

۳۰۶۸ـ **وَحَدَّثَنِيهِ** إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. مِثْلَ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث ہشام بن عروہ کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

باب تحريم الرضاعة من لبن الفحل

حرمت رضاعت مرد کے دودھ سے بھی آتی ہے

اس باب میں امام مسلم نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٦٩۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَ الْحِجَابُ قَالَتْ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ عَلَيَّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ افلح، ابوالقعیس کے بھائی جوان کے (عائشہؓ کے) رضاعی چچا تھے، نزول حجاب (پردہ کے احکام) آنے کے بعد ان کے ہاں آئے اور (اندر آنے کی) اجازت طلب کی تو میں نے انکار کردیا اجازت دینے سے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ کو بتلایا اپنے طرز عمل کے بارے میں۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں انہیں (رضاعی چچا کو) اجازت دیدیا کروں۔

تشریح:

"ان افلح" یہ افلح حضرت عائشہ کے رضاعی چچا بن رہے تھے لیکن حضرت عائشہ پر یہاں دو باتیں مشتبہ ہوگئیں ایک یہ کہ افلح ابوالقعیس کا بھائی تھا ان کے ساتھ حضرت عائشہ کی رضاعت کا کوئی واسطہ نہیں تھا یہ ایک اشتباہ ہوا۔ دوسرا اشتباہ اس میں ہوا کہ حضرت عائشہ نے ابوالقعیس کی بیوی کا دودھ پیا تھا تو مرد کے ساتھ رضاعت کس طرح آگئی؟ اسی اشتباہ کی وجہ سے حضرت عائشہ نے افلح کے اندر آنے کی اجازت دینے سے انکار کیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ یہ تیرا چچا ہے کیونکہ یہ ابوالقعیس کا بھائی ہے اور ابوالقعیس تیرا رضاعی باپ ہے اس پر حضرت عائشہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ میں نے تو ابوالقعیس کی بیوی عورت کا دودھ پیا ہے یہ مرد کس طرح میرا رضاعی باپ بن گیا؟ اس پر نبی اکرم ﷺ نے حقیقت کو واضح فرمایا کہ مرد کے نطفہ سے اور جماع سے عورت میں دودھ آتا ہے گویا یہ دودھ مرد کا ہے لہذا وہ بالواسطہ رضاعی باپ بن جاتا ہے لہذا اس کا بھائی رضاعی چچا بن جاتا ہے اسی لئے اوپر اصل عنوان میں علامہ نووی نے ماء الفحل نطفہ کا لفظ ذکر کیا ہے لیکن ایک اور شارح کے عنوان کو میں نے پسند کرلیا اور لبن الفحل بنادیا اگلی حدیثوں میں وضاحت ہے۔ بہرحال نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ کو اسی لئے عتاب کے انداز میں فرمایا کہ "تربت یمینک" کیونکہ حضرت عائشہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی تھی آئندہ حدیثوں میں اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔

۳۵۷۰۔وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَانِي عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَفْلَحُ بْنُ أَبِي قُعَيْسٍ. فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ وَزَادَ قُلْتُ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ: تَرِبَتْ يَدَاكِ أَوْ يَمِينُكِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی مندرجہ بالاحدیث اس اضافہ کے ساتھ مروی ہے کہ:''میں نے عرض کیا:''مجھے تو ان کی بیوی نے دودھ پلایا ہے مرد نے تو نہیں پلایا (تو اس سے پردہ کیوں نہ کروں) آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں'' (تیرا ناس ہو یہ جملہ اہل عرب کا محاورہ ہے اور یہاں حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے)۔

۳۵۷۱۔وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ جَاءَ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ وَكَانَ أَبُو الْقُعَيْسِ أَبَا عَائِشَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا آذَنُ لِأَفْلَحَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَتُهُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَنِي يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَكَرِهْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَكَ قَالَتْ فَقَالَ:النَّبِيُّ ﷺ ائْذَنِي لَهُ .قَالَ:عُرْوَةُ فَبِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ.

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتلایا کہ ابوالقعیس کے بھائی افلح آئے اور ان کے (حضرت عائشہؓ کے) یہاں آنے کی اجازت مانگی احکام حجاب کے نزول کے بعد۔ابوالقعیس حضرت عائشہؓ کے رضاعی باپ تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں افلح کو اجازت نہیں دوں گی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لوں کیونکہ مجھے ابوالقعیس نے تو دودھ نہیں پلایا ہے، دودھ تو مجھے اس کی بیوی نے پلایا ہے۔
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! افلح ابوالقعیس کے بھائی میرے پاس آئے تھے مجھ سے اجازت مانگ رہے تھے اندر آنے کی، مجھے اچھا نہ لگا کہ انہیں اجازت دوں جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لوں، فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''انہیں اجازت دے دو''۔حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ اسی بناء پر حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ''رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام جانو جنہیں تم نسب سے حرام جانتے ہو۔

٣٥٧٢ـ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ جَاءَ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا. بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَفِيهِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ. وَكَانَ أَبُو الْقُعَيْسِ زَوْجَ الْمَرْأَةِ الَّتِي أَرْضَعَتْ عَائِشَةَ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ تمہارے چچا ہیں تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں''۔ اور ابوالقعیس اس عورت کے شوہر تھے جنہوں نے حضرت عائشہؓ کو دودھ پلایا تھا۔

٣٥٧٣ـ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْمِرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ إِنَّ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ عَمُّكِ. قُلْتُ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ: إِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے رضاعی چچا آئے اور میرے پاس آنے کی اجازت چاہی تو میں نے ان کو اجازت دینے سے انکار کردیا اس وقت تک کہ جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے معلوم نہ کرلوں۔ جب رسول اللہ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ میرے رضاعی چچا نے آنے کی اجازت مانگی لیکن میں نے ان کو اجازت دینے سے انکار کردیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا چچا تیرے پاس آسکتا ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے آدمی نے نہیں پلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تیرا چچا ہے اس لئے تیرے پاس آسکتا ہے

٣٥٧٤. وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهَذَا الإِسْنَادِ أَنَّ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ابوالقعیس کے بھائی نے اجازت مانگی۔

٣٥٧٥ـ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا أَبُو الْقُعَيْسِ.

اس طریق سے بھی سابقہ روایت مروی ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے ابوالقعیس نے اجازت مانگی

٣٥٧٦۔وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَبُو الْجَعْدِ فَرَدَدْتُهُ قَالَ لِي هِشَامٌ إِنَّمَا هُوَ أَبُو الْقُعَيْسِ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ قَالَ: فَهَلَّا أَذِنْتِ لَهُ تَرِبَتْ يَمِينُكِ أَوْ يَدُكِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا ابوالجعد نے میرے ہاں آنے کی اجازت مانگی تو میں نے رد کر دیا۔(ہشام کہتے ہیں کہ ابوالجعد سے مراد ابوالقعیس ہی ہیں) جب نبی ﷺ تشریف لائے تو میں نے انہیں یہ بات بتلائی۔ آپ نے فرمایا: تو تم نے انہیں اجازت کیوں نہ دی۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

تشریح:

"انما هو ابو القعيس" یعنی ہشام نے کہا کہ ابوالجعد کنیت ذکر کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ ابوالقعیس کہنا چاہئے تھا ہشام کی یہ بات غلط ہے کیونکہ اس باب کی تمام احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ کے چچا نے داخل ہونے کی اجازت مانگی تھی تو ابوالقعیس حضرت عائشہ کے رضاعی باپ تھے چچا نہیں تھے لہذا صحیح اس طرح ہے کہ ابوالجعد افلح کی کنیت ہے تو ابوالجعد حضرت عائشہ کے رضاعی چچا تھے جو افلح تھے اس نے اجازت مانگی تھی۔ وہم ہشام سے ہوگیا ہے اسی طرح آئندہ روایت میں افلح قعیس بھی وہم اور غلطی ہے کیونکہ افلح ابو قعیس کا بھائی ہے بیٹا نہیں ہے اس باب کی تمام روایات میں "افلح اخو ابی القعیس" مذکور ہے وہی صحیح ہے

٣٥٧٧۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ يُسَمَّى أَفْلَحَ اسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَحَجَبَتْهُ فَأَخْبَرَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا: لَا تَحْتَجِبِي مِنْهُ فَإِنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ ان کے رضاعی چچا نے جن کا نام افلح تھا ان کے ہاں آنے کی اجازت مانگی تو انہوں نے (عائشہؓ نے) ان سے پردہ کیا، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتلائی تو آپ نے فرمایا: ان سے پردہ نہ کرو، اس لئے کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو نسب سے ہوتے ہیں"۔

٣٥٧٨۔وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ بْنُ قُعَيْسٍ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَأَرْسَلَ إِنِّي عَمُّكِ أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي. فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: لِيَدْخُلْ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے افلح بن قعیس نے میرے پاس آنے کی اجازت چاہی اور میں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ میں آپ کا چچا ہوں۔ میرے بھائی کی بیوی نے آپ کو دودھ پلایا ہے میں نے پھر بھی ان کو اجازت نہ دی۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: وہ تیرے پاس آ سکتا ہے کیونکہ وہ تیرا چچا ہے۔

باب تحريم ابنة الاخ من الرضاعة

رضاعی بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٧٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ تَنَوَّقُ فِي قُرَيْشٍ وَتَدَعُنَا فَقَالَ: وَعِنْدَكُمْ شَيْءٌ. قُلْتُ نَعَمْ بِنْتُ حَمْزَةَ. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ قریش کی خواتین کو اختیار کرتے ہیں نکاح کے لئے اور ہمیں (ہمارے خاندان) کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ کیا تمہارے ہاں بھی کوئی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! حمزہؓ کی بیٹی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ میرے واسطے حلال نہیں کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے''۔

تشریح:

''تنوق في قريش '' حضرت علی نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ ہم بنو ہاشم کو چھوڑ کر عام قریش میں شادی کرنے کو کیوں اختیار کرتے ہیں؟ ''تنوق ''میں تا پر زبر ہے نون پر بھی زبر ہے واو پر بھی شد کے ساتھ فتحہ ہے یہ صیغہ اصل میں تتنوق دو تا کے ساتھ تھا ایک تاء کو حذف کر دیا گیا تو تنوق رہ گیا یہ اختیار کرنے اور پسند کرنے اور شوق رکھنے کو کہتے ہیں جس کا اصل ناق ینوق ہے بعض نسخوں میں توق ہے جو تاق یتوق سے ہے جو میلان اور خواہش کے معنی میں ہے''وتدعنا ''یعنی ہم بنو ہاشم کو چھوڑتے ہو؟

''وعند كم شيء ''یعنی کیا تمہارے پاس کوئی مناسب لڑکی ہے جو میرے لئے جائز ہو؟

''بنت حمزة ''یعنی حمزہ کی لڑکی موجود ہے جو قبول صورت ہے کہتے ہیں اس کا نام امامہ تھا یا عمارہ تھا''ابنة اخي ''یعنی یہ لڑکی میرے

لئے حلال نہیں ہے کیونکہ یہ میرے رضاعی بھائی حمزہ کی بیٹی ہے حضرت حمزہ اور نبی پاک نے ابولہب کی باندی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا تو یہ دونوں رضاعی بھائی تھے لہذا یہ لڑکی نبی پاک کی رضاعی بھتیجی تھی۔

۳۵۸۰۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ان اسناد سے بھی سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

۳۵۸۱۔ وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيدَ عَلَى ابْنَةِ حَمْزَةَ فَقَالَ: إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الرَّحِمِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح کے لئے عرض کیا گیا تو فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ اور رضاعت سے وہ سارے رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو رحم (نسب) سے حرام ہوتے ہیں۔

۳۵۸۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مِهْرَانَ الْقُطَعِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ جَمِيعاً عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِ هَمَّامٍ سَوَاءً غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ شُعْبَةَ انْتَهَى عِنْدَ قَوْلِهِ ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ. وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ وَإِنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ. وَفِي رِوَايَةِ بِشْرِ بْنِ عُمَرَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ.

یہی سابقہ حدیث ان مختلف اسناد سے بھی منقول ہے۔ سعید کی روایت میں یہ ہے کہ رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں اور بشر بن عمر کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے حضرت جابر بن زید سے سنا

۳۵۸۳۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَيْنَ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَنِ ابْنَةِ حَمْزَةَ. أَوْ قِيلَ أَلَا تَخْطُبُ بِنْتَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: إِنَّ حَمْزَةَ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ نبی ﷺ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ: یارسول اللہ! حمزہؓ کی بیٹی سے آپ کہاں ہیں؟ (آپ کو ان کا خیال نہیں ہے) یا کہا گیا کہ آپ حمزہ بن عبدالمطلب کی بیٹی کے لئے پیغام نکاح کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا کہ: "حمزہ میرے (چچا ہونے کے علاوہ) رضاعی بھائی بھی ہیں"۔

باب تحریم نکاح الربیبة واخت المرأة

دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھنا اور ربیبہ سے نکاح کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٨٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ لَكَ فِي أُخْتِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ: أَفْعَلُ مَاذَا. قُلْتُ تَنْكِحُهَا. قَالَ: أَوَتُحِبِّينَ ذَلِكَ. قُلْتُ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِي فِي الْخَيْرِ أُخْتِي. قَالَ: فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي. قُلْتُ فَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ. قَالَ: بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ. قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ کو میری بہن بنت ابوسفیان میں کوئی رغبت ہے؟ (اس وقت حضرت ام حبیبہؓ کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے یا غالباً وہ سمجھتی ہوں گی کہ حضور علیہ السلام کو اس کی امتیازی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہوگی۔ کما فی تکملہ) آپ نے فرمایا: میں کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ اس سے نکاح کرلیں، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں تنہا تو ہوں نہیں آپ کے نکاح میں (کہ سوکن کا مسئلہ ہو) اور یہ چاہتی ہوں کہ جو میرے ساتھ اس خیر میں (آپ کے عقد میں آنے کی خیر) میں شریک ہو وہ میری بہن ہی ہو، آپ نے فرمایا: وہ میرے واسطے حلال نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اطلاع ملی ہے آپ نے درہ بنت ابی سلمہ کو پیغام نکاح دیا ہے؟ فرمایا: کیا ام سلمہ کی بیٹی سے؟ میں نے کہا جی۔ فرمایا: اگر وہ میری گود میں پرورش نہ پاتی تب بھی وہ میرے واسطے حلال نہ ہوتی کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ تو ثویبہ نے مجھے اور اس کے والد کو دودھ پلایا ہے اور تم لوگ اپنی بیٹیاں اور بہنیں میرے سامنے پیش نہ کیا کرو۔

تشریح:

''ام حبیبہ'' ام حبیبہؓ ام المؤمنین ہیں حضرت ابوسفیان کی بیٹی ہے انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کہیں پر شادی کرنا چاہتے ہیں تو اس نے سمجھا کہ دو بہنوں کے ساتھ ایک وقت میں نکاح کرنا جائز ہوگا اس لئے انہوں نے یہ پیشکش کی کہ میری بہن سے ساتھ آپ نکاح کریں ان کی بہن کا نام ''عزۃ'' تھا طبرانی میں ہے کہ اس کا نام حمنہ تھا۔ ''افعل ماذا'' یہ استفہام ہے چونکہ ام حبیبہ نے نکاح کی تصریح نہیں کی تھی صرف اتنا کہا تھا کہ کیا آپ کو رغبت ہے آپ کا ارادہ ہے اس پر آنحضرت نے پوچھا کہ تیرے کلام کا کیا مطلب ہے میں کیا کروں؟ اس نے تصریح فرمائی کہ ''تنکحها'' آپ نکاح کریں ''اوتحبین ذلک'' یہ استفہام تعجب کے لئے ہے کیونکہ عورت اپنے لئے سوکن کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی ہے اس لئے آنحضرت نے تعجب سے پوچھا کہ کیا تم اس نکاح کو پسند کروگی؟ ام حبیبہ نے جواب دیا کہ ''بمخلیة'' یہ باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے معنی یہ کہ میں نے آپ کو اپنے لئے خالی تو نہیں پاؤں گی کسی عورت سے شادی تو آپ کریں گے ''درۃ'' کے ساتھ نکاح کی بات چل رہی ہے اس لئے میں چاہتی ہوں کہ جب کوئی سوکن آنے والی ہے تو بہتر یہی ہے کہ ام المؤمنین بننے کی یہ عظیم دولت میری بہن کو حاصل ہو جائے۔

''لم تکن ربیبتی'' یعنی اس کے حرام ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ میری تربیت میں میری ربیبہ ہے اگر ربیبہ نہ بھی ہوتی پھر بھی یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے جو میرے لئے حلال نہیں ہے اس کے باپ کو اور مجھے ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا ہے ''فلا تعرضن'' یہ جمع مؤنث کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے تعرفن کی طرح ہے اور یہ واحد مؤنث کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے ''تعرضن'' پھر نون ثقیلہ کے ساتھ ہوگا ''شرکنی'' اس باب کی کئی حدیثوں میں یہ لفظ آیا ہے یہ سمع یسمع سے شریک ہونے کے معنی میں ہے۔

۳۵۸۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ سَوَاءً.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث کی طرح روایت منقول ہے۔

۳۵۸۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ شِهَابٍ كَتَبَ يَذْكُرُ أَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَتْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللَّهِ انْكِحْ أُخْتِي عَزَّةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَتُحِبِّينَ ذَلِكِ. فَقَالَتْ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّ ذَلِكِ لَا يَحِلُّ لِي

قَالَتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ. قَالَ: بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ؟ قَالَتُ نَعَمْ. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ.

حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہؓ زوجہ مطہرہ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: یارسول اللہ! آپ میری بہن عزہ سے نکاح کرلیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ کہ میں آپ کو ازواج سے خالی تو پاتی نہیں (کہ میں ہی تنہا آپ کی زوجہ ہوں اور مجھے سوکن کا خوف ہو) اور میں چاہتی ہوں کہ اس خیر میں میری بہن شریک ہوجائے۔ آپ نے فرمایا کہ: وہ میرے لئے حلال نہیں (دو بہنیں ایک ساتھ نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں) پھر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ آپ درہ بنت ابوسلمہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا کیا ام سلمہؓ کی بیٹی سے؟ میں نے کہا جی۔ فرمایا کہ ''اگر وہ میری ربیبہ بھی نہ ہوتی اور میری گود میں پرورش بھی نہ پاتی تب بھی وہ میرے لئے حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور اس کے باپ ابوسلمہؓ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ تم اپنی بیٹیاں اور بہنیں میرے سامنے مت پیش کیا کرو''۔

۳۵۸۷۔وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْهُ نَحْوَ حَدِيثِهِ وَلَمْ يُسَمِّ أَحَدٌ مِنْهُمْ فِي حَدِيثِهِ عَزَّةَ غَيْرُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ.

ان تمام اسناد سے بھی سابقہ حدیث بعینہ منقول ہے۔ لیکن ان سب راویوں میں سے یزید بن حبیب کے علاوہ کسی نے بھی اپنی روایت میں عذہ کا نام ذکر نہیں فرمایا۔

باب في المصة والمصتان والاملاجة والاملاجتان

ایک مرتبہ یا دو مرتبہ چوسنے یا گھونٹ پینے کا حکم

اس باب میں امام مسلمؒ نے دس حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۵۸۸۔حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا

إِسْمَاعِيلُ ح وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: سُوَيْدٌ وَزُهَيْرٌ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ چوسنا اور دو مرتبہ چوسنا حرمت رضاعت کے لئے کافی نہیں''۔

تشریح:

''المصة والمصتان'' دوسری روایت میں املاجۃ واملاجتان کے الفاظ آئے ہیں دونوں کا معنی چوسنے کا ہے یعنی ایک بار بچے کا چوسنا یا دو بار چوسنا اسی کو رضعۃ اور رضعتان بھی کہتے ہیں چنانچہ احادیث میں یہی تین الفاظ آئے ہیں بعض ارذو دانوں نے اس کا ترجمہ چسکی کے لفظ کے ساتھ کیا ہے یعنی ایک چسکی یا دو چسکیوں سے حرمت رضاعت نہیں آتی ہے ''مصة'' بچے کا خود پستان کو منہ میں لے کر چوسنے کو کہتے ہیں اور امصتہ امہ یعنی ماں نے بچے کو دودھ چوسوایا اسی طرح ملج الصبی ہے کہ بچے نے منہ میں پستان لے کر چوسا اور املجته امه یعنی ماں نے بچے کو دودھ چوسوایا۔

رضاعت کا مسئلہ

اب اس بات میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ کتنی مقدار دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے جس سے نسب کی حرمت کی طرح حرمت آتی ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور یعنی امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہ و جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت کا دودھ مدت رضاعت یعنی دو سال کے اندر اندر یقینی طور پر بچے کے حلق سے نیچے اتر گیا تو یہ دودھ قلیل ہو یا کثیر ہو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ مرضعہ پر اس بچے کے فروع حرام ہو جائیں گے، اور رضیع بچے پر مرضعہ اور اس کے اصول و فروع سب حرام ہو جائیں گے۔ شرح وقایہ میں بطور خاص یہ شعر کہا ہے۔

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند   وز جانب شیر خوار زوجان و فروع

دودھ پلانے والی عورت کی جانب سے اصول و فروع سارے رشتہ دار بچے پر حرام ہو جائیں گے۔ اور دودھ پینے والے بچے کی جانب سے مرضعہ پر زوجان اور بچے کے فروع حرام ہو جائیں گے، زوجان سے مراد رضیع اور اس کی بیوی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اہل ظواہر کے نزدیک حرمت رضاعت تین بار چوسنے سے ثابت ہوتی ہے امام شافعیؒ نے حرمت رضاعت کو پانچ رضعات سے وابستہ کیا ہے۔

دلائل

شوافع حضرات کی دلیل حضرت عائشہؓ کی وہ آنے والی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ قرآن کریم میں پہلے دس رضعات سے حرمت کا حکم نازل ہوا تھا پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ رضعات کا حکم آ گیا آنحضرت کے انتقال کے وقت تک وہ آیت قرآن میں پڑھی جاتی رہی امام احمد بن حنبلؒ اور اہل ظواہر نے اس باب میں ام الفضل کی روایات سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ دو رضعات سے حرمت نہیں آتی ہے لہذا تین سے حرمت آئے گی گویا انہوں نے مفہوم مخالف پر عمل کیا ہے۔
امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ یعنی جمہور نے قرآن کریم کی آیت ﴿وامھتکم الّٰتی ارضعنکم﴾ سے استدلال کیا ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ارضاع مطلق ہے خواہ ایک گھونٹ ہو یا کم وزیادہ ہو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ ارضاع باب افعال ارضعنکم کا مصدر ہے نیز احادیث میں الرضاعۃ کا لفظ بھی آیا ہے جو مصدر ہے اور مصدر میں تکرار نہیں تو ایک بار پینے سے بھی حرمت آئے گی۔ خواہ پستان سے چوس کر پی لے یا کسی برتن میں ڈال کر یا چوسنی سے چوس کر پی لے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اس میں عدد اور تعداد کی کوئی قید اور شرط نہیں۔ احناف کی عقلی دلیل یہ ہے کہ حرمت کی اصل علت جزئیت ہے کہ دودھ کی وجہ سے ایک دوسرے کے جسم میں اجزاء کا اختلاط آجاتا ہے اور اپنے جزء سے استمتاع کرنا جائز نہیں ہے اس لئے نکاح جائز نہیں اور یہ جزئیت ایک قطرہ دودھ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، لہذا حرمت ثابت ہو جائے گی خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔

الجواب:

احناف و مالکیہ نے شوافع حضرات کو یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن کی قرآنیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے، لہذا قرآن کی آیت کی موجودگی میں اس روایت کو ترک کرنا ہو گا یا تاویل کرنی پڑے گی کیونکہ قرآن کریم ایک محفوظ آسمانی صحیفہ ہے اس محفوظ کتاب میں پانچ رضعات والی آیت نہیں ہے نہ مشہور اور متواتر قرأت میں اس کا کوئی ذکر ہے اب اگر حضور اکرم ﷺ کے آخری وقت میں وہ آیت پڑھی جاتی اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد منسوخ ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ العیاذ باللہ یہ قرآن محفوظ نہیں اور یہ نظریہ ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون﴾ کے منافی ہے۔
تو اصل حقیقت یہ ہے کہ دس رضعات والی آیت پانچ رضعات والی آیت سے منسوخ ہو گئی جس کا تذکرہ حضرت عائشہؓ نے کیا ہے اور پانچ رضعات کی آیت ﴿وامھتکم الّٰتی ارضعنکم﴾ کی مطلق آیت سے منسوخ ہو گئی اب یہ آیت منسوخ التلاوۃ والحکم ہے البتہ حضرت

عائشہ کو اس سے پہلے نسخ کا علم ہو گیا اور دوسرے نسخ کا علم شاید نہیں ہوا تو انہوں نے اپنے علم کے مطابق مذکورہ حدیث بیان فرمادی۔
باقی حنابلہ اور اہل ظواہر کی دلیل کا جواب اس طرح ہے کہ ہم مفہوم مخالف کے قائل ہی نہیں تو اس کے پابند بھی نہیں نیز منطوق کے مقابلہ میں مفہوم کی طرف جانا بھی مناسب نہیں اور اس کو ماننا بھی مناسب نہیں یا ام الفضل کی روایت اس وقت کی ہے جب پانچ رضعات کا دور دورہ تھا اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا تھا جب حکم منسوخ ہوا تو سب قصہ ختم ہو گیا۔
ام الفضل کی روایت کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ''مصة'' چوسنا بچے کا فعل ہے اور ''املاجة'' ماں کا فعل ہے تو عادت اور تجربہ اس طرح ہے کہ بچہ جب پستان کو منہ میں لیتا ہے تو پستان میں جلدی دودھ نہیں آتا ہے بلکہ ایک دو مرتبہ ویسے ہی منہ مارتا ہے اسی کو فرمایا کہ اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکہ اس سے حلق میں دودھ نہیں جاتا ہے دودھ کے اترنے سے تو یقیناً رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ حنابلہ اور اہل ظواہر کو آخری جواب یہ ہے مصتان یا املاجتان یہ عدد ہے اور تعداد و عدد میں مفہوم مخالف نہیں لیا جاسکتا ہے ''قال الطیبی ومفهوم العدد ضعیف''

رضاعت کی مستثنیٰ صورتیں

یہاں چند صورتیں ہیں جو رضاعت کے مسئلہ سے مستثنیٰ ہیں کہ رضاعت میں جائز اور نسب میں وہاں نکاح منع ہے۔
(١) نسبی بھائی کی رضاعی بہن جائز ہے (٢) رضاعی بھائی کی نسبی بہن جائز ہے (٣) رضاعی بھائی کی رضاعی بہن جائز ہے (٤) رضاعی بیٹے کی نسبی بھائی سے نکاح صحیح ہے (٥) نسبی بیٹے کی رضاعی بہن جائز ہے (٦) رضاعی بیٹے کی رضاعی بہن جائز ہے (٧) نسبی بہن کے رضاعی بھائی سے نکاح صحیح ہے (٨) رضاعی بہن کے نسبی بھائی سے نکاح جائز ہے (٩) رضاعی بہن کے رضاعی بھائی سے نکاح جائز ہے یہ کل نو صورتیں ہیں جو مستثنیٰ ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں کچھ اور صورتیں بھی ہیں لیکن شارحین حدیث یہ نو صورتیں بیان کرتے ہیں۔
بہر حال رضاعت کی حکمت وعلت میں نے کتاب الرضاع کے ابتدائی باب میں لکھدی ہے یہاں چند احادیث نقل کرنا مناسب ہوگا جس سے معلوم ہو جائے کہ قلیل رضاعت سے بھی حرمت آجاتی ہے۔

(١) روی ابو حنیفة عن الحکم بن عتیبة عن القاسم بن المغیرة عن شریح بن هانیء عن علی بن ابی طالب ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یحرم من الرضاع مایحرم من النسب قلیله و کثیره کذا فی الجواهر المنیفة للزبیدی ج ١ ص ١٥٩ ورجاله ثقات

(٢) و کذا حجة الجمهور کل ماروی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه حکم بالتحریم علی مطلق الارضاع کما قال حرم من الرضاع ما حرم من النسب

(۳) و کذلک حجتهم آثار کثیرة من الصحابة فمنها ما رواه النسائی عن قتادة قال کتبنا الی ابراهیم النخعی نسأله عن الرضاع فکتب ان شریحا حدثنا ان علیا وابن مسعود کانا یقولان یحرم من الرضاع قلیله وکثیره (نسائی)

(۴) وفی المؤطا لمحمد قال اخبرنا مالک قال اخبرنا ثور بن زیدان ابن عباس کان یقول ماکان فی الحولین وان کانت مصة واحدة تحرم (مؤطا امام محمد)

(۵) عن ابن جریج قال اخبرنی عمرو بن دینار انه سمع ابن عمر سأله رجل اتحرم رضعة او رضعتان؟ فقال ما نعلم الاخت من الرضاعة الا حراما فقال رجل ان امیر المؤمنین یرید ابن الزبیر یزعم انه لاتحرم رضعة ولا رضعتان فقال ابن عمرؓ قضاء الله خیر من قضائک وقضاء امیر المؤمنین (مصنف عبدالرزاق) وانه یقول واخواتکم من الرضاعة ولم یقل رضعة ولا رضعتین (مصنف عبدالرزاق ج۷ص ۴۶۶)

۳۵۸۹۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنِ الْمُعْتَمِرِ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِي فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي كَانَتْ لِي امْرَأَةٌ فَتَزَوَّجْتُ عَلَيْهَا أُخْرَى فَزَعَمَتِ امْرَأَتِي الْأُولَى أَنَّهَا أَرْضَعَتِ امْرَأَتِي الْحُدْثَى رَضْعَةً أَوْ رَضْعَتَيْنِ. فَقَالَ: نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ . قَالَ: عَمْرٌو فِي رِوَايَتِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ.

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا، آپ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میری ایک بیوی تھی میں نے اس پر دوسرا نکاح کر لیا۔ اب میری پہلی بیوی نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس نے میری دوسری بیوی کو ایک یا دو گھونٹ دودھ پلایا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک یا دو بار چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی"۔

۳۵۹۰۔ **وَحَدَّثَنِي** أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ هَلْ تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ الْوَاحِدَةُ قَالَ: لَا .

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنو عامر بن صعصعہ کے ایک آدمی نے پوچھا کہ یا نبی اللہ! کیا ایک

گھونٹ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے؟ فرمایا کہ نہیں!

۳۵۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ أَوِ الرَّضْعَتَانِ أَوِ الْمَصَّةُ أَوِ الْمَصَّتَانِ .

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک گھونٹ یا دو گھونٹ پینا، یا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ چوسنا حرمت ثابت نہیں کرتا''۔

۳۵۹۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعاً عَنْ عَبْدَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ أَمَّا إِسْحَاقُ فَقَالَ: كَرِوَايَةِ ابْنِ بِشْرٍ أَوِ الرَّضْعَتَانِ أَوِ الْمَصَّتَانِ .وَأَمَّا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فَقَالَ: وَالرَّضْعَتَانِ وَالْمَصَّتَانِ .

حضرت ابن عروبہ رضی اللہ عنہ سے ان اسناد کے ساتھ بھی یہ سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس طریق میں اختلاف الفاظ مذکور ہے۔ مطلب ومفہوم ایک ہی ہے۔

۳۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تُحَرِّمُ الإِمْلَاجَةُ وَالإِمْلَاجَتَانِ .

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک یا دو مرتبہ چوسنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی''۔

۳۵۹۴۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ أَتُحَرِّمُ الْمَصَّةُ فَقَالَ: لَا .

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ ایک مرتبہ چوسنا حرمت کے لئے کافی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں''۔

۳۵۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا

فَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ. ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُنَّ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ قرآن میں (حرمتِ رضاعت کے بارے میں) دس مرتبہ معلوم طور پر چوسنا حرمت کے لئے ضروری ہے نازل ہوا تھا، پھر پانچ مرتبہ چوسنے کے حکم سے دس مرتبہ چوسنے والا حکم منسوخ کردیا گیا (اور پانچ رضعات کا حکم رہ گیا) پس رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ (پانچ رضعات والا حکم) اسی طرح قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔

تشریح:

"فتوفی رسول اللہ" یعنی نبی اکرم ﷺ کا انتقال ہوگیا اور پانچ رضعات والی آیت قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔

سوال: یہ ایک جملہ ہے کیونکہ آنحضرت کی وفات کے بعد تو کسی آیت کا منسوخ ہونا ممکن نہیں ہے اور اگر آیت غیر منسوخ موجود ہے تو قرآن پاک میں کہاں ہے؟ قرآن تو ایک محفوظ کتاب ہے جس کے زبر زیر میں ردوبدل نہیں ہوسکتا ہے تو پانچ رضعات والی آیت کیسے غائب ہوئی ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ سمجھ لو کہ امت کا اس پر اجماع ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ پانچ رضعات والی آیت کتاب اللہ میں نہیں ہے اور نہ کسی آیت کی طرح کسی کے نزدیک اس کی تلاوت جاری تھی یا ہے اس لئے علماء کے ایک طبقہ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عائشہ کی اس روایت کا یہ حصہ شاذ ہے اور معلول ہے غیر مقبول ہے، امام طحاوی اور اس کے موافقین نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے باقی صحیح مسلم کی بعض روایات پر گرفت اس کے عموم صحت سے مستثنیٰ ہے۔ علماء کے دوسرے طبقے نے اس حدیث کو صحیح اور ثابت مانا ہے لیکن اس میں یہ تاویل کی ہے۔ علامہ ماردینی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیثؒ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے دس رضعات والی آیت اتری پھر وہ پانچ رضعات والی آیت سے منسوخ ہوگئی پھر قرآن میں رضاعت سے متعلق مطلق آیت آگئی اس مطلق آیت نے پانچ رضعات والی آیت کو منسوخ کردیا اب مطلق رضاعت سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی عبارت یوں ہے **فحدیثها دلیل علی ان الایة نزلت مقیدة بعشر رضعات اولا ثم نسختها خمس رضعات ثم بقیت الآیة بلا تقیید وصار مطلق الارضاع حراما** (تکملۃ فتح الملہم ج ۱ ص ۳۹) علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ پانچ رضعات والی آیت کی منسوخیت بالکل آخر زمانے میں اتری یہاں تک کہ آنحضرت کا جب انتقال ہوگیا تو پھر بھی بعض لوگ پانچ رضعات والی آیت کو پڑھتے رہے اور اس کو غیر منسوخ متلو قرآن سمجھتے رہے کیونکہ ان تک نسخ کا علم نہیں پہنچا تھا پھر جب ان کو نسخ کا علم ہوگیا تو انہوں نے رجوع کرلیا

اور پھر اجماع ہوگیا کہ اب یہ آیت نہیں پڑھی جائے گی۔

٣٥٩٦۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُولُ وَهِيَ تَذْكُرُ الَّذِي يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ نَزَلَ فِي الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ ثُمَّ نَزَلَ أَيْضاً خَمْسٌ مَعْلُومَاتٌ.

عمرة رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سنا کہ وہ رضاعت سے حرام ہونے والے (رشتوں کا) تذکرہ کررہی تھیں۔ عمرۃؓ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: قرآن میں دس رضعات (دس مرتبہ دودھ چوسنا) نازل ہوا، پھر پانچ مرتبہ چوسنے کے بارے میں بھی نازل ہوا۔

٣٥٩٧۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُولُ. بِمِثْلِهِ.

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سابقہ حدیث ہی کی طرح سنا ہے۔

باب رضاعة الكبير

بلوغت کے بعد دودھ پینے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

٣٥٩٨۔ **حَدَّثَنَا** عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَائَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرَى فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ وَهُوَ حَلِيفُهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْضِعِيهِ. قَالَتْ وَكَيْفَ أُرْضِعُهُ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيرٌ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيرٌ. زَادَ عَمْرٌو فِي حَدِيثِهِ وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْراً. وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سہلہ بنت سہیلؓ، نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ یارسول اللہ! میں ابوحذیفہ (شوہر) کے چہرہ پر ناگواری کے اثرات دیکھتی ہوں سالمؓ کے گھر میں آنے سے (سالم، حذیفہ کے

مولیٰ تھے) اور سالم حذیفہ کے حلیف ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے دودھ پلا دو (اپنا)، انہوں نے عرض کیا کہ میں اسے کیسے دودھ پلاؤں وہ تو بڑی عمر کا مرد ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ وہ بڑی عمر کا مرد ہے (اور وہ غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے)۔

تشریح:

"سھلة بنت سہیل" یہ ابوحذیفہ کی بیوی تھی قدیم الاسلام تھی ابوحذیفہ کے ساتھ حبشہ کی ہجرت میں شریک تھی "اری فی وجه ابی حذیفة" یعنی میں دیکھتی ہوں کہ ابوحذیفہ کے چہرہ پر کراہت کے آثار آتے ہیں جب سالم ہمارے گھر میں داخل ہوتا ہے "وھو حلیفه" یعنی سالم ابوحذیفہ کا حلیف ہے۔ اصل قصہ یہ تھا کہ ابوحذیفہ نے سالم کو متبنیٰ اور منہ بولا بیٹا بنالیا تھا اور اپنا حلیف بھی بنایا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تو میرا وارث بنے گا اور تیرے مرنے کے بعد میں تیرا وارث بنوں گا لوگ اس کو سالم بن ابی حذیفہ کے نام سے پکارتے تھے اور منہ بولا بیٹا ہر معاملہ میں حقیقی بیٹے کی طرح ہوتا تھا جب اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے کے رشتہ کو ختم کردیا تو اب سالم کے بیٹے ہونے کے سارے حقوق ختم ہوگئے ان کا نام سالم مولی ابی حذیفہ ہوگیا اور وہ اس گھر کے لئے اجنبی کی طرح ہوگیا اور پردے کا مسئلہ پیدا ہوگیا اسی وجہ سے اب حضرت ابوحذیفہ ان کے آنے جانے سے بوجھ محسوس کرنے لگا اور لوگوں نے ان کو سالم مولی ابی حذیفہ کے نام سے یاد کیا، یہ حذیفہ کے غلام نہیں تھے۔ مولی ابی حذیفہ کی نسبت موالات کی نسبت ہے حضرت ابوحذیفہ کی بیوی نے جب ابوحذیفہ کی کراہت محسوس کی تو آنحضرت کے سامنے پوری حقیقت ظاہر کردی۔

"ارضعیه" یعنی تم اس لڑکے کو دودھ پلا دو یہ تیرا رضاعی بیٹا بن جائے گا پھر ابوحذیفہ بوجھ محسوس نہیں کرے گا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ممکن ہے دودھ کسی برتن میں نکال کر اس کو پلا دیا ہوگا تو جسم کے چھونے کا مسئلہ نہیں آیا اور ہوسکتا ہے کہ دودھ تو پستان سے چوس لیا مگر جسم کو چھو لینے سے بچالیا، یہ عجیب بات ہے، بہرحال اس خاتون نے تعجب کے طور پر پوچھا کہ یارسول اللہ! وہ تو بڑا آدمی ہے اس کی داڑھی ہے میں اس کو دودھ کس طرح پلادوں؟ آنحضرت مسکرا کر ہنسنے لگے اور فرمایا یہ تو میں جانتا ہوں کہ وہ بڑا ہے تم پلا دو جب اس نے دودھ پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ابوحذیفہ کے دل سے وہ بوجھ اُتار لیا جو پہلے وہ محسوس کرتا تھا۔

کیا بالغ کو دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

بالغ لڑکے کو دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ تو احادیث کے اختلاف کی وجہ سے فقہاء میں اختلاف آگیا ہے حضرت عائشہ اور ابن حزم اور داؤد ظاہری کے نزدیک رضاعت ثابت ہوجاتی ہے ان حضرات نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ رضاعت تو بچپن میں ثابت ہوتی ہے لیکن اگر مجبوری ہو پردے کا مسئلہ ہو سخت ضرورت ہو تو اس وقت بالغ کو دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوجائے گی جس طرح سالم مولی ابوحذیفہ کی مجبوری تھی۔

جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے ان حضرات نے قرآن کی آیت حولین کاملین سے استدلال کیا ہے اسی طرح "انما الرضاعة من المجاعة" سے بھی استدلال کیا ہے اور اس باب کی ان احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں حضرت ام سلمہ اور دیگر ازواج نے حضرت عائشہ سے اختلاف کیا ہے اور ان کی رائے پر نکیر کی ہے معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک بالغ کے دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے ۔

حرمت رضاعت کی مدت

اب جمہور کے ہاں آپس میں اختلاف پیدا ہوگیا کہ حرمت رضاعت کے لئے مدت کی مقدار کتنی ہے تو اس میں چار اقوال اور چار مذاہب ہیں۔

پہلا مذہب: یہ مذہب امام شافعی امام احمد سفیان ثوری اور صاحبین اور جمہور کا ہے ان کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے۔

دوسرا مذہب: امام زفر اور اوزاعی شام کا ہے وہ کہتے ہیں کہ مدت رضاعت تین سال ہے

تیسرا مذہب: تیسرا مذہب امام مالک کا ہے وہ کہتے ہیں کہ مدت رضاعت دو سال سے کچھ زیادہ ہے ان کے ہاں راجح یہی ہے کہ دو سال دو ماہ ہے۔

چوتھا مذہب: چوتھا مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے وہ یہ کہ مدت رضاعت ڈھائی سال ہے بہرحال ہر مذہب والوں نے اپنے اپنے انداز سے بہتر طور پر نصوص سے استدلال کیا ہے لیکن فتویٰ جمہور کے مذہب پر ہے جس کی طرف صاحبین بھی گئے ہیں۔

۳۵۹۹۔وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعاً عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَالِماً مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ كَانَ مَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَيْتِهِمْ فَأَتَتْ تَعْنِي ابْنَةَ سُهَيْلٍ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ إِنَّ سَالِماً قَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا وَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئاً. فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ وَيَذْهَبِ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ .فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُهُ فَذَهَبَ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سالمؓ مولی ابوحذیفہ، ابوحذیفہ اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ان کے گھر میں رہتے تھے، سہلہ بنت سہیل (زوجہ ابوحذیفہ) نبی کے پاس آئیں اور کہا کہ سالم مردوں کی طرح بالغ ہوگیا

اور مردوں کی سی عقل رکھنے لگا ہے (یعنی جوان ہوگیا ہے) اور وہ ہمارے پاس آتا ہے جب کہ میرا خیال ہے کہ ابو حذیفہ کے دل میں اس کے بارے میں کچھ ناگواری پائی جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اسے دودھ پلا دو تو وہ تم پر حرام ہو جائے گا اور ابو حذیفہ کے دل میں جو بات (خدشہ) وغیرہ ہوگی وہ ختم ہو جائے گی۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور کہا کہ میں نے سالم کو دودھ پلا دیا ہے اور ابو حذیفہ کے دل سے بھی وہ کراہت وناگواری جاتی رہی۔

٣٦٠٠۔وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ:حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ سَالِماً مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ مَعَنَا فِي بَيْتِنَا وَقَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَلِمَ مَا يَعْلَمُ الرِّجَالُ .قَالَ: أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ .قَالَ:فَمَكَثْتُ سَنَةً أَوْ قَرِيباً مِنْهَا لَا أُحَدِّثُ بِهِ وَهِبْتُهُ ثُمَّ لَقِيتُ الْقَاسِمَ فَقُلْتُ لَهُ لَقَدْ حَدَّثْتَنِي حَدِيثاً مَا حَدَّثْتُهُ بَعْدُ .قَالَ:فَمَا هُوَ فَأَخْبَرْتُهُ .قَالَ:فَحَدِّثْهُ عَنِّي أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْنِيهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سہلہ بنت سہیل بن عمروؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہ ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہتا ہے اور وہ مردوں کی طرح بالغ ہوگیا ہے اور وہ ساری باتیں جاننے لگا ہے جو مرد جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اسے اپنا دودھ پلا دو تو وہ تم پر حرام ہو جائے گا (رضاعی بیٹا بن جائے گا) ابن ابی ملیکہ (راوی) کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کو ایک سال تک بیان کرنے سے رکا رہا اس ڈر سے (کہ کہیں لوگ اسے غلط نہ سمجھیں) پھر میں قاسم بن محمد سے ملا اور کہا کہ آپ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی تھی اور اس کے بعد وہ میں نے کسی سے بیان نہیں کی۔ انہوں نے کہا وہ کونسی؟ میں نے بتلایا تو انہوں نے کہا اسے بیان کرو کہ یہ حضرت عائشہؓ نے مجھے (قاسم کو) بتلائی ہے۔

تشریح:

”وعلم ما یعلم من الرجال“ یعنی بالغ مردوں کی طرح عورتوں کے احوال سے واقف ہوگیا ہے ”قال“ یعنی اس حدیث کے راوی ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث قاسم بن محمد سے سنی لیکن ایک سال کے قریب تک میں نے کسی کو اس کی روایت نہیں کی.
”وھبتہ“ ھاب یھاب سے ہے ڈرنے کے معنی میں ہے یہ صیغہ را کے ساتھ رھبتہ بھی ہے جو ڈرنے کے معنی میں ہے یعنی مجھے یہ ڈر تھا کہ لوگ اس حدیث کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کریں گے مگر مجھے قاسم سے توثیق ہوگئی انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ کی روایت ہے تم بیان

کیا کرو کسی سے نہ ڈرو۔

۳۶۰۱۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ لِعَائِشَةَ إِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْكِ الْغُلَامُ الْأَيْفَعُ الَّذِي مَا أُحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ. قَالَ: فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَمَا لَكِ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أُسْوَةٌ قَالَتْ إِنَّ امْرَأَةَ أَبِي حُذَيْفَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ سَالِمًا يَدْخُلُ عَلَيَّ وَهُوَ رَجُلٌ وَفِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ شَيْءٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرْضِعِيهِ حَتَّى يَدْخُلَ عَلَيْكِ

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ام سلمہ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "آپ کے پاس ایک قریب البلوغ لڑکا آتا ہے، میں تو پسند نہیں کرتی کہ وہ میرے پاس آئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کے طرز عمل میں) اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟ بے شک ابوحذیفہؓ کی بیوی نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا یارسول اللہ! بے شک سالم میرے پاس آتا ہے اور وہ پورا مرد ہے جب کہ ابوحذیفہ کے دل میں کچھ ناگواری ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنا دودھ پلا دو تا کہ وہ تمہارے پاس آ جا سکے۔

۳۶۰۲۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ نَافِعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ لِعَائِشَةَ وَاللَّهِ مَا تَطِيبُ نَفْسِي أَنْ يَرَانِي الْغُلَامُ قَدِ اسْتَغْنَى عَنِ الرَّضَاعَةِ. فَقَالَتْ لِمَ قَدْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ. قَالَتْ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرْضِعِيهِ. فَقَالَتْ إِنَّهُ ذُو لِحْيَةٍ. فَقَالَ: أَرْضِعِيهِ يَذْهَبْ مَا فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ. فَقَالَتْ وَاللَّهِ مَا عَرَفْتُهُ فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ.

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے وہ لڑکا دیکھے جو رضاعت سے مستغنی ہو چکا ہو، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کیوں؟ حالانکہ سہلہ بنت سہیل رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں ابوحذیفہ کے چہرہ پر سالم کی آمد کی وجہ سے ناگواری محسوس کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اس کو دودھ پلا دے۔ سہلہؓ نے عرض کیا: وہ داڑھی والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کو دودھ پلا دے۔ اس سے ابوحذیفہ کے دل میں جو کراہت ہے وہ

جاتی رہے گی۔ سہلہ کہتی ہیں اللہ کی قسم! پھر میں نے ابوحذیفہ کے چہرہ پر ناگواری کے اثرات نہیں دیکھے۔

۳۶۰۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ أَنَّ أُمَّهُ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّهَا أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ تَقُولُ أَبَى سَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يُدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ أَحَداً بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ وَاللَّهِ مَا نَرَى هَذَا إِلَّا رُخْصَةً أَرْخَصَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِسَالِمٍ خَاصَّةً فَمَا هُوَ بِدَاخِلٍ عَلَيْنَا أَحَدٌ بِهَذِهِ الرَّضَاعَةِ وَلَا رَائِينَا.

حضرت ام سلمہ زوجہ مطہرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے فرماتی تھیں کہ نبی کی تمام ازواج نے انکار کردیا تھا اس بات سے کہ اس طرح سے بڑی عمر میں رضاعت اور دودھ پی کر کوئی ان کے پاس آئے اور ان سب نے عائشہؓ سے کہا کہ: ''اللہ کی قسم! ہمارا نہیں خیال سوائے اس کے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی رخصت صرف خاص سالمؓ کے لئے دی تھی پس نہ ہی اس رضاعت کی وجہ سے کوئی ہمارے پاس داخل ہوا اور نہ ہی کوئی ہمارا دیکھنے والا بنا۔

تشریح:

''غلام الايفع '' ایفع اور ایفاع نوعمر نوجوان کو کہتے ہیں یہ سابق روایت کا لفظ ہے ''فماھو'' یہ ضمیر شان ہے یعنی ہم پر اس رضاعت کی وجہ سے کوئی داخل نہیں ہوگا ''ولا رائينا'' راء اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی اس طرح کوئی شخص ہم کو نہیں دیکھ سکتا ہے کیونکہ بلوغت کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے ازواج مطہرات نے حضرت عائشہ کی رائے سے سخت اختلاف کیا ہے یہ حضرت عائشہ کا تفرد ہے ابن حزم کے علاوہ ساری امت دوسری طرف ہے البتہ ابن تیمیہ نے اس کو شدید مجبوری پر حمل کیا ہے لیکن ازواج مطہرات نے اس کو خصوصیت سالم پر حمل کیا ہے جو خصوصیت پیغمبری بھی ہے۔

۳۶۰۴۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعِنْدِي رَجُلٌ قَاعِدٌ فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ وَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ. قَالَتْ فَقَالَ: انْظُرْنَ إِخْوَتَكُنَّ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس ایک

شخص بیٹھا ہوا تھا، آپ کو یہ بات بہت سخت ناگوار ہوئی اور میں نے آپ کے چہرہ پر غصہ کے اثرات دیکھے تو میں نے فوراً عرض کیا یارسول اللہ! یہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رضاعی بھائیوں میں بھی ذرا غور سے کام کیا کرو کیونکہ رضاعت بھی وہی معتبر ہے جو بھوک کے وقت ہو۔ (جب بچہ کو دودھ کی ضرورت ہو)۔

تشریح:

''الــغــضــب'' یعنی نبی اکرم اس شخص کے بیٹھنے سے غضبناک ہوئے جس کو حضرت عائشہ نے محسوس کیا تو فرمایا کہ یارسول اللہ! یہ میرا رضاعی بھائی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تم خیال کرو رضاعت تو مدت رضاعت میں ثابت ہوتی ہے اس کلام میں خفی اشارہ ہے کہ اس شخص کی رضاعت مدت رضاعت میں نہیں تھی لہذا پردہ ضروری تھا۔

۳۶۰۵۔**وَحَدَّثَنَاهُ** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِى قَالاَ جَمِيعاً حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِى زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِىٍّ جَمِيعاً عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِىُّ عَنْ زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِى الشَّعْثَاءِ بِإِسْنَادِ أَبِى الأَحْوَصِ كَمَعْنَى حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّهُمْ قَالُوا مِنَ الْمَجَاعَةِ.

ان مختلف اسناد کے ساتھ سابقہ روایت (آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے رضاعی بھائیوں میں ذرا غور سے کام لو کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہے جو بھوک کے وقت ہو) منقول ہے۔

باب جواز وطیء المسبیة بعد الاستبراء

استبراء رحم کے بعد قید عورت سے جماع کرنا جائز ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۶۰۶۔**حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْقَوَارِيرِىُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِى عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِى الْخَلِيلِ عَنْ أَبِى عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِىِّ عَنْ أَبِى سَعِيدٍ الْخُدْرِىِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشاً إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاساً مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِى ذَلِكَ (

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) أَيْ فَهُنَّ لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے روز اوطاس کی طرف ایک لشکر بھیجا، اس لشکر کی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی، لڑائی کے بعد مسلمان ان پر غالب آگئے اور ان کے بہت سے لوگوں کو قید کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ ان قیدی عورتوں سے صحبت کرنے سے باز رہے (اور اسے گناہ سمجھا) ان کے مشرک شوہروں کی وجہ سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ والمحصنات من النساء الایۃ'' (یعنی جو عورتیں شوہر والیاں ہیں وہ تم پر حرام ہیں مگر وہ عورتیں جن کے تم مالک بن گئے ہو وہ تمہارے لئے حلال ہیں) یعنی جب ان کی عدت گزر جائے۔ (اور یہ عدت ایک حیض ہے)۔

تشریح:

''یوم حنین ''حنین ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے چھبیس کلومیٹر کے فاصلے پر طائف کی طرف واقع ہے فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ ثقیف کا سردار مالک بن نصیر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہا ہے آنحضرت بارہ ہزار لشکر جرار کو لیکر شوال کے مہینے آٹھ ہجری میں وادی حنین کی طرف روانہ ہوئے، ابتداء میں مسلمانوں کو عارضی شکست ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور کفار مغلوب ہوگئے، وادی حنین سے بھاگ کر کفار کا بڑا جتھا مقام اوطاس میں اکٹھا ہوگیا اور کچھ لوگ جا کر طائف کے قلعہ میں قلعہ بند ہوگئے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو عامر اشعریؓ کی قیادت میں مسلمانوں کا لشکر اوطاس کی طرف روانہ کردیا پھر ابوموسی اشعریؓ کو بھی روانہ کردیا کفار نے اپنے لشکر اور سارے اموال اور بیوی بچوں اور جانوروں کو میدان میں لاکھڑا کیا تاکہ خوب جنگ کرے اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست سے دوچار کردیا، چھ ہزار آدمی عورتوں بچوں سمیت قید ہوگئے، چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں ہاتھ آئیں اور بہت دینار اور درہم ہاتھ لگے، حنین کے کھلے میدان میں یہ مال غنیمت تقسیم ہوگیا اسی میں عورتیں بھی تقسیم ہوگئیں اور ان کے ساتھ جماع کو جائز قرار دیا اور ''والمحصنت من النساء'' میں اس کا اعلان فرمادیا۔

استبراء رحم کی تحقیق

استبراء لغت میں طلب برأت اور کسی چیز کو کسی عیب وغیرہ سے پاک کرنے کے معنی میں آتا ہے اور فقہی اصطلاح میں لونڈی کے رحم کو حمل سے خالی ہونے کو طلب کرنا استبراء ہے، سبب استبراٗ تجدد ملک ہے یعنی لونڈی کا مالک ہوجانا خواہ یہ ملک خرید و فروخت سے حاصل ہو یا میراث سے ہو یا ہبہ سے ہو یا مال غنیمت کی تقسیم سے ہو الغرض جس سبب سے بھی ہو مگر جب تجدد ملک متحقق ہوگیا تو استبراٗ لازم ہے۔ استبراٗ کی حکمت یہ ہے کہ لونڈی سے پیدا شدہ بچہ میں اشتباہ نسب ختم ہوجاتا ہے کیونکہ استبراٗ کے بغیر وطی کے ذریعہ سے جو بچہ پیدا ہوگا اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ غیر کے نطفہ سے ہو اب اگر اس کو اپنی طرف منسوب کرے تو احتمال ہے کہ دوسرے کا بچہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور اگر

دوسرے کی طرف منسوب کرے تو احتمال ہے کہ اپنا بچہ دوسرے کی طرف منسوب کرتا ہے اور یہ سب صورتیں شرعاً حرام ہیں اسی حکمت کی طرف اس باب کی احادیث میں اشارے ہیں "اذا انقضت عدتھن "یعنی جب عدت مکمل ہوجائے اور قید ہونے سے گرفتار عورت کا نکاح خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔

استبراء کی تفصیل

جمہور ائمہ کے نزدیک اصل مذہب یہ ہے کہ ملکیت میں آنے والی لونڈی اگر ذوات حیض سے ہو تو استبراءِ رحم کے لئے ایک ہی حیض کافی ہے۔ اور اگر بوجہ صغر یا کبر عمر حیض نہ آتا ہو تو استبراء کے لئے ایک مہینہ کافی ہے استبراءِ رحم سے پہلے جماع کرنا حرام ہے اور اگر ملک میں آنے والی لونڈی حاملہ ہو تو استبراءِ رحم کے لئے وضع حمل کافی ہے پھر یہ استبراء صغیرہ، کبیرہ یا باکرہ ثیبہ سب کے لئے لازم ہے۔

سوال:۔ اب سوال یہ ہے کہ استبراء کی ضرورت تو وہاں ہوتی ہے جہاں اشتغال رحم کا امکان ہو، تاکہ نسب میں اشتباہ نہ آئے کیونکہ ممکن ہے کہ غیر کا نطفہ رحم میں موجود ہو لیکن جہاں اشتغال رحم کا بالکل امکان نہ ہو وہاں استبراء کی کیا ضرورت ہے؟ مثلاً لونڈی صغیرہ ہے یا باکرہ ہے یا کسی بچہ کی لونڈی تھی یا لونڈی کی مالکہ کوئی عورت تھی یا مالک اس لونڈی کا محرم تھا ان تمام صورتوں میں اشتغال رحم کا امکان نہیں تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان صورتوں میں استبراء نہ ہو۔

جواب:۔ اس سوال کا جواب جمہور فقہاء اس طرح دیتے ہیں کہ چونکہ استبراء سے متعلق نصوص اور احادیث مطلق ہیں لہذا ہم نے نصوص کو لے لیا اور قیاس کو چھوڑ دیا اسلئے بطور امر تعبدی ہم نے ہر جگہ استبراء کو ضروری مان لیا، مطلق نصوص کا مطلب یہ ہے کہ جنگ حنین اور جنگ اوطاس کے موقع پر حضور اکرم نے فرمایا کہ خبردار حاملہ لونڈی سے وضع حمل تک جماع نہ کرو اور غیر حاملہ سے ایک حیض آنے تک جماع نہ کرو یہاں غیر حاملہ کا لفظ عام ہے باکرہ صغیرہ وغیرہ کا ذکر نہیں اسی مطلق کو جمہور نے قبول کرکے قیاس کو ترک کردیا ہے۔ موطا مالک میں ایک روایت ہے جس کی روایت امام مالک نے کی ہے جس میں یہ آتا ہے کہ اگر لونڈی حیض والی نہیں تو پھر تین ماہ عدت ہے یہ روایت متروک العمل ہے، ابن شہاب زہری کے سوا کسی نے اس پر عمل نہیں کیا ہے کیونکہ ایک حیض یا ایک مہینہ کے نصوص عام ہیں اسی طرح ایک روایت ہے جو حضرت ابن عمر سے منقول ہے وہ بھی جمہور فقہاء کے ہاں متروک العمل ہے جس میں یہ آیا ہے کہ باکرہ کے لئے استبراء نہیں ہے

۳۶۰۷۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ أَنَّ أَبَا عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيَّ حَدَّثَ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ يَوْمَ حُنَيْنٍ سَرِيَّةً. بِمَعْنَى حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْهُنَّ فَحَلَالٌ لَكُمْ وَلَمْ

يَذْكُرْ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ.

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے غزوہ حنین کے دن ایک سریہ (چھوٹا لشکر) روانہ فرمایا (بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی) لیکن اس روایت میں یہ ہے (الا ما ملکت ایمانکم) یعنی جو تمہارے قبضہ میں آجائیں ان میں سے بھی تمہارے لئے حلال ہے اور اس روایت میں ان کی عدت گذرنے کا ذکر نہیں۔

٣٦٠٨۔وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت ہی کی طرح حدیث منقول ہے۔

٣٦٠٩۔وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ:أَصَابُوا سَبْياً يَوْمَ أَوْطَاسٍ لَهُنَّ أَزْوَاجٌ فَتَخَوَّفُوا فَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کو اوطاس والے دن کچھ ایسی قیدی عورتیں ہاتھ لگیں جن کے شوہر (مشرک) موجود تھے۔ صحابہؓ ان سے صحبت کرنے سے ڈرتے رہے تو یہ آیت نازل کی گئی: والمحصنات من النساء الایۃ''(عورتوں میں سے شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں سوائے ان عورتوں کے جو قید کے ذریعہ تمہاری ملک میں آگئیں)۔

٣٦١٠۔وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

حضرت قتادہ سے ان اسناد کے ساتھ سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت مروی ہے۔

باب الولد للفراش وللعاهر الحجر

بچہ صاحب فراش شوہر کا ہے زنا کار کے لئے پتھر ہے

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٣٦١١۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ فَقَالَ: سَعْدٌ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ وَقَالَ: عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللَّهِ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهاً بَيِّناً بِعُتْبَةَ فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ. قَالَتْ فَلَمْ يَرَ سَوْدَةَ قَطُّ وَلَمْ يَذْكُرْ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَوْلَهُ يَا عَبْدُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہؓ کے مابین ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ! یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اور انہوں نے مجھ سے کہہ رکھا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے آپ ﷺ اس کی شباہت دیکھ لیں (کس کے ساتھ ہے) عبد بن زمعہؓ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے اور یہ میرے والد کی ایک باندی تھی اس سے پیدا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے کو دیکھا تو اس کی واضح شباہت عتبہ سے نظر آئی۔ آپ نے فرمایا: اے عبد! یہ تمہارا بھائی ہے۔ لڑکا اسی کا ہے جس کے فراش پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ اور اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کرو۔ چنانچہ سودہؓ نے پھر کبھی اسے نہیں دیکھا۔ محمد بن رمح نے آپ ﷺ کے قول (یا عبد) کو ذکر نہیں کیا۔

تشریح:

''اختصم سعد''یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ کے درمیان ایک لڑکے کو قبضہ کرنے میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔

اس حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ ایک سعد بن ابی وقاص ہے دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ہے جو اس کا بھائی ہے حضرت سعد ایمان لے آیا تھا اور عتبہ کفر پر مرا بلکہ عتبہ وہی بد بخت ہے جس نے جنگ احد کے موقع پر آنحضرت کے دندان مبارک شہید کئے تھے۔ عتبہ نے زمعہ کی لونڈی سے زنا کیا تھا زمعہ حضرت سودہ کے باپ کا نام ہے اور ان کے بیٹے کا نام عبد ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔

جاہلیت کے اصول کے مطابق اگر کوئی شخص کسی کی لونڈی سے زنا کرتا اور اس کے نتیجے میں بچہ پیدا ہوتا تو وہ بچہ اسی زانی کا ہوتا تھا اور ان کی اولاد میں شمار ہوتا تھا، اسی اصول کے تحت عتبہ نے اپنے بھائی حضرت سعدؓ کو وصیت کر رکھی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرا ہے کیونکہ یہ میرے نطفہ سے ہے۔

لہذا ان کو اپنے قبضے میں لے لو چنانچہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اس موقع پر حضرت سعدؓ نے اس لڑکے کو لے لیا اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے،

عبد ابن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے کیونکہ میرے باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے، یہ تنازع جب حضور علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا تو آنحضرت نے نیا اسلامی دفعہ نافذ فرمایا اور لڑکے کو عبد کے حوالہ کر کے جاہلیت کے قاعدہ کو اس مبارک فرمان کے ذریعہ سے توڑ دیا کہ ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' یعنی بچہ اسی کا ہوگا جس کے فراش پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے محرومی کے سوا کچھ نہیں یا مطلب یہ کہ زانی کے لئے سنگ باری اور پتھر ہیں۔

بہر حال فیصلہ تو اسی طرح ہوا لیکن چونکہ اس لڑکے میں عتبہ کی واضح مشابہت پائی جاتی تھی اس لئے حضور اکرم نے حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو چنانچہ انہوں نے وفات تک ان سے پردہ ہی کیا، اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرائن اور علامات ومشابہت کا اعتبار نہیں بلکہ فراش اور زوجیت پر دارومدار ہے۔

۳۶۱۲۔**حَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ. غَيْرَ أَنَّ مَعْمَرًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِمَا الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ. وَلَمْ يَذْكُرَا وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (بچہ اسی کا ہے جس کے فراش پر پیدا ہو) منقول ہے۔ لیکن اس میں حضرت معمر اور ابن عیینہ کی روایت میں الولد للفراش تک ہے اور للعاهر الحجر ذکر نہیں کیا۔

۳۶۱۳۔**وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچہ اس ہی کا ہے جس کے فراش پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔

۳۶۱۴۔**وَحَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ الأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَمَّا ابْنُ مَنْصُورٍ فَقَالَ: عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَمَّا عَبْدُ الأَعْلَى فَقَالَ: عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوْ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ: زُهَيْرٌ عَنْ سَعِيدٍ أَوْ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ: عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ مَرَّةً عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ وَمَرَّةً عَنْ سَعِيدٍ أَوْ أَبِي سَلَمَةَ وَمَرَّةً عَنْ

سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. بِمِثْلِ حَدِيثِ مَعْمَرٍ.

ان مختلف اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث (کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لڑکا اس شخص کا ہے جس کے فراش پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھر ہیں) کی مثل مروی ہے۔

باب العمل بقول القائف في إلحاق الولد

ثبوت نسب میں قیافہ شناس کے قول کا حکم

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٣٦١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ فَقَالَ: أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ: إِنَّ بَعْضَ هَذِهِ الْأَقْدَامِ لَمِنْ بَعْضٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ میرے پاس نہایت مسرور اور خوش تشریف لائے، آپ کے چہرہ اور پیشانی کی لکیریں خوشی سے دمک رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مجزز (قیافہ شناس کا نام ہے) نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کو دیکھا تو کہا کہ یہ پاؤں آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہیں۔

تشریح:

"ان مجزز المدلجی" مجزز مکبّر کے وزن پر عرب کے ایک مشہور قیافہ شناس کا نام ہے ان کا خاندانی تعلق چونکہ قبیلہ مدلج سے تھا اس لئے یہ اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہے عرب میں قیافہ شناسی میں یہ شخص سند کی حیثیت رکھتا تھا اور لوگوں میں یہ اتھارٹی اور معیار تھا ادھر حضرت زید بن حارثہ بہت خوبصورت تھے اور ان کے بیٹے اسامہ بن زید چونکہ حضرت ام ایمن کے بطن سے تھے اس لئے وہ اپنی والدہ کی طرح سانولے رنگ کے تھے منافقین پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ اسامہ اپنے باپ کا نہیں ہے کیونکہ اتنے خوبصورت باپ کا بیٹا اس طرح کالا کیسے ہوسکتا ہے حضور اکرم اس پروپیگنڈہ سے بہت زیادہ غمگین اور کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے لیکن اس کے توڑ کے لئے کسی ایسی چیز اور سند کی ضرورت تھی جسے معاشرہ کے تمام افراد بلا چوں وچرا قبول کرتے ہوں اور وہ سند قیافہ شناس کی قیافہ شناسی ہی ہوسکتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا اور ایک دن عرب کا مشہور قیافہ شناس مجزز مسجد نبوی میں آیا، حضرت اسامہ اور حضرت زید دونوں ایک چادر میں اس طرح لپٹے سوئے تھے کہ چہروں پر چادر تھی اور پاؤں کھلے تھے مجزز نے جب دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ پاؤں باپ بیٹے کے ہیں اس پر حضور اکرم بہت خوش

ہوئے کیونکہ اس پروپیگنڈہ کے توڑ کے لئے اسی سند کی ضرورت تھی ورنہ آسمان سے وحی بھی آسکتی تھی مگر عام معاشرہ میں قیافہ کا زیادہ اعتبار تھا

فقہاء کا اختلاف

جمہور کے نزدیک کسی بھی نسب کے ثبوت کے لئے دوسرے دلائل کے علاوہ قیافہ شناسی بھی ایک مؤثر دلیل ہے ان حضرات نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ علم قیافہ ثبوت نسب کے لئے کافی نہیں ہے جس سے قطعی اور یقینی علم حاصل نہیں ہوسکتا ہے اور ثبوت نسب کے لئے یقینی علم کا ہونا ضروری ہے اس لئے شریعت میں امور یقینیہ کا اعتبار ہے لہذا قیافہ بے اعتبار ہے باقی جمہور نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے تو اس میں حضور اکرم ﷺ کو پہلے سے بذریعہ وحی معلوم تھا کہ اسامہ زید ہی کا بیٹا ہے لیکن چونکہ منافقین کا طعن اور پروپیگنڈہ قیافہ شناسی کے فیصلہ سے ختم ہوسکتا تھا اس لئے آنحضرت نے قیافہ شناسی کی بات پر خوشی کا اظہار فرمایا یہ ثبوت نسب پر دلیل نہیں بلکہ دفع طعن کے لئے دلیل ہے اسی اختلاف پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ مثلاً دو آدمیوں میں ایک مشترکہ لونڈی ہے اور دونوں کے جماع کے نتیجے میں اس کا بچہ پیدا ہوگیا تو جمہور فرماتے ہیں کہ قائف نے جو فیصلہ کیا اسی کے مطابق بچہ اس شخص کا ہوجائے گا۔ احناف فرماتے ہیں کہ اس صورت میں وہ بچہ دونوں کا مشترک ہوگا اور لونڈی دونوں کی ام ولدہ ہوجائے گی اگرچہ حقیقت میں وہ بچہ کسی ایک کا ہوگا لیکن قائف کے فیصلے کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس پر شریعت کا مدار نہیں ہے۔ احناف نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلے سے بھی استدلال کیا کہ شریح نے حضرت عمرؓ سے بذریعہ خط یہ مسئلہ پوچھا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ دونوں آقا اس بچے میں شریک ہیں یہ بچے کے وارث ہوں گے اور بچہ ان کا وارث ہوگا، حضرت علی کا بھی اسی طرح فیصلہ تھا گویا اجماع صحابہ ہوگیا ملا علی قاری نے دیگر روایات بھی نقل کی ہیں۔ احناف کی دلیل وہ مشہور حدیث بھی ہے فلعل ابنک هذا نزعه عرق اسی طرح ولید بن زمعہ کے بیٹے کا قصہ ہے دونوں سے قیافہ کی حیثیت بالکل ختم ہوجاتی ہے اور فراش کا اعتبار ہوتا ہے۔

''تبرق'' نصر ینصر سے ہے چمکنے کو کہتے ہیں ''اسارير وجهه'' یہ جمع ہے اس کا مفرد سرٌّ ہے پیشانی کے خطوط اور لکیروں کو کہتے ہیں جب آدمی خوش ہوجاتا ہے تو یہ خطوط چمک اٹھتے ہیں۔

٣٦١٦۔ **وَحَدَّثَنِي** عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ مَسْرُورًا فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ عَلَيَّ فَرَأَى أُسَامَةَ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوسَهُمَا وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز نبی ﷺ نہایت مسرور و شاداں میرے پاس تشریف لائے اور

فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نے دیکھا نہیں کہ مجزز المدلجی میرے پاس آیا اور اس نے اسامہؓ اور زیدؓ دونوں کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے اوپر چادر پڑی تھی اور دونوں نے اپنے سروں کو ڈھانپا ہوا تھا اور ان کے پیر ظاہر تھے۔ اس نے کہا کہ یہ پاؤں باہم ایک دوسرے کا جزو ہیں۔

٣٦١٧۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ قَائِفٌ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَاهِدٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ. فَسُرَّ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْجَبَهُ وَأَخْبَرَ بِهِ عَائِشَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک قیافہ شناس آپ ﷺ کی موجودگی میں آیا: حضرت اسامہ بن زید اور زید بن حارثہؓ لیٹے ہوئے تھے تو اس نے کہا: یہ پاؤں باہم ایک دوسرے کے جزو ہیں۔ اس بات سے آپ خوش ہوئے اور متعجب ہو کر آپ ﷺ نے اس بات کی خبر عائشہؓ کو دی۔

٣٦١٨۔ **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ. بِمَعْنَى حَدِيثِهِمْ. وَزَادَ فِي حَدِيثِ يُونُسَ وَكَانَ مُجَزِّزٌ قَائِفاً.

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیثوں ہی کی مثل روایت نقل کی گئی ہے لیکن یونس (راوی) کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے کہ مجزز قیافہ شناس تھا۔

باب استحقاق البكر والثيب من اقامة الزوج بعد الزفاف

شب زفاف کے بعد باکرہ اور ثیبہ کتنے دنوں کی مستحق ہے

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

٣٦١٩۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثاً وَقَالَ: إِنَّهُ

لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي .

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے شادی فرمائی تو تین یوم تک ان کے پاس قیام کیا اور فرمایا: ''تم اپنے شوہر کے سامنے کوئی فروتر عورت نہیں ہو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے سات یوم مقرر کردوں، البتہ یہ ہے کہ اگر میں نے تمہارے لئے سات دن مقرر کئے تو اپنی دوسری ازواج کے لئے بھی سات دن مقرر کرلوں گا۔ (پھر ان سب کے بعد تمہاری باری آئے گی)۔

تشریح:

''اقام عندها ثلاثا '' اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو بالاتفاق سب کے نزدیک ان میں عدل وانصاف قائم رکھنا واجب ہے اسی طرح اگر شوہر نے نئی شادی کرلی تو اگر باکرہ سے شادی کی ہے تو سات دن تک پہلے اس کے پاس رہے اور ثیبہ کے پاس تین دن تک رہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ جب یہ اعزازی اضافی دن ختم ہو جائیں گے تو پھر باقی بیویوں کو بھی اتنے ہی دن دینے ہوں گے یا یہ صرف اس نئی دلہن کا اضافی اعزاز ہے۔

فقہاء کرام کا اختلاف

جمہور فرماتے ہیں کہ باری میں پہل کرنا بھی اس نئی دلہن کا حق ہے اور پھر یہ دن تقسیم سے مستثنیٰ رکھنا بھی اس نئی دلہن کا حق ہے باکرہ کا اعزاز سات دن تک ہے اور ثیبہ کا تین دن تک ہے باری ان دنوں کے بعد شروع ہوگی، یہ موج کے دن ہیں سوچ کے دن نہیں ہیں۔ امام ابوحنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ صرف پہل کرنا اس نئی دلہن کا حق ہے تالیف وتانیس کی غرض سے یہ دن پہلے اس کو ملیں گے پھر یہ دن باری میں شمار ہوں گے جتنا انتظار اوروں نے کیا ہے اس کو بھی کرنا ہوگا یہ ہوش کا کام ہے جوش کا نہیں۔

دلائل

جمہور نے اس باب کی آخری دو حدیثوں سے استدلال کیا ہے جو حضرت انس سے مروی ہیں، جمہور فرماتے ہیں کہ یہ واضح حدیث ہے اور یہی شریعت کا قانون اور ضابطہ ہے۔ ائمہ احناف نے اس باب کی دیگر تمام روایات سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت ام سلمہؓ کا واقعہ ہے جس میں تصریح موجود ہے کہ یہ دن تقسیم میں شمار ہوں گے کیونکہ ''سبعت عندک وسبعت نسائی '' کے الفاظ واضح بتارہے ہیں کہ یہ دن تقسیم سے باہر اضافی دن نہیں تھے بلکہ صرف پہل کرنے کا اعزاز تھا۔

جواب

جمہور کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ وہاں تفضیل واعزاز واکرام زیادت ایام کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ بداءت وابتداء کرنے میں اعزاز دینا تھا،

جس طرح بیسی (کمیٹی) ڈالنے والے کسی ایک رکن کو بطور رعایت بیسی کا نمبر پہلے دیتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس ترتیب سے باہر ہو گیا۔

''علی اھلک'' اہل سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات ہے یا ام سلمہؓ کا قبیلہ مراد ہے اور مفہوم واضح ہے یعنی ہمارے ہاں تمہاری کوئی ناقدری اور اعراض و بے رغبتی نہیں ہے لیکن شرعی مسئلہ یہ ہے کہ ثیبہ کا حق تین دن ہے اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں گا تو سات دن دوسری بیویوں کے پاس بھی رہوں گا تا کہ عدل وانصاف قائم رہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے ام سلمہ کو بطور اعزاز واکرام باکرہ کا درجہ دیدیا اور سات دن کی بات فرمائی یہ ابتدائی کلام آئندہ کلام کے لئے بطور تمہید ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں تین دن تک تمہارے پاس رہوں تو پھر دوسری بیویوں کے پاس چلا جاؤں گا اب تم بتاؤ تم کونسی صورت پسند کروگی، حضرت ام سلمہ نے تین دن کو اختیار فرمایا تا کہ شرعی قاعدہ کے مطابق بھی ہو اور دن جب کم ہوں تو آنحضرت دوبارہ جلدی حضرت ام سلمہ کے پاس لوٹ کر آجائیں گے۔ ائمہ احناف نے اپنے مسلک کے لئے اس روایت سے استدلال کیا ہے اور تمام شارحین بھی اسی کو بیان کررہے ہیں کہ ام سلمہ کی روایت احناف کی دلیل ہے لیکن یہ دلیل مکمل طور پر واضح نہیں ہے کہ خصم کو خاموش کر سکے کیونکہ ام سلمہ بیوہ ثیبہ تھیں اور ہمیں باکرہ کی دلیل چاہئے الا یہ کہ ام سلمہ کو دوشیزہ کا درجہ دیا جائے جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا۔

٣٦٢٠۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ وَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ قَالَ: لَهَا لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَإِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ ثُمَّ دُرْتُ. قَالَتْ ثَلِّثْ.

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ام سلمہؓ سے شادی کی اور ان کے پاس صبح کی تو ان سے فرمایا: تم اپنے شوہر کے لئے کچھ کم تر نہیں ہو، اگر چاہو تو سات یوم تک تمہارے پاس رہوں اور چاہو تو تین روز تک رہوں پھر دور کروں تمام ازواج پر (یعنی پھر سب کے پاس جاؤں) انہوں نے فرمایا کہ: تین دن ہی رہیئے۔

٣٦٢١۔ **وَحَدَّثَنَا** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَأَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَخَذَتْ بِثَوْبِهِ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنْ شِئْتِ زِدْتُكِ وَحَاسَبْتُكِ بِهِ لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّيِّبِ ثَلَاثٌ.

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ام سلمہؓ سے نکاح کیا تو ان کے پاس تشریف لے گئے، جب ان کے پاس سے نکلنے لگے تو انہوں نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا۔ رسول اللہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو حساب

کر کے تمہارے پاس مزید ٹھہر جاؤں۔ باکرہ کے لئے سات دن ہوتے ہیں اور شادی شدہ کے لئے تین دن۔

٣٦٢٢۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت منقول ہے۔

٣٦٢٣۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَذَكَرَ أَشْيَاءَ هَذَا فِيهِ قَالَ: إِنْ شِئْتِ أَنْ أُسَبِّعَ لَكِ وَأُسَبِّعَ لِنِسَائِي وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي.

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور اس ضمن میں کئی چیزوں کا تذکرہ کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو سات دن تمہارے لئے مقرر کردوں اور اپنی دوسری ازواج کے لئے بھی سات دن مقرر کردوں۔ اگر میں نے تمہارے لئے سات یوم مقرر کیے تو اپنی دوسری ازواج کے لئے بھی سات مقرر کروں گا۔

٣٦٢٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعاً وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلاَثاً. قَالَ: خَالِدٌ وَلَوْ قُلْتُ إِنَّهُ رَفَعَهُ لَصَدَقْتُ وَلَكِنَّهُ قَالَ: السُّنَّةُ كَذَلِكَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی ثیبہ کی موجودگی میں باکرہ (کنواری) سے نکاح کرے تو باکرہ کے پاس سات دن تک رہے۔ اور جب باکرہ کی موجودگی میں ثیبہ (پہلے شادی شدہ اور موطوئہ) سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات قیام کرے۔ خالد کہتے ہیں کہ اگر میں یوں کہوں کہ انسؓ نے یہ حدیث مرفوعاً بیان کی ہے تو میں سچا ہوں گا۔ لیکن انسؓ نے فرمایا تھا کہ سنت طریقہ یہی ہے۔

٣٦٢٥۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ وَخَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ الْبِكْرِ سَبْعاً. قَالَ: خَالِدٌ وَلَوْ شِئْتُ قُلْتُ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی سنت یہ ہے باکرہ کے پاس سات دن قیام کیا جائے۔ خالد نے کہا اگر میں چاہتا تو کہتا کہ انہوں نے اس کو نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔